ٹریننگ سنٹر میں شریک کر دیا گیا۔ ٹریننگ میں شرکت کے وقت لچھمیا کی عمر (۲۸) سال کی تھی۔ لیکن جب بھی کوئی اس سے عمر پوچھتا تو یہ (۱۴) سال بتایا کرتا۔ چہرے پر داڑھی مونچھ بھی نمایاں نہیں تھی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ لچھمیا کے باپ نے لچھمیا کو یہ علم سینہ بسینہ سکھایا تھا کہ بیٹا مونچھ اور داڑھی پر قینچی یا استرہ چلانے کی بجائے ہمیشہ بال اکھاڑ دیا کرنا۔ اس عمل سے چہرہ پر سخت بال پیدا نہ ہوں گے اور عمر ہمیشہ اصل عمر سے کم معلوم ہوگا۔ چنانچہ باپ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے لچھمیا ہمیشہ اپنے چہرہ کے بال کھینچ کر نکال دیا کرتا تھا دو سالہ ٹریننگ ختم کرنے کے بعد وزیر نائک پرشاد کی سفارش پر لچھمیا کو اڈلن کواپریٹیو سوسائٹی بداپلی میں بہ حیثیت اسکریٹر ملازمت مل گئی۔ ملازمت ملنے کے بعد لچھمیا کی شیخی بگھارنے اور دون کی لینے کی عادت میں اور اضافہ ہوگیا۔ بداپلی میں ایک قدیم وضع کے برہمن تحصیلدار تھے جو ذات پات کے سختی سے پابند تھے۔ لچھمیا نے تحصیلدار صاحب پر یہ ظاہر کر رکھا تھا کہ وہ بھی اعلیٰ ذات کا برہمن ہے۔ اسی لئے تحصیلدار صاحب کے گھر اس کا آنا جانا تھا۔ تحصیلدار صاحب کی ایک غیر شادی شدہ لڑکی تھی کملا جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ہی شوخ اور شریر تھی۔ ایک دن کملا نے لچھمیا سے پوچھا۔ آپ کے پتا جی کیا کرتے ہیں؟ اسی پر لچھمیا نے اپنی شیخی بگھارنے کی قدیم فطرت کو بروئے کار لاتے ہوئے کہا کہ میرے پتا جی بہت بڑے آدمی ہیں۔ ان کے آگے فوجی عہدہ داروں کے سر جھکتے ہیں۔

اس جواب پر کملا نے یہ سمجھ کر مزید کچھ پوچھنے سے احتراز کیا کہ شاید ان کے والد کوئی بڑے فوجی افسر ہیں۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ لیکن لچھمیا نے کملا کے اس استفسار کو کچھ اور ہی معنی پہنائے۔ اور ایک دن کملا کے نام ایک خط لکھ دیا جس میں اظہار محبت کے علاوہ اس سے بیاہ کرنے کی تمنا بھی ظاہر کی۔ یہ خط جب کملا کو ملا تو اس کو بھی شرارت کی سوجھی۔ خط کا جواب خط۔ اس نے لچھمیا کی ماں کی جانب سے لچھمیا کو ایک خط لکھا کہ طاعون سے تمہارے والد کا اچانک انتقال ہوگیا۔ بلدیہ کے کارکنوں نے فوری لاش کو جلا دینے کے لئے پابند کیا تھا۔ اس لئے تمہارے انتظار کے بغیر کریا کرم کر دیا گیا۔ تم خط دیکھتے ہی فوراً آؤ۔" یہ خط لکھنے کے بعد حیدرآباد سے جا کر پوسٹ کیا گیا اور ایک دوسرا خط بداپلی سے لچھمیا کے دفتر کی جانب سے لچھمیا کے باپ کو لکھا گیا کہ "تمہارے بیٹے کا اچانک پلیگ سے انتقال ہوگیا۔ مرض کو پھیلنے سے بچانے کے لئے فوری لاش جلا دی گئی۔ تمہارے بیٹے کا سامان وغیرہ دفتر کے ایک چپراسی کے ذریعہ روانہ کیا جا رہا ہے۔"

یہ دونوں خط ایک ہی تاریخ شام کے پٹہ میں حیدرآباد اور بداپلی میں لچھمیا کے باپ اور لچھمیا کو ملے۔ ادھر حیدرآباد میں لچھمیا کے غم میں آہ و زاری شروع ہوئی۔ ادھر سدی پیٹ میں خط ملتے ہی۔ لچھمیا پہلی بس سے حیدرآباد کے لئے روانہ ہوا۔ رات کے کوئی گیارہ بجے موٹر بس حیدرآباد پہنچی۔ بس سے اترتے ہی

غزلؔ

از:- آقای رحمت اللہ دانش!

بشنوای زاہد ز ما پند و نصیحتہای ما	تا بکی با خلق گوئی قصہ و افسانہا
راہِ پُر پیچ و خمت بگذار و با ما راست شو	تا بکی در بندِ قید و وہم باشی مبتلا
جنبشی کن راستر شو خویش را آزاد کن	بندہ شو تسلیم شو بگذار قیل و قالہا
موت قبل از موت زاہد بہر ما تشریح کن	تا بکی با خلق میگوئی تو درس اہدِنا
از سمک تا عرش اعلیٰ زندۂ عشقند و بس	مُردہ و معدوم آنکس کو نمیداند وفا
ذرۂ از نور او شد جلوہ گر در کوہ طور	تا بہ دیدارش نبود حضرتِ موسیٰ صفا
مستم از جام شراب و بی نیاز از عالم	عاشقِ زلفِ نگارم از سرِ صدق و صفا
مجلس ما مست و ساقی مست ما دیوانہ ایم	فارغ و آسودہ از دنیا لکُم فی جیدہا
عشق آدابی ندارد کار او شگفتگیست	جہد میکن تا برازِ عشق گردی آشنا
می بخور امروز خوش باش و غم فردا مخور	نقد جان امروز می باید غم فردا چرا

دانشؔ خاموش شو بس کن سخن کوتا کن

طول بی جا میدہی ہر دم چرا افسانہ را

یہ سائنس کی دُنیا

دُنیا کی طاقتور ترین ایٹم شکن مشین

امریکہ نے جولائی میں جو سائنسی کارنامے انجام دیئے ان میں سب سے بڑا کارنامہ دُنیا کے طاقتور ترین ایٹم شکن کا کامیاب تجربہ تھا۔ دوسرے قابل ذکر کارناموں میں روشنی کی پہلی بار توسیع، انسان کی طرف سے پہلی بار کلوروفل کی مکمل ساخت (ترکیب) یا برقی "دل" کے بغیر دل کی دھڑکن کی بحالی کا طریقہ، لمس کو اعصابی ارتعاش میں منتقل کرنے کے طریقے کی دریافت اور ایک ذیلی کی طرف سے مستطیل صورت کے بادلوں کے مجموعے کی دریافت شامل تھی۔ مہینے کے آخری دنوں میں سائنسدانوں نے بروک ہیون نیشنل لیبارٹری میں سوئچ دبایا اور اپنے نئے ایٹم شکن کو پروٹونوں کی شعاع پر "وار" کرتے ہوئے دیکھا۔ تابے کے آگے چلنے کے اندر جس کی قطر نصف میل تھا سطرف روشنی چمکی اور پروٹونوں کی طاقت ۳۰ ارب برقی والٹ سے زیادہ ہوگئی۔ انہوں نے روشنی کی رفتار سے ۹۹ء۹ فی صد سے بھی زیادہ تیزی سے حرکت کی۔ روشنی کی رفتار ۰۰۰،۸۶،۱ میل فی سیکنڈ ہے۔ بروک ہیون لیبارٹری کی مشین کو بنانے میں پانچ برس لگے ہیں۔ جس کے بعد یہ سائنسی تحقیق کے مطالعے کے لئے تیار ہوئی ہے۔ اسے ریسرچ کی اعلیٰ طاقتی پروٹونوں کی شعاعوں کو ایٹمی اور ضمنی ایٹمی ذروں میں داغنے کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ تاکہ مادّے کی نوعیت سے متعلق زیادہ معلومات حاصل کی جاسکیں۔ اس سے دوسرے درجے کی طاقتور ایٹم شکن مشین جنیوا کے نزدیک ایٹمی تحقیق سے متعلق یورپی کمیٹی کی طرف سے کام میں لائی جارہی ہے۔ اس کی طاقت ۲۸ بیو ہے۔ تیسرے درجے کی ایٹم شکن مشین روس کے پاس ہے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ اس کی طاقت دس بیو ہے۔

مصنوعی لعل کے استعمال سے روشنی کی توسیع

ہگس ایئرکرافٹ کمپنی نے مصنوعی لعل کے استعمال سے ایک ایسا آلہ تیار کیا ہے جس سے پہلی بار روشنی کی توسیع کی گئی ہے۔ اس آلے کا نام LASER رکھا گیا ہے۔ اور یہ اس طرح کام کرتا ہے۔ لعل پر سبز روشنی ڈالی جاتی ہے جو اس کی بلوریں ساخت میں الیکٹرانوں میں توانائی داخل کرتی ہے۔ تب اُسے سرخ روشنی دکھائی جاتی ہے جس سے توانائی سرخ رنگ میں خارج ہوتی ہے اور وہ لعل سے انتہائی پتلی شعاع کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ توقع ہے کہ اس کے استعمال سے دوربین کے ذریعے زیادہ دوری تک دیکھا جاسکے گا۔ اور نگاہ فضا میں موجود بخارات کے پار بھی جاسکے گی۔ اور زمین سے چاند کے چھوٹے چھوٹے حصّے زیادہ صاف دیکھے جاسکیں گے۔

کلوروفل کی مکمل ساخت!

ہارورڈ یونیورسٹی کے ایک کیمیادان نے کلوروفل

قطعہ

ہمرہ بادِ صبا بنگر بہارے آمدہ	ہمرہ عنبر نگر مشکِ تتارے آمدہ
خاک ہم برباد شد این کربلا گفتہ شنو	بہر اعدائے دنی بین ذوالفقارے آمدہ

(آمدہ از زرّی باغ)

کی ساخت کا اعلان کیا ہے جو پہلی بار مکمل طور پر انسان نے خود اپنی تحقیق سے بنائی ہے۔ اس سے پودوں میں طبعی تغیرات عمل میں آتے ہیں۔ تغیرات کے اس عمل کے دوران میں سورج کی روشنی کو پانی سے چینی اور ہوا سے کاربن ڈائی آکسائڈ نکالنے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے

عمل جراحی یا دوائیوں کے بغیر دل کی دھڑکن کی بحالی!

جان ہاپکنز ہسپتال کے معالجوں نے ایک نئی تکنیک ڈھونڈ نکالی ہے جس سے عمل جراحی، برقی شاک یا دوائیوں کے بغیر دل کی دھڑکن کو بحال کیا جا سکتا ہے۔ اس تکنیک کے مطابق مریض کی چھاتی کے نچلے حصے کو آہستہ آہستہ دبایا جاتا ہے اور مریض کے جسم کے اندر مصنوعی سانس پیدا کیا جاتا ہے۔ یہ کوئی دوسرا شخص مریض کے منہ کے پاس [illegible] دیتا ہے۔ کیلی فورنیا یونیورسٹی کے میڈیکل اسکول [illegible] ایک [illegible] لگایا ہے جسے لوگ اپنے لعاب [illegible] غدود [illegible] [illegible] کی حرارت [illegible] سوت کے بعد [illegible] جسم سے الگ [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] برقی رو

پیدا ہوتی ہے۔ جو عصبی نظام کو متحرک رکھتی ہے۔ جس طرح ٹیلی فون تار کے ذریعے صدائی لہریں پہنچاتا ہے تقریباً اسی طرح جسم کو چھونے، دبانے، یا پھیلانے سے برقی رو پیدا ہوتی ہے۔

قطعہ

ایں [illegible] بہار [illegible] تصور است | گوشم بگفت بین تو خبر در تصور است
[illegible] نگار خود [illegible] بگفت این | شب رفت از نگاہ سحر در تصور است

(آمدہ از [illegible])

(سلسلۂ گذشتہ)

بڑھاپے کا خیر مقدم

ازجناب تمکین کاظمی صاحب

اب آپ غور کیجئے، آپ کس طبقہ میں آتے ہیں؟ اگر آپ غیر افسانوی ادب لکھنے والے یعنی انشاء پرداز ہیں تو آپ کوئی اخبار جاری کر سکتے ہیں، کوئی ماہوار رسالہ نکال سکتے ہیں، کوئی تحقیقی کام کر سکتے ہیں، کوئی ترجمہ کر سکتے ہیں، یا پھر مضمون نگاری ہی میں اپنا وقت گذار سکتے ہیں۔ اگر یہ بھی نہ کرنا چاہیں تو کوئی ادارہ قائم کر سکتے ہیں، نوجوانوں کو انشاء پردازی کے لئے تیار کر سکتے ہیں، کوئی پریس قائم کر سکتے ہیں یا پھر دارالاشاعت قائم کر سکتے ہیں، درسگاہ قائم کر سکتے ہیں، یا پھر اپنی صلاحیت پر غور کر کے کوئی نہ کوئی دلچسپ مشغلہ پسند کر سکتے اور اپنا وقت عمدگی سے گذار سکتے ہیں

اگر آپ دوسرے درجہ میں آتے ہیں تو بھی اپنے فن کے متعلق تصنیف و تالیف کر سکتے ہیں، تدبیر منزل، نفسیات وغیرہ پر کتابیں لکھ سکتے ہیں، درس و تدریس کا سلسلہ قائم کر سکتے ہیں اور فلسفہ کے ساتھ ساتھ تصوف سے بھی آپکو لگاؤ ہو تو پھر کیا کہنے مسئلہ وحدت الوجود پر ایک لکچر مسلسل کر سکتے اور باقاعدہ مجلس کر کے قوالی بھی سن سکتے ہیں

اگر آپکا تعلق تیسرے درجہ سے ہے تو سائنس پر تحقیقی کام کر سکتے، سائنٹفک کتابیں لکھ سکتے، عمدہ ناول یا اچھے ڈرامے تالیف کر سکتے یا پھر مذہبی قسم کے آدمی آپ ہیں تو درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر سکتے ہیں، فلموں کے لئے قصے لکھ سکتے اور ہر قسم کی فنی معلومات حاصل کر کے ملک کے فلمی بیوپار میں مدد کر سکتے اور خود بھی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور یہ سب کچھ نہیں ہے اور آپ نرے شاعر ہیں تو اپنی موزونیت طبع کو زمانے کے رجحان کے مطابق بنا کر فلمی گانے لکھ سکتے اور ترقی پسند شاعر بنکر ملک کا ذوق شعری سدھار سکتے ہیں۔

اگر آپ صرف ماہر موسیقی ہیں اور ۵۵ سال کے بعد آپ میں گانے کی قوت اور بجانے کی طاقت نہیں رہی ہے تو کم از کم دُھنیں ایجاد کر سکتے، کوئی مدرسہ موسیقی قائم کر کے لڑکے لڑکیوں کو گانا بجانا ہی سکھا سکتے ہیں۔ کیونکہ آجکل مدارس نسواں میں گانا لازمی قرار دیا گیا ہے

اسطرح آپ اپنے لئے ایک نہ ایک معروفیت پیدا کر سکتے اور اپنا وقت عمدگی سے گذار سکتے ہیں۔ حیدرآباد کے بہتر بزرگ ایسے کاموں میں لگے ہیں جن سے انکا وقت بھی عمدگی سے کٹتا رہا اور فائدہ بھی ہوا چنانچہ حکیم مقصود جنگ مطب لئے جا رہے ہیں، راجہ دیو گوپال پلے (ناظم ...) نے بڑا نفیس پرنٹنگ پریس قائم کر لیا تھا، بعض انجینیروں نے ایک کمپنی قائم کر لی ہے۔ مولوی جواہر خاں صاحب (ریٹائرڈ صدر محاسب) انوار العلوم کالج چلا رہے ہیں۔ نواب سر نظامت جنگ بہادر نے انجمن علم و عمل کو قائم کر رکھا تھا، اسکے علاوہ بھی مختلف اور متعدد علمی قومی اور ملکی گرانقدر خدمات میں سرگرم ہیں، نواب لیاقت جنگ نماز کمیٹی چلا رہے ہیں۔ مولانا سید خورشید علی تالیف و تصنیف میں مصروف ہیں۔ مولوی حبیب الرحمن (معتمد صنعت و حرفت)

نے انجمن ترقی اردو اور ادارہ ادبیات آصفیہ کو سنبھال لیا ہے۔ سجاد مرزا صاحب (معتمد تعلیمات) یونیورسٹی میں مشیر تعلیم بنے۔ اسی طرح بابت اور بھی کئی حضرات کچھ نہ کچھ کئے جا رہے ہیں۔

ایک تک میرے مخاطب وہ خوشحال حضرات تھے جنھوں نے کافی وظیفہ (پنشن) حاصل کیا اور سابقہ زندگی میں کچھ نہ کچھ پس انداز کر چکے ہیں۔ اب میں ان حضرات سے کچھ کہنا چاہتا ہوں جو میری طرح مفلس پیدا ہوئے، مفلس جئے اور مفلسی ہی میں قلیل ترین وظیفہ پر سبکدوش ہو گئے یا ہو چکے ہیں۔ بدقسمتی سے ایسے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کی آمدنی نصف سے بھی کم ہو گئی ہے کیونکہ اصل تنخواہ کا آدھا حصہ وظیفہ ملتا ہے اور الاونس غائب ہو گئے ہیں۔ اس طرح جتنی آمدنی گھٹ گئی ہے مثلاً جن لوگوں کو ڈھائی سو روپیہ ماہانہ ملتے تھے اب وہ سو روپیہ یا کچھ زیادہ پا رہے ہیں۔ مگر ان کے اخراجات میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ مرفہ الحالی [illegible] یا دفتر میں جو ذاتی اخراجات ہوتے تھے وہ [illegible] اسی طرح بہت ہی مشکل [illegible] روپیے کی ہوتی اور نقصان پچاس فیصد سے زیادہ۔

اس گرانی اور کساد بازاری کے زمانے میں جہاں پوری تنخواہ کافی نہ ہوتی تھی اور قرض و دام پر کام چلتا تھا وہاں آدھی تنخواہ کس طرح کافی ہو سکتی؟ مگر ان لوگوں کو پریشان نہ ہونا چاہیے۔ دانشمندی [illegible] بڑے ہی [illegible] کی بات ہے۔

[illegible] جو منطقی معاملہ ہیں وہ قابل رحم ہیں [illegible] تھوڑے مفلس ہیں وہ قابل رشک ہیں اور وہ لوگ جن کو سب کچھ میسر ہے [illegible] خوش قسمت ہیں یا [illegible] بدقسمت کیونکہ ان کو [illegible] حاصل نہیں ہے [illegible] اسی طرح دو [illegible]

کے ساتھ رہنے کی خواہش سے محروم ہیں۔

آپ جانتے ہیں، انسان کو کونسی چیزیں عمل پر آمادہ کرتی ہیں؟

۱۔ خود انسان کا اندرونی جذبۂ تحریک

۲۔ بیرونی حالات کا دباؤ

اسلئے دنیا میں دو قسم کے لوگ خوش قسمت ہیں وہ جو عمل کے لئے خود اپنا ایک اندرونی جذبہ رکھتے ہیں اور وہ جو بیرونی حالات کے دباؤ میں ہیں۔ البتہ وہ لوگ بدنصیب ہیں جنھیں نہ تو اندرونی جذبہ میسر ہے اور نہ بیرونی حالات کا جبر۔ وہ حضرات جو تھوڑا وظیفہ لے کر سبکدوش ہوئے ہیں قابل رشک ہیں کیونکہ یہ پورے مفلس نہیں بلکہ تھوڑے مفلس ہیں اور یہ تھوڑا افلاس بیرونی دباؤ ڈال کر انہیں کام پر ڈھکیل رہا ہے۔

یہ قدرت کا ایک اٹل قانون ہے کہ جب رزق کا ایک دروازہ بند ہوتا ہے تو دوسرے نئے دروازے کھل جاتے ہیں مگر بڑی مشکل یہ ہے کہ ہم اس بند دروازے ہی کو اسقدر یاس اور افسوس سے دیکھنے میں مشغول رہتے ہیں کہ کھلے ہوئے نئے دروازوں پر ہماری نگاہ نہیں پڑتی" (ڈیل کارنیگی)

یہ اقتباس کسی ملا یا پیر و مرشد کے ملفوظے کا نہیں علمبرداران مادیت کے ایک علمی مجلّے کا ہے۔ اس کو پڑھئے اور اس پر غور کیجئے اور ناامیدی کو دل سے نکال دیجئے۔ میدان عمل میں اتر آیئے زندگی موت سے پہلے ختم نہیں ہوتی اور زندگی نام ہے مسلسل عمل کا۔ اس لئے عمل کی کوئی منزل پر ختم نہیں ہوتا۔ آپ سے دفتر چھوٹ جانے دیجئے اور کوئی کام شروع کیجئے۔

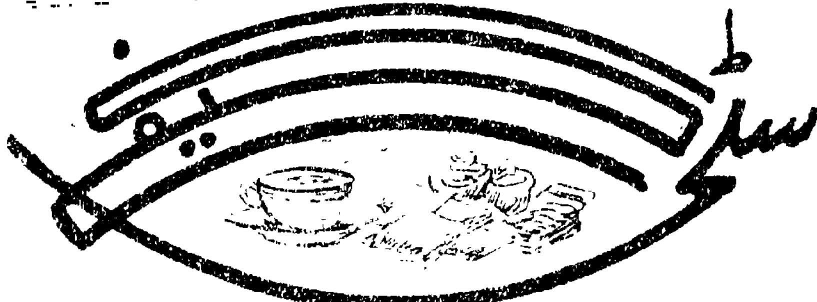
جب مسجد چھوٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید؟ مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو۔

ہر جگہ آپ کام کر سکتے ہیں۔ آپ اس مغالطہ میں مبتلا نہ ہوں کہ زندگی ختم ہو گئی اور آپ بوڑھے ہو گئے اور پچپن سال کے بعد آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ آپ اب بھی سب کچھ کر سکتے ہیں ہمت کیجئے، وقت آپ کا ساتھ دے گا اور خدا آپکی مدد کریگا علی حسین صاحب باب حکومت کے متعلق تھے وظیفہ پر سبکدوش ہوئے تو وکالت شروع کر دی اور اچھی طرح کام کر رہے ہیں، مولوی ولی اللہ حسینی صاحب صدر محاسبی کے متعلق تھے، وظیفہ ملنے تک سیکل سوار رہے، وظیفہ پا کر وکالت شروع کر دی تو موٹر نشین ہو گئے۔ جمال الدین صاحب امور مذہبی کے اہلکار تھے وہ بھی وکالت کر رہے ہیں اور پہلے سے خوشحال ہیں۔ مومن علی صاحب، عثمان علی صاحب اور عبد المجید صاحب بیسیوں نے وظیفہ لے کر دفاتر خاص میں ملازمت کر لی۔ بعض حضرات بیوپاری کر رہے ہیں اور خوشحال ہیں۔ بعضوں نے دوکانیں کھولیں، بعض دوسرے بیوپار اور کاروبار کر رہے ہیں، اسطرح بے تعداد اور باہمت لوگ کچھ نہ کچھ کر رہے ہیں اور ان کی حرکت میں برکت ہو رہی ہے اور وہ عمدگی سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آپ ہمت نہ ہاریں اور سمجھ بوجھ کیساتھ جو بھی کام کریں انشاءاللہ کامیابی ہوگی

انسان دنیا میں قوت کا ایک محدود ذخیرہ لیکر آیا ہے قوت کا یہ ذخیرہ جسم انسانی کے مشین میں کچھ ایسے طریقے سے رکھ لیا ہے کہ جتنی ضرورت ہوتی ہے قدرتی طور پر صرف اسی قدر قوت ذخیرے سے ہر شکل کے اعصاب میں کام کرتی ہے۔ قانون "رفتار قوت" کا اصول کہلاتا ہے رفتار قوت کا قانون، انسانی قوت کا محافظ ہے اور جسمانی مشین کے صحیح عمل کا ضامن، اسکی مثال برقی حرارت خیز کی سی ہے۔ جب کمرہ کافی گرم ہو جاتا ہے تو حرارت خیز آلہ خود بخود گرمی خارج کرنے لگتا ہے لیکن جب کمرہ زیادہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو یہ آلہ زیادہ حرارت پیدا کرنے لگتا ہے اب نئی قسم کی موٹروں میں بھی یہی اصول استعمال ہو رہا ہے۔ زیادہ بوجھ کی حالت میں یا بلندی پر چڑھتے وقت ان موٹروں کی مشین میں پٹرول کا دہانہ خود بخود زیادہ پھیل جاتا ہے۔ لیکن ڈھال پر اترتے وقت چونکہ قوت کی ضرورت کم ہوتی ہے اسلئے دہانہ خود بخود تنگ ہو جاتا ہے بالکل اسیطرح رفتار قوت کا قانون انسان کے جسم میں کام کرتا ہے اور قوت کے خرچ پر قابو رکھتا ہے۔ عمل اور حرکت کے لئے فطرت جتنی قوت کا خرچ مناسب سمجھتی ہے اسی قدر قوت اعصاب میں آجاتی ہے۔

چونکہ قوت کا ذخیرہ عمر کے ہر درجہ میں مختلف ہوتا ہے اس لئے ایک ہی قسم کی حرکت کے لئے مختلف درجوں میں مختلف مقدار میں قوت ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بوڑھے لوگ بہت سے کام اسقدر رفتار سے نہیں کر سکتے جتقدر کہ نوجوان لوگ کر سکتے ہیں۔

قوت کا قدرتی ذخیرہ عمر کے ساتھ ساتھ کم ہوتا رہتا ہے لیکن اسکی کمی سے کسی قسم کے خوف یا مایوسی کی ضرورت نہیں۔ یہ کمی بالکل فطری ہے۔ البتہ خطرناک بات یہ ہے کہ آپ رفتار قوت کے خلاف ورزی کریں اور آپکو جو زندگی کے ذخیرے میں سے جسقدر قوت قدرتی طور پر استعمال کرنے کو ملتی ہے آپ اس سے زیادہ قوت اس ذخیرے میں سے نکال لینا چاہیں۔ اسکی احتیاط کیجئے کہ آپ اس قدرتی قانون میں کوئی دخل نہ دیں۔ آپ کی قوت کے خرچ کرنے میں قدرت



کا یہ قانون جس قدر قوت فعل و عمل کے لئے دیتا ہے اسی پر قناعت کرنا دانشمندی ہے۔

آپ کی پرانی عادتیں اس قانون کے خلاف بغاوت کرنے پر آپ کو اُبھارتی رہیں گی۔ اور پچپن سال کی عمر کے بعد بھی آپ وہی تیّق کرنا چاہیں گے جو بیس سال کی عمر میں کرتے تھے یہ غلطی ہے ہر بات کا وقت ہوتا ہے یہ موسم اس قسم کی حرکات کا نہیں اس لئے احتیاط کیجئے آپ خفا نہ ہوں تو ایک بات کان میں کہوں بقول شاعر، ع

بڑھاپے میں جوانی سے زیادہ جوش ہوتا ہے،

شاعر معصوم ہوتا ہے اس نے جوش کی نفسیاتی حیثیت سے محسوس نہیں کیا جوش وہ ولولہ ہے جو پوری قوت کے ساتھ ابھرتا ہے بڑھاپے میں جوش کہاں؟ ایک قسم کی بوالہوسی ہوتی ہے اور اعصابی کمزوری کی وجہ سے جذباتی جذبات ذرا شدت سے اُبھرتے ہیں جس کی وجہ سے بوڑھوں کو یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ، ع

اب بھی ہمارے آگے یار: جوان کیا ہے؟

اس کا نتیجہ بے احتیاطیاں ہیں۔ جب جمع شدہ مادہ ختم ہو جاتا ہے تو پھر بوب کبیر، قوی تن اور بعض انجکشن اور مارالحم طیوری دو آتشہ کے ساتھ کشتہ کی نوبت آتی ہے اور اسی طرح اس شاعر کا دوسرا مصرعہ حسب ذیل ہو جاتا ہے، ع

بھڑکتا ہے چراغ صبح تب خاموش ہوتا ہے!

خدا کے لئے طبیعت پر قابو رکھیئے اور کوئی غیر ذمہ دارانہ حرکت کر کے اپنی زندگی برباد نہ کر لیجئے، حافظ شیرازی نے ہمارے آپ کے لئے ہی کہا ہے۔ ؎

چون پیر شدی حافظ از میکدہ بیرون شد
رندی و ہوسناکی در عہد شباب اولیٰ!

بڑھاپا آپ کو کام سے روکتا نہیں بلکہ صرف اعتدال اور احتیاط سے کام کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ میانہ روی سے کام لیجئے۔ اور عمدگی سے زندگی گزاریئے، دنیا میں بڑے آدمیوں نے پچپن سالہ عمر کے بعد ہی بڑے بڑے کام کئے ہیں۔

بوتھ ٹارکنگٹن نے پچھتر سال کی عمر میں اعلیٰ درجہ کی کتابیں لکھیں اور آخری عمر میں اس نے سولہ بہترین ناول لکھے، دلیم ڈین باولز نے اپنی بہترین زبان اسی سال کی عمر کے بعد پیش کی، امریکن اسٹیج کے تین زبردست اداکار جوزف جیفرسن اسکز اور جان ڈریو اپنے بڑھاپے ہی میں چمکے، مشہور ماہر نفسیات کارل سی شیور نے ستر برس کی عمر کے بعد پانچ بہترین کتابیں لکھیں۔ مشہور عالم فلاسفر جان ڈیوی نے ستر سالہ عمر کے بعد دس اعلیٰ درجہ کی تصانیف پیش کیں۔ برنارڈ شا نے ستر سال کے بعد ہی بہترین چیزیں پیش کیں۔ چرچل نے آخری عمر ہی میں میدان عمل میں قدم رکھا اور دنیا کو اپنے قابو میں کر لیا۔ مہاتما گاندھی نے بڑھاپے ہی میں ہندوستان کو آزاد کرایا۔ قائد اعظم نے بڑھاپے ہی میں پاکستان بنایا، پنڈت نہرو، بڑھاپے ہی میں جوان ہمتی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ غلام محمد بڑھاپے ہی میں پاکستان کو سنبھالے رہے اور اپنی جوان ہمتی ثابت کر دکھائی۔ مولانا ابو الکلام باوجود بڑھاپے کے بہترین کام کئے ہیں ——— حضور بندگان کا ذوق عمل اس بڑھاپے میں بھی جاری ہے، حقیقت یہ ہے کہ بڑھاپے میں صرف جسمانی قوت اور طاقت میں کچھ کمی ہو جاتی ہے مگر دوسری چیزیں نکھر جاتی ہیں سیماب نے سچ کہا ہے ؎

کام زور مشق سخن بڑھ گئی
ضعیفی نے ہم کو جواں کردیا



دنیا کی بڑی بڑی حکومتوں کا یہ قاعدہ رہا ہے کہ وزارتیں چالیس سال سے کم عمر والوں کو نہیں دی جاتی تھیں انگریزوں نے وائسرائے کا عہدہ چالیس سال سے زیادہ عمر والوں ہی کو دیا۔ دوسری عالمگیر جنگ میں تمام جسمانی محنت مشقت کے کام نوجوانوں کو کرنا پڑا مگر تمام فیصلہ کن ذہنی کام اور فوجی نقل و حرکت کی تمام بہادرانہ تدبیریں ان لوگوں نے کیں۔ جن کی عمر بیس سال کے مقابلہ میں ستر برس کے قریب تھی۔ اور انقلابی جدت اور ذہانت کے تمام کارنامے ان لوگوں نے دنیا کو دکھائے جو ساٹھ ستر سال کے درمیان عمر رکھتے تھے۔

پہلی عالمی جنگ کی طرح دوسری جنگ میں بھی یہ دیکھا گیا کہ نازک ترین اور اہم موقعوں پر نوجوانوں کی نسبت بڑی عمر کے لوگ زیادہ عمدہ سپاہی ثابت ہوئے سفید بالوں والے تجربہ کار سپاہیوں نے بھاگتی ہوئی نوجوں کو روک دیا اور سہمے ہوئے نوجوانوں کو پھر ایک مرکز پر جمع کرا دیا۔ اس طرح ان تمام عمر رسیدہ لوگوں نے ایک بار پھر ماہرین نفسیات کے اس قول کو صحیح ثابت کر دیا کہ "ان تمام موقعوں پر جبکہ حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہوں ایک سنجیدہ اور مستقل پختہ قوت فیصلہ بہت زبردست کامیاب اثرات رکھتی ہے"

ذمہ داری کا بوجھ آخری عمر میں ایک بہترین مشغولیت کا سبب بن سکتا ہے، بشرطیکہ وہ بوڑھے جن پر ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں پرسکون اور پر اطمینان رہنا چاہیں۔

ہراسان نہ ہوئیے، کمر ہمت باندھئیے اور پھر ایک مرتبہ میدان عمل میں آ جائیے۔ لوگوں کو خواہ مخواہ اپنے آلام و مصائب کی داستان سناتے نہ پھرئیے کیونکہ اگر آپ مسکرائیں تو دنیا آپ کے ساتھ مسکرائے گی مگر آپ روئیں تو اکیلا ہی رونا پڑے گا۔ اور کوئی آپ کا ساتھ نہ دے گا۔

چھوٹی ایٹمی بھٹیوں سے بجلی

چھوٹی اور درمیانہ قسم کی ایٹمی بھٹیوں کے متعلق ایک کانفرنس میں جے کے بریٹن نے امریکی فوجی ایٹمی توانائی پروگرام کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ دنیا کے بعض دور دراز علاقوں میں چھوٹی چھوٹی ایٹمی بھٹیوں سے کفایت شعاری سے بجلی پیدا کی گئی ہے۔ فوجی ایٹمی توانائی پروگرام کا خاص مقصد یہ ہے کہ الاسکا، قطب جنوبی اور گرین لینڈ جیسے مقامات میں چھوٹی چھوٹی ایٹمی بھٹیوں سے بجلی پیدا کرنے کے منصوبے عمل میں لائے جائیں۔ یہ ایٹمی بھٹیاں بالکل سادہ قابل بھروسہ نسبتاً ہلکی اور آسانی سے ادھر ادھر منتقل کی جا سکتی ہیں۔ ان خوبیوں کی وجہ سے دور دراز مقامات کے لئے ان کی افادیت اور بھی زیادہ ہے۔ اس کانفرنس میں ایٹمی بھٹیوں کی ساخت انجنیری، ٹیکنیکل نوعیت، نقشوں اور دوسرے متعلقہ پہلوؤں پر بھی مقالات پیش کئے گئے۔ امریکہ، کینیڈا، فرانس، برطانیہ، نیدرلینڈ، جرمنی وغیرہ میں جو چھوٹی چھوٹی ایٹمی بھٹیاں بنائی جا رہی ہیں۔ ان پر بھی روشنی ڈالی گئی۔

اسکاٹلینڈ میں ہندوستانی آرٹسٹوں کا شاندار پروگرام

نقادوں کی طرف سے خراج تحسین!

معلوم ہوا ہے کہ بمبئی کا لٹل بیلے ٹروپ جو ان دنوں برطانیہ کے دورہ پر ہے ۱۲ اگست کو پہلی بار لندن میں اپنا پروگرام پیش کرے گا۔ لندن آنے سے قبل ہندوستانی آرٹسٹ کارڈف (ویلز) اور مانچسٹر، لیسٹر اور بریڈ فورڈ (انگلستان) میں اپنے فن کا مظاہرہ کریں گے۔ یہ فنکار اسکاٹ لینڈ کے شہر گلاسگو اور ایڈنبرا میلہ میں اپنے رقص پیش کر چکے ہیں۔ وہاں تمام مشہور اخباروں کے نقادوں نے ان کو خراج تحسین ادا کیا ہے۔ ان کو اگر شکایت تھی تو یہ کہ "۱۹۶۰ء کے میلہ کے نہایت دلکش اور دلوں کو ابھارنے والے آرٹسٹ اسکاٹ لینڈ کی راجدھانی میں زیادہ دنوں تک نہیں ٹھہر سکے!" "اسکاٹسمین" نے لکھا ہے کہ "رامائن" ایک ایسا بیلے (سنگیت ناچ) ہے جو تخیل پر چھا جاتا ہے۔ اور "پنچ تنتر" تو جادو ہے۔ تمام جادو۔ "ایوننگ نیوز" رقمطراز ہے کہ لٹل بیلے گروپ آنکھوں کانوں اور دل کو موہ لیتا ہے۔

ہندوستانی ٹیچروں کیلئے برطانوی وظائف

برطانیہ کی وزارت تعلیم نے ۱۵ کامن ویلتھ ملکوں اور ماتحت علاقوں کے ۲۰۰ کامیاب امیدواروں کی تیسری فہرست شائع کردی ہے جن کو کامن ویلتھ ایجوکیشن کانفرنس منعقدہ آکسفورڈ کے مرتب کئے ہوئے پلان کے تحت وظائف دیئے گئے ہیں۔ اس فہرست میں ہندوستانی باشندوں کے نام بھی شامل ہیں۔ ہندوستانی باشندوں کے نام یہ ہیں۔

مسٹر مہندر سنگھ، مسز ایم داس گپتا۔ اور مسز کے سین گپتا ۵۰ سب لیڈز یونیورسٹی کے انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن میں تربیت حاصل کریں گے۔ وظائف کی اس اسکیم کے تحت برطانیہ نے وعدہ کیا ہوا ہے کہ وہ اگلے پانچ برسوں کے لئے ہر سال ۲۸۵۰۰۰ پونڈ رقم مہیا کرے گا۔ جس کی مدد سے دیگر کامن ویلتھ ملکوں کے طلباء برطانیہ میں درس و تدریس کی تربیت حاصل کرسکیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ کامن ویلتھ کے طلبا برطانیہ میں تربیت حاصل کرکے اپنے اپنے ملک کی تعلیمی ترقی کے کاموں میں قابل قدر پارٹ ادا کرسکیں۔

یوگنڈا میں کامن ویلتھ کی تعلیمی کانفرنس

انگریزی کی تعلیم کے بارے میں تبادلہ خیالات کیا جائیگا۔

ایک اطلاع مظہر ہے کہ ماہ جنوری میں یوگنڈا میں کامن ویلتھ کانفرنس منعقد کی جائے گی۔ جس میں دوسری زبان کے طور پر انگریزی کی تعلیم کو زیادہ موثر بنانے کے طور طریقوں پر غور کیا جائے گا۔ حکومت برطانیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ بھی اس کانفرنس میں اپنا وفد بھیجے گی۔ برطانوی وفد کی قیادت کے فرائض انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن (لندن یونیورسٹی) کے پروفیسر ایجوکیشن ڈاکٹر بروس پیٹیسن ادا کریں گے۔ کانفرنس کے انتظامات کامن ویلتھ ایجوکیشن رابطہ کمیٹی (لندن) کی نگرانی میں ہو رہے ہیں۔ ایجنڈا منظوری کے لئے تمام کامن ویلتھ حکومتوں کو بھیجا گیا ہے۔ یاد رہے کہ کامن ویلتھ ایجوکیشن رابطہ کمیٹی کامن ویلتھ ایجوکیشن کانفرنس منعقدہ آکسفورڈ کی سفارش پر گزشتہ سال کے اختتام پر قائم کی گئی تھی۔ اس میں کامن ویلتھ کے تمام ملکوں کے نمائندے شامل ہیں۔ یہ کمیٹی کامن ویلتھ ملکوں کے درمیان تعلیمی تعاون کو فروغ دینے میں مدد دیتی ہے۔ اسکی ایگزیکٹیو کامن ویلتھ ایجوکیشن رابطہ یونٹ ہے جس کے ڈائرکٹر بنارس یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر وی۔ ایس۔ جھا ہیں۔

قطعہ

درمیکدہ بیامدوزاہد نماز کرد || پیرِ مغاں نگر درِ میخانہ باز کرد
ما راز نعمتے کہ بباید بہ دستِ خویش || شکرِ خدا بہ دورِ جہاں بے نیاز کرد

(آمدہ از نذری باغ)

(افسانہ)

کیا سمجھا تھا میں؟

عبدالغفار چودھری
مترجمہ احمد سعدی

ملازمت ترک کرکے تجارت کرنے کی حماقت کرنے پر آج رزاق کو اپنے آپ پر غصہ آرہا تھا۔ آدمی جو کچھ سوچتا ہے ہمیشہ اسکے برعکس ہی ہوا کرتا ہے۔ یوں تو بھیک مانگ کر بھی کئی لوگ بڑے آدمی بن گئے ہیں اسکی کتنی ہی مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن قسمت کی بند مٹھی میں رزاق کے لئے کچھ بھی نہیں تھا، اس سے بڑھکر حیرت کی بات اور کیا ہوسکتی ہے؟

اسے تجارت کرنے کی ترغیب دینے کے سلسلے میں اسکے سسر پر بھی تھوڑی سی ذمہ داری عائد ہوتی تھی جب انہیں معلوم ہوا تھا کہ انکے داماد نے بی۔ اے پاس ہونے کے بعد کلرکی کرلی ہے تو انہوں نے خفگی سے کہا تھا:-

"بابا! ہمارے محلے کے احمد اور میں نے ایک ہی ساتھ ملازمت کی تھی لیکن میں نے ملازمت چھوڑ دی اور ایک جگہ سے دوسری جگہ چیزیں بیچنے کا کاروبار کرنے لگا۔ وہ ملازمت ہی کرتا رہا۔ اب تم اسکی حالت دیکھ لو۔ بغل میں پھٹی ہوئی چھتری دبائے وہ آج بھی دفتر جاتا ہے اور ضرورت پڑنے پر کبھی کبھی آکر دست سوالی بھی پھیلاتا ہے مگر تمھاری اور دوسرے کیسی ہی خواہوں کی دعا....."

اپنی بات ادھوری ہی چھوڑ کر انہوں نے حقہ کا ایک لمبا کش لیتے ہوئے دھوئیں کی خوشبو فضا میں بکھیر دی تھی۔ اسکے بعد انہوں نے اشارتاً یہ بھی کہا تھا کہ انکی دس پانچ لڑکیاں نہیں ہیں، صرف ایک لڑکی ہے، اسلئے وہ اپنی لڑکی اور داماد کے مستقبل کو سنوارنے کے لئے ضرورت پڑی تو تجارت کے لئے تھوڑا سا سرمایہ بھی فراہم کردیں گے

روپے کے حصول کا خیال ہمیشہ بڑا دلکش رہا ہے، اسلئے رزاق کو بھی اس سے بڑی مسرت ہوئی تھی لیکن کاروبار کا خیال آتے ہی اسکی ساری خوشی مفقود ہوگئی تھی۔ کیا پڑھنے لکھنے کے بعد بھی آخرا سے اس قسم کی تجارت کرنی ہوگی؟

اسکے سسر نے کہا تھا "یہ کاروبار برا تو نہیں۔ دو گوداموں سے ہی کام چل جائے گا"

"لیکن اسٹاک کن چیزوں کا کرنا ہوگا؟ وہی چاول، دال، آلو، مرچ اور پیٹ سن نا۔ یہ تو ایک ہی بات ہوئی۔"

"تو پھر تم کوئی ایسا کاروبار کرو، جس سے تمھارا وقار قائم رہے،" سسر نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا تھا

"میرا کیا ہے؟ تم لوگوں کے آرام اور سکھ میں میرا سکھ اور آرام ہے"

اسکے بعد یہ طے پایا کہ اسٹیشنری کی دوکان کھولی جائے، لیکن اسکی بیوی شفیقہ نے اسکی مخالفت شروع کردی رات کو سوتے وقت اس نے کہا

"آخر اس جھنجھٹ کی کیا ضرورت ہے؟"

"تو کیا میں ڈیڑھ سو روپے ماہانہ تنخواہ کی نوکری کرتا رہتا؟"

" — اسمیں نقصان ہی کیا ہے ؟ "

رزاق کو غصہ آگیا۔ " نقصان ہی کیا ہے کہنے سے تمہارا مطلب ؟ کیا تم چاہتی ہو کہ بڑھاپے میں احمد صاحب کی طرح بغل میں پھٹی ہوئی چھتری دبائے دفتر جاؤں اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھروں ؟ کیا زندگی کی تمام ضروریات اس کلرکی سے پوری ہوجائینگی ؟ ہم دو سے وحشی نہیں ہوجائیں گے۔ یہ کون کہہ سکتا ہے ؟ "

شریفہ شرم سے تھوڑی دیر خاموش رہی پھر بولی " ٹھیک ہے، جو تمہاری مرضی ہو کرو "

یہ چھ ماہ قبل کی باتیں تھیں، اسکے بعد روچیرا اسٹورس کا کام بہت اچھی طرح چلنے لگا تھا، تیل، صابن گھڑی کا فیتہ، ٹوتھ پیسٹ، ٹوتھ برش، ہار لکس، اووالٹین، پتنگ کا کاغذ، چاکلیٹ، ہر قسم کی چیزوں سے دوکان بھری ہوئی تھی۔ رزاق دو اخبار خریدتا تھا ایک انگریزی کا اور دوسرا اردو۔ جب خریدار آتے تو وہ ان سے ہم کلام ہوتا، ورنہ دن بھر بیٹھا بیٹھا ان اخباروں کے ہیڈلائن سے لیکر " ضرورت ہے " کے کالم تک پڑھتا رہتا، وقت گذرتا رہتا، اسطرح وہ بہت خوش تھا۔ ملازمت کی زندگی سے یہ زندگی کہیں زیادہ پرمسرت اور تسلی بخش تھی، رات کے وقت حساب ملانے کے بعد وہ ایک سگریٹ سلگا لیتا اور گھر کی طرف روانہ ہوجاتا ہے۔ شریفہ اسوقت تک اسکا کھانا لئے انتظار کررہی ہوتی۔

لیکن چھ ماہ بعد اس نے محسوس کیا جیسے اب بھی اسکا مستقبل تاریک ہی ہے، کم از کم محمد بھائی اینڈ برادرس کے مقابلہ میں اس کی دوکان کا مستقبل روشن نہیں تھا۔ ایک دن جگمگاتی ہوئی دوکان، خوبصورت سائن بورڈ اور گیس لائٹ کی تیز روشنی میں وہ یکایک چونک اٹھا محمد بھائی اینڈ برادرس کی دوکان میں ایک بید خوبصورت لڑکی کھڑی تھی، اسکی گردن ذرا سا خم تھی اور اسکے چاندنی میں ڈھلے ہوئے جسم پر ایک ریشمی ساڑی لپٹی تھی، جسکا کنارا سفید روشنی میں ستارہ کی طرح چمک رہا تھا تھوڑی دیر تک وہ گم سم، سحر زدہ سا کھڑا دیکھتا رہا، اسکے بعد فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے یکایک یہ طلسم ٹوٹ گیا۔ یہ گوشت اور خون سے بنی ہوئی کوئی لڑکی نہیں تھی، مصور کی بنائی ہوئی ایک تصویر تھی جسے کارڈ بورڈ کے سہارے دوکان میں کھڑا کر دیا گیا تھا

تجارت کرنے کا طریقہ تو کچھ محمد بھائی ہی جانتے تھے ورنہ ایک رات میں اتنی بڑی تبدیلی اور اتنی سجاوٹ کیا معنے رکھتی ہے ؟ دونوں نے ایک ہی ساتھ تجارت شروع کی تھی، لیکن وہ جو کچھ کل تھا، وہی آج بھی تھا۔ محمد بھائی اس سے کہیں زیادہ ترقی کر چکے تھے۔ انہوں نے سائن بورڈ تبدیل کر لیا تھا نئے ڈیزائن کا شوکیس لے آئے تھے اور بہت ساری چیزوں سے دوکان سجا رکھی تھی۔۔۔ یہی وجہ تھی کہ گیس لائٹ کی روشنی میں روچیرا اسٹورس کا مستقبل تاریک ہوگیا تھا، انکی دوکان کے سامنے چمکیلی کاریں آکر کھڑی ہوتیں اور فیشن پرست خواتین کی ساڑیوں کے آنچل ڈھلک کر فرش پر لہراتے رہتے۔ وہ سب آہستہ خرامی کے ساتھ محمد بھائی کی دوکان میں داخل ہوجاتیں اور رزاق اپنی دوکان میں بیٹھا انہیں حسرت سے دیکھتا رہتا۔ محمد بھائی کیسا تھ مقابلہ کرنا کتنا مشکل تھا

اسکے ذہن پر ہر وقت یہی خیال چھایا رہتا

اس وقت اگربتی کی خوشبو دوکان میں ہر طرف پھیلی ہوئی تھی، دوکان میں اگربتی جلانا محمد بھائی کے روز کے معمول میں شامل تھا۔ رزاق کو دیکھتے ہی وہ کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے

"کہو پارٹنر! بزنس کیسا چل رہا ہے؟"

انکی باتوں میں طنز تھا یا نہیں، اسکا وہ کوئی فیصلہ نہ کرسکا۔ رزاق ہنس پڑا "کسی طرح چل رہا ہے آپکا کیا حال ہے؟"

"میرا حال؟" محمد بھائی نے سر سے دو پلی ٹوپی اتارتے ہوئے کہا "بہت خراب! تمام مال پڑا ہوا ہے کوئی خریدتا ہی نہیں؟"

دس سال تک بنگال میں رہنے کی وجہ سے محمد بھائی تھوڑا بہت بنگلہ زبان سیکھ گئے تھے۔ رزاق کو ان کے بنگلہ بولنے پر ہنسی نہیں آتی تھی بلکہ ان کے باتوں کے بیچ وخم پر ہنسی آتی تھی وہ پکے کاروباریوں کے سے لہجے میں اس سے گفتگو کرتے تھے

تھوڑی دیر بعد اس نے دوکان میں ٹنگی ہوئی لڑکی کی تصویر دکھاتے ہوئے پوچھا "اس تصویر کی کیا قیمت ہے بھائی؟"

"پچاس روپے"

"پونچاس ٹاکا!"

محمد بھائی نے اثبات میں سر ہلایا "لیکن میری باتوں پر کون یقین کرے گا؟ گھر کا روپیہ برباد کر رہا ہوں، بزنس چلتا کہاں ہے؟ اب یہ تصویر بنوائی ہے، خریداروں کا خیال تو کرنا ہی پڑتا ہے بہت خوبصورت تصویر ہے نا؟"

رزاق نے اثبات میں سر ہلا دیا

رات کے وقت بستر پر لیٹتے ہی رزاق کے ذہن میں بہت سارے خیالات گردش کرنے لگے۔ شریفہ نے اسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

"دوکان کے بارے میں سوچ رہا ہوں مزید سرمایہ کی ضرورت پڑے گی"

"کیوں؟"

"مقابلے کی بات ہے۔ دس ہزار کے سرمایہ سے پچاس ہزار والے کا مقابلہ کیسے کیا جا سکتا ہے؟"

یہ بات شریفہ بھی اچھی طرح جانتی تھی وہ خود بھی محمد بھائی کی دوکان دیکھ چکی تھی۔ سجی سجائی خوبصورت دوکان تھی جس میں ہر قسم کا مال موجود تھا، کتنی اونچی تھی اسکی سجاوٹ! اور اسکے مقابلے میں رزاق کا اسٹورس کا رنگ کتنا پھیکا تھا، پھر بھلا خریدار اس طرف کیسے آتے؟ اس دوکان سے اب تک کوئی خاص آمدنی بھی ہوتی تھی جس سے گھر کا خرچ بھی چلے اور دوکان کی سجاوٹ بھی بڑھائی جاسکے اسکے برعکس محمد بھائی اپنی دوکان پر دونوں ہاتھ سے روپیہ لٹا رہے تھے جیسے وہ کسی بھی قیمت پر اپنے مقابل دوکان کے وجود کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہ ہوں، جیسے وہ ہر طرح اسے مجبور کردینا چاہتے ہوں۔

کھلے ہوئے جنگلہ سے چودھویں کا چاند نظر آرہا تھا شریفہ تھوڑی دیر تک اسی طرف دیکھتی رہی۔ کہیں رات کی رانی کے پھول کھلے ہوئے تھے، انکی تیز خوشبو ہوا میں پھیلی ہوئی تھی۔ شوہر کی طرف متوجہ کر کے اس نے مہر سکوت توڑتے ہوئے کہا

"تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ روپیوں کا انتظام میں کردونگی تاکہ تمہاری دوکان بھی محمد بھائی کی دوکان کی طرح خوبصورت ہوجائے اور اسمیں گیس لائٹ جل سکے"

رزاق نے کہا "تم پھر اپنے بابا کے سامنے ہاتھ پھیلاؤگی شاید؟"

شریفہ نے معنی خیز انداز میں ہنستے ہوئے جواب دیا "ناگوار"

"تو پھر؟"

"کیوں، شادی میں جو چیزیں تھے، جہیز میں ملی تھیں وہ بیچنا ہیں کیا؟" شریفہ نے ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ ڈالا۔

رزاق نے حیرت سے پوچھا "جہیز میں ملی ہوئی چیزوں کو تم فروخت کر دو گی؟"

شریفہ پھر ہنس پڑی "کیوں نہیں کرونگی؟ تمہاری دوکان جب چلنے لگے گی تو سب ہی چیزیں مجھے واپس مل جائیں گی"

رزاق نے سمجھاتے ہوئے کہا "پھر بھی تمہارے جہیز کی چیزیں ہیں"

اسکے جواب میں شریفہ کہنا چاہتی تھی کہ اس وقت میں یہی سمجھوں گی تمہارے ساتھ میری پھر سے شادی ہوئی ہے مگر وہ کچھ کہہ نہ سکی۔ رزاق نے اسے اپنی طرف کھینچ کر سینہ سے لگا لیا اور اسکے لمبے گھنے بالوں میں انگلیوں سے شانہ کرتے ہوئے بولا "نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، شریفہ اس سے بہتر ہے کہ کچھ روپیہ قرض ہی لے لیا جائے"

اسکے بعد رو چیرا اسٹورس کا رنگ روپ بدل گیا، کبوتر کے پنکھ جیسی سفید اور صاف روشنی والا گیس لائٹ خرید لیا گیا تو گیس جگمگا اٹھا اور سائن بورڈ کا رنگ بدل کر اسے پھر سے لکھوایا گیا

اس دن محمد بھائی خود اسکی دوکان میں آئے

"سلام پارٹنر"

"ارے محمد بھائی ہیں! سلام، سلام، بیٹھئے!

محمد بھائی نے پوری دوکان کا بھرپور جائزہ لیا لیکن اس تبدیلی پر انہوں نے کچھ نہیں کہا، کہنے لگے "آج کا اخبار دیکھا ہے؟ کتنی عجیب خبر ہے!"

"کیا ہوا ہے؟"

"سمندر کے کنارے ایک عورت کے لئے دو آدمیوں میں جھگڑا ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو ہلاک کر دیا!"

ان کے پاس کوئی دوسری خبر نہیں تھی۔ بس یہی ایک خبر تھی جسے سنانے کے لئے محمد بھائی رو چیرا اسٹورس میں آئے تھے لیکن ان کے آنے کی اصل وجہ رزاق سے پوشیدہ نہیں تھی وہ دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا اس نے کہا

"ایسے واقعات تو ہمیشہ ہی ہوتے رہتے ہیں پارٹنر!"

"ایسے واقعات ہمیشہ ہی ہوتے رہتے ہیں؟" محمد بھائی نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر کہا "آخری زمانہ ہے، آخری زمانہ"

انہوں نے ایک بار پھر دوکان کا جائزہ لیا اور ہاتھ اٹھا کر بولے "اچھا پارٹنر! سلام!"

محمد بھائی کی تعلیم برائے نام ہی تھی، پھر بھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ انہیں کسی چیز کی محتاجی ہے

ایک ماہ بعد ایک نیا واقعہ پیش آیا

رات کے وقت دوکان کو روشنی سے مزین کر کے رزاق اسکی جگمگاہٹ دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ یکایک اسکی نظر محمد بھائی اینڈ برادرس کیطرف چلی گئی اور وہ دنگ رہ گیا۔ اس روز عورت کی تصویر نے نیا روپ دھار لیا تھا اب وہ زری کے کنارے والی ساڑی پہنے ہوئے نہیں تھی بلکہ کٹ ٹائٹ اسکرٹ پہنے ہوئے تھی۔ اسکے اجلے نرم و گداز بازو کھلے ہوئے تھے، چہرہ پر مسکراہٹ کھیلی ہوئی تھی اور نازک ہونٹ بولتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے

جب وہ اپنی محویت سے چونکا تو اُس نے دیکھا وہ تصویر نہیں تھی۔ ایک نیم ولایتی سیلز گرل تھی، محمد بھائی نے سیلز گرل رکھ لی تھی اور وہ اندازِ دل رُبائی کے ساتھ ایک خریدار کی کلائی پر گھڑی کا فیتہ باندھ رہی تھی۔

دوکان سے باہر نکلتے ہی اس نے خریدار کو پہچان لیا وہ ادریس میاں تھے جو رزاق کے ساتھ ایک ہی دفتر میں کام کرتے تھے اور اب بھی اسی دفتر میں تھے۔ ملازمت کرتے کرتے بوڑھے ہو چکے تھے۔ رزاق کو دیکھ کر پتہ ملے سے گئے۔ انہوں نے اپنے چہرہ پر مسکراہٹ پیدا کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا

"یہ، میں، ہیں، گھڑی کا ایک فیتہ خریدا ہے"

"میری دوکان بھی تو یہیں قریب ہی تھی" رزاق نے رکھائی سے کہا۔

ادریس میاں نے اپنی شرمندگی چھپاتے ہوئے کہا "میں، نہیں تمام باتیں ہر وقت تھوڑا ہی یاد رہتی ہیں بھائی! اب یہی دیکھو کہ تمھاری دوکان بھی سامنے ہی ہے لیکن اسکا خیال ہی نہ رہا"

وہ اسکی دوکان بھولے نہیں تھے، بھولنے کی وجہ اس سے پوشیدہ نہیں تھی۔ ادریس میاں بوڑھے ہو چکے تھے پھر بھی انہیں آخر ہرج ہی کیا ہے۔ انہیں شرمندہ کرتے ہوئے خود رزاق کو شرمندگی محسوس ہونے لگی

رات کے وقت بستر پر لیٹنے کے بعد اس نے شریفہ سے پھر اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ "اب مزید سرمایہ کی ضرورت پڑے گی شوری ہے!"

شریفہ ہنسی "میں نے پہلے ہی کہا تھا میری جیتو جس طرح ہوئی چیز بھالے لو"

"لیکن اس بار ایک نئے سرمایہ کی ضرورت ہے" رزاق نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"ایک ایسی تعلیم یافتہ دوشیزہ، جسکے جسم کی رنگت دودھ اور آلتا کی آمیزش سے پیدا ہونے والے رنگ کی طرح ہو، جسکی ہنسی جھرنے کی روانی سے مشابہ ہو اور جو ضرورت پڑنے پر خریدار کی کلائی پر گھڑی کا فیتہ باندھ سکتی ہو، ان سے مسکرا مسکرا کر میٹھی میٹھی باتیں کر سکتی ہو، سمجھیں؟"

شریفہ حیرت زدہ، خاموش نگاہوں سے اسکی طرف دیکھتی رہی۔ رزاق نے ہنستے ہوئے کہا

"محمد بھائی نے سیلز گرل رکھ لی ہے!"

شریفہ نے اطمینان کی سانس لے کر کہا "اوہ! تو ایسا کہو نا، اسکی تنخواہ کیا ہوگی؟"

"سو روپے سے کم تو کسی حال میں نہ ہوگی، روپیہ ہماری استطاعت سے کہیں زیادہ ہے"

شریفہ تھوڑی دیر خاموش رہی، کمرے میں صرف ٹیبل کلاک کی ٹک ٹک ٹک ٹک سنائی دیتی رہی، وہ تھوڑی دیر ٹک ٹک ٹک ٹک کی مسلسل آواز کے درمیان سوچتی رہی، پھر اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "سو گئے کیا؟"

"نہیں!" رزاق نے جواب دیا

وہ ابھی تک نہیں سویا تھا

"اچھا! مجھے تو گھر میں کوئی زیادہ کام کرنا نہیں پڑتا ان دنوں تو میرا بہت وقت بچ جاتا ہے"

رزاق نے کہا "ہاں! تو اس سے کیا ہونا ہے؟"

شریفہ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولی

"فرض کرو، اگر چند دنوں تک میں اس کام میں تمہارا ہاتھ بٹا دوں، سویرے اٹھ کر تمام کام ملازمہ کو سمجھا کر دوکان چلی جاؤں؟"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

رزاق نے حیرت سے کہا۔ "تم دوکان میں بیٹھو گی، خریداروں سے باتیں کرو گی — ؟"

"کیوں نہیں؟"

شریفہ نے جواب دیا۔ "کیا میں نے تعلیم حاصل نہیں کی ہے؟ سیٹھ کے زیر اہتمام چلنے والے اسکول میں میٹرک تک نہیں پڑھا ہے؟ بہت زیادہ خوبصورت نہیں ہوتی تو کیا ہوا؟"

رزاق اسے خاموش کراتے ہوئے بولا

"ایسی بات نہیں ہے، لیکن بیوی کے ذریعہ دوکان چلاؤں گا تو دس آدمی کیا کہیں گے؟ محمد بھائی ہنسیں گے اور کہیں گے۔ بیٹے کی حیثیت معمولی ہے"

شریفہ نے جواز پیش کرتے ہوئے کہا

"اتنے بڑے شہر میں کون جانتا ہے کہ تمہاری بیوی کون ہے، لوگوں کو معلوم ہی کیسے ہوگا، وہ کیسے پہچان بھی سکیں گے — ؟"

"ٹھیک ہے"

رزاق ہنس پڑا "لیکن اگر کسی نے تمہارے بارے میں پوچھا تو کیا کہوں گا؟"

"کہہ دینا تمہاری دوکان کی سیلز گرل ہوں"

اتنا کہہ کر شریفہ نے اپنا چہرہ تکیہ میں چھپا لیا۔

رزاق خاموش رہا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

اس کے بعد کئی دنوں تک رزاق سخت پریشان رہا وہ صبح سویرے گھر سے نکلتا اور رات دیر گئے واپس آتا۔ شریفہ کو اس سے باتیں کرنے کا موقع ہی نہ ملتا۔ اگر کبھی وہ اس سے کچھ پوچھتی تو رزاق کہتا

"دو دن اور صبر کرو پھر باتیں کروں گا"

شریفہ کی بے چینی بڑھتی ہی جا رہی تھی

اس دن شام ہوتے ہی رزاق گھر کی طرف چل پڑا کئی دن تک بھاگتے دوڑتے رہنے کی وجہ سے وہ بڑی تھکاوٹ محسوس کر رہا تھا۔ وہ جیرا اسٹورس کے قریب آتے ہی اس کی نظر "محمد بھائی اینڈ برادرس" کے اندر چلی گئی۔ اس روز یہ نیم ولایتی سیلز گرل ساڑی پہن کر آئی تھی۔ اسے دیکھ کر رزاق کو جیسے ایک جھٹکا سا لگا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے ساڑی پہنے ہوئے شریفہ کھڑی ہو۔ اسکے سامنے ادریس میاں ہیں اور وہ بڑے پیار سے انکی کلائی پر گھڑی کا فیتہ باندھ رہی ہے اور ادریس میاں بڑے غور سے اسکے چہرہ کو تک رہے ہیں

رزاق کے پاؤں اور بھی تیزی سے گھر کی طرف بڑھنے لگے

شریفہ اس وقت ساڑی پہنے، جوڑا باندھ کر آئینہ کے سامنے کھڑی ہوئی اپنا جائزہ لے رہی تھی، رزاق کے آتے ہی اس نے جلدی سے دروازہ کھول دیا اور پوچھا

"آج اتنے سویرے ہی چلے آئے؟"

رزاق نے حیرت سے اسکی طرف دیکھا۔ جوڑے کو خوبصورتی سے پشت پر لاکر باندھتے ہوئے شریفہ دلفریب انداز سے مسکرائی "میں دیکھ رہی تھی کہ تمہاری دوکان میں سیلز گرل میں

بن سکتی ہوں یا نہیں ؟ "

بیوی کے اس مذاق کا رزاق نے کوئی جواب نہیں دیا اس نے آہستہ سے اسکی پشت پر ہاتھ رکھکر دھیرے سے کہا

"میں نے دوکان بیچ دینے کا فیصلہ کر لیا ہے تھوڑی، کم از کم اس سے قرض تو ادا ہو ہی جائے گا"

شریفہ کو اسکی باتوں کا یقین نہیں آ رہا تھا، اس نے حیرت سے تھرتے ہوئے پوچھ کر کہا

"کیا کہہ رہے ہو؟ دوکان بیچ دوگے ؟"

رزاق نے اثبات میں سر ہلا یا

"ہاں! بیچ دوں گا، میں نے فیصلہ کر لیا ہے، اب نوکری ہی کروں گا، فی الحال ایک پلیکش بھی مل گئی ہے، پریس مینجر کی، دو سو روپئے تنخواہ ہے"

اور پھر اس نے شریفہ کے بالوں کا جوڑا کھول کر بالوں کی لٹ کو اس کی پشت پر پھیلا دیا۔



کہ وزیر زراعت، قحط زدہ علاقوں کا دورہ فرما رہے ہیں۔

تمام دورہ پر وزیر صاحب کی سربراہی اور ہوٹلیں موقوف رکھی جائیں تاکہ وزیر صاحب کو قحط کا صحیح اندازہ ہو سکے

کہ بمبئی کی حکومت نے مشاعروں پر پابندی عائد کر دی پھر احتجاج پر یہ پابندی برخاست کر دی گئی۔

اس واقعہ پر راقم نے ایک قطعہ کہا ہے ؎

لگیں پابندیاں مشاعرہ پر | حسب احکام بمبئی سرکار
پھر یہ پابندیاں ہوئیں برخاست | اس پہ ہونے لگی جو ہیچ و پکار
حکم۔ پھر حکم یہ کہ منسوخی | قول سعدی کا یاد ہے اے یار

انچہ دانا کند، کند ناداں
لیک بعد از خرابیٔ بسیار

کہ وینکٹ راؤ نامی ایک اہلکار کو رشوت کے الزام میں چند ماہ کی سزا دی گئی

ہائے! بیچارہ وزیر نہ ہوا۔ اگر وزیر ہوتا تو سزا کی بجائے اسکی خدمت میں کیشہ زر اور سپاسنامہ پیش کیا جاتا

کہ پنڈت نہرو نے منگلور میں کہا کہ "جب لوگ کسی پرانے درخت کو کاٹتے ہیں تو انہیں غصہ آتا ہے"

سوشش! اردو زبان، زبان کی بجائے کوئی پرانا درخت ہوتی تاکہ قطع و برید اور جڑ سے اکھیڑ دیئے جانے سے محفوظ رہتی۔

کہ ایک ناظر عدالت کو پندرہ ہزار روپے کے تغلب کے الزام میں ریمانڈ کر دیا گیا

عدالت کا ناظر اور تغلب! یاد ہمیں آتا ہے ؎

یہ اندھیرا چراغ کے نیچے
مزید ایسا باغ کے نیچے

کہ ہندوستان کے وزیر دفاع مسٹر کرشنا مینن نے کہا کہ ۱۹۶۱ء اقوام متحدہ کے لئے دشوار گذار سال ہے

اب معلوم ہوا کہ مسٹر کرشنا مینن اونجوتش میں بھی دخل ہے

کہ اردو داں ملازمین کو معاوضہ دیکر ملازمت سے ہٹا دینے کے سلسلہ میں کوئی گشتی جاری ہوئی ہے

ہم سمجھتے ہیں کہ اردو دانوں کو حکومت کی جانب سے جو تیقنات دیئے گئے تھے یہ اس کی پیش رفت ہے

کہ محکمہ بلدیہ نے دس لاکھ کی لاگت سے ایک نیشنل پارک بنانے کا فیصلہ کیا ہے

گلہ داروں کو ڈبل خوشخبری! یعنی ان کو پارک بنانے کا گتہ بھی ملے گا اور پارک بننے کے بعد وہ پارک میں چہل قدمی کر کے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھاتے رہیں گے۔

شیراز اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے
شیرازہ علم و ادب کا گلدستہ ہے۔ ہر صفحہ آپ کے ذوق
اخبار بینی میں اضافہ کرنا صرف اسی اخبار کا کام ہے

قطعہ

عندلیب احساس بوئے گل کند | لذت مستی کہ جام مل کند
این صبا گفتہ دریدہ جامہ را | پیچ و خم بین در چمن سنبل کند

(آمدہ از نذری باغ)

صحیفہ برقی شریف پریس میں چھپ کر دفتر شیراز اردو ہفتہ وار چادر گھاٹ کچہری حیدرآباد آندھرا پردیش سے شائع ہوا

وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
کوئی باب نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا



علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا
...نا کر آپ کو عثماں ہی کہتا ہے ہراک سے

[redacted]یراز

سید صمصام شیرازی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر
مقام اشاعت:- چادر گھاٹ لین حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴
روز جمعہ
۱۴ اکتوبر ۱۹۶۰ء
م ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ
شمارہ (۴۹)

غزل

(مطلع)

کیف کا رنگ عجب خمرِ کہن سے نکلا
ذائقہ آج جُدا شہد و لبن سے نکلا

کہتی ہے بادِ صبا وقتِ خرامِ دلکش
دیکھ لے رنگِ بنفشہ بھی چمن سے نکلا

نکلی ہے یہ عجب دیکھ شمیمِ گل بھی
غنچۂ آج سنو مشکِ ختن سے نکلا

کہتی ہے آج صدف دیکھ شگافِ سینہ
قطرۂ آب بھی یہ دُرِ عدن سے نکلا

کہتے جاتے ہیں یہ عطار بنا کر قیمت
عطر بھی آج سنو بوئے سمن سے نکلا

ہو کے افلاس سے مجبور و پریشاں خاطر
ہائے افسوس ہر اک آج وطن سے نکلا

دستِ ماتم سے بہا تھا جو یہ کہتی ہے عزا
خونِ دل خونِ جگر لعلِ یمن سے نکلا

(مقطع) جانتے سب ہیں کہ وہ کون ہے مشہورِ جہاں
نامِ عثماں کا سنو آج دکن سے نکلا

(آمدہ از نذری باغ) مرقوم ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۰ء

قابلِ قدر احساس وقعت خاندان باحمیت

فرمایا جس وقت عثمانیہ ہاسپٹل میں چند سال قبل کاظم جاہ مرحوم صاحبزادہ مکان گاف کا جو اپنے سب بھائیوں میں عمر اور کردار کے مدِنظر بڑھا ہوا تھا اس کا جب اپریشن کینسر کا ہوا تھا۔ جسکے دو ماہ بعد سنبھل کر پھر دفعتاً انتقال ہو گیا تھا تو اوسوقت ڈاکٹروں کی تجویز تھی اس بچہ کو خون دینے کی بہ این وجہ کہ اپریشن سنگین تھا۔ مگر خون لینے سے انکار کیا یہ کہکر کہ میرے باپ کے خون سے میں بنا ہوں (یعنے میرے) لہذا اس میں دوسرے کے خون کو میں شریک نہیں کر سکتا کہ یہ معمولی خون نہیں ہے بلکہ خاندان آصفجاہ کا ہے۔ یہ سنکر مجھے تعجب ہوا کہ اس نوعمر لڑکے کے یہ خیالات ہیں جسکی جتنی تعریف کی جائے کم ہی کم ہے۔

الغرض آج یہ واقعہ مجھے یاد آیا جو شیرازہ میں ریکارڈ ہونے کے قابل ہے۔ خلاصہ یہ کہ عمر نے اس کی وفا نہ کی اور بے وقت دنیا سے چل بسا۔ مگر ساتھ ہی اس کے چونکہ اپنا نام آئمہ دوازدہ کے نام سے لیا تھا اور پیدا بھی متبرک تاریخ ہوا تھا۔ یعنے ۳ شعبان (جو یوم ولادت امام سوم ہے) اس لئے اپنے نام کا عاشور خانہ (یعنے عاشور خانہ کاظمی بڑی دیوڑھی میں) تعمیر کرایا تھا تاکہ اوس کی یادگار رہے۔ کیونکہ خدام حسینی میں یہ شریک تھا۔ مجھے یقین واثق ہے کہ اس کی روح مطہر مقامات مقدسہ میں زیر زمین آسودہ ہوگی۔ کیا کہنا ایسے خیالات کے اولاد کا جو شاذ و نادر گھرانوں میں پیدا ہو کر اپنے بزرگوں کا نام دنیا میں روشن رکھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اپنے اعمال و افعال کو دوسروں کے لئے نظیر بناتے ہیں۔

بقول ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما۔

مرقوم ۱۳/اکتوبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

شرکت خانہ زادان نذری باغ در تقاریب یات ہوم وغیرہ ڈیوڑھی

(اولاد عہدہ داران کو مستثنیٰ کرتے ہوئے)

فرمایا آئندہ سے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ سب عیال خانہ زادان ہوں یا غیر عیال (الا ان بوائز کے جو فوت ہوتے جو سن رشد کو نہیں پہنچے ہیں) جنہوں کردار اچھا ہو یعنی قابل بھروسہ ہو۔ صرف وہی شریک ہو سکتے نہ کہ دوسرے افراد۔ مگر کسی حالت میں دو سابق خانہ زادان قادر علی و مختار علی جو اپنے اعمال بد کی وجہ سے اس زمرہ سے خارج ہوتے ہیں یا ضلوی ٹرسٹ سے محروم کئے گئے ہیں وہ شریک تقاریب نہیں ہو سکتے کہ ان کی نظر بد ہے جس کی وجہ سے یہ اپنا خراب کر لئے ہیں اور اس قابل نہیں رہے ہیں کہ ہائی سوسائٹی میں شریک ہوں کیونکہ ان کی بیہودہ حرکات کو ڈھنڈورا چو طرف بتوسط اخبار نظام گزٹ شیراز پٹ گیا ہے۔ اور یہ کسی کو صورت بتانے کے قابل نہیں رہے ہیں اور اپنے کمینے حرکات کا ثبوت دیتے ہیں جو ہر طرح سے ناقابل بیان اور شرمناک ہے۔

کاش اگر یہ نذری باغ نہ آتے تو بہتر تھا کہ یہ واقعہ پیش نہ آتا۔ مگر بدنصیبی قسمت کو کیا کیا جائے۔

مرقوم ۱۲/اکتوبر سنہ ۱۹۰ء

(آصف نذری باغ)

تصفیہ امداد فوزیہ بیگم مع معصوم نومولود بچہ معراج علیخان معمر نو یا دس ماہ کا

(یہ پسر سعادت جاہ ہے مقیم مکان گاف)

فرمایا سعادت جاہ کا معروضہ کل سرِ مغرب میرے ہاں آیا کہ وہ میرے مشورہ کو قبول کرکے عورت اور بچہ کی پرورش کے لئے اپنے ٹرسٹ سے (ماہوار ۱۲۵) ماہانہ امداد جاری کرنے تیار ہیں یکم اکٹوبر سنہ ۱۹۶۰ء سے اور ہفتہ آئندہ میں تا یا پور یا بمبئی سے واپس آنے بعد (جہاں سرکاری کام پر گئے ہیں) ان کے نام تحریراً اس بارہ میں (قانونی طریقہ پر) لکھکر دیں گے کہ ان کی خواہش کے مطابق دفتر ٹرسٹ کام کرے۔ اس شرط کے ساتھ کہ جبتک بچہ کی ماں نیک روشی کے ساتھ زندگی بسر کریگی (یعنے ادھر اُدھر غیروں کے مکانوں میں نہ پھریگی۔ اور جو مکان قیام کے لئے اس کے واسطے مقرر ہوگا اسی میں رہے گی جس پر ایس۔ پی۔ ریڈی کی نگرانی رہے گی) ورنہ اس شرط کی خلاف ورزی میں وہ امداد کی مستحق نہیں سمجھی جائے گی وغیرہ۔ اور ادائی رقم بتوسط ایس۔ پی۔ ریڈی ایصال ہوا کرے گا۔

صاحبزادہ مذکور کی شرط چونکہ واجبی تھی اس سے میں نے اتفاق کرلیا اور معاملہ اس جگہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔

آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر سعادت جاہ پہلے ہی اپنی لغزش کا اعتراف کرکے ماں و بچہ کی پرورش کیلئے واجبی رقم دینے تیار ہو جاتے تو یہ عورت بغرض فریاد یا امداد نذری باغ میں معروضہ نہ داخل کرتی اور معاملہ خانگی طور کے ساتھ طے ہو جاتا اور یہ منظر عام پر نہ آتا۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ دور اندیشی سے کام نہیں لیا گیا۔ خیر جو کچھ ہوا (چاہے بدنامی ہی سے کیوں نہ ہو) اچھا ہوا کہ عورت و بچہ کی پرورش کا انتظام ہو چکا اور در در اس کو حیران و پریشان پھرنے کی نوبت نہ آئی بلکہ انھیں کی زندگی (بسبب ہوئی میرے بیچ میں آنے سے) اور ساتھ ہی سعادت جاہ کا بچہ ہونے سے کچھ نہ کچھ اس کی حیثیت نمایاں ہوئی جو کہ ابتک تاریکی میں پڑی ہوئی تھی۔

مکرر میرا ارادہ ہے کہ بگی جانے کے طرف (عقب نذری باغ) کچھ زمین پڑی ہوئی ہے یہاں پانچ ہزار کا مکان تعمیر کرا کے ماں بچہ کے قیام کے لئے دوں تاکہ کرایہ مکان کا بار مقررہ اذوقہ پر نہ پڑے اور میز خانہ نذری باغ سے کھانا مقرر کردوں۔ اور [illegible] ملازمہ زنانہ مقرر کردیا جائے برائے خدمت۔

نوٹ۔ حالت حاضرہ بہ نظر عورت کی [illegible] موقوف ہے آمد و رفت مناسب نہیں ہے کہ یہاں سعادت جاہ کی دو منکوحہ [illegible] اور ان کی اولاد [illegible] پہنچ چکی ہے اور ہر چیز کا احساس رکھتی ہے۔ سکریٹری سعادت جاہ جس مکان پر سکونت رکھتے ہیں اس کے بعد یہاں عندالضرورت آمد و رفت رکھ سکتے ہیں جس میں قباحت نہیں ہے۔

مرقومہ ۱۲؍اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

معاملہ قرضہ صاحبزادگان مقیم مکان گاف

فرمایا یہ چیز کچھ عرصہ سے میرے گوشگزار ہوئی تھی۔ جس کا ثبوت آج مجھے مل گیا کہ ایک شخص نے عدالت کی ڈگری لیکر (جس نے ہاشم جاہ کو اپنی دکان سے پارچہ فروخت کیا تھا) یہاں مکان گاف آگیا تھا۔ دوسرے طرف یہ (??) جو یہاں رہتے ہیں تو یہ مکانات اون کے ذاتی ملک نہیں ہیں بلکہ پرائیوٹ اسٹیٹ نظام کے ہیں۔ اسیطرح سے اس میں جو فرنیچر ہے وہ بھی ان کا خانگی نہیں ہے بلکہ جزو مکان ہے۔ لہذا اگر ایسا موقع کسی وقت پیش آئے تو قرضخواہ اپنے دعوے لیکر جو کہ ان کے قبضہ میں ہوں دفتر ٹرسٹ میں رجوع ہو جائیں تو باضابطہ ہر چیز کی وہاں چھان بین ہوکر اگر واقعی قرضہ واجب الادا ثابت ہوگا تو اس کا تصفیہ سکریٹری ٹرسٹ خان بہادر تاراپور والا صاحبزادوں کی مجموعہ رقم سے جو کہ زیر نگرانی ٹرسٹ ہے۔ اوس سے کرکے متعاقب صاحبزادوں کے ذریعہ اُن کے وقوں سے بہ اقساط وصول کریں گے۔

نمبر۲ مگر چونکہ اس وقت تاراپوروالا یہاں نہیں ہیں بلکہ سرکاری کام پر بمبئی گئے ہوئے ہیں جو آئندہ ہفتہ یہاں واپس آئیں گے۔ دوسرے طرف ایک پارچہ فروش دکاندار بارہ سو (۱۲۰۰) کی ڈگری ہاشم جاہ کے مقابل لیکر مکان گاف آیا تھا۔ لہذا ایس۔ ین۔ ریڈی کو حکم دیدیا کہ بطور مبادلہ رقم مذکور قرضخواہ کو دیکر اسکی رسید لی جائے۔ بعدہٗ رقم کی ادائی ان کو دفتر ٹرسٹ کر دے گا۔

نمبر۳ آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ایسے نازیبا حرکات صاحبزادوں کو نہ کرنا چاہیئے جو کہ انکے پوزیشن پر اثر انداز ہوں۔ اور جس خاندان نظام کے افراد ہیں اوس کی توہین نہ ہو۔ دوسرے طرف کافی وافی اذوقہ ان کے نام ٹرسٹ سے جاری ہیں۔ جبکہ انکی بطنی اولاد کا بار ان پر نہیں ہے بلکہ علیحدہ طور پر ٹرسٹ سے متعلق ہے۔ لہذا اگر آئندہ یہ میرے مشورہ پر کام نہ کریں گے تو ان کو مصائب کا سامنا کرنا ہوگا۔ اور یہ معلوم نہیں کس نوعیت کے ہوں گے میں سر دست کہہ نہیں سکتا۔

زیادہ العاقل تکفیۃ الاشارہ

مرقوم ۱۳ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

دل کو بھی میرے عشق میں وابستگی رہی | ہر چند آفتوں سے بہت آگہی رہی
مر مر کے جی کے ہم نے گزاری ہے ساری عمر | آفاتِ روزگار میں یہ زندگی رہی

(آمدہ از نذری باغ)

کنیا پرشاد مُفسد نے پھر سر اُٹھایا ہے

فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ صرفِ خاص کے سابق ملازمین جو کہ خوشی سے اپنے وظیفہ کا معقول معاوضہ لے چکے تھے اور یہ معاملہ داخل دفتر ہو گیا تھا۔ مگر اس کو پھر تازہ کر کے یہ معلوم نہیں کس جلب منفعت کے خاطر انکو لیکر نذری باغ پر آتا ہے اور شہر میں چوطرف گشت کرتا ہے۔ لہذا اگر یہ ان عادات بد سے باز نہ آئے گا تو نتیجہ اس کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔

دوم۔ کچھ عرصہ ہوتا ہے کہ یہی کام اس نے کیا تھا۔ مگر پیچھے سے خواستگار معافی ہوا تھا۔ باوجود اس کے یہ حرکات مذموم سے باز نہیں آتا ہے جس کا نتیجہ جو کچھ ہوگا اس کی ذمہ داری اس پر عاید ہوگی۔ لہذا یہ چند سطور لکھکر اس کو آگاہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ تدارک ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ (warning)

بقول۔ نتیجہ کارِ بد کا۔ کار بد ہے۔

مرقوم ۱۳/اکتوبر سنہ ۱۹۶۶ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

مرے دل کو دیکھو کہ کیا ہو گیا ۔۔۔ ہر اک دوست مجھ سے جدا ہو گیا

جو تھا ہر گھڑی باعثِ انبساط ۔۔۔ وہ دورِ جہاں بھی فنا ہو گیا

(آمدہ از نذری باغ)



بد نام کنندهٔ نکو نامے چند

فرقایا طبقہ صاحبزادگان علاقہ صرف خاص سے ایک شخص جس کا نام مہر علی خان ہے۔ یہ متواتر پمفلٹ بازی میں مبتلا رہ کر مخالفت میں عہدہ داران پرائیویٹ اسٹیٹ نظام اور خانہ زادان نذری باغ سے ہر طرف تحریرات بھیجا رہتا ہے اور ہمہ قسم کے فتنے اُٹھاتا ہے اور باوجود متنبہ کرنے کے باز نہیں آتا ہے۔ پس میں غور کر رہا ہوں کہ اس کا انسداد کس طرح سے کیا جائے لہذا قریب میں جو کچھ فیصلہ کروں گا اوس کا نتیجہ نظام گزٹ یا سٹیر آزمیں شائع ہوگا۔ دوسرے طرف زمانہ گذشتہ سے تا این وقت بعض افراد کو منتخب کرتے ہوئے (کہ دنیا میں اچھے بُرے موجود ہیں) جو اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بقیہ کی طرز زندگی کس نوعیت کی رہی تھی۔ اس کا ریکارڈ بھی پرائیویٹ اسٹیٹ مذکور میں موجود ہے۔ جو اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ لہذا یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ اس کے ہر جزو سے بحث کی جائے۔

خیر دیر آید۔ درست آید۔

مرقوم ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۰ء

(آمده از نذری باغ)

قطعہ

دیر کتنی یہ قیامت میں رہی ‖ کیسی ترتیب کتابت میں رہی
جا کے اغیار کے ہاتھوں میں سُنو ‖ کیسی اُلجھن یہ خلافت میں رہی

(آمده از نذری باغ)

قاعدۂ مقررہ برائے خانہ زادان مقیم نذری باغ
(علاقۂ بیسرم و گولکنڈہ)

فرمایا آجکل ان کے قرابتدار ذرا ذرا سے معاملہ میں چاہے ملاج بیماری کا ہو۔ یا دُور کے قرابتداروں کی شادی بیاہ ہو اس میں خانہ زادوں کو اپنے جھونپڑوں میں طلب کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسے کاموں سے خانہ زادوں کی موجودہ زندگیاں فنا ہو رہی ہیں قسم قسم کے فتنے اٹھکر لہذا اس سے ان کو بچانا ضروری ہے۔ نظر بر آن آیندہ کیلئے اس سلسلے کو مسدود کر دیا گیا ہے۔ اور اگر اس کے بعد بھی کوئی ملازم یہ حرکت کریگا تو فوراً خدمت سے پاداش پر طرف کر دیا جائے گا۔ یا کسی عورت کے نام (بوجہ قرابت) کوئی امداد جاری ہے تو یہ بھی مسدود ہو جائیگی لہذا اس مسئلہ کو صاف کر دیا گیا ہے تاکہ آیندہ کوئی غلطی کر کے نقصان نہ اٹھائے اور باخبر رہے۔

دیگر آیندہ سے ان خانہ زادوں کے قرابتداروں کا سرکاری مصارف سے دوا خانہ میں ملاج نہیں کرایا جا سکتا اور نہ تجہیز و تکفین میں ان کے مدد دی جا سکتی کہ ایسا کام کرنا اُس وقت ممکن ہے کہ اس کے لئے قوی وجوہ ہوں اور نزدیک کا رشتہ ہو۔ ورنہ یہ ناممکن ہے۔ دُوسری طرف جھونپڑوں کے لوگوں کا ذکر نذری باغ میں آنا نذری باغ کی توہین ہے جبکہ اول ہی سے چوطرف چہ میگوئیاں ہیں کہ ایسے افراد نذری باغ میں (بجز اولاد عہدہ داران) اونچی زندگی کے مستحق نہیں تھے۔ اور یہ خیال ان کا ایک حد تک صحیح ہے۔

مکرر آیندہ ماہ نومبر سے ان خانہ زادوں کے قرابتدار ہر ماہ عیسوی کی پہلی تاریخ نذری باغ آتے تھے تو کرایہ رکشا انکو نذری باغ سے دیا جاتا تھا یہ مسدود کر دیا گیا ہے۔ لہذا اس کا بار انکو خود برداشت کرنا ہوگا کہ ہر ماہ ایک روپیہ کی حقیقت نہیں کیونکہ سب ملازم ہیں۔

نوٹ سب قرابتدار خانہ زادان جب اپنی اولاد سے ملنے آئیں تو اپن متعینہ ڈیوڑھی کے مقام پر ملا کریں۔ یعنے انکے محلوں میں جا کر یا انکے مقامات پر نہیں مل سکتے ورنہ انکی آمد و رفت نذری باغ میں مسدود ہوگی۔ اس کا انکو خیال رہے۔

مرقوم ۷ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

گلُوں کا رنگ ہے یہ نالہ و فغاں کیلئے | ادھر بھی ظلم و ستم ہے یہ آسماں کیلئے
علیؑ سے واسطے بھی اپنی جان دینے کا | ہمارے واسطے تھا آج امتحاں کیلئے

(آمدہ از نذری باغ)

ضمیمہ مضمون شائع شدہ در نظام گزٹ مورخہ ۷/ اکتوبر ۱۹۶۰ء

(بابتہ مصارف تعلیم اولاد خانہ زادان مقیم نذری باغ)

فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ سردست ان بچوں کی فیس مدرسہ وغیرہ کی مقدار ماہانہ پانچ یا دس روپیہ زائد نہیں ہے۔ جس کو ابتک والدین بطور خود ادا کرتے تھے (اپنے اذو قوں سے)۔ لہذا تحفۃً رعایتاً فی ماہ (عنلہ) حد تک بانچوں کی مجتمعہ رقم سے ادا کرنے کا میں نے انتظام کیا ہے بتوسط دفتر ٹرسٹ بکم اکتوبر ۱۹۶۰ء سے (دس ایس۔ین۔ ریڈی)۔ اس شرط کے ساتھ کہ اس سے زائد مصارف اس بارہ میں منجانب ٹرسٹ ادا نہیں ہو سکتے اس کا ان کو خیال رہے لہذا اگر معصوموں کے باپ (یہ ملازمان) خود برداشت کرنا چاہتے ہیں تو ان کا اختیار ہے کر سکتے ہیں ورنہ جو کچھ مناسب سمجھیں کریں۔

دیگر معاملہ بگرانکار معصوماں تو اس کا انتظام والدین کو کرلینا ہوگا۔ البتہ اولاد عزیز علی و جہانگیر علی و اولاد برادر امان علی خانہ زادوں کے بگرانکار دو شخص مقرر ہوں گے یک دن آڑ کے حساب سے جو یہ کام انجام دیں گے کہ ان تین معصوموں کا معالجہ خدا نگاہ لو عبت رکھنا ہے۔

الحاصل اس مسئلہ کو میں نے چند سطور میں ... کر رہا ہے تاکہ سب واقف ہو جائیں۔ اور کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے۔ دوسری طرف ان کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ رعایتی معاملہ ہے اس لئے حزم و احتیاط سے کام ہونا چاہیئے تاکہ زمانہ آئندہ میں (یعنی میرے جانشین کے وقت) خانہ زادوں کو کسی قسم کے مصائب اپنی زندگی میں برداشت کرنے کی نوبت نہ آئے کہ اس انقلابی دور کے مدنظر ہر کی وقعت بہت بڑھ گئی ہے جو سرکار کا سول میں پتل پانی بہایا نہیں جاسکتا الابہ حالت مجبوری۔ بشرطیکہ یہ مفید ثابت ہو۔

مرقوم ۸/ اکتوبر ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

ضمیمہ مضمون شائع شدہ در شیراز مورخہ ۷ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء

(متعلق فوزیہ بیگم)

فرمایا مجھے خود اس عورت کے وکیل صاحب کے زبانی معلوم ہوا کہ سرفراز حسین جو ہوشیار جنگ مرحوم کا بیٹا ہے معمر ۱۹ سالہ۔ اس نے بیچ میں فتنہ انگیزی کر کے اس عورت کو بہکا کر سعادت جاہ کے ہاں بیکر گیا اور جبراً اس نے اپنے معروضہ میں جو کچھ لکھی تھی (داخل شدہ در نذری باغ بابتہ امداد وغیرہ) اس کے خلاف میں لکھا لیا ہے کہ دراصل کوئی شکایت صاحبزادہ مذکور سے عورت کو نہیں ہے اور نہ اس کا نکاح ہوا تھا اور نہ بچہ ان کا ہے بلکہ لوگوں کے بہکانے سے اس نے ایسا لکھی تھی اور یہ اس کا تحریری و دستخطی بیان وکیل صاحب کے ہاں موجود ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ بیہودہ چھوکرا جس کا کردار اچھا نہیں ہے اس کی اس حرکت نازیبا کی یاداش میں دیارلی ٹرسٹ سے اس کے نام (ﷲ) جو جاری تھے اوسکو مسدود کردینے کے لئے تارا پور والا سے کہدیا ہے جو کہ ٹرسٹ کے سکریٹری ہیں۔

دیگر اسی معاملہ مذکورہ کے سلسلہ میں ماہانہ (لعہ) روپیہ گذارہ اس عورت کے نام جاری کرنے سے متعلق خود سعادت جاہ کی دستخطی تحریر جو میرے ہاں آئی تھی وہ دفتر پیشی میں موجود ہے۔ مگر میرے خیال میں یہ کافی نہیں تھا کہ اس گرانی کے زمانہ میں ماہوار ۲۵ عہ سے کم نہ ہو کر عورت کو رہنے کے لئے گھر نہیں ہے اور وہ جان پہچان کے اشخاص کے گھر میں چند روز باری باری سے قیام کرتی ہے اور اس کی حالت سقیم ہے چنانچہ میں نے اسکو نذری باغ طلب کر کے دیکھا تھا تو بچہ کو میرے پاؤں پر ڈال کر خود بھی گر گئی تھی اور رو کر اپنا قصہ بیان کی تھی۔ جاتے وقت اس کو میں نے عہ روپیہ دیا۔

بہرحال بیچ میں خود غرض اشخاص آ کر اس میں پیچیدگیاں ڈالے ہیں مگر اس کا اثر اصل معاملہ پر نہیں پڑ سکتا جو کہ قانونی شکل اختیار کر گیا ہے۔ کس لئے کہ منجانب عورت مذکورہ آفتاب حسین صاحب ایڈوکیٹ کی نوٹس سعادت جاہ کے نام جاری ہو چکی ہے۔ اس لئے ان کے جواب کا انتظار ہے جس کے بعد مقدمہ کے ہر پہلو پر نظر ڈال کر تصفیہ ہوگا کہ مزید کیا کارروائی ہوگی۔ سردست معاملہ کی نوعیت یہ ہے۔

نوٹ۔ اس چھوکرے نے آج تارا پور والا کی طلبی پر نذری باغ آ کر جو تحریری بیان اپنے قلم سے لکھکر دیا ہے وہ یہ ہے۔ یعنے

سعادت جاہ نے دو تین بار اسکو اپنے مقام پر بلا کر یعنے مکان گاف پیلم اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ اس قسم کی تحریر عورت مذکورہ لکھ کر اپنے دستخط سے ان کو دے اور اس میں وہ مدد دے یعنے چھوکرا۔ چنانچہ اس چھوکرے نے خود اسٹامپ کا کاغذ بازار سے خرید کر کے لایا اور مسودہ تحریر کیا کہ مضمون کیا ہونا تھا اور سعادت جاہ نے خود اس تحریر کو ڈکٹیٹ کرایا جس کو اس بدرویہ چھوکرے نے اپنے قلم سے لکھکر عورت کو مجبور کیا کہ اس پر دستخط کرے وغیرہ اور وہ مجبور ہو کر کردی۔

بہرحال اگر یہ معاملہ واجبی طور پر طے نہ پائیگا یعنے سعادت جاہ اپنے ٹرسٹ کی مجموعی آمدنی سے واجبی مقدار برائے پرورش بچہ و ماں نہ دیں خصوصاً اس گرانی کے زمانہ میں تو پھر ان کے بالمقابل عدالت میں دعوے دائر ہوگا اور جو کچھ فیصلہ عدالت کریگی اس کے مطابق دفتر ٹرسٹ عمل کرے گا۔

مرقومہ ۹ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

ڈھوکا دہی سعادت جاہ کی بہ فوزیہ بیگم دختر ہوش یار جنگ مرحوم

(بہ سلسلۂ مضمون شائع شدہ امروزہ در نظام گزٹ)

فرمایا میری دریافت و تحقیقات میں جو نتیجہ برآمد ہوا وہ یہ تھا۔ یعنی زمانہ گزشتہ میں ہوشیار جنگ مرحوم کے گھر میں ایک ملازم ماما تھی جس کے ساتھ مرحوم کے تعلقات ناجائز پیدا ہو گئے تھے۔ اور جب معلوم ہوا کہ وہ حمل سے ہے تو انہوں نے اس کو ملازمت سے نکال دیا۔ چنانچہ انہیں کے بطن سے متعاقب فوزیہ بیگم پیدا ہوئی۔ اور اس کی پرورش دوسروں کی امداد پر ہوئی۔ یہ ایک جان پہچان کے شخص کے گھر میں تھی جہاں سعادت جاہ کی آمد و رفت تھی۔ لہذا اس پر انکی نظر پڑی اور ان کے تصرف میں یہ آئی۔ بہ این طور کہ انہوں نے اس کو باور کرایا کہ اس کا نکاح خانگی میں ہوا ہے جس کو وہ ظاہر کرنا نہیں چاہتے ہیں (بعض وجوہ سے) مگر دراصل نہ نکاح ہوا اور نہ متعہ ہوا۔ مگر جب معلوم ہوا کہ اس کو حمل ہے تو وہ اس کی پرورش کرتے رہے۔ اور آخر جب وضع حمل کا وقت آیا تو چار سعد کے مصارف سے شانہ بابلی کے دواخانہ میں اس کی زچگی کرائے۔ اور وہ وہاں رہے تک پوشیدہ طور پر شب میں وہاں آتے جاتے رہے (ان سب امور کا کافی ثبوت عورت کے قبضہ میں ہے) یہاں تک کہ جب بچہ پیدا ہوا رجب میں تو اس نسبت سے معراج علی خان اس کا نام رکھا۔ اور عورت جس گھر میں رہتی تھی وہاں ماں و بچہ کی گلپوشی چھلہ ہوئی۔ اور خود بچہ کو گود میں لیکر عورت کے بازو بیٹھ کر مسند پر پھول پہنے اور اس کے بعد ماہانہ دو سو سے تین سو تک اس کے اخراجات برداشت کرتے رہے۔ آخر میں فرق آتے آتے رفتہ رفتہ چند روپیہ رہ گئے اور جب اس کی شکایت عورت نے کی تو خفا ہو کر اس سے اپنا تعلق علحدہ کر لئے اور اس کو اور اسکے بچہ نو مولود کو اپنی اولاد ہونے سے انکار کر بیٹھے اور اس پر الزام رکھا کہ یہ عورت دوسرے مردوں سے تعلق رکھتی ہے وغیرہ۔ مگر دراصل اگر اون کا ایسا کہنا صحیح تھا تو پھر اس بدردیہ عورت کے ساتھ تعلقات کیوں رکھے اسکی کیا ضرورت تھی۔؟ مگر غالبًا جبکہ انکی غرض پوری ہوئی تو اس معاملہ سے خود کو علحدہ رکھنا مناسب سمجھا کہ کسی قسم کی ذمہ داری ان پر عائد نہ ہو جائے عورت و بچہ کی پرورش کی۔ یا برائی سے بچنے کے لئے۔

الحاصل اصل واقعات یہ ہیں مصدقہ نذری باغ سے گوشگزار ہونے جسکی بناء پر مبنی نسب فوزیہ بیگم جو [illegible] نان و نفقہ کا دعویٰ عدالت میں دائر ہوگا۔ اور فیصلہ عدالت پر ہر چیز منحصر رہے گی۔

مرقوم ۱۰ر اکتوبر ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

نذری باغ میں جو کام ہوگا وہ استحقاق کی بناء پر ہوگا

فرمایا جو خانہ زادان علاقہ بیشرم کے ہوں یا گولکنڈہ کے۔ چاہے ٹرسٹ میں شریک ہوں یا نہ ہوں اگر ان کو یہ منظور نہیں ہے کہ ان کی مناہل زندگی اس قاعدہ کے تحت ہو۔ اُن کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو یہاں سے اپنے گھر چلے جائیں۔ اسوقت انکی سابقہ ماہوار (بہ حیثیت جوانان) جو کچھ مقرر تھی وہی ان کی پرورش کیلئے جاری ہو جائے گی کم و بیشی کے ساتھ اور زمرۂ خانہ زادوں سے ان کو خارج کرکے اگر ٹرسٹ میں ان کا نام ہے تو وہ حذف کر دیا جائیگا کہ ٹرسٹ میں بعض شروط یا قیود ایسے ہیں جنکی پابندی ہونی ضروری ہے۔ ورنہ وہی نتیجہ ہوگا جو اوپر بیان ہوا ہے۔ کیونکہ دو سابق خانہ زادان مختار علیؓ و قادر علیؓ کا معاملہ سامنے ہے۔

دیگر وہ خانہ زادان جو اس وقت میری خدمت کر رہے ہیں۔ مناہل زندگی حاصل کرنے میں ان کا نمبر دوسروں کے مقابل اول رہے گا بہ این وجہ کہ ان کو یہ خصوصیت حاصل ہے۔ چنانچہ انکے قیام کیلئے کنگ کوٹھی کا محلہ (سامنے کا میدان) مختص کیا گیا ہے جہاں ان کے سوا دوسرے خانہ زاد یہاں نہیں آسکتے۔ الحاصل ہر چیز کو صاف کر دیا گیا ہے تاکہ ہر ایک خانہ زاد اپنے حق میں جو چاہے عمل کرے۔ مگر کسی کے خاطر مقررہ قاعدہ یا ضابطہ نہیں بدل سکتا کہ سب کے حق میں مساوی اثر رکھتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ آثار و قرائن بتاتے ہیں کہ جنکی قسمت میں نذری باغ کی اونچی زندگی ہوگی وہی امتحان میں پورے اُتر کر اس کو حاصل کریں گے۔ ورنہ ہر ایک یہ حاصل نہیں کر سکتا کہ اس منزل کو طے کرنا آسان نہیں بلکہ دشوار ہے یعنی صبر آزما۔ مرقوم بہ مقسوم۔

نوٹ۔ فرمایا آخر میں یہ کہدینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ بقیہ خانہ زادوں کی پرورش کی غرض سے ٹرسٹ بنانا آسان نہیں ہے بلکہ مشکل کہ کثیر کورس کی ضرورت ہے۔ دوم بعد عقد مناہل زندگی کی غرض سے ان کے قیام کے لئے مکانات کی تعمیر ہونا جس میں (زائد مصارف خود) کثیر مالی صرفہ درکار ہے کیونکہ ان کی تعداد زیادہ ہے جس کو ایک طویل عرصہ درکار ہے۔ لہذا جن کو صبر و ضبط سے کام کرنا منظور نہ ہو تو وہ اوپر کی بتائی ہوئی تجویز کو اختیار کریں۔ جو ان کے حق میں سہل ہے اور مقصد بھی آن کا بغیر زحمت نکل جاتا ہے۔ در آنحالیکہ نذری باغ کے مقررہ قاعدہ یا ضابطہ کی خلاف ورزی بھی نہیں ہے۔

بقول۔ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔

مرقوم ۱۱ر اکتوبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ

ترجمان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے ☆ خیر خواہ شاہ حق آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

سُن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا!

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جُوں جُوں جنرل الکشن کا زمانہ قریب آتا جا رہا ہے۔ عوام میں کانگریس کا اثر و نفوذ اور اعتماد زائل ہوتا جا رہا ہے۔ یوں تو عام طور پر تمام ہندوستان میں کانگریس تیزی کے ساتھ اپنا وقار کھو رہی ہے۔ لیکن خاص طور پر جنوبی ہند میں کانگریس کی بُنیاد بالکلیہ متزلزل ہو چکی ہے یہ ساری خرابی خارجی نہیں بلکہ اندرونی طور پر خود مفاد پرست کانگریسیوں کی پیدا کردہ ہے۔ کانگریسیوں کی مفاد پرستیاں اقتدار کی کشمکش، تنظیمی بحران۔ بدعنوانیاں، رشوت ستانیاں اور وعدوں اور تعلقات سے رُوگردانی اب کسی سے پوشیدہ نہیں رہی۔ انتہا یہ کہ اب جادو سر چڑھ کر بولنے لگا۔ چنانچہ انہی خرابیوں کو شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہوئے مسٹر اے کالیشور راؤ اسپیکر آندھرا پردیش اسمبلی نے گاندھی جینتی کے سلسلہ میں کانگریسیوں کو مخاطب کرتے ہوئے صاف طور پر کہا کہ وہ سیاستدانوں کو اپنی بدعنوانیاں ختم کر دینی چاہیئے۔ تمام کانگریسیوں کو چاہیئے ان کا تعلق

خطیب منبر سلونی
کا ارشاد مبارک ہے کہ دین کی پابندی آدمی کو مصیبتوں سے بچاتی ہے اس سے عزت حاصل ہوتی ہے۔

تنظیم سے ہو یا حکومت سے گاندھی جی کی طرح سادگی اختیار کرنا چاہیئے۔"

چند دنوں قبل سوشلسٹ لیڈر ڈاکٹر رام منوہر لوہیا نے کانگریس کے تنظیمی بحران اور کابینی اختلافات پر تنقید کرتے ہوئے بعض چونکا دینے والی باتیں کہیں۔ ڈاکٹر لوہیا نے کہا کہ "کانگریس نے اقلیتوں میں اعتماد بحال کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ اور آج بھی مسلمانوں کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ گزشتہ بارہ برسوں میں کانگریس کے کئے ہوئے پاپوں میں "ایک بڑا پاپ" یہ ہے کہ اُس نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے قریب لانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ آج بھی کانگریس میں ایسے لوگ ملیں گے جو مسلمانوں کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور اُن کو کوئی اونچا مقام دیتے ہوئے گھبراتے ہیں۔"

شری راج گوپال چاری آئے دن جو کانگریسیوں پر تنقیدیں کیا کرتے ہیں۔ اگر غیر جانب دارانہ طور پر اُن تنقیدوں کا مطالعہ کیا جائے تو یہی محسوس ہوگا کہ راجہ جی کی تنقیدیں ایک آئینہ ہے۔ جس میں کانگریسیوں کے خد و خال یا چہرے کے بدنما داغ واضح نظر آتے ہیں۔ ابھی دو تین دن پہلے ہی کی بات ہے کہ پروفیسر رنگا صدر نشین آل انڈیا سوتنترا پارٹی نے ایک ایسے لہجہ میں، جس میں وثوق کی قوت تھی۔ کہا کہ ۱۹۶۲ء کے عام انتخابات میں سوتنترا پارٹی جنوبی ہند کی تین ریاستوں میں برسر اقتدار آ جائے گی۔ آج ہندوستان کی ہر

قطعہ

ہوا عتاب بھی دیکھو نگاہِ ترچھی سے ‖ ہُوئی کراہتِ دل بھی تو آج بیڑی سے
یہ کہتا جاتا ہے عِلم حساب خامہ سے ‖ عدد بھی دو کا بنا ہے یہ آج جوڑی سے

(آمدہ از نذری باغ)

ریاست میں کانگریس زوال پذیر ہے وہ عوام کے فلاح و بہبود کے کام انجام دینے سے قاصر رہی اسی لئے عوام کانگریس سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ کانگریسی حکومت نے شخصی آزادیوں کو سلب کر دیا ہے مذکورہ بالا تنقیدوں پر اگر کامل غیر جانب داری اور احتساب نفس کے ساتھ نظر ڈالی جائے تو ہر انصاف پسند شخص یہی کہنے پر مجبور ہوگا کہ یہ تنقیدیں ایک آئینہ ہیں جس میں کانگریسیوں کے چہرے کے دھبے نمایاں نظر آتے ہیں۔ اب یہ کانگریسیوں کا کام ہے کہ وہ آئینہ دیکھ کر اپنے چہرے کے دھبے دھوئیں یا آئینہ ہی کو توڑنے کے لئے دوڑیں۔

ہندوستانی سوشل ورکر برطانیہ میں

ایک اطلاع میں بتایا گیا ہے کہ سنٹرل سوشل ویلفیر بورڈ نئی دلی کی ریسرچ افسر مسز سرلا بھارگو نے جو گذشتہ چار ماہ سے برطانیہ میں مقیم تھیں اپنا مطالعہ ختم کر لیا ہے وہ برطانیہ میں عورتوں اور بچوں کے فلاحی کاموں کا جائزہ لیتی رہی ہیں۔ ایک انٹرویو میں انہوں نے بتایا ہے کہ میں نے بہت سی قابل تعریف چیزیں اس ملک میں دیکھی ہیں جن کو مفید طریقہ اور کفایت شعاری سے ہندوستان میں وسیع پیمانہ پر اپنایا جا سکتا ہے۔

برطانیہ کی پائی ٹیلی کمیونی کیشنز فرم کا منیجر ہندوستان آرہا ہے!

معلوم ہوا ہے کہ پائی ٹیلی کمیونی کیشنز لمیٹڈ کے مشرق بعید کے منیجر کرنل سٹیڈن برما۔ سنگاپور، ملایا، انڈونیشیا، سیلون، اور ہندوستان کے دورہ پر ہیں خیال ہے کہ موصوف ۱۳/ اکتوبر کو بمبئی اور ۱۸/ اکتوبر کو نئی دلی پہنچیں گے۔ اُن کے اس دورہ کا مقصد اپنی فرم کی مصنوعات کی فروخت کو فروغ دینا ہے۔

"بچوں کی صحت" کا پروفیسر۔ دنیا میں اپنی قسم کا پہلا عہدہ

برطانیہ کی قومی تنقیح انجمن کے طبی ریسرچ یونٹ کے ۴۸ سالہ ڈائرکٹر ڈاکٹر پی۔ پولانی کو لندن کے گائز ہسپتال میں "صحت اطفال" کا پروفیسر مقرر کیا گیا ہے۔ یہ عہدہ دنیا میں اپنی قسم کا پہلا عہدہ ہے۔

قطعہ

ہُوا ہے نام بھی دادو دہش سے
غضب جبشی کی شہرت ہے خورش سے
(دیکھنا)
یہ کہنا جاتا ہے سسپا بھی منہ سے
(جانا)
بنا ہے دودھ بھی مسکہ کشش سے
(دہی)

(آمدہ از نذری باغ)

قصیدہ ولادت باسعادت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

از سعیدالنساء بیگم صاحبہ بنت محمد امداد علی صاحب مرحوم تعلقدار

مظہرِ ذاتِ خالقِ یکتا | احمدِ مرسل سیدِ والا
شاہِ مدینہ سرورِ بطحا | نورِ خدا ہے جسکا سراپا
آیا جہاں میں جگ کا سہارا
حق کا حبیبؐ اور آقا ہمارا

مومنو آیا شاہِ رسالت | بخشا ہے ربّ نے تاجِ شفاعت
ختم ہے جس پر حق کی عنایت | فرض ہے سب پر جسکی اطاعت
آیا جہاں میں جگ کا سہارا
حق کا حبیبؐ اور آقا ہمارا

عرشِ بریں کا جو ہے ستارا | حق نے جسے یٰسین پکارا
دینِ خدا کو جس نے سنوارا | جسکی طرف ہے حق کا اشارہ
آیا جہاں میں جگ کا سہارا
حق کا حبیبؐ اور آقا ہمارا

سرورِ ذیشاں سیدِ عالم | خسروِ دیں شاہِ مکرم
نورِ مجسم خلقِ معظم | شانِ صفاتِ خالقِ اکرم
آیا جہاں میں جگ کا سہارا
حق کا حبیبؐ اور آقا ہمارا

ذات نبی ہے رحمتِ یزداں | قبلۂ عرفاں کعبۂ ایماں
سارے جہاں پر جسکا ہے احساں | جسکے مخالف بھی ہیں ثنا خواں
آیا جہاں میں جگ کا سہارا
حق کا حبیبؐ اور آقا ہمارا

شمسِ ضحیٰ ہے بدرِ دجیٰ ہے | معدنِ فیض و جود و سخا ہے
مصدرِ خلق و مہر و وفا ہے | قلزمِ احساں بحرِ عطا ہے
آیا جہاں میں جگ کا سہارا
حق کا حبیبؐ اور آقا ہمارا

رحمتِ خالق مرضیِ داور | ناصرِ عالم دیں کا رہبر
جانِ شریعت حق کا پیمبر | حامیِ امت شافعِ محشر
آیا جہاں میں جگ کا سہارا
حق کا حبیبؐ اور آقا ہمارا

اب تو اثیمہ ہے یہ قرینہ | اپنا ہو مسکن شہرِ مدینہ
نیک ہے ساعت نیک مہینہ | پار لگے گا دل کا سفینہ
آیا جہاں میں جگ کا سہارا
حق کا حبیب اور آقا ہمارا

(شیر اہلِ حق کا ترجمان اور صاحبانِ ذوق کا اخبار ہے)

وجہ اللہ

از ذاکرِ آلِ یٰسین جناب مولوی سید سجاد حسین صاحب نگیتؔ منصبدار مصنف تسکین فاطمہؑ و سرورِ مومنین وغیرہ

سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا فنا کے بعد کیا باقی — علیؑ کو دیکھکر سمجھا کہ ہے وجہِ خدا باقی
علیؑ کی ایک ہی تصدیق نے کیا شان دکھلائی — رہے گا تا ابد دینِ محمد مصطفٰے باقی
ولایت نفسِ پیغمبرؐ کی وہ ہے جسکی خاطر سے — کتابیں سب ہوئیں منسوخ قرآں رہ گیا باقی
علیؑ کا نام باقی ہے کہوں گر ننگِ عرفاں ہو — رہیگا تا ابد واللہ جنابِ کبریا باقی
سلاطینِ جہاں کیا جب نہیں تختِ سلیماںؑ بھی — مگر باقی علیؑ ہے تخت و تاجِ انما باقی
سمجھ لے یوں تو اے حاسد بنا ہے اہلِ جنت کو — نبیؐ باقی علیؑ باقی ہے ذاتِ فاطمہؑ باقی
فنا کی حد یہ ہوگا موت کو بھی حکم مٹ جائے — مگر امرِ الٰہی خلق میں رہ جائے گا باقی
امامت رہی باقی رہے لیکن شمر دوزخ میں — مگر فرشِ بریں پر نورِ حق مولا مرا باقی
خدا کو دیکھنا ہے گر علیؑ کو دیکھ لے دل سے — حدیثِ مصطفٰے باقی ہو یہ خالقِ لقا باقی

نگیتؔ عارف کو کیا غم اس جہاں کی بادشاہی کا
رہے گا جب فؤادِ قلب پر تاجِ ولا باقی

تیسرا منصوبہ اور قومی اتحاد

از۔ جواہر لال نہرو

وزیر اعظم کی تقریر کا اقتباس جو ۲۶ ستمبر ۱۹۶۰ء کو نئی دہلی میں قومی ترقیاتی کونسل کے اجلاس میں کی گئی۔

مرسلہ محکمۂ اطلاعات و تعلقات عامہ حکومت آندھرا پردیش

ہم ایک ایسے وقت مل رہے ہیں جب کہ دنیا اور ہندوستان میں بھی انتشاری واقعات پھیل رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے ذہن تیسرے پانچسالہ منصوبے پر مرکوز رہیں اس لئے کہ یہی عظیم ترین چیز ہے جو ہمارے سامنے ہے اور اس لئے بھی کہ یہ ہمارے دوسرے مسئلوں سے نمٹنے میں بھی ہماری مدد کرے گی۔ لیکن دوسرے مسئلے ہماری توجہ کو پھیر رہے ہیں۔ جن پر ہماری توانائی صرف ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے ذریعے اور وسیلے بھی اس میں کام آرہے ہیں۔ امسال ہمیں جن مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، مثلاً سیلاب، خشک سالی، اور آسام کے فسادات، ان انسانی مصائب کے علاوہ جو ان کی وجہ سے پیش آئے ہماری حرج کا باعث بھی ہوئے۔ آسام کے فسادات کیوجہ سے حکومت آسام، حکومت بنگال اور حکومت ہند کو زیادہ حرج برداشت کرنا پڑا۔ لیکن اس سے بھی تشویش ناک وہ افتراق انگیز رجحانات ہیں، جو کام کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اپنی حد تک میں بیرونی زر مبادلہ یا داخلی ذریعوں اور وسیلوں کے مسئلہ میں فکرمند نہیں ہوں۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم حقیقت میں متحد اور ان تمام مشکلوں کے مقابلے کیلئے تیار رہیں تو ہم انہیں حل کر سکتے ہیں۔ جو چیز مجھے فکرمند بنا دیتی ہے وہ ملک کے اندر پائے جانے والے یہ رجحانات ہیں اور یہ کہ کس طرح ہماری توجہ بڑے مسئلوں سے ہٹ کر اندرونی جھگڑوں اور کشمکش کی طرف مڑ جاتی ہے۔ میں اس سے بخوبی واقف ہوں کہ دوسری طرف بھلائی، تعمیر اور اتحاد کیلئے پُرزور اثرات کام کر رہے ہیں اور اسی کی بدولت ہم نے اپنا کام جاری رکھا اور جاری رکھیں گے۔ اس کے باوجود یہ محسوس کر لیا جانا چاہیئے ہمارے ملک میں ہمارے لیئے اپنے راستے سے بھٹک جانا کس قدر آسان ہے۔ ہم نسبتاً چھوٹے معاملات میں مشتعل ہو جاتے ہیں اور بڑے مسئلوں کو بھول جاتے ہیں۔ کسی فرد یا قوم کی آزمائش ہمیشہ اس بات میں ہوتی ہے کہ وہ کس چیز کو اول درجے کی اہمیت دیتے ہیں۔ کس چیز کو دوسرے درجے کی اور کس چیز کو تیسرے درجے کی۔

سارا امتیاز اسی پر منحصر ہے کہ آیا آپ اول درجے کی اہمیت رکھنے والی چیز کو پہلے مقام پر رکھتے ہیں یا دوسرے تیسرے مقام پر۔ ہم سب اتحاد یا دوسرے اعلیٰ صفات کے متعلق تقدس آمیز باتیں کرتے ہیں لیکن اپنا عمل ہمیشہ ان کے مطابق نہیں رکھتے۔ یہ چیز ہر اس قدر تی معیت سے جس میں ہم مبتلا ہوئے ہوں زیادہ اندوہناک ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ تیسرے منصوبے سے عہدہ برآ ہونے میں، سب سے پہلی چیز جو ہمیں یاد رکھنی چاہیئے یہ بنیادی ضرورت ہے کہ ہم نہ صرف متحد رہیں اور دوسری چیزوں کو اس کا موقع نہ دیں کہ وہ ہمیں اپنے راستے سے ہٹا سکیں یا منتشر کر سکیں بلکہ سارے ملک پر مجموعی حیثیت سے غور کریں۔ ہم میں سے جو مختلف ریاستوں سے آئے ہوئے ہیں، ہر فرد قدرتاً اپنی ہی ریاست کی بھلائی اور ترقی کا خاص طور پر ذمہ دار ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ لیکن جس وقت ہم اس پر اس حیثیت سے نظر ڈالیں کہ یہ ہندوستان کے وسیع ترین مسئلوں سے علحدہ کوئی چیز ہے، تب ہم نہ تو ہندوستان کے ساتھ انصاف کریں گے اور نہ اپنی ریاست کے ساتھ۔

مہیب خطرے

اگر ہم اپنے اطراف کی دنیا پر نظر ڈالیں تو ہمیں ایک ایسی صورت حال نظر آئے گی جو مہیب خطروں سے پُر ہے۔ پچھلے چار یا پانچ مہینوں میں بین الاقوامی صورت حال میں تدریجی طور پر ابتری ہی پیدا ہوتی گئی ہے اور اسے روکنے کیلئے کچھ بھی نہیں کیا گیا ہے۔ بین الاقوامی صورت آج اتنی ابتر ہے کہ پچھلے کئی برسوں میں ایسی نہیں رہی۔ یہ ایسا معاملہ نہیں ہے جس میں ہم محض تماشائی ہیں۔ اگر بین الاقوامی سطح پر معاملات کو سلجھانے میں ناکامی ہو جائے اور ٹکراؤ اور جنگوں کی نوبت آجائے تو ظاہر ہے کہ ہماری ساری منصوبہ بندی پارہ پارہ ہو جائے گی۔ ہمیں از سر نو اور بالکل مختلف حالات میں غور کرنا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ امن مستحکم طریقے پر قائم ہو جائے اگرچہ یہ نازک سے امن میں جو اسوقت ہمیں میسر ہے، کسی سبب سے خلل پڑ جائے تو اس کے نتائج اور عواقب سب کیلئے، ہولناک ہوں گے۔ جن میں ہمارا ملک بھی شامل ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم عالمی معاملات میں بہت زیادہ کام انجام نہیں دے سکتے۔ اس کے باوجود امن کیلئے ہماری مخلصانہ خواہش اور پچھلے کم و بیش دس برسوں میں ہمارے ریکارڈ کی بدولت عالمی معاملات میں ہماری آواز کچھ وزن اور اہمیت رکھتی ہے۔ یہ کسی فوجی یا مالی طاقت کی بنا پر نہیں ہے۔ میں اس میں

کوئی ہنگامہ نہیں کرنا چاہتا لیکن اس سے کچھ فرق پیدا ہو جاتا ہے اور ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جہاں ہم مدد دے سکتے ہوں وہاں ضرور مدد کریں۔ اگر آپ عالمی صورت حال اور ان خطروں کو جن کا ہمیں سامنا کرنا پڑے گا، اپنے ذہن میں رکھیں تو آپ ہمارے منصوبے، اپنی ریاستوں کے مسئلوں اور مزاحمتوں کو ایک طرح کے صحیح پیش منظر میں دیکھیں گے۔ ہم انقلاب کے ایک عظیم الشان دور سے گذر رہے ہیں، جو تاریخ کے انقلابی دوروں میں عظیم ترین دور ہے۔ مثال کے طور پر آپ اس کا اندازہ ان واقعات سے لگا سکتے ہیں جو افریقہ میں پیدا ہو رہے ہیں۔ وہ سارا براعظم انقلابی تبدیلیوں سے دوچار ہے اور کوئی یہ نہیں جانتا کہ کسی لمبی مدت کا تو کیا ذکر ہے، آئندہ ہفتہ ہی میں کیا ہونے والا ہے۔

منصوبہ بندی کے مقاصد

تیسرے منصوبے پر آپ کا غور و خوض شروع کرنے سے پہلے میں نے آپ کے آگے ان سب باتوں کا حوالہ دینے کی ضرورت محسوس کی ہے۔ تیسرا منصوبہ منصوبہ بندی یا ہمارے کام کر دکھانے کی کوششوں سے متعلق محض ایک ذہنی مشق نہیں ہے۔ ان حالات میں جن سے ہم اپنے ملک میں دوچار ہیں اور موجودہ عالمی صورت حال میں ہمارے لئے اس کے سوا کوئی متبادل صورت نہیں ہے کہ ہم اپنے ملک، اپنی دولت اور ہر اس چیز کو جس سے ہمارا ملک طاقت حاصل کر سکتا ہے مستحکم اور طاقتور بنانے کی انتہائی کوشش کریں۔ آپ منصوبے کی تفاصیل، اس میں شامل کی ہوئی چیزوں، اس کے طریقۂ کار اور اس کے اغراض اور نصب العینوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ہم وقتاً فوقتاً آپ کے مشورے حاصل کرتے رہے ہیں اور خاکے کے مسودے میں کوئی چیز ایسی نہ ہوگی جو آپ کیلئے بہت زیادہ نئی ہو۔ پھر بھی سب چیزوں کو ایک جگہ جمع کرنے کے بعد مکمل تصویر سامنے آسکے گی۔ یہ یاد رکھئے کہ یہ ہمارے خاکے کا ایک مسودہ ہے۔ یہ منصوبے کی آخری اور قطعی شکل نہیں ہے، اگرچہ گہری فکر، سوچ بچار اور ریاستی حکومتوں اور دوسرے بہت سے لوگوں سے صلاح و مشورہ کا نتیجہ ہے پھر بھی یہ ایک خاکہ ہے جس پر آپ کو اور ملک کو غور کرنا ہے۔ تقریباً چار یا پانچ مہینوں کے بعد اسے قطعی شکل دینے کی کوشش کی جائے۔ وہ قطعی شکل بھی کوئی جامد یا ناقابل ترمیم نہیں ہوگی۔

ہمیں اپنے منصوبے کو لچک دار بنانا پڑیگا۔ ہمیں اپنے آپ کو بدلتے ہوئے حالات سے مطابقت پیدا کرنے کے قابل بنا لینا چاہئے۔ پھر بھی بعض باتیں مثلاً یہ کہ ہمیں کیا کرنا ہے اور کون سے نصب العین ہمارے پیش نظر ہیں، قطعی طور پر طے کر لی جانی چاہئیں۔ اسی طرح اس طریقۂ کار کے متعلق بھی جو ہمیں اختیار کرنا پڑے گا، ہمیں بعض تفصیلات طے کرنی ہیں۔ اگرچہ ان میں بھی ہمیشہ حالات کے تقاضوں کے مطابق تبدیلی ہو سکے گی۔ یہ کوئی نئی باتیں نہیں ہیں۔

اگر اس پر آپ ہمارے دوسرے اور پہلے منصوبے کے تعلق سے نظر ڈالیں تو آپ دیکھیں گے کہ یہ اصل میں اس چیز کا سلسلہ ہے جو ان منصوبوں میں پیش کی گئی تھی۔ صرف اس کی رفتار تیز تر اور بنیاد وسیع تر ہوگی۔ ایسا ہونا ہی چاہئے۔ لیکن ہمارے لئے یہ بہتر ہوگا کہ ہم اپنے نصب العینوں کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ اور ان تفصیلات کی وسعتوں میں گم نہ ہو جائیں جو ایک منصوبے میں شامل ہوتی ہیں۔ عوام میں ایک یا دو سال پہلے ہی کے واقعات کو بھول جانے کا رجحان موجود ہوتا ہے۔ عوام کو ہمارے نصب العین بار بار یاد دلاتے جانے چاہئیں۔ اگر ہم سوشلزم چاہتے ہوں تو ہمیں آج کل، پرسوں اور ہر صبح و شام دہراتے رہنا چاہئے۔ اس میں کوئی غلطی نہیں ہونی چاہئے اور نہ اس معاملے میں باتیں بنائی جانی چاہئیں۔ اگر ہم ایسے نہیں چاہتے ہوں تو پھر، اس کو بالکل چھوڑ دینا چاہئے۔ کسی تنظیم یا کسی ملک کیلئے یہ بری بات ہے کہ خود اس کو اس بات کا یقین نہ رہے کہ وہ کیا کام کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگر لیڈروں کے ذہن میں ہی یقین کی کمی ہو تو یہ دوسروں تک بھی پہنچ جاتی ہے اور انتشار پیدا کرتی ہے اور خاص طور پر ایسے وقت جب کہ بہت سے لوگ جو ہمارے ہم خیال نہیں عوام کے ذہنوں میں ایسا انتشار پیدا کرنا چاہتے ہوں۔ اس لئے ہمیں ایسی چیزوں کے متعلق واضح خیالات رکھنے چاہئیں اور ان چیزوں پر جو ہمارا مطمح نظر ہوں اور اس راستے پر جو ہم اختیار کرنا چاہتے ہوں زور دینا چاہئے۔

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کو منصوبہ بندی کے سارے نظریئے پر ہی اعتراض ہے اگرچہ کہ ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ حقیقت میں اس نظریئے کو ساری دنیا میں تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کیونکہ منصوبہ بندی مسئلوں کے حل کیلئے ذہانت کا منظم استعمال ہے۔

مجھے یہ ایک نرالی بات معلوم ہوتی ہے کہ لوگ ہمارے مسئلوں کے بارے میں منظم اور دانشمندانہ سوچ بچار پر اعتراض کریں۔ منصوبہ بندی کی کچھ عملی اہمیت ہونی چاہیئے کیونکہ منصوبہ بندی ایکسال یا پانچ سال کی ایک ذہنی مشق نہیں بن سکتی۔ یہ ایک مسلسل عمل ہے جو تجربے اور ذریعوں اور وسیلوں میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اپنی جامعیت اور رفتار میں بڑھتا ہی جاتا ہے۔ یہ ایک مسلسل عمل اور جب یہ ایک مسلسل عمل ہے تو ہمیں نہ صرف ایک منصوبے کے متعلق بلکہ آئندہ پندرہ سال، بیس سال اور اس سے بھی آگے کے لئے کئی منصوبوں پر پہلے ہی سے سوچ بچار کرلینی چاہیئے۔ کوئی مسئلہ بھی ہم اپنے ہاتھ میں لیں، ہمارا عمل یہی ہونا چاہیئے۔ مثلاً شہر دلی کی منصوبہ بندی کو لیجئے۔ ہم نے آئندہ (۲۵) سال کیلئے ایک منصوبہ بنالیا ہے نہ کہ نہ صرف ایک یا دو سال کیلئے۔ اگر ایک شہر کیلئے ایسی طویل مدتی عمل آوری اور خاکہ بندی کیلئے درکار ہو تو ایک ملک کیلئے اس سے بڑھ چڑھ کر بہت کچھ درکار ہے۔

ہماری صنعتیں

جیسا کہ آپ جانتے ہیں ہماری حکمت عملی یہ ہے کہ صنعتوں کی تنظیم کیجائے۔ اگر ہم صنعتوں کو منظم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان کے لئے اساس اور بنیاد ڈالنا چاہیئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں بنیادی یا بھاری صنعتیں قائم کرنا چاہیئے جن سے دوسری صنعتیں وجود میں آئیں گی۔ صنعتوں کی ترقی کے بغیر ہم یہاں وہاں تھوڑا بہت مفید کام انجام دے سکتے ہیں لیکن ہم اپنے مسائل حل نہیں کرسکتے۔ اتنا کہہ چکنے کے بعد اب میں آپ کی توجہ ایک اور اہم حقیقت کیطرف مبذول کراؤنگا۔ صنعتوں کی تیز تر ترقی کیلئے یہ ضروری ہے کہ زرعی ترقی کو بھی بہت زیادہ اہمیت دی جانی چاہیئے۔ ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور ہم ان میں سے ایک کو دوسرے سے علیحدہ نہیں کرسکتے۔ حالیہ ماضی پر نظر ڈالتے ہوئے ترقی کی رفتار پر مایوسی اور ناامیدی کا احساس پایا جاتا ہے۔ یہ میں جانتا ہوں کہ ہم ترقی کی رفتار سے ہمیشہ غیر مطمئن ہی رہینگے کیونکہ ہم ہمیشہ تیزی سے پیش قدمی کرنا چاہتے ہیں لیکن مجھے درحقیقت اس مایوسی اور نالش کی کوئی وجہ ہی نظر نہیں آتی۔ حتیٰ کہ زرعی شعبے میں بھی۔ جو کہ اس قدر اہم ہے، مجھے مایوسی اور ناامیدی کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ہم اس سے تیز تر ترقی چاہتے ہیں ہم نے وہ سب کچھ انجام نہیں دیا جو انجام دینا چاہتے تھے پھر بھی ہم نے زراعت، ہماری ملکی صنعتوں، تعلیم اور صحت کے شعبوں میں جو کام انجام دیا ہے وہ کسی بھی معیار سے ہو قابل تعریف ہے۔ ... کو یہ چیز اپنے پیش نظر رکھنی چاہیئے اور عوام کو بھی یہ ... چاہیئے۔

عوام کا تعاون

اب میں دیہی شعبے کی ترقی کے بارے میں کچھ کہنا چاہوں گا جسے میں ... زیادہ اہمیت دیتا ہوں اب جو کام انجام دیا جارہا ہے یعنی پنچایت راج اور امداد باہمی کی ... اس سے میں سمجھتا ہوں ہماری جمہوریت اور ہماری ... کی کایا ہی پلٹ جائے گی۔ آپ اور میں اچھا کام انجام دے سکتے ہیں لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر یہ اہم کام ہو بھی تو ایک عہدہ دار خود کار ترقی کی بنیاد نہیں ڈال سکتا۔ خود کار ترقی اسوقت ممکن ہو سکتی ہے جب عوام یہ کام خود انجام دیں۔ اس سلسلے میں میں تعلیم سے متعلق اس تحریک کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں جسے مدراس اسٹیٹ میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے اور جو "اسکول امپرومنٹ اسکیم" کہلاتی ہے پچھلے دو تین برسوں میں اسکیم نے جو ترقی کی ہے وہ ولولہ انگیز ہے۔ اور ... آپ سے اس کی سفارش کرتا ہوں۔ اگر آپ یہ دیکھیں کہ یہ کس طریقے سے انجام دی جاتی ہے تو آپ محسوس کرینگے کہ یہ ٹھوس اور نمایاں کامیابی ذہین وہوشیار وزیر یا ذہین وہوشیار عہدہ دار کی وجہ سے حاصل نہیں ہوئی بلکہ عوام کے تعاون کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ ... وزراء آئیں گے اور عہدہ دار آئیں گے اور چلے جائیں گے اور ہم انہیں جانتے ہیں۔ لیکن حقیقی بنیاد اسی وقت ... ہے جب کوئی چیز لاکھوں افراد کے دل و دماغ میں گھر کرلیتی ہے۔ اسی لئے میں پنچایت راج اور امداد باہمی کی ان انجمنوں کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہوں جو سرکاری عہدہ داران نہیں چلاتے ہیں یہ انتہائی ضروری ہے کہ عہدہ داران میں مداخلت نہ کریں صرف صلاح و مشورہ دیں اور انہیں عوام ہی چلائیں۔

ذرائع و وسائل

ہر ریاست کے اپنے خود کے مسائل ہیں اور اس کی اپنی ضروریات ہیں ... میرے خیال میں ہر ریاست کے ...

یہاں قومی ترقیاتی کونسل میں تبادلۂ خیال کرنا زیادہ مفید نہیں ہے کیونکہ ان پر علیحدہ طور پر کمیشن منصوبہ بندی سے تبادلۂ خیال کیا جا سکتا ہے۔ یہاں ریاستوں کی مشکلات کی طویل داستان پر غور کرنے کی بجائے اہم امور پر غور کرنا ہے یہ صحیح ہے کہ ہمیں ضروری گھریلو ذرائع وسائل اور بیرونی مبادلہ کے وسائل فراہم کرنے ہیں۔ جہاں بیرونی زر مبادلہ کا تعلق ہے وہ کسی حد تک ہماری برآمدات اور قرضوں وغیرہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ میں اسوقت قرضوں کے بارے میں زیادہ نہیں کہوں گا۔ اس سمت میں مختلف کوششیں کی گئی ہیں اور ہمیں کچھ قرضے ملنے کی امید ہے جہاں تک برآمدات کا تعلق ہے ہم بہت زیادہ کوشش کر رہے ہیں جس کے کچھ نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ برآمدات کا ایک اور پہلو ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس پر غور کریں۔ ہمارے پاس دو اقسام کی برآمدی اشیاء ہیں۔ پہلے تو ہماری روایاتی برآمدات ہیں۔ جو چند اشیاء تک محدود ہیں۔ دوسرے ہم وہ چیزیں برآمد کرتے ہیں جو ہمارے پاس فاضل ہیں۔ برآمدات اسطرح سے نظر رکھنا ایک دولتمند معاشرہ کیلئے ٹھیک ہے لیکن ایک ایسے معاشرہ کیلئے جو ترقی اور پیش قدمی کی جدوجہد کر رہا ہو، ٹھیک نہیں ہے۔ اگر ہم برآمدات کے ذریعے روپیہ کمانا چاہتے ہوں تو ہمیں چاہیئے کہ ہم ان اشیاء کے بغیر کام چلائیں اور انہیں برآمد کریں تاکہ بیرونی زر مبادلہ حاصل ہو سکے۔ لیکن ہمارا نقطۂ نظر نہیں رہا اور ابھی سنے میں اس پر زور دے رہا ہوں۔ ہمیں اس نقطۂ نظر کو ترقی دینی چاہیئے جیسا کہ دوسرے ملکوں ـــ کمیونسٹ یا غیر کمیونسٹ ممالک ـــ نے بیرونی زر مبادلہ کی صورت حال سے نپٹنے کے لئے کیا ہے۔ اگر ہم برآمدات کو ترقی دیں گے تو خود بخود اعتماد کا جذبہ پیدا ہو گا۔ ہمیشہ اور ہر وقت ہی دوسرے ممالک پر بہت زیادہ تکیہ نہ کرنا چاہیئے میں ان کئی ممالک کا مشکور ہوں جنہوں نے ہماری امداد کی لیکن ساتھ ہی میں بیرونی امداد پر اس قدر تکیہ کرنے کو زیادہ پسندیدگی کی نظروں سے نہیں دیکھتا۔ ہمیں امداد لینی ہے لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس قدر تھوڑی مقدار میں بیرونی امداد لیں اسی قدر یہ ہمارے مستقبل کیلئے بہتر ہو گی۔ [illegible]

یہ ہے کہ ہم اپنی خود کی کوششوں سے ترقی کریں۔ جہاں تک برآمدات کا تعلق ہے میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ ہم خود کو ان چیزوں سے محروم کریں جنہیں ہم استعمال کرتے ہیں یا ہمیں جن کی ضرورت ہے اور ان کیلئے بیرونی مارکٹ تلاش کریں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض صورتوں میں ہندوستان میں روپے پیسے کی بہتات ہے۔ اگر ہم تجارتی کاروبار یا کمپنی کے آغاز پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ اکثر صورتوں میں مطلوبہ رقم سے دس گنی یا بیس گنی رقم وصول ہو جاتی ہے جس طریقے سے روپیہ پیسہ ملک میں ابل رہا ہے وہ غیر معمولی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تمام افراد کے پاس روپیہ ایسی وافر مقدار میں ہے ـــ ورنہ ہندوستان ایک دولتمند ملک ہوتا۔۔۔ لیکن بعض اونچے طبقوں کے افراد کی حد تک یہ بالکل درست ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ملک میں کس قدر روپیہ پیسہ ہے اور اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان افراد کی یہ چیخ پکار کتنی مضحکہ انگیز ہے کہ اس ملک میں محاصل اندازی ضرورت سے زیادہ ہے۔ اگر ضرورت سے زیادہ محاصل اندازی کا یہ نتیجہ ہے تو جتنے زیادہ محاصل ہوں گے اتنا ہی اچھا ہے۔ آج ہندوستان میں بعض حلقوں کی جانب سے دولت کی جتنی نمود و نمائش کی جا رہی ہے اتنی کبھی نہیں ہوئی تھی۔ کبھی اتنی وافر مقدار میں روپیہ پیسہ نہیں تھا۔ کبھی دکانیں اس قدر سامان سے لدی پڑی تھیں اور کبھی شہروں میں اس قدر خرید و فروخت نہیں ہوتی۔ اس میں شک نہیں کہ اس کا اطلاق پوری آبادی پر نہیں ہوتا اور اس کے لئے بظاہر اعداد و شمار بھی ضروری نہیں ہیں۔ ہماری آنکھیں اس کی شاہد ہیں کہ ہماری چھوٹی صنعتوں میں کیسی گرم بازاری ہے۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ ان میں گرم بازاری کا دور دورہ ہے اور وہ اشیاء تیار کر رہی ہیں۔ ابھی ایک روز کا واقعہ ہے ہم نے صرف یہ دیکھنے کیلئے کہ ملک میں کن اقسام کی کھانے پینے کی چیزیں تیار ہو رہی ہیں۔ دہلی کی ایک دوکان سے چند چیزیں منگوائیں۔ میں دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ ایک [illegible] ہنڈی بھر چیزیں آگئیں۔ صرف دہلی کی ایک دکان سے ڈبوں میں بند اشیاء کی ایک ہنڈی بھر آگئیں۔ آج ہندوستان میں خاص طور پر دہلی، بمبئی، کلکتہ، بنگلور، پنجاب کے قصبات اور کئی دوسرے مقامات پر سینکڑوں ہزاروں بوتلیں اور ڈبے ان اشیاء کے تیار ہو رہے ہیں۔

ہندوستان میں جو اشیا تیار ہو رہی ہیں ان کی اقسام اور مقدار حیرت انگیز ہے اور ان میں دن بدن اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ یہ اچھی صحت کی علامت ہے میں یہ سب کچھ آپ سے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ سیلابوں، مصائب اور اس قسم کی دوسری آفات کے باوجود مالی طور پر ہندوستان کی حالت خراب نہیں ہے۔ اس کی صحت اچھی ہے اور ہمیں اس اچھی صحت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور اس سے ایسے ہی کام لینا چاہیئے جیسا کہ ایک صحت مند شخص کرتا ہے۔ ہمیں دوسروں پر بہت زیادہ تکیہ نہیں کرنا چاہیئے۔

اسلام کی تبلیغ کیلئے ایطالیہ کو روانگی

ہمارے ایک ایرانی کرم فرما اور دینی بھائی آقای ابراہیم نیکان ایران سے اطلاع دیتے ہیں کہ شیعان حیدرآباد کو یہ سن کر بڑی مسرت ہو گی کہ اطالیہ کے پاپائے اعظم نے ایران کے اسلامی مبلغین کو ایطالیہ میں اسلام کی تبلیغ کی دعوت اور اجازت دی ہے۔ ایرانی علمار کی ایک جماعت ایطالیہ داخل جانے کے ارادہ سے آج کل اٹلی زبان سیکھنے میں مشغول ہے۔ نیز کچھ اور علمار ایران جاپانی زبان بھی سیکھ رہے ہیں تاکہ جاپان جاکر اسلام کی تبلیغ کریں۔ یہ تمام برجستہ اور شائستہ اقدامات اسلام کی راہ میں ہمارے سب سے بڑے روحانی پیشوا حضرت آیت اللہ آقای سید حسین بروجردی مدظلہم کی خاص الخاص توجہ اور سرپرستی کی رہین منت ہیں۔

یاد ہوگا کہ آیت اللہ العظمیٰ کی توجہ سے کچھ عرصہ قبل ھمبرگ (جرمنی) میں ایک عالیشان مسجد "مسجد..." کے نام سے تعمیر ہوئی ہے۔ لندن میں بھی اسی قبیل کی ایک مسجد کی تعمیر آیت اللہ العظمیٰ کے زیر غور ہے۔

ھمبرگ (جرمن) میں اسلامی جماعت

ھمبرگ میں ایک اسلامی جماعت ... کے نام سے قائم ہے اس کے ... اور کرتا دھرتا مولوی محمد عمر صاحب ہیں۔ ان کا آبائی مذہب "مسیحی" تھا۔ انہوں نے سنی مسلمان حیثیت سے اسلام قبول کیا اب یہ اثنا عشری مسلمان ہیں۔ بغداد شریف کے آیت اللہ حضرت آقای حبتہ الدین شہرستانی مدظلہ کے ھمبرگ ... میں ایک نمائندہ ہیں۔ آقای آیت اللہ آپ پر کامل اعتماد رکھتے ہیں آپ کے تبلیغی خدمات شیعی دنیا میں قدر سے دیکھے جاتے ہیں۔

یا علیؑ مدد ے

بجز درگاہِ والائے جبینم خم نمی دارم ۔ بہ این نسبت بہ جان و دلِ غم بیہم نمی دارم
تو ئی یا مرتضیٰؑ اندر حیاتم جلوہ گر باشد ۔ نمی گویم نمی شنوم نمی بینم نمی دارم

گــــــــــ سگِ درِ علویؑ صادق علیؑ ــــــــــ ذرانیدہ

نوٹ۔ براین عقیدت تو صد تحسین و آفرین باد۔

(آمدہ از نذری باغ)

اعلان

آندھرا پردیش شیعہ کانفرنس کے عام ارکین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بتاریخ ۲۴ اکتوبر ۱۹۶۰ء مطابق ۹ جمادی الاول ۱۳۸۰ھ بروز یکشنبہ بوقت ۸ ساعت دن ایک جلسۂ عام بصدارت نواب سید حسن پاشاہ صدر اسٹیٹ شیعہ کانفرنس بمقام ”حسینیہ“ دیوڑھی نواب عنایت جنگ بہادر مجلس اعلیٰ کے انتخاب کیلئے منعقد کیا جارہا ہے مجلس اعلیٰ کے ارکان کی تعداد (۴۰) ہوگی اور منتخب ہونیوالی مجلس اعلیٰ کی مدت کارگزاری تاریخ انتخاب سے دو سال تک ہوگی۔

ف ۲ ۔ موجودہ عام اراکین کے علاوہ صرف وہی جدید شرکاء انتخابات میں حصہ لے سکیں گے جنکی شرکت ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۰ء شام کے ۵ بجے تک ہو چکی ہو۔ ایسی شرکت کیلئے درخواست کے فارم دفتر شیعہ کانفرنس سے روزانہ ۵ تا ۷ شام حاصل کئے جاسکتے ہیں

ف ۳ ۔ موجودہ اراکین جنہوں نے اپنے زرِ چندہ اب تک ادا نہ کیا ہو ان سے درخواست کیجاتی ہے کہ ۱۵ اکتوبر تک اپنا زرِ چندہ ادا کردیں ورنہ رائے دہی میں شریک نہ ہوسکیں گے۔

ف ۴ ۔ آندھرا پردیش شیعہ کانفرنس کے جملہ اراکین کی مکمل فہرست دفتر کانفرنس دار الشفاء میں روزانہ شام کے ۵ بجے سے ۷ بجے تک ملاحظہ فرمایا جاسکتا ہے جس میں سے مجلس اعلیٰ کا انتخاب ہوسکیگا۔

ف ۵ ۔ انتخابات مجلس اعلیٰ کے جملہ تحریکات ایک تائید اور امیدوار صاحب کی تحریری رضامندی کے ساتھ ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۰ء ۵ بجے شام تک دفتر کانفرنس پر وصول ہوجانا چاہیئے۔ تاریخ مقررہ کے بعد کسی تحریک پر غور نہیں کیا جائیگا۔

ف ۶ ۔ مجلس اعلیٰ کے موجودہ اراکین کے نام بھی دوبارہ انتخابات کیلئے پیش کئے جاسکتے ہیں

سید محمد علی زیدی
معتمد

غزل

از سید صمصام شیرازی

عدوئے جانِ اغیارِ تو باشم — بدنیائے ولا یارِ تو باشم
سراپا محوِ دیدارِ تو باشم — بہی خواہ و طلبگارِ تو باشم
بلا نوش و قدح خوارِ تو باشم — رہینِ دستِ دربارِ تو باشم
توئی از بہرِ من ظلِ الٰہی — ہمیشہ زیرِ دیوارِ تو باشم
خریدارِ دل و جانم تو باشی — خوشا من جنسِ بازارِ تو باشم
مسیحائی بود کارِ تو بیشک — زہے قسمت کہ بیمارِ تو باشم
مرا فکری و ذکری دیگری نیست — بجز این کہ وفادارِ تو باشم
زدو زِ اولین من شہ پرستم — سزد گر من پرستارِ تو باشم
کنم آبادِ دنیائے وفا را — کہ در گیہان شہکارِ تو باشم
بہارِ گلشنِ ہستی توئی تو — چو بلبل وقفِ گلزارِ تو باشم
بسوئے دشمنانت گر کنم رخ — بکیشِ من گنہ گارِ تو باشم
بود اوجِ سعادت خدمتِ تو — کمر بستہ بہر کارِ تو باشم
برائے نشرِ فرمودات عالی — بکار و بارِ اخبارِ تو باشم

براین ہستم کہ اے صمصام شیراز
زمدا حانِ سرکارِ تو باشم



عِلم

از سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! خدائے تعالےٰ نے علم کی بنا پر انسانوں کو فرشتوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ اور انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ عطا فرمایا۔

فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کریں کیونکہ حضرت آدمؑ کو اسماء کا علم دیا گیا تھا۔ اور فرشتے اس علم سے محروم تھے۔ مفسرین کا بیان ہے کہ یہ اسماء پنجتن پاکؑ کے نام تھے۔

ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک ہے۔ "اطلبوا العلم ولو کان بالصین۔ علم طلب کرو تم اگرچہ کہ وہ چین جیسے دور دراز مقام ہی پر کیوں نہ ہو" "اطلبوا العلم الی المحد للحد" علم طلب کرو تم جھولے سے قبر تک"۔ یعنے انسان کو تاریخ پیدائش سے لے کر موت تک ایک طالب علم کی زندگی بسر کرنا چاہیئے۔ ہمارے پیغمبر کی ایک اور حدیث ہے۔ "انا مدینۃ العلم و علیؑ بابھا۔ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ کو باب العلم کہا جاتا ہے۔

فضیلت علم کے بارے میں حضرت علیؑ کے کئی اقوال ہیں جن پر دُنیا کے علماء آج تک سر دُھنتے ہیں۔ حضرت علیؑ کا قول ہے کہ "علم دولت سے بہتر ہے" کیونکہ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ دولت کو چور چرا سکتا ہے لیکن علم کو کوئی نہیں چرا سکتا۔ دولت فرعونوں کی میراث ہے اور علم پیغمبروں کی۔

ہمارے سرکار اعلیٰ حضرت حضور نظام نے جب دُنیا کی عظیم یونیورسٹی، جامعہ عثمانیہ کی بنیاد ڈالی تو اس پر یہی حدیث شریف۔

"انا مدینۃ العلم و علیؑ بابھا"

کندہ کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ جامعہ عثمانیہ کے اسنادات پر یہی حدیث مبارک لکھی جاتی تھی۔

اعلیٰ حضرت حضور نظام کو دنیا "سلطان العلوم" کہتی ہے۔ کیونکہ آپ نے علوم و معارف کی نشرواشاعت میں بہت سارے نمایاں کارنامے انجام دیئے جامعہ عثمانیہ کے علاوہ کئی کالجوں کی بنیاد ڈالی۔ جامعہ عثمانیہ میں اُردو زبان کو ذریعہ تعلیم بنا کر اُردو کو لازوال بنا دیا۔ دارالترجمہ۔ اور دائرۃ المعارف قائم فرما کر اردو زبان کو دنیا کی علمی زبانوں کے ترجموں سے مالا مال کر دیا۔ ہزاروں طلباء کو تعلیمی وظیفے دے کر انگلستان اور جرمنی روانہ فرمایا جہاں سے وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے

اقوال زرّین

کیا کہنا ایسے خیالات کے اولاد کا۔ جو اپنے بزرگوں کا نام دنیا میں روشن رکھتے ہیں۔ (سرکار حق آگاہ)

قطعہ

ہر دورِ جام مئے کا جو وقفِ بہار تھا | کچھ اشتیاق دل کو مرے بار بار تھا
راہِ عزا کے آتے ہی ماتم کی ہے صدا | ہر چشم نم تھی، قلب ہر اک سوگوار تھا

(آمدہ از نذری باغ)

حیدرآباد آسکے۔

حضور نظام نے تشنگانِ علم کی سیرابی کیلئے کتب خانہ آصفیہ جیسا بڑا کتب خانہ قائم فرمایا — حیدرآباد میں صدر شفا خانہ یونانی اور نظامیہ طبیہ کالج قائم فرماکر طب یونانی کو جو عالمِ نزع میں تھا۔ نئی زندگی بخشی۔

حضور نظام کے انہی فیوضات سے متاثر ہوکر مرحوم پروفیسر سلیم پانی پتی نے کیا خوب کہا ہے ؎

زندہ کردی چوں مسیحا در دکن ہر علم وفن
زندہ باد اے حضرت عثمان علی شاہ دکن

آج بھی اعلیٰ حضرت حضور نظام طلباء کے لئے گرانقدر ٹرسٹ بناکر ہزاروں تشنگانِ علم کو سیراب فرمارہے ہیں۔

بچو! تم بھی علم حاصل کرو اور اپنے علم سے نوعِ انسان کو فائدہ پہنچاؤ۔

امیر نمبر!

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ ہمارے سرکارِ حق آگاہ کا ذکر خفی وجلی نام علیؓ ہے آپ بفحوائے حدیثِ مبارک "ذکر علی عبادۃ" ہر نفس ذکر علیؓ سے ایمان کو تازہ فرماتے ہیں۔ اگر کسی چیز سے سرکار حق آگاہ خوش ہوسکتے ہیں وہ ذکر علیؓ ہے وبس۔

ادارۂ شیراز کا وجود اور فلاح وبہبود سرکار حق آگاہ کی توجہات شاہانہ اور مربیانہ سرپرستی کا رہین منت ہے۔ ان مربیانہ توجہات کی ادائی سپاس اور حصولِ خوشنودی کے لئے ادارہ شیراز نے سرکار حق آگاہ کے عالیملاحظہ میں امیر نمبر کی پیش کشی کا عزم بالجزم کرلیا ہے۔ خدا ہمیں ہمارے ارادوں میں کامیاب کرے۔

قطعہ

ذرا تو دیکھ کہ مستی شراب سے نکلی | شمیمِ گل بھی چمن میں گلاب سے نکلی
یہ کہتی جاتی ہے تشریحِ واعظِ منبر | یہ روحِ معنے ومطلب کتاب سے نکلی

(آمدہ از نذری باغ)

یوم محمد قلی قطب شاہ

حیدرآباد:- ۹ اکتوبر یوم محمد قلی قطب شاہ کے سلسلہ میں ایوان اردو میں ایک جلسہ زیر صدارت نواب زین یار جنگ بہادر بالتقابہم طلب کیا گیا تھا۔ مشاورت کیلئے معززین شہر اور ممتاز افراد بھی مدعو تھے جن میں قابل ذکر فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر، شاعر اہلبیت علامہ نجم آفندی۔ نواب طاہر علیخان صاحب نائب صدر آل انڈیا شیعہ کانفرنس و صدر انڈو عرب سوسائٹی۔ محترمہ طاہرہ بانو سعید۔ حیدرآباد کے ممتاز ایرانی تاجر آقای حسین ضابطہ۔ مسٹر خورشید علی جعفر ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ۔ مسٹر ویم وساج شیر بلد۔ سید دلدار حسین صاحب چیف انجنیئر مولوی خواجہ احمد صاحب ماہر آثار قدیمہ۔ مشہور کمیونسٹ لیڈر سیٹھ سرینواس لاہوٹی۔ ترقی پسند شاعر ابن احمد تاب اور حیدرآباد کے جوان سال شاعر ساجد رضوی صاحبان

ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری زور پرنسپل چادرگھاٹ کالج حیدرآباد نے مہمانوں کا استقبال کیا۔

اس اجلاس میں یہ طے پایا کہ یوم محمد قلی قطب شاہ گنبد قطب شاہ پر زیادہ شاندار طریقہ پر منایا جائے۔ اس کی صدارت کیلئے گورنر گجرات ہز اکسلنسی نواب مہدی نواز جنگ بہادر کا انتخاب بہ غلبہ آراء عمل میں آیا۔ اس جلسہ میں یہ طے کیا گیا کہ مرکزی حکومت کو ایک تحریک روانہ کیجائے جس میں یہ خواہش کیجائے کہ ٹکٹوں پر محمد قلی قطب شاہ کی تصویر شائع کی جائے۔ اس جلسہ کی ابتدا پروفیسر شام لال کے انگریزی مقالہ "گولکنڈہ کے ہیرے" سے ہوئی۔ یہ علمی اجتماع تقریباً دو گھنٹے کے بعد اختتام کو پہنچا آخر میں ایک مشاعرہ بصدارت شاعر اہلبیت علامہ نجم آفندی منعقد ہوا۔

برخواست جلسہ کے بعد بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ ایوان اردو میں انگریزی مقالہ چہ معنی دارد — ڈاکٹر زور قابل مبارکباد ہیں کہ انکی تحریک اور کاوشوں سے ہر سال یوم قلی قطب شاہ منایا جارہا ہے۔

قطعہ

رنگِ گلزارِ چمن سے نکلا ؎ نافہ بھی مشکِ ختن سے نکلا
ہو کے برباد پریشانی سے ؎ آج ہر ایک وطن سے نکلا

(آمدہ از نذری باغ)

خواتین کے فرائض

جناب تمکین کاظمی صاحب

اے ماؤں بہنوں بیٹیو! دنیا کی ہنگامہ آرائی آپ ہی لوگوں کی ذات سے ہے۔ آپ تو جیتے کتنے تنہائیاں جھیل کر دنیا میں ایک مخلوق کا اضافہ کرتی ہیں۔ اسے اپنا دودھ پلا کر پالتی پوستی ہیں راتوں کی نیند اور دن کا چین آپ اپنے اوپر حرام کر لیتی ہیں تب کہیں یہ پودا پروان چڑھتا ہے۔ آپ جس ناز و نعم سے اپنی اولاد کو پالتی ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اس کی آئندہ زندگی کا بھی خیال رکھیں آپ دنیا کی معمار ہیں، نئی پود آپ کی کوکھ سے جنم لیتی ہے اور آپ کی گود میں پرورش پاتی ہے آپ کو چاہیئے کہ اپنے نونہالوں کو دنیا کے کام کا بنائیں۔ ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ نہ کریں خود اس کی نگرانی کریں۔ یاد رکھیئے کچی ڈالی بنا مڑتی ہے سوکھی لکڑی مڑ نہیں سکتی، ٹوٹ جاتی ہے۔ آپ کے بچے تربیت کی صلاحیت رکھتے ہیں ان کی اچھی تربیت کیجئے۔ عمدگی سے سنبھالئے اچھی عادتیں ڈالئے برائیوں سے دور رکھئے۔ ان میں ضد، ہٹ اور بے تکا پن پیدا ہوتے دیکھئے، دھوکہ، فریب سے انہیں دور رکھئے، ان میں بچپن ہی سے کردار پیدا کیجئے، جھوٹ ان سے نہ کہئے، دھوکہ انہیں نہ دیجئے، نہ تو انہیں گالی بکنے نہ انہیں گالی سیکھنے دیجئے۔ سچائی دیانتداری ان میں پیدا کیجئے۔ اس کتاب کو غور سے پڑھئیے اور اپنے بچے کی زندگی مثالی بنانے کی کوشش کیجئے آہستہ آہستہ انہیں دنیا سے واقف کرائیے، ملنے جلنے، اٹھنے بیٹھنے، رہنے سہنے بات چیت کرنے کے ڈھنگ اور صحیح طریقے سکھائیے۔ یاد رکھئے اولاد کی تربیت بڑی ذمہ داری کی چیز ہے اور اس کی ساری ذمہ داری آپ پر ہے۔ اگر آپ توجہ نہ کریں گی تو کون کریگا! مدرسہ تربیت نہیں دیتا تعلیم دیتا ہے، پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے۔ ایسے نہ سمجھ لیئے مدرسہ بھجوانے کے بعد آپ کے فرائض ختم نہیں ہوتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں، مدرسہ میں آپ کا بچہ بھانت بھانت کے بچوں سے ملتا ہے۔ ان کی عادتیں ان کے چلن سیکھنے کی کوشش کرتا ہے اس کی نگرانی کیجئے اگر وہ خراب عادتیں سیکھ رہا ہے تو انہیں سمجھائیے اور اچھی عادتیں سکھائیے۔ اور اچھی عادتوں کے اختیار کرنے پر اسے سراہئے اس کے مدرسہ کی تعلیم کا حال معلوم کرتے جائیے۔ گھر پر مدرسے کے سبق یاد دلائیے، گھر پر آنے کے بعد گھر پر کرنے کے لئے جو کام مدرسہ میں دیا جاتا ہے وہ اپنے سامنے کرائیے اس طرح اپنی اولاد کو پروان چڑھائیے۔ ان کو کھیلنے کودنے کھانے پینے کی پوری آزادی دیجئے بچپن سے ان میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرائیے، بیجا ناز و نعم لاڈ پیار قطعاً نہ کیجئے۔

بہنوں! اپنے شوہروں کی زندگی تمہارے ہاتھ میں ہے، چاہے تم بنا دو چاہے تم بگاڑ دو، اگر تم نے سنجیدگی سے دنیا کو سمجھ لیا، زندگی کی ضرورتوں کو محسوس کیا اور تم یہ جان گئیں کہ زندگی کی دوڑ میں مرد اور عورت دونوں کو ایک ساتھ رہنا چاہئے۔ کیونکہ یہ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ زندگی کا جوا مرد، عورت دونوں کے کندھوں پر ہے دونوں میں سے اگر ایک بھی گردن ڈال دے تو گاڑی رک جاتی ہے اور مرد زندگی کے میدان میں ٹھوکریں کھانے لگتا ہے، پھوہڑ اور بدسلیقہ عورتوں نے بیشمار مردوں کی زندگی برباد کیں۔

لڑاکو اور غصیل عورتوں کے شوہر عموماً زندگی کی دوڑ میں ناکامیاب اور بعضوں نے اپنی زندگی بنانے کیلئے بیوی ہی کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ اتاترک اور ہٹلر نے یہی کیا۔ جب تک تم ساتھ نہ دو مرد ترقی نہیں کر سکتا، ساتھ دینے کا مطلب مرد کے پیچھے پھرنا نہیں ہے بلکہ اس کی ہر طرح امداد اور اعانت کرنا اور اسے سہولت بہم پہنچانا ہے۔ تم ہم خیال بن جاؤ، ہر معاملہ میں اشتراک عمل کرو، مرد کی طبیعت میں کسل اور کاہلی نہ پیدا ہونے دو، اس کی صحت کا خیال رکھو اسکی ضروریات پیش نظر رکھو۔ وہ جب تھک کے گھر آئے تو ہنسی سے ملو آرام دو۔ اپنی بے جا خواہشات اور بے تکی فرمائشوں سے شوہر کو دق نہ کرو آمدنی سے کم خرچ رکھو ہمیشہ کچھ پس انداز کرتی رہو۔

ہم پر ایک لعنت یہ بھی مسلط ہے کہ کمانے والا ایک ہوتا ہے اور کھانے والا سارا گھر، یہی وجہ ہے کہ ملک ترقی نہیں کر سکتا اور مردوں کی پریشانیاں بڑھتی ہی جاتی ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ عورتیں اس پر غور کریں اور کسی نہ کسی طرح مرد کا ہاتھ بٹائیں، کم آمدنی والے گھروں میں عورتیں گھریلو صنعت و حرفت سیکھیں اس سے کچھ نہ کچھ آمدنی بڑھائیں تو کتنا اچھا ہو، کروشیا، سوزن کاری، سلائی وغیرہ بہت سے کام ہیں جنہیں گھر میں بیٹھ کر عورتیں بڑی عمدگی سے کر سکتی ہیں۔ آج کل پلاسٹک کے بٹوے، پھول، تھیلیاں وغیرہ کی بہت مانگ ہے یہ گھر میں بیٹھ کر بنائے جا سکتے ہیں، بہرحال غور کرو، سوچو سمجھو اور اپنے آپ کو مصروف رکھو کچھ نہ کچھ کام کئے جاؤ اور اپنے شوہر کا ہاتھ بٹاؤ۔ اگر یہ نہ کر سکو تو کم از کم اتنا ہی کرو کہ شوہر کو تنگ نہ کرو، اور اس کے لئے وبال جان نہ بنو۔

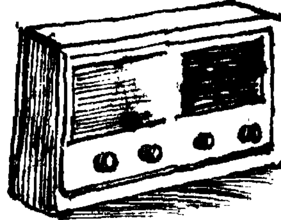
آج کل ہماری عورتیں بلائے جان ہوتی جا رہی ہیں سینما کا شوق بے انتہا بڑھ گیا ہے۔ کپڑے لتے، زیور کا شوق حد سے زیادہ ہو گیا ہے۔ اخلاقی معیار گرتا جا رہا ہے، بلکہ بعض گھرانے تو شرمناک حالت میں ہیں جنہیں دیکھ کر ندامت ہوتی ہے۔ خدا کیلئے ان کو عبرت کی نگاہ سے دیکھو۔ اور ان برائیوں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

بیٹیو! تم دنیا کی زینت ہو، تم آج لڑکی ہو کل کو ماں بنو گی۔ تم پر بڑی ذمہ داریاں پڑنے والی ہیں، زندگی صرف کھیل کود ہنسنے بولنے کا نام نہیں ہے اس کو محسوس کرو اپنے آپ کو زندگی کیلئے تیار کرو، پڑھو لکھو، تربیت حاصل کرو، جس گھر میں جاؤ، اس کو سدھارنے کی ہمت پیدا کرو، سلیقہ سیکھو گرستی کے گر سیکھو، بڑی بوڑھیوں سے ان کی زندگی کے قصے سنو اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرو۔

لڑکیوں کیلئے سینما دیکھنا بہت برا ہے، ابھی ہمارا ملک ایسے فلم نہیں بنا سکتا جو لڑکیوں کے دیکھنے کے قابل ہوں، اس لئے عام فلم دیکھنے کی کوشش نہ کرو اس سے تمہارے اخلاق خراب ہوں گے۔ اسی طرح گندے رسالے فلمی ماہنامے اور مخرب اخلاق ناولیں کبھی نہ پڑھو، جہاں تک ہو سکے اچھی کتابیں پڑھا کرو۔ اچھی صحبت میں بیٹھو اور سوچ سمجھ کر ہر کام کرو۔

محنت سے پڑھو اور پڑھنے کے ساتھ ساتھ اخلاق سلیقہ آداب سیکھو، عورت کا کام صرف گھر بار سنبھالنا ہے مگر تم میں ہمت ہے اور گھر بار سنبھال کر دوسرے کام بھی کر سکتی ہو تو کرو، آج کل زندگی کے ہر شعبہ میں عورت داخل ہو رہی ہے، مخرب اخلاق کاموں سے بچ کر اچھے کام سیکھو

روحانی ریڈیو



ناشر:۔ مجذوب حیدرآبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے آپکے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو بھی جائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایک ہزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ ہمارے شوقین فن کار سے غزل سن رہے تھے۔ جس کا ایک شعر تھا ؎

سسکیاں لے رہی ہے یہ محفل
نغمے کیا مجھ سے چھیڑے جائینگے!

اب سوشیل امراض کے مشہور معالج ڈاکٹر رفارمر مرض corruption کی تشخیص و علامت پر ایک صحت مند تقریر فرمائیں گے۔

ڈاکٹر رفارمر:۔

لیڈیز اینڈ جنٹلمن!۔

آپنے اخباروں میں پڑھا ہوگا کہ ہماری مہربان حکومت "ہفتہ دق" منا رہی ہے۔ جس کے سلسلہ میں دق کے ٹکٹ فروخت کئے جاکر سرمایہ جمع کیا جائے گا۔ جو لوگ ہنوز دق سے متاثر نہیں ہوئے ہیں۔ اُن کو حفظ ما تقدم کے طور پر B.C.G کے ٹیکے دیئے جائیں گے۔ جن لوگوں کے متاثر ہونے کا شبہ پایا جاتا ہے۔ اُن کا ایکس رے لیا جاکر اُن کو ضروری ہدایات اور مانع دق ادویات دیئے جائیں گے۔ اور جو لوگ متاثر ہو چکے ہیں اُن کا علاج اُن کے اپنے گھروں پر کیا جائے گا۔ وغیرہ۔ دق کی رپورٹوں میں بتایا گیا ہے کہ اس مرض سے اوسطاً ہر منٹ ایک آدمی "قید حیات و بند غم" سے نجات پا جاتا ہے۔ اس طرح کثرت آبادی، قلت اجناس اور برتھ کنٹرول کے مسائل خود بخود حل ہوتے جاتے ہیں۔

دق کے سلسلہ میں ہماری مہربان حکومت اب تک جو کچھ کرتی آئی ہے، جو کچھ کر رہی ہے اور آئندہ جو کرنے والی ہے۔ وہ سب اپنی جگہ پر ٹھیک ہے۔ لیکن ہماری حکومت نے مرض corruption کے انسداد کے سلسلہ میں ابتک کچھ نہیں کیا ہے حالانکہ مرض corruption جس کو عربی میں رشوت، فارسی میں زرِ ناجائز، اردو میں بالائی آمدنی اور ہمارے اشتہار شاہی بوشتا کہتے ہیں۔ ہلاکت اور تعدی کے اعتبار سے دق سے کئی گنا زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ مرض دق سے ہر منٹ صرف ایک آدمی مرتا ہے لیکن مرض رشوت سے ہر منٹ ایک قوم مرجاتا

ہے ۔ ایک ضمیر مر جاتا ہے ۔ انصاف کا خون ہو جاتا ہے ۔ ایمان داری کا دم گھٹ جاتا ہے ۔ قانون کا ہارٹ فیل ہو جاتا ہے ۔ اور آئین و دستور کی روح پرواز کر جاتی ہے ۔ جس طرح دق کا مرض متعدی ہوتا ہے اسیطرح رشوت کا مرض بھی متعدی ہے ۔ جو وزیر سے معتمد کو ، معتمد سے ناظم کو ، ناظم سے مددگار ناظم کو ، مددگار ناظم سے منتظم کو اور منتظم سے اہلکاروں کو لگ جاتا ہے ۔ اس مرض کی ہفتہ واری رپورٹیں پڑھنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آج کل یہ مرض سیاسی لیڈروں اور کانگریسی تنظیم میں وبائی شکل اختیار کر چکا ہے ۔ دق کے بارے میں ڈاکٹروں کا بیان ہے کہ یہ مرض ورا ثتاً باپ سے بیٹے کو اور بیٹے سے پوتے کو نہیں لگتا ۔ لیکن مرض رشوت کے بارے میں سوشل امراض کے ماہرین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مرض رشوت باپ سے بیٹے میں ، بیٹے سے پوتے میں برابر منتقل ہوتا رہتا ہے ۔ جس طرح دق کے جراثیم ہوتے ہیں اسی طرح مرض رشوت کا جرثومہ بھی دریافت ہو چکا ہے ۔ جب ایک وزیر اپنے معتمد کے کان میں کچھ کہتا ہے تو مرض رشوت کے جراثیم کان کے ذریعہ معتمد کے بھیجہ میں داخل ہو جاتے ہیں ۔ اور وہ مرض رشوت میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی طرح ایک ٹھیکہ حاصل کرنے والا یا پرمٹ لینے والا کسی سیاسی لیڈر سے ہاتھ ملاتا ہے تو مرض رشوت کے جراثیم ہتھیلی کے مسامات کے راستے لیڈر کے خون میں پہنچ جاتے ہیں ۔ یا ایک کانگریسی دوسرے کانگریسی کو دیکھ کر ہنستے ہنستے ہوئے قہقہہ لگاتا ہے تو اس کی سانس سے مرض رشوت کے کروڑوں جراثیم نکل کر دوسرے کانگریسی کی ناک میں داخل ہو جاتے ہیں ۔ اور ناک کے راستہ معدہ میں پہنچ جاتے ہیں ۔ جب کوئی ٹھیکہ دار کسی چیف انجینئر کو اپنے گھر پر مدعو کر کے دو گوشتا بریانی اور رم کے کباب سے ضیافت کرتا ہے تو مرض رشوت کے جراثیم بریانی کے ذریعہ چیف انجینئر کے معدہ میں پھر معدہ سے جگر میں اور پھر جگر سے "صالح الکیموس" بن کر چیف انجینئر کے خون میں سرایت کر جاتے ہیں ۔ جب اس چیف انجینئر کے بیٹا پیدا ہوتا ہے تو وہ بھی مرض رشوت سے متاثر رہتا ہے اور ؂

اگر پدر نتواند پسر تمام کند

کے اصول پر مرض رشوت کے پھیلانے میں باپ سے بیٹا دو جوتے آگے ہی ثابت ہوتا ہے ۔

محکمۂ آبکاری میں جب نائب ناظم آبکاری کسی ٹھیکہ دار کو اپنے چیمبر میں طلب کرتا ہے ۔ اور چیمبر میں پہنچ کر ٹھیکہ دار کو چھینک آجاتی ہے تو چھینک سے مرض رشوت کے لاکھوں جراثیم نکل کر نائب ناظم کے حلق میں ، تھوڑا آبکاری کی مثلوں میں اور دفتر کی الماریوں میں داخل ہو جاتے ہیں ۔ جب کوئی اہلکار مثل کو ہاتھ لگاتا ہے تو وہ بھی اس مرض پر مبتلا ہو جاتا ہے ۔ ان حالات پر نظر کرتے ہوئے میں ہماری حکومت سے گزارش کروں گا کہ وہ ازراہ جنتا پروری ' ہفتہ دق کی طرح ہفتہ corruption منائے ۔ تمام وزیروں ' نائب وزیروں ' معتمدین ' نظار ، مہتممان ' مددگاران منتظمان ۔ سیاسی لیڈروں

کھدر پوش جلقوں وغیرہ کا اکسر رہ لیا جائے۔ جو اس مرض سے متاثر پائے جائیں اُن کو فوراً انٹی کرپشن ٹیکہ دیا جائے۔ اگر مرض دوسرے یا تیسرے اسٹیج میں ہے تو فوراً مریض کو مرض رشوت کے سنی ٹوریم" یعنے جیل میں تبدیلی آب و ہوا کے لئے روانہ کرے۔ اور جو لوگ ابھی متاثر نہیں ہوئے ہیں۔ لیکن متاثر ہونے کے آثار پائے جاتے ہیں اُن کو چمبروں اور دفاتر کے بند کمروں میں سے نکال کر دھوپ اور کھلی ہوا میں رکھنے کا انتظام کرے تاکہ یہ لوگ متاثر ہونے نہ پائیں۔ —— محکمہ جات آبکاری سیلس ٹیکس اور انکم ٹیکس میں مرض رشوت کے جراثیم کو ہلاک کرنے والی D.D.T کا چھڑکاؤ کیا جائے۔

مجھے یقین ہے کہ مہربان حکومت میرے اس مشورہ پر جو بلا فیس دیا گیا ہے فوراً عمل کرے گی۔ اور ملک میں وسیع پیمانہ پر ہفتہ مرض کرپشن منائے گی۔

ایک ہزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ سوشل امراض کے ماہر ڈاکٹر رفارمر کی تقریر سن رہے تھے۔ اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ ہمیں اجازت دیجئے۔ جے ہند۔

مشاعرہ بزمِ سعدی

معتمد بزم قمر ساحری صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ مشاعرہ بزم سعدی کا گیارہواں جلسہ ۲۲ر اکتوبر کو رات کے ۸ بجے الریاض حیدر گوڑہ میں بجانب ڈاکٹر رحیم الدین صاحب کمال ڈپٹی کلکٹر منعقد ہے۔
مولوی محمد وحید اللہ خان صاحب وائس پرنسپل لا کالج اس مشاعرہ کی صدارت کریں گے۔ ایرانی شاعرخاتون محترمہ بانو طاہرہ سعید عمر خیام نیشاپوری پر اپنا مقالہ سنائیں گی۔
مدعو حضرات ہی مشاعرہ میں حصہ لے سکیں گے۔

برطانیہ کی خبریں

دیہی علاقوں میں بینائی سے محروم لوگوں کی فلاح و بہبود!

ہندوستانی تربیتی مرکز کے کام کی تعریف

نابینا لوگوں کی فلاح و بہبود سے دل چسپی لینے والی رائل کامن ویلتھ سوسائٹی نے حال ہی میں لندن میں ایک پریس کانفرنس منعقد کی تھی۔ جس میں ہندوستان کے ایک ایسے تربیتی مرکز کی بہت تعریف کی گئی۔ یہ مرکز بمبئی سے شمال میں ۱۰۰ میل کے فاصلہ پر پھالسا کے مقام پر قائم کیا گیا ہے۔ رائل کامن ویلتھ سوسائٹی نے مغربی نائجیریا کے تربیتی مرکز واقع آنکجا سے مسٹر رونالڈ بے لوتارو کو پہلا ڈائرکٹر بنا کر پھالسا بھیجا تھا۔ آنکجا مرکز دیہات کے نابینا لوگوں کو زرعی تربیت دینے کی خاطر ۱۹۵۶ء میں قائم کیا گیا تھا۔ یہ اسکیم اتنی کامیاب رہی کہ یوگنڈا کینیا، شمالی روڈیشیا، ٹانگانیکا اور نیاسالینڈ میں بھی اس قسم کے مراکز قائم کئے گئے۔ پھالسا مرکز کو جس کا رقبہ ۴۲ ایکڑ ہے۔ نابیناؤں کی انڈین نیشنل ایسوسی ایشن، ٹاٹا ٹرسٹ اور سمندر پار کے نابیناؤں کی فلاح سے دل چسپی لینے والے امریکن فاؤنڈیشن نے گزشتہ جنوری میں قائم کیا تھا۔ اس کا مقصد الشر-

کنڈوں کو تربیت دینا ہے تاکہ وہ دیگر مراکز قائم کر سکیں۔ ہندوستان میں نابینا لوگوں کی آبادی (۲۰) لاکھ کے قریب ہے اور ان میں سے (۹۰) فیصدی لوگ دیہات میں رہتے ہیں۔ پھالسا مرکز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے قیام سے قبل نابیناؤں کی تربیت کا کام زیادہ تر شہری علاقوں میں ہوتا ہے۔

ہندوستان برطانوی ہوائی جہازوں کا بہترین خریدار

پہلے آٹھ ماہ کے اعداد و شمار

برطانیہ میں ہوائی جہاز بنانے والوں کی انجمن نے اپنے ایک اعلان میں بتایا ہے کہ سال رواں کے پہلے آٹھ ماہ میں فضائی صنعت نے ۹۸،۳۹۶،۰۰۰ پونڈ کی مالیت کی مصنوعات برآمد کیں۔ اور کہ ہندوستان برطانوی ہوائی جہازوں کا بہترین خریدار ثابت ہوا۔ اس نے زیر نظر عرصہ کے دوران میں ۶،۱۱،۰۰۰ پونڈ کی مالیت کے ہوائی جہاز برطانیہ سے درآمد کئے۔ ہندوستان کے بعد ارجنٹائن۔ امریکہ اور سوئٹزرلینڈ کا نمبر آتا ہے۔ ہندوستان نے ۳،۹۰۲،۰۰۰ پونڈ کی مالیت کے فضائی انجن بھی برطانیہ سے درآمد کئے۔ اس میدان میں اس کا نمبر چوتھا تھا۔ اس سے زیادہ فضائی انجن امریکہ، فرانس اور کینیڈا نے خریدے۔

شیرازہ اصل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا ضمیر

قطعہ

دور رکھ خود کو مکر خائن سے | اور رہ بچ کے ہر اک دائن سے
خدا لغت کہتا ہے زبان سے آج | شہد آتا ہے جو مدائن سے

(نظم شہد)

(آمدہ از نذری باغ)

برطانوی نوآبادیوں کی آزادی کی جانب پیشقدمی

"ڈیلی ہیرلڈ" کا تبصرہ!

بائیں بازو کا برطانوی اخبار "ڈیلی ہیرلڈ" اپنی ۱۳ ستمبر کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ گذشتہ چند روز کے دوران میں جو خبریں موصول ہوئی ہیں ان میں سب سے زیادہ خوش آئند خبر نائیجیریا کی آزادی ہے۔ یوم آزادی پر لاگوس میں منعقد کی گئی ایک محفل رقص میں جب شہزادی الیگزینڈرا نائیجیریا کے [illegible] جشن کے [illegible] رہی تھیں تو وہ ایک نئے دور میں ناچ رہی تھیں۔ پچھلے مہینے اقوام متحدہ میں برطانوی وزیر اعظم مسٹر ہیرلڈ میکمیلن نے بجا طور پر اس حقیقت پر اپنے فخر کا اظہار کیا تھا کہ جنگ کے بعد برطانیہ کی نوآبادیاتی سلطنت کی آبادی ۶۰ کروڑ سے کم ہو کر ۷ کروڑ ۶۰ لاکھ رہ گئی ہے۔ اگر وزیر اعظم نے اپنی تقریر چند روز بعد کی ہوتی تو وہ یہ دعوے پیش کر سکتے تھے کہ ہماری باقی ماندہ نوآبادیوں کی آبادی ہمارے اپنے ملک کی آبادی سے بھی کم ہے۔ نائیجیریا کی آبادی ۳ کروڑ ۴۰ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے اور اس کے آزاد ہو جانے سے برطانوی نوآبادیوں میں صرف ۴ کروڑ ۲۰ لاکھ باشندے باقی رہ گئے ہیں۔ سیرالیون موسم بہار میں آزاد ہو جائے گا۔ باقی کے نصف باشندے کینیا، یوگنڈا اور ٹانگانیکا میں رہتے ہیں۔ (۵۰) لاکھ باشندے شمالی روڈیشیا اور نیاسالینڈ کے ہیں۔ اور جو باقی رہ جاتے ہیں۔ وہ دنیا بھر میں بکھرے ہوئے ہیں۔ بعض تو ایسے جزائر کے رہنے والے ہیں جو اپنے معاشی مسائل کی وجہ سے غالباً کچھ عرصہ اور برطانوی ذمہ داری کے تحت رہیں گے۔ آگے چل کر اخبار مذکور نے لکھا ہے کہ اس بات کی ضرورت ہے کہ برطانیہ نئے آزاد ملکوں کو امداد دینا جاری رکھے۔ اس نے مزید یہ کہا ہے کہ برطانیہ کی دونوں سیاسی پارٹیاں ایمانداری سے ترقی کی خواہشمند نظر آتی ہیں۔ اور کہ یہ بات موجودہ دنیا میں بہت ہی امید افزا ہے۔

برطانوی نوآبادی سیرالیون کی سول سروس

افریقی باشندوں کی بڑھتی ہوئی تعداد

برطانوی نوآبادی سیرالیون اپریل ۱۹۶۱ء میں آزادی حاصل کرے گی۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ اس کی سول سروس میں افریقی باشندوں کی بھرتی کا عمل بڑی تیزی سے جاری ہے۔ اس وقت تقریباً (۶۰) فی صدی اعلیٰ عہدے مقامی لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔ علاوہ ازیں متعدد افریقی باشندے سرکاری وظیفوں پر سمندر پار کے ملکوں میں تربیت پا رہے ہیں اور وہ جلد اپنے ملک میں اعلیٰ عہدے سنبھال لیں گے۔ سیرالیون کے وزیر اعظم نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ آزادی کے بعد سمندر پار کے جو افسران تعمیر و ترقی میں امداد دینے کے لئے سیرالیون میں رہنا پسند کریں گے۔ ان کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

قطعہ

تنگیٔ خوب عمارت سے یہ بد بانی ہے ‖ غلطی ہو گئی کچھ اس میں بھی نادانی ہے
کہتی ہے فصل بہاراں کہ نہیں شک اسمیں ‖ پھول سرسبز ہیں گلزار میں سب پانی ہے

(آمدہ از مدری باغ)

افسانہ

ڈوبتا سورج

عنایت اللہ

(سلسلہ گذشتہ)

پانچ سو ایکڑ زمین بھی کچھ کم نہیں ہوتی۔ اللہ کا دیا بہت ہے شہر میں دو کوٹھیاں کرائے پر چڑھی ہوئی ہیں، ایک بیٹا کپتان دوسرا لفٹنٹ ہے۔ لاکھوں بنک میں ہوگا۔ . . . . اجو کے الفاظ اس کے رگ و ریشے میں اعلیٰ قسم کی شراب کے قطروں کی طرح داخل ہونے لگے۔ اس نے اجو کو ایسی نگاہوں سے دیکھا جن میں تحسین اور تشکر کا ملا جلا سا جھلک تھی۔ اجو کہہ رہا تھا "آرام کیجئے سرکار! یہ مزارع کسی کے سگے نہیں ہوتے۔ ابھی تک خضاب کی اترن پہنے ہوئے ہیں اور آپ کی زمینوں کے مالک بن کر آپ ہی کے سر پر ہنس رہے ہیں"

اجو کے بولنے کے انداز اور باتوں نے اسے ایک بار پھر جاگیردار اور زمیندار بنا دیا۔ اس کی گردن جو سکڑ چلی تھی اکڑ کر بائیں طرف گھوم گئی۔ اس کی نگاہیں ایک اور گھر کے صحن میں جا گریں اس نے تیزی سے اجو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "سنا ہے وہ کمین اشرف نے وہ رشتہ کرنے سے پھر انکار کر دیا ہے"

"ہاں حضور" اجو نے جواب دیا۔ "وہ کہتا ہے کہ لڑکی نقص دار ہے"

"حرام خور" اس نے اپنے مخصوص عتاب آلود لہجے میں کہا "کیا وہ بھول گیا کہ میرے مزارعوں کے رشتے ناطے میری مرضی اور میرے حکم سے طے ہوتے ہیں؟ اسے اپنی مرضی کرنے کی ہمت کیسے ہوئی؟"

"کہتا ہے میں بے عزتی مول نہیں لونگا . . . . . عزت کا سوال ہے سرکار!"

ایک مزارع کی حکم عدولی پر وہ اس قدر برافروختہ ہوا کہ اپنی موجودہ پوزیشن یکسر بھول گیا۔ بولا "کیا وہ بھول گیا ہے کہ میں نے اسے کہا تھا یہ رشتہ اسے کرنا پڑیگا! کیا نقص بتاتا تھا اس لڑکی میں! اس قدر خوبصورت لڑکی ہے . . . . . اس کتے کو میرے پاس بلاؤ کہیں اپنی اصلیت بھول گیا ہے۔ ٹکر کا کمین پیشہ کر روٹی کماتا اور روتا ہے عزت کو۔ کمین کو بھلا عزت اور غیرت سے کیا واسطہ؟ دوسروں کی چاکری کرنے والوں کی عزت ہوتی ہی کہاں ہے؟"

"حضور خود سمجھتے ہیں . . . . ." اجو نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔ "جب کسی انسان کو اس کی چھینی ہوئی طاقت واپس کر کے اسے آزاد کر دیا جاتا ہے تو اس کی سوئی ہوئی رگیں خود بخود جاگ اٹھتی ہیں۔ وہ کمین شاید اب سرکار کا حکم نہیں مانے گا"

"اجو!" اس نے اجو کو حیرت زدہ اور بے چین سی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم نے اس طرح کی باتیں پہلے کبھی نہیں کی تھیں، یہ اتنے الفاظ کہاں سے سیکھ آئے ہو؟"

"سرکار کے حضور میں بہت کچھ سیکھا ہے خیانت" اجو نے ہاتھ جوڑ کر جواب دیا۔ "ہوں . . . . تو وہ آزاد ہو گیا ہے . . ." اس نے طنز آلود دکھ بھرے ہوئے سے لہجے میں کہا "صرف اس لئے کہ حکومت نے اسے بھی میری زمین سے حصہ دے دیا ہے۔ کس نے بتایا ہے اسے کہ وہ اب کمین نہیں رہا؟ حکومت بدلنے سے کمین کی ذات تو نہیں بدلی!"

"پٹواری منشی نے حضور!" اجو نے جواب دیا۔ "پٹواری سب کو بتا گیا ہے کہ نیا قانون بن گیا ہے جس کی رو سے ان زمینوں کے اب تم مالک ہو ——— اب تم کسی زمیندار جاگیردار کے

مزارع نہیں ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

"پٹواری نے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" اس نے دانت پیس کر کہا۔ "پٹواری جس کا سارا خاندان کل تک میرے دانوں پر پلتا رہا ہے، جس کے بچے ہر عید پر میرے دئے ہوئے کپڑے پہنتے رہے۔" "لیکن پٹواری منشی اب وہ پٹواری نہیں رہا حضور!" اجو نے کہا۔ "ہم نے اسے پانچ سیر گڑ دیا تھا۔ اس نے نہیں لیا۔ کہتا تھا اب سب کام مفت کیا کرونگا۔ اس نے سب کے نقشے مفت بنائے ہیں۔ صرف دودھ پیا تھا اس نے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

وہ تپسیل کے سہارے جھک گیا۔ اس کی آنکھیں لال سرخ ہوتی چلی گئیں۔ ہونٹ کپکپائے۔ لیکن کچھ کہہ نہ سکے۔ اسے یوں لگا جیسے ٹانگیں اس کا بوجھ اٹھا نہ سکیں گی۔ اگر اجو پیل نہ پڑتا تو شاید وہ کانپ کر گر پڑتا۔

"وہ لڑکی بہت حسین ہے حضور!" اجو نے کہا۔ "ہے تو غریب مزارع کی بیٹی لیکن عقل و صورت سے شہزادی معلوم ہوتی ہے۔ لوگوں نے اس کے ساتھ ایک قصہ جوڑ رکھا ہے۔ ابھی ایک غریب مزارع کا بیٹا اشرف کے ساتھ شادی نہیں کرتا ہے"

"گویا وہ لڑکی بدنام ہے؟"

"جی سرکار! ایک آدمی ہے جس کے ساتھ یہ لڑکی ۔ ۔ ۔ ۔"

"کون ہے وہ آدمی؟" اس نے خفکت خوردہ سے لہجہ سے پوچھا۔

"حضور! جناب کا نمک کھایا ہے۔ کیسے عرض کروں؟ معافی چاہتا ہوں۔" اجو نے نظریں اس کے پاؤں پر گاڑ دیں۔

"کون ہے وہ؟" اس نے اب کے پورے غصے سے پوچھا۔

"آپ کا بڑا صاحبزادہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

جب اس نے اپنے بیٹے کا نام سنا تو اچھل کر سیدھا ہو گیا۔ غصے سے اس کے نچلے دانت بجنے لگے۔ پھر اب آواز میں بولا: "کیا یہ قصہ سچ ہے اجو؟"

"کسی قصے کا سچا ہونا ضروری نہیں ہوتا سرکار!" اجو نے جواب دیا۔ "قصہ قصہ ہی ہوتا ہے لیکن بدنامی ہو جاتی ہے اور جب ایک قصہ غریب کی بیٹی کے ساتھ جوڑا جاتا ہے تو بغیر کسی ثبوت کے سچ مان لیا جاتا ہے حضور!"

"اجو! تم جاؤ ۔ ۔ ۔ ۔" اجو جانے لگا تو اس نے کہا۔ "اور سنو! بڑے صاحبزادے کو اوپر بھیجتے جانا۔"

اس کا بڑا بیٹا اکرم خاں ایک مہینے کی چھٹی پر آیا ہوا تھا۔

جب اجو چلا گیا تو اس نے دور پرے پیپل کی شاخوں میں نگاہیں گاڑ دیں۔ پھر وہ پیپل کے اردگرد پھیلے ہوئے خلا میں کھو گیا۔ اسے یاد آیا کہ تین ہی برس پہلے یہ لڑکی اپنے بھائی اور باپ کے ساتھ یہاں کے گھر آئی تھی۔ اس کا باپ نوکری کی تلاش میں تھا۔ وہ کھیتی باڑی اور ہل سے ناواقف تھا۔ لیکن اسے نوکری مل ہی گئی تھی۔ اس نے اس مزدور کو ایک اچھی قسم کا جھونپڑا اور پیپل کے ساتھ کی چار ایکڑ زمین دے کر کہا تھا کہ "وہاں کام کرو" اور اس کے ساتھ ایک اور مزارع لگا دیا تھا تاکہ وہ ہل چلانا اور کھیتی باڑی کے دیگر کام سیکھ جائے۔ صرف یہی نہیں اس نے انہیں ایک گائے بھی دی تھی اور لڑکی کے باپ کو کہا تھا "یہ تمہاری بچی کیلئے ہے بچی کو دودھ پلاتے رہنا اور اسے دھوپ میں باہر نہ نکلنے دینا۔" اس وقت لڑکی کی عمر صرف تیرہ سال کے

تیرہ برس کی تھی۔ صنف نازک کا تمام تر حسن اور رعنائیاں جیسے اس تیرہ برس کی لڑکی میں سمو دی گئی تھیں۔ مفلسی اور نیم فاقہ کشی بھی اس کے حسن کا کچھ نہ بگاڑ سکی تھی۔

جب اس نے اس مختصر سے خاندان کو نوکری دی تھی اسوقت اچو اس کے ساتھ تھا۔ لڑکی کے چلے جانے پر اس نے بائیں آنکھ بند کرکے اچو کو رازداری سے کہا تھا "پنیری اچھی ہے اچو!" اور اچو نے اس کی ٹانگیں دباتے ہوئے کہا تھا "تین برس اور حضور! سرو کا بوٹا بن جائیگی۔" اور اس کے ہونٹوں کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ایسی مسکراہٹ پھیل گئی تھی جس میں جانے کتنے سرو کے بوٹے مرجھا گئے تھے۔

اور آج وہ تین برس گذرنے کا انتظار کر ہی رہا تھا کہ مزارعوں نے اس کے اپنے ہی بیٹے کو اس کے ساتھ وابستہ کر دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ قصہ غلط نہیں ہوگا۔ باپ کے سینے میں بیٹے کے خلاف رقابت کی چنگاری سلگی۔ جسے اس نے اندر ہی اندر بجھا لینے کی سر توڑ کوشش کی۔

"آپ نے بلایا ہے ابا جان؟"

اکرم خاں کی پُرشباب آواز نے اُسے بیل کے ارد گرد پھیلے ہوئے خلا میں سے نکال لیا۔ اس نے گھور کر دیکھا اور اپنے آپ میں آتے ہوئے اکرم سے اس قصے کے متعلق پوچھا۔

"ابا جان! یہ بالکل بے بنیاد ہے،" اکرم نے اسے بتایا۔ "بات صرف اتنی ہوئی تھی کہ لڑکی میں لڑکیوں والی جھجک نہیں ہے۔ اس روز میں شکار سے لوٹ رہا تھا تو وہ کھیتوں میں میری راہ میں آ گئی۔ ہنستے ہنستے کہنے لگی۔ سرکار ریجا! کسی روز غریبوں کو بھی شکار کھلا دیجئے نا!" ابا جان وہ معصوم سی لڑکی ہے، میں نے اسے ایک تیتر، ایک فاختہ اور دو کبوتر دے دئیے۔ پرسوں میں پھر شکار سے واپس آ رہا تھا تو وہ پھر رستے میں ملی اور بھکاریوں کے انداز میں مسکرائی۔ میں نے اسے چار پانچ پرندے دے دئیے۔ ہاں، ابا جان! اس سے ایک دو روز پہلے میں شام کو گاؤں سے لوٹ رہا تھا تو وہ راستہ میں بیٹھی مل گئی۔ اس کے پاؤں میں موچ آ گئی تھی اور اس سے چلا نہیں جاتا تھا۔ میں اسے اپنے پیچھے گھوڑے پر بٹھا لایا تھا۔"

"اور جانتے ہو کہ اس کا نتیجہ کیا نکلا ہے؟"

"جانتا ہوں ابا جان!" اکرم نے کہا "بیوقوف دیہات کے مزارعوں نے بات کا بتنگڑ بنا دیا ہے اور ایک غلیظ سی کہانی ہر طرف پھیل گئی ہے۔ مجھے اپنی رسوائی کا ڈر نہیں۔ افسوس اس بات پر ہو رہا ہے کہ اس کا منگیتر اشرف اس سے بدظن ہو گیا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ مزارعوں کی ساری برادری نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اس لڑکی کا رشتہ مزارعوں کا کوئی گھر قبول نہیں کرے گا۔ لڑکی کا باپ سو سو آنسو روتا ہے اور میری منتیں کرتا ہے کہ میں لوگوں کو سمجھاؤں۔ میں نے سب کو سمجھانے کی بہت کوشش کی ہے لیکن وہ نہیں مانتے۔ بات کچھ بھی نہیں لڑکی جس قدر خوبصورت ہے اس سے کہیں زیادہ بھولی بھالی اور پاک ہے، لیکن مزارعے اپنے فیصلے پر قائم ہیں۔"

"کمینوں کی یہ ہمت؟" باپ نے جھنجھلا کر کہا۔ "میں سب کو یہاں بلاؤنگا اور . . . ."

"لیکن اباجان!" اکرم نے خود اعتمادی سے کہا۔ "آپ ایسے وقت کی بات کرتے ہیں جو گذر گیا ہے۔ اب آپ ان مزارعوں کو اپنے فیصلوں اور خواہشوں کا شکار نہیں بنا سکتے ہیں۔"

"تو جائیں جہنم میں حرام خور!" اس نے یوں اطمینان سے کہا کہ جیسے اس نے فی الواقع تمام مزارعوں کو جہنم میں پھینک دیا ہو۔ اور ان سے زمینیں چھین کر پھر اپنے قبضہ میں کر لی ہوں، بولا "میں جانتا ہوں وہ کتنی کچھ عزت اور غیرت والے ہیں۔ اکرم! غریب آدمی کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ عزت اور غیرت صرف ہمارے ہاں ہوتی ہے اونچے گھرانوں میں۔ تم اب انہیں کچھ نہ کہو۔ اگر وہ لڑکی تمام عمر کنواری رہتی ہے تو رہنے دو۔ ہمیں کیا؟"

"لیکن اباجان!" اکرم نے کہا۔ "وہ میری وجہ سے بدنام ہوئی ہے۔ اس کی سزا اس اکیلی کو کیوں ملے؟ اگر اس نے جرم کیا ہے تو میں بھی برابر کا مجرم ہوں۔"

"تم ان نمک حراموں میں دلچسپی لینا چھوڑ دو اکرم!" اس نے نصیحتہً کہا۔ "ہمارے پاس کل پانچسو ایکڑ اراضی رہ گئی ہے۔ اس کے لئے دیانتدار سے مزارعے تلاش کر لو اور اس لڑکی کے جھنجھٹ میں نہ پڑو۔"

"نہیں اباجان!" اکرم نے گہرا سانس لیا اور باپ کے سینے پر نظریں گاڑتے ہوئے بولا۔ "میں اس لڑکی کے ساتھ شادی کر رہا ہوں۔"

"کیا کہا تو نے؟" وہ یوں کانپتی ہوئی آواز میں بولا جیسے اس کا قلعہ نما دو منزلہ مکان بنیادوں تک ہل گیا ہو۔ "میں اس کو بیاہ لاؤں گا اباجان!"

"مزارع کی بیٹی کو بیاہ لاؤ گے؟ کمین کی لڑکی کو میری بہو بناؤ گے؟"

"ہاں اباجان! میری چھٹی کے دس روز باقی ہیں۔ اس کے بھائی اور باپ کے ساتھ بات طے کر لی ہے، لڑکی بھی رضامند ہے۔ میں اسے ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

"اکرم!... " وہ غصے میں بولا لیکن کچھ کہہ نہ سکا۔

"اباجان!" اکرم نے کہا۔ "مجھے اس لڑکی سے محبت ہے۔"

اس نے فصیل پر ہاتھ رکھ دئے اور سر جھکا لیا۔ اسے پہلی بار محسوس ہوا کہ وہ ساٹھ برس تج چکا ہے اور اب بہت بوڑھا ہو گیا ہے اور اس کی تین بیویوں میں سے تیسری کی عمر بمشکل اکیس برس ہے۔ اکرم اسے تھامنے کو آگے بڑھنے لگا تو وہ فصیل پر جھک کر دہرا ہو گیا اور پھر سیدھا نہ ہو سکا۔

سورج غروب ہو چکا تھا!!؟ (ماخوذ)

جان کیری گن!

اتحادی سبھا کا اجلاس، صدارتی انتخاب اور اخباری نمائندے!

امریکہ میں ان دنوں اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن اپنے وسائل پر قدرے بوجھ محسوس کر رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ایک طرف اتحادی جنرل اسمبلی کا اجلاس شروع ہے جس کے متعلق خبروں اور مضامین کی نشر و اشاعت کے بارے میں ان پر ذمہ داری ہے دوسری طرف صدارتی انتخابی مہم کے متعلق خبروں وغیرہ کی مسلسل فراہمی کا سوال ہے۔ نامہ نگاروں، کیمرہ مینوں، ٹیکنیشنوں اور دوسرے لوگوں کو جو صدارتی امیدواروں کینیڈی اور نکسن کی سرگرمیوں کے متعلق اطلاعات فراہم کر رہے ہیں۔ ایک لحاظ سے زیادہ مشکل کام کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ امیدوار ملک کے بیشتر مقامات میں تقریریں وغیرہ کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ انہیں بھی ان کے ساتھ ساتھ گھومنا پڑ رہا ہے اس لئے انہیں آمد و رفت کا ایک بڑا مسئلہ درپیش ہے۔ کیونکہ انہیں سفر میں اپنا سامان بھی جگہ جگہ لے جانا پڑتا ہے۔ بعض اوقات انہیں محض اس لئے بھی طویل وقت تک رکنا پڑتا ہے تاکہ اگلے دن انہیں لانڈری سے کپڑے دھل کر مل جائیں۔ نامہ نگاروں کو تو فوراً اپنی خبریں بھیجنی پڑتی ہیں اور جہاں بھی موقعہ ملتا ہے وہ اپنا ٹائپ رائٹر لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کبھی کبھی تو وہ اپنی گود میں ٹائپ رائٹر رکھ کر ٹائپ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اتحادی جنرل اسمبلی کے متعلق خبریں فراہم کرنے والوں کا کام آسان تر ہے ان کے کام کی جگہ مقرر ہے اور پریس، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے نمائندوں کے لئے بیٹھنے اور کام کرنے کے انتظامات عموماً نہایت اعلیٰ ہیں۔

بلاشبہ صدارتی امیدواروں کے عملے میں پریس سکریٹری بھی شامل ہیں جو اخباری نمائندوں کے لئے انتخابی مہم کی خبروں کی فراہمی کے سلسلے میں حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس مقصد کے لئے ٹرانسپورٹ کے انتظامات میں تال میل پیدا کرتے ہیں۔ ضرورت پڑنے پر معلومات مہیا کرتے ہیں اور تقریروں کے متن وغیرہ فراہم کرتے ہیں۔ بعض نامہ نگاروں کی ضرورتیں غیر معمولی طور پر خاص قسم کی ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر جب گزشتہ ہفتہ نائب صدر نکسن سان فرانسسکو میں اپنی تقریر ختم کر چکے تو ان کی پریس پارٹی کا ایک رکن اپنے دفتر کو بھیجنے کے لئے نزدیک ترین ہوٹل کی طرف چل پڑا لیکن راستے میں وہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور اس کے ٹخنے میں موچ آگئی۔ نائب صدر کے پریس سکریٹری نے انہیں اٹھایا اور ہوٹل میں پہنچا دیا۔ وہاں نائب صدر کے نجی ڈاکٹر نے اس کا فوراً علاج کیا۔ یہ واقعی ایک بڑی خدمت تھی۔ اور جب صدارتی امیدواروں نے جو تازہ ترین دورہ کیا اس میں پچاس ساٹھ نامہ نگاران کے ساتھ تھے۔ ہر گروپ نے ایک ہفتے میں ۲۰ بڑے بڑے اڈے اور تقریریں وغیرہ کیں۔ یہ پروگرام ہر ایک کے لئے مشکل تھا خواہ وہ امیدوار تھا، عملے کا رکن تھا یا ساتھ جانے والا نامہ نگار۔ لیکن انتخاب کے دن تک جس میں ابھی پانچ ہفتے باقی ہیں اس کے سوائے کوئی چارہ نہیں ہے۔ جن پہلوؤں کو ابھی تک سینیٹر کینیڈی یا

قطعہ

دیکھ لے تو گل بھی ہیں گلشن میں آج	شمع بھی جلتی رہی مدفن میں آج
جھولی ہو خالی کبھی ممکن نہیں	دانۂ گندم بھی ہیں خرمن میں آج

(آمدہ از نذری باہوں)

نائب صدر کو اما لنا ٹی دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ انہوں نے انہیں ٹیلی ویژن پر دیکھا ہے۔ ملک بھر کے اخباروں اور رسالوں کے ایڈیٹروں کے نام مراسلات سے اس بات کا کافی ثبوت ملتا ہے کہ عوام ہر امیدوار کا بغور مطالعہ کر رہے ہیں۔ اور جو کچھ وہ کہتا ہے اس کا جائزہ لے رہے ہیں۔ دونوں امیدواروں کے متعلق ٹیلی ویژن پر زیادہ رپورٹیں موصول ہو رہی ہیں۔ اور ان کی طرف سے دیئے جانے والے دلائل پر عوام میں بحث ہو رہی ہے۔ اس سے بہت سے لوگوں کا خیال ہو گیا ہے کہ انتخابی مہم کے متعلق عوام کی دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے۔ ٹیلی ویژن پر دونوں امیدواروں میں ملاقات کا سلسلہ گذشتہ سوموار سے شروع ہو گیا ہے۔ دونوں امیدوار اچھے مقرر ہیں۔ ایک رسالے کی طرف سے حال ہی میں کانگریس کے اراکین کی رائے لیگئی تھی جس کے مطابق دونوں امیدوار اپنی پارٹیوں میں ٹیلی ویژنی "شخصیتوں" کے طور پر بلند ترین مقام رکھتے ہیں۔ یہ یقینی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ بہت دلچسپ ہوگا اور ملک کے لوگ بہت بھاری تعداد میں انہیں ٹیلی ویژن پر دیکھیں گے۔ یاد رہے کہ دونوں امیدوار انتخاب ہونے تک مزید تین بار ٹیلی ویژن کے مباحثے میں شامل ہوں گے۔

وظیفہ مسعود جنگ وقف

نواب مسعود جنگ وقف فنڈ سے سالانہ (۱۰۰) روپیے کی مالیت کا ایک وظیفہ ایسے امیدوار کو عطا کیا جائے گا جو ریاستی حکومت کے محکمہ تعلیمات یا تلنگانہ علاقے کے کسی مسلمہ تعلیمی ادارے کے کسی ملکی نان گزیٹڈ مدرس یا اہلکار کا (خواتین بھی شامل ہیں) لڑکا ہو اور جس نے امتحان ایچ۔ ایس۔ سی۔ منعقدہ مارچ ۱۹۶۰ء میں اعلیٰ نشانات کے ساتھ کامیابی حاصل کی ہو اور جو اب تلنگانہ علاقے کے کسی کالج میں پی۔ یو۔ سی۔ میں تعلیم پا رہا ہو۔ اس لئے ایسے امیدواروں سے مقررہ فارم پر درخواستیں مطلوب ہیں جو ناظم تعلیمات کے پاس ۳۱ر اکتوبر ۱۹۶۰ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔ درخواستوں کے فارم ناظم تعلیمات یا ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل افسروں یا انسپکٹریس آف گرلز اسکولس کے دفاتر سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ (اطلاعات)

قطعہ

روز و شب دل میں ہوا میدیہ یارب کبتک | رات دن آتی رہے عید یہ یارب کبتک
دیکھنے کیلئے یہ کرب و بلا باب نجف | روز و شب ہوتی رہے دید یہ یارب کبتک

(آمدہ از زندہ باغ)

ڈاکٹر ایمنوئل آر پیور

تخفیف اسلحہ اور امریکی معیشت۔ ایک سائنسدان کا نظریہ

ہم وقتاً فوقتاً سمندر پار ملکوں میں ظاہر کی جانے والی یہ رائے سنتے رہتے ہیں کہ اگر امریکہ کو اپنے دفاعی سامان کی تیاری کے اخراجات میں بھاری کمی کرنی پڑے تو اسے شدید اقتصادی مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا یہ رائے اس مفروضہ کی پیداوار ہے کہ امریکہ کی خوشحالی کا دارومدار اسلحہ سازی پر ہے۔ اس لئے تخفیف اسلحہ ہماری معیشت پر اثر انداز ہوگی اور وسیع پیمانے پر بے روزگاری پیدا ہوگی۔ ایسی آراء اور مفروضہ جات اُن مقامات میں بظاہر معقول معلوم ہوتے ہیں جو ہمارے ساحلوں سے دُور واقع ہیں اور بلاشبہ ایسے ہی دُور افتادہ مقامات میں یہ سنے جاتے ہیں۔ یا اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن ہمارے شہریوں کے لئے جن کا ہماری پیچیدہ اقتصادی زندگی سے براہ راست تعلق ہے یہ ہولناک پیشگوئیاں درحقیقت کوئی بنیاد نہیں رکھتیں تاہم مجھے یہ نظریہ کہ تخفیف اسلحہ سے امریکہ میں فاضل انسانی قوت پیدا ہوگی اس قابل معلوم ہوتا ہے کہ اس پر کچھ بحث کی جائے خواہ اس کا مقصد غلط فہمی دور کرنا ہی ہو۔ اور ایک ایسے شخص کے طور پر جو کافی برسوں سے سائنسی تحقیق ومطالعہ اور سرکاری وغیر سرکاری کاموں۔ فوجی اور غیر فوجی مقاصد میں۔ مصروف رہا ہو میں سائنسی اور انجینیری انسانی قوت کی اصطلاح میں اس نظریہ پر بحث کروں گا۔ جو آج بہت حد تک دفاعی سامان کی تیاری میں مصروف ہے۔ اگر ہم ایسے سامان کی تیاری بند کردیں تو کیا وہ سائنسدان، انجینئر اور ماہر بیکار ہو جائیں گے جو اب دفاعی کاموں میں مصروف ہیں؟ اس کا واضح جواب ہے۔ "نہیں" کوئی بھی شخص جو امریکی معیشت، ہماری سائنس اور ہماری ٹیکنالوجی کی قوتِ متحرکہ کو سمجھتا ہو اس کے برعکس سوچ سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دفاع اور اسلحہ سازی کے شعبوں میں ایسے لوگ کام کرتے ہیں جن کی قابلیتوں اور صلاحیتوں کی غیر فوجی کاموں میں سخت ضرورت ہوتی ہے۔ کارخانوں، یونیورسٹیوں۔ تحقیقی اور فنی اداروں غرض کہ آپ جہاں بھی جائیں توسیع کی ضرورت کا مشاہدہ کریں گے۔ ہر جگہ نئی لیبارٹریوں کی ضرورت ہے اور تحقیق وٹیکنالوجی کے نئے نئے شعبوں کی کھوج کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ لیبارٹریاں بنانے اور ان میں کام کرنے اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے نئے نئے شعبوں کی کھوج کرنے کے لئے انسانی قوت کی کمی ہے۔ غیرفوجی اداروں میں خواہ انہیں حکومت چلاتی ہے یا نہیں انسانی قوت کی کمی ہے کیونکہ دفاعی ضروریات کی وجہ سے وہاں کمی بنی ہوئی ہے۔ اگر اسلحہ سازی بند ہو جائے تو ایسی انسانی قوت کی کمی کسی حد تک دُور ہو جائے گی گو وہ مانگ کو دیکھتے ہوئے زیادہ نہیں ہوگی۔ اس کی دو اہم وجوہ ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلحہ سازی اس وقت ہماری کل ملکی پیداوار کا محض دسواں حصہ ہے۔ یہ پہلی وجہ ہے۔ دوسری وجہ ہے غیرفوجی اداروں میں سائنسدانوں اور ماہروں کی بڑھتی ہوئی مانگ۔

آیئے ہم مختصراً امریکی صنعت کی زیادہ تر ضروریات کا جائزہ لیں۔ یہ ہماری بہت سی صنعتوں۔ بلاشبہ ہماری

قطعہ

راحتِ قلب وجگر آج یہ دلبند میں رہے | ذائقہ بادۂ رنگیں کا عجب قند میں رہے
کہتا جاتا ہے یہی حُبِّ وطن اے عثماں | بانیٔ مُلکِ دکن (آصفجاہ اول) بھی تو سمرقند میں رہے

(آمدہ از نذری بلدغ)

بہت سی انفرادی ذہنوں کے متعلق — سچ ہے کہ اُن کی بقا کا زیادہ تر انحصار ان نئی معلومات پر ہے۔ جو سائنس نے مہیا کی ہیں۔ اور ان نئی مصنوعات پر بھی ہے جو فنی ترقیوں اور دریافتوں کا نتیجہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صنعت مجموعی طور پر سائنسی اور انجنیری سرگرمیوں، اپنے ٹیکنیکل عملہ میں اضافہ اور نئی لیبارٹریوں اور تحقیق گاہوں کی تعمیر کے لئے زیادہ سے زیادہ روپیہ دے رہی ہے۔ ایسی توسیع پر ہی ہماری صنعت نشو و نما پا رہی ہے اور ساری معیشت کی ترقی ہو رہی ہے۔ فوجی ضروریات نے اس توسیع پر جو پابندیاں عاید کر رکھی ہیں اگر وہ نہ ہوتیں تو صنعت کی ترقی کی رفتار یقیناً بہت تیز ہوتی۔ سائنس، انجنیری اور ٹیکنالوجی میں مزید توسیع کی تحریکوں اور ضرورتوں کو تسلیم کیا جاتا ہے لیکن وہ تب تک پوری نہیں ہو سکتیں جب تک اعلیٰ تربیت یافتہ انسانی قوت دفاعی سرگرمیوں میں مصروف رہے گی۔

لندن میں دفتری ساز و سامان کی عظیم نمائش!

ایک اطلاع مظہر ہے کہ لندن میں ۳ر اکتوبر سے دفتری ساز و سامان کی ۴۸ ویں نمائش شروع ہے۔ دفتری سامان تیار کرنے والی برطانوی صنعت نے اتنی بڑی نمائش پہلے کبھی منعقد نہیں کی تھی۔ دفتری ساز و سامان کا کاروبار کرنے والوں کی انجمن کے ایک ترجمان نے بتایا ہے کہ برطانیہ اس وقت دنیا کے ۵۰ فیصدی ملکوں کو دفتری ساز و سامان سپلائی کر رہا ہے اور کہ برآمدات میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ نمائش میں جو کہ ۱۲ر اکتوبر کو ختم ہوگی کئی قسم کی اشیا پیش کی گئی ہیں۔ مثلاً گنتی کرنے والی مشینیں، پرنٹنگ اور کمپوزنگ مشینیں، سکے گننے والی مشینیں، چیکوں پر دستخط کرنے والی مشینیں وغیرہ وغیرہ۔

برطانیہ کی پینٹ انڈسٹری کے ماہر کا ہندوستانی دورہ

معلوم ہوا ہے کہ برطانوی ماہر مسٹر پی۔ وائٹلے جو گذشتہ ۱۸ برسوں سے اپنے ملک کی رنگ روغن کی صنعت میں کیمسٹ کے طور پر کام کر رہے ہیں، اس ماہ ہندوستان کا دس روزہ دورہ کریں گے۔ موصوف یہاں رنگ روغن کی ریسرچ اور عمارت سازی کی ترقیوں کا جائزہ لیں گے۔ نیز وہ متعلقہ ہندوستانی افسران کے ساتھ اس میدان میں برطانیہ کی حالیہ ترقیوں پر تبادلۂ خیالات کریں گے۔ ہندوستان میں مسٹر وائٹلے نئی دلی، رڑکی اور کلکتہ جائیں گے۔ اس کے بعد وہ مشرق بعید اور آسٹریلیا کے دورہ پر روانہ ہو جائیں گے۔

دنیا میں سب سے بڑا مسافر ہوائی جہاز

برطانیہ کی وِکرز کمپنی نے سپر وی۔ سی ۱۰ جیٹ ہوائی جہاز کا ایک ایسا ڈیزائن تیار کیا ہے جو اسے دنیا کا سب سے بڑا مسافر ہوائی جہاز بنا دیگا۔ سپر وی سی ۱۰ ۱۸۶ فٹ لمبا ہے اور اس میں ۲۱۲ مسافر بیٹھ سکتے ہیں۔ نئے ڈیزائن کے مطابق اس کی لمبائی میں ۲۸ فٹ کا اضافہ ہو جائے گا اور اس میں ۲۲۲ مسافروں کے لئے گنجائش نکل آئے گی۔ یہ ہوائی جہاز "فرینکفرٹ تا ٹوکیو" اور "روم تا نیویارک" جیسے روٹوں کے لئے بہت موزوں ہوگا۔

قطعہ

لذتِ بادۂ ترِ رند کو پانی میں رہی | خوبیٔ ذاکر کی سخن شرح بیانی میں رہی
رنگ کہتا ہے قلم کا یہی حسنِ تازہ سے آج | خوبیٔ بہزاد کی یہ خاکہ نمائی میں رہی

(آمدہ از ندری بابا)

جان کیری گن۔

امریکہ کا تعلیمی منظر!

پچھلے دنوں جب گرمی کی چھٹیوں کے بعد امریکی طلباء سال ۶۱-۱۹۶۰ء کے تعلیمی سال کے لئے اسکولوں میں واپس گئے تو بہت سے امریکی گھروں میں سیاست اور اولمپک کھیلوں کی بجائے اسکول ہی عام طور پر بحث کا موضوع تھے امریکہ میں عام طور پر "لیبر ڈے" (مزدوروں کا دن) کے بعد اسکول دوبارہ کھلتے ہیں۔ جو ستمبر کے پہلے سوموار کو منایا جاتا ہے۔ روایاتی طور پر یہ موسم گرما کا آخری دن ہوتا ہے کچھ اسکول اس سے پہلے بھی کھل جاتے ہیں۔ لیکن یونیورسٹیاں ستمبر کے آخری دنوں میں کام شروع کرتی ہیں۔ امریکہ میں آج جو جامع و پیچیدہ تعلیمی نظام پایا جاتا ہے اگرچہ اس پر تفصیل سے تبصرہ نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم اس میں کئی ایسی باتیں ہیں جن سے اس کے بعض دلچسپ پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ امریکہ میں کل کتنے طلباء ہیں؟ اس کے جواب میں اعداد و شمار کے مختلف تخمینے پیش کئے جاتے ہیں۔ لیکن تمام تخمینے ۴ کروڑ ۸۰ لاکھ کے آس پاس معلوم ہوتے ہیں۔ یعنی ملک کی چوتھائی آبادی سے کچھ زیادہ۔ طلباء کی بھاری تعداد ابتدائی اور ثانوی اسکولوں میں زیر تعلیم ہے جبکہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم پانے والوں کی تعداد چالیس لاکھ بتائی جاتی ہے۔ تعلیم کے متعلق بعض نمایاں مسئلے کیا ہیں؟ معلمون اور اسکولوں کی کمی بہت دیرینہ ہے۔ اور وہ ابھی تک بنی ہوئی ہے۔ درحقیقت چند برسوں سے نئے معلموں کو زور شور سے

تربیت دی جا رہی ہے۔ مثال کے طور پر گذشتہ موسم بہار میں اپنی تربیت مکمل کرنے والے معلموں کی تعداد ایک برس پہلے کے مقابلے میں آٹھ فیصد زیادہ تھی۔ جہاں تک اسکولوں کا تعلق ہے دوسری عالمی جنگ کے بعد ان کی تعمیر میں بھاری اضافہ ہوا ہے۔ آج کل جتنی سرکاری عمارتوں کی تعمیر ہو رہی ہے ان میں اسکولوں کی تعداد ۲۰ فیصد ہے۔ اور زمانہ مابعد جنگ میں بنے ہوئے اسکولوں میں ملک کے بچوں کی نصف تعداد جلد ہی تعلیم حاصل کر رہی ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی اسکولوں میں طلباء کا داخلہ بڑھ رہا ہے اندازہ ہے کہ امسال گذشتہ برس کے مقابلے میں تقریباً ۲۰ لاکھ زیادہ طلباء اسکولوں میں داخل ہوئے ہیں۔ مایوس کن بات یہ ہے کہ نئی عمارتوں کی تعمیر اور مزید معلموں کی بھرتی نئے طلباء کے داخلہ کے لئے بمشکل کافی ہے بلاشبہ حالت اتنی خراب نہیں ہے۔ تاہم اگر بعض اسکولوں میں طلباء کی بھیڑ بھاڑ کو کم کرنا اور معلموں کی زائد تعداد سے احتراز کرنا مقصود ہے تو اس کے لئے عظیم کوششیں جاری رکھنی ہوں گی۔ معلم، سرکاری افسر اور عوام عموماً ان مسئلوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس طویل جدوجہد کو کامیاب بنانے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ جو ان مسئلوں کو حل کرنے کے سلسلے میں جاری ہے۔ نئے تعلیمی تکنیک کیا ہیں؟ جماعت کے نقشوں سے لے کر لیکچر دینے کے طریقوں تک بہت سی تکنیکوں کا ذکر کیا جا سکتا ہے تاہم اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ تربیت دینے کے متعلق بعض نئی چیزوں نے عوام میں بھاری مقبولیت حاصل کی ہے۔ اور ان میں ٹیلی ویژن کے ذریعہ تعلیم کا پرچار بھی شامل ہے۔ آٹھ یا دس برس پہلے ٹیلی ویژن کے ذریعے کہیں کہیں تعلیم دی جاتی تھی۔ لیکن آج امریکہ میں ۵۰ تعلیمی ٹیلی ویژن اسٹیشن ہیں۔ نیویارک شہر کی "مارننگ ری سوڈر سنرائز سمسٹر"

قطعہ

کس طرف بادِ شمالی چل گئی | بوئے گل جامہ میں دیکھو ِمل گئی
کہتا ہے گُلگیر یہ پیشِ لگن | شمع پروانوں کے آگے جل گئی

(آمدہ از زندری باغ)

ے عالیہ تخمینوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقریباً ۶۰۰ سرکاری اسکولوں اور ۱۰۰۰ سے زیادہ یونیورسٹیوں میں ٹیلی ویژن براہ راست تعلیم کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ حالیہ برسوں میں ۶ لاکھ سے زیادہ طلباء اس ذریعہ تعلیم سے مستفید ہونے لگے ہیں۔ اگرچہ یہ اسکولوں اور معلموں کی کمی کے مسئلوں کا پورا جواب نہیں ہے تاہم تعلیمی حکام اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہیں کہ ٹیلی ویژن معلموں اور اسکولوں کے کام کو زیادہ موثر بنا کر ان مسائل پر قابو پانے میں مدد دے سکتا ہے۔ ٹیلی ویژن معلم کے لئے ایک اہم ذریعہ ہو سکتا ہے اور آئندہ برسوں میں اس کا استعمال متواتر بڑھتا جائے گا۔ والدین تعلیمی منظر میں کیوں کر آتے ہیں؟ بلاشبہ وہ ملک کے سرکاری اسکولی نظام کے لئے ٹیکسوں کے ذریعہ بھاری سرمایہ فراہم کرتے ہیں۔ اور مقامی اسکول بورڈوں کے نمائندوں کے انتخاب کے ذریعہ اس کے نظم و نسق کی ذمہ داری میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ لیکن والدین "والدین اور معلموں کی مقامی تنظیموں" میں بھی شمولیت کر سکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔ ان تنظیموں میں شرکت رضاکارانہ ہے۔ اور وہ برسوں تک والدین اور معلموں کے لئے ایک مشترکہ بات پر بات چیت کرنے اور مل کر کام کرنے کے لئے ایک نہایت موثر اور خوشگوار ذریعہ ثابت ہوئی ہے یہ مشترکہ بات ہے قوم کے بچے اور انہیں تعلیم دینے کا بہترین ذریعہ۔ اس کام میں جو دلچسپی لی جا رہی ہے اس کے متعلق والدین اور معلمین کی ملکی کانگریس نے اپنی رپورٹ میں بتایا ہے کہ ملک بھر میں والدین و معلمین کی تنظیم کے اراکین کی تعداد تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ ہے جو گذشتہ برس کے مقابلے میں ۴ لاکھ سے زیادہ ہے۔ آخیر میں سوال کیا جا سکتا ہے کہ نسلی علیحدگی کے خاتمہ کی رفتار کیا ہے؟ اصل میں یہ سوال اس مضمون کے شروع میں اٹھایا جا سکتا تھا۔ بہر حال سنہ ۱۹۵۹ء میں عدالت عالیہ کے فیصلے کے بعد اسکولوں میں نسلی علیحدگی ختم کرنے کے معاملے میں بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ ۱۷ار جنوبی ریاستوں میں جہاں روایاتی طور پر نیگرو اور گورے بچوں کے لئے الگ الگ اسکول قائم ہیں۔ نسلی اتحاد کی رفتار سست ہے۔ بہت سے اسکولوں میں نسلی اتحاد کا اصول علامتی طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ اور کئی مقامات میں ناخوشگوار واقعات اور مزاحمت بھی عمل میں آئی ہے۔ پشت در پشت سے چلے آنے والے عادات و اعمال کو آسانی سے بدلا نہیں جا سکتا۔ اور مشکلات بلاشبہ جاری رہیں گی۔ تاہم اس معاملے میں مستحکم پیش قدمی ہوئی ہے اور تجربے سے پتہ چلتا ہے کہ پرامن نسلی اتحاد میں کشمکش اور تصادم کے مقابلے میں کہیں زیادہ کامیابی ہوئی ہے اس سال اخبارات کے جلی عنوانات ظاہراً لٹل راک سے نہیں آ رہے ہیں جہاں اب تک ملی جلی جماعتیں کسی واردات کے بغیر کھلی ہیں۔ جیسا کہ بعض لوگ پیشگوئی کرتے ہیں دوسرے شہروں میں تناؤ پیدا ہو سکتا ہے لیکن آئندہ برس ان شہروں میں بھی تشدد کی وارداتیں عہد ماضی کی یاد بن جائیں گی کیونکہ وہ شک و شبہات اور مزاحمت سے کم از کم قبولیت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ایماندارانہ رائے رکھنے والے شہری یہ دلیل دے سکیں گے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ لیکن بیشتر لوگوں کا بیان ہے کہ نسلی اتحاد وجود میں آ رہا ہے اور مدتوں پہلے ہمارے ملک نے مساوات کی منزل کی جانب جو پُرخطر لمبا راستہ اختیار کیا تھا۔ اس میں وہ کامیابی سے بڑھ رہا ہے۔

الاسلام اعلیٰ اخلاق کا ترجمان اور صحافتی ذوق کا معیار ہے

قطعہ

نہیں معلوم کہ قاصد یہ کہاں جاتا ہے || واپس آتا ہی نہیں وہ جو چلا جاتا ہے
ہائے افسوس کہ رہ کو بھی تو کیسے روکوں || ہاتھ سے میرے بھی یہ سود و زیاں جاتا ہے

(آمدہ از نذیر باغی)

جان ٹی رِیڈ کلچرل اتاشی امریکی سفارتخانہ!

امریکہ میں ہندوستان سے متعلق کتابوں کی اشاعت

(۰)

آج کل امریکی عوام ہندوستان کے متعلق کیا کچھ پڑھ رہے ہیں۔؟ کیا وہ ابھی تک سپیروں کے شکار اور ہند و سپیروں میں جو ابرات سے مرصع مورتیوں کے متعلق وہی پرانی رومانی داستانیں پڑھ رہے ہیں؟ میں نے پچھلے چھ مہینوں میں امریکہ میں ہندوستان کے متعلق شائع شدہ اہم کتابوں کا جن میں خود ہندوستانیوں کی تصانیف بھی شامل ہیں سرسری جائزہ لیا ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ دورِ جدید کا امریکی کتاب خوان رومانی داستانوں کی نسبت عصرِ حاضرہ کے ہندوستان کے مسئلوں اور حالات میں زیادہ دلچسپی لیتا ہے۔ ہندوستان کے متعلق تقریباً ایک درجن کتابوں کو ملک بھر میں مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ جن میں آٹھ واضح طور پر دنیا کی عظیم ترین جمہوریت کے مستقبل اور ترقی سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں سے چار ہندوستانیوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ اور "نیویارک ٹائمز بک ریویو" جیسے موقر رسالوں نے ان کی بڑی تعریف کی ہے۔

زینک موریسن کی دو کتابوں *India Today* (آج کا ہندوستان) اور *Revolt in Tibet* (تبت میں بغاوت) کا وسیع مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ تبصرہ نگاروں نے تبت کے متعلق کتاب کی اہمیت اور اس کی بر وقت اشاعت پر زور دیا ہے اور مصنف کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس نے حقائق کے متعلق جامع اور دستاویزی ثبوت مہیا کئے ہیں۔ "سیٹرڈے ریویو" میں ایک ہندوستانی نقاد نے "INDIA TODAY" کی تعریف میں بڑی احتیاط سے کام کیا ہے۔ مولانا آزاد کی ایک کتاب "India Wins Freedom" ہی کے نام سے امریکہ میں شائع کی ہے اور اس کا دیباچہ لوئی فشر نے لکھا ہے۔ اس کتاب نے ہندوستان کی مانند امریکہ میں بھی کافی دلچسپی اور قدرے نزاع پیدا کر دیا ہے۔ "نیویارک ٹائمز" میں ایک تبصرہ نگار نے یہ رائے دیتے ہوئے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے لئے پورے پس منظر کو جاننا ضروری ہے لکھا ہے کہ اس سے ہندوستان کی تحریک آزادی کی مکمل داستان کے متعلق مفصل معلومات فراہم ہوں گی۔ ایک امریکی عالم سال پڈو ورنے پنڈت نہرو کی کتاب "Glimpses of History" کا مختصر ایڈیشن شائع کیا ہے اور اس کتاب کا نام "Nehru on World History" رکھا ہے۔ امریکی وزارت خارجہ کے ایک افسر نے کتاب کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ "اپنی موجودہ صورت میں مسٹر نہرو کی تاریخ اس امر کی مستحق ہے کہ اسے وسیع پیمانے پر پڑھا جائے۔ یہ خوبصورتی سے آسان انگریزی میں لکھی گئی ہے جس پر مسٹر نہرو بڑا عبور رکھتے ہیں۔ جہاں یہ پڑھنے کیلئے کافی آسان ہے وہاں بالغوں کو دعوتِ فکر دیتی ہے۔

امریکی مصنفوں نے بھی حالیہ کتابوں میں عصرِ حاضرہ کے ہندوستان میں اپنی دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ ہندوستان میں ایسوسی ایٹڈ پریس کے ایک سابق نامہ نگار سیلگ ہیریسن کی ہندوستان کے متعلق ایک کتاب صرف چند ہفتے پہلے شائع ہوئی ہے جس کا نام ہے۔ "INDIA - The Most Dangerous Decades"

بلاشبہ یہ خطرناک دہے سنہ ۱۹۵۰ء اور سنہ ۱۹۶۰ء کے مسٹر ہیریسن کی پرجوش بحث اس سوال پر مرکوز

قطعہ

محفلِ عیش و طرب آج سرِ شام ہوئی | وقت موزوں نہ ملا اسلئے ناکام ہوئی
پختہ لذت بھی یہ سمجھی ہے سبو جام سے آج | بنتے بنتے بھی مئے ناب عجب خام ہوئی

(آمدہ از نذری باغ)

کیا ہندوستان کا اتحاد برقرار رہ سکتا ہے" علاقائی اختلافات لسانی نزاع اور ایسے دوسرے مسئلوں پر غور کرتے ہوئے وہ ایسے جوابات دیتے ہیں جن سے قدرے نا امیدی کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اس سال کے شروع میں دلنسنٹ شیشن کی کتاب "Nehru - The Years of Power" شائع ہوئی جس میں اس امریکی عالم نے وزیراعظم نہرو کو خراج تحسین ادا کیا ہے اسیطرح امریکی پروفیسر پال ایف پاور کی بھی ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام Gandhi on world affairs پاور کے الفاظ میں گاندھی جی نے عدم تشدد کی غیر کامل اور موثر تشریح کے ذریعہ جس میں امن کو بہترین مقام حاصل ہے لیکن جو صداقت کا دامن قانونی وابستہ نہیں ہے نیز ہندوستان اور دوسرے ملکوں کے لئے ذمہ دارانہ قوم پرستی کی حمایت کرکے بین الاقوامی تعلقات کو بہتر بنانے میں بڑی مدد دی ہے" مبادا آپ خیال کریں کہ امریکی قارئین محض سیاسی نظریوں کے متعلق ہی کتابیں پڑھتے ہیں میں یہاں بعض ایسی ادبی کتابوں کا ذکر کردونگا جو امریکی کتب فروشوں کے ہاں دستیاب ہیں۔ اور جو زیادہ تر ہندوستانی مصنفوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر وید مہتہ کی ایک کتاب ہے "Walking the Indian Streets" یہ ایک ایسے نابینا نوجوان کے ان تاثرات کا مجموعہ ہے۔ جو دس سال کی غیر حاضری کے بعد وہ اپنے ملک میں واپسی پر حاصل کرتا ہے۔ بھوانی بھٹا چاریہ کے ناول A Goddess Named God کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اور نقادوں نے اس کی بڑی تعریف کی ہے اسی طرح روتھ جھابوالا کی کتاب The Householder کی بھی بڑی تعریف ہوئی ہے۔ امریکی عوام کو

حقیقی ہندوستان کے متعلق بہت کچھ جاننے کی فرصت ہے لیکن۔ اگر کتابوں کی حالیہ وسیع اشاعت سے کوئی اندازہ کیا جاسکتا ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ لاعلمی اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے نمایاں پیش قدمی ہوئی ہے۔

سالار جنگ نیشنل میوزیم لائبریری

حکومت ہند نے سالار جنگ نیشنل میوزیم لائبریری کی کتابوں اور قلمی نسخوں سے استفادے کے قواعد میں حال ہی میں تبدیلی کی ہے اور انہیں نرم کر دیا گیا ہے۔ تاکہ علمی تحقیق کا کام کرنے والے اصحاب اس مشرقی کتب خانے سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ سالار جنگ نیشنل میوزیم لائبریری تمام اہل علم اور پوسٹ گریجوئٹ طلبہ کے لئے جو تحقیقاتی کام سے حقیقی دلچسپی رکھتے ہوں کھلی رہے گی لیکن پوسٹ گریجویٹ طلبہ سے خواہش کی جاتی ہے کہ وہ اپنے متعلقہ شعبوں کے صدور کے سفارش نامے پیش کریں۔ یہ کتب خانہ جمعہ اور حکومت ہند کی منظورہ عام تعطیلات کے سوا ہر روز دن کے ساڑھے دس بجے سے شام کے پانچ بجے تک کھلا رہے گا۔ (اطلاعات)

قطعہ

صحنِ چمن کو چھوڑ کے جائے صبا کہاں | ہوتی ہے ہر مریض کو دیکھو شفا کہاں
مشکل ہے یہ کہ اسکی طرح ہوسکے کبھی | ملتا ہے خونِ دل سے بھی رنگِ حنا کہاں

(آمنہ ازنذری باغ)

نجات دلا سکتا ہے"۔ ——— یعنے جادو سر چڑھکر بول رہا ہے۔

چیف منسٹر آندھرا پردیش نے فرمایا کہ "حکومت بے روزگاری اور پریشانی کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گی"۔ ———
لیکن کب ؟!۔

نئی دہلی میں قرض کی ادائی کے لئے شادی کے دن دولہا کو روک لیا گیا۔ جس کی وجہ سے شادی ملتوی ہوگئی ——— معلوم ایسا ہوتا ہے کہ قرض وصول کرنے والا "شائلاک" کی نسل سے ہے۔

دفاتر معتمدین حیدرآباد کے لئے ہنوز جگہ کا انتخاب نہ ہو سکا ———
بہتر یہ ہے کہ اب یہ دفاتر "چاند" پر بنائے جائیں۔

ریلوے پولیس کاچی گوڑہ ایک نومولود بچہ کی ماں کی تلاش میں ہے۔ جو نوزائیدہ بچہ کو ریلوے کیبن میں چھوڑ کر چلی گئی۔
ہم سمجھتے ہیں کہ نومولود بچہ کی ماں بچہ کے باپ کی تلاش میں گئی ہوگی۔

نئی دہلی میں ڈیمک کے بارے میں ایک مباحثہ ہوگا۔ ؎
بیکار مباش کچھ کیا کر



فرقہ واریت کو ختم کرنے کے لئے حیدرآباد میں ایک کمیٹی قائم کی گئی ہے ———
لیکن ہماری رائے میں ملک سے فرقہ واریت ختم ہو جائے تو ساری چہل پہل ہی ختم ہو جائے گی۔ ؎
رہے گا کیا جو محبت کی روشنی نہ رہی

مسٹر وجے لکشمی پنڈت کے ایک اندازہ کے بموجب اب تک بیس ہزار ہندوستانی جعلی پاسپورٹ کے ذریعہ برطانیہ پہنچ چکے ہیں ——— چلو ہماری حکومت کو بیس ہزار افراد کے روزگار کے معاملہ میں بے فکری ہوگئی۔

ہندو مہا سبھا نے ایک قرارداد کے ذریعہ حالیہ نہری پانی کے معاہدہ پر اپنی ناراضی کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ "ملک کی بد قسمتی ہے ———
نہری پانی کا معاہدہ ملک کی بد قسمتی ہے اور مہاسبھا کا "وجود" ملک کی بد قسمتی" ہے

اڑیسہ کے گورنر نے بمبئی میں فرمایا کہ جمہوریت ناکام ہوچکی ہے۔ مذہب ای

قطعہ

ہر کسی کے واسطے دیکھو نمود و نام ہے ‖ بد شعاروں کے لئے بھی گردش ایام ہے
چاہیئے اسکو گذارے عمر اپنی ہو کے شاد ‖ واسطے مومن کے بھی تو مذہب اسلام ہے

(آمدہ از مذری باغ)

صحیفہ برقی مشین پریس میں چھپکر دفتر شیراز اردو ہفتہ وار چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد ۲۔ انڈیا سے شائع ہوا۔

علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا | وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
بتا کر آپ کو عثماںؔ یہی کہتا ہے ہر اک سے | کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

سید مقام شیرازی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر — مقام اشاعت ۱- چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴ — روز جمعہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۰ء م ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ — شمارہ (۵۰)

مصرعہ طرح بزم سعدیؒ

"یک نگاہِ نازِ جانان قیمتِ ایمانِ ماست"

غزل

(مطلع) عظمتِ ذاتِ نبیؐ ہم باعثِ ایمانِ ماست — شانِ این ابنِ علیؑ ہم باعثِ ایقانِ ماست

گفت این باغِ ارم از نازِ پیشِ عندلیب — غنچہ و گل نیز نالہ این تو در گلستانِ ماست

تا ابد مائیم وابستہ بہ درگاہِ نجفؑ — این عقیدت با علیؑ ہم در دلِ ہم جانِ ماست

گفت این ابرِ سیہ جامہ دریدہ پیشِ برق — یومِ عاشورہ نگر در نالہ و افغانِ ماست

دورِ مے گفتہ چہ افسانہ بہ پیشِ ساقیم — موسمِ سرما نگر تو در مہِ آبانِ ماست (ماہ فصلی)

آفتابِ کربلا رخشان بود گفتہ جہاں — بر سرِ چرخِ برین ہم این مہِ تابانِ ماست

(مقطع) خوان تو عثماںؔ با ادب لیل و نہارے این کتاب
مندرج اوصافِ حیدرؑ این تو در فرقانِ ماست (لا فتیٰ)

(منقول از نظام گزٹ)

مرقوم ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۰ء

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

شعلی پا [illegible]
چکے ہیں — چلو ہماری حکومت [illegible]
کے روزگار کے معاملہ میں بے فکری ہو [illegible]

ہندو مہا سبھا نے ایک قرارداد [illegible]
حالیہ نہری پانی کے معاہدہ پر اپنی ناراضگی [illegible]
کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ملک [illegible]
کی بدقسمتی ہے —
نہری پانی کا معاہدہ ملک کی بدقسمتی ہے [illegible]
مہا سبھا کا "وجود" ملک کی بدقسمتی" ہے [illegible]

اڑیسہ کے گورنر نے بمبئی میں فرمایا [illegible]
جمہوریت ناکام ہو چکی ہے۔ [illegible]

[illegible]

ہر کسی کے واسطے دیکھو نمود [illegible]
چاہیئے اوسکو گذار عمر اپنی [illegible]

[illegible]

صحیفہ برقی مشین پریس میں چھپا





[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

متعلق رضیہ بیگم

بہادر حسین خان کے ذریعہ برابر کہلا بھیج رہا ہوں۔ میرا ارادہ ہے کہ چند روز کے لیے تمہارے قیام کا انتظام ایک علحدہ مکان میں کردوں۔ میں وہاں وقتاً فوقتاً آیا کروں گا۔ تمہارے اخراجات کیلئے دو ہزار ماہانہ دینا رہونگا۔ تم سمجھ رہے ہوکہ پیر و مرشد کو اس کا علم ہو جائے گا۔ تم اس کی فکر مت کرو۔ میں سرکار کو معلوم نہیں ہونے دونگا۔ تم کوئی جواب بہادر خان کے ذریعہ کہلا بھیجو۔ ۲۸ر محرم سنہ ۱۳۸۰ھ

والاشان معظم جاہ بہادر

نقل۔ آمدہ از نذری باغ ۱۸ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء

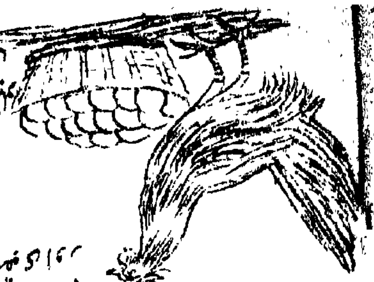
متعلق رضیہ بیگم

اس سے قبل میں نے تمہارے پاس خط بھیجوایا تھا۔ لیکن تم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کو تمہارے لوگ بھڑکا رہے ہیں۔ جو تم کسی بات پر راضی نہیں ہو رہے ہیں۔ میں علامہ ناصر کو مقامات مقدس کی زیارت کے لئے بھیج چکا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ اس بات کی تحقیق کریں کہ اگر صیغہ طلاق کا جاری کرنے والا عربی داں نہو تو طلاق جائز ہے یا نہیں۔

بعض لوگ کہہ رہے ہیں کہ طلاق پڑھنے والا عربی داں نہو تو طلاق صحیح نہیں ہے۔ چند روز میں علامہ آ جائینگے اسوقت بہادر خان کو بھیج کر تمام باتیں کہلا بھیجوں گا۔

والاشان معظم جاہ بہادر
۲۵ر صفر سنہ ۱۳۸۰ھ

نقل۔ آمدہ از نذری باغ ۱۸ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء

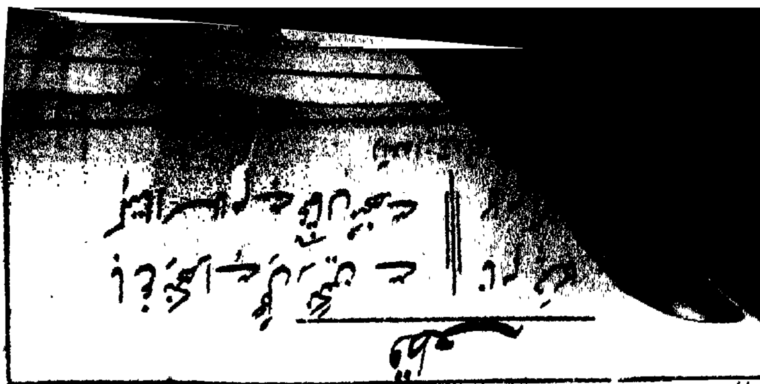


غزل

ملتے ہی محبت میں ہوئی اُن سے جُدائی
خود ہم کو ہماری ہی وفا راس نہ آئی
شاداں جو ہوئے ترکِ مُحبت پہ کبھی ہم
اک آگ بُجھائی تو نئی آگ لگائی
غم حد سے جو بڑھتا ہے بدل جاتی ہے فطرت
دل نے جو محبت میں تسلی کبھی پائی
ہوتی ہے کبھی اُنکی طرف سے جو نوازش
یہ بھی ہے مقدر کہ وہ کرتے ہیں بھلائی
مشکل ہے شمیم اُن سے غمِ دل کا چھپانا
ڈر ہے کہ نہ ہو جائے کہیں بات پرائی

غم کی ہے دُہائی
ہنستی ہے خُدائی
کچھ اور بڑھا غم
بجلی سی گرائی
یوں ملتی ہے راحت
چوٹ اور اُبھر آئی
دل کرتا ہے سازش
ہوتی ہے بُرائی
کیا کیجیے بہانہ
کیوں آنکھ ملائی





نیا دورِ زندگی فوزیہ بیگم کا زیر سرپرستی نذری باغ

فرمایا یہ سلسلہ مضمون شائع شدہ گذشتہ چہارشنبہ در نظام گزٹ یہ چھوکری مع معصوم بچہ کل سر مغرب یہاں آ گئی۔ اور عارضی طور پر ایک مختصر سا مکان جدید تعمیر کردہ ہے (جو ابھی تک استعمال میں نہیں آیا تھا اور اسکو ایک خانہ زاد کے قیام کی غرض سے بنایا تھا بعد متاہل زندگی) اسکو ٹھیرا دیا۔ بہ این خیال کہ عقب نذری باغ جدید مکان اس کے قیام کیلئے جو تعمیر ہونا تھا اسکو کم از کم تین ماہ درکار رہتے۔ مگر اس دوران میں اسکو کسی جان پہچان شخص کے مکان میں رہنا مناسب نہیں سمجھا۔ (جہاں کہ یہ اس وقت مقیم تھی) اس لئے اسکو نذری باغ سے قبضہ میں فوراً لینا ضروری سمجھا تاکہ مزید پیچیدگیاں اس بارہ میں نہ پیدا ہوں اور میز خانہ نذری باغ سے کھانا جاری ہو گیا ہے اور فقیر سا عملہ ملازمین (جو فی نشست چار اسم پر شامل ہے ہفتہ واری با مجوزہ یس۔ ٹین۔ ریڈی) کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور مکان پر پہرہ بھی قائم ہو گیا ہے نگرانی کے لئے۔ بہر حال جو کچھ ہوا وہ الخیر فیما وقع تھا۔ اور ایک چھوکری (مع معصوم بچہ) جو دستگیری کے قابل تھی وہ خوش قسمتی سے حاصل کر چکی۔ اور معاملہ ختم ہوا۔

(منقول از نظام گزٹ) مرقوم ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۰ء

قطعہ

نکھرے بہاریں بھی گلستاں نئے نئے | پروانہ اور شمع شبستاں نئے نئے
نسخہ یہ کہتا جاتا ہے دیکھو طبیب سے | ہر مریض آج ہیں درماں نئے نئے

(آمدہ از نذری باغ)

ملازمین بھول گئے اون کی ادائی اسی نماز میں سے ہوا کرے گی۔ بہرحال آیندہ کے لئے میں نے مستحکم بنیاد پر اس کا انتظام کردیا ہے تاکہ کوئی گھڑی بدنما واقعات پیش نہ آئیں اور سکام اطمینان بخش طریقے پر چلے۔ وبس۔

حفظ ما تقدم میں نے علی پاشاہ کے توسط سے سلسلہ معاملہ رضیہ بیگم جونیر پرنس کے ہاں کہلا بھجوا دیا کہ یہ مستقل قیام کی غرض سے آیندہ یوم جمعہ نذری باغ آرہی ہے لہذا جونیر پرنس کو معلوم رہے کہ معاملہ کیسا اہم ہوگیا ہے لہذا وہ حالات حاضرہ کو پیش نظر رکھ کر کام کریں تو مناسب ہے ورنہ مفسد اشخاص کی وجہ سے خدا نہ کردہ ان کا نام بیچ میں کسی وقت آیندہ آجائے گا تو سخت مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا اور اوس وقت میں دیکھوں گا کہ اگر رضیہ بیگم کسی طرح سے خالی نہیں ہے اپنی حد تک (جس صورت میں کہ یہ معاملہ عدالت تک جائے) تو میں اسکو مدد دینے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ جس کا دکھاؤ ہیلا میں اچھا نہ ہوگا لہذا سوچ سمجھ کر قدم (support)
اٹھانا ضروری ہے تاکہ کسی غلط اقدام سے معاملہ بد سے بدتر نہ ہو جائے اس کا خیال رہے۔

علی پاشاہ نے کہا کہ انھوں نے معاملہ زیر بحث سے متعلق الہ دیا علیہ کی روشنی میں جونیر پرنس سے گفتگو کی اور وہ اچھی طرح سے سمجھ گئے کہ معاملہ کی اس وقت کیا نوعیت ہے۔ تمت بالخیر۔

(منقول از نظام گزٹ) مرقوم ۸؍اکتوبر ۱۹۶۰ء

قطعہ

کسی کے غم میں یوں دیکھو جلا نہیں جاتا || یہ بارِ عشق کہ مجھ سے اٹھا نہیں جاتا
غضب تو یہ ہے کہ دل سے بھلا نہیں سکتے || بغیر یاد کسی کی جیا نہیں جاتا

(زندہ)

(آمدہ از نذری باغ)

خوشخبری متعہ فوزیہ بیگم دختر ہوش یار جنگ مرحوم وزوجہ سعادت جاہ

(جوکہ امامیہ مذہب کی ہے)

فرمایا میری تجویز بالا سے اونہوں نے اتفاق کرلیاہے کیونکہ میری دلیل یہ تھی جبکہ اونہوں نے معصوم بچہ معراج علیخاں کو اپنی اولاد تسلیم کیاہے (گو شروع میں اس سے انکو انکار تھا مگر اسکی صحت میں دوسری چیزیں لڑکی کے قبضہ میں تھے علاوہ واقعات متعلقہ) چنانچہ اسی وجہ سے میرے مشورہ پر اپنے ٹرسٹ سے یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء سے (ماہانہ ۱۲۵) زوجہ کا ازدوقہ مقرر کیاہے گو یہ قلیل رقم ہردو ماں وبچہ کی پرورش کے لئے میرے جانشین کے زمانہ میں سراسر ناکافی ہے (گو میرے زمانہ میں اس کے مصارف کا بار میں اٹھاؤں گا) لہذا زمانہ قریب میں جو ٹرسٹ میں بقیہ غیرمتاہل خانہ زادوں کے لئے بنانے والا ہوں جو سن رشد کو پہنچ چکے ہیں اسی میں ماں بچہ کی پرورش کے لئے (ماہانہ ۳) مقرر کرنا چاہتا ہوں علاوہ (ماہانہ ۱۲۵) تاکہ دفتر ٹرسٹ میں یہ جمع ہوتا رہے جو زمانہ آئندہ میں ہردو کے بکار آمد ہو۔

دُوَم۔ متعہ کی تاریخ ۲۱ راکتوبر ۱۹۶۰ء مطابق ۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۸۰ھ مقرر کیاہے جو میری موجودگی میں مسجد جودی میں ہوگا ۵ بجے اور زر مہر معجل یا پچاس[illegible] بطور خود ادا کر دیکر لڑکی کے نام دفتر ٹرسٹ میں انوسٹ (Invest) کردوں گا۔

چونکہ سعادت جاہ کی صحت چند روز سے اچھی نہیں ہے۔ لہذا برموقع وہ موجود نہیں رہیں گے۔ مگر مجھے تحریر لکھکر بھیجی ہے کہ انہوں نے اپنے طرف سے آغا ابو القاسم خراسانی کو وکیل مقرر کیاہے ایجاب وقبول کے لئے اور لڑکی کے طرف سے مولوی اصغر حسین صاحب مقرر ہوں گے۔ (یعنے نبیرۂ کلاں مولوی علی نقی صاحب مرحوم) اور سیاہا متعہ بہ شکل نوٹ مرتب ہوکر میری دستخط اور سعادت جاہ کی دستخط مع دستخط لڑکی وہر دو مولوی صاحبان دنارا پیر[illegible] سکریٹری ٹرسٹ ہوکر دفتر ٹرسٹ میں آئندہ ریکارڈ کے لئے دیدیا جائے گا۔

زیادہ مبارک باشد۔ تمت بالخیر

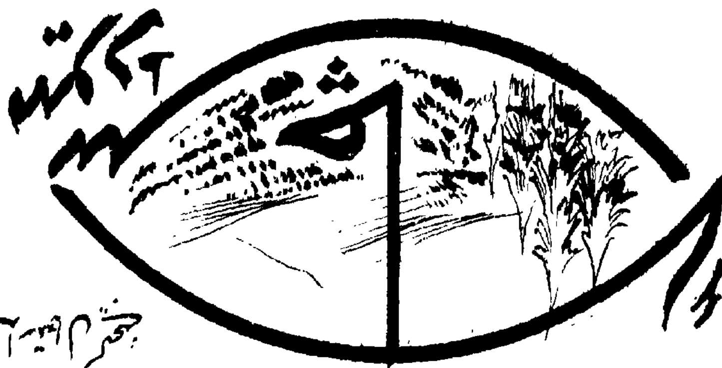
نوٹ۔ مذہب امامیہ میں نکاح ومتعہ میں قلیل فرق ہے۔ یعنے موخر الذکر میں قرار داد مدت بتانا ضروری ہے۔ (گو دوسرے شرائط وقیود جو نکاح کے لئے ضروری ہیں وہ یہاں بھی موجود ہیں) لہذا مدت میں نے منجانب سعادت جاہ ایک قرن رکھی ہے یعنے ۱۲ سال تک لہذا دوسرے معنوں میں یہ متعہ نہیں بلکہ نکاح سمجھا جائے گا کہ استحکام متعہ مثل نکاح ہوا ہے۔ اور ایسا کرنا میرے لئے ضروری تھا کہ ایک دفعہ ماں بچہ میرے خاندان سے وابستہ ہوکر پھر جدا نہیں ہوسکتے کہ سب امور بہ شکل قانونی ٹرسٹ انجام پارہے ہیں۔

مرقوم ۱۹ راکتوبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

[illegible]

[illegible]



[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

ترجمانِ اہلِ حق ہے قوم کی آواز ہے ✵ نعرۂ شاہِ حق آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر: سید محمد مقام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

یہ وکلاء

سجائے زا :
کا سرور۔
پوچھنے لگا"
بچے لی

عرصہ بیس یا بائیس سال پہلے کی بات ہے جب ہمارے ملک میں بالخصوص حیدرآباد میں وکلا کی تعداد بالکل ہی قلیل تھی۔ یہاں تک کہ فوجداری اور دیوانی کے وکلاء انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ اس زمانہ میں باہمی نزاع، جھگڑوں اور مقدمات کی تعداد بھی کم تھی ــــ شاذونادر ہی لوگ عدالت میں رجوع ہوتے۔ ورنہ عموماً آپس میں پنچ کے ذریعہ اپنے قضیوں کے فیصلے کر لیا کرتے تھے۔

لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ جوں جوں ملک میں وکلاء کی تعداد بڑھتی گئی۔ مقدمہ بازی اور مقدمہ سازی کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا۔ نوبت بایں جا رسید کہ آج جتنے وکیل ہیں اس سے دہ چند مقدمات۔ اس کثرتِ مقدمات کی بڑی وجہ یہ ہے کہ بعض مقدمات فطرتاً ادائی حقوق اور طلبیٔ حقوق میں کوتاہی اور زیادتی کی وجہ سے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن بیشتر مقدمات خود بعض وکلاء کھڑے کرتے ہیں۔ فریقین کو لڑا کر اپنا اُلّو سیدھا کرنے والے وکلاء خود مقدمے پیدا کرتے ہیں۔ مقدمے ڈھالتے ہیں۔ مقدمے بناتے ہیں۔ صلح پسند شہریوں کو مقدمہ بازی کے لئے اُکساتے ہیں۔ طبیبوں کے تعلق سے صائب تبریزی نے کہا تھا ؎

بیماری این شہر بمقدارِ حکیم است

یہی مثال آج کل وکلاء پر بھی حرف بحرف صادق آتی ہے آج ملک میں وکلاء کی جتنی تعداد ہے اُسی تناسب سے جھوٹے سچے مقدمات بھی ہیں۔ یورپ کے ایک سوانح نگار نے، روشندانوں میں شیشے لگانے والے ایک شخص کے حالاتِ زندگی لکھتے ہوئے بتایا ہے کہ شیشہ لگانے والا یہ شخص ڈسمبر کی سرد اور اندھیری راتوں میں ایک غلیل ہاتھ میں لئے ہوئے نکلتا تھا۔ وہ محلہ محلہ گھوم کر غلیل سے مکانات کے شیشے توڑ دیا کرتا تھا۔ پھر صبح اُس محلہ میں جا کر آواز لگاتا "کھڑکیوں کے شیشے لگوا لو"!۔ بالکل یہی حال آجکل بعض وکلاء کا ہے۔ وہ دو بھلے مانسوں میں اختلاف پیدا کر کے دونوں کو دست و گریبان کر دیتے ہیں۔ پھر کسی ایک کے وکیل بن کر لوٹ دیتے ہیں۔ ہمارے بعض وکلاء کا کردار کس قسم کا ہوتا ہے اس کا اندازہ اس حالیہ خبر سے لگایا جا سکتا ہے۔ جو مقامی اخبارات میں آ چکی ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ سکندرآباد کے ایک وکیل صاحب کسی آن بیاہی شریف لڑکی کو فون پر تنگ کیا کرتے تھے۔ لڑکی کے سرپرستوں کی شکایت پر پولیس تاک میں تھی۔ بالآخر وکیل صاحب دھر لئے گئے۔ یہ ہے ہمارے بعض وکلاء کا کردار۔ وکالت کا پیشہ ایک معزز اور آزاد پیشہ سمجھا جاتا

> **خطیب منبر سلونی ؑ**
> کا ارشاد مبارک ہے کہ انصاف ہر کسی کو بھاتا ہے اور ظلم بے راہروی ہے جس سے ہر ایک گھبراتا ہے

قطعہ

راز عیاں ہوگیا رفتارِ قلم سے ‖ گُل شاد ہیں مسرور ہیں سنبل بھی خم سے
تھے سزاوار وہ احمد کے برادر ‖ لے نام علی ؑ کا بھی بصد جاہ و حشم سے

(آمدہ از نذری باغ)

عائد
تھی:

[illegible] کرنے کی تجویز کا مطلب یہ تھا کہ وہ جنرل اسمبلی کو [illegible] میں تبدیل کرنے کی آخری کوشش کر رہے [illegible] جیسا کہ انہوں نے جنرل اسمبلی میں تقریریں کرنے [illegible] پہلے خود بتایا تھا وہ اسی مقصد کو لئے تھے یہاں [illegible] اگرچہ یہ فوراً ظاہر ہو گیا کہ اتحادی [illegible] کانفرنس کے انعقاد کے لئے انہیں دوسرے [illegible] کی حمایت حاصل نہیں ہو سکی تاہم مسٹر خروشچیف نے [illegible] جنرل اسمبلی کو معمول کے مطابق کام کرنے نہیں دیا۔ اسے (جنرل اسمبلی) اپنے مقصد کے حصول کے لئے [illegible] کرنے کی برابر کوشش کرتے رہے ہیں۔ جنرل [illegible] اس بار بہت سے نئے ملکوں کو بطور ممبر شامل [illegible] گیا ہے یہ نئے ممبر آزادی کو سمجھنے اور جاننے [illegible] جس نے آزادی کے [illegible] لینے کی غرض [illegible] کرنے کی کوشش کی۔ جنرل اسمبلی [illegible] کی بہت سی تقریروں اور اعلان کا [illegible] روپیہ [illegible] جب انہوں نے [illegible] کی کوشش کی [illegible] [illegible] [illegible] یہ سوال [illegible] کا مسئلہ [illegible] اسمبلی میں زیر بحث [illegible] جاسکے تو انہیں [illegible] [illegible] کچھ جنرل اسمبلی نے ان کا مطالبہ مسترد کر دیا۔

ٹانگانیکا کی آزادی کی تیاریاں

لندن میں کانفرنس!

معلوم ہوا ہے کہ برطانیہ کے وزیر نوآبادیات مسٹر آئن میکلوڈ ماہ مارچ میں لندن میں ایک کانفرنس منعقد کریں گے جس میں ٹانگانیکا کے وزیر اعلیٰ مسٹر جولیس نیاریرے اور ان کے ساتھیوں کو شرکت کی دعوت دی جائے گی۔

کانفرنس کا مقصد وزیر نوآبادیات کو اس بات کے لئے مشورہ دینا ہے کہ آزادی حاصل کرنے اور اقوام متحدہ کے ٹرسٹی شپ معاہدہ کو ختم کرنے کے لئے کونسے اقدامات کئے جائیں۔ اس سال ماہ اگست کے اختتام پر ٹانگانیکا میں عام انتخابات کرائے گئے تھے۔ اور وہاں منتخب ممبروں کی اکثریت کی مدد سے پہلی حکومت قائم کی گئی تھی۔ [illegible] قانون ساز کونسل ۸۱ ممبران پر مشتمل ہے جن میں (۷۱) ممبران منتخب ہوئے (۱۰) ممبران نامزد کئے گئے ہیں۔ کونسل کے ۵۲ ممبران افریقی ہیں۔

مسلم اصلاح آستانہ اور مذہبی تقریب

مذہبی رسم ختنہ کیلئے

مسلم اصلاح ساز کے [illegible] حاصل کیجئے۔

مسلم اصلاح خانہ — متصل بازار گرم حمام نیا پل حیدرآباد (۲)

رشید اسٹوڈیو

[illegible] یوسی رو ڈ سکندرآباد فون نمبر ۵۵ [illegible]

قطعہ

ستی ہے جو بھڑک جاتی ہے | عادت [illegible] جاتی ہے
[illegible] | [illegible] جاتی ہے

([illegible])

پس منظر

پال ایل فورڈ

اتحادی سبھا کے سیکریٹری جنرل اور کھروشچوف!

اتحادی سبھا میں ایک روایت چلی آ رہی ہے جس کے تحت سبھا کے ممبران کو کسی بھی ممبر کی تقریر کا فوراً جواب دینے کا حق حاصل ہے۔ یہ ایک جمہوری حق ہے اور روسی وزیر اعظم کھروشچوف روسی ڈیلی گیشن کے لیڈر کی حیثیت سے اسے مفید پا چکے ہیں۔ اتحادی سبھا کے سیکریٹری جنرل ہیمر شولڈ کو بھی یہ حق حاصل ہے۔ چنانچہ وہ جنرل اسمبلی کے چالو اجلاس میں اب تک دو بار اس حق کا استعمال کر چکے ہیں جس کے دوران میں انہوں نے ان حملوں اور الزامات کا جواب دیا جو روس کے وزیر اعظم کھروشچوف نے ان پر لگائے ہیں۔ دونوں مرتبہ سیکریٹری جنرل کی مختصر تقریروں کو ممبروں کی اکثریت کی پر زور حمایت حاصل ہوئی ہے جس کا اظہار ہیمر شولڈ میں اعتماد کے ووٹ کے مترادف ہے۔ سیکریٹری جنرل نے دوسری تقریر گذشتہ سوموار کو کی جس کے دوران میں انہوں نے اتحادی سبھا کے مفاد کے لئے کام کرنے کا از سر نو حلف لیا۔ اور روسی وزیر اعظم کے اس مطالبہ کو نامنظور کیا کہ وہ (سیکریٹری جنرل) اپنے عہدے سے ریٹائر ہو جائیں۔ آپ نے اپنی تقریر میں بتایا کہ حالیہ ہفتوں میں روس نے آپ کے خلاف بار بار جو الزامات لگائے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی شہادت یا ثبوت کے بغیر کس طرح تاریخی سچائی مسخ بن جاتی ہے۔" اور جیسا کہ ہیمر شولڈ نے اپنی پہلی تقریر میں کھروشچوف کے الزامات کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا "یہ ایک فرد واحد کا نہیں ایک ادارے کا سوال ہے۔" آپ نے کہا کہ "جو آدمی اتحادی سبھا کے سیکریٹری جنرل کے عہدے پر قائم ہے اس کی کوئی کے طور میں البتہ ادارے کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اگر ادارے کا سیکریٹری جنرل سد راہ بن جائے ... اگر ادارے کو کمزور بنانے کا باعث بن جائے تو اسے الگ ہو جانا چاہئے۔ اگر ادارے کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہو تو اسے اپنے عہدے پر برقرار رہنا چاہیئے۔" ہیمر شولڈ نے جنرل اسمبلی کو یاد دلایا کہ اپنے پہلے جواب میں انہوں نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ اگر ان کی خدمات سے اتحادی سبھا کو فائدہ نہ ہو تو وہ ایک دن کے لئے بھی اس عہدے پر نہیں رہ سکتے۔ آپ نے بتایا کہ اگر آپ اس مرحلہ پر روسی وزیر اعظم کھروشچوف کے مطالبہ پر اس عہدے سے استعفیٰ دے دیتے تو سوویٹ یونین یہ نہیں چاہے گی کہ نیا سیکریٹری جنرل منتخب کیا جائے۔ اس کی بجائے وہ تین اشخاص کے تقرر پر زور دے گی۔ ایک ایسے وقت میں جب اتحادی سبھا "مشکل اور خطرناک" مرحلہ میں ہے اس قسم کے انتظام سے موثر ایگزیکٹو کو برقرار رکھنا ناممکن ہو گا۔ گویا ہیمر شولڈ سیکریٹری جنرل کے عہدے سے استعفیٰ نہیں دے رہے۔ آپ نے کہا کہ "مجھے استعفیٰ دینے کا اختیار نہیں کیونکہ میں ان تمام ممبر ملکوں کے سامنے جواب دہ ہوں جن کے لئے یہ تنظیم قطعی طور پر بھاری اہمیت رکھتی ہے۔ یہ ایک ایسی ذمہ داری ہے جو تمام دوسری باتوں پر غالب آتی ہے۔" جنرل اسمبلی کے ممبروں نے نہ صرف زوردار تالیوں سے

قطعہ

آج پروانے بھی محفل سے چلے آئے ہیں || ہاتھ میں گل بھی تو مہندی کو ملے آئے ہیں
باوجود اتنا زمانہ بھی گذرنے پہ سنو || کیسے شکوے یہ محبت کے گلے آئے ہیں

[illegible]

سیکریٹری جنرل کے اعلان کا خیر مقدم کیا بلکہ وہ بہت دیر تک ان کی حمایت کا مظاہرہ کرتے رہے۔ البتہ مسٹر خروشچیف نے دونوں ہاتھوں کو بھینچ کر اپنی میز پر دے مارا۔ لیکن ممبروں کی بھاری اکثریت کے مظاہرے میں آپ کی آواز سنائی نہیں دی۔ چونکہ ہیمرشولڈ نے تقریر ختم نہیں کی تھی لہٰذا اسمبلی کا اجلاس بدستور جاری رہا۔ سیکریٹری جنرل نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ "وہ اولین طور پر اتحادی سمجھا کرتے ہوئے ملکوں کی تنظیم سمجھتا ہوا بڑے بڑے ملکوں کی ... میں اپنے موجودہ عہدے کی میعاد ختم ہونے تک بدستور کام کرتا رہوں گا" اس موقعہ پر ممبروں نے پُرزور تالیوں سے آپ کا خیر مقدم کیا۔ اور مسٹر ہیمرشولڈ نے اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہا کہ "ان تمام دوسرے ملکوں کے مفاد کے پیشِ نظر میں اس وقت تک اتحادی سمجھا کے خادم کے طور پر کام کرتا رہوں گا۔ جب تک وہ مجھ سے ایسا کرنے کے خواہاں رہیں۔" آپ نے آگے چل کر بتایا کہ استعفیٰ دینا بہت آسان ہے جب کہ اپنے عہدے پر برقرار رہنا اتنا آسان نہیں۔ آپ نے اسمبلی کو یاد دلایا کہ آپ نے بہت بار اور بہت سمتوں میں بڑی طاقتوں کی خواہشات کی مزاحمت کی ہے۔" آخر میں آپ نے بتایا کہ اگر یہ اُن ملکوں کی خواہش ہے۔ جنہیں موجودہ دنیا میں اس تنظیم میں اپنی سلامتی اور اپنا تحفظ نظر آتا ہے، تو میں اب بھی ایسا ہی کروں گا۔" ممبروں نے ہیمرشولڈ کے اعلان کا پُرزور تالیوں سے استقبال کیا جس میں مسٹر خروشچیف کی طرف سے میز پر دستک دینے کی آواز دب کر رہ گئی۔ اس طرح جنرل اسمبلی کے ممبروں نے مبہم الفاظ میں یہ بتا دیا کہ وہ چاہتے ہیں کہ ہیمرشولڈ بدستور سیکریٹری جنرل کے عہدے پر رہیں اور کہ ان کی یہ خواہش ہے کہ وہ چھوٹے ممالک کے حقوق کے محافظ کے طور پر بدستور کام کریں۔

برطانیہ میں ایک کروڑ تیس لاکھ باشندے پبلک لائبریریوں کو استعمال کرتے ہیں

آج سے ۳۵ برس قبل برطانیہ میں تقریباً ستائیس لاکھ پچاس ہزار لوگ پبلک لائبریریوں کو باقاعدہ طور پر استعمال کرتے تھے۔ اب اُن کی تعداد ایک کروڑ تیس لاکھ سے زیادہ ہے۔ اور یہ تعداد مزید بڑھ رہی ہے۔ یہ بہتری زیادہ تر دوسری جنگ عظیم کے بعد دیکھنے میں آئی ہے۔ ٹیلی ویژن کی مقبولیت بہی بہت بڑھ گئی ہے۔ اس کے باوجود کتابیں پڑھنے کا شوق بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ یہ خیال غلط ثابت ہوا ہے کہ جب لوگ ٹیلی ویژن دیکھنا شروع کر دیتے ہیں تو وہ کتابیں کم پڑھتے ہیں۔ ٹیلی ویژن سے لوگوں کی دلچسپی کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے اور وہ اپنی دلچسپی کے موضوعات سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے پبلک لائبریریوں میں جاتے ہیں۔ بچوں میں یہ رجحان خاص طور سے پایا جاتا ہے پبلک لائبریریاں بھی اب بچوں کی ضروریات پر خاص توجہ صرف کرتی ہیں۔

> للّٰہ یہ اخبار فروغِ تجارت کا بہترین ذریعہ ہے
> اس میں اشتہار دیکر اپنی تجارت فروغ دیجئے—!

قطعہ

دُنیا میں نیک نام رہے ہم جہاں رہے	کیا غم چمن میں اپنا نہ گر آشیاں رہے
بارِ عزا میں کہتا ہے ہم کو جہاں سنو	مصروفِ آہ و نالہ و ماتم کناں رہے

(آمدہ از ندری باغ)

گاؤں کا شاعر

غلام الثقلین نقوی

میرے گاؤں کا نام ڈھولن ہے۔ یہ چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اس کی زمین چھ چھ سات سات گھماؤں کی ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی ہے اس لئے اس کا ہر آدمی چودھری ہے۔

میرے گاؤں کی تین چیزیں مشہور ہیں۔

میں... سب سے پہلے اپنا ہی نام کیوں نہ لوں۔ اگرچہ اپنے منہ میاں مٹھو بننا کسی شرع میں جائز نہیں۔ پھر بھی میں گاؤں کی تین مشہور چیزوں میں سے نمبر ایک ضرور ہوں کیونکہ میں نے گل بہار کے پرائمری اسکول کے آخری امتحان میں وظیفہ حاصل کیا، دینا پور کے قصبے سے مڈل کا امتحان پاس کیا، رینگ رینگ کر اپنے گاؤں سے بیس میل دور شہر جا پہنچا، دو سال کے بعد میٹرک کے امتحان میں بھی کامیاب ہو گیا۔ ٹائپ سیکھا اور ایک فرم میں جو بینڈ کا سامان تیار کرتی ہے، ملازم ہو گیا۔ اب میں بیک وقت فرم کا اسٹور کیپر اور سیلزمین ہوں۔ اکثر فرم کے سفری ایجنٹ کی حیثیت سے دورہ بھی کرتا ہوں۔ میں نے بہت سے شہروں کی سیر کر لی ہے۔ گاؤں کو مجھ پر ناز ہے میں نے اپنا نام بھی ڈی۔ ایم۔ ناز رکھ لیا ہے۔

دوسرے نمبر پر گاؤں کے شاعر کا نام لوں یا رتنی کا میں مدت سے سوچ رہا ہوں۔ ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پایا۔ فیصلہ آپ کر لیجیے میں تو گاؤں کے شاعر اور رتنی کا نام اکٹھا ہی لوں گا۔ رتنی سے پہلے ڈھولن ایک پرسکون گاؤں تھا۔ ایک گدلا سا جوہڑ جس کے پانی میں کوئی لہر نہ تھی۔ رتنی ایک کنکری [illegible] میں گری، حلقے اور دائرے بنے، پانی میں ہلچل ہوئی، [illegible] کناروں کے ساتھ ٹکرائیں۔ سینکڑوں سورج پانی کے ایک ایک حلقے میں زندہ ہو کر چمکے۔ اتنے ستارے ٹوٹے کہ آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ بہاروں کے قافلے آئے، پرندے چہچہائے، [illegible] کے طوفان بکھرے رنگ اور آہنگ گلے مل گئے۔

رتنی نے ڈھولن کی سرزمین میں جنم لیا تھا، [illegible] جوانی آسمانوں سے اتری تھی یا کوئل کی ایک کوک نے [illegible] کر لیا تھا۔ بے چین، مضطرب، تڑپتا، پھڑکتا جسم جس میں [illegible] کی کوندتی، ساون کی گھٹاؤں کا بے قرار ترنم اور چھما چھم ہوتی بوندوں کا ملہار راگ تھا اور گاؤں کا شاعر تو گویا اس [illegible] انتظار کر رہا تھا۔ دو ٹوٹے ہوئے تارے جو صدیوں سے ایک دوسرے کی راہ دیکھ رہے تھے نہ جانے کب سے، پر جب [illegible] نے آنکھیں کھولیں تو یہ معجزہ رونما ہو چکا تھا۔

یہ ذکر بھی ذرا قبل از وقت ہے۔ گاؤں کا شاعر [illegible] بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا! کچھ عجیب بات ہے کہ [illegible] سب بھائیوں سے چھوٹا ہوتا ہے اور وہ بھائیوں کا لاڈلا بھی ہوتا ہے۔ سب سے بڑی بھابی اسے [illegible] کا [illegible] سمجھتی ہے لیکن سب سے چھوٹی بھابی نہ جانے کیوں اس پر [illegible] کھاتی ہے۔ سب سے چھوٹی بھابی جس کے سہاگ میں ابھی [illegible] دوشیزگی کی خوشبو ہوتی ہے۔ ہاتھوں پر ابھی تک حنا کی سرخیاں باقی ہوتی ہیں۔ انگلیوں میں گنتی کی پختہ پوروں کا [illegible] ہوتا ہے۔ ابھی برتن مانجھ مانجھ کر اور اپلے تھاپ تھاپ کر پورے سخت اور کھردرے نہیں ہوتے۔ ابھی چوڑیوں کی جھنکار میں کچے پکے نغمے ہوتے ہیں۔ چھوٹی بھابیاں [illegible] سب سے چھوٹے دیور سے شاید اس لئے جلتی ہیں کہ [illegible]

غریب سے چھوٹا کیوں نہیں کہ رات رات بھر ایسے کنو میں پانی رہتا پڑتے۔ اگر وہ دو پہر کو جب سامنے سمت کر سوں بیٹھ جاتے ہیں، وہ کھیتوں میں کام کرنے کی بجائے کی جوانی کے ٹھنڈے سائے تلے کیوں نہ آ بیٹھے اور رات کی خنکیوں میں جب ہوا رہ رہ کر ٹھنڈے سانسوں کا تقسیم کر سکتی ہے وہ کھیتوں پر پانی کی بیاریں بنا تالیاں کیوں باندھے۔ یہ کام تو نیورکا ہونا چاہیے۔ اس بھنگے سنڈے دیور کا جو دن چڑھے چوپال میں پھر جاکر بیٹھتا ہے تو گئی رات تک یاروں کی محفل میں بیٹھا رہتا ہے۔ داستانیں کہتا اور سنتا ہے۔ آدھی رات کو گھر آتا ہے تو سو کر ہوتا ہے تو دن چڑھے اٹھتا ہے۔ بڑی روٹی پر تازہ مکھن رکھ کر کھاتا ہے۔ گاڑھی لسی کے گھڑے غٹاغٹ پی کر ڈکار لیتا ہے اور نئی نویلی بھابی سے کہتا ہے، بھابی! آج دوپہر کی روٹی میں اتنا گھی ڈالنا کہ بس مزہ آجائے۔ ہاں بس۔

"تیرے لئے گھی کہاں سے لاؤں اتنا" سب سے چھوٹی بھابی نے آنکھیں جھکا کر کہا۔ "تمہارا ان پر کون سی سوریاں باندھ رکھی ہیں تو نے؟"

"یہ بات تیری زبان سے پہلی بار سن رہا ہوں ورنہ مجھ سے کچھ اچھی نہیں لگی بھابی!"

"کیوں رے" بھابی نے مہین آواز سے ہلکے سے پوچھا۔

"بھابیاں تو سڑتی ہیں سوں کے آنچل کا ۔۔۔ ہوتا ہے۔ ماں زندہ ہوتی تو ایسی کڑوی بات نہ کہتی۔"

"دولو" بھابی نے اتنی کڑوی بات کہہ دی کہ ۔۔۔ آگیا۔ تو سب سے بڑا بیٹھا تھا۔ چھوٹی بھابی نے ۔۔۔ کے رنگین پلو سے آنکھیں پونچھ کر کہا۔

سب سے بڑی بھابی نے آکر کہا "کیوں دولو ۔۔۔ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے تیرے بیاہ کو اور تو ابھی سے اس گھر کی مالک بن بیٹھی۔ واہ جی واہ۔ یہ اتنا سا تھا خدا بخشے اس کی ماں فوت ہو گئی۔ بچوں کی طرح پالا ہے آج تک۔ جا کھیا جا کنویں پر۔ تیرے لئے گھی میں گوندھ کر روٹی پکاؤں گی کہ سونٹ چاٹتا رہے گا" وحیدو نے چھوٹی سی بھی نویلی بھابی کو جو اس کی ہم عمر بھی تھی۔ چھیڑنے کی غرض سے کہا "بھابی تیری زبان سے تو دودھ شہد کی نہریں بہنی چاہئیں تھیں، تو ابھی سے زہر ٹپکانے لگ پڑی۔"

اس رات منہ بنائے ہوئے بھائی کے کان میں نئی نویلی دلہن نے کچھ سرگوشی کی۔ کاجل بھری آنکھوں میں آنسو چھلکا کر کہا "مہندی لگے ہاتھوں سے اوڑھنی کا پلو بار بار آنکھوں کی طرف لپکا۔ سہاگ کی تازہ اور رنگین چوڑیاں کھنکیں۔ صبح جب بھائی کنویں پر جانے لگا تو وحیدو ابھی تک پڑا سویا ہوا تھا۔ اس نے جھنجھوڑ کر اسے جگایا۔ "وحیدو بیٹا تاجے! تو یونہی مفت سوتا ہی رہے گا یا کچھ کام بھی کرے گا؟" تاجے نے کروٹ بدلی۔ بھائی جو اس سے صرف تین سال بڑا تھا غصے میں آکر جھنجھوڑا "اوئے جوان کی نیند کا ٹھکانا تو نے رکھا ہے کیا؟" تاجے نے اٹھ کر آنکھیں ملیں۔ مگر رگڑ رگڑ کر دیکھا۔ ابھی تو صبح کا اندھیرا بھی دور نہ ہوا تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "بھائی! کیا بات ہے؟"

"بات کیا ہے؟ کنویں پر چل۔ کھیتی میں گوڈی ہو رہی ہے۔ بھائی بھی تو کام میں لگا ہوا ہے۔"

"ہوں!" تاجے نے پکا منہ بنا کر کہا۔ "تو بھائی نے تیرے کانوں میں بھی زہر ٹپکا دیا؟"

"تیرا" بھائی نے ۔۔۔ کھینچ کر کہا "دنیا بھر سے نیارا تو نہیں۔ اس دنیا کی ریت ۔۔۔

جو کرے گا کھائے گا"

اس دن "اچانک اندھیرے کنوئیں پر پہنچی تو سب سے بڑے بھائی نے حیران ہو کر پوچھا "آج تو نے منہ اندھیرے اٹھنے کی ہمت کیسے کر لی؟"

"اکبر نے کہا تھا جو کرے گا وہ کھائے گا"

"اکبر نے!"

"کوئی بات نہیں بھیا! ان لوگوں کا سہاگ ابھی بنا تو ہیا ہے۔ چار دن کی موج ہے۔ آج سے اکبر کی جگہ میں کام کیا کروں گا"

"اکبر کون ہوتا ہے تجھے کچھ کہنے والا؟ جا، جا کر موج میلہ کر۔ تیرے دن ابھی کھیلنے کودنے کے ہیں"

"نہیں بھیا! میں تو آج سے رات کو بھی کنوئیں پر رہا کروں گا۔ اکبر رات کو ہمیشہ گھر سویا کرے گا" اس نے تھوڑا سا شرما کر کہا۔ اور بڑا بھائی ہنس پڑا۔ "تیری بات بھی سچ ہے۔ چل اکبر کو بھی چار دن موج میلہ کر لینے دو"

ایک رات جب میں گاؤں آیا تو گاؤں تنہا اور اداس معلوم ہوا۔ راستہ چوپال تھی جو کبھی گونجتا رہتا تھا۔ اور چوپال ویرانوں کی طرح سنسان پڑا تھا۔ یعنی ڈی ایم تاز بھی کچھ اداس اور ملول سا ہو گیا۔ میں تو گاؤں میں راحت اور گرمی کی تلاش میں آیا کرتا ہوں۔ ہمیشہ وہ مجھے مسلسل شہر میں اور کبھی کبھی ایک بار آتا رہتا ہے۔ یہ تو عین ہمارے خیر اس رات میں سیدھا گھر گیا۔ صبح اٹھتے ہی کنوئیں پر چلا گیا۔ تاجا میلا سا تہمد باندھے بیلوں کے لئے چارہ کتر رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا تو مسکرانے لگا۔ میں نے پوچھا "ارے تاجے! کیا بات ہے؟"

"کیا بات ہے نیتے! چارہ کتر رہا ہوں۔ تاجے کو کیا پتہ دین محمد سے ڈی۔ ایم تاز بن چکا ہوں۔

"یہ تو مجھے بھی نظر آ رہا ہے۔ رات چوپال بھوتوں کا مسکن بنا ہوا تھا"

"اکبر کی نئی نئی شادی ہوئی ہے نا"

"پھر اس کا چوپال سے کیا تعلق؟"

"تیری عقل گھاس چرنے گئی ہے۔ دیکھ! اکبر کو چند دن موج میلہ کرنے کی مہلت دے رہا ہوں"

"دیکھ تاجے مجھے دنیا سمت کہا کر۔ میرا پورا نام دین محمد ہے اور آج کل میں ڈی ایم تاز کے نام سے مشہور ہوں" میں نے منہ لٹکا کر کہا۔

"جا جا! تاجے نے خوب کھل کر قہقہہ لگایا۔ ڈی ایم... رعب کسی اور پر ڈالنا۔ میں تو اس دینے کو جانتا ہوں جو میرا لنگوٹیا ہے۔ تو بڑا ڈی یم تاز...." میں نے بات کاٹ دی۔ اگر میں بات نہ کاٹتا تو شاید تاجا ڈی یم تاز کو ایک دو گالی سے نواز دیتا۔

"ذرا بھائی سے پوچھ لے تو چل گاؤں میں۔ میں تو دو گھڑیاں موج میلہ کر لوں۔ پھر میں تیرے لئے بڑی اچھی چیز بھی لایا ہوں"

"دیکھوں تو کیا ہے"

"وہ تو گاؤں میں ہے"

"میں گاؤں نہیں جاؤں گا۔ میں چار دن اور چار رات سے گاؤں نہیں گیا۔

"آج میرے لئے چل۔ کہو تو میں خود تیرے بھائی سے پوچھ لوں" اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ (باقی)

GHEE GHAR

Hiramchand Agarwal

GENERAL MERCHANT

WHOLESALE DEALERS IN PURE GHEE, WHEAT, MAIDA, SOJI, PULSES, ...

VANASPATI & REFINED OIL

CHAPPAL BAZAR HYD.

PHONE:- ...

[illegible]

قاضی محمد معز الدین صاحب نے سینیر رکن مجلس مال
سے درخواست کرتے ہوئے اس کی ایک کاپی
بغرض دادرسی جناب گورنر بہادر صاحب کے
ملاحظہ میں پیش کی ہے اس درخواست کی
ایک نقل اخبار شیراز میں شائع کرنے کے لئے ہم کو
بھی دی گئی ہے اصل درخواست انگریزی میں ہے
جس کا اردو ترجمہ ذیل میں درج ہے (ادارہ)

بخدمت شریف جناب سینیر رکن مجلس مال
حکومت آندھرا پردیش حیدرآباد دکن

مقدمہ

دربارۂ انعامی متعلقہ منی گری قصبہ کونگیر
تعلقہ بودھن ضلع نظام آباد

جناب عالی۔

گذارش ہے کہ سائل قاضی کونگیر، بودھن ہے۔ اور [illegible] احمد و عارف الدین ولدان کریم الدین ساکن قصبہ [illegible] نے بھی قضاءت و خطابت و بہت سی اراضی سرکاری اور [illegible] گری [illegible] دات پیش کر کے حکام وقت کی سازش [illegible] شہر میں [illegible] ان (۱۶۳۸) مورخہ ۱۲ اسفندار ۱۳۵۷ف [illegible] اسی [illegible] طے امور ضابطہ جاری کرالیا۔ جس کی [illegible] قضاءت و خطابت متاثر ہو رہی ہے۔ دیہی کھاتے [illegible] انھوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ چونکہ قانون دریافت انعام ۱۹۵۱ء تحت دفعہ ۱۶۶ قانون مالگزاری ایسے معاملات میں اختیارات حاصل ہیں۔ اعلیٰ یہ درخواست پیش کی جا رہی ہے۔ علاوہ بریں من عرضی گذار قاضی کونگیر ہونیکے علاوہ موثر صفات اس خصوص میں دینے کیلئے آمادہ ہے تاکہ معاش زیر بحث کی تحقیقات عمل میں لائی جائے۔ اور کسی کے حقوق معرض خطر میں نہ آجائیں۔

اس میں من عرضی گذار اور غریب ہرجنان و غریب رعایان کے حقوق معرض خطر میں آ رہے ہیں اس لئے یہ درخواست پیش ہے۔

ف ۲ - یہ کہ سروے نمبرات (۱۰۹ - ۱۰۱ م ۲۰۲ م ۱۰۰۰ - ۱۰۰۱ - ۱۰۰۵ - ۱۰۰۶ - ۱۰۵۰ - ۱۰۵۱ - ۱۰۶۹) موازی (۱۱) ایکڑ ۲ گنٹہ محاصلی (۲۲۳ روپیہ ۹۷ ن پ) تری۔ اور سروے نمبرات (۱۵۵ - ۱۲۱ - ۱۲۲ - ۱۲۵) موازی (۲۰م) ایکڑ ۲۱ گنٹہ محاصلی (۷۵ روپیہ ۵۴ ن پ) سکہ ہند خشکی موقوعہ موضع کونگیر تعلقہ بودھن خارج از کھاتہ سرکاری اراضیات ہیں۔ اور کاغذات دفتر دیہی میں ان سروے نمبرات کے خارج از کھاتہ ہونے کا داخلہ ہے۔ کسی دفتر سرکاری میں ان سروے نمبرات کے معاش منی گری ہونے کا داخلہ نہیں ہے۔ اور نہ کوئی سند ان سروے نمبرات کی نسبت ہے۔

ف ۳ - یہ کہ سروے نمبرات (۱۰۳۷ - ۱۰۳۶ - ۱۰۳۲ - ۱۰۳۹ - ۱۰۳۱ - ۱۰۳۱) موازی (۲) ایکڑ ۲۸ گنٹہ محاصلی (۱۹ روپیہ ۱۰ ن پ) تحت بچی گنٹہ موقوعہ موضع کونگیر تعلقہ بودھن تحت مشروط الخدمت قضاءت ہیں اور دفتر دیہی کے سرکاری کاغذات میں یہ معاش مشروط الخدمت ہونیکا داخلہ موجود ہے۔

ف ۴ - یہ کہ موضع کونگیر سر وقار الامراء کا جاگیری موضع تھا اور پائیگاہ سے تعلق رکھتا تھا۔

علاوہ بریں معاش اقضات ، خطابت عطیہ سلطانی ہونیکی بنا پر پائیگاہ میں دریافت انعامی نہ ہوسکی ۔ جسکی بنا پر سائل کے والد دریافت انعامی کیلئے نظامت عطیات میں سال ۱۳۲۲ف میں رجوع ہوئے ۔ جس میں اراضی مندرجہ فقرہ (۳) بھی شریک تھی اور سمیان مندرجہ بالا فریق مقدمہ تھے ۔ اور کارروائی زیر دوران تھی ۔ مگر اشخاص یا نانے بک ... کارروائی ... اطلاع من غیرنیگی از محکمہ صوبہ داری میدک ... سروے نمبرات کو معاش متفی گری ہونا ظاہر کرتے ہوئے سال ۱۳۵۵ف میں دریافت انعامی کی کارروائی آغاز کی حالانکہ امر متنازعہ عارض تھا ۔ چونکہ ایک ہی اراضی کی نسبت یک سررشتہ بالا میں مقدمہ زیر دوران ہو تو اس اراضی کی نسبت دوئی جدید کارروائی نہیں کی جاسکتی تھی اور حسب (۲) اسنادات پیش کرکے اور غیر متعلقہ اشخاص کی شہادت پیش کرکے محکمہ صوبہ داری میدک سے یکطرفہ تحریک اجرائی منتخب کی نسبت نظامت عطیات میں روانہ کروائی اور یکطرفہ منتخب اپنے نام ۱۳۵۵ف میں جاری کروالیا ۔ جس کا منتخب نشان (۱۲۴۸) مورخہ ۱۲ اسفندار ۱۳۵۵ف ہے ۔

تحصیل اسناد جسکو ابراہیم احمد و عارف الدین نے محکمہ صوبہ داری میں پیش کیا ۔

(۱) سند نواب مغفرت مآب مورخہ ۴ رمضان ۱۱۹۲ھ ۔
(۲) سند نواب غفران مآب نواب الوالخیر خاں مورخہ ۲ رمضان ۱۲۱۲ھ
(۳) سند نواب نظام الملک آصفجاہ بمہر احمد یار خاں بہادر صدر الصدور مورخہ ۷ شعبان ۱۲۴۱ھ ۔
(۴) سند نواب نظام الملک آصفجاہ بمہر محمد یار خاں بہادر صدر الصدور ۱۲۷۲ھ ۔

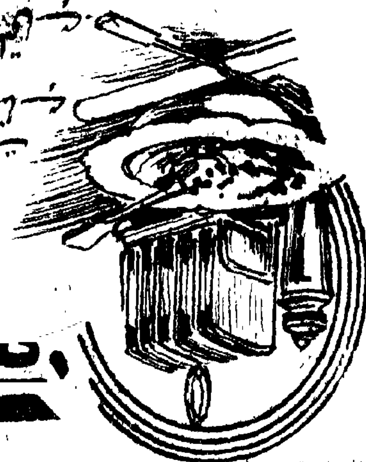
(۵) منتخب نشان (۱۲۷) ۱۳۰۹ف منظورہ پائیگاہ سرکار الامرائی ۔

اسنادات (۱ تا ۳) کا کوئی داخلہ دفتر دیوانی یا ملکی میں نہیں ہے ۔ جب تک کے اسنادات کا اندراج دفتر دیوانی و ملکی میں نہ ہو ۔ ایسے اسنادات قابل قبول اور قابل ادخال شہادت قرار نہیں پاسکتے اور نہ منتخب صادر ہوسکتا ہے ۔ ... بحال ہو سکتا ہے ۔

ف ۵ ۔ یہ کہ سند سلسلہ نمبر (۴) کو بدر محمد ابراہیم احمد عارف الدین نے محکمہ صدارت العالیہ کو غلط باور کرا کر حاصل کیا تھا ۔ اس خصوص میں سائل صدارت العالیہ میں رجوع ہو کر ... اعلان نقل ہوا جس کی بنا پر صدارت العالیہ کا حکم ... نقل نشان مورخہ ۱۶ آذر ۱۳۵۲ف سائل کو مرحمت فرمائی گئی ہے کہ سند مذکور پر صدر الصدور وقت کا نام درج ... ہے اس لئے نقل نہیں دیجاسکتی ۔ الغرض سند فقرہ (۴) کا جعلی ثابت ہوتی ۔ نقل فہمائش یا ند امسلک ہے ۔

ف ۶ ۔ یہ کہ اسنادات سابقہ بالا کو جو کہ جعلی اور فرضی ہیں پیدر ابراہیم احمد و عارف الدین نے پیش کرکے منتخب نشان (۱۱۷) ۱۳۰۹ف سلاتہ پائیگاہ سے جاری کروا کے مواضعات زیر بحث پر قابض ہو جانا چاہتے تھے ۔ جس کی بنا پر سائل و سائل ... منتخب علاقہ پائیگاہ کی نسبت محکمہ نظامت عطیات میں رجوع ہوئے ۔ ان کی وفات پر سائل بحیثیت قائم مقام پیرس عرضی گذار کارروائی چلا رہا ۔ چونکہ یہ معاش عطیہ شاہی تھا اور علاقہ پائیگاہ کو ایسا منتخب جاری کرنے کا اختیار نہیں تھا ۔

ف ۷ ۔ یہ کہ کارروائی نظامت عطیات میں زیر دوران تھی



حیدرآباد میں گتہ داران تعمیرات کی ایک کل ہند کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ جس کا افتتاح مرکزی وزیر تعمیرات کریں گے ــــ

ہمارے خیال میں اس کانفرنس کے لئے موزوں مقام گُدّم کا تالاب ہو سکتا ہے۔

سکندرآباد پولیس سٹّے کے اڈوں اور خفیہ کشید کے مقامات کو برخاست کرنے کی مہم میں مصروف ہے۔ لیکن ایک اڈہ برخاست ہوتا ہے تو دس نئے اڈے قائم ہو جاتے ہیں۔

ہندوستان میں جو ٹڈی دَل آیا ہے ــ وہ سعودی عرب سے آیا ہے۔ ایک زمانہ میں دوسرے ملکوں سے آیا بیل اڑ کر سعودی عرب پہنچے تھے۔ اور اب سعودی عرب سے ٹڈی دَل آ رہے ہیں۔ اِسی کو اہل جہاں انقلاب کہتے ہیں۔

نئی دہلی میں "دھرپد" کے ارتقا پر ایک سمپوزیم منعقد ہوا۔ جس میں تقریر کرتے ہوئے مرکزی وزیر اطلاعات ڈاکٹر بی۔ وی کیسکرنے فرمایا کہ موسیقی کے احیاء اور معیار مقرر کرنے میں حکومت کو عملی حصّہ لینا چاہیئے۔" بیشک ہماری حکومت موسیقی کے احیاء کی بجائے بے روزگاری اور افلاس کو دُور کرنے کی فکر میں اپنا سر کھپا رہی ہے۔

کلکتہ کی کمیونسٹ پارٹی نے ایک قرارداد منظور کی ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ "رجعت پسند" کانگریس کو الکشن میں شکست دینی چاہئے ــــ لیکن اِس بلّی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا۔!

شنکر شٹکا نگر میں آل انڈیا کانگریس کے اجلاس کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ جس میں روزانہ پانچ ہزار افراد کو کھانا کھلایا جائے گا ــــــ

اس اجلاس سے چاہے کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو۔ لیکن پانچ ہزار انسانوں کو چند دِنوں تک پیٹ بھر کھانا تو مل جائے گا۔

نلگنڈہ میں ڈپٹی چیف منسٹر کی مذمت میں تین سو شکایتی درخواستیں پیش ہوئیں ــــ

اگر شکایت کرنے والوں میں زمانہ کی رفتار کا شعور ہوتا تو وہ کبھی درخواست پیش نہ کرتے۔ جیسا کہ میرزا غالبؔ نے کہا ہے ؎

پیشِ عسس شکایت دُزدِ دانِ چہ می کُنی

سرقہ کے الزام میں ایک طالب علم کو گرفتار کر لیا گیا ــ ہمارے طلباء اب پرچے آؤٹ کرتے کرتے لوگوں کی پاکیٹیں بھی آؤٹ کرنے لگے ہیں۔

توپ کے سانچہ کے ایک قبرستان کی زمین پر بتدریج قبضہ کیا جا رہا ہے ــ قبرستان کی زمین پر مر کر قبضہ کیا جاتا ہے۔ یہ جیتے جی قبضہ کیسا۔!۔۔

قطعہ

عجب ہے شیخ بھی جام شراب پیتے ہیں || ہمیشہ صحنِ حرم میں جناب پیتے ہیں
نئی جُرأت ہے موسم گرما میں بادہ خوار تمام || مدام دیکھ لے آپ گلاب پیتے ہیں

(آمدہ از ...)

احساس برتری بھی بڑے کام کی چیز ہے ایک بڑا شخص اپنے آپ کو صرف بڑا ہی نہیں سمجھ لیتا بلکہ بڑے پن کی ذمہ داریاں بھی اپنے اوپر لے لیتا ہے، چھوٹوں سے شفقت و مرحمت، برابر والوں سے موافقت اسپر فرض ہو جاتے ہیں اور وہ ان فرائض کو انجام دینے پر مجبور ہو جاتا ہے اور ایسا ہونا بھی چاہئے کیونکہ برتری اسی میں ہے کہ کمتر کی حاجت روائی کرے، کمتر کو برتر بنانے کی کوشش کرے، صرف اپنے آپکو برتر سمجھ کر کمتر کو ذلیل و خوار سمجھنا برتری نہیں دیوانگی ہے

پیارانوئیا، ایک مرض ہے جسمیں مریض اپنے آپ کو سب سے بڑا اور بہتر سمجھنے لگتا ہے مگر یہ ابتدائی حالت میں ہوتا ہے جب مرض بڑھ جاتا ہے تو مریض سب لوگوں کو اپنا دشمن سمجھنے لگتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ سب لوگ اسکے خلاف سازشیں کر رہے اور اسکی ہلاکت کے در پے ہیں، اسکی ابتدا احساس برتری سے ہوتی ہے اسیطرح مالیخولیا کا مریض بھی اپنے آپکو پہلے تو سب سے بڑا اور تمام خاندان اور دنیا کا ذمہ دار سمجھتا ہے اور پھر دنیا میں جتنی برائیاں ہیں انکے متعلق یہ سوچتا ہے کہ وہ اسی کی عدم نگرانی اور غیر ذمہ داری کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں اسلئے خاندان یا دنیا کے لوگوں کو تباہی اور بربادی محض اسکے تساہل کی وجہ سے ہو رہی ہے اور وہی اسکا واحد ذمہ دار ہے اسلئے وہ اپنے آپ کو برا بھلا کہنے لگتا ہے اسمیں بھی وہی احساس برتری پایا جاتا ہے اور وہ اپنے آپکو سب سے زیادہ بڑا تصور کرتا ہے گویا بڑوں میں بھی برتر و بالا رہنا چاہتا ہے

ہندوؤں کی چھوت چھات اسی احساس برتری کا نتیجہ اور انگریزوں کا احساس رنگ و نسل بھی اسی احساس برتری کا مظہر ہے عربوں نے اپنے سوا سب کو عجم کہنا شروع کیا اور ایرانیوں نے عربوں کو شیر و شتر و سوسمار خوار کہنا شروع کیا اسطرح ہر قوم دوسرے سے برتر ہونے پر اصرار کرتی رہی اور اب تک کر رہا ہے

ہندوستان کا مسلمان اس احساس برتری میں دو قولیت بتلاتی کوئی مسلمان ذرا صاحب ثروت ہو جائے تو امیر بنجاتا ہے پانچ دس ہزار کی کائنات کیوں ہو امیرانہ ٹھاٹھ ہو جاتے ہیں اور جب یہ نقدی ختم ہو جائے تو بجائے طرز زندگی بدل کیا از سر نو زندگی شروع کرنے کے فقیر بنجاتا ہے فقیر سے مراد بھیک مانگنے والا نہیں بلکہ تارک الدنیا اور مرشد، بس مرید و لیا کا ریل پیل شروع ہو جاتی ہے اور پھر وہی راگ رنگ شروع ہو جاتے ہیں ایسی حالت میں پیر و مرشد وفات پا جائیں تو مرید چوکھنڈی بنا کر نذر و نیاز شروع کر دیتے ہیں اور پیر صاحب پوجے جانے لگتے ہیں چنانچہ اسی تماشے کو دیکھ کر کسی نے بڑے مزے کا فقرہ کہدیا تھا جو ضرب المثل بن گیا ہے

بڑھا تو امیر، گھٹا تو فقیر، مرا تو پیر

ایسے تماشے ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں اور آج بھی ہو رہے ہیں۔ یہ لوگوں کے احساس برتری کے جذبہ کی تکمیل ہے ظاہر ہے کہ امیرانہ ٹھاٹھ سے زیادہ مرشدانہ ٹھاٹھ ہوتے ہیں اور یہ ایسی گدی ہوتی ہے کہ سے

بادشاہ آتے ہیں پابوس گدا کیواسطے

بعض امراض کیوجہ سے دماغ ماؤف ہو جاتے اور انسان مخبوط الحواس ہو جاتا ہے، امراض خبیثہ، سر پہ چوٹ لگنا، شراب یا دوسرے نشہ آور چیزوں کے استعمال سے پاگل پن پیدا ہو جاتا ہے مگر یہ بیماریاں پچیس فیصد ہوتی ہیں پچہتر فیصد پاگل ایسے ہوتے ہیں کہ انکا دماغ صحیح و سالم ہوتا ہے مگر بالکل پاگل ہوتے ہیں ایسے لوگوں کے دماغوں کا طبی معائنہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ دماغ اور عقل وغیرہ کے غدود اچھی حالت میں تھے مگر پھر بھی یہ پاگل تھے، ایک بڑے پاگل خانے کے بڑے ڈاکٹر سے اسکے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے نہایت صاف دلی سے اعتراف کیا

کہ انکے پاگل پن کیوجہ بتانے سے وہ خود قاصر ہے مگر بحالت دیوانگی یہ لوگ "نمایاں شخصیت" کے جذبے سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں

ڈاکٹر اودھی بارہ سال سے زیادہ ہندوستان کے ایک بڑے پاگل خانہ کے ڈاکٹر رہ چکے ہیں اور ڈاکٹر خلیل بھی مدت تک حیدرآباد کے پاگل خانہ کے ڈاکٹر رہے ہیں یہ دونوں میرے دوست ہیں ان دونوں نے اپنے طویل تجربات اور احساسات کے جو لطیف قصص وحکایات سنائے ہیں انکا تجزیہ یہ ہے کہ ان دونوں نے جتنے پاگل دیکھے ان میں سے بارہ فیصد خارجی امراض کیوجہ سے پاگل پن میں مبتلا تھے مگر اٹھیاسی فیصد مریض خیالی امراض اور جذبۂ نمایاں شخصیت کے مریض تھے

ہر اس شخص میں جو کسی اعصابی مرض یا خلل میں مبتلا ہو احساس کمتری پایا جاتا ہے عموماً احساس کمتری کے مریض اپنے آپکو مریض محسوس نہیں کرتے بلکہ اگر ان سے پوچھا جائے تو کہتے ہیں کہ ہم قطعاً اس مرض میں مبتلا نہیں ہیں بلکہ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہماری دماغی اور اعصابی کیفیت ہمارے آس پاس والوں سے بہتر ہے ان کا یہی جواب انکے احساس کمتری میں مبتلا ہونے کا ثبوت ہے

اگر آپ کسی شخص کو مغرور یا متکبر پائیں تو سمجھ لیجئے کہ وہ احساس کمتری میں مبتلا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ دوسرے لوگ اسکی کافی عزت نہیں کرتے اسکو ہمیشہ نظر انداز کردیتے ہیں اسلئے وہ اپنی اکڑفوں سے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ "من ہم چیزے ہستم"

اگر کوئی شخص باتیں کرتے وقت ہاتھ پاؤں ہلائے اور تقریر کیا تھا ایکٹنگ کرے تو یہ سمجھ لیجئے کہ وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اسکے الفاظ مخاطب کو متاثر کرنے کے لئے کافی نہیں اسلئے وہ ہاتھوں کی مدد اور اپنے حرکات سکنات سے الفاظ کو موثر بنا رہا ہے

ہر وہ شخص جو خود کو دوسروں سے برتر ظاہر کرنے کا عادی ہوتا ہے حقیقتاً احساس کمتری میں مبتلا ہوتا ہے اور مختلف طریقوں سے اپنی مفروضہ برتری ظاہر کرکے اپنے حقیقی احساس کمتری کو چھپانا چاہتا ہے بالکل اسی طرح جسطرح ایک پست قد اپنی پست قامتی کو چھپانے اور اپنے آپکو دراز قامت ظاہر کرنے کے لئے پنجوں کے بل چلتا ہے

احساس کمتری کا رکھنے والا مطیع، خاموش، ضابطہ (یعنی اپنے آپ پر قابو رکھنے والا) نہیں ہوتا اور نہ صلح پسند ہوتا ہے چونکہ ہمیں دنیا میں مشکلات کا سامنا ہوتا رہتا ہے اور ان پر عبور حاصل کرنا پڑتا ہے اور ہم سب کو اپنا زندگی کے بہتر بنانے کی خواہش رہتی ہے اسلئے ہم سب ایک حد تک احساس کمتری رکھتے ہیں اگر ہم ہمت و استقلال سے کام لیکر اور حقائق زندگی کو پیش نظر رکھکر اطمینان بخش طریقہ پر خود کو ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کے قابل بنالیں تو گویا ہم نے اپنے احساس کمتری پر قابو پالیا اور دور کردیا ہے

کوئی شخص بھی زمانہ دراز تک احساس کمتری میں مبتلا رہنا نہیں چاہتا وہ خود بے چین اور مضطرب ہوکر اپنے آپکو اس کیفیت سے نکالنے کی پوری کوشش کرتا ہے مگر اسکی کوشش کے طریقے ایسے ہوتے ہیں جو اسکو کامیاب ہونے نہیں دیتے اسکی کوشش بااصول ہوتی ہے اور نہ منظم اسلئے اسے ناکامی نصیب ہوتی ہے اور وہ اس ناکامی سے متاثر ہوکر اپنے آپ پر جذبات برتری کا تسلط کرلیتا اور خود کو اسی سے مست وسرشار بنالیتا ہے اسطرح کے جذبات کمتری بڑھتے ہی جاتے ہیں اور وہ ہر قدم پر اپنے نفس کو دھوکہ دیتا جاتا اور اپنی کمزوری اور ناکامی کا ذمہ دار دوسروں کو ٹھہراکر اپنے گھر یا خاندان والوں پر بیجا حکومت شروع کردیتا اور پھر کسی نشہ کا عادی ہوجاتا اور اسطرح اپنے جذبات پر قابو پانا چاہتا ہے بالآخر یہ جذبہ وہم اور خبط بنجاتا ہے

جب کسی شخص کے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش ہوتا ہے جسکو حل

کرتنگا وہ اپنے آپ میں قابلیت یا صلاحیت نہیں پاتا اور اپنی کمزوری کو محسوس کرکے وہ اپنی عاجزی کا اظہار کر دیتا ہے تو اسوقت خود بخود اس میں احساس کمتری پیدا ہو جاتا ہے

چونکہ جذبات کمتری سے اندرونی ہیجان اور بے چینی پیدا ہو جاتی ہے اسلئے اس کیفیت کو دور کرنے کے لئے انسان ایک تلافی کرنے والا جذبۂ برتری پیدا کر لیتا ہے لیکن اس سے اصل مسئلہ یا مشکل کے حل کرنے میں اسکو کوئی مدد نہیں ملتی اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ برتری کا یہ بیکار جذبہ اسکو زندگی سے دور کرکے فضول اور غیر مفید راستہ پر لگا دیتا ہے وہ ہر وہ مشکلات اور مسائل کو پس پشت ڈال کر اپنا دائرہ عمل محدود کر لیتا اور اپنی مشکلات پر قابو پانے کے بجائے شکست اور ناکامی کے ڈر سے ان مسائل ہی سے دور بھاگنے لگتا ہے اور اپنی حرکات و سکنات اور عمل سے ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ مشکلات کا مقابلہ نہیں کر سکتا اسلئے وہ گوشہ نشینی اختیار کر لیتا ہے بالآخر یہ کیفیت اتنی غالب آجاتی ہے کہ وہ راستہ چلنے اور پبلک مقامات پر جانے سے بھی ڈرنے لگتا ہے اور فقط کسی کمرے میں بیٹھ جاتا یا بستر پر لیٹ جاتا ہے جسکی آخری صورت موت یا خودکشی ہوتی ہے کیونکہ انسان جب زندگی کے مسائل کو حل نہیں کر سکتا اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اب وہ ان مصائب و آلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو وہ اپنے آپکو اس دنیا میں رہنے کے قابل نہیں پاتا

خودکشی میں ایک احساس برتری ہوتا ہے کیونکہ خودکشی ایک قسم کا انتقام ہے چنانچہ جب وہ زندگی کی مشکلات کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو خودکشی کرکے اپنے آپکو ان مشکلات سے برتر و بالا ظاہر کرنا چاہتا ہے اسطرح بزعم خود وہ مشکلات سے انتقام لیتا ہے

ہر خودکشی کرنیوالا اپنے آپ کو نہیں بلکہ دوسروں کو اپنی موت کا ذمہ دار قرار دیتا ہے اگر وہ خودکشی کرتے وقت کوئی تحریر چھوڑتا ہے تو اسکے الفاظ یہ ہوتے ہیں "میں ایک نرم دل حساس طبیعت کا انسان ہوں دنیا والوں نے مجھ سے ظالمانہ اور بے رحمانہ سلوک کیا اسلئے میں خودکشی کر رہا ہوں"

حقیقت یہ ہے کہ احساس کمتری ہی انسان کو برتری دیتا ہے۔ اگر انسان میں اپنی کمتری کا احساس نہ ہو تو وہ لکھے نہ پڑھے، کوشش کرے نہ جد و جہد کرے بلکہ جانور کیطرح زندگی گذار دے اسلئے یہ احساس ہی انسان کو انسان بناتا اور اسمیں قوت عمل و کارکردگی پیدا کرتا ہے اور یہی احساس اپنے ماحول پر قابو پانے اور برتری حاصل کرنے پر مجبور کرتا ہے

اعصابی مریض کوشش سے جی چراتا اور پہلی ہی منزل پر ہمت ہار دیتا ہے ہر چھوٹی سے چھوٹی مشکل اسے پہاڑ نظر آتی ہے اور وہ تھک ہار کر بیٹھ رہتا ہے مگر تندرست، صحیح الدماغ، صحیح الفکر شخص جسمیں زندگی ہوتی ہے زندگی کے ہر مسئلے کو کوشش اور ہمت سے حل کرتا اور ایک مشکل کو حل کرکے دوسری کیطرف بڑھتا اور اس پر قابو پا کر بلندی کا رخ کرتا ہے اسطرح ہر مشکل اسکو آسان نظر آتی ہے اور وہ مشکلات کا خاتمہ کرتا ہوا کامیابی کیساتھ آخری منزل پر پہنچ جاتا ہے اور نہ صرف اپنے مسائل حل کرکے خود فائدہ اٹھاتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتا ہے ایسا شخص نہ تو زندگی کے راستے میں دوسروں سے دست و گریباں ہوتا ہے اور نہ ہی دوسروں کے لئے زحمت کا باعث بنتا ہے اور دوسروں سے امداد و اعانت کا طالب بھی نہیں ہوتا بلکہ اپنی ہمت اور خود اعتمادی سے اپنے مسائل زندگی کو سماجی جذبے کیساتھ حل کر لیتا ہے

ایسا شخص کسی سے بھی کام لیتا ہے تو معمولی کام لیتا اور دوسروں سے اعانت و امداد مانگتا بھی ہے تو بہت معمولی۔ اور کامیابی کے بعد اس شخص کو جس نے ذرہ سی بھی مدد کی ہو بڑے سے بڑا معاوضہ

دیتا ہے چنانچہ تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے حسن بہمنی گنگو ہی نے چونکہ گنگو برہمن سے مدد لی تھی اسلئے گنگو کو اسنے بادشاہ بننے پر وزیر مال بنالیا اور اسکا نام اپنے جز و نام کرکے لقائے دوام بخش دیا۔
ہمایوں نے نظام سقہ کو اسکی معمولی مدد کے صلہ میں ایکدن کیلئے دہلی کی بادشاہت دیدی اور نظام سقہ نے چام کے دام (چمڑے کے سکے) چلا دیئے دور کیوں جائیے ایورسٹ کی مہم میں کرنل ہنٹ نے ایک قلی کو با برداری کے لئے ساتھ رکھا اور جب ایورسٹ فتح ہوگیا تو کرنل ہنٹ کیساتھ تن سنگھ بھی دنیا بھر میں مشہور ہوگیا
یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم لاعلمی اور بے یقینی میں رکھے گئے ہیں چونکہ ہم مستقبل سے ناواقف ہیں اسلئے ہم ہر بات ہر کام ہر چیز کے لئے جدوجہد کرتے اور فکر ودنگ و دو سے کام لیتے ہیں بعض دفعہ کامیاب ہوجاتے اور بعض دفعہ ناکام رہتے ہیں مگر کوشش کا سلسلہ جاری رہتا ہے اصطلاح زندگی ہمارے لئے لاانتہا ہی کشمکش بنادی گئی ہے اور ہمیں کام کرنے کے بیشمار مواقع حاصل ہوگئے ہیں اور ہم آئے دن نت نئے مسائل اور مشاغل پیدا کرلیتے اور زندگی گذارتے ہیں اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ ہم نے عروج و کمال حاصل کرلیا ہے تو پھر ختم اور زوال شروع ہوجائیگا کیونکہ ؎

فوارہ چوں بلند شود سرنگوں شود

اسلئے ہماری خیر اسی میں ہے کہ ہم جتنے بڑھتے جائیں اپنی پستی اور کمتری کو نہ بھولیں اور یہ جان کر کہ ابھی ہم پستی ہی میں ہیں برتری کی کوشش کریں یہی زندگی اور صحیح زندگی ہے اور ؎

گر یہ نہیں تو بابا وہ سب کہانیاں ہیں!

کمیٹی اصلاح نظم و نسق

حکومت نے شری کے سابن۔ اننت راسن۔ آئی۔ سی۔ ایس رکن مجلس مال کو کمیٹی اصلاح نظم و نسق کا رکن نامزد کیا ہے
(اطلاعات)

حیدرآباد ہاؤزنگ بورڈ

حیدرآباد ہاؤزنگ بورڈ ایکٹ ۱۹۵۶ء یکم جولائی ۱۹۶۰ء سے نافذ ہوجائے گا۔ صدر بورڈ کے علاوہ نیچے بتائے ہوئے اصحاب بھی مذکورہ تاریخ سے حیدرآباد ہاؤزنگ بورڈ کے رکن مقرر کئے گئے ہیں

(۱) شری ایس ارا ما راؤ صدر آندھرا چیمبر آف میونسپل چیرمن و صدر میونسپل کونسل۔ پیداپورم (ضلع مشرقی گوداوری)

(۲) شری کے۔ اچیوتا ریڈی ایم۔ ایل۔ اے (کرنول) ایڈوکیٹ محبوب نگر

(۳) شری مخدوم محی الدین۔ ایم۔ ایل۔ سی اردو گلی عابد روڈ۔ حیدرآباد

(۴) چیف انجینئر (عمارات و صحت عامہ) حیدرآباد (اطلاعات)

ریاستی اسمبلی کا اجلاس

آندھرا پردیش لیجسلیٹو اسمبلی کی دسویں میٹنگ ۲۲ر جون ۱۹۶۰ء کو شام کے ۵ بجے عمارت جوبلی ہال، باغ عام، حیدرآباد میں طلب کی گئی ہے (اطلاعات)



کہ عابد شاپ سے کاغذی گوڑہ تک ایک رجسٹر خط پہنچنے میں اٹھارہ دن کا عرصہ لگا۔
ہم سمجھتے ہیں کہ مذکورہ خط کچھوے کے پاؤں کو باندھ دیا گیا ہوگا

کہ بدعنوانی دور دخصومت ستانی کے (۱۱مام) واقعات منظر عام پر آئے
لیکن اس کا تعلق بمبئی سے ہے آندھرا پردیش سے قطعی نہیں!

کہ یوگنڈا میں ایک شخص کا (۱۱۰) برس کی عمر میں انتقال ہوا جسکی ایک نہ دو پوری (۱۰۷) بیویاں تھیں
اب معلوم ہوا کہ درازئی عمر کا راز "زیادتی تعداد زنان" میں پوشیدہ ہے

کہ اہالیان محلہ آغاپورہ کے ایک محضر میں بتایا گیا ہے کہ وہاں ایک ناجائز سیندھی کا کمپونڈ ہے
پس معلوم ہوا کہ "جائز سیندھی" بھی ہوتی ہے

کہ کراچی میں گداگروں کا سروے کیا جارہا ہے
اس سلسلہ میں ننگے ہاتھوں "اہل کرم" کا بھی سروے کیا جانا مناسب تھا

کہ ڈرایوڈ کاژگم اور "ہم تامل" کے لیڈروں نے ہندوستان کے نقشوں کو جلانے کی ایک مہم کا آغاز کیا ہے
معلوم ہوتا ہے کہ مدراس میں اس سال گرمی زیادہ ہے

کہ آندھرا کے وزیر صحت مسٹر دی۔ بی۔ راجو نے فرمایا کہ امراض کے انسداد پر اولین توجہ دی جانا چاہیئے
لیکن ہمارے خیال میں نا انصافی اور طبیریات زیادہ رشوت ستانی اور اقربا پروری کی بیماری اولین توجہ کی محتاج ہے

کہ کل ہند کانگریس کمیٹی پونا نے ایک قرارداد کے ذریعہ ریاستوں کی مزید تنظیم جدید یعنی مزید تقسیم در تقسیم کی مخالفت کی۔
یعنی بعد از خرابی بصرہ خواہیم بیدار شد

کہ روس کی دھمکیوں سے اتحادی ایک دوسرے کے قریب ہو گئے
شاید اسی موقع کیلئے کہا جاتا ہے
عدو شرے برانگیزد کہ خیر ما دران باشد

کہ بمبئی کی ایک بینک میں تین مسلح اشخاص نے دن دھاڑے ڈاکہ ڈال کر ایک لاکھ روپے کے نوٹ لوٹ لئے
مسٹر آچاریہ وینوبا بھاوے کو فوراً بمبئی روانہ کرنا چاہیئے تاکہ ڈاکو اپنے ہتھیاروں کے ساتھ ساتھ نوٹ بھی داخل کردیں۔

علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا
مثالِ کمالِ آپ کو عثمان یہی کہتا ہے ہر کس

وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی
مقام اشاعت:- چادرگھاٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴
روز جمعہ
۱۷ جون ۱۹۶۰ء
م ۲۱ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۷۹ھ
شمارہ (۳۲)

غزل

(مطلع) عجیب رنگ چمن میں گلاب سے نکلا | سُرور و کیف بھی جامِ شراب سے نکلا
یہ کہتی جاتی ہے بادِ صبا بوقتِ خرام | چمن کا رنگ بھی مطر و سحاب سے نکلا
جو کچھ ہُوا تھا سرِ کربلا عدو کے سبب | عجیب رازِ نہفتہ کتاب سے نکلا
کہاں تک اپنی جوانی بھی ساتھ دیسکتی | کہ رازِ آمدِ پیری شباب سے نکلا
بہارِ نو یہی کہتی ہے آج بُلبُل سے | چمن میں سبزہ بھی دامانِ خواب سے نکلا
چھپا نگاہ سے رہتا یہ آخرش کبتک | عجیب چہرۂ زیبا نقاب سے نکلا
یہ کہتی جاتی ہے دیکھو تجسّسِ معنےٰ | ہمیشہ نکتۂ نادر حجاب سے نکلا

(مقطع) یہ کہتا جاتا ہے قرآن پاک اے عثمان
جہاں میں جادۂ دیں بوتراب سے نکلا

(ملاشک تیغ)

ہاشم علی پسر سابق بریگیڈیر رشتہ دار حبیب محمد
(مقیم نذری باغ)

فرمایا اس لڑکے کی زوجہ جس کا نام اشرف بیگم تھا جو کہ اس وقت ایک بچی کی ماں ہے (اسکے قبل ایک دو اسکے اسقاط حمل ہوئے تھے) اور دکھاؤ میں وجیہہ ہے معمر ۱۹ یا ۲۰ سالہ اور طبقۂ شرفا سے ہے (علاقہ پمپسرم) اسکے ساتھ اس کے شوہر مذکور کے تعلقات ابتدا ہی سے اچھے نہیں تھے جس کا ذکر نظام گزٹ یا شیراز میں آگیا ہے مگر افسوس ہے بلا وجہ معقول اس کا خلع ہو چکا جسکو کچھ عرصہ ہوتا ہے کہ یہ اسکو چھوڑ کر چھ ماہ تک نذری باغ سے چلا گیا تھا بلا وجہ جبکہ یہ حاملہ تھی۔ اور یہ لڑکی اور اس کی بچی زیر سرپرستی نذری باغ ہے مقیم محلہ پرینڈر گھاسٹ۔

خلاصہ یہ کہ اس لڑکے کے دماغ میں معلوم نہیں کیا سمایا تھا کہ یہ سمجھتا تھا کہ لڑکی کے قرابتداروں کا پوزیشن اس کے باپ کے پوزیشن سے مماثل نہیں تھا اس لئے وہ اس کے لئے موزوں بھی نہیں۔ حالانکہ اگر اس کو سمجھ ہوتی تو سمجھتا کہ بڑے بڑے درجے کے لوگوں کا آج انقلاب کی وجہ سے سابقہ پوزیشن ان کا باقی نہیں رہا تو اس کے بالمقابل ما وشما کو کون پوچھتا ہے اس کے علاوہ آفرین ہے لڑکی پر (یعنے اس کی سابقہ زوجہ پر) کہ وہ عقد ثانی کرنے پر تیار نہیں ہے اور سمجھتی ہے جبکہ اس کے اور اس کی اولاد کے حقوق مندرجہ ٹرسٹ محفوظ ہیں تو پھر اس کو دوبارہ شوہر کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا زیر سرپرستی نذری باغ اپنی عمر بسر کرنا چاہتی ہے۔

اسکے علاوہ مجھے افسوس ہے کہ اسکی والدہ کا خیال بھی اسکے بیٹے کے جیسا تھا۔ حالانکہ یہ معمر اور کئی اولاد رکھتے ہوئے ہر چیز کو صحیح روشنی میں دیکھکر کام کرتی اور اپنے بیٹے کے خیالات کی اصلاح کرتی مگر افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوا اور اس واقعہ کو دیکھتے ہوئے مجھے امید نہیں ہے کہ کوئی شخص اسکو اپنی لڑکی دینے پر آمادہ ہوگا۔ اس قضیہ نامرضیہ سے حبیب محمد اچھی طرح واقف ہیں اور انکو میری رائے سے اتفاق ہے۔ بہرحال انسان کے مقدر میں جو کچھ لکھا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے جسکو کوئی دوسرا روک نہیں سکتا کہ یہ شدنی امور ہیں جو وقوع میں آکر رہیں گے چاہے نتائج میں اچھے ہوں یا برے اس سے بحث نہیں۔ آخر میں مجھے افسوس ہے کہ ہاشم علی اپنی نادانی سے اپنی بنی بنائی زندگی کو بگاڑ لیا۔

بقول۔ خود کردہ را علاجے نیست۔

مرقومہ ۱۵؍ جون ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

اکثر خانہ زادان نذری باغ کی زوجگان

(کی صحت بیٹھی ہوئی ہے بوجہ کثرت اولاد)

فرمایا اس گھر میں یعنے نذری باغ میں یہ لڑکیاں بچوں کو دُودھ نہیں پلاتی ہیں (بعد زچگی) اور نہ اپنے خانہ داری کے امور سنبھالتی ہیں۔ اسی وجہ سے چار چار دن کو ان کے مزاج بگڑتے رہتے ہیں۔ اور علاج معالجہ کا سلسلہ برابر جاری ہے اور ان کے چہروں سے بیمار نظر آتی ہیں۔ یہ کیوں تو جننے سے ان کو فرصت نہیں ہے کہ اس کا دَور یعنے زچگیوں کا برابر جاری رہتا ہے۔ یا کلینک میں دِنوں رہنا پڑتا ہے۔ نظر بر آں ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ اگر اس کا سلسلہ بند نہ ہوگا تو پھر ان کے جانوں کی خیر نہیں۔ چنانچہ بعض وقت دیکھا گیا ہے کہ جنین کمزور ہونے سے یا تو حمل اسقاط ہوگئے ہیں یا قبل از وقت زچگی ہوکر تولد شدہ بچے فوت ہوگئے ہیں یا ماں کے شکم میں فوت ہوکر پیدا ہوئے ہیں۔

الحاصل یہ حالات ہیں خانہ زادوں کے جوڑوں کے اور یہ چند سطور اس وجہ سے لکھا ہے تاکہ ریکارڈ پر یہ امور رہیں۔ باوجود ان کے شوہروں کو احتیاط کرنے یا جلد جلد مقاربت سے دُور رہنے کی تاکید کیگئی ہے مگر اس پر عمل نہ ہونے سے یہ خرابیاں پیدا ہیں۔ ایسی حالت میں خدا کو علم ہے کہ اگر اس وقت ان امور کی رُوک تھام نہ ہوگی تو پھر کیا کیا خرابیاں اور پیدا ہوں گی اور اوس وقت کفِ افسوس ملنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا کہ مُعاملہ قابو سے باہر ہُوگا۔ یہ رائے نہ صرف ڈاکٹروں کی ہے بلکہ سب زمانہ شناس اصحاب کی بھی ہے۔ وہ بھی عینی مشاہدہ یا حالات موجودہ کو دیکھتے ہُوئے۔ بلکہ ان کا خیال ہے کہ ابھی سے یہ حالات پیدا ہیں تو آیندہ زمانہ میں کیا ہُوگا اس کا علم بجز خدا دُوسرے کو نہیں ہُوسکتا وبس۔

مرقوم ۱۵ر جون ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

کیعہ ہر کس زِ زَر خالی شُدہ ||| جام از صہبائے تر خالی شُدہ
من چہ گویم کردِ کہ سحر و فسُون ||| ز آمدِ مژدہ شجر خالی شُدہ

(آمدہ از نذری باغ)

صفات ذاتی دو خانہ زاد سابق مختار علی و قادر علی

(بہ سلسلہ مضمون شائع شدہ در نظام گزٹ مورخہ ۱۰ جون سنہ ۱۹۶۰ء)

فرمایا اول الذکر اس کے چہرہ سے بے وقوف نظر آتا ہے۔ حالانکہ اسکی عمر ۲۶ یا ۲۷ سال کی ہے۔ اور جسم لاغر ہے مثل پوست و استخوان یعنی گوشت ندارد۔ موخر الذکر ۲۴ یا ۲۵ سال کا ہے۔ مگر چہرہ سے احمق نظر آتا ہے یعنی سوجھ بوجھ کا مادہ بشرہ سے ظاہر نہیں ہے۔ حالانکہ یہ ہردو ۵ و ۳ سال تک نذری باغ میں رہکر یہاں کے حالات سے بخوبی واقف تھے۔ مگر اپنے خاندان یعنی جھونپڑوں کی چھوکریوں کو دیکھکر ان پر ایسے فدا ہوے کہ دنیا و مافیہا سے غافل ہوگئے اور اپنے مفاد کو برباد کئے۔

ف ۲ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل انکی قسمت میں اونکی زندگیاں نذری باغ کی نہیں تھیں۔ اس لئے اپنے ہاتھوں اسکو نقصان پہنچائے اس کے علاوہ مالک و آقا کے پس پشت ان کا نکاح کرا لینا اس بات کی دلیل ہے کہ مربی و سرپرست کو دھوکا دیا گیا۔ اور جب معاملہ ایسا تھا تو پھر ان پر کیا بھروسہ ہوسکتا تھا ہرگز نہیں وہ بھی وہ خانہ زاد جو آقا کی صحبت میں رہتے ہوں۔ اس کے سوا ایسے چھوکروں کے قول و فعل پر بھروسہ بھی نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ صفات نیکو کے یہ حامل نہ ہوں۔ رہا انسان سے سہو و خطا کا ہونا کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کے اگر ایسا ہوا ہے بھی تو اس کی اصلاح کرنی یا بگڑے ہوئے معاملہ کو سنبھالنے کی قابلیت بھی نہیں ہے۔ اس کو چھوڑتے ہوئے بعض خانہ زادوں کے قرابتداروں کا بھی قصور ہے کہ اپنی اولاد کے معاملات میں بے ضرورت دخل انداز ہوکر ان کی بربادی کا باعث بن رہے ہیں۔ حالانکہ ان کو چاہیئے تھا کہ ان معاملات سے خود کو علحدہ رکھتے یہ سمجھکر کہ ان کا اچھا برا جب کہ نذری باغ سے متعلق ہے تو پھر کیوں بے جا مداخلت اس میں کرکے اولاد کے معاملہ کو بگاڑا جائے۔ مگر جبکہ ہردو ایک کشتی کے سوار ہوں تو وہاں کیا کیا جائے بجز کف افسوس ملنے کے۔

مرقوم ۱۵ر جون سنہ ۱۹۶۰ء (آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

ملا مژدہ ہے یہ بادِ سحر سے ۔ ہوئی مستی بھی ہے صہبائے تر سے
طفیل حیدرِ کرار اپنی ۔ حفاظت ہوگئی خوف و خطر سے

(آمدہ از نذری باغ)

حصول زر کا عجیب و غریب طریقہ

فرمایا بعض اشخاص چاہے نظام کی سروس میں ہوں یا غیر ہوں۔ اگر ان کے لڑکے امتحان میں پاس ہوکر (کسی فن کی تعلیم میں) سارٹیفکٹ حاصل کرتے ہیں تو ان کو بغرض نذر وسلام نذری باغ لانا چاہتے ہیں یا لانے کی درخواست کیجاتی ہے۔ یہ محض اسلئے کہ چیارٹی ٹرسٹ سے ان کو شاہانہ امداد ملے گی۔ یہ ان کا محض خیال خام ہے کہ ایسے چیزوں سے نذری باغ کو تعلق نہیں ہے اور نہ اس ذریعہ سے کچھ حاصل کرسکتے ہیں

لھذا یہہ چند سطور بغرض اعلان لکھ کر طبع کرایا ہے تاکہ آئندہ لوگ غلط فہمی میں پڑ کر ایسے بے سود کام کر کے اپنا مضحکہ نہ اڑائیں بلکہ دیکھ سمجھ کر کام کریں۔ کیونکہ زمانہ پر آشوب ہے

مرقوم ۱۶ر جون سنہ ۱۹۶۰ء ——— (آمدہ از نذری باغ)

ھو العلی

دعوائے خلافت بہ سند می باید	من کنت حدیث در مدد می باید
این جائے نفاق و منکر و خائن نیست	این مسند شیر است اسد می باید

گذرانیدہ فدوی خانہ زاد موروثی

والبستگان پیشینی مرزا دلدار علی خاں نبیرہ مستقیم الدولہ و دیدار النساء بیگم

مرحوم ۱۵ جون سنہ ۱۹۶۰ء (آمدہ از نذری باغ)

اللّٰھم وال من والاہ

خم غدیر

گر شیخ بہ صوم و پنجگانہ نازد	صوفی بہ اصول صوفیانہ نازد
شیعہ کہ نہ قید این و آن ست آزاد (آزاد مشرب)	بر خم غدیر والہانہ نازد

(خوش نشان)

گذرانندہ احقر سید کاظم حسین قمر عابدی

۱۸ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ (آمدہ از نذری باغ)

ازالۂ غلط فہمی و اظہار حقیقت حال

فرمایا نذری باغ میں جتنے متاہل خانہ زاد ہیں آیندہ ان کا بعد وفات موجودہ زوجہ عقد ثانی نہیں ہوسکتا کہ ہر ایک کو اس وقت متعدد اولاد موجود ہے۔ لہذا اس کے دیکھتے ہوئے کوئی شخص اپنی لڑکی کو دینے پر آمادہ ہوگا دوسری طرف ہر زوجہ کے لئے علحدہ مکان یا عملہ مقرر نہیں ہوسکتا کہ موجودہ مصارف اسی قسم کے بہت بڑھے ہوئے ہیں جسکی روک تھام ضروری ہے اس کے سوا ان متاہل خانہ زادوں کی عمریں بھی عقد ثانی کے لئے موزوں نہیں رہی ہیں بوجہ اختلاط عمر و کثرت اولاد۔ لہذا ان کے چہروں کی سابقہ رونق میں اچھا خاصہ گھاٹا آیا ہے۔ لہذا یہ امور ایسے ہیں کہ بغیر کافی غور و خوض مربی و سرپرست اندھا دھند کام نہیں کرسکتا۔ نظر بر آں جبکہ اس مسئلہ کو صاف کردیا گیا ہے تو سب متاہل خانہ زادوں کو چاہئے کہ حالات حاضرہ پر نظر رکھ کر نہ صرف کام کریں بلکہ حزم و احتیاط کو بھی طرز زندگی میں کام میں لایا جائے۔ تاکہ اپنی صحتوں کو نہ بگاڑیں بوجہ کثرت اولاد (یعنے اس سے بچا رہیں حتی الامکان) یا جبکہ عقد ثانی چاہے کسی وجہ سے کیوں نہ ہو غیر ممکن ہونے کا تصفیہ نذری باغ سے ہوچکا ہے تو پھر چیز ان کے سامنے مثل آئینہ موجود ہے اسپر غور کریں کیونکہ یہ اب کم سن بچے نہیں رہے ہیں بلکہ عمر پختہ ہو رہی ہے اور گھر دار والے بن چکے ہیں جو کہ خود اُن کے بشروں سے ظاہر ہے۔ بقول۔ عیاں راچہ بیاں۔

نوٹ۔ فرمایا نذری باغ کی پروردہ لڑکیاں ہرگز خانہ زادوں کے لئے موزوں نہیں ہوسکتیں کہ ہر دو کی پرورش جداگانہ رنگ میں ہوتی ہے یعنے لڑکیوں کی بھاری بھرکم گھر میں اور خانہ زادوں کی جھونپڑوں میں۔ جبکہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لہذا پیوند درست ہونا فریقین کا ضروری ہے۔ خلاصہ یہ کہ اونچے گھر کی لڑکیوں کو لڑکے وہ ملیں جو کچھ نہ کچھ بہتر گھرانوں کے ہوں اور جن کی پرورش بہتر ماحول میں ہوئی ہو۔ ورنہ اگر ایسا نہ ہوگا تو پھر موزونیت ایک دوسرے کے ساتھ باقی نہیں رہے گی بلکہ فرق بین نمایاں ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ اوس صورت میں زندگی دشوار ہوجائے ناچاقی مابین فریقین ہونے سے۔ لہذا اس کی روک تھام ضروری ہے۔ اور دنیا کا مقولہ بھی صحیح ہے کہ جامۂ مخمل کو ٹاٹ کا پیوند سزاوار نہیں۔ تاآنکہ مماثل کپڑے کا نہ ہو۔ تاکہ بدنمائی نہ دکھائی دے بلکہ نظروں میں موزوں ہو۔ اور جوڑ درست ہو۔

مرقوم ۹ر جون سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

ضمیمہ مضمون شائع شدہ امروزہ در نظام گزٹ
(متعلق متاہل خانہ زادان نذری باغ)

فرمایا یہ بھی چیز اسوقت میرے پیش نظر ہے کہ وہ خانہ زاد جو کہ سن رُشد کو پہنچکر متاہل زندگی کے قابل ہیں اُن کا نمبر کب گھرداری کے لئے آئے گا جبکہ پُرانے (یعنے چند سال قبل کے) متاہل خانہ زادوں کی طرف مُربی وسرپرست کی توجہ ہے۔ حالانکہ ان کا مُعاملہ ختم ہوکر ایک اچھا خاصہ عرصہ گزرا ہے کہ ان کے اذوقے بھی ٹرسٹ میں مقرر ہُو چکے ہیں اور کثیر الاولاد بن چکے ہیں جسکی وجہ سے ان کی صحتوں پر اثر پڑکر (بوجہ بچہ کشی) حال سے بدحال ہُو رہے ہیں۔ دوسری طرف اِسی مسئلہ کی طرف گورنمنٹ کی توجہ ہے کہ آبادی (یعنے مردم شُماری) جو بڑھ رہی ہے اس کو کن کن تدابیر سے رُوکا جائے (یعنے BIRTH CONTROL) کا سسٹم قانونی طور پر نافذ کیا جائے۔

الحاصل انسان کو چاہیئے کہ اپنی صحت کا بھی خیال رکھے جس پر زندگی کا دارومدار ہے۔ ورنہ اپنے ہاتھوں اگر اس کو برباد کریں گے تو پھر اسکی تلافی ناممکن ہُوگی۔ کیونکہ دُنیا کا مقولہ ہے کہ جان ہے تو جہان ہے۔

دیگر فرمایا میری توجہ اب اُن غیر مُتاہل خانہ زادوں کی طرف ہے جنکی گھرداری ابھی تک نہیں ہُوئی ہے۔ اور یہ امیدواری میں آس لگائے بیٹھے ہیں کہ ان کا نمبر کب آئے گا۔ یا وہ غیر متاہل خانہ زاد جنکا ابھی تک نہ اذوقہ ٹرسٹ میں مقرر ہوا ہے اور نہ مُتاہل زندگی ہوئی ہے۔ تاہم میرا خیال ہے کہ مُربی وسرپرست پر بھروسہ کرکے اطمینان کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں کہ ان کے سود وبہبود کا خیال جب خود ان کے مالک وآقا کو ہے تو پھر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ ہر چیز وقت کے تابع ہے۔ اور اس کا خیال جب خود کرنے والے کو ہے تو پھر اس میں ان کی جد وجہد بے ضرورت ہے۔ بقول۔ خواجہ خُود روشِ بندہ پروری داند۔

آخر میں فرمایا جن خانہ زادوں کو نذری باغ کی پروردہ لڑکیاں دیگئی تھیں تو وہ اُس کو اپنے حق میں ایک نعمت سمجھنا چاہیئے تھا۔ کہ یہ خانہ زاد ایسی لڑکیوں کے لئے موزوں نہیں تھے جو جھونپڑوں کے تھے۔ لہٰذا اگر ان کو جھونپڑوں کی لڑکیاں دیجاتیں تو ان کے لئے موزوں ہُوتیں۔ بقول۔ ہر رنگ ضرر نہ دارد

مرقوم ۱۰ر جون سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

گلائیڈنگ کی تعلیم پونہ میں

فرمایا یہ کیا چیز تھی مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ لہذا ایس۔ین۔ریڈی سے دریافت کیا تو انہوں نے اس کی تشریح کی۔ اور کہا کہ یہ مثل ایروپلین نہیں ہے۔ یعنے اس کا مشین (Machine) نہیں ہے جو کہ اڑانے والے کے قبضہ میں ہو بلکہ یہ بے مشین (Machine) ہے۔ جو صرف ہوا کے رخ پر مثل پتنگ اُڑتا ہے (گویا یہاں بھی پتنگ کی ڈور اڑانے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے) یہ سنکر میں نے کہا کہ سید محمد ہادی (از خاندان علیؒ رضا مرحوم جسکو میں اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ برسوں میرے ساتھ کنگ کوٹھی میں جبکہ میں یہاں تعلیم پاتا تھا ٹینس کھیلتا تھا۔ سید محمد مہدی ان کے لڑکے کو حشمت جاہ مقیم مکان گاف اپنی صاحبزادی منسوب کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا میں نے لڑکی کے باپ کو آگاہ کردیا ہے کہ سید محمد ہادی کا بچہ یہ خطرناک تعلیم سے جب تک کنارہ کش نہ ہوگا میں نسبت سے اتفاق نہیں کرسکتا جس کو کہ حشمت جاہ چاہتے ہیں۔ کیونکہ ایسے خطرناک کھیل یا فن میرے افراد خاندان کیلئے موزوں نہیں ہیں۔ ورنہ دوسری طرف اگر اس مشغلہ کو ترک کرکے مجھے ہر طرح سے بچے کا باپ اطمینان دلادے گا تو اوس وقت مجھ جو کچھ قطعی جواب دینا ہے نسبت سے متعلق دوں گا۔ یہ معاملہ اس حد تک ختم ہوچکا۔

آخر میں فرمایا کہ یہ میری کم سن پوتیوں کا معاملہ ہے جنکی گھرداری ہونا ہے۔ لہذا مجھے بہ حیثیت بزرگ خاندان ہر چیز کا اطمینان کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر عقد ہوگا تو یہ لڑکے لڑکیوں کے شوہر بنیں گے تو اس ذریعہ سے میرے خاندان کے اراکین میں ان کا شمار ہوگا وغیرہ ایسی حالت میں لڑکوں کے بزرگوں کو بھی چاہیئے کہ دیدہ و دانستہ ایسے خطرناک کاموں میں اپنی اولاد کو شریک نہ کریں کس لئے کہ تندرنی امور چاہے نتائج میں اچھے ہوں یا بُرے اپنے وقت پہ وقوع میں آکر رہتے ہیں۔ لہذا حزم و احتیاط ازحد ضروری ہے۔

نوٹ

آج نظام گزٹ میں جو نذری باغ کی غزل طبع ہوئی ہے اس میں شعر نمبر ۶ کے دوسرے مصرعہ میں سہو کتابت سے بعوض۔ عجیب چہرۂ زیبا نقاب سے نکلا۔ عجب لکھدیا گیا۔ لہذا اسکی صحت کرلی جائے۔

مرقوم ۱۱ر جون ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

نسبت ریحانہ بیگم بہ قادر علیؑ یعنے برادر خورد معین علیؑ مقیم در مکان محلہ پنڈر گھاٹ

(ہر دو پسران لطف علیؑ از طبقہ صاحبزادگان علاقہ صرفخاص)

فرمایا اس لڑکے کی سابقہ زوجہ دیدار النساء بیگم یعنے دختر حیدر علیؑ کا کیا قضیئہ نامرضیہ تھا اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں کہ وہ آشکارا تھا۔

دوسری طرف ایک عرصہ سے یہ لڑکا بغیر زوجہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ لہٰذا میں نے ایک لڑکی کو (جس کا نام عنوان میں درج ہے) تجویز کیا ہے جو طبقۂ شرفاء سے تعلق رکھتی ہے اور جو کچھ عرصہ سے زیر سرپرستی نذری باغ میں ہے اور جس کو خوش قسمتی سے سینیر پرنسز نے بھی دیکھ کر جو اپنا خیال ظاہر کئے تھے (جبکہ وہ چند ماہ قبل یہاں تھے) وہ یہ تھا کہ "ایسی صورت شکل کی لڑکیاں کم نظر میں آتی ہیں" (واقعی یہ معاملہ بھی ایسا ہی تھا)

فی الحال اسکی عمر ۱۸ سال کی ہے اور لڑکے کی ۲۱ یا ۲۲ سال کی۔ چنانچہ انہیں وجوہ سے جوڑا ازدواجین کا ہر طرح سے موزوں اور جاذب نظر ہے۔ لہٰذا انشاء اللہ نکاح ۲۷ ذیحجہ ۱۳۷۹ھ یوم پنجشنبہ ہوگا کہ ۲۹ ذیحجہ ۱۳۷۹ھ یوم شنبہ لڑکی اپنے شوہر کے مکان کو نذری باغ سے چلی جائے گی۔ کیونکہ ایام عزا محرم قریب میں شروع ہونے والے ہیں جبکہ کامل دو ماہ تک خوشی کے تقاریب نہیں ہوسکتے تو یہ زمانہ مجالس کا ہے۔ میرے خیال میں یہ لڑکے کا خوش قسمت ہے کہ اسکو ایسی زوجہ ملی اور لڑکی بھی خوش قسمت ہے کہ اسکو ایسا شوہر ملا۔ بہرحال یہ قدرت کے کام ہیں جس میں انسان کا دخل نہیں۔ بمصداق وَاللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ۔

زیادہ مبارک باشد

مرقوم ۱۲ر جون ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

بہر بام رفعتے این زینہ شد | از پے لعل و گہر گنجینہ شد
در دل احباب ہر دم این دعا | در دل اعدا کہ مکر و کینہ شد

(آمدہ از نذری باغ)

سخت امتحان دیکر پاس ہونا کھیل مذاق نہیں بلکہ کارے دارد ہے

فرمایا یوں تو نذری باغ کے خانہ زاد بہت سے متاہل زندگی رکھتے ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔ مگر اسی زمرہ کے دو خانہ زاد مختار علی و قادر علی یعنے اول الذکر نذری باغ میں ۵ سال رہکر۔ اور موخرالذکر ۳ سال رہکر پس پشت نذری باغ اپنے قرابتداروں کی لڑکیوں سے نکاح کرکے اپنے ہاتھوں حقوق خانہ زادی سے خود کو خارج کرالئے بقول۔ خود کردہ را علاجے نیست پس اس سے معلوم ہوا کہ نذری (ٹرسٹ) باغ کی اونچی زندگی جو قسمت سے ملی تھی اس کی قدر و قیمت پہچاننے میں قاصر رہے۔ یا اس کو کسطرح سے سنبھالنا چاہیئے شومیٔ قسمت سے اس کا ان کو احساس نہیں تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ایک خانہ زاد کی قسمت میں کل کیا ہونے والا ہے اِسکا اسکو علم نہیں ہے۔

ف۲۔ برخلاف اس کے بہت سے خانہ زادان یہ امتحان دیکر اس خطرہ سے باہر ہوئے ہیں کہ اپنی حد تک ہر چیز کو سمجھتے تھے۔ اور اپنا فائدہ و نقصان کیا ہے اس پر ان کی نظر تھی۔ جب ہی یہ بات انکو حاصل ہوئی۔ ورنہ خواہشات نفسانی ایسی چیز ہے کہ اسکو قابو میں رکھکر کام کرنا۔ ہر ایک نہیں کرسکتا اِلّا مَا شَاءَ اللّٰہ کہ جن کی قسمت میں یہ چیز ہوگی وہی اس کو حاصل کرینگے۔ کیونکہ بھول بھلیاں سے گذر کر جادہ راست پر قدم رکھنا آسان نہیں ہے بلکہ اس کے لئے صبر و ضبط۔ حزم و احتیاط۔ دنیا کے نشیب و فراز پر نظر رکھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔

ف۳ القصّہ یہ دو واقعے ایسے ہیں کہ سب غیر متاہل خانہ زادوں کو بیدار کردیئے ہیں کہ جو دو غلطی کرکے گھاٹے میں پڑے تھے اون کا نقشہ دوسروں کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ جو جیسا کرے گا ویسا پائے گا۔ اوس وقت کسی پر گلہ شکوہ نہ ہوگا بجز اپنی قسمت و اژون کے۔ خدا فضل کرے! اور بقیہ خانہ زادوں کو نیک توفیق نصیب ہو تاکہ اپنے ہاتھوں اندھا دھند کام کرکے اپنے مفاد کو نقصان نہ پہنچائیں۔

بقول۔ تیر از کمان جستہ باز نمی آید

مرقوم ۱۳؍جون سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

از ہزاران کعبہ یک دل خوشتر است
دل بدست آور کہ حج اکبر است

اخبار شیراز مورخہ ۳ر جون ۱۹۶۰ء کے ایک مضمون پر جو اظہار خیال فرمایا گیا ہے اگر اس کی تشریح کی جائے تو ایک دفتر درکار ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ وہ اظہار خیال یقیناً صاحبان بصیرت کے لئے توشۂ آخرت ہے۔ سنجیدہ دماغوں کے لئے مشعل ہدایت ہے۔ مگر جو لکیر کے فقیر اندھی تقلید کرنے والے ہیں وہ اس روشنی سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ آزاد مشربی میں کیا وسعت فکر و نظر ہے اور کیا نکتۂ اعتدال ہے اس کو اہل نظر ہی جانتے ہیں۔ آزاد مشربی کبھی زندگی کو الجھنوں میں پھانس کر پریشان ہونے کی دعوت نہیں دیتی۔ عقل سلیم کی میزان میں آزاد مشربی کھوٹے کھرے کو تولا کرتی ہے۔ اور آزاد مشربی کے انمول جواہر پارو کو صاحبان فہم و ذکا قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتے حاصل کلام۔ فریضۂ حج ہر مسلمان پر واجب ہے خصوصاً وہ جو صاحب استطاعت ہو مگر جو نادار ہے وہ بری الذمہ ہے۔ مگر یہ کیا بات ہے کہ "فریضۂ حج کرد تا کہ آخر وقت تمہارا شمار مسلمانوں میں ہو" یاد رکھئے کہ دنیا کو کہنے کا موقع نہ دیجئے کہ وہ یہ کہے کہ اسلام اپنے احکام میں اس قدر سخت گیر پالیسی پر کاربند ہے۔ غریب نادار مسلمان کو مایوس نہ کیجئے کہ وہ بغیر حج کئے اس کا شمار مسلمانوں میں نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نکتہ نواز اور ذرہ نواز ہے وہ دلوں کی کیفیت سے بخوبی واقف ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں ایک صاحب ارادہ حج گھر سے روانہ ہوتے اور راستہ میں سوچتے جا رہے ہیں۔ بعد حج آتے وقت ایک تولہ سونا لے کر انگشتری بنا کر لاؤں گا۔ دوسرے حاجی صاحب دو تین تولہ سونے کی کنڈیاں لگا لائیں۔ اور تیسرے بزرگ نے ایک دستی گھڑی خرید لی بتایئے ان حاجیوں کے اس حساب و کتاب کا کیا حشر ہوگا۔ جہاں خلوص کا وجود نہ ہو تو ایسے حج کے متعلق کیا کہا جائے۔ بزمانہ حج تو داڑھی چھوڑی مگر واپسی میں اس کا صفایا کر دیا گیا کہئے ایسے حاجیوں کے حج کی نسبت آپکی کیا رائے ہے۔ بہر حال ہر سال لاکھوں بندگان خدا اس مقدس فریضہ کو ادا کرتے ہیں۔ مگر خدا جانے کس کا حج قبول ہوا کس کی لبیک سنی گئی۔ بعض ایسے بھی خدا کے بندے ہیں جو اپنے گھر بیٹھے فریضۂ حج کے ثواب سے مستفیض ہوتے ہیں دور کیوں جایئے۔ آیئے کنگ کوٹھی میں ملاحظہ فرمایئے آپ کو بہت سے خانہ زاد نظر آئیں گے۔ جنکو اس پیالیس سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا آج وہ دامن آصفی سے وابستہ ہیں ان کے سرپرست اعلیٰ کو ان کی سود و بہبود کا خیال ہے ان کی زندگانی شاہ راہ کامیابی پر گامزن ہے۔ انہیں صراط مستقیم پر چلایا جا رہا ہے۔ کیا سلطان القلوب کا اس پُر خلوص نیت سے مقلب القلوب واقف نہیں ہے۔ کیا اس کو عبادت نہیں کہئے ہزاروں بے وسیلوں کی دستگیری و اعانت کرنا کیا عبادت میں داخل نہیں ہے۔ جب ہی تو کہا گیا ہے۔

عبادت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادۂ و دلق نیست

ظاہری زہد و تقویٰ کے نام و نمود سے تو یہی بہتر ہے کہ خمخانہ نجف میں ساقی کوثر کے ہاتھ سے مئے عید غدیر پی کر مست و سرشار رہنا ہی بہتر عبادت ہے۔ اور جب ہی تو کہا گیا ہے۔ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا اُولِي الْاَلْبَابِ۔

پی لو آزاد مشربی کی شراب

۱۷ر ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ

حلمی افندی

نوٹ این خوب است
(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

رشتہ سے جاہ شان آئی ہے
(قرابت)
شادی سے آن بان آئی ہے

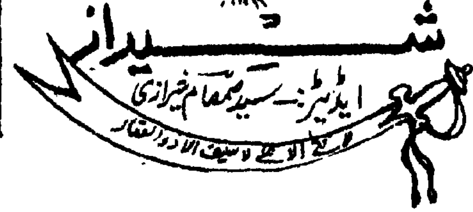
کہتا ہے ازدواج کا جوڑا
جسم بے جاں میں جان آئی ہے

(آمدہ از نذری باغ)

ترجمان اہل تشیع ہے قوم کی آواز ہے ★ شیر خدا شاہ حق آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی



کمیٹی اصلاحِ نظم و نسق

آندھرا پردیش کے قیام کے بعد ہی ہماری سرخ فیتے والی دفتریت اور نظم و نسق میں اصلاح کی ضرورت شدت کیساتھ محسوس کیجا رہی تھی۔ اب محکمۂ اطلاعات کے ایک پریس نوٹ کے بموجب یہ اطلاع عام طور پر باعث طمانیت ہوئی کہ حکومت نے نظم و نسق کی اصلاح، دفتری خرابیوں کو دور کرنے اور کارکردگی کو بڑھانے کے لئے ایک ہفت رکنی کمیٹی کا تقرر کیا ہے۔ چنانچہ شری بی۔ ہما سندر ریڈی وزیر فینانس نے موازنہ پر عام بحث کے وقت تقریر کرتے ہوئے اسکا انکشاف کیا کہ

"دفتریت کو دور کرنے، دفتری طریقۂ کار کو سہل ترین بنانے کے طریقہ پر غور کرنے، نیز ہر سطح پر دفتری کارروائیوں کے عاجلانہ تصفیہ کی تدابیر اختیار کرنے سے متعلق جس میں اختیارات کی منتقلی بھی شامل رہے گی۔ سفارش پیش کرنے کے لئے اصلاح نظم و نسق کی ایک کمیٹی کا تقرر کیا جائیگا یہ کمیٹی چھ ارکان اور ایک صدر پر مشتمل ہوگی چیف سکریٹری اس کمیٹی کے صدر ہونگے، مجلس مال کے ایک رکن کو نائب صدر کی حیثیت سے لیا جائیگا اور معتمد محکمۂ صحت و تعمیرات، معتمد زراعت، چیف انجینئر ناگرجنا ساگر اور ایک وظیفہ یاب سینئر آئی اے ایس عہدیدار اس کمیٹی کے ارکان ہونگے"

حکومت کے پریس نوٹ میں "کمیٹی اصلاح نظم و نسق" کے صدر کا نام اگرچہ کہ ظاہر نہیں کیا گیا ہے۔ مگر قیاس غالب یہی ہے کہ مسٹر ایم۔ پی۔ پائی کو جو اسوقت لندن میں ہیں اسی کمیٹی کا صدر بنایا جائیگا۔ اگر یہ قیاس صحیح ہے تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مسٹر ایم۔ پی۔ پائی کا نام، کمیٹی کی سفارشات کو جامع، موثر اور قابل عمل بنانے کی بہترین ضمانت ہے کیونکہ مسٹر ایم۔ پی۔ پائی نے بحیثیت رکن دوم مجلس مال اور بحیثیت چیف سکریٹری جو کام انجام دیئے ہیں اور جو اصلاحات کئے ہیں اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر یہ صورت ممکن نہ ہو تو کمیٹی کی صدارت کے لئے مسٹر ایل۔ این۔ گپتا سے بہتر اور کوئی اہم[...] ل سکتا۔ موصوف کو نہ صرف نظم و نسق کا بہترین تجربہ ہے بلکہ یہ اختراعی صلاحیتوں کے بھی حامل ہیں۔ موصوف ایک عرصہ تک معتمد فینانس کے اہم خدمات انجام دے چکے ہیں موصوف کے انتخاب سے محکمۂ فینانس کی نمائندگی بھی پوری ہو جائیگی

جہاں تک نائب صدر کا تعلق ہے اسپر کسی سرکاری عہدیدار یا جیسا کہ اعلان کیا گیا ہے مجلس مال کے کسی رکن کا انتخاب کسی اعتبار سے بھی موزوں نہ ہوگا، نائب صدارت کے لئے حیدرآباد کے کسی وظیفہ یاب ماہر نظم و نسق عہدیدار کا انتخاب ہر لحاظ سے ایک موزوں ترین انتخاب ہوگا۔ اس خصوص میں راجہ جانکی پرشاد صاحب موظف نائب ناظم الاطلاعات و تعلقات عامہ کے خدمات حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ موصوف نہ صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں بلکہ نظم و نسق کا ایک وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ ان کا تدبر، بے لوث کارگزاری اور انتظامی صلاحیت آج بھی زبان زد خاص و عام ہے۔ جب بھی نظم و نسق کے سلسلہ میں کوئی نظیر دیجاتی ہے تو مثال کے طور پر پرشاد صاحب کا نام لیا جاتا ہے موصوف نے اپنے دور نظامت اور نائب نظامت میں محکمۂ اطلاعات کو حقیقی معنوں میں اطلاعات اور اطلاعات کے ہر شعبہ کی کارکردگی مثالی بنا دیا تھا، موصوف کے کئے ہوئے اصلاحات آج بھی قدر کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں

چونکہ حکومت اصلاح نظم و نسق کے سلسلہ میں دفاتر اور دفاتر آندھرا کے ہر اچھے طریقہ کو اپنانا چاہتی ہے اس لئے حیدرآباد (تلنگانہ) کے اچھے طریقوں کے سلسلہ میں حیدرآباد کے وظیفہ یاب ماہر نظم و نسق عہدیدار کے خدمات حاصل کرنا ضروری ہے صرف آندھرا علاقہ ہی کے عہدیدار اس ضرورت کو پورا کر سکیں گے

اس مجوزہ کمیٹی میں جو کمی شدت کیساتھ محسوس کیجا رہی وہ کمیٹی میں محکمۂ صنعت و حرفت کی عدم نمائندگی ہے تعجب ہے کہ اس کمیٹی میں مولوی سید اصغر حسین صاحب آئی اے ایس معتمد صنعت و حرفت کا کسطرح متروک ہوگیا! ہم نہیں سمجھتے کہ انکے خدمات کے بغیر مقررہ کمیٹی کوئی جامع و مانع ہمہ گیر سفارشات پیش کر سکے گی!

ہمیں توقع ہے کہ سندر ریڈی صاحب ان حقائق کی روشنی میں ہمارے معروضات پر وزیر فینانس کمیٹی کے ارکان میں مناسب ردوبدل کریں گے

خطیب منبر سلونی ؑ

کا ارشاد مبارک ہے کہ خدا اپنے افعال میں تجربات کا رہین منت نہیں ہے

یا علی یا ایلیا

از شیخ العارفین جناب آقای درخشش کرمانی

دوش کاندر حالتی بودم نه بیدار و نه خواب ، از مسمی اسم اعظم خواستم آمد خطاب
هر چه خواهی می طلب زین چار نام مستطاب ، یا علی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
یا علی ای صاحب امروز و روزِ واپسین ، مالکِ مُلکِ وجود و شافعِ یوم الحساب
ای کتابِ ناطق هر مرسل صاحب کتاب ، نام پاکت ابتدا و انتهای هر کتاب
هر پیمبر برگرفت از منبعِ فیضِ تو نور ، آری آری میکند مه کسبِ نور از آفتاب
بی شک از فیض ولای شهریارِ لافتیٰ ، هر که باشد مستحقِ فیض گردد کامیاب
کس بشهرِ علمِ پیغمبر نشد داخل مگر ، آنکه از این در بیامد زانکه دیگر نیست باب
دل اگر آئینه گردد نیک دریابد همی ، مصطفیٰ را نیست کس جز مرتضیٰ نائب مناب
میشود آگه ز اسرار غدیرِ خم کسی ، کو بنوشد از خُمِ توحیدِ او جامی شراب
واقف از سرّ ضمائر شاه لو کشف الغطا ، باشد آگه از درون و از برون هر حجاب
در زمین و آسمان و ماورای این و آن ، نیست غیر از بوالحسن دیگر کسی مالک رقاب
هر که بینی هر چه بینی صورت آن معنی است ، جمله عالم قشرِ محض مرتضیٰ لبِ لباب
هر که محروم از ولای بوتراب اینجا شود ، گوید آنجا دم بدم یا لیتنی کنت تراب
جام مهر مرتضیٰ را بذل کرده بر درخشش ، ساقی بزم محبت نور بخشِ شیخ و شاب
از مئی توحیدِ او مستم که گویم دم بدم ، یا علی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب

شہید نینوا

خان بہادر نواب سرفراز حسین خانصاحب

(۱)

دنیا کی چند روزہ زندگی میں نیک نامی نہ حاصل کرنا نعمت خدا کی ناشکری ہی نہیں ہے بلکہ جامۂ اشرف المخلوقی کو بیدردی سے چاک کر دینا ہے اور خلعت لقد کرمنا بنی آدم کی بے قدری کر کے عذاب کا مستحق بننا ہے دنیا میں اکثر صاحب فہم انسان ایسے گزرے ہیں جنہوں نے محض رفاہ عام کے لئے اپنے عیش و آرام اہل و عیال جان و مال کی پروا نہ کی اور ہر تکلیف کو آرام اور ہر غم کو سرور سمجھ کر میدان ثابت قدمی میں اپنی نظیر قائم کر گئے۔ اگر چہ وہ اب دوسرے عالم میں ہیں مگر اپنے ایثار نفس کا اشتہار مثل آفتاب نصف النہار کے چار دانگ عالم میں ایسا جلوہ نما کر گئے کہ ایک عالم کو اخلاق کا سبق دے رہا ہے کیسے کیسے شجاع اور پاک طینت بندگان خدا نے نیک نامی کا ثبوت دے گئے اس طرح کہ تمام عالم کو متحیر کر دیا اگرچہ کہ زمانہ رنگ بدلتا رہا۔ مگر ان کی بہادری اور نیک نامی کا ستارہ بلند ہی ہوتا رہا۔ اور ہوتا جائیگا

ہمارے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفےٰ کی غرض تو یہی تعلیم نیک نامی تھی۔ خود حضرت نے اپنی زبان مبارک سے انا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق کے جملہ کو ظاہر فرما کر اور خود عمل کر کے ہر روشن دماغ انسان کو اس طرف متنبہ کر دیا۔

طول دینا مقصود نہیں ہے۔ زمانہ کی رفتار ایک اصول پر قائم نہیں ہے۔ اور اس کے تین فروع ہیں۔

(۱) تہذیب الاخلاق۔ (۲) تدبیر منازل (۳) سیاست مدن۔ تمام روئے زمین یعنی صحن عالم پر نگاہ کرنے سے ایک بشر ملتا ہے۔ جو اپنے ہر نفع کو چھوڑ کر صرف رضائے خدا اور نفع بندگان خدا کے واسطے یادگار مسلم بن گیا۔ جس کا ہر فعل کوٹ کوٹ کر اخلاق سے بھرا ہوا تھا وہ قطعہ زمین جو ریگ اور پہاڑوں سے محیط ہے جس کے چشمے کم ہیں۔ شکار کی خونخوار عادت نے وہاں کے لوگوں کے دلوں میں رحم پیدا ہی نہیں کیا ہے۔ اسی وجہ سے صاحب خلق عظیم جناب محمد مصطفےٰ کو خدا نے مبعوث فرمایا اسی حکیم الاخلاق نے جان توڑ کوشش کر کے اخلاق کا سبق دیا۔

اگرچہ آپ کی تعلیم سے کچھ انسان نظر آنے لگے مگر سب سے زیادہ بدرجہ اکمل اس رزمگاہ میں جس نے ناموری حاصل کی اور جان دے کر شاہراہ اخلاق تمام عالم کو دکھا دی وہ آپ کے بہادر اور جواں مرد عالی ہمت نواسے حسین بن علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں۔ جو اخلاقی دنیا میں تمام صاحبان اخلاق کے سرتاج بلکہ شاہراہ اخلاق کے بادی بن گئے۔ اگرچہ اکثر صاحبان اخلاق کرم و اخلاق میں فرد گزرے ہیں مگر مجموعی حیثیت سے بحالت نہ معمولی مجبوری بلکہ پریشانی کی حالت میں جس نے کل اتمام اخلاق پر عملی کارروائی کی وہ سوائے حسین بن علیؑ کے کوئی دوسرا بشر نہیں گزرا۔ باوجود کہ لاکھوں دشمنوں کا ہجوم تھا۔ مگر زمام اخلاق آپ کے زبردست ہاتھوں سے نہ چھوٹی۔ جو مصیبتیں اثنائے سفر میں اور کربلائے معلیٰ میں اس مجسم اخلاق پر ٹوٹ پڑیں وہ آفتاب سے زیادہ روشن ہیں ایسے مصائب کے وقت بھی آپ کے جد کے دین کی کشتی کے لنگر بن گئے۔

کشتی کے حلق کشتی دین شہ نے روک لی
ہر ہر لہو کی بوند کو لنگر بنا دیا

اس عدم اطمینانی حالت میں بھی ہمارا جواں مرد شہید مظلوم جس نے دنیا میں حق پسند قلوب پر گہرا نقش جما دیا۔ کیوں نہ ہو۔ اس کی روشنائی میں فاطمہؑ کا شیر نبی کا خون ملا ہوا ہے۔ قیامت تک یہ نقش نہیں مٹے گا۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔ ماہ محرم وہ مہتم بالشان مہینہ ہے کہ جس میں دسویں تاریخ جناب شہید راہ خدا حسین مظلوم کی شہادت ہوئی۔ اور اس سانحہ نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام اقوام پر اثر ڈالا۔ اور اسلام اور ایمان کے لئے یہ ایسا اثر المشہور ہے کہ اس مصیبت نے زمین و آسمان کو رلایا۔ پتھر کا دل خون کر دیا۔ عالم کو درہم برہم کر دیا۔ جن و انس کو ماتم دار بنا دیا عرش سے فرش تک، ثریٰ سے ثریا تک از قاف تا قاف یہ مصیبت تاثیر کر گئی اور اس کی وجہ سے ہر شئے آپ کی مسخر ہو گئی ذرہ ذرہ پر آپ کا سکہ بیٹھ گیا۔ ماہ سے ماہی تک زیر نگیں ہو گیا۔ خدائی کارخانے کے مختار حسین مظلوم عجب شہنشاہی حسین کی مظلومیت سے ملی ہر شہنشاہ کی سلطنت زندگی تک رہتی ہے مگر آنکھ بند ہوئی تو پھر کچھ بھی نہ تھا۔ الا دیکھو ہمارے

مظلوم شہنشاہ کی کس درجہ عظیم الشان سلطنت ہے۔ اور کیا اور نرالی فرمانروائی ہے۔ آج بھی ایک بادشاہ اپنی تاج پوشی کا دربار کرتا ہے تو خزانہ کا منہ کھول دیتا ہے۔ پروانے جاری ہوتے ہیں۔ اشتہار دیا جاتا ہے۔ وہ ایک مرتبہ اور بس مگر ہمارے سلطان کو دیکھئے کہ نہ تو کوئی اعلان کیا جاتا ہے۔ نہ دربار ندرو پے صرف ہوتے ہیں۔ مگر ہر سال چند بار بار کئی کئی دربار ہوتے ہیں۔ ۱۰ محرم - ۲۰ صفر رجب میں ۱۰ و ۱۳ شعبان میں پندرہ کو ذی الحجہ میں ۱۸ کو کیسا دربار ہوتا ہے کئی لاکھ آدمی شریک ہوتے ہیں۔ کئی لاکھ گردنیں اسلام کیلئے جھکی ہوتی ہیں۔ جناب سلیمان نے انسان دیو و جن پریزاد سب پر حکومت کی۔ آخر کب تک بس حیات تک۔ ان کے پایۂ تخت کا مقام اب نہیں معلوم ہوتا اور آپ ہمارے سلطان کا پایۂ تخت دیکھئے۔ تیرہ سو برس سے زیادہ زمانہ گزر گیا کہ اس نے اپنا قدم ہمارے درمیان سے نکال لیا ہے سچ کہوں اس دنیا ہی سے چلا گیا ہے اور کسی اور عالم میں اپنی بود و باش اختیار کرلی ہے مگر وہی دھاک ہے وہی اختیارات ہیں۔ اور وہ عرب کی زمین چٹیل ریت کا میدان جہاں آبادی کا نام نہ تھا وہاں ایک یادگار اپنی چھوڑی ہے اللہ اللہ کیا اختیار ہیں جو پایہ تخت کے لئے ہونا چاہیئے۔ وہ وحشت ناک صحرا غیر آباد مقام مگر کہاں کہاں سے لوگ آتے ہیں۔ متمدن ملکوں سے سے ہند سے روم سے چین سے یورپ کے جزائر سے کھچے ہوئے چلے آتے ہیں۔ یہ کیوں؟ کتابیں دیکھنے والے اس سے واقف ہیں۔ اس مظلوم کے اخلاق کا یہ اثر ہے پہلا سفر ہے کہ مدینہ سے حضرت یہ کہا جاتا ہے کہ آپ یہیں رہیں۔ مگر آپ کا دماغ روشن تھا۔ انجام سے واقف تھے۔ فرمایا میں نہیں چاہتا کہ میرے یہاں شہید ہونے سے حرمت کعبہ برباد ہو۔ عرض کیا جاتا ہے ایسی حالت ناامیدی میں عورتوں اور بچوں کو کیوں ہمراہ لئے جاتے ہیں فرماتے ہیں کہ کوئی امین نہیں جس کے سپرد کروں۔ اور یہ بھی ہم سے مفارقت گوارا نہ کریں گے۔ جب محمد حنیفہ کا زیادہ اصرار ہوا۔ تو فرمایا کہ بھائی خدا کو منظور ہے کہ انہیں اپنی راہ و رضا میں اسیر دیکھے۔ اب انصاف فرمایئے کہ حسینؑ نے اپنے علم اور ارادے سے تمام مصائب کو گوارا فرمایا ہے وقت روانگی بار بار فرمایا کہ جسے مرنا ہو وہ میرے ہمراہ چلے اگر وہ سلطنت و ریاست کے طلبگار ہوتے تو بہت بڑا لشکر جمع کر سکتے تھے۔ ہمارے مظلوم حسینؑ نے چونکہ سیاست اسلامی سے بدرجہ اتم مکمل واقف تھے۔ اپنی جان دے کر اپنے نانا کے دین کو اور اسلام کے قاعدوں کو زندہ کر دیا۔

تباہی میں سفینہ آچکا تھا امتِ جد کا
یہ کشتی بحرِ خوں میں ڈوب کر شہ نے نکالی ہے

کیونکہ ؎

نواسے جب نظر آئے پیمبر نے یہ فرمایا
جہاز امتِ عاصی کے لنگر ایسے ہوتے ہیں

اگر واقعۂ شہادت نہ ہوتا اور مادہ بصیرت نہ پیدا ہوتا تو اسلام آج دنیا میں باقی نہ رہتا۔ یہ ثابت ہے کہ چونکہ حسینؑ کا اپنے والد کے شہید ہونے کے بعد اس مطلب عالی کو پورا کرنے کا ارادہ تھا۔ اس لئے آپ نے مدینہ سے اسی بناء پر سفر اختیار کیا کہ مسلمانوں نے بڑے مقامات (مکہ اور عراق) میں پہنچ کر ظاہر کر دیں۔ یہ آپ کی سیاست کا مقدمہ تھا۔ باریک بین نگاہیں غور کریں۔ کہ اگر حسینؑ اپنے علم و ارادے سے اپنا قتل ہونا گوارا نہ فرماتے تو سامان مہیا ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں حسین محبوب خلائق تھے۔ بلکہ جو لوگ طمع کے ساتھ ہوتے تھے ان سب کو پراگندہ کر دیا تھا۔ اب صرف اپنے خاص اعزا بھائی بھتیجے بھانجے اور اپنی اعمام اور اولاد اور خاص اصحاب رہ گئے۔ حالانکہ ان مخصوص اصحاب سے بھی کہا کہ ہم کو چھوڑ کر الگ ہو جاؤ۔ مگر ان لوگوں نے منظور نہ کیا۔ کیونکہ وہ بھی ایسے تھے کہ مسلمانوں کے نزدیک تقدس اور جلالت قدر میں بے مثل تھے۔ اور ان کا حسینؑ کے ساتھ قتل ہو جانا اس واقعہ کی زیادہ عظمت و تاثیر کا سبب ہوا۔ باریک بین دماغ غور کریں کہ حسینؑ کے کلمات و حرکات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے کیفیت سیاست اپنی مظلومیت کے ظاہر کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اور یہ بات حد درجہ کی قوت قلب اور سیاست اور اپنے مقصد عالی کو پورا کرنے میں ان کی از خود رفتگی کو ثابت کر رہی ہے حسینؑ نے اپنی زندگی کے آخر وقت میں اپنی طفل شیر خوار کے بارے میں وہ کام کیا کہ زمانہ کے فلاسفہ کے عقول کو متحیر کر دیا۔ یعنی اس آخری وقت میں ان جانکاہ مصائب کے ہجوم میں ان کا انکار کثیرہ کے عالم میں اس تشنگی میں کثرت جراحات میں اپنے مقصد عالی کو پورا کرنے سے چشم پوشی نہ کر کے اپنی بے کسی ثابت کر دی حسین خوب جانتے تھے۔ پیروان یزید اس صغیر سا پر رحم نہ کریں گے۔

محض اس غرض سے کہ ان مصیبتوں کی عظمت اور شان

بر ھا دیں - اُس اپنے شیرخوار بچہ کو ہاتھوں پر بلند کیا۔ اور اُس کے لئے پانی مانگا۔ مگر زبان تیر سے جواب سُنا۔

اور بھی بعض روسائے روحانی اور ارباب دیانات گزرے ہیں اور بحالت ظلم قتل ہوئے ہیں۔ اور ان کے قتل کے بعد ہی (رولیوشن) ہوا ہے اور جوش انتقام میں تلوار کھنچی ہے جیسا کہ زمانہ بنی اسرائیل میں ہوا ہے۔ حضرت یحییٰ کا قصہ بڑے بڑے تاریخی واقعات میں سے ایک بڑا واقعہ ہے حضرت مسیح علیہ السلام کی شہادت بھی بے نظیر تھی۔ مگر حسینؑ کی شہادت نے سب پر فوقیت حاصل کرلی۔ کیونکہ آنحضرت یعنی امام حسینؑ کا واقعہ عالمانہ اور حکیمانہ حیثیت کا ہے حسینؑ نے اپنی جان شیریں دی اپنے بھائی بھانجے اور بھتیجے۔ اقربا گھر بار سب راہ خدا میں دے دیا۔ عیال کی اسیری گوارا کی۔ اور یہ مصائب نادانستہ نہیں، اتفاقی نہیں۔ وقتاً نزے کر نازل ہوئے۔ حقیقی روحانیت اسی کو کہتے ہیں۔ اسلام میں تازہ زندگی کی روح آگئی ان سب معاملات پر نظر کرتے ہوئے ہمارے شہید راہ خدا کا یہ حال بھی قابل غور ہے وہ یہ کہ اخلاق کا پہلو کسی حالت میں بھی نہ چھوٹا۔ اپنے اصحاب باوفا سے فرمایا کہ میں اپنی بیعت اُٹھائے لیتا ہوں مجھے چھوڑ دو یہ منافقین میرے ہی سر کے طالب ہیں۔ مگر آپ تو خالص وفادار ہیں۔ وہ جانا منظور نہیں کرتے۔ تب فرمایا اچھا اپنے ناموس کو جس سے جہاں بن پڑے پہنچا دو۔ مگر ان کی عورتوں نے اہلبیت کے ہمراہ اسیر ہونا خوشی سے گوارا کیا۔ بشیر خرزی کو پانچ بردیمانی دیں کہ اپنے چھوٹے بیٹے کو دو۔ اور وہ ملک ترے میں جاکر اپنے بڑے بھائی کو قید سے رہا کرائے۔ اور ان چادروں کی قیمت ہزار اشرفی تھی۔ جب امید صلح منقطع ہوگئی تو فرمایا کہ اچھا راہ کھول دو۔ دوسرے ملک میں اہلبیت نبی کو لے کر چلا جاؤں۔ مثل رعایا کے عمر کا رہنے لوں گا۔ جب یہ خواہش بھی پوری نہ ہوئی تو آسمان کو دیکھا اور آپ راہ مولا میں مرنے کو تیار ہوگئے۔ اس روز جیسا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ وہ تسلیم و رضا کا ثبوت بدرجۂ اکمل دے رہا تھا۔ ہاں یہ سب ہے مگر شجاعت حسینی نے دشمنوں کو بھی متحیر کردیا عاشور کے روز جو شجاعت حسینی دیکھی گئی ہے ابتدائے خلقت سے آج تک صفحہ روزگار پیش نہیں کرسکتا۔ مسٹر جیمس کارن اپنی کتاب تاریخ چین میں لکھتے ہیں کہ دنیا میں بہادری کا ذکر ہوتا ہے تو رستم و اسفندیار کا نام لیا جاتا ہے۔ لیکن رستم کو بہادر وہ کہے گا۔ جو تاریخ سے واقف نہیں کس کی زبان میں گویائی اور کس کے قلم میں قدرت ہے

جوان بہتر بہادروں یعنی حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے حالات بیان کرسکے۔ چار جانب سے چار دشمنوں کا حملہ۔ تلوار اور حربوں سے زخم پانچویں دشمن عرب کی دھوپ چھٹے زمین کی ریت گرم ساتویں بھوک آٹھویں پیاس آپ شہادت پر آمادہ ہیں۔
خدا سے دعا مانگتے ہیں خلوص سے عرض کرتے ہیں۔

تڑپوں میں ہو قاسم مضطر تو نہ رو دوں
دم توڑے میرے سامنے اکبر تو نہ رو دوں
چھٹ جائے برابر کا برادر تو نہ رو دوں
مر جائے پھڑک کر علی اصغر تو نہ رو دوں
شکوہ کا سخن منہ سے نہ بیداد میں نکلے
دم تن سے جو نکلے تو تری یاد میں نکلے
ہنس ہنس کے تری یاد میں میں برچھیاں کھاؤں
تیغ آئے تو سینے کو سپر سے نہ چھپاؤں
خنجر سے کٹے حلق کو گردن نہ ہٹاؤں
سر ہاتھ پہ لے کر تیرے دربار میں آؤں
رونے کا سکینہ کے خیال آئے نہ مجھکو
بے پردہ ہو زینب تو جلال آئے نہ مجھکو

یہ تو صف آرائی اول کے وقت مناجات کی۔ مگر جب سب اعزا اولاد اور بنی اعمام یہاں تک کہ شیر خوار بچہ بھی تیر سے شہید ہوچکا تو آپ یک و تنہا ہیں۔ آخری خطبہ فرمایا ایسا فصیح خطبہ تھا جس کی نظیر کوئی پیش نہیں کرسکتا۔ جس شاعر نے نظم کردیا ہے یہ وقت کس قدر نازک تھا۔ بیٹوں اور عزیزوں کے جنازے آنکھوں کے سامنے گرم ریت پر پڑے ہیں۔ اپنے بعد اہل بیت کے انجام کا صدمہ اور اُس پر سے

وہ پیاس کا وفور وہ خورشید کا زوال
بے چتر و سایہ دھوپ میں تھا فرزند بلال
سینے پہ داغ پیاروں کے دل کو غم و ملال
خالق سے عرض کرتے تھے یہ شاہ خوش خصال
ابن بتول و سبط رسالت پناہ
یارب تو ہے گواہ کہ میں بے گناہ ہوں
سب نور چشم سامنے آنکھوں کے مر گئے
عباس فاتحہ مرنے لشکر کا کر گئے
قاسم کو ماں پکار رہی ہے کدھر گئے
اکبر بھی نامراد جہاں سے گزر گئے
تشنہ یہ سر رہا ہے مرا قتل گاہ میں
اچھی کمائی بھی جو لٹی تیری راہ میں

جنگل میں بوستان رسالت لٹا چکا
بھائی اور باپ کی دولت لٹا چکا
پھوپھی حرم کی اپنی بضاعت لٹا چکا
سب کچھ برائے بخشش امت لٹا چکا
باقی کوئی شہیدوں کے دفتر میں اب نہیں
جز عابد مریض کوئی گھر میں اب نہیں
واقف ہے تو میں تارک دنیا ہوں اے کریم
دشمن ہیں چار لاکھ میں تنہا ہوں اے کریم
بچپن سے بہر ذبح مہیا ہوں اے کریم
مہماں ہوں اور نہر پہ پیاسا ہوں اے کریم
کفار کو فرات کے پانی سے چین ہے
محروم ماں کے مہر سے تیرا حسینؑ ہے

ناگاہ خیمہ سے صدائے گریہ ایسی بلند ہوئی کہ حضرت دریر آئے اور سب کو امر بہ صبر فرمایا۔ سلام آخری کیا حتیٰ کہ اپنی ماں کی کنیز تک پر وداعی سلام ارشاد فرمایا۔ اور فرمایا کہ بہن تم ان سب کی سردار ہو دیکھو زمام صبر ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ چادر چھینے تو غصہ کو راہ نہ دینا۔ دعائے بد نہ کرنا۔ امت کے لئے ہم نے یہ سب گوارا کیا ہے۔ اپنے مریض فرزند سے آخری بار رخصت ہوئے۔ ان کو وصیت بھی کی۔ اور جہاد نفس کی تاکید فرمائی۔ اگرچہ اس جملہ میں کہ بیٹا یہ گھر تمہارے حوالے ہے۔ گھر جلے اسباب تبرکات لٹ جائیں۔ ماں بہن پھوپھی کے سر سے ردا ارلیں تو غیظ میں نہ آنا۔ سید سجاد تھرا سکتے عرض کرتے ہیں بابا مریض کے حوالے اور یہ منصب عظیم یہ کیا ارشاد ہو رہا ہے فرمایا بیٹا سنو

ہر طرح کا جہاد تھا حیدر کے واسطے
حکم مصالحہ ہوا شبر کے واسطے
خنجر سرے لئے ہے میں خنجر کے واسطے
کی عرض اور اس تن لاغر کے واسطے
فرمایا تازیانہ و زنجیر و طوق ہے
عابد نے عرض کی مجھے بچپن سے شوق ہے

ایک شعبہ تدبیر منزل کا مختصراً قابل غور ہے۔
ہمارا بہادر دس ہزار کی فوج کی سات صفوں کو توڑ کر نہر میں پہنچا پانی چلو میں لیا۔ مگر ایک شقی بولا آپ یہاں پانی پیتے ہیں۔ وہاں خیمے لٹ گئے۔ پانی پھینکا باگ راہوار کی چھوڑ دی تھی۔ مگر حیوان بھی پیاسا نکل آیا۔ گھوڑا پیاسے چلے آئے تو دیکھا خیمے محفوظ ہیں اس سے ہدایت مد نظر تھی کہ دیکھو حرم نبی کا

اپنی جان سے زیادہ لحاظ ہے۔ وقت آخر گھوڑے سے ریگ پر گر پڑے ہیں۔ اب ذرا میرے حسینؑ کی شان دیکھئے دشمن کا قول ہے کہ میں نے تمام عالم میں حسین سا بہادر غیور نہیں دیکھا جو ایسا زخمی ہو۔ اتنے مصائب اٹھا چکا ہو۔ خون میں نہایا ہوا ہو۔ اور ایسا حسین و خوبصورت ہے اور شجاعت کی وہی شان ہو۔ فقط چند لحظ کے مہمان ہیں مصائب کے ہجوم نے تمام خون خشک کر دیا ہو۔ جو رہ گیا تھا وہ زخموں کی کثرت کی وجہ سے زمین پر بہہ رہا ہے۔ پھر بھی رعب سے کوئی قریب نہیں جاتا۔ نہ کہ سر جدا کرنا۔ آخر شمر نے چند سوار خیمے کی طرف بڑھائے۔ سم رہوار کی صدا گوش اقدس میں پہنچی غش سے چونک پڑے۔ طاقت کہاں مگر کہنی اور گھٹنوں پر زور دے کر خیمہ کی جانب چند قدم چلے اور پکارے منافقو! میں تم سے لڑتا ہوں تم مجھ سے لڑتے ہو۔ بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں نے کیا قصور کیا ہے آخر تم بھی تو زن و فرزند رکھتے ہو۔ پہلے میرا کام تمام کرو۔ میرے جیتے جی میرے اہل بیت سے متعرض نہ ہو۔ بابی انت وامی یا ابا عبد اللہ۔

بودہ ایم

باطل پرست و طالب دنیا نہ بودہ ایم
غافل ز بندگی تو شاہا نہ بودہ ایم
نا واقف رموز جہل خانہ بودہ ایم
از شیخ جیش زیرک و فرزانہ بودہ ایم
در اشتیاق دید تو دیوانہ بودہ ایم
پیوستہ در طواف توجہ خانہ بودہ ایم
واعظ تمام گشت جبیر خدا گواہ
نا واقف مدح بادہ و پیمانہ بودہ ایم
ہر لحظہ بود نام علی بر زبان ما!
در ہر زمان فاتح و شیرانہ بودہ ایم
از ما بجز حکایت ہر دو فا مپرس
دل دادہ ایم دیر در جانانہ بودہ ایم
مست مئے ولائے تو بودیم صبح و شام
در بحر معرفت دُر یکتانہ بودہ ایم
صمصام عرض کن بہ جانان پس از سلام
در باغ دھر ما گل بیگانہ بودہ ایم۔

(سید صمصام شیرازی)

جان کیری گن

میڈاس ۲ اچانک حملے کا پتہ دینے والا مصنوعی سیارہ

سربراہوں کی کانفرنس کی ناکامی کے متعلق صدر آئزن ہوور کی ٹیلی ویژن تقریر اور اتحادی سیوما کی سلامتی کونسل میں بحث جیسے اہم بین الاقوامی واقعات کے باوجود امریکہ کے جدید ترین مصنوعی سیارے میڈاس ۲ کی کامیابی کچھ کم توجہ کی مستحق نہیں عام حالات میں یہ "سنتری مصنوعی سیارہ" جو دفاعی مقاصد کے لئے نگرانی کا ایک نیا ذریعہ ہے، سال کی عظیم خبروں میں شمار ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ میڈاس ۲ کو اب امریکی میزائلوں اور مصنوعی سیاروں کو کامیابی سے داغے جانے کے سلسلے میں محض ایک اور سیارہ تصور کیا جائے جو امریکہ کی شہری خلائی اور فضائی نقل و حرکت اور فوجی ضرورتوں کے بڑھتے ہوئے سائنسی اور دفاعی پروگراموں کے تحت داغے جا رہے ہیں۔ اسی طرح شائد یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ میڈاس ۲ جیسے بھاری وزن والے سیارے کو کامیابی سے خلا میں پہنچانا راکٹوں کی زبردست قوت میں ایک اور پیشقدمی ہے۔ ویسے ہی جیسے کیپ کینا ورال فلوریڈا سے بحر ہند میں ۹ ہزار میل کے فاصلے تک بین البراعظمی راکٹ پہنچایا گیا تھا۔ بے شک یہ دونوں باتیں درست ہیں۔ لیکن امریکی ہوائیہ کا مصنوعی سیارہ میڈاس ۲ جو خلا میں پہنچایا گیا ہے محض ایک اور راکٹ یا مصنوعی سیارے کو کامیابی سے خلا میں پہنچانے کا واقعہ نہیں۔ اس سے تو آئندہ کسی بھی حملہ آور کے عالمگیر دفاع کے سلسلے میں ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے کیونکہ جیسا کہ اس کے نام (میڈاس) سے ظاہر ہے یہ کسی اچانک میزائلی حملے سے خبردار کرنے کا کلیتاً ایک نئے سسٹم کا پیشرو ہے۔ میڈاس کا لفظ "میزائل ڈیفنس الارم سسٹم" (

) کا مخفف ہے۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اچانک حملوں سے بچاؤ کا مسئلہ آج کل عظیم بین الاقوامی بحث مباحثے کا موضوع بنا ہوا ہے۔ جب میڈاس سیاروں کا یہ نظام مکمل ہوگا تو کسی بھی حملہ آور کے لئے اچانک حملہ کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ اس سیارے کے ذریعہ کسی بھی اور کہیں بھی داغے جانے والے حملہ آور راکٹ کا موثر انتباہ اور اطلاع پہلے ہی دی جا سکے گی۔ اور موجودہ نظام کے مطابق پندرہ منٹ کے بدلے تیس منٹ پہلے ہی اس کے ذریعہ ایسی اطلاع ملا کرے گی۔ نصف گھنٹہ جوابی کارروائی کے لئے کافی ہوتا ہے۔ موجودہ بین البراعظمی میزائلوں کے حملے کا پتہ لگانے کے موجودہ طریق کار کا یہ متبادل نہیں ہوگا بلکہ اس سے اس طریقے کو مدد ملے گی۔

"میڈاس" حملہ آور راکٹ کا پتہ کیسے لگاتا ہے؟

جب راکٹ آسمان کی طرف اٹھنے لگتا ہے تو اس کے شعلوں سے حرارت نکلتی ہے۔ میڈاس کی "سرخ شعاعی آنکھ" اس حرارت کا پتہ لگاتی ہے۔ جس طرح راڈر "برقی آنکھ" دور دور تک دیکھ سکتی ہے۔ اسی طرح میڈاس کی حساس آنکھ دور سے بہت دور ہونے والی باتوں کو دیکھ لیتی ہے۔ اور جب تک راکٹ کا انجن حرارت دیتا رہتا ہے۔ آنکھ اس کا سراغ رکھتی ہے۔ واضح رہے کہ یہ حساس آلہ کسی طرح کی تصویریں وغیرہ نہیں کھینچتا۔ اس کے ساتھ ہی میڈاس کے برقی پیمائشی آلات میزائل کے موزوں راستے کے متعلق زمینی سٹیشنوں کو فوراً ہی اطلاعات نشر کرتے رہیں گے۔ راڈر کی سکرین سے میزائل کے راستے کا صحیح اور فوری تعین ہوگا۔ حساسیت، صحت معلومات، اور رفتار میڈاس کی خصوصیات ہیں جن کی بدولت ان

قطعہ

آگئی بادِ بہاری کیسی | اور یہ چشم خماری کیسی
سِتم دورِ جہاں سے افسوس | ہُوئی مفقود غمساری کیسی

(آمدہ از نذری باغ)

آلات اور سامان کی موثر ترسیل کی تصدیق ہوتی ہے جو سال رواں میں امریکی سائنسدانوں نے خلا میں پہنچائے۔ امریکی خلائی اور فضائی نظامت کے تین جدید ترین کارناموں کو لیجئے۔ (۱) موسمی مصنوعی سیارہ ٹائرس ملا اپریل میں داغے جانے کے وقت سے زمین کے بادلوں کی تصویریں برابر بھیجتا جا رہا ہے۔ اس طرح موسمی جانچ اور پیش گوئی کے متعلق ایک نئے دور کا آغاز ہوا ہے۔

(۲) پایونیر ۵ کو لیجئے جو سورج کے گرد مدار پر گھوم رہا ہے۔ اور ڈیڑھ کروڑ میل سے بھی زیادہ فاصلے سے معلومات نشر کر رہا ہے۔

(۳) جہاز رانی کے متعلق تحقیق کرنے والے مصنوعی سیارے ٹرانزٹ آئی۔ بی کو دیکھئے یہ اس نظام کا پیشرو ہے جس کے متعلق امید کی جاتی ہے کہ اس سے سمندری اور ہوائی جہاز رانی میں ایک انقلاب آ جائے گا۔ میڈاس امریکہ کا گیارھواں مصنوعی سیارہ ہے جو اس وقت خلا میں گھوم رہا ہے اور سابق امریکی سیاروں کے گروہ میں شامل ہو گیا ہے۔ دوسرے سیاروں کی طرح اس کا مشن بھی پرامن ہے۔ اور امریکی دفاعی پروگرام میں بے نظیر اہمیت رکھتا ہے۔ میڈاس کے پرامن کردار کے پیش نظر اس کھلے آسمانی معائنے کی تجویز میں بھی اس کا ذکر آ سکتا ہے جو امریکہ کسی وقت پر اتحادی سمجھوتا میں پیش کرے گا تاکہ اچانک حملوں کے مرکزی سوال کی تہہ تک پہنچا جا سکے۔ قطع نظر اس امر کے کہ اس کے متعلق کیا کچھ رائے پائی جا رہی ہے۔ میڈاس ۳ کو خلا میں پہنچانا تحفظ امن کے سلسلے میں ایک اہم قدم ہے۔

دنیا کی عظیم ترین ریڈیو دوربین

امریکہ میں دنیا کی سب سے بڑی ریڈیو دوربین مکمل کر لی گئی ہے۔ جس کے ذریعے اب خلائے بسیط کی دور دراز حدوں تک سراغ لگایا جا سکے گا۔ یہ عظیم دوربین الی نائے یونیورسٹی میں امریکی بحریہ کے تحقیقی شعبے کی سرپرستی میں تیار کی گئی ہے۔ یہ پراجیکٹ ۱/۲ ۵ ایکڑ زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کا موصولی رقبہ ایک لاکھ ۶۰ ہزار مربع فٹ کا ہوگا۔ مانچسٹر (انگلستان) میں جوڈریل کے کنارے پر جو ریڈیو دوربین لگائی گئی ہے یہ نئی دوربین اس سے دگنی ہوگی۔ تاہم یہ برطانوی دوربین کے برعکس ایک ہی جگہ نصب ہوگی۔ اور ادھر ادھر نہیں موڑی جا سکے گی۔ اسے خاص طور پر کہکشاں سے پرے کے دھیمے ریڈیائی وسیلوں اور لاکھوں کروڑوں ستاروں (جن میں سورج بھی شامل ہے) کی کیفیت جاننے کے لئے بنایا گیا ہے۔ محکمۂ بحریہ نے کہا ہے کہ اولین مقصد یہ ہے کہ کائنات کا ایک تفصیلی نقشہ تیار کیا جائے جس میں وہ آسمانی ستارے اور سیارے وغیرہ شامل ہوں جو پہلے کی دوربینوں سے نظر نہیں آتے تھے۔ چونکہ یہ دوربین ادھر ادھر موڑی نہیں جا سکے گی اس لئے نجومی زمین کی گردش کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کہکشاں اور ستاروں کے بادلوں کا مطالعہ کر سکیں گے۔

قطعہ

کہتا ہے ترجمان زینہ سے | کتنی صورت ہے آئینہ سے
جملہ اعدا کے کہتی ہے دنیا | دل بھی پُر ہیں یہ مکر و کینہ سے

(آئندہ از نذری باغ)

صدر اسٹیٹ شیعہ کانفرنس نے کسی سیاسی اپیل پر دستخط نہیں کئے

حلقہ دار الشفاء کی امیدوارہ شریمتی انیس فاطمہ کی تائید میں جو اپیل شائع ہوئی تھی وہ ہماری نظر سے گذری۔ اس اپیل میں بعض ناموں کو دیکھکر ہمیں حیرت ہوئی۔ دیگر ناموں کے قطع نظر نواب سید حسن پاشا صاحب صدر اسٹیٹ شیعہ کانفرنس کا نام ہمارے لئے ایک معمہ بنا رہا کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ صدر اسٹیٹ شیعہ کانفرنس کو کانفرنس کی منظوری کے بغیر ایسا کوئی اقدام کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ اس بارہ میں جب ہمارے نامہ نگار خصوصی نے حقیقت حال کے انکشاف کے لئے صدر موصوف سے ملاقات کی تو معلوم ہوا کہ موصوف نے مذکورہ اپیل پر بحیثیت صدر اسٹیٹ شیعہ کانفرنس دستخط نہیں کئے ہیں۔ موصوف نے یہ بھی خواہش کی کہ شرکاء و اراکین اسٹیٹ شیعہ کانفرنس کو میری جانب سے آگاہ کر دیا جائے کہ اپیل کے مندرجات سے اسٹیٹ شیعہ کانفرنس کو نہ تو اتفاق ہے اور نہ شیعیوں کی یہ غیر سیاسی تنظیم کسی شیعہ کو ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتی ہے۔

قطعہ

کھو کے رنگ اپنا اگر لعل بدخشاں بھی رہا	بند سیپی میں سنو گوہر غلطاں بھی رہا
شان میں آن میں نام اپنا بھی پیدا کر کے	آج دنیا میں ہر اک سمت خراساں بھی رہا

(آمدہ از نذری باغ)

گلشن اطفال





از سیدہ طاہرہ بیگم

روایت ہے کہ ایک بزرگوار بصرہ سے بارادۂ حج روانہ مکۂ معظمہ ہوئے۔ راستہ میں ان کا گزر ایک قریہ میں ہوا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک برقعہ پوش عورت گھورے پر پڑے ہوئے مُردار مرغ کو اٹھا کر اپنے دامن میں لپیٹ لے جا رہی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بزرگوار اُس عورت کے پیچھے ہو لئے۔ جب وہ عورت اپنے مکان پہنچی تو انہوں نے آگے بڑھ کر اس عورت سے دریافت کیا کہ اے عورت تو کون ہے؟ اور تیرے دامن میں کیا چیز پوشیدہ ہے؟ عورت نے جواب دیا میں ایک مسلمان، بیوہ عورت ہوں اور میرے دامن میں مُردار مُرغ ہے۔ یہ سُنکر بزرگوار نے کہا کہ مسلمانوں کے نزدیک مُردار کھانا حرام ہے" عورت نے جواب دیا کہ میرے لئے یہ مُردار حلال ہے کیونکہ میں اور میرے چھوٹے بچے تین دن سے فاقہ میں۔ یہ سننا تھا کہ بصرہ کے بزرگوار نے اپنی ساری پونجی جو اخراجات سفرِ حج کے لئے ساتھ تھی اُس عورت کے حوالہ کر دی اور خود حج کا ارادہ ملتوی کر کے بصرہ ہی میں رہ گئے۔

اسی زمانہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام حج کے لئے مکۂ معظمہ آئے ہوئے تھے اس سال حاجیوں کی تعداد کثیر تھی۔ ایک شخص نے جو امامؑ کے ہمراہ تھا حاجیوں کی کثیر تعداد کو دیکھ کر امامؑ سے عرض کیا کہ یا ابنِ رسول اللہ اس سال حاجی دو لاکھ سے کم نہیں۔ یہ سُنکر امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شخص بیشک حاجی تو دو لاکھ ہیں مگر حج اُس شخص کا مقبول بارگاہ لم یزال ہے جو بارادۂ حج بصرہ سے نکلا تھا اور ارادہ ملتوی کر کے بصرہ ہی میں رہ گیا — امامؑ کی زبان فیض ترجمان سے یہ سُن کر وہ شخص راہی بصرہ ہوا اور بصرہ کے بزرگوار سے ملکر اُس نے قبولیت حج کا یہ راز معلوم کیا کہ کس طرح صاحبانِ ایثار کے حج بارگاہِ خداوندی سے شرف قبولیت حاصل کرتے ہیں۔

ولا طواف دلی کن کہ خانہ تحقیقت
کہ آن خلیلؑ بنا کرد و آن خدا خود ساخت

زریں اقوال

کثرت والے طبقہ کو شیراز یا مدیر شیراز سے تعلق نہیں ہے کہ یہ ان کا ہم مذہب نہیں ہے (سرکار حق آگاہ)

علیؑ

ہر شخص کے چہرہ پر نام علیؑ لکھا ہے جو علیؑ کا دوست ہے اسکی آنکھ بمنزلہ "ع" ہے اور ناک بمنزلہ "ل" اور ابرو بمنزلہ "ی" ہے اور جو علیؑ کا دشمن ہے اسکی ناک بمنزلہ "ال" آنکھ بمنزلہ "ع" اور ابرو بمنزلہ "ن" ہے

عجائبات دنیا

عجائبات دنیا سے سگ کہف، حمار عزیزؑ، گوسالہ سامری ناقہ صالحؑ، گو سفند اسماعیلؑ، ماہی یونسؑ، ہدہد سلیمانؑ غراب ہابیلؑ، اور ذوالفقار علیؑ ہے

کربلائے معلےٰ

کربلائے معلےٰ کی زمین کو باری تعالےٰ نے چار ہزار سال قبل خلقت کعبہ پیدا کیا، زمین کربلا اولیاء اللہ کا مسکن اور مدفن ہے اسمیں مظلوم کربلا کی شہادت سے قبل ۲۰۰ نبی، ۲۰۰ وصی اور ۲۰۰ اسباط انبیا دفن ہیں۔ زمین کربلا محل نزول و صعود ملائکہ ہے۔

جان لی ریڈ

امریکی — حسنِ فطرت کے شیدائی

تنہا، خاموش اور انسان کے قدموں سے نا آشنا بنوں، جنگلوں پہاڑوں اور قدرتی مناظر سے دل بستگی یقیناً ہندوستانی روایت کیلئے کوئی بیگانی بات نہیں۔ رامائن میں زمانہ قبل از تاریخ کے جنگلوں کی بڑی حسین منظر کشی کی گئی ہے جنمیں رام سیتا اور لکشمن نے بن باس کا زمانہ گزارا تھا اس عہد کے گرم اور گرد بھرے قصبوں میں رہنے والے لوگوں کی بے شمار پشتوں نے کتنی مسرت اور تسکین حاصل کی ہوگی۔ رام سیتا اور لکشمن اپنا شاہانہ لباس ترک کرکے چھال اور گھاس کا لباس پہن کر جنگلوں میں جاتے ہیں اور وہاں ندی کے کنارے ایک جھونپڑی بناتے ہیں ہم سیتا کی ان خوشیوں اور مسرتوں میں شریک ہوتے ہیں جو انہوں نے عجیب غریب درختوں، بیلوں، پھلوں اور پھولوں کے نام دریافت کرکے حاصل کی تھیں۔ امریکہ کے لوگ بھی فطرت کے پجاری ہیں جب غیر ملکی سیاح فلک بوس عمارتوں، فولاد سازی کے کارخانوں اور نقلی اداکاروں کو انکے گھروں میں دیکھتے ہیں اور محض انہیں ہی امریکہ کا مظہر سمجھتے ہیں تو وہ پیچ شمال مشرق کے وسیع و عریض اور خوب صورت جنگلوں، راکی اور سیرا نیوادا کے عظیم پہاڑوں کے حسین منظروں اور مشرقی پہاڑوں کے پر سکون حسن سے لطف اندوز ہونے کا موقع کھو دیتے ہیں۔ مزید افسوسناک بات یہ ہے کہ وہ اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں کہ بہت سے امریکن جنگلوں اور بنوں کے اچھوتے حسن کے پرجوش شیدائی ہیں۔ فطرت سے پیار ہمارے ملکی ادب کا شروع ہی سے ایک مسلسل موضوع رہا ہے۔ جیمز فینی مور کوپر کے مقبول ترین ناول (The last of the mohicans) کے صفحات سرد جنگلوں اور پہاڑی ندیوں کی فرحت بخشی کے ذکر سے بھرے پڑے ہیں۔ ایمرسن نے قدرت میں انسان کے مصائب و مسائل کا فلسفیانہ حل پایا۔ تھورو جسکی تحریریں ہندوستانی مزاج سے بہت کچھ مطابقت رکھتی ہیں قطعی آزادی اور صحرائی زندگی کا شیدائی تھا اور انسان کو فطرت میں بسا ہوا اور اسکا جزو تصور کرتا ہے۔ مارک ٹوین کی بعض تحریروں میں مسیسپی، اسکے جزیروں اور جنگلی ماحول کی پر سکون خوبصورتی کا ذکر کیا گیا ہے لیکن امریکہ کی مانند ہندوستان میں بھی لوگوں نے فطرت سے ہمیشہ اچھا سلوک نہیں کیا، جدید تمدن کو فروغ دینے کیلئے جنگلوں کو بیدردی سے کاٹا گیا ہل نے جنگلاتی زمین کو درہم برہم کردیا ہے اور کارخانوں نے فطرت کی تازگی کو ناپاک کردیا ہے لیکن انیسویں صدی کے وسط میں جان مور جیسے پرستارانِ فطرت نے فطرت کی اس بیحرمتی کو شدت سے محسوس کیا اور اسکے خلاف پرزور آواز اٹھائی کیونکہ یہ نہ صرف شاداب حسن کی تباہی تھی جو انسان کی روح کے لئے نعمت ہے بلکہ قدرت کے بیش قیمت وسائل کی بھی بربادی تھی۔ خانہ جنگی کے دوران ہی صدر لنکن نے ۱۸۶۴ء میں کیلی فورنیا کی یوسی مائٹ وادی کی شان و شوکت کو تجارتی لوٹ کھسوٹ سے بچانے کے لئے کانگریس کے ایک بل پر دستخط کئے۔ اور چند برسوں کے بعد ریاست وایومنگ میں ییلو سٹون نیشنل پارک کا قیام عمل میں آیا یہ ہمارے عظیم ملکی پارک سسٹم کا آغاز تھا جنمیں اب بڑے بڑے پارک شامل ہیں۔ یہاں نہ صرف تجارتی لکڑی کے حصول اور غیر ضروری عمارتوں وغیرہ کی تعمیر سے قدرت کو بدنما ہونے سے بچایا جاتا ہے بلکہ امریکہ کے

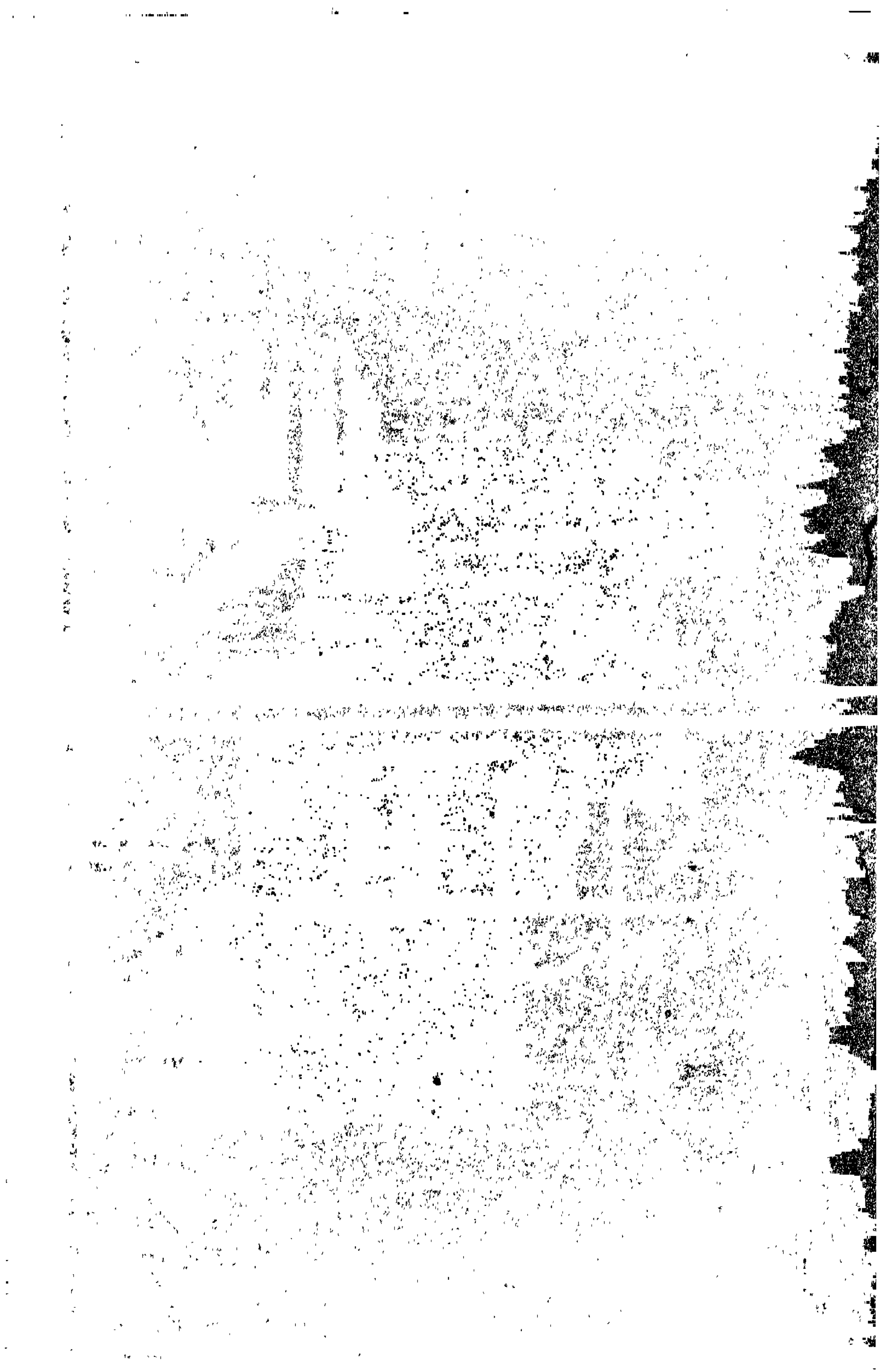
کیا یہ صحیح ہے؟

کہ سابق شیخ الاسلام جامعہ قوم [illegible] کے دولت کدہ پر آجکل جھنڈے لہرا رہے ہیں جن پر کچھ قطعات لکھے ہوئے ہیں جن میں سے ایک قطعہ یہ ہے کہ

لے کر وہ گل جو آئیں نظر چند بے ساں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو اس سے آپکا پردہ وہ کیا ہوا؟
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

مرسلہ میر [illegible] نوشاہ

لاکھوں لوگوں کو عظیم درختوں اور پہاڑوں کو جانے اور ان کی پُر امن فضاء سے لطف اندوز ہونے کا موقع دیا جاتا ہے۔ سیلانیوں کو کیمپ لگانے کی سہولیات دی جاتی ہیں اور قدرت کے رازوں کی وضاحت کرنے والے ماہرین بھی وہاں موجود ہوتے ہیں۔ بہت سے ایسے ملکی جنگل بھی مخصوص کئے گئے ہیں جہاں عمارتی لکڑی صرف کنٹرول کے تحت نکالی جاتی ہے اور جس جگہ سے نکالی جاتی ہے وہاں درخت وغیرہ اگائے جاتے ہیں۔ بیشمار جنگلوں کو جانوروں کے لئے محفوظ کر دیا گیا ہے اور سینکڑوں ریاستی پارک قائم کئے گئے ہیں۔ حالیہ برسوں میں اس تجویز کی بڑی حمایت ہوئی ہے کہ ملکی جنگلوں اور پارکوں کے بعض حصوں کو "بنوں" کے طور پر مخصوص کیا جائے۔ وفاقی حکومت قطعاً دور افتادہ ریاستوں میں ایسے علاقوں کو محفوظ کریگی جہاں صرف پگڈنڈیوں یا کشتیوں ہی سے پہنچا جا سکے گا اور جہاں لکڑی، عمارتی لکڑی نکالنے، سڑک، شاہراہیں اور تفریح گاہیں وغیرہ بنانے کی ہمیشہ کے لئے ممانعت ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ پروگرام اس امر کی واضح مثال ہے کہ سیاسی اقدامات انسان کی انتہائی سماجی و ذاتی ضروریات کی تکمیل میں کیونکر امداد دے سکتے ہیں۔ جوزف ووڈ کرچ کا بیان ہے کہ "یہ خیال پایا جاتا ہے کہ بنوں اور جنگلوں میں انسانی روحیں رہتی ہیں" ایک دوسرے امریکی مصنف نے لکھا ہے "جنگلوں اور بنوں میں جانا زندگی سے فرار نہیں ہے۔ تہذیب میں جو کچھ مصنوعی ہے یہ اس سے فرار ہے اور درحقیقت کیا عجب فرار ہے۔ کیا یہ بات (ہندوؤں کے) چوتھے آشرم کے آدرش سے نزدیک مشابہت رکھتی ہے؟"



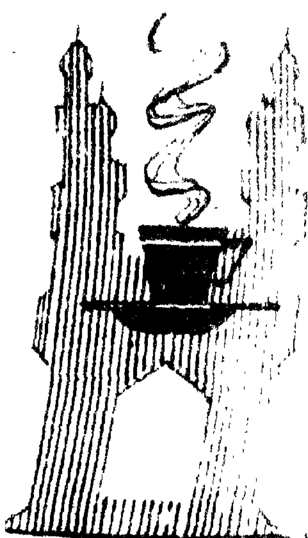
عید غدیر

سرکار حق آگاہ نے گزشتہ سال کیطرح اسس سال بھی خلوت مبارک میں عید غدیر منائی۔ صبح دو بجے سرکار حق آگاہ کی سواری مبارک کنگ کوٹھی سے بنفست نفیس افروز خلوت مبارک ہوئی۔ سب سے پہلے سید ناصر حسین صاحب شاہی سوز خوان نے کلام فصاحت التیام پڑھنے کی عزت حاصل کی۔ شرکاء بزم غدیر نے نعرۂ صلواۃ کی گونج میں کلام منقبت نظام کو سننے کی سعادت حاصل کی منقبت خوانی کے بعد سید العلماء مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ نے عالمانہ انداز میں واقعات غدیر پر روشنی ڈالتے ہوئے فضائل مرتضوئی بیان فرمائے اور ختم بیان پر آپ نے سرکار حق آگاہ کے لئے دعا فرمائی آپکے بعد سید الواعظین آقای سید شاہ عباس منصوری آل یٰسین نے بزبان فارسی خطبہ پڑھا اور آیۂ بلغ ما انزل الیک کی تشریح فرمائی دعا پر موصوف نے اپنے خطبہ کو ختم فرمایا بعد ازاں خانہ زاد حسین علی صاحب نے عراقی لہجہ میں زیارت پڑھی زیارت کے ختم پر خانہ زاد ایمان علی صاحب خانہ زاد اور آخر میں شاعر قوم حسکی افندی نے اپنے مخصوص انداز میں سرکار حق آگاہ کیلئے دعا کی حضار بزم نے آمین کے فلک شگاف نعروں سے دعاؤں کا استقبال کیا اور شاہ عزاداران زندہ باد۔ حسینیت پائندہ باد کے نعروں کی گونج میں بزم غدیر اختتام کو پہنچی۔ سرکار حق آگاہ ہر سال دو عیدیں "نہم" اور "غدیر" کمال عقیدت و خلوص سے منایا کرتے ہیں جیسا کہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر سال میرے کاشانہ میں "یک عید غدیر ست و دگر عید نہم است"۔

حقیقت یہ ہے کہ سرکار حق آگاہ مودت و ولا کے جس بلند مقام پر فائز ہیں ظاہر بین آنکھیں اسکا اندازہ نہیں کر سکتیں اگر دریا کو اپنی روانی، کوہ کو اپنی بلندی، چاند کو اپنی ضیا، اور سورج کو اپنی حیات بخش روشنی پر ناز ہے تو ہم دعاگویوں اور وابستگان کو سرکار حق آگاہ کی ذات ستودہ صفات پر ناز ہے کیونکہ سرکار کا ہر فعل بلکہ ہر سانس عشق محمدؐ و آل محمدؐ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ سرکار حق آگاہ کے چہرے پر نظر پڑتے ہی بے اختیار زبان سے نکلتا ہے ؎

این دآلہ جمال حق و صادق الولا
این عاشق محمدؐ و آل محمدؐ است

(سید صمصام شیرازی)



ایستادگی علم مبارک

آج شام کے چھ بجے یوم غدیر کے مبارک و مسعود موقع پر "عثمان کا ٹیج" حویلی قدیم میں سرکار حق آگاہ نے علم مبارک ایستادہ فرمایا۔ اس موقع پر سید ناصر حسین صاحب سوز خوان شاہی نے سرکار حق آگاہ کا کلام منقبت نظام پڑھنے کی عزت حاصل کی جس کے بعد سید العلماء مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ نے بالاختصار فضائل مرتضوی بیان کئے۔ ختم بیان پر سرکار حق آگاہ کے لئے دعا فرمائی آپ کے بعد سید الواعظین آغائی سید شاہ عباس منصوری آل یٰسین نے بزبان فارسی خطبہ پڑھا اور واقعات غدیر خم کی اپنے الفاظ میں تصویر کشی کی اور دعا پر خطبہ کو ختم کیا۔ زیارت خوانی کے بعد شاعر قوم حسینی افندی نے اپنے مخصوص انداز میں سرکار حق آگاہ کے لئے دعا کی

"عثمان کاٹیج" حویلی قدیم میں واقع ہے جو ہمارے سرکار کے نام نامی سے موسوم ہے۔ سابق میں اس محل میں عاشور خانہ اور نیاز خانہ نہ تھا اب سرکار حق آگاہ نے عاشور خانہ اور نیاز خانہ کی تعمیر بصرف زر کثیر کروا کر اپنی نواسی اطال اللہ عمرھا دختر پاشاہ داماد صاحبزادہ نواب کاظم نواز جنگ بہادر (علی پاشاہ) کو عطا فرمایا اس تعمیر کی گھر بھرائی کی تقریب ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ کو ہونے والی ہے

سرکار حق آگاہ ہر مبارک و مسعود کام کی ابتدا جشن سے کیا کرتے ہیں ہمارے سرکار کا یہ عمل ائمہ اطہارؑ سے آپ کی بے پناہ محبت و مودت کو ظاہر کرتا ہے۔ سرکار کا یہ جوش ایمانی دیکھ کر بے اختیار دل سے نکلتا ہے

خسرو ما زندہ باد و لطف او پائندہ باد
یا الٰہی آفتاب عزتش تابندہ باد

(سید صمصام شیرازی)

ہوجی



روا

آٹا میدہ

استعمال کیجیے

تیچ گاندھی اینڈ کمپنی

اولین حیدرآباد فون نمبر (۵۹۰۰)



میورس چاء

ہمیشہ استعمال کیجیے

جو اپنے مخصوص ذائقے اور تازگی کی وجہ ہر جگہ مقبول ہے

ایورسٹ ایجنسیز

فون نمبر

"ایں خطائے دیگر است"

حلقۂ دار الشفاء کی کانگریسی امیدوارہ شریمتی امین فاطمہ نے انتخابی پروپگنڈہ کے سلسلہ میں اپنا نام جا بجا سمنٹ کی سڑک پر لکھوا دیا۔ اس بے تمیزی، سوء ادبی اور عدم احترام اسمائے جلیلہ پر عامۃ المسلمین کی جانب سے شدید برہمی اور ناراضی کا اظہار کیا گیا اور کیا جا رہا ہے چنانچہ محترم سید شاہ نعمت اللہ صوفی نے سلطان پورہ کے ایک انتخابی جلسہ میں عامۃ المسلمین کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا کہ "شریمتی امین فاطمہ کی یہ بے احتیاطی مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کرنے کا باعث ہوئی ہے، مسلمان بچوں کے نام بزرگان دین کے نام پر اسلئے رکھے جاتے ہیں کہ بزرگان دین کے ناموں کی برکت حاصل ہو۔ بزرگان دین کی سیرت کا اثر بچوں کے کردار پر پڑے۔ وہ نیک بنیں نہ کہ سستی شہرت اور موقتی پروپگنڈے کے لئے مبارک و مقدس اسماء سڑکوں پر لکھوا کر، پاک ناموں کے روندے جانے اور بیحرمتی کا سبب بنیں"۔ ہو سکتا ہے کہ محترمہ امین فاطمہ نے خاتون جنت کے اسم مقدس و مبارک کی عظمت و جلالت کو شعور میں لائے بغیر، سادگی سے، محض انتخابی تشہیر کے لئے سڑکوں پر اپنا نام لکھوا دیا ہو یا انکی جانب سے کام کرنے والے ان پرجوش رفقاء کار نے جو اسماء کی اہمیت و جلالت قدر سے واقف نہیں، سڑکوں پر نام لکھ دیا ہو۔ بہرحال نام لکھا جا چکا تھا، تیر کمان سے نکل چکا تھا جسکو واپس لانا شریمتی موصوفہ کے بس کی بات نہ تھی لیکن اس تیر کی سینہ دوزیت کو کم سے کم کر دینے کا ایک طریقہ یہ تھا کہ موصوفہ کھلے دل سے اعتراف کر لیتیں اور اعلان کر دیتیں کہ سہو و نسیان تقاضائے بشری ہے، سہو ہو گیا ہے، نام مٹا دیئے جاتے ہیں، چلو بات صاف ہو گئی۔ اس اعلان سے خراش، گھاؤ میں تبدیل ہونے کی بجائے مندمل ہو جاتی۔ موصوفہ کا ایسا اعلان مرہم کا کام دیتا۔ مگر وائے رے سیاسی چالیں اور منتخب ہونے کی لگن، موصوفہ نے صاف انکار کر دیا کہ انہوں نے نام نہیں لکھوایا ہے بلکہ "اشرار" نے ان کا نام لکھ دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ سیاست اور جنگ میں جھوٹ جائز ہے لیکن جھوٹ کے لئے بھی سلیقہ کی ضرورت ہے۔ قطع نظر اسکے یہ سیاست مسلمانوں کو زیب نہیں دیتی یہ تو ہٹلر اور گوئبلز جیسے لوگوں کیلئے زیبا ہے۔ موصوفہ سے نادانستہ ایک غلطی ہو چکی تھی اب انہوں نے دانستہ انکار کر کے غلطی کو ایک سے دو بنا دیا۔ بقول سے "انکار خطا کا ہے خطائے دیگر"

محترمہ کی وضاحت یا بیانِ صفائی کا تجزیہ و تحلیل کیجائے تو یہ بات روز روشن کیطرح آشکار ہو جاتی ہے کہ اس انکاری بیان کے پردے سے "دروغ گو یم بروئے تو" کا "صدق دروغ" اور "اقرار انکاری" جھانک رہا ہے، محترمہ نے اپنے بیان میں بتایا ہے کہ یہ "شرار" کی کارستانی ہے۔ ظاہر ہے کہ اشرار سے محترمہ کی مراد آزاد امیدوار ڈاکٹر سید مہدی علی ہیں ــ "اشرار" ــ بدم گفتی و خرسندم "لیکن حیدرآباد میں کوئی شخص ایسا گمان تو کجا، گمان کرنے کا تصور بھی کر سکتا ہے کہ ڈاکٹر سید مہدی علی جیسا سنجیدہ اور عالم انسان جنکی تمام عمر درس و تدریس، آدمی زادوں کو انسان بنانے اور نوجوان نسل کی کردار سازی میں گزر گئی ہو وہ رکنیت بلدیہ جیسے بے حقیقت اضافی اعزاز یا بالفاظ دیگر ہرکس و ناکس کے اوڑھنے ہوئے فرش یا اعزاز کے حصول کے لئے ایسی حرکت کر سکتا ہے جو صرف ادنیٰ فطرت، عیارانہ خصلت اور خطرناک جہالت کی پیداوار ہے۔ ڈاکٹر سید مہدی علی کا ماضی و حال، بے لوث عمل اور بے داغ کردار یہ کہہ رہا ہے کہ وہ بلدی انتخابات کو ٹھکرا سکتے ہیں لیکن اخلاقی حیثیت سے یا مذہبی حیثیت سے بھول کر بھی یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ رکنیت بلدیہ کے چار سالہ فرش یا اعزاز کیلئے ایک مقدس نام روندا جائے۔

یہ انکشاف کوئی نیا انکشاف نہیں کہ کانگریس کی جانب سے کام کرنیوالے والنٹرس نے ہر محلہ میں کانگریسی امیدواروں کے نام سڑکوں پر لکھے ہیں۔ انکے نزدیک سڑکوں پر نام لکھنا کوئی قابل اعتراض بات بھی نہیں ہے لہذا یہ باور کرنا صداقت سے بعید نہ ہوگا کہ ان ہی کانگریسی والنٹرس نے اپنی ناواقفیت کی بناء پر شریمتی امینہ فاطمہ کے نام کی ترکیب پر غور کئے بغیر یہ نام سڑکوں پر لکھ دیا۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ یہ نام ہر کلمہ گو مسلمان کو جان سے زیادہ عزیز ہے یہ نام پیغمبر اسلامؐ کی بیٹی کا نام ہے وہ بیٹی جسکی تعظیم کے لئے پیغمبر اسلامؐ سرو قد ایستادہ ہو جاتے تھے۔ وہ بی بی جو حضرت علیؓ کی شریک حیات تھی وہ بی بی جو حسنؓ اور حسینؓ کی ماں تھی

انتخابات میں ہار اور جیت دونوں کے امکانات ہیں لیکن محترمہ امینہ فاطمہ کو ہمارا پر خلوص مشورہ ہے کہ وہ کھلے دل سے اعتراف کرلیں کہ سڑکوں پر ان کا نام ان کے رضا کاروں نے ان کو آگاہ کئے بغیر لکھ دیا ہے، محترمہ کا یہ اعتراف انکی "حقیقی جیت" ہوگی

امریکہ کا عظیم مجسمہ ساز — لوریڈو ٹافٹ!

لوریڈو زاڈرک ٹافٹ ایک صدی پہلے ۲۹ر اپریل سنہ ۱۸۶۰ء کو ایلم ووڈ (الی ناؤ۔ امریکہ) میں پیدا ہوئے تھے بہت سے لوگ انہیں اپنے عہد کے صف اول کے ایک سنگ تراش کے طور پر یاد کرتے ہیں۔ وہ مجسمہ سازی اور سنگ تراشی کی تربیت دینے میں بھی اولین فنکاروں میں سے تھے۔ امریکہ میں انہوں نے ہی سنگ مرمر پر کندہ کاری اور مجسمہ سازی کی تربیت کا آغاز کیا اس سے پہلے صرف خام مٹی یا کھڑیا مٹی پر ہی مجسمہ سازی کی تربیت دی جاتی تھی۔ وہ اپنے ملک کے اولین سنگ تراش تھے جنہوں نے فواروں کے لئے مجسموں کے مجموعہ کو ترتیب دینے اور فنکارانہ مہارت سے تراشنے میں فوقیت حاصل کی تھی۔ اس فن میں انہیں بڑا کمال حاصل تھا۔ اُن کے دل میں اپنے اس پیشے کے متعلق بہت بلند خیالات پائے جاتے تھے جن سے آج کے جوان سال مجسمہ ساز بھی ترغیب پاتے ہیں۔ ایک دفعہ انہوں نے کہا تھا کہ مجسمہ سازی میں ابدیت کا رنگ ہونا چاہیئے۔ لوریڈو ٹافٹ الی ناؤ یونیورسٹی کے پروفیسر کے فرزند تھے۔ بچپن ہی سے ان کی طبیعت کا میلان فنکاری کی طرف تھا۔ سنہ ۱۸۷۹ء میں الی ناؤ یونیورسٹی سے بی۔ اے آنرز کی ڈگری لینے کے بعد تین برس تک پیرس میں فنکاری کے ایک کالج ایکوڈی باؤ میں تربیت پاتے رہے۔ انہیں اپنی جماعت میں قابل ترین طالب علم سمجھا جاتا تھا۔ سنہ ۱۸۸۶ء میں انہوں نے شکاگو میں سکونت اختیار کر لی اور وہیں آرٹ انسٹی ٹیوٹ میں اُن کی معلمی کا آغاز ہوا جس کا سلسلہ بیس برس تک جاری رہا۔ شکاگو میں کولمبیائی نمائش کے سلسلے میں انہوں نے شعبہ باغات کے ایوان کے لئے مجسموں اور سنگتراشی کے ایسے نادر مجموعہ کو ترتیب دیا اور اس میں اپنی فنکاری کا ایسا کمال دکھایا کہ انہیں ملک گیر شہرت حاصل ہوئی۔ بعد میں جب انہوں نے سنہ ۱۹۰۱ء میں "روح کی تنہائی" اور سنہ ۱۹۰۸ء میں "اندھے" تیار کئے تو انہیں کئی اہم انعاموں سے سرفراز کیا گیا۔ "روح کی تنہائی" میں انہوں نے حق شناسی کی لگن کا اظہار کیا ہے۔ اس میں ان کی ابتدائی فنکاری کی جھلک پائی جاتی ہے۔ لیکن ایک وسیع تر اور عظیم تر بنیادی تصور اجاگر ہونے سے ان کی فنکاری میں واضح اور اہم ترقی پذیری کی صلاحیتوں کا ثبوت ملتا ہے بہت سے شاعروں نے اس مجسمے سے متاثر ہو کر نظمیں کہی ہیں۔ انہوں نے اسی طرح "اندھے" میں بھی اپنی فنکاری کے بلند معیار کے جوہر دکھائے یہ ۱۳ مجسموں پر مشتمل مجموعہ ہے اور آج کل الی ناؤ یونیورسٹی میں محفوظ ہے۔ اس میں انہوں نے پیرس کے ایکولی دی بیوسکول کے آرٹ کی تقلید نہیں کی ہے بلکہ اپنی جدت طبع، فنکاری اور حقیقی جذبات سے کام لیا ہے نقادوں نے اسے دیکھ کر کہا کہ اس سے پہلے امریکی سنگ تراشی کے فن میں ایسی کوئی چیز تیار نہیں ہوئی۔

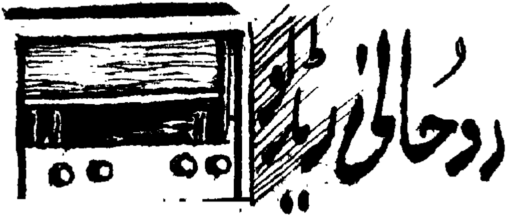
ٹافٹ نے خود ان مجسموں کے متعلق لکھا ہے کہ "جب میں "اندھے" کے چہرے تراش رہا تھا تو میرا دل انتہائی شدید اور گہرے جذبات سے بھر آیا تھا۔ ان مجسموں کے انداز میں ایک بے بس کوشش اور رقت انگیزی پائی جاتی تھی۔ خالی ہاتھ اوپر کی طرف ہوا میں اُٹھے ہوئے تھے۔ اس سے میرے معاونوں اور خود میرے دل میں بھی گہری ہمدردی کے جذبات اُمڈ آئے۔ یہ محض آرٹ کی کوئی چیز نہیں جو ایک افادی مقصد پورا کرتی ہو۔ قدیم ناٹکوں کی طرح اس کی بھی خاص غرض و غائیت ہے۔ جذبات کو المیہ تاثرات سے پاکیزہ بنایا جائے۔ اس کا اتنا سا فائدہ بھی کافی ہے کہ کوئی شخص آرٹ کی کسی نادر چیز کو دیکھ کر قدم ٹھہرائے اور گہرے سوچ میں پڑ جائے "اندھے" کا مجسمہ بنانے کے تین برس بعد ٹافٹ نے بلیک ہاک مانومینٹ" (بلیک ہاک یادگار) مجسمہ مکمل کیا۔ یہ ایک دیو قامت ۴۲ فٹ اونچا مجسمہ ہے۔ بلیک ہاک مجسمہ سیک اور فوز انڈین قبیلوں کے ایک سردار کا ہے جو الی ناؤ میں "راک دریا" کی وادی کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس کے بعد واشنگٹن ڈی سی میں ۱۲ ۱۹ ۶ میں کولمبس فوارے تیار کئے۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں آپ نے کانسی کے بتوں کا ایک مجموعہ تیار کیا جو فاؤنٹین آف گریٹ لیکس کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بھی بہترین یونانی آرٹ سے ہم آہنگ تھا۔ اس میں امریکہ کی شمالی سرحد کی پانچ جھیلیں دکھائی گئی ہیں۔ اور پانچ خوبصورت پُر وقار اور دلکش عورتوں کے مجسمے تراشے گئے ہیں۔ گویا ہر جھیل کی ایک دیوی ہے۔ اس سارے مجموعے میں چھلکتے ہوئے پانی کی ایک دھار بہتی ہوئی دکھائی گئی ہے اور بالآخر پانی دنیا پر امرت برساتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ یہ مجسمے ایک خیالی بنیاد پر بنائے گئے ہیں اور سارا منظر ہی کسی ...

اور موزونیت پائی جاتی ہے۔ ایسے ایسے مجسموں اور فواروں کی تخلیق کے بعد ٹافٹ علامتی موضوعات میں خاص طرح کی تخلیقی دلچسپی ظاہر کرنے لگا۔ چنانچہ اس نے اپنے نہایت ہی اُمنگ بھرے شاہکار " فاؤنٹین آف ٹائم " (وقت کا فوآرہ) میں انسانی تجربوں کا اظہار کیا ہے۔ یہ مجسمہ ۱۹۲۲ء میں مکمل ہوا تھا اور شکاگو یونیورسٹی میں موجود ہے۔ ٹافٹ کے مجسموں کا یہ مجموعہ انگریز شاعر آسٹن ڈابسن کے ایک سطر سے متاثر ہو کر تیار کیا تھا جس میں اس نے کہا تھا۔

تم کہتے ہو کہ وقت گزر جاتا ہے
لیکن وقت نہیں گزرتا ہم گزر جاتے ہیں

اس سلسلے میں ٹافٹ لکھتا ہے کہ شاعر کے ان الفاظ نے میرے ذہن میں ایک ایسی تصویر پیدا کی جسے میرے زورِ تخیل نے بڑی تیزی سے دیو قامت مجسموں کی شکل دی" ایک نقاد نے ٹافٹ کے اس شاہکار کو دیکھ کر کہا کہ "میں اسے زندگی کی غیر معمولی فصاحت کے جذبۂ رقت انگیزی اور عظمت و وقار کے احساس کے بغیر کبھی نہیں دیکھ سکتا" یقیناً پتھر کا یہ مجسمہ وعظ گوئی کا کام کرتا ہے اور جب تک یہ قائم ہے اسے دیکھنے والے راہ گیروں پر اس کا جتنا گہرا اثر ہوگا اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا آج ایک ایسے وقت میں جب کتنی ہی قومیں زندگی کو سستا رذیل اور بازاری بنا رہی ہیں یہ احساس کس قدر تازگی بخش اور دل افزا ہے کہ ٹافٹ کا بنایا ہوا یہ شاہکار فوآرہ اور اس کے مجسمے ہر دیکھنے والے کو زندگی کے زیادہ شریفانہ، اعلیٰ، برتر، وبہتر اور باجو ہر پہلوؤں سے روشناس کراتا ہے" "وقت کا فوارہ" جیسے لافانی شاہکار کے بعد ٹافٹ نے کئی دوسرے نادر مجسمے تیار کئے۔ مثلاً "جوان سال قانون داں لنکن" (۱۹۲۷ء) "محبتِ وطن اور اولین رہنما" (۱۹۳۳ء) وغیرہ وغیرہ ان میں ٹافٹ کی فرانسیسی تربیت کا رنگ پایا جاتا ہے۔ بہر حال پاکیزہ اور سادہ مجسمہ سازی ٹافٹ کی زندگی کا محض ایک عنصر تھی۔ اور اگرچہ وہ کئی سٹڈیو چلا رہا تھا۔ تاہم آرٹ کی تعلیم اور لیکچروں کا سلسلہ زندگی کے آخر تک قائم رہا۔ ان کے وقت کا بہت سا حصہ اس کام میں صرف ہوتا تھا۔ انہوں نے کئی ہزار لیکچر دیئے ہیں وہ خصوصیت سے یہ سمجھتے تھے کہ مستقبل کے متعلق بہترین امید اسی بات میں پائی جاتی ہے کہ نوعمر بچوں کو آرٹ اور جمالیات کی تعلیم و تربیت صحیح طریقے پر دی جانی چاہئیے چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے اپنے متعلق کہا تھا کہ "میں آرٹ کا مشنری اور مبلغ ہوں"۔ وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ حُسن اور آرٹ روزمرہ کی زندگی کا حصّہ ہونا چاہئیے اور امریکی زندگی موجودہ اور ماضی کے آرٹ سے بہرہ مند اور متوازن ہونی چاہئیے۔ انہوں نے سنگ تراشی اور مجسمہ سازی کے متعلق سینکڑوں مضمون لکھے ہیں۔ اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ جن میں امریکی مجسمہ سازی کی تاریخ بھی شامل ہے۔ ٹافٹ امریکہ میں ایک ایسا عظیم عجائب گھر قائم کرنے کے خواہاں تھے جس میں مجسمہ سازی، فن تعمیر سنگ تراشی اور متعلقہ فنکاری کا ہر ایک نمونہ موجود ہو۔ فنکار ٹافٹ اعزازات انعامات، کامیابیوں اور سرفرازیوں سے مالا مال زندگی گزارتے ہوئے ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو ۷۶ برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔





ناشر :— مجذوب حیدرآبادی

> یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنیکی جرأت نہیں کرتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایکزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ حقانی قوال سے غزل سن رہے تھے جسکا مطلع تھا

میرے جسم میں جو، بریانی پکائی جائے گی
ساری دنیا کے حسینوں کو کھلائی جائے گی

اب جناب مدار صاحب المتخلص مداری ایک تقریر نشر فرمائینگے آپکی تقریر دل پذیر کا عنوان ہے:—

"ڈگڈگی"

جناب مدار صاحب مداری :—

روحانی دنیا کے دوستو کہتے ہیں کہ رود موسیٰ کی طغیانی سے قبل ایک محلہ میں میاں بیوی آپسمیں لڑ رہے تھے۔ جب دونوں میں رنج کی گفتگو بڑھتے بڑھتے "آپ" سے "تم" اور "تم" سے "تو" کی نوبت آگئی تو پڑوسی بیچ بچاؤ کرنے کے لئے مکان میں داخل ہوئے۔ پڑوسیوں نے جب تکرار کی وجہ دریافت کی تو بیوی نے بتایا:—

میں اپنے بچہ کو ڈاکٹر بنانا چاہتی ہوں لیکن بچہ کے پتا کو اصرار ہے کہ بچہ کو قوم کا سیاسی لیڈر بنایا جائے بس اسی بات پر ہم دونوں میاں بیوی میں تکرار ہو رہی ہے"

یہ سن کر پڑوسیوں نے پوچھا:—

آپکے ہونہار صاحبزادے کی عمر کیا ہے؟

یہ سنکر بیوی نے سر پر پلو ڈالتے ہوئے، لجاتے ہوئے کہا:—

"جی! ابھی بچہ پیدا نہیں ہوا ہے میں اُمید سے ہوں اور یہ ساتواں مہینہ ہے ——"

سامعین! کل تک میں یہی سمجھتا تھا کہ اس قسم کے مرد اور عورتیں جو بچے پیدا ہونے سے قبل اسکے مستقبل کے بارے میں بحث مباحثہ کر کے لڑ پڑتے تھے، وہ اب اس دنیا میں یا کم از کم حیدرآباد میں باقی نہیں رہے اس قسم کے تمام مرد اور عورتیں یقیناً موسیٰ ندی میں بہہ چکے ہیں ——— لیکن آج مجھے مدینہ ہوٹل میں دو دوستوں کو آپسمیں بحث کرتے اور بحث کے بعد ایکدوسرے پر گھونسہ تانتے دیکھ کر اپنا خیال بدلنا پڑا اور یہ ماننا پڑا کہ آج بھی حیدرآباد میں ایسے عقل کے اندھے کاٹھ کے اُلو بستے ہیں جو "سبب" کے پیدا ہونے سے پہلے "نتیجہ" پر بحث کرتے ہیں اور بحث کرتے کرتے آپسمیں دست و گریبان ہو جاتے ہیں اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ دو نوجوان



جو شکل و شباہت، وضع قطع، اور گفتگو سے کسی نیوز ایجنسی کے کارندے یا کسی اخبار کے رپورٹر معلوم ہوتے تھے چائے کا گھونٹ اپنے حلق سے اتارتے ہوئے انتخابات پر گفتگو کر رہے تھے دوران گفتگو ایک نے کہا:—

—— اس حلقہ سے زید کے منتخب ہو جانیکی صد فیصد امید ہے نہ صرف امید بلکہ یقین ہے

یہ سن کر دوسرے نے جواب دیا

—— واہ! بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بکر کے مقابلہ میں زید کی کیا ہستی ہے!؟

—— کیا کہا!؟ بکر کے مقابلہ میں زید کوئی چیز نہیں! تم زید کو کیا جانتے ہو۔ ارے زید کی وہ ہستی ہے....

—— سب بکواس ہے۔ بکر کے عوامی خدمات اور اسکے اثر و نفوذ سے تم واقف ہی نہیں!

—— ارے میں بکر کے سات پشت سے واقف ہوں ارے یہ وہی ہے نا، جسنے راشن بندی کے زمانہ میں بلیک مارکٹنگ کی تھی!

—— کیا کہا! ذرا منہ سنبھال کر بات کر! بلیک مارکٹنگ کی ہوگی تیرے ابا نے!

—— ارے ابا کے بچے! بتاؤں ایک کان پیری!!

جب معاملہ اس حد تک تیز ہو گیا تو ہوٹل کے ملازمین نے ان دونوں کو عزت کیساتھ ہوٹل کے باہر کر دیا ہوٹل کے باہر نکلنے کے بعد بھی یہ دونوں "حرف آخر" اور "اتمام حجت" کے طور پر کچھ مناظرہ بلکہ "مجادلہ" کرنا ہی چاہتے تھے، لیکن سڑک پر کھڑے ہوئے پولیس کانسٹبل کو دیکھ کر دونوں سہم سے گئے

اور ایک دوسرے کو نفرت اور حقارت سے دیکھتے ہوئے ناک کی سیدھ سے مخالف سمتوں پر روانہ ہو گئے۔

دونوں جھگڑالو نوجوانوں کے جانے کے بعد میں سوچنے لگا:—

یا الٰہی! یہ ماجرا کیا ہے؟ "سوت نہ کپاس جولاہے سے لٹھم لٹھا!" ابھی بھینس پانی میں ہے اور یہ دونوں سینگوں ہی کے مول پر جھگڑ رہے ہیں! ابھی پھل، پھول میں ہے، پھول ہونے میں ہے، ہونا بیج میں اور بیج زمین میں۔ لیکن یہ پھل کا صرف تصور کئے ہوئے گل افشانی فرمارہے ہیں بقول غالب سے

ہوں گرمیٔ نشاطِ تصور سے نغمہ سنج
میں عندلیب گلشن نا آفریدہ ہوں

کتے بھی تو اسطرح نہیں لڑا کرتے لیکن یہ اپنے آپ کو اشرف المخلوق کہنے والے انسان کو ہو کیا گیا ہے!؟ جو "لا حاصل" کے محض "تصور" پر "لا حاصل" بحث کرتا ہے اور بحثتے بحثتے لڑ بیٹھتا ہے! کتا صرف اسوقت غراتا ہے اور لڑتا ہے جب اسکے سامنے ہڈی ہو اور دوسرا کتا اس ہڈی کو چھیننا چاہتا ہو کتے اپنی فطرت پر آج تک قائم ہیں لیکن یہ اشرف المخلوق اپنی فطرت بدل چکا ہے

بن جائے تو انسان، بگڑ جائے تو حیوان
انسان کی فطرت میں ہے یہ بات جبلّی
لیکن یہی دنیا ہے کہ یاں روز ازل سے
کتا وہی کتا ہے تو بلّی وہی بلّی!

یہ عام طور پر مشہور ہے کہ شیطان سیدھا ایک چھینٹا لگا کر انسانوں کو لڑا دیا کرتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ

شیطان پر ایک کھلا ہوا بہتان ہے کیونکہ مشاہدات بتاتے ہیں کہ انسان کو کسی جھنجھنے دینے کی ضرورت نہیں وہ آپ ہی آپ لڑنے لگ جاتے ہیں۔ ہاں! البتہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی "سیاسی مداری" جو انسان ہی کے قبیلے سے ہوتا ہے "ڈگڈگی" بجا دیتا ہے اور ڈگڈگی کی آواز سنتے ہی میاں مروڑ خاں، بوا جمالی بی، شری رسالو، مسٹر بنولے اور مسٹر سانپ، اپنی اپنی گوہ سے، اپنی اپنی بل سے، اور اپنے اپنے گھر سے نکل پڑتے ہیں۔ پھر وہ ناچ ہوتا ہے، وہ کرتب دکھائے جاتے ہیں، وہ وہ لغات کے راگ الاپے جاتے ہیں کہ لوگ آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں، کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں، پولیس آ جاتی ہے، مچلکے اور ضمانتیں لی جاتی ہیں۔ ناچ اگر ایک ہی مقام پر محدود ہو تو صرف مچلکوں پر اکتفا کیا جاتا ہے، لیکن "رقص رواں" کے ناچ کے اگر امکانات ہوں تو پھر کرفیو اور دفعہ (۱۴۴) کی نوبت آتی ہے — یہ تقسیم، یہ صوبہ بندی، یہ لسانی حدود، یہ علاقہ داری زبانیں، یہ اردو، یہ تلگو، یہ ٹامل ناڈو، یہ میونسپل یہ بلدی انتخابات، یہ اسمبلی انتخابات، یہ پارلیمانی انتخابات یہ سب کیا ہیں؟ یہ مختلف ڈگڈگیاں ہیں جو بجائی جا رہی ہیں جن کا ناچ ہو رہا ہے اور یہ ناچ اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک کہ ڈگڈگی بجتی رہے گی، اور ڈگڈگی اس وقت تک بجتی رہے گی جب تک کہ مفاد پرست اور ضمیر فروش لیڈر موجود ہیں۔ جب یہ ڈگڈگی بجانے والے سیاسی مداری یعنی لیڈر نہ ہوں گے تو اس وقت نہ ڈگڈگی بجے گی اور نہ ناچ ہوگا! یہ مختلف سیاسی تنظیمیں کیا ہیں؟ یہ انسانوں کو ککڑوں کی طرح لڑانے کے اکھاڑے ہیں! کوئی کانگریسی ہے، کوئی سوشلسٹ ہے، کوئی جن سنگھی ہے، کوئی کمیونسٹ ہے، لیکن کوئی "انسان" نہیں — کاش! ہم کانگریسی، جن سنگھی یا کمیونسٹ ہونے کی بجائے انسان ہوتے اور صرف "انسان"۔ اس وقت نہ یہ بحثیں ہوتیں اور نہ یہ جھگڑے! دیکھنا یہ ہے کہ یہ سیاسی "ڈگڈگی" کب تک بجتی رہے گی اور ہم کب تک ناچتے رہیں گے

ایکزار لور کا بیٹر یہ ہم رہ عالی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی جناب مدار صاحب مداری تقریر فرما رہے تھے اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے

(سفیہ بیگم)

برطانیہ کی خبریں

برطانیہ میں "عالمی ریفیوجی سال" کی کامیابی
مسٹر میکملین کا اظہار اطمینان

برطانیہ میں "عالمی ریفیوجی سال" کے پروگرام کے اختتام پر البرٹ ہال لندن میں منعقدہ ایک تقریب پر تقریر کرتے ہوئے برطانوی وزیر اعظم مسٹر ہیرلڈ میکملن نے اس بات پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا کہ ریفیوجیوں کے لئے چندہ جمع کرنے کی کوششیں نہایت کامیاب رہی ہیں۔ انہوں نے اعلان کیا کہ اگر پارلیمنٹ نے منظوری دے دی تو حکومت ریفیوجی سال کے لئے اپنا چندہ ۲۰۰٫۰۰۰ پونڈ سے بڑھا کر ۴۰۰٫۰۰۰ پونڈ کر دے گی۔ اور اس طرح برطانیہ میں جمع کئے گئے چندہ کی رقم ۸٫۰۰۰٫۰۰۰ پونڈ سے بھی اوپر ہو جائے گی۔ وزیر اعظم میکملن نے مزید کہا کہ موجودہ دنیا میں جو دوسروں کے دکھوں کی جانب خود غرضانہ بے رخی سے بھری پڑی ہے، برطانوی باشندوں نے ایک بار پھر اپنی فیاضی اور رحمدلی کا ثبوت دیا ہے انہوں نے اپنی اس امید کا اظہار کیا کہ اب زیادہ ریفیوجیوں کو برطانیہ میں بسانا ممکن ہو گا۔ وزیر اعظم برطانیہ نے یاد دلایا کہ اقوام متحدہ نے برطانوی تجویز پر عالمی ریفیوجی سال منانے کا فیصلہ کیا تھا۔

کولمبو منصوبہ کے تحت ہندوستانی ٹریڈ یونین لیڈر کا مطالعہ

ڈبروگڑھ (آسام) کی پلانٹیشن ورکرز یونین کے سیکریٹری مسٹر اے۔ بھٹاچاریہ ان دنوں کولمبو منصوبہ کے تحت برطانیہ کی مزدور تحریک کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ موصوف ۷ر مارچ کو برطانیہ پہنچے تھے۔ اپنے دورہ کے دوران میں مسٹر بھٹاچاریہ کارخانہ داروں، ٹریڈ یونین لیڈروں اور مزدوروں سے تبادلۂ خیالات کرنے کے علاوہ ایک بہت بڑے کارخانہ میں مشترکہ مشاورتی کمیٹی کی میٹنگوں میں بھی شرکت کر چکے ہیں۔ اپنے ایک بیان میں انہوں نے کہا ہے کہ مشاورتی کمیٹیوں کے کام اور مزدور انجمنوں کی طرف سے شروع کی گئی اسکیموں اور نوجوانوں کو روزگار دلانے والی سروس سے میں

بہت متاثر ہوا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ ہندوستان میں بھی اس قسم کی تنظیمیں قائم کی جائیں۔

برطانیہ کی فضائی صنعت کی برآمدات
ہندوستان سب سے بڑا خریدار

برطانیہ میں ہوائی جہاز بنانے والوں کی انجمن کے بیان کے مطابق ہندوستان ماہ اپریل میں ہوائی جہازوں اور ان کے حصوں کا سب سے بڑا خریدار ثابت ہوا۔ اس خریداری تقریباً ۵٫۶۵۵٫۱۲۷ پونڈ کی تھی۔ سال رواں کے پہلے چار ماہ میں ہندوستان نے ۳٫۱۸۱٫۰۰۰ پونڈ قیمت کے ہوائی جہاز اور اُن کے حصے برطانیہ سے درآمد کئے۔ اور وہ تیسرا سب سے بڑا خریدار تھا۔ پہلا نمبر ارجنٹائن اور دوسرا سوئٹزرلینڈ کا تھا۔ فضائی انجنوں کی درآمدات میں اس کا نمبر چوتھا تھا۔

ہندوستانی میڈیکل افسر کا برطانیہ میں مطالعہ

ہافکن انسٹیٹیوٹ بمبئی کے بلڈ بنک کے انچارج ڈاکٹر کے۔ وی۔ کلکرنی ان دنوں برطانیہ میں بلڈ بنک سروس کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ برطانوی باشندے مریضوں کے لئے خون دینے کی کوئی قیمت وصول نہیں کرتے اور ہم بھی بمبئی میں اسی قسم کی رضاکارانہ سروس شروع کرنا چاہتے ہیں۔ یہ مقصد تب ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ جب عام لوگ یہ محسوس کریں کہ نقل خون کا عمل سہل اور بے ضرر ہے اور اس میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ ڈاکٹر کلکرنی کولمبو منصوبہ کے تحت ماہ اکتوبر میں برطانیہ پہنچے تھے۔

برطانیہ کے ٹیکسٹائل انسٹیٹیوٹ کی گولڈن جوبلی

برطانیہ کا ٹیکسٹائل انسٹیٹیوٹ جس نے ٹیکسٹائل صنعت کا معیار بلند کرنے میں نمایاں رول ادا کیا ہے۔ اس ہفتہ اپنی گولڈن جوبلی منا رہا ہے۔ انسٹیٹیوٹ جس کا مقصد ٹیکسٹائل صنعت کے عام مفادات کو فروغ دینا اور سائنسی معلومات سے کام لیکر اسکے معیار کو اونچا کرنا ہے اپریل ۱۹۱۰ء میں بمقام مانچسٹر قائم کیا گیا تھا۔ کام اور ممبرشپ کے اعتبار سے اسکی نوعیت بین الاقوامی ہے۔ انسٹیٹیوٹ کے ممبروں کی تعداد اسوقت ۷۵۰۰ ہے۔

ہندوستانی علوم کی مقبولیت مشرقی ممالک میں

(۱)

محمد بن عبدالرحیم تلینشی غرناطی نے "تحفۃ الالباب" میں لکھا ہے "ہندوستانی علوم وفنون دنیا میں ایک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ فلسفہ میں بھی ماہر ہیں۔ طب میں بھی اور ریاضی میں بھی، طرح طرح کی صنعتوں میں بھی۔"

ہٹز کی رائے کے مطابق ہندوستان کا مشرق وسطیٰ سے تجارتی رشتہ بہت قدیم ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ہندوستان سے چاندی، صور اور بندر گذشتہ کے ساتھ عرب فلسطین اور مصر جاتے تھے۔ ان ملکوں کے تجار سلیمان آخر سے یعنی موجودہ جے پور سے چاندی اور جانوروں کو حاصل کرتے تھے۔

شام اور ایران پر قبضہ کرنے کے بعد عرب مشرق کی طرف بڑھے اور آہستہ آہستہ ہندوستان آگئے۔ اس وقت جہاز رانی کوئی آسان بات نہ تھی۔ ہواؤں کے رخ پر کشتی اور زندگی کی کشتی دونوں کا دارومدار ہوتا تھا۔ لیکن خوش نصیبی کی بات کہ بحر قلزم کی ہوائیں ہندوستان آنے کے لئے اتنی موافق پڑتی تھیں کہ جہاز کسی حادثے سے دوچار ہوئے بغیر یہاں تک آجاتے تھے۔ تبھی دھیرے دھیرے سکونت کی بھی بات آئی اور وہ مالابار کے ساحلی نواح میں آباد ہونا شروع ہوگئے۔ اسٹرک کے بیان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ساتویں صدی سے ایرانی اور عرب تجار ہندوستان کے مختلف حصوں میں آکر آباد ہونے لگتے تھے۔

لیکن جہاں تک

دوسری صدی اور اسکے بعد! ہندوستانی علوم وفنون کی مقبولیت کا سوال ہے وہ مشرقی ممالک میں بہت پہلے ہو چکی تھی۔ چھٹی صدی عیسوی میں ایران کے شہنشاہ خسرو نے اپنے دربار کے ہر دل عزیز حکیم برزوئی کو ہندوستان بھیجا اور اُسے تلقین کی کہ ہندوستان میں آب حیات ملتا ہے اور وہ اسے ہر قیمت پر حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ برزوئی یہاں مدتوں گھومتا رہا لیکن آب حیات نام کی کوئی شئے دریافت نہ ہو سکی لاچار ہو کر وہ اپنے ملک واپس جانا ہی چاہتا تھا کہ کسی نے اس کو "پنچ تنتر" کا نسخہ دیا اور ہدایت کی کہ وہ اسے آب حیات کہہ کر اپنے شہنشاہ کے حضور میں پیش کرے۔ جب یہ نسخہ لے کر وہ ایران پہنچا تو بادشاہ بہت خوش ہوا اور فوراً پہلوی زبان میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا۔ اس بعد نوشیروان کے زمانہ میں اس کا ترجمہ فارسی زبان میں 'انوار سہیلی' کے نام سے ہوا۔ اس کے بعد بھی ایک عربی ترجمہ ہوا اور اس کا نام "کلیلہ و دمنہ" رکھا گیا۔ یہ کام ابن مقفع کے ہاتھوں انجام پایا۔

سنسکرت قواعد پر حسین بصری نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "کتاب البیان" رکھا۔ ہندوستانی علوم پر عربی میں جتنا کام ہوا اس کا مفصل بیان احمد بن یعقوب بن جعفر نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ دوسرے عالم محمد بن اسحاق ابن الندیم نے اپنی کتاب "الفہرست" میں ایسی ہی کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ اس وقت تک ہندوستانی اطباء کا نام سر فہرست تھا۔ قاضی سعید اندلسی اور ابن ابی اصیبعہ نے اپنی اپنی کتابوں میں جن کا نام "طبقات الامم" اور "عیون الانباء فی طبقات الاطباء" ہے۔ ہندوستانی اطباء کا الگ الگ بیان کیا ہے۔ ابوزید سیرافی نے اپنی کتاب "سفرنامہ" میں ہندوستان کی طرز زندگی، رسوم اور بدھ مذہب کے اخلاقیات اور بودوباش کا بیان تفصیل سے کیا ہے۔ اس کے علاوہ کئی مشہور عرب سیاح ہوئے ہیں۔ جن کو ہندوستان سے خاص دلچسپی رہی۔ مثلاً عجائب الہند کا مصنف بزرگ بن شہریار، "مالک الممالک" کا مصنف اسطخری، ابوالفراج، دمشقی، ابن بطوطہ، ابن سیکل،

قطعہ

روئے مہوش بے محابا دیدنست || در بہاران غنچہ و گل چیدنست
گفت این عقل و خرد در گوش ہوش || این نکات بالغہ فہمیدنست

اور ادریسی وغیرہ' ہندوستان کے مذہبی اصول پر شہرستانی کی ایک کتاب ہے جس کا نام "الملل والنحال" ہے۔

ہندوستان پر عربوں کے حملے آٹھویں صدی عیسوی کے پہلے ہی سے شروع ہو گئے تھے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا نام عبیداللہ کا ہے۔ جو ایک عرب جنرل تھا۔ لیکن اس کو شکست ہوئی۔ اور وہ مارا گیا۔ یہی صورت بدائل کے ساتھ رہی اور وہ بھی مارا گیا۔ تیسری بار محمد بن قاسم نے جو ایک بیس برس کا خوبصورت نوجوان تھا۔ اپنا ایک فوجی دستہ لے کر جس میں چھ ہزار آدمی تھے۔ سندھ پر حملہ کیا۔ اور تین سال (۷۱۲۔ ۷۱۵ء) کے اندر ہی اندر پورا قبضہ جما لیا۔ ساتھ ہی پنجاب کا حصہ بھی فتح کر لیا۔ لیکن خلیفہ سلیمان کے حکم سے واپس بلا لیا گیا اور مار ڈالا گیا۔ ۸۷۱ء تک سندھ خلیفہ ہی کے زیر اثر رہا اور مقامی امراء کے ہاتھوں اس کا انتظام ہوتا رہا۔ ہندوستان کا مشرقی ممالک سے یہ پہلا رشتہ تھا جو مضبوطی سے قائم ہوا۔ اور ہندوستان میں مشترکہ تہذیب کا آغاز ہوا۔

ہندوستانی اطباء بغداد میں

بغداد شروع ہی سے علم و ادب کا مرکز رہا۔ علوم و فنون کے شعبے کا کوئی آدمی ایسا نہیں تھا جو وہاں نہ رہا ہو۔ چنانچہ ہندوستان سے بھی بہت سے علماء بغداد گئے۔ بغداد میں جہاں ایک طرف فارسی اور عربی کے علما جمع تھے تو دوسری طرف سنسکرت زبان کے ماہر اطباء، ماہر نجوم اور اہل قلم بھی اکٹھے ہو گئے۔

عباسی خاندان نے ۷۴۹ء سے ۱۰۹۲ء تک حکومت کی۔ ان کے وسیع عہد حکومت میں زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی ہوئی۔ عرب علماء اور اہل دانش پہلے ہی سے علم و ادب میں دلچسپی رکھتے تھے۔ انہوں نے تمام علماء کو اپنے یہاں اکٹھا کر لیا۔ چنانچہ جب عباسی خاندان کی حکومت کا دارالسلطنت دمشق سے بغداد منتقل ہوا تو دنیا کے مختلف حصوں سے علماء وہاں پہنچے اور شہر بغداد کی زینت اور رونق پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی۔ ہندوستانی علماء بھی کافی تعداد میں وہاں پہنچے۔ جن طبیبوں نے بغداد کو رونق دی ان میں سے مانک، صالح یا دھان، شانوے اور کینکرا کے نام قابل ذکر ہیں۔

۱۔ صالح۔ یہ ایورویدک طرز علاج کے ماہروں میں سے تھا۔ صالح نے خلیفہ کے چچا زاد بھائی ابراہیم کا علاج کیا۔ اور بہت شہرت حاصل کی۔ کہا جاتا ہے کہ ابراہیم قریب المرگ تھا مگر صالح نے اس کی جان بچائی۔ صالح بیلا کا لڑکا تھا۔ جو بذات خود ایورویدک طرز علاج کا ماہر تھا۔

۲۔ دھان۔ یہ بھی مشہور حکیموں میں سے تھا۔ اور بغداد کے اسپتال میں بحیثیت طبیب مقرر ہوا۔ جہاں بعد میں اس کا لڑکا اس کا جانشین ہوا۔ جس نے بہت سی سنسکرت کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔

۳۔ کینکرا۔ یہ طب اور نجوم دونوں کا ماہر تھا۔ اسکی مختلف کتابوں کا عربی میں مندرجہ ذیل نام سے ترجمہ ہوا۔

ا۔ کنش (ادویات پر)
ب۔ النو دار (عمر کے بارے میں)
ج۔ احسن العلم و دوری القرآن (کائنات عالم کی حرکت کے بارے میں)
د۔ قرینۃ الکبیر و قرینۃ الصغیر (ماہ و سال کے بارے میں)

۴۔ مانک۔ ان سب حکماء میں مانک کا رتبہ بلند تھا۔ یہ شخص فارسی اور سنسکرت دونوں زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔ ان دونوں زبانوں کو وہ جس طرح پڑھ سکتا تھا اسی طرح لکھ بھی سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے ترجموں میں اصل جیسی روانی ہے۔ اس نے فارسی میں بھی ایک طب کی کتاب کا ترجمہ کیا جو زہر کے اثرات کے بارے میں ہے۔ مانک عرب دنیا سے پہلے پہل اس وقت روشناس ہوا جب خلیفہ ہارون رشید کی

قطعہ

گفت تقریر کہ این طرز بیانی مشکل ‖ از پئے نکتہ نگر شرح معانی مشکل
نانہ و فتنیکہ بود قسمت یاور مسعود ‖ بہر ما خواندن این سبعہ مثانی مشکل

(آمدہ از نذری باری)

حکومت تھی۔ اس کی رسائی اپنی ذاتی قابلیت کی بنا پر خلیفہ کے دربار میں بہت جلد ہو گئی اور پھر اپنی ذہانت اور خلوص کی وجہ سے خلیفہ کے قریب ہو گیا۔ یہاں تک کہ جب خلیفہ ایک مہلک مرض میں گرفتار ہوا تو اس نے اس کا دل لگا کر علاج کیا اور خلیفہ اچھا ہو گیا۔ اس کے بعد اس کی اور بھی شہرت ہوئی۔

۵۔ شانوکے۔ یہ بھی اس زمانے کے مشہور و معروف حکیموں میں سے تھا۔ اس کی بیشتر کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا۔

ا۔ ایک کتاب اس نے زہر کے اثرات کے بارے میں لکھی اور جس پر ابن حاتم اور خود مانک کا تنقیدو تبصرہ شامل ہے۔

ب۔ اخلاقیات پر اس کی کتاب کا عربی میں منتہا الجواہر کے نام سے ترجمہ ہوا۔

ج۔ اس نے مویشیوں کے علاج کے بارے میں اور علم نجوم پر کتابیں لکھیں۔

اس کے علاوہ دوسرے بہت سے حکیموں اور عالموں کی ایک طویل فہرست ہے جو علم ادویات کے علاوہ فلسفہ، حکمت اور نجوم پر عبور رکھتے تھے۔ مثلاً انکال۔ جبار، راجا بھش، کرا چار اور نانک وغیرہ۔

خالد ابیار ماکی کے حکیم سے بھی سنسکرت سے عربی میں کچھ تراجم ہوئے۔ زہر اور خوراک کے بارے میں بھی ایک کتاب کا ترجمہ ہوا۔ مہا بھارت کے کچھ ابواب کا ترجمہ صالح ابن شعیب نے کیا۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں پہلے ہی سے علم موسیقی پر بہت سی کتابیں تھیں۔ انھیں میں سے ایک ترجمہ عربی میں ہوا۔ جس کا نام 'نفیر' ہے۔ عباسی خلفاء نے سنسکرت زبان کے جواہر پاروں کو اکٹھا کرنے کے لئے اپنے یہاں سے عالموں کی ایک بڑی تعداد ادبی ہندوستان بھیجی۔ چنانچہ نویں صدی عیسوی میں محمد بن اسماعیل تنوخی جو علم نجوم کا ماہر تھا۔ ہندوستان آیا۔ اور اس علم میں تحقیق کا کام شروع کیا۔

علوم و فنون کا مرکز بغداد نہیں ہندوستان! رفتہ رفتہ زمانے کے ہاتھوں ساری سلطنتیں برباد ہو گئیں۔ علم و ادب کا مرکز اب ہندوستان بن چکا تھا۔ عرب دنیا کا مشہور مورخ ابوریحان البیرونی محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان آیا۔ اس کی پیدائش خیوا میں ۹۷۳ء میں ہوئی۔ اس نے یہاں آکر سب سے پہلے سنسکرت کے عالموں سے دوستی پیدا کی، اور اس زبان پر مکمل عبور حاصل کر لیا۔ اس کو تاریخ، مذہب، فلسفہ، ہیئت اور ریاضی سے بڑی دلچسپی رہی، تاریخ نویسی کی طرف اس کا رجحان پہلے ہی سے تھا۔ کتاب الہند میں اس امر کا انکشاف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "جن چیزوں کا سمجھنا مشکل ہو اس کو جان لینے سے منزل آسان ہو جاتی ہے اور اس کو نہ سمجھنے کا سبب بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ بے تعلقی کی حالت میں جو چیزیں نہیں معلوم ہو سکتیں وہ میل جول کی حالت میں معلوم ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ہندوستان میں رہ کے وہ لوگوں میں اٹھ بیٹھ کر، بحث و مباحثہ کرکے چیزوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔ "کتاب الہند" کے علاوہ "آثار الباقیہ" پاتنجلی، (یوگ پر) "برہما سد ھانت (علم نجوم پر) تصنیف کیں۔

اس کے بعد دہلی سلطنت کا دور شروع ہوا۔ سلاطین دہلی نے بھی علوم و فنون میں گہری دلچسپی لی۔ دارالانشاء کا شعبہ قائم کیا گیا اور بہت سے لوگوں کو ترجمے کے کام پر مامور کیا گیا۔ بہرام شاہ کے دور حکومت میں اور اس کے بعد تک یعنی سلطان ابراہیم کے دور حکومت تک میر انشاء کا عہدہ ابوالمعانی نصر بن عبدالحمید مستوفی کے ہاتھ میں رہا۔ جس نے ابن مقفع کے کلیلہ دمنہ کے عربی ترجمے کو فارسی میں منتقل کیا۔ جوالامکھی کے مندر سے سلطان فیروز شاہ تغلق کو قریب تیرہ سو سنسکرت کے نسخے ملے۔ اس نے فوراً سنسکرت

قطعہ

بہر ہر زاہد نگر تو روزہ بود (صیام) | ستی قمر کہن افسردہ بود
آمد نو روز گفتہ در جہان | [illegible] مے نگر فرخندہ بود (مبارک)

([illegible] زندہ [illegible])

کے عالموں کو اپنے دربار میں اکٹھا کیا اور ان کے ترجمے کا حکم دیا ان میں دلائل فیروز شاہی بھی شامل ہے جو کہ علم نجوم کے بارے میں ہے۔ شمس سراج عفیف اپنے زمانہ کا زبردست مورخ گزرا ہے اس نے بھی فیروز شاہ کے حکم پر موسیقی کی ایک کتاب کا غنیۃ المنیات کے نام سے ترجمہ کیا۔

سکندر لودی کے دور حکومت میں بھی کارہائے نمایاں ہوئے۔ خواص خان کا بیٹا طب کے موضوع پر سنسکرت کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کرنے پر مامور ہوا۔ اور اس کا نام "طب سکندری" یا معدن شفائے سکندری رکھا گیا۔

کشمیر میں زین العابدین کے دورِ حکومت میں بھی مہابھارت اور راج ترنگنی کا فارسی میں ترجمہ ہوا۔ اس کے علاوہ اس نے ہندوستان کی تہذیبی زندگی کو سنوارنے اور بنانے میں بڑی مدد کی۔

مسعود سعد سلمان اور عمید لنکی دو فارسی کے بڑے شاعر تھے۔ انہوں نے ہندی الفاظ کا استعمال اپنے فارسی اشعار میں کیا۔ عوفی نے سعد سلمان (۱۰۴۶ء - ۱۱۲۱ء) کے بارے میں لکھا ہے کہ "او را سہ دیوان است۔ یکے بتازی، یکے بہ پارسی و یکے بہ ہندی"۔ سعد کے ہندی دیوان کے بارے میں تو کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن فارسی اشعار میں ضرور ہندی الفاظ کی آمیزش ہے۔

[illegible] ہے بہار ہندوستان ــ اے نجات از بلا تا بستان

[illegible] ــ وسے گرفتار عشق شمع و لگن

امیر خسرو ہندوستان کی قابل قدر ہستیوں میں سے تھے۔ خسرو امیر سیف الدین کے لڑکے تھے۔ ان کے والد التمش کے زمانے میں خاص حیثیت کے مالک تھے۔ انہوں نے عماد الملک کی لڑکی سے شادی کی۔ ان کی پیدائش پٹیالی میں ہوئی۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ وہ بلخ میں پیدا ہوئے لیکن نہ سپہر سے اس کا انکشاف ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان ہی میں پیدا ہوئے "ہست مرا مولد و ماوا و وطن" (نہ سپہر) اس سے یہ بات یقین کرنے کی حد تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ خسرو ہندوستان میں فارسی شاعری کے چراغ تو تھے ہی لیکن دوسرے علوم کی روشنی پھیلانے میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ علاؤ الدین خلجی کے دربار کا استاد موسیقی گوپال نایک کا بھی چراغ ان کے سامنے نہ جل سکا۔ موسیقی میں مختلف قسم کے راگ اور راگنیاں انہیں کی ایجاد ہیں۔ خسرو نے ۱۲۷۱ء میں حضرت نظام الدین اولیاء کے ہاتھ پر بیعت کی اتفاق کی بات کہ جس وقت شیخ کا انتقال ہوا تو خسرو ناصر الدین محمد تغلق کے ساتھ بنگال میں تھے۔ جب دہلی واپس ہوئے اور اپنے پیر کے وصال کی خبر سنی تو ہوش کھو بیٹھے۔ بھاگتے ہوئے خانقاہ میں آئے جہاں حضرت شیخ ابدی نیند کا مزہ لے رہے تھے۔ دیوانگی میں آکر ان کے چہرے سے چادر ہٹا دی اور روتے ہوئے بولے ــ

"گوری سوئے سیج پر مکھ پر ڈارے کیس"

اکثر خسرو کی ایک منظوم لغت کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اس میں کل ۲۱۵ اشعار ہیں۔ شروعات اس طرح ہوتی ہیں

خالق باری سرجن ہار ــ واحد ایک بدا کرتار

شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں ہندوستانی علوم و فنون، ہندی شعر و شاعری اور سنسکرت کی بیش قیمت کتابوں کے فارسی ترجمے کی طرف بڑی توجہ دی گئی۔ اکبر کو بھی کتابوں کا بڑا شوق تھا۔ ابوالفضل کا کہنا ہے کہ دربار میں روزانہ مختلف زبانوں کی کتابیں جن میں ہندی، سنسکرت اور عربی و فارسی کی کتابیں ہوتی تھیں۔ لائی جاتی تھیں۔ اور بادشاہ کے سامنے پڑھی جاتی تھیں۔" وہ لوگ جو سنسکرت سے ترجمہ کرنے پر مامور ہوئے۔ ان میں سے ابوالفضل نے عبدالقادر بدایونی، شیخ سلطان تھانیسری، ملا شیری اور نقیب خان

قطعہ

مقابل ہر گلے سرو سہی شد ــ برائے ما نگر تو برتری شد

نوازم گفتمش با چتر و طبل ہم ــ برائے تاج این تخت شہی شد

(آمدہ از نذری باغم)

کے نام لئے ہیں۔ اکبر نے ایک دار الترجمہ بھی کھولا۔ اس کے انچارج میر جمال الدین حسین انجو بنائے گئے اور ان کی نگرانی میں ان کتابوں کے ترجمے ہوئے۔

۱۔ سنگھاسن بتیسی۔	بدایونی
۲۔ اتھر بن بید۔	شیخ فیضی، شیخ بہاون اور حاجی ابراہیم۔
۳۔ رامائن۔	بدایونی
۴۔ تاریخ کشمیر۔	ملا شاہ محمد شاہ آبادی۔
۵۔ لیلاوتی۔	فیضی
۶۔ مہابھارت۔	ابوالفضل (رزم نامہ)
۷۔ ہربنس۔	ملا شیری
۸۔ جوتش۔	خان خانان
۹۔ عیار دانش	ابوالفضل
۱۰۔ تاجک (نجوم)	محمد ون گجراتی

دربار کے مشہور ہندی کے شاعروں میں سے راجہ منوہر داس تھا۔ گنگا پرشاد یا گنگ کوی دربار کا سب سے باعزت شاعر تھا۔ یہ سنسکرت زبان پر بھی عبور رکھتا تھا۔ عبد الرحیم خانخانان نے اس کی ایک نظم سے خوش ہو کر اس کو ایک بار چھتیس لاکھ روپے انعام دیئے۔ اس کے علاوہ نرہر سہائے کرن، کرپا رام، ہرزن رائے پاتری (ایک شاعرہ جس کے نام ہندی کے مشہور شاعر کیشو داس نے اپنا دیوان کوی پریا معنون کیا) بیھدر سنادھیا مصر اور بال کرشن تر پاٹھی ناتھ وغیرہ جیسے بڑے بڑے ہندی کے شاعر تھے۔

شہزادہ دارا شکوہ کو بھی جسے شاہجہان شہزادہ بلند اقبال کہا کرتا تھا، ہندوستانی فلسفہ و مذہب سے بڑی دلچسپی رہی۔ اس نے اپنشد کا ترجمہ فارسی میں سر اکبر کے نام سے کیا۔ ۱۶۵۴ء میں اس نے ویدانت اور تصوف پر ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام "مجمع البحرین" رکھا۔ اس نام میں بھی بڑا اشاریہ لیجہ ہے۔ یعنی دو سمندروں کا اجتماع۔ دوسرے معنی ہیں دو مذہبوں کے ملے جلے اور یکساں تصور۔ اس کی دوسری کتابوں میں سفینۃ الاولیاء، سکینۃ الاولیاء اور حسنات العارفین شامل ہیں۔

۱۷۰۷ء کے بعد سے ہندوستان متواتر انقلابات کا شکار رہوتا رہا۔ مغلیہ سلطنت کی چولیں ڈھیلی ہونا شروع ہو گئیں اور لسانی انقلابات نے بھی جنم لینا شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پوری زندگی انتشار سے دوچار ہو گئی۔ "بزم" کو فروغ دینے والے اب صرف "رزم" کی باتیں کرنے لگے اور زندگی تلوار کی پناہ میں آگئی۔ پھر بھی ایسے وقت میں ادبی اور علمی ذوق کم نہیں ہوا۔ شاہ عالم ثانی نے باقاعدہ ہندی میں شعر کہے ہیں۔ شاہ عالم کا ایک ہندی دیوان منتخبات ثانی کے نام سے رام پور سے شائع ہوا ہے۔

فی زمانہ بھی عرب ممالک میں ہندوستانی علوم و فنون میں اسی طرح دلچسپی لی جا رہی ہے۔ حال ہی میں ہندوستانی کونسل برائے ثقافتی امور نے شکنتلا (کالیداس) کا ترجمہ فارسی میں ڈاکٹر ہادی حسین صاحب سے کروا کر شائع کیا ہے۔ وزیر اعظم جواہر لال نہرو کی کتاب "ڈسکوری آف انڈیا" کا ترجمہ بھی فارسی میں دیکھنے میں آیا ہے۔

امید ہے کہ صدہا سال پہلے کی روایت اسی طرح پروان چڑھتی رہے گی۔ اور ہندوستان و عرب ممالک، ایک دوسرے کے ادب، تہذیب، کلچر اور طرز زندگی سے دلچسپی لیتے رہیں گے اور اس طرح ہمارے تہذیبی رشتے مضبوط ہوتے جائیں گے۔

قطعہ

ہم بھی جیتے ہیں ترے لطف و کرم کے ہوتے
کیسے نقشے ہیں یہ رفتار قلم کے ہوتے

بے نیازی سے یہ کہتا ہے بخف کرب و بلا
نہیں درکار ہے یہ شان و حشم کے ہوتے

(آمدہ از نذری باغ)

جان. ٹی. ریڈ

ہندوستان اور امریکہ کی مشترکہ دلچسپی

ہندوستان کے ابتدائی مذہبوں میں یقین کیا جاتا تھا کہ روحیں درختوں پر رہتی ہیں۔ میں اس کا قائل ہوں، کیونکہ میرے نزدیک درخت ہمیشہ قدرت کی بلند تر اور اشرف ترین پیداوار میں سے ہیں۔ ہندوستان کی طرح میرے وطن کیلی فورنیا میں بھی سورج کی جھلسا دینے والی حرارت سے بچانے کے لئے درخت ایک خدا داد ذریعہ ہیں اور یہ ایک حسین قوت و طاقت کے مظہر ہیں۔ جب سے میں ہندوستان آیا ہوں میں یہاں ایسے درخت ڈھونڈھنے کا مشتاق رہا ہوں جنہیں میں امریکہ میں دیکھنے کا عادی تھا۔ اگرچہ ہندوستان کے بہت سے درخت مثلاً صندل، پیپل اور پر اسرار شہرت کا مالک بڑ امریکیوں کے نزدیک عجیب وغریب اور حیرت انگیز ہیں۔ تاہم کئی دوسرے درخت بھی ہیں جو دونوں ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔ جہاں تک ہمالیہ میں درختوں کا تعلق ہے یہ میرے لئے اچھا خاصہ جانا پہچانا علاقہ ہے۔ چیڑ، صنوبر، شمشاد وغیرہ قدرے مختلف نوعیت کے باوجود میرے پرانے ساتھی ہیں۔ مگنولیا جو ان درختوں میں سب سے شاندار اور افضل تر ہے اور ایم کمبولی جو دارجلنگ کے پاس اور مشرقی ہمالیہ میں پایا جاتا ہے۔ امریکہ کے جنوبی علاقے کے خوشبودار مگنولیا کی قسم میں سے ہیں۔ شاعر اور افسانہ نویس بھی اپنی تخلیقات میں بجا طور پر ان کا ذکر کرتے ہیں۔ کم سے کم کیلی فورنیا کے باشندے کے لئے ہمالیہ کے جنگلوں کا مشہور درخت دیودار اجنبی نہیں وہ اس سے بخوبی واقف ہیں۔ یہ جینس سیڈرس (Genus Cedrus) کی قسم ہے جس کا نام سنسکرت کے لفظ "دیودارو" (دیوتاؤں کا درخت) سے موزوں طور پر ماخوذ ہے اور امریکی پارکوں اور باغوں میں اچھی [illegible] درخت ہے۔ میں نے ہمالیہ [illegible] انار کے درختوں کی کئی قسمیں دیکھی ہیں [illegible] فارس میں پائے جاتے ہیں۔ اس تاریخی [illegible] کے متعلق حضرت محمد نے کہا تھا ـ

"انار رکھاؤ کیونکہ یہ انسانی دل سے حسد اور نفرت کے جذبات خارج کر دیتا ہے۔" امریکہ میں معتدل آب و ہوا کے علاقوں کے باغوں میں تجارتی پیمانے پر یہ پیڑ اگائے جاتے ہیں اور غالباً سپین کے لوگ اسے وہاں لائے تھے۔ وہ انار کو گرینا ڈا (Granada) کہتے ہیں۔ دوسرے درخت جو عام طور پر ہندوستان میں اگتے ہیں اور کھانے کے پھل پیدا کرتے ہیں وہ امریکہ کے کم حرارت والے علاقوں مثلاً فلوریڈا، ہوائی، جنوبی کیلی فورنیا وغیرہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ان میں پپیا جو میکسیکو اور مرکزی امریکہ کی پیداوار ہے۔ امرود (Psidium) جو جنوبی امریکہ سے درآمد کیا گیا ہے۔ اور تامل ناڈ میں جس کی بہت کاشت ہوتی ہے اور آم یا امبہ شامل ہیں۔ آم فلوریڈا اور ہوائی میں خاصی کامیابی سے پیدا کیا جاتا ہے۔ اصل میں یہ مشرقی ہندوستان کا پیڑ ہے اور لوگ کہانیوں اور مذہبی رسوم سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ روایت ہے کہ مہاتما بدھ کو آموں کا بڑا باغ پیش کیا گیا تھا تاکہ وہ چھاؤں میں بیٹھ کر عبادت کیا کریں۔ آم تامل کے لفظ "مانگے" سے لیا گیا ہے۔ پرتگالی لوگ اسے ہندوستان سے برازیل اور امریکہ کے دوسرے گرم علاقوں میں لے گئے تھے۔ میں نے یہاں کچھ ایسے زیبائشی درخت بھی پہچانے ہیں۔ جو بظاہر ہندوستان اور جنوب مغربی امریکہ دونوں نے دوسرے علاقوں سے درآمد کئے ہیں۔ مثلاً کازرینا جو چیڑ کی قسم کا بردار درخت ہے زیادہ تر آسٹریلیا میں پایا جاتا ہے حالانکہ اس کی کچھ قسمیں برما میں بھی موجود ہیں۔ یوکلپٹس اور کیکر وغیرہ کی بہت سی قسمیں دراصل آسٹریلیا میں پائی جاتی ہیں۔ یہی کیفیت شاہ بلوط درخت کی بھی ہے۔ لاکھ کے رنگ کے پتوں اور سرخ پھولوں والا پیڑ جیکارانڈا برازیل کا درخت ہے لیکن اب ہندوستان اور امریکہ کے گرم حصوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ کھجوروں کے درختوں کی بہت سی قسمیں ہندوستان اور جنوبی کیلی فورنیا میں بھی ہیں۔ لیکن ناریل کے پیڑ جو جنوبی ہند میں اس قدر بہتات سے پائے جاتے ہیں۔ ہوائی کو چھوڑ کر سارے امریکہ میں قریب قریب غیر معروف درخت ہیں۔ جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔ درخت قومی حدود کے پابند نہیں۔ کیا ہی اچھا ہو اگر ہم انسان بین الاقوامی دوستی کا درس ان درختوں ہی سے لیں۔

بنجمین ای ولیسٹ

سربراہوں کی کانفرنس اور خروشچیو کا کردار

نکیتا خروشچوف اس امید سے پیرس آئے تھے کہ انھیں ملک کی ۴۰ سالہ تاریخ میں پہلا حقیقی تدبیر شناسی کا موقع ملیگا لیکن وہ قطعی مختلف شہرت کیساتھ یہاں سے واپس روانہ ہوئے ہیں۔ روسی وزیر اعظم کو تنازعہ بین الاقوامی سیاسی امور کے متعلق سنجیدگی سے بات چیت کرنے کے لئے امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے رہنماؤں کیساتھ مل کر بیٹھنا تھا لیکن ایسے کے بجائے انہوں نے ایسا عمل اختیار کیا جیسے وہ اپنی کمیونسٹ پارٹی کے ممبروں کیساتھ بات چیت کر رہے ہوں وہ اس قسم کا گھریلو سیاسی کھیل کھیلنے کی کوشش کر رہے تھے جس سے وہ اپنے ملک میں برسر اقتدار آئے ہیں یعنی جو شخص انکی اطاعت کے لئے نہ ہو وہ اسے جھکانے کیلئے دھمکی آمیز ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں لیکن ڈوائٹ آئزن ہوور کوئی نکولائی بلگانن نہیں ہیں ہیرالڈ میکملن کوئی مالوٹوف نہیں اور جنرل ڈیگال یقیناً کوئی جارجی زوکوف نہیں ہیں جو ایک کمیونسٹ آقا کے سامنے جھک جائیں۔ خروشچوف کو پیرس میں اسی طرح ناکامی ہوئی ہے جسطرح وہ کئی دوسرے موقعوں پر فیصلہ کن مرحلہ میں ناکام ہو چکے ہیں چنانچہ وہ اسی طرح ناکام ہوئے ہیں جسطرح یوگوسلاویہ میں بلگریڈ میں ہوئے تھے جب انہوں نے مارشل ٹیٹو پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی تھی کہ وہ سوویت کیمپ میں دوبارہ شامل ہو جائیں۔ وہ اسیطرح ناکام ہوئے ہیں جسطرح انگلینڈ میں اس وقت ہوئے تھے جب انہوں نے اپنے۔ سیاسی مزاج کے زیر اثر برطانوی مزدور تحریک کے برگزیدہ رہنماؤں کے خلاف لب کشائی کرنیکی کوشش کی تھی۔ وہ اسیطرح ناکام ہوئے ہیں جسطرح امریکہ میں اسوقت ہوئے تھے جب انہوں نے کیلی فورنیا کے ایک ممبر کی اسلئے سرزنش کی تھی کہ انہوں (ممبر) نے انکی پالیسیوں سے اختلاف ظاہر کیا تھا۔ ممکن ہے خروشچوف کو اسٹالن کی مانند اپنی ان کوششوں میں کامیابی ہوئی ہو جو وہ اپنی پارٹی کے اندر اپنے مخالفوں سے غلطیوں کا جبری اعتراف کرانے کے سلسلہ میں کرتے ہیں لیکن جب انہوں نے مسٹر آئزن ہوور پر ایسے ہتھکنڈے آزمانے کی کوشش کی تو انہیں سخت ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ امر صرف روسی وزیر اعظم ہی تک محدود نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں میں امتیاز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے جو پارٹی لیڈر کے غصہ سے فطرتاً خوفزدہ ہیں اور جو عزت و وقار کو عزیز سمجھتے ہیں یہ خامی کمیونسٹ دنیا کے دوسرے رہنماؤں میں بھی پائی جاتی ہے کمیونسٹ چین کے وزیر اعظم مسٹر چو این لائی نے چند ہفتے پہلے ہندوستان میں اپنے میزبان ملک کے رہنماؤں سے بھی اسیطرح کا تحکمانہ برتاؤ کیا تھا۔ خود خروشچوف نے درحقیقت تسلیم کیا ہے کہ انھیں بین الاقوامی پالیسیوں کی نسبت ملکی پالیسیوں سے زیادہ دلچسپی ہے انہوں نے امریکی، برطانوی اور فرانسیسی لیڈروں کو بتایا کہ انہوں نے روس میں گرائے گئے امریکی ہوائی جہاز کے سوال کے بارے میں یہاں جو رویہ اختیار کیا ہے وہ انکے ملک کی گھریلو پالیسیوں میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں خروشچوف نے تقریباً یہ اعتراف کیا کہ انھیں بین الاقوامی مسئلوں کا تصفیہ کرنے کی بجائے اس بات میں زیادہ دلچسپی ہے کہ وہ اپنی صدارتی مجلس کی نگاہوں

میں اپنے آپ کو زیادہ سخت ثابت کریں۔ ممکن ہے کہ انھیں سوویت مدارتی مجلس، چو این لائی، ماوزے تنگ اور ایسے لوگوں سے مبارکبادیں موصول ہوں جو کمیونسٹ شکری تھین کو برقرار رکھنے میں دلچسپی لیتے ہیں لیکن وہ دوسرے بیشتر حلقوں کی طرف سے تعریفیں حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ اس قدر واضح شئے ہے کہ اسکے متعلق دو رویہ اختیار نہیں کیا جاسکتا جو روسی وزیراعظم نے یہاں اختیار کیا کمیونسٹ ملکوں کو چھوڑ کر دنیا کے ہر حصہ سے پیرس میں ایسی اطلاعات وصول ہو رہی ہیں جن میں مسٹر خروشچیف کے رویہ پر اظہار ناپسندیدگی کیا گیا ہے۔ مسٹر میکملن اور جنرل ڈیگال کا مسٹر خروشچیف کے رویہ کے متعلق کیا رد عمل ہے؟ ایک ترجمان کے الفاظ میں "مکمل مایوسی"۔ مسٹر خروشچیف نے جو تلخ الفاظ یہاں استعمال کیے وہ کچھ عرصہ کے بعد ان لوگوں کے ذہن سے تو اتر جائینگے جنہوں نے یہاں کیے واقعات کا مشاہدہ کیا ہے لیکن روسی وزیراعظم کی ایک خاص بات انھیں لمبی مدت تک یاد رہے گی جو انہوں نے جاسوسی کے بارے میں چار ملکوں کی کانفرنس میں کہی تھی۔ جب انھیں بتایا گیا کہ آج تمام ممالک مختلف قسم کی جاسوسی میں مصروف ہیں تو انہوں نے ایک مسلم ملحد ہونے کے باوجود اپنے ہاتھ اوپر اٹھا کر سنجیدگی سے کہا "خدا گواہ ہے میرے ہاتھ صاف ہیں اور معصوم ہیں۔"

اس ایک مثال سے واضح ہو جائے گا کہ مسٹر خروشچیف کس قسم کے آدمی ہیں کیونکہ دنیا جانتی ہے کہ روس کے جاسوس دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں اور انکی تعداد دوسرے کسی بھی ملک کے جاسوسوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ برطانیہ کے ایک ... جو ای ایچ کوکریج کے نام سے لکھتے ہیں کا بیان ہے کہ حکومت روس دنیا بھر میں جن مردوں اور عورتوں سے جاسوسی کا کام لے رہی ہے انکی تعداد تقریباً اڑھائی لاکھ ہے جو تمام مغربی ملکوں کے جاسوسوں کی مجموعی تعداد سے دس گنا زیادہ ہے

اختر انصاری

بیرسٹر صاحب

میں سڑک پر ٹہل رہا تھا اور بار بار گھڑی کا جیب سے نکال کر دیکھتا تھا (ایسے موقعوں پر وقت کی رفتار نہایت سست ہو جاتی ہے) ٹھیک چار بجے میں کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا، کوٹھی کا کمپاؤنڈ پودوں، درختوں، کیاریوں اور روشوں سے اسقدر آراستہ تھا کہ سچ مچ ایک ہرا بھرا باغ معلوم ہوتا ہے اور اسکی وسعت؟ میرا خیال ہے کہ جس مکان میں میں رہتا ہوں اس جیسے سو دو سو مکان اس کمپاؤنڈ کی زمین پر تعمیر کئے جا سکتے تھے۔ میں سوچنے لگا کہ اس کوٹھی کی وسعت اور خوشنمائی کا کون اندازہ کر سکتا ہے جسکا کمپاؤنڈ اتنا وسیع اور اتنا خوشنما ہو، خیر کمپاؤنڈ کو عبور کرتا ہوا آگے بڑھا تو دیکھا کہ برآمدے میں ایک صاحب کھڑے ہوئے زور شور کیا تھا انگڑائی لے رہے ہیں وہ ڈریسنگ گاؤن پہنے ہوئے تھے۔ داڑھی مونچھ منڈی ہوئی تھی۔ رنگ نہایت گورا تھا اور قد غیر معمولی طور پر طویل۔ صورت پر جو نظر پڑی تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ بیرسٹر صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں غضب کی شباہت تھی اگر ان کا جسم ذرا اور بھاری ہوتا تو میں یقیناً دھوکہ کھا جاتا۔ یہی سمجھتا کہ بیرسٹر صاحب کھڑے ہیں

انھوں نے مجھے آتا ہوا دیکھا تو ادھر متوجہ ہو گئے میں بھی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا انکے قریب پہنچ گیا اور آداب عرض کر کے بولا

"بیرسٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں؟"

"ہاں! کہئے کیا کام ہے؟"

"انہوں نے مجھے چار بجے حاضری کا حکم دیا تھا" (یہ فقرہ میں نے راستے میں سوچ کر تیار کر لیا تھا) وہ اندر جانے کیلئے مڑے لیکن ساتھ ساتھ مجھے اس انداز سے دیکھا گویا کچھ معلوم کرنا چاہتے ہوں۔ میں انکا مطلب سمجھ گیا اور جھٹ بولا "مجھے احمد مختار کہتے ہیں"

وہ مطمئن ہو گئے اور "اچھا آپ ٹھہرئیے!" کہکر اندر چلے گئے

میں بہت دور سے پیدل چل کر آیا تھا۔ وہ کوٹھی میں داخل ہونے سے پہلے پندرہ بیس منٹ سڑک پر ٹہل چکا تھا تھکن خاصی تھی، برآمدے میں چند نہایت خوش وضع کرسیاں پڑی ہوئی تھیں جی چاہا کہ بیٹھ رہوں لیکن اجازت بغیر ایسے اقدام کی جرات نہ ہوئی پھر خیال آیا کہ اسمیں اجازت کی کیا ضرورت ہے یہ کرسیاں پڑی ہی اسلئے ہیں کہ آنے والے بیٹھیں اور آرام کریں مجھے یقیناً بیٹھ جانا چاہئے میں اسطرح اپنے آپ کو ہمت دلا رہا تھا کہ کمرے میں سے آواز آئی "اندر آجائیے!"

یہ آواز ان ہی صاحب کی تھی جو میرے نزدیک بیرسٹر صاحب کے بھائی تھے مگر میں یہ نہ سمجھ سکا کہ ان کا مخاطب کون ہے اور یہ کسکو اندر بلا رہے ہیں یہ کمرہ ڈرائنگ روم تھا اور میں جانتا تھا کہ ڈرائنگ روم مخصوص مہمانوں سے ملاقات کرنے کے لئے ہوتا ہے میں نے یہی نتیجہ نکالا کہ مجھے نہیں، کسی اور کو بلایا جا رہا ہے لیکن میں اس نتیجے سے مطمئن نہیں تھا اور پے در پے بہت سے خیالات میرے ذہن میں آئے

"ممکن ہے مجھ ہی کو اندر بلایا گیا ہو کوئی تعجب کی بات تو نہیں!"

"لیکن اگر کسی اور کو آواز دی گئی ہو تو؟"

"کہیں کمرے سے نکالا نہ جاؤں!"

"بڑی خفت ہوگی اگر انہوں نے کہا کہ آپکو نہیں بلایا تھا"

یہ اور اس قسم کے بہت سے خیالات ایک لمحے کے اندر میرے ذہن

میاگذر گئے

میں نے یہی مناسب سمجھا کہ سنی ان سنی کر جاؤں اگر مجھے بلاتے ہونگے تو دوبارہ آواز دے لینگے۔ میں کمرے کیطرف پشت کرکے کھڑا ہوگیا اور سیٹی بجانے کی کوشش کرنے لگا

تھوڑی دیر تک کمرے کے اندر سے کوئی دوسری آواز نہیں آئی اور مجھے یقین سا ہونے لگا کہ اس پہلی آواز کا مخاطب میں نہیں تھا

لیکن پھر دروازے کے بھاری سیاہ پردے کو جنبش ہوئی اور "بیرسٹر صاحب کے بھائی" نے نمودار ہو کر کہا "آپ اندر آجایئے!"

میں فوراً "جی حاضر ہوا" کہہ کر آگے بڑھا اور کمرے میں داخل ہوگیا

"آپ بیٹھئے! بیرسٹر صاحب چائے پی کر ابھی آتے ہیں" انہوں نے ایک پر تکلف گدے دار کرسی کیطرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

میں ابھی کھڑا ہی تھا اور سوچ رہا تھا کہ بیٹھوں یا نہ بیٹھوں انہوں نے قریب کی ایک میز پر سے ایک چھوٹا سا خوبصورت ٹائم پیس اٹھایا اور مجھ سے بولے "آپکے پاس گھڑی ہے ؟"

"جی ہاں!" میں نے جیب سے گھڑی نکالتے ہوئے کہا "چار بجکر آٹھ منٹ ہوئے ہیں"

"صحیح وقت ہے ؟"

"جی ہاں! اسٹیشن سے ملی ہوئی ہے"

"آپ بیٹھئے نا کھڑے کیوں ہیں!" انہوں نے ٹائم پیس کی سوئیاں گھماتے ہوئے کہا

میری حالت اسوقت بالکل اس شخص کی سی تھی جسکو جبراً ایک شاندار اور صبا رفتار گھوڑے پر سوار کردیا گیا ہو یا زبردستی گھسیٹ کر ایک ہوائی جہاز میں بٹھالیا گیا ہو یا ایک عظیم الشان جلسے کی صدارت کیلئے غیر متوقع طور پر دعوت دیدی گئی ہو لیکن جب پڑتی ہے تو انسان سہتا ہے میں بھی کڑا کرکے ایک کرسی پر بیٹھ ہی گیا "بیرسٹر صاحب کے بھائی" ٹائم پیس میز پر رکھ کر کمرے سے باہر برآمدے کیطرف چلے گئے۔

میں تنہا رہ گیا۔ ڈرائنگ روم اس قدر تکلف کے ساتھ آراستہ کیا گیا تھا کہ بیان سے باہر ہے، ہر چیز سے وجاہت اور امارت جھلکتی تھی، ہر چیز میں ایک حسن تھا اور ایک بانکپن! کمرہ نہایت وسیع تھا لیکن اُسکے اندر صوفوں، کرسیوں، چھوٹی چھوٹی خوبصورت میزوں، قالینوں، پردوں، تصویروں، مجسموں، اور گلدانوں کی اتنی کثرت تھی کہ اس کی وسعت، وسعت نہیں معلوم ہوتی تھی اس پر تکلف فضاء میں میرا دم سا گھٹنے لگا لیکن پھر فوراً ہی میں اس فضاء سے مانوس بھی ہوگیا اطمینان کیساتھ بیٹھ کر ہر چیز پر نظر ڈالنے لگا اور کمرے کی لطیف آرائش سے لطف اندوز ہونے لگا۔

جب اسطرح بیٹھے بیٹھے کافی دیر ہوگئی اور بیرسٹر صاحب تشریف نہیں لائے تو مجھے بہت تعجب ہوا کیونکہ میرا خیال تو یہ تھا کہ وہ کپڑے پہنے ہوئے تیار بیٹھے ہونگے اور جونہی میں انکی کوٹھی میں پہنچکر اپنی آمد کی اطلاع کراؤں گا وہ میرے ساتھ ہو لیں گے

میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں تحصیلدار صاحب سے ملنا چاہتا تھا جو بیرسٹر صاحب کے کوئی عزیز ہوتے تھے، بیرسٹر صاحب میرے لئے اسیقدر اجنبی تھے جسقدر کہ تحصیلدار صاحب، چنانچہ میں اپنے ایک دوست کے پاس گیا جو وکیل تھے انہوں نے کچہری میں بیرسٹر صاحب سے میرا تعارف کرادیا۔ تعارف کے بعد میں نے اپنا مقصد بیان کیا جسپر بیرسٹر صاحب نے قابلِ تحسین فراخدلی کیساتھ کہا "آپ کل شام کو چار بجے میری کوٹھی پر آجایئے گا میں آپکو تحصیلدار صاحب کے پاس لے چلونگا اور ملاقات کرادونگا"

میں نے سنا تھا کہ یورپ میں وقت کی پابندی کا بہت لحاظ کیا جاتا ہے پھر میرے لئے یہ نتیجہ اخذ کرلینا بالکل قدرتی بات تھی کہ بیرسٹر صاحب بھی جنھوں نے یورپ میں تعلیم پائی ہے اور مغربی معاشرت اختیار کئے ہوئے ہیں اسی زرین اصول کے پیرو ہونگے چنانچہ جب میں نے دیکھا کہ انھوں نے مجھ کو چار بجے اپنی کوٹھی پر بلایا ہے تو میں (۳) بجے اپنے مکان سے روانہ ہوگیا تقریباً پونے چار بجے اس جگہ پہنچ گیا جہاں انکی کوٹھی واقع تھی وقت سے پہلے پہنچ جانا بھی میرے نزدیک نامناسب بات تھی اسلئے تقریباً پندرہ بیس منٹ باہر سڑک پر ٹہلتا رہا جب ٹھیک چار کا وقت ہوا تو کوٹھی میں داخل ہوگیا اب جو یہاں پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ بیرسٹر صاحب چائے پی رہے ہیں اور پھر جب چائے پینے میں آنہوں نے اتنی دیر لگائی تو میرے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی

انکی چائے نوشی کا سلسلہ اتنی دیر تک جاری رہا کہ میں بیٹھے بیٹھے اکتا گیا جی میں آئی کہ بیرسٹر صاحب اور تحصیلدار صاحب دونوں پر خاک ڈالوں اور اپنے گھر کی راہ لوں لیکن پھر اپنی ضرورت کا خیال آیا اور مجبوراً بیٹھے رہنا پڑا

میں اسی صبر آزما حالت میں تھا کہ برابر والے کمرے میں کوئی شخص سلیپر پہنے ہوئے بھاری بھاری قدم رکھتا ہوا داخل ہوا یہ کمرہ ڈرائنگ روم سے بالکل ملا ہوا تھا اور بیچ میں صرف ایک پردہ حائل تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا "اچھا! تو یہ بیرسٹر صاحب کا ڈریسنگ روم ہے اور وہ چائے سے فارغ ہوکر کپڑے پہننے کے لئے آئے ہیں مگر آفرین ہے بیرسٹر صاحب پر کہ مجھے تو چار بجے کا وقت دیا اور خود ابھی تک سلیپر پہنے اِدھر سے اُدھر گھوم رہے ہیں" میں اسکے سوا اور کیا کرسکتا کہ "دیر آید درست آید" اور "صبح کا بھولا شام کو آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے" وغیرہ کہاوتوں کو دل ہی دل میں دہراتا رہوں اور اپنے آپکو تسکین دیتا رہوں

تھوڑی ہی دیر میں جوتوں کے فرش پر کھٹکنے کی آواز آئی۔

"اب بیرسٹر صاحب جوتا پہن رہے ہیں" مجھے یہ سوچ کر اطمینان ہوا اسکے بعد کئی منٹ تک ڈریسنگ روم میں خاموشی رہی پھر وہ "چرمر" سنائی دی جو عام طور پر اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کوئی نیا جوتا پہن کر چلتا ہے اور ایسا معلوم ہوا کہ کوئی شخص کمرے میں ایک طرف سے دوسری طرف گیا

"اب بیرسٹر صاحب جوتا پہن چکے ہیں اور غالباً کرسی سے اٹھ کر کھونٹی تک گئے ہیں کہ کوٹ اتار کر پہنیں" میں نے خیال کیا

"چرمر — چر — مر —" دوبارہ جوتے کی آواز سنائی

"بیرسٹر صاحب نے کوٹ کھونٹی سے آتار لیا اور واپس کرسی پر آئینہ کے سامنے چلے گئے۔ اب تو شاید صرف ہیٹ لینا باقی ہے اُسکے بعد وہ تیار ہوکر باہر آجائینگے" میں نے اپنے دل کو یقین دلایا

لیکن میں غلطی پر تھا وہ باہر نہیں آئے جوتے کی آواز برابر آتی رہی۔ اور اس تسلسل کے ساتھ کہ مجھے گمان ہوا کہ بیرسٹر صاحب ورزش کے طور پر کمرے میں ٹہل رہے ہیں

اس چہل قدمی کے دوران میں ایک دفعہ روپوں کے کھنکنے کی آواز آئی گویا بیرسٹر صاحب نے شام کی تفریحات کے لئے جیب میں روپے رکھے اور تھوڑی دیر میں یہ معلوم ہوا کہ کپڑوں پر برش کیا جارہا ہے اس سے مجھے یقین ہوا کہ کم از کم اب تو بیرسٹر صاحب کپڑے پہن چکے ہیں اور بہت جلد باہر آجائینگے

مگر افسوس! میری قسمت میں ابھی بہت سی انتظار کی گھڑیاں لکھی تھیں کمرے میں یکلخت خاموشی چھا گئی۔ میں سمجھا کہ بیرسٹر صاحب کم

دوسرے دروازے سے نکل کر باہر چلے گئے ہیں لیکن یہ قریب قریب ناممکن تھا کیونکہ باہر نکلنے کے لئے سب سے آسان اور مختصر راستہ ڈرائنگ روم میں سے ہو کر تھا اسلئے میں نے خیال کیا کہ ممکن ہے وہ اپنی بیگم صاحبہ سے اجازت طلب کرنے اندر گئے ہوں

میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا اسلئے کہ تھوڑی دیر میں کمرے کے اندر سے کھانسنے کی آواز آئی اور جب کھانسی ختم ہو گئی تو ایک کتاب زور سے بند کی گئی اور میز پر رکھی گئی۔ اور پھر ــــــ

میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ کوئی ڈرائنگ روم کی طرف قدم بڑھا رہا تھا!! سیاہ پردے کو جنبش ہوئی!!

میں کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور آداب عرض کرنے والا ہی تھا کہ ”بیرسٹر صاحب کے بھائی“ کمرے میں داخل ہوئے

میں گھبرا گیا۔ لیکن ”بیرسٹر صاحب کے بھائی“ نے نہایت اطمینان کے ساتھ کہا ”آپ بیٹھئے۔ بیرسٹر صاحب چائے پی رہے ہیں ابھی آتے ہیں!“ اور یہ کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔

میں سکتے کے عالم میں آگیا اور بے جان ہو کر کرسی پر گر پڑا

ٹریڈ یونینوں میں دباؤ ڈالنے کے طریقے اختیار کرنیکا رجحان

حکومت کا انتباہ

حکومت کچھ عرصہ سے گہری تشویش کے ساتھ یہ دیکھ رہی ہے کہ بعض ٹریڈ یونینوں میں دباؤ ڈالنے کے مختلف طریقے مثلاً بھوک ہڑتال، اندر بیٹھے رہو ہڑتال یا آلات رکھدو ہڑتال وغیرہ اختیار کرنے کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے جسکا کھلا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنی مانگیں منوائی جائیں۔ بھوک ہڑتال اجتماعی معاملت کی نفی ہے اور یہ طریقہ اختیار کرنا کبھی حق بجانب نہیں ہو سکتا خاص طور پر اس صورت میں جبکہ جھگڑوں کے تصفیہ کے لئے جو انتظامات موجود ہیں، انہیں پوری طرح استعمال نہ کر لیا گیا ہو اسلئے حکومت پرزور طریقہ پر یہ واضح کرنا چاہتی ہے کہ وہ ایسے بلے سوچے سمجھے اعمال اور نظم و ضبط کی کھلی خلاف ورزیوں کی جن میں آجروں اور مزدوروں کی تمام تنظیمیں فریقین کی حیثیت رکھتی ہوں، حوصلہ شکنی کے لئے مجبوراً وہ سب کچھ کرے گی جو اسکے اختیار میں ہو۔ کسی مزدور تنظیم یا آجروں کی تنظیم کیجانب سے اپنی شکایتوں کے ازالے یا جھگڑوں کے تصفیہ کے لئے دباؤ ڈالنے کے طریقے اختیار کئے جائیں۔ جب کہ معمولی دستوری طریقہ کار بھی اختیار کیا جا سکتا ہو تو مصالحت کرانے والی تنظیم کو حرکت میں نہیں لایا جائے گا بلکہ حکومت متعلقہ یونین یا تنظیم کے خلاف ضابطہ کی دوسری تمام ممکنہ کارروائیاں عمل میں لائے گی

(اطلاعات)

اثر اندازی

از جناب تمکین کاظمی صاحب

روز ولٹ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنے ہر ملنے والے سے اسکے فن یا دلچسپی کے موافق بے تکان اور سیر حاصل گفتگو کیا کرتے تھے ان کے ایک سوانح نگار بریڈ فورڈ نے لکھا ہے کہ ان سے ملنے والا چاہے کوئی دہقان ہو یا شہسوار یا سیاست داں ہو یا کاروباری روز ولٹ کو معلوم تھا کہ اس سے کیسی گفتگو کرنی چاہیے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی شخص ان سے ملنا چاہتا تو اسکے لئے وقت مقرر کرکے ایک رات پہلے بیٹھ کر ملاقاتی کے ذاتی موضوع کا مطالعہ کرتے تھے اسی محنت، ہوشیاری اور سمجھ بوجھ نے روز ولٹ کو پریسیڈنٹ بنایا تھا اس طریقہ سے وہ اپنے ملنے والے کو نہایت عمدگی سے متاثر کرتے تھے اور ہر ملنے والا یہی سمجھتا تھا وہ اسی فن کے آدمی ہیں

اللہ کے فضل سے ہمارا وطن ایسے ہمہ دانوں سے خالی نہیں رہا، تعریف تو میں نے بہت سے بزرگوں کی سنی ہے مگر مولانا محمد علی، پنڈت موتی لال نہرو، سر راس مسعود (مسعود جنگ)، علامہ عبداللہ یوسف علی، سردار نواز جنگ (سید سردار علی) صوبہ دار و ناظم ٹپہ، مولانا سید خورشید علی ناظم دفتر دیوانی (سنٹرل ریکارڈ آفس) سے میں ذاتی طور پر واقف رہا ہوں اور ان بزرگوں میں یہ خصوصیت نظر آئی کہ بغیر کسی تیاری اور خاص مطالعہ کے ہر ایک ملنے والے سے اسکے فن پر اتنی تفصیل سے گفتگو کرتے کہ مخاطب حیران ہو جاتا اور یہ سمجھتا کہ یہ بھی اسکے ہم فن ہیں، یہ بات ذاتی محنت سے حاصل نہیں ہوتی، رسائی دماغ، قوت حافظہ اور عام قابلیت کی ضرورت ہوتی ہے جو عطیۂ قدرت ہے، مگر یہ ایسی اکسیر ہے کہ ہر شخص اس سے متاثر ہو جاتا ہے اگر آپ میں ذہانت ہے اور آپ کا دماغ معلومات کا ذخیرہ محفوظ رکھ سکتا ہے تو آپ بھی عام معلومات بڑھائیے کم از کم علوم متعارفہ کے مبادیات سے واقفیت حاصل کیجیے اور کوشش کیجیے کہ ان فنون میں سے جس فن پر بھی گفتگو ہو آپ عمدگی سے اس میں حصہ لے سکیں، یہ مشق چند سال میں آپکو خاصا ہمہ داں بنا دیگی

ڈیل کارنیگی نے اڈورڈ بیل شلف منظم بوائے اسکاوٹ کا ایک قصہ لکھا ہے کہ اسکاوٹ کی جمبوری ہونے والی تھی اور شلف چاہتا تھا کہ کارپوریشن کا صدر اسکے لڑکے کی آمد و رفت کے اخراجات برداشت کرے اسلئے شلف نے صدر سے ملاقات کی ٹھان لی، اسے معلوم تھا کہ صدر نے دس لاکھ ڈالر کا ایک چیک کسی کے نام جاری کیا تھا اور بنک نے چیک کی رقم ادا کرکے چیک منسوخ کرکے پھر اسی کے پاس بھجوا دیا ہے جسے اس نے فریم کرکے کمرے میں لگایا ہے

شلف نے صدر سے ملاقات کرتے ہی سب سے پہلے اس چیک کے دیکھنے کی خواہش کی اور کہا کہ جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے آج تک کسی نے اتنی بڑی رقم کا چیک نہیں دیا ہے میں نے اپنے لڑکوں کو اس سے واقف کرانے کا ارادہ کیا ہے براہ نوازش مجھے تفصیلات بتایئے تو میں اپنے لڑکوں کو اس فیاضی کا قصہ سنا سکوں گا، اور پھر شلف نے اس سلسلہ میں ایک لمبی چوڑی تقریر بھی کردی اور اپنی ذاتی دلچسپی کا اظہار بھی کردیا بس اتنا ہی کافی تھا، صدر نے نہ صرف اسے چیک دکھایا اور اسکے دیتے

کی پوری تفصیل سنائی بلکہ انکی آمد کی وجہ پوچھ کر تسلف اور اسکے پانچ لڑکوں کا سفر خرچ بھی دیا اور ایک ہنڈی ایکزارڈ الرکی سات ہفتوں کے اخراجات کے لئے الگ دی اور اپنی ایجنسی کے نام تعارفی خطوط بھی دئے حالانکہ تسلف نے صرف ایک لڑکے کی آمد و رفت کے خرچے کا مطالبہ کیا تھا

یہ صرف تسلف کا اثر تھا جواتنے بہ سے عہدیدار کا تھا ورنہ صدر کے اسقدر مہربان ہونیکی کوئی وجہ نہ تھی ایسی ہی حرکت مجھے بھی کرنی پڑی تھی، میری ایک عزیزہ کے شوہر کے انتقال کی وجہ سے انکی مرحوم کی تنخواہیں بالکل بند کردی گئیں، مجبوراً اپنی عزیزہ کیخاطر مجھے پیروی کرنی پڑی، راجہ مرلیدھر کیخدمت میں جو صرف خاص کے صدرالمہام تھے میں نے درخواست پیش کی تو انہوں نے تحت کے دفتر سے مانگے اور کیفیت پوچھی اور مثل مہتمم محلات کے دفتر میں رک لی گئی جو آج نکلتی تھی نہ کل، بالآخر تنگ آکر میں نے مہتمم کے دفتر پر حاضری دی۔ قادر نواز جنگ بہادر ان دنوں مہتمم تھے جو میرے نانا کی ماتحتی کر چکے تھے اور مجھے گودیوں میں کھلا چکے تھے کبھی کبھار ان سے ملاقات ہوا کرتی تھی اور بڑی محبت سے ملتے جلتے تھے چنانچہ اسی بار پر میں نے ان کے دفتر پہنچ کر ملاقات کی مگر وہ بڑی بے پروائی سے پیش آئے، پھر یہ سمجھ کر کہ مجھے بھول رہے ہونگے اپنا تعارف کرایا تب بھی وہی روش رہی ہاں ہوں کر کے چپ ہو گئے اور مجھے اپنا سا منھ لے کر واپس ہونا پڑا، کئی روز گذر گئے اور عزیزہ نے تقاضہ شروع کیا، قادر نواز جنگ کی اس طرز ملاقات کیوجہ سے ان سے ملنے جی نہ چاہتا تھا مگر معاملہ ایک قریبی عزیزہ کا تھا جنکے چھوٹے چھوٹے بچے پریشان تھے، مجبوراً ایک روز قادر نواز جنگ کے گھر پہنچا، شام کا وقت تھا بنگلہ کے صحن میں بے تکلف بیٹھے ہوئے تھے میں نے سلام کیا تو پھر اسی

اجنبیت سے جواب دیا اور بیٹھنے کے لئے تک نہیں کہا، مجبوراً ایک کرسی کھینچکر میں بیٹھ تو گیا مگر جی تو یہ چاہ رہا تھا کہ وہاں سے فوراً اٹھ جاؤں اور پھر کبھی وہاں نہ جاؤں، میرے پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد تک بالکل خاموشی رہی مگر پھر حاضرین نے کچھ اصرار کیا اور نواب صاحب نے "ہمہ اوست" کے مسئلہ کو نہایت ہی بے ڈھنگے پن سے بیان کرنا شروع کیا حاضرین داد دیتے گئے کیونکہ حاضرین میں ایک سے بڑھ کر ایک جاہل تھا اور سب کے سب خوشامدی بھی تھے داد نہ دیتے تو کیا کرتے، میں تو جلا کٹا بیٹھا تھا، مجھے دل لگی سوجھی اور میں نے انکی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اسی مسئلہ کو اپنے طور پر بیان کرنا شروع کیا، پس پھر کیا تھا، نواب صاحب کی باچھیں کھل گئیں، میرے لئے مٹھائی منگوائی شربت پلایا اور بڑی دیر تک میری بکواس پر سر دھنتے رہے اور جب میں جانا چاہا تو دوسرے روز آنے کا وعدہ لیکر رخصت کیا اور میں نے اس کارروائی کے متعلق کہا تو خود اپنے قلم سے نوٹ کر لیا، چنانچہ دوسرے روز میں پہنچا تو دو تین گھنٹے تک وہی بکواس رہی اور میری خاطر تواضع بھی خوب ہوئی اپنی کارروائی کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ صبح ہی انہوں نے مسل منگوا کر تنخواہوں کی اجرائی کے لئے سفارش لکھ کر بھجوادی ہے اسکے بعد وہ بڑی محبت سے ملتے رہے اور میں ہمیشہ آتا جاتا رہا اگر دس پندرہ روز نہ جاتا تو مجھے بلوایا کرتے تھے

علامہ عبداللہ یوسف علی جن دنوں وزیر مال (ریونیو منسٹر) تھے تو ایک دفعہ گلبرگہ کے دورے پر آگئے انکے ساتھ مولوی عبدالباسط خان (باسط جنگ) ناظم انجمن امداد باہمی (کوآپریٹیو رجسٹرار) بھی تھے میں ان دنوں گلبرگہ کے سررشتہ لوکلفنڈ میں سپروائزر تھا اور موصوف کی سربراہی مجھی کو سونپی گئی تھی، اتفاق سے یہ لوگ بیدر سے موٹر



یہ گلبرگہ آگئے میں نے علامہ عبد اللہ یوسف علی کی صورت تک نہیں دیکھی تھی گورنمنٹ ہاؤس میں دو موٹریں آئیں ایک موٹر میں سے ایک کم رو شخص نہایت معمولی سوٹ پہنا ہوا گرد وغبار میں اٹا ہوا اترا اور دوسری موٹر میں سے باسط جنگ اترے، میں نے اس شخص سے کوئی اعتنا نہیں کی کیونکہ مجھے یقین تھا کہ وہ صدر المہام صاحب کا باورچی ہیں! تو خانساماں ضرور ہوگا اسلئے باسط جنگ سے ملنے کے بعد میں نے پوچھا علامہ عبد اللہ یوسف علی کب آرہے ہیں تو انہوں نے اسی شخص کی طرف اشارہ کیا جو موٹر سے اتر کر اپنے چہرے کی گرد جھاڑ رہا تھا پھر میرا تعارف کرایا، مگر میری علمی ادبی حیثیت کو نظر انداز کر کے صرف خاندانی حالت کا ذکر کیا کیونکہ میری مضمون نگاری سے باسط جنگ بہت ہی خفا رہتے تھے وہ مجھے بدمذہب اور برے عقائد کا پیرو بھی سمجھتے تھے خیر میں نے علیک سلیک کی اور علامہ کو گورنمنٹ ہاؤس کے اندر لیجا کر انکے ٹھہرنے کے کمروں میں پہنچا دیا اور پھر ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ رہا۔ علامہ نے نہا دھو کر لباس تبدیل کرلیا تو چائے پر مجھے یاد فرمایا اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے گلبرگہ کے متعلق بعض تاریخی سوالات کئے اور میری باتیں بڑی دلچسپی سے سنتے رہے اسکے بعد سے انہوں نے مجھے گائیڈ ہی بنالیا، میرے ساتھ خود قلعہ اور آثار قدیمہ وغیرہ کا معائنہ کرتے رہے، لنچ اور شام کی چائے اور اکثر رات کا کھانا بھی مجھے ساتھ لیکر کھاتے تھے چنانچہ پانچ روز تک یہی حال رہا، گلبرگہ سے جاتے وقت نہ صرف میرا شکریہ ادا کیا بلکہ بڑی تعریف کی کہ ایسا تیز اور اچھی معلومات کا نوجوان میری نظر سے نہیں گذرا حالانکہ میں نے کوئی خاص قابلیت کا اظہار کیا نہ غیر معمولی تیزی دکھائی تھی۔ ہر نئی چیز جس سے وہ ناواقف

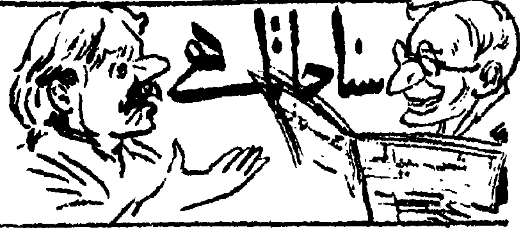
تھے میں انھیں تفصیل کیساتھ بتایا کرتا اور انکے سوالات کا تشفی بخش جواب دیتا تھا اور وہ جو کچھ فرماتے ایک تربیت یافتہ سامع کیطرح سنتا اور انکی معلومات کی داد دیتا اور انکی بصیرت افروز تقریروں سے میری معلومات میں جو اضافہ ہوتا جاتا اسکا اعتراف کرتا اور شکریہ ادا کرتا تھا

یاد رکھئے! آپ بھی دوسروں کے نقطۂ نظر کو سمجھیں انکی دلچسپیوں کو پیش نظر رکھیں اور اچھے سامع بن کر انکو سنیں اور انکے فن سے دلچسپی کا اظہار کریں تو وہ آپ پر یقیناً مائل ہوجائینگے اور آپکے ہو رہینگے، میں اسطرح ہمیشہ کامیاب رہا ہوں، دونوں مثالیں جو میں نے دیں یہ واقعے ہیں، اسی طرح میں نے بیشتر بزرگوں کو ہموار کیا ہے اور نواب سردار نواز جنگ بہادر سے لیکر مولانا سید خورشید علی تک مجھ پر مہربان رہے ہیں

واقعہ یہ ہے کہ میں بہت ہی محدود معلومات رکھتا ہوں ایک طالب علم کی حیثیت سے میں نے مطالعہ کیا ہے اور فنون متداولہ کی ابجد سے واقفیت ضرور حاصل کی ہے، بزرگوں کی صحبت اور انسانی فطرت کے مطالعہ نے ہر جگہ میری مدد کی ہے اور یہ چیز میں نے سردار نواز جنگ کی عنایت اور نوازش سے سیکھی ہے۔ گو اسمیں بعض دفعہ مجھے اپنے مذاق کیخلاف اور طبیعت رجحان کے برعکس بھی گفتگو کرنی پڑی ہے مگر ضمیر فروشی یا ضمیر کیخلاف کرنا نہیں پڑا مثلاً میں تصوف سے متفق نہیں ہوں مجھے کبھی بھی اس فن سے دلچسپی نہیں رہی مگر کسی صوفی صافی سے ملاقات ہوتی ہے تو میں اسپر اپنے اختلاف کا اظہار بھی نہیں کرتا اور نہ اپنے آپکو صوفی ظاہر کرتا ہوں باوجود اسکے حضرات صوفیہ مجھ سے ناخوش نہیں کیونکہ میں ان کا احترام کرتا ہوں اور مجھے اسمیں لطف آتا ہے کیا دوسروں کے لئے مشکل ہو مگر میرے لئے یہ آسان ہے

معکر شئی بودن و ہمرنگ مستاں زیستن (ختم شد)





کہ آنریبل کے۔ وی۔ رنگا ریڈی ڈپٹی چیف منسٹر کو روپیوں میں تولا جائیگا

ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا کہ ـــ
جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

لیکن اب معلوم ہوا کہ کبھی کبھی تولا بھی جاتا ہے

ہماری رائے میں آنریبل رنگا ریڈی کو تولتے وقت کڑی نگرانی رکھی جانا ضروری ہے ورنہ "ڈنڈی مارنے" کا امکان ہے۔ ڈنڈی مارنے کی صورت میں اس مدرسہ کا نقصان ہوگا جسکو وہ ہزاروں ہزار روپیہ دیا جانے والا ہے

کہ تحتانیہ مدارس کے غریب بچوں کو دوپہر کا کھانا کھلانے کے لئے حکومت نے (۳) لاکھ روپے کی منظوری دیدی

کہیں ایسا نہو کہ بچوں کے بہانے منتظمین طعام خانہ کو لقمۂ تر اڑانے کا موقع ملے

کہ مسٹر بی۔ نرسنہم ریڈی صدر آندھرا پردیش کانگریس کمیٹی ایک انتخابی منشور جاری فرمائینگے

ہماری رائے میں اس انتخابی منشور کا نام "تسلی میں دیتے" رکھا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا

کہ جمعیت صوبہ آندھرا پردیش نے ایک بیان جاری کیا ہے جس میں بلدی انتخابات کے تعلق سے مسلمانوں کو فرقہ واریت سے دور رہنے کی "ہدایت" دی گئی ہے

چلو! بلدی انتخابات سے اتنا تو فائدہ ہوا کہ عوام کو یہ معلوم ہوا کہ حیدرآباد میں کوئی جمعیت صوبہ بھی ہے

کہ سیلز ٹیکس کے ایک نان گزیٹیڈ ملازم کی بیوی کے بطن سے بیک وقت تین بچے پیدا ہوئے

گویا سیلز ٹیکس کی مطلاح میں Rise in Turnover ہوگیا

کہ چیلا پورہ میں متحدہ شہری کمیٹی کے حامی ایک بارہ سالہ لڑکے کو مخالف پارٹی کے اشخاص نے اس بری طرح زدوکوب کیا کہ لڑکا بے ہوش ہوگیا

حالانکہ ابھی اصل انتخابات شروع نہیں ہوئے
عشق کی ابھی صرف ابتدا ہوئی ہے

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا ؟
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا ؟

کہ بلدیہ کے تین ارکان اور صدرنشین کو معطل کردیا گیا

لیکن یہ خبر گلبرگہ کی ہے۔ بلدیہ حیدرآباد اور سکندرآباد سے اسکا کوئی تعلق نہیں۔

کہ کوہیر میں فساد ہوگیا

اب تک کوہیر جام (امرود) کی وجہ سے مشہور تھا اب فساد کی وجہ سے بھی مشہور ہوجائیگا

علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا — وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا



مٹا کر آپ کو عثمان یہی کہتا ہے ہر اک سے — کوئی باب نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی — مقام اشاعت:- چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴ — روز جمعہ ۲۴ جون ۱۹۶۰ء — م ۲۸ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۷۹ھ — شمارہ (۳۳)

سلام

(مطلع) ماتم کا رنگ آج جو آہ و فغاں میں ہے
یادِ حسینؑ ابنِ علیؑ قلبِ جہاں میں ہے

شاید ظہورِ ماہِ عزا کا قریب ہے
جو الاماں کی آج صدا آسماں میں ہے

کہتا ہے آج یومِ شہادت یہ کربلا
سینہ زنی بھی دیکھ لے پیر و جواں میں ہے

کہتا ہے پانچ وقت موذن ذرا سنو
نامِ نبیؐ بھی اور علیؑ بھی اذاں میں ہے

جور و ستم کا ہوتا ہے چرچا جو ہر طرف
یہ عظمتِ حسینؑ بھی شرحِ بیاں میں ہے

کہتا یہی ہے پیرِ مغاں دیکھ رند کو
کیف و سرور آج مئے ارغواں میں ہے

مدح و ثنا کا بہرِ حسینؑ شہید آج
یہ ذکر رات دن بھی ہمارے دہاں میں ہے

(مقطع) خونِ دل و جگر سے ہے عثماں نے جو لکھا
رنگِ سلام اپنا بھی یہ ارمغاں میں ہے

مرقوم ۲۲ر جون ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

میرے استفسار پر جوابِ مولوی علی نقی صاحب مجتہد لکھنؤ

فرمایا مولوی صاحب نے کہا کہ جتنے پیروانِ مذہبِ امامیہ ہیں اون کے ہاں ولایا عقیدت بہ افراد خاندانِ نبوت رکھنا اور ساتھ ہی آپ آئمہؑ کو خلیفہ رسولِ بلا فصل ماننا ازحد ضروری ہے بلکہ ان کا یہ جزو ایمان بن گیا ہے کہ بغیر اس کے ان کا مذہب مکمل نہیں ہے کہ یہ امور ان کے ہاں اصولی ہیں نہ کہ فروعی۔ جس میں سے سب سے زیادہ اہم مسئلہ تقرر خلافت کا ہے جس کو منجانب اللہ ہونا اور جس پر نصوص قرآنی دلالت کرتے ہوں از حد ضروری ہے۔ یعنی بہ الفاظ دیگر یہ امور اتفاق جمہور سے تعلق نہیں رکھتے ہیں جیسا کہ دنیوی امور اسی قاعدہ کے تحت انجام پاتے ہیں بایں وجہ کہ دنیوی اور دینی امور یکساں نوعیت کے نہیں ہیں۔ بلکہ جدا جدا ہیں جن میں بڑا فرق ہے وغیرہ۔

ف۲ یہ سنکر میں نے کہا کہ مولوی صاحب کی توضیح و تشریح دلائل و براہین کے ساتھ ہے جو ذی علم گروہ آزاد منش کے ہاں نہ صرف قابلِ قبول ہے بلکہ قابلِ عمل ہوا ہے کہ وہ ہر چیز کو وسعت نظر سے دیکھتا ہے اور اپنی حد تک اچھا دیکھی رکھتا ہے کہ بغیر اس کے دوسرے قائل امور انجام نہیں پا سکتے تا آنکہ پہلے اس کا قطعی تصفیہ نہ ہولے (وہ بھی صحیح مذہب کی روشنی میں) جسکی آجکل کی دنیا میں سخت ضرورت ہے۔ یعنی اتحاد زمانہ میں جو عالمگیر ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس (مہ) شک نہیں کہ مولوی صاحب کا شمار جید علمائے شیعی میں ہے جن کی وقعت نہ صرف نذری باغ میں ہے بلکہ سب افراد خاندان نظام ان کا احترام کرتے ہیں خصوصاً جو پیر پرست ہوں ان کے ہم مشرب ہیں۔

نکتہ فرمایا دنیا کا عام مقولہ ہے کہ جب تک انسانی قلوب پاک و منزہ نہ ہوں ممدوح کی مودت یا عقیدت ایسی جاگزیں نہیں ہو سکتی وہ بھی مستحکم بنیاد پر۔ بقول قطب از جانی جنید۔ یا رشد و ہدایت پر جادہ مستقیم پر دونوں سے حاصل نہیں ہو سکتی کہ شعاع مہر سے ہر سنگ لعل بے بہا نہیں بن سکتا تا آنکہ اس کا بنیادی جوہر نہ رکھے۔ اور یہ قطب ہر طرح سے درست ہے جو ایک فطری چیز کی شکل میں ہے

(عطا کردہ نیازی)

مرقوم ۲۲ر جون سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

مُعاملۂ دُختر آغا منصوری خراسانی

(جس کا نام اختری بی تھا معمرہ ۱۵ یا ۱۶ سالہ)

فرمایا کچھ عرصہ ہوتا ہے کہ میں نے اس لڑکی کو اُس کی والدہ کے ساتھ نذری باغ طلب کرکے دیکھا تھا بہ این غرض کہ اگر ممکن ہو تو محمد علی پسر ذکی خوشنویس کے لڑکے سے منسوب کروں۔ مگر چونکہ لڑکی کی صحت بگڑی ہوئی تھی اس لئے کہا کہ اگر والدین راضی ہو کر لڑکی کو میرے حوالہ کردیں تو نذری باغ میں رکھ کر اسکی دیکھ رکھ کرکے پہلے اسکی صحت کو درست کیا جائیگا اِس کے بعد پھر وقت پر عقد ہو کر لڑکی شوہر کے گھر چلی جائے گی۔ مگر اُس تجویز سے والدین کو اتفاق نہیں تھا نذری باغ میں رکھنے سے متعلق۔ تو میں نے کہا کہ ان حالات میں میں لڑکی کو نہیں لے سکتا۔ کس لئے کہ جیسے ساتھ اُس کا عقد میں کرنا چاہتا ہوں اُس نے ہر چیز کو میرے صوابدید پر چھوڑا ہے۔ یعنے پسر ذکی خوشنویس ورنہ صحت بگڑی ہوئی لڑکی جو نظر میں نہیں بھرتی ہے اِس کو اُس کا ہونے والا شوہر پسند نہ کرے گا تو اُس وقت مشکلات کا سامنا ہوگا۔ اُس کے بعد یہ مُعاملہ ختم ہوگیا۔ جس کا علم علی افندی کو بھی ہے۔ کچھ مضائقہ نہیں میں دوسری لڑکی محمد علیؑ لڑکے کے لئے تلاش کروں گا کیونکہ سر دست اُس بچہ کی صحت اچھی نہیں ہے درد گردہ کی شکایت ہے۔ ایسی حالت میں اوسکی متاہل زندگی ہو بھی نہیں سکتی جب تک کہ وہ صحت یاب نہ ہو جائے۔ دیگر میرا خیال ہے کہ اگر ممکن ہوگا تو اُس بچہ کے لئے میری نانی مرحومہ کی پوتی (یعنے بھانجہ علی حسین مرحوم کی دختر فاطمہ بیگم) سے قرار دوں جو صورت شکل کی ہے معمرہ ۱۷ یا ۱۸ سالہ مقیم حویلی قدیم۔

مکرر۔ فرمایا لڑکی کے والدین کا شاید خیال تھا کہ اپنی لڑکی کی صحت اِس وقت اچھی ہے (انکی نظر میں) اور ممکن ہے کہ اِن کے نقطۂ نظر سے یہ درست ہو۔ مگر نذری باغ کی نظر میں ایسا نہیں ہے۔

دوسری طرف بڑے گھر کا کھانا۔ پینا۔ رہنا۔ بسنا۔ دکھ درد کی اُلٹ پلٹ۔ مقام رہائش پاک و صاف جہاں ہر طرح کی راحت ہو یہ بجز بڑے گھر کے دوسرے گھروں میں ناممکن ہے جہاں یہ وسائل زندگی نصیب نہیں ہیں۔ لہذا ذرّہ آفتاب کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور یہ ایسا کلیّہ ہے جس سے ہر ذی فہم کو انکار نہیں ہوسکتا۔

الحاصل وہ لڑکے جو نذری باغ میں ہیں ان کا سُود و بہبود مُربّی و سرپرست سے وابستہ ہے نہ کہ وہ ساکنین جو سفال پوش مکانوں میں مقیم ہیں۔ یا جن کی زندگیاں ایسی ہیں جو نا قابلِ لحاظ ہیں یا ناقابلِ بیان ہیں خصوصاً اُن کے ہاں جو ان چیزوں کے خوگر بنے ہوئے ہیں۔ زیادہ العاقل تکفیہ الاشارہ۔

مرقوم ۲۱ر جون سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

سب مُتاہل خانہ زادان خطرہ سے باہر ہیں

فرمایا جنھوں نے امتحان دیکر جو کچھ قسمت میں تھا اپنے حاصل کر چکے ہیں۔ وہ ادھر اُدھر نظر نہیں ڈال سکتے اور نہ قرابتداروں کی لڑکیوں کی کوئی وقعت ان کی نظروں میں ہے۔ کیونکہ ان کی طبیعت ہر طرح سے سیر ہے اور مطمئن ہو کر اپنی مُتاہل زندگی میں مصروف ہیں بر خلاف اس کے اگر کسی قسم کی لغزشِ قدم یا خطرہ ہے تو غیر متاہل خانہ زادوں کو ہے کہ یہ امتحانی دور سے گزر رہے ہیں جنکو امتحان دیکر سرٹیفکٹ نیک کردار بننے کا حاصل کرنا ہے اور جن پر مُربّی و سرپرست کی نظر لگی ہوئی ہے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ کتنے پاس ہوتے ہیں اور کتنے فیل ہوتے ہیں۔

الحاصل حالات زمانہ بدلے ہوئے ہیں لہذا صبر و ضبط سے کام لے کر اپنی بنی بنائی زندگیوں کو اپنے ہاتھوں برباد نہ کرنا چاہیئے ذرا سے خواہشاتِ نفسانی کے خاطر جو کہ خوش قسمتی سے ان کو ملی ہے اور اس کی حفاظت بہ حدِّ امکان کرنا تاکہ آخر میں اس کا ان کو صلہ ملے جیسا کہ پاس شدہ بھائیوں کو ملا ہے جو کہ ان کے آنکھوں کے سامنے ہے۔ خلاصہ یہ کہ سعدیؒ کا قول ہے۔

صبر تلخ است ولیکن بر شیرین دارد
(پھل)

آخر میں فرمایا میں ان غیر مُتاہل خانہ زادان کے سُود و بہبُود سے غافل نہیں ہوں مگر ساتھ ہی ان کو سمجھنا چاہیئے کہ ہر چیز اپنے وقت پر ہوتی ہے جیسا کہ دُنیا کا قاعدہ ہے اور اس کا وقت بھی دُور نہیں ہے بلکہ قریب ہوتا جا رہا ہے۔ زیادہ۔ خدا ان پر فضل کرے۔ اور ان کو راہِ راست بتائے اور ہمہ خرابیوں سے محفوظ رکھے کہ ان کا سِنِ رُشد ہے۔ اور فطری خواہش دامنگیر ہے جو کہ قدرتی چیز ہے کہ خلاقِ عالم نے کسی کو بے جوڑہ نہیں پیدا کیا بلکہ اوس کا ساتھی بنا کر ایک دوسرے کا مونس و غم خوار بنایا تاکہ دوسرے طرف پیدائش انسان ہوتی رہے اور مقصد آفرینش پوری ہو۔

مرقوم ۲۳ر جون ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

ہوائے زینتِ گلشن گلاب دیتا جا	ادھر بھی یہ ندر کو ساقی شراب دیتا جا
ہے عبادتِ حق کہتا ہے یہ دینِ مبین	کہ ہم کو آج خدا کی کتاب دیتا جا

(آمدہ از نذری باغ)

حالات اولاد حکیم سید علی صاحب ایڈوکیٹ مرحوم

فرمایا یہ معاملہ غیروں کا ہونے سے مجھے اس پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر چونکہ اسی خاندان کے تین افراد یعنی علمبردار۔ شبیر علیؓ۔ عابد علیؓ۔ نذری باغ میں مقیم تھے اور ان دو کے نکاح یہیں نذری باغ میں ہوئے تھے۔ ایک کا حسینی بیگم کے بھائی کی بیٹی سے۔ اور دوسرے کا انہیں کی بہن کی بیٹی سے۔ اس لئے اسی مسئلہ پر مجھے روشنی ڈالنے کی ضرورت ہوئی۔ وہ یہ کہ پدر مرحوم کے بعد اونکی جو کچھ جائداد تھی اس کو اولاد نے فضولیات میں خرچ کر ڈالے (خصوصاً بڑا بیٹا جس کا نام سید حسن ہے) اور مرحوم کی لڑکیوں کی شادی مرحوم کے موجودہ مکان کو رہن ڈال کر قرض لے کر کی گئی۔ درآں حالیکہ موجودہ مکان جو نامکمل حالت میں پڑا ہے اس کی تکمیل ہونا دشوار ہے جب تک کہ قرضہ کی ادائی نہ ہو۔ یہ سب حالات مجھے حسن علیؓ مرزا عرف بھولے کی زبانی معلوم ہوئے جس کی بہن مرحوم کی زوجہ ہے یعنی اس کی بڑی بہن۔ یعنی نواب محمد علی بند ر مرحوم کی دختر۔ خیر اس حد تک تو یہ گھر کے معاملات تھے چاہے اچھے یا برے۔ جس سے نذری باغ کو تعلق نہیں ہے۔ مگر مجھے افسوس ہے علمبردار کا جو کہ بلا وجہ معقول نذری باغ سے مع زوجہ و کمسن اولاد اپنے گھر کو چلا گیا جس کو چند سال کا عرصہ ہوتا ہے جس کا ذکر نظام گزٹ یا شیراز میں آیا تھا کیونکہ اس کا آپریشن جب ہوا تھا عثمانیہ ہاسپٹل میں تو اس کا انتظام میں نے کیا تھا۔ اور اس وقت بیلے بیگم وہیں زیر علاج تھی۔ بعد دو اہم آپریشن کے روزانہ مجھے اس لڑکے سے ملنے کا موقع ملتا تھا۔ تو یہ دیکھ کر میں نے سمجھا تھا کہ یہ سمجھدار لڑکا ہے اور نیک کردار ہے اچھی طرح سے زندگی بسر کرے گا۔ مگر افسوس میرا خیال غلط نکلا۔ اس کا اور اس کے بھائی شبیر علیؓ کا نکاح میں نے اپنی ذمہ داری پر کرایا تھا۔ لھذا ان دو لڑکیوں اور ان کی اولاد کا مجھے خیال ہے اور آئندہ رہے گا کہ میری ذمہ داری پر ان ہر دو کا ٹھکانہ ہوا تھا۔ اور اس حد تک دو لڑکیاں میری نظر میں بے خطا ہیں۔ خدا ان معصوموں کو عمر طویل نصیب کرے اور بارآور ہوں۔

مرقوم ۲۲ر جون ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

"کاشانہ" وہ مکان جسمیں دولھن پاشاہ کا قیام رہا تھا

(ایک طویل عرصہ تک جو کہ عدن باغ سے ملحق ہے)

فرمایا میرا خیال ہے کہ مرحومہ کے وفات کے بعد شیراز یا نظام گزٹ میں اعلان کیا تھا کہ یہ مکان مرحومہ کی صاحبزادی جسکا نام شہزادی پاشاہ ہے کو عطا کرینگا جس کا ٹرسٹ بنے گا۔ کیونکہ یہاں بجز دختر کوئی دوسرا قیام نہیں کر سکتا۔ یہ مکان میرا تعمیر کردہ تحفا زمانہ گذشتہ میں۔

الحاصل اسی خیال سے اسکی مرمتی داغدوزی شروع ہوگئی ہے اور امید ہے کہ سال آئندہ اسکی گھر بھرائی کے سلسلہ میں یہاں اٹ ہوم ہوگا

ھ آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مرحومہ کی تو جب پہلے دو بیٹوں پیدا اسکے بعد بیٹی پیدا تھی اور انکو بفضلہ کل تین اولاد تھے۔ دو ذکور (یعنی برادران والاشان) اور ایک اناث۔ نظر بر آن مجھے امید ہے کہ اس مکان میں اپنی دختر نیک اختر کو مقیم دیکھتے ہوئے اونکی روح مطہر دوسری دنیا میں شاد و مسرور رہے گی۔ بقول حق بہ حقدار رسید۔ زیادہ مبارک باشد

مرقوم ۲۳ر جون سنہ ۱۹۶۰ء —— (آمدہ از نذری باغ)

مژدۂ ولادت باسعادت عظمت علیخاں (جاہ) نبیرۂ سینیر پرنس و سینیر پرنسز

فرمایا آج مجھے بتوسط ٹیلیگرام یہ مژدۂ جانفزا ملا جس کو سینیر پرنسز نے دئیے تھے۔
جو کہ ۲۳ رجون سنہ ۱۹۶۰ء کو انگلینڈ سے دیا گیا تھا۔ میں نے مبارکباد کا جوابی ٹیلیگرام بھیجدیا ہے۔
خدا معصوم صاحبزادہ کو عمر طویل و توفیق جزیل عطا کرے۔

زیادہ۔ مبارک باشد و باشد مبارک

مکرر فرمایا تاریخ ٹیلیگرام سے جو کہ انگلینڈ سے آیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ معصوم صاحبزادہ
کی پیدائش ۲۷ رذالحجہ سنہ ۱۳۷۹ ہجری م ۲۳ رجون سنہ ۱۹۶۰ء ہوئی ہے۔ جس کی صحت متعاقب ہو جائے گی۔

مرقومہ ۲۴ رجون سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

بشارتِ ولادت باسعادت نواب عظمت جاہ بہادر اطال اللہ عمرہٗ

لختِ دل پیدا ہوا نورِ نظر پیدا ہوا
حبذا برکت علی خاں کو پسر پیدا ہوا

اخترِ برجِ سعادت گوہرِ دُرجِ شرف
بارک اللہ کیا مہ فرخندہ فر پیدا ہوا

جسکے اعظم جاہ دادا ہیں مکرم جاہ باپ
دادی ماں دُرِّ دانہ بیگم وہ گہر پیدا ہوا

انتہا کی ہے خوشی سرکارِ حق آگاہ کو
نخلِ گلزارِ تمنا میں ثمر پیدا ہوا

ہو گئے ہیں ضو فشاں برکت ویلا کے بام و در
آج اے صمصام وہ رشکِ قمر پیدا ہوا

سید صمصام شیرازی

روزانہ سب خانہ زادان مقیم نذری باغ کا سلام

(بوقت صبح (۹) ساعت)

فرمایا جتنے متاہل خانہ زاد ہیں گویہ پیشی میں روزانہ آتے ہیں۔ مگر میں انکی صورتیں دیکھنا نہیں چاہتا اور نہ اس کی ضرورت ہے کہ کوئی چیز ان کی زندگی کی غیر مکمل نہیں ہے۔ بلکہ وہ پوری ہو کر ان کو ان کا مقصد حیات حاصل ہو چکا ہے۔ یعنے اذوقہ ٹرسٹ۔ و متاہل زندگی اور بال بچے والے بن کر پرانے ہو رہے ہیں اور نمو کی حد ختم ہو رہی ہے۔ لہذا جب معاملہ ایسا ہے تو ان کا سامنے آنا نہ آنا دونوں برابر ہے البتہ غیر متاہل خانہ زادوں کا معاملہ اس سے جدا ہے کیونکہ ان کو مثل ان بھائیوں کے۔ مماثل چیزیں مجھ سے حاصل کرنا ہے اور انہیں کی مجھے فکر ہے۔ لہذا ان کا میرے سامنے آتے جاتے رہنا مجھے یاددہانی کرتا رہے گا الحاصل متاہل خانہ زادوں کے روزانہ سلام کو موقوف کر کے ہفتہ میں صرف ایک بار یعنے ہر جمعہ یا یکشنبہ مقرر کرنا چاہتا ہوں مگر دوسرے قسم کے خانہ زادان موخر الذکر جن کا اوپر ذکر آیا ہے ان کا میری نظر میں رہنا از حد ضروری ہے کہ یہی مسئلہ اس وقت ان کا میرے زیر غور ہے۔

مکرر۔ جتنے کم سن لڑکے ہیں جن کو لائن بوائز کہا جاتا ہے ان کا نمبر ان چیزوں کے لئے آنے کے لئے ایک طویل زمانہ درکار ہے لہذا ان کا بھی صرف ایک روز ہر ہفتہ میں سلام کو آجانا کافی ہے

خلاصہ یہ کہ سب تصفیہ شدہ امور پر مجھے نظر ڈالنے کی ضرورت نہیں کہ یہ رفت و گذشت ہے۔ البتہ وہ سبزہ نوخیز جو ابھی چمن میں اُگا ہے اس کی نگہداشت کرنا مجھے ضروری ہے تاکہ یہ بار آور ہو۔

مرقوم ۱۶ر جون سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

خوبیٔ شمس کہ افلاک نشاید دانست || خوبیٔ رمز بہ ادراک نشاید دانست
ہمت و جرأتِ انسان کہ بگفتہ بشنو || خوف و خطرہ دلِ بے باک نشاید دانست

(آمدہ از نذری باغ)

اظہار رائے نذری باغ

فرمایا کہ اول دو ماہ محرم و صفر شیراز میں نذری باغ کے مضامین جوں یا قطعے طبع نہ ہونگے کہ ان ایام میں مجالس عزا ہوتے رہتے ہیں جسکی وجہ سے میری توجہ اس طرف رہتی ہے۔ البتہ اگر کوئی خاص واقعہ ہوگا یا مضمون کی نوعیت ہوگی تو گاہ گاہ یا تو نظام گزٹ یا شیراز میں جیسا کہ مناسب سمجھا جائے طبع ہو جائیگا ورنہ نہیں۔

دوم مجھے بوجہ کبر سن و سال و ضعف و صحت آرام کی بھی ضرورت ہے اور بہت کم امید ہے کہ اس دوران ماہ عزا میں میں اپنے گھر کی مجلسوں میں پے در پے ایک ہو نگا بجز خاص مجالس یا خاص تواریخ کے کیونکہ بوجوہ مذکورہ نقل و حرکت کا بار میں زیادہ نہیں اٹھا سکتا جو کہ مجبوری ہے و بس۔

مرقوم ۱۹ جون ۱۹۶۰ء

(منقول از شیراز)

ریمارک بر بیرسٹر صاحب "اختر انصاری"

بر صفحہ ۱۴ شیراز مورخہ ۱۷ جون ۱۹۶۰ء

فرمایا یہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غالباً کوئی واقعہ یا ذکر نہیں ہے بلکہ شاید فرضی افسانہ ہے جو نذری باغ کی نظر میں فضول تھا جسکو کوئی دلچسپی اسکے پڑھنے سے نہیں تھی لہذا مدیر شیراز کو چاہئے کہ آئندہ ان امور پر غور کرکے کام کرے جسمیں یا تو صحیح واقعات اندراج ہو یا کوئی مزاحیہ مضمون ہو جیسا کہ ظرافت، پدلو کے عنوان کے تحت لکھا جاتا ہے ورنہ رطب و یابس سوا اسکے کیا رہے گا تو پرچہ شیراز کی وقعت ثقہ اصحاب کی نظر میں باقی نہیں رہے گی۔

مرقوم ۱۹ جون ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

بیرون ز بزم چمن پریشانی نمی کند || هر دو بچه خلاف نیز آئین نمی کند
شگفته نسیم و سحر ز من تا گل نهاد || این تر بعد از رنگ تو به پا نمی کند

(آبرو از نذری باغ)

شبیر علی عابد علی ہر دو برادر

(مقیم نذری باغ و پسران حکیم سید علی صاحب مرحوم ایڈوکیٹ)

فرمایا اول الذکر کا رویہ کچھ عرصہ قبل کیسا تھا وہ ظاہر ہے جو کہ نذری باغ میں ہر ایک کو معلوم ہے۔

دوم دماغ خراب ہو گیا ہے کہ بجز موٹر نذری باغ ٹکسی میں بیٹھنا اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔ حالانکہ انہیں کا بڑا بھائی علمبردار موٹر بائیسکل پر بیٹھکر پھرا کرتا تھا اس کے علاوہ جب کہ میرے افراد خاندان وقت ضرورت (کیونکہ موٹر خانہ میں سرکاری موٹریں زائد نہ ہونے سے) ٹکسی میں جاتے آتے ہیں تو انکے بالمقابل دوسروں کو کون پوچھتا کہ یہ ہیں کس جھاڑ کی مولی۔ مگر افسوس ہے کہ یہ امور سمجھنے کی لیاقت نہیں ہے کہ معقول طریقہ پر ان کی تعلیم و تربیت نہیں ہوئی تھی۔ تو پھر احساس ان امور کا کیسا ہوگا جو ناممکن ہے۔ بہرحال اگر قاعدہ سے رہنا ہے تو نذری باغ میں رہیں۔ ورنہ رخصت کہ کسی کے واسطے مقررہ قاعدہ یا ضابطہ نہیں بدل سکتا۔

مرقومہ ۲۰ر جون سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

یوم مبارک عید مباہلہ ۲۴ر ذیحجہ سنہ ۱۳۷۹ھ

(م ۲۰ر جون سنہ ۱۹۶۰ء)

(آٹ ہوم بتقریب گھر بہرائی عثمان کاٹیج در حویلی قدیم)

(خلاصہ تقریر بزرگ خاندان)

فرمایا مجھے آج وہی مسرت حاصل ہے جیسا کہ گھر بہرائی کی تقریب میں فرن ویلاسے موقع پر حاصل تھی جبکہ اول الذکر مکان جوکہ میرا خرید کردہ تھا (در محلہ لال ٹیکری) جونیر پرنس کے معصوم صاحبزادہ (بطنی منکوحہ انور بیگم) کو عطا کیا تھا بہ حیثیت دادا جس کا ٹرسٹ بنگیا ہے۔ چنانچہ موخر الذکر کا بھی اسی طرح سے ٹرسٹ بنا ہے۔ البتہ یہ مکان میرا تعمیر کردہ تھا درزمانہ گذشتہ جوکہ دیوڑھی حویلی قدیم میں واقع تھا۔ اور اوسوقت سے تا این وقت یہہ خالی پڑا تھا جس کی ضروری ماغد وزی کرکے میری نواسی (بطنی بشیر النساء بیگم منکوحہ علیؑ پاشاہ) کو عطا کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جبکہ پوتے اور نواسی کا ازدواجی جوڑا لگایا تھا تو مجھے مجبوراً یہاں بھی عطا کرنے کی ضرورت تھی تاکہ یہہ نسبت یادگار رہے۔ خلاصہ یہہ کہ میں ہر نواسی یا نواسہ یا پوتہ یا پوتی کو ایسے مکانات عطا نہیں کرسکتا تاآنکہ کچھ نہ کچھ خصوصیت پیدا ہو۔ ورنہ ہر فرد خاندان کے حصہ ٹرسٹ میں کافی رقم مہیا کی گئی ہے اور جب یہ عاقل و بالغ ہوکر سن رشد کو پہنچیں گے تو اوس وقت ٹرسٹیز کو دفعات ٹرسٹ کی تکمیل کرنے کا وقت آئے گا جس کو ایک زمانہ درکار ہے۔ اس موقع پر باوجود ناسازی مزاج جونیر پرنس شریک تقریب ہوکر ایک طرف اپنے معصوم صاحبزادہ اور اوسکی والدہ کی اور دوسری طرف اپنی معصوم بھانجی اور اوس کی والدہ اور والد کی عزت افزائی کی۔ مگر سینیر پرنس بوجہ ناسازئ مزاج شریک نہیں ہوسکے مگر وعدہ کئے ہیں کہ عید نہم پر (۹ر ربیع الاول) آکر یہہ مکان دیکھیں گے۔ اوسوقت ایک مختصر سی ٹی پارٹی ہو جائے گی اور ساکنین مکان کو نذر پیش کرنے کا موقع ملیگا جیسا کہ جونیر پرنس کو نذر دی گئی تھی کیونکہ بساط خاندان نظام کے یہہ ہر دو برادر مہتم بالشان مہرے ہیں جوکہ عالم آشکارا ہے

آخر میں فرمایا مجھے امید ہے کہ یہہ دو مکانات کے ساکنین کو یہہ عطا شدہ جائیداد مبارک و مسعود ہوگی۔

شرکاء تقریب کی تعداد کم و بیش تین سو تھی۔ اور تقریب عصر کو شروع ہوکر مغرب کو ختم ہوئی۔

مکرر سال آئندہ عثمان گدہ و ریس ویو کی گھر بہرائی کا آٹ ہوم ہوگا اور یہ دو مکانات ٹرسٹ کے میں عطا کردہ بہ اولاد لیلے بیگم و اولاد جانی بیگم مرحومہ اور یہ محبوب منشن کے قرب جوار میں ہیں (درراہ سرور نگر)

مرقوم ۲۱ر جون سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

اشاعت دلچسپ مضامین نذری باغ در شیراز ہفتہ وار

فرمایا یوں تو اس پرچہ کے سوا نظام گزٹ میں بھی یہ طبع ہوتے ہیں جسکا ہفتہ وار ریکارڈ شیراز میں ہوتا ہے تاہم بعض مضامین خاص نوعیت کے شیراز میں طبع ہوتے ہیں جبکہ آخر میں مدیر لفظ منقول از نظام گزٹ نہیں لکھتا ہے۔ لہٰذا وہ ثقہ اصحاب جن کو اس قسم کے مضامین پڑھنے کا اشتیاق ہو ان کو چاہیئے کہ شیراز کے مضامین کو بھی پرچہ خرید کرکے یا دائمی طور پر اسکے خریدار بنکر دیکھا کریں جیسا کہ ممکن ہو اور اگر ایسا ہوا تو مدیر صمصام شیرازی کو اپنے پرچہ کی اشاعت میں حتی الامکان اس مفلسی کے دور میں مدد ملے گی اور وہ ان کا ممنون ہوگا کیلئے کہ مضامین نذری باغ کی وجہ سے اسکی نشاۃ الثانیہ ہے۔ اور سنا ہے کہ لوگ اس پرچہ کے منتظر رہتے ہیں یہ دیکھنے تازہ بتازہ نو بہ نو کیا آتا ہے

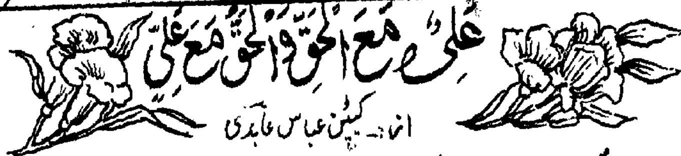
مرقوم ۲۲ رجون سنہ ۱۹۶۰ء ________ (منقول از نظام گزٹ)

حامد خان ہندی تخلص

فرمایا ان کو نذری باغ کی ملازمت کا خیال دل سے نکال دینا چاہیئے جب تک کہ یہ گورنمنٹ کی سروس میں ہیں۔ دوسری طرف تمام افراد خاندان نظام کی تعلیم یا درس و تدریس کا وقت صبح کا ہے یعنی ۸ بجے سے تا ۱۲ ساعت یعنی اس میں کسی کے خاطر کم و بیشی نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ یہ خدمت آغا ابوالقاسم خراسانی کے سپرد کی گئی ہے جو اسکے ہر طرح موزوں تھے۔ اسکے علاوہ اہلِ زبان سے زبان سیکھنا زیادہ مفید نتائج پیدا کرے گا بہ نسبت اسکے جو کہ اسکی یہ مادری زبان نہیں ہے بلکہ مکتسبہ ہے۔ بہرحال میں نے معاملہ کی تشریح کر دی ہے تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے۔

مرقوم ۲۲ رجون سنہ ۱۹۶۰ء ________ (منقول از نظام گزٹ)

شیراز آپ کا اور صرف آپکا اخبار ہے اسکی تمام تر توقعات صرف آپ ہی کی ذات ستودہ صفات سے وابستہ ہیں وہ آپکا رہین منت رہا ہے اور آئندہ بھی آپ ہی کا رہینِ منت رہے گا!!



انعام: کپٹن عباس عابدی

دل میں علیؑ علیؑ ہے لب پر علیؑ علیؑ ہے
جو چاہیں آپ سمجھیں اپنی یہ زندگی ہے
یادِ خدا کے بدلے یادِ علیؑ بسی ہے
دل خانۂ خدا ہے یا خانۂ علیؑ ہے
لات و منات و عزیٰ خطرے میں پڑ گئے ہیں
آمد ہے بت شکن کی کعبہ میں کھلبلی ہے

آوازِ غیب آئی۔ مولد نہیں ہے کعبہ
مریمؑ چلو یہاں سے یہ مولدِ علیؑ ہے
دیکھو خلیلؑ دیکھو حیدرؑ کے دو قدم سے
کعبہ بنا ہے کعبہ اب لطفِ بندگی ہے
کس نے نبیؐ کو جانا کس نے علیؑ کو سمجھا
انکو تو ایک ذات واحد ہی جانتی ہے

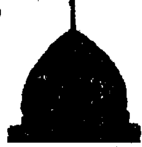
اک نور کے ہیں ٹکڑے روزِ ازل سے دونوں
دونوں جہاں میں دیکھو دونوں کی روشنی ہے
حبِ علیؑ میں کیسی بدعت منافقت کی
ظاہر میں دوستی ہے باطن میں دشمنی ہے
جو ہے علیؑ کا دشمن وہ ہے نبیؐ کا دشمن
ہے وہ خدا کا دشمن جو دشمنِ نبیؐ ہے

سنتے ہی نامِ حیدرؑ چہرہ پہ ہو مسرت
بے کیف ہو جو اس سے وہ دشمنِ علیؑ ہے
جس کا نبیؐ ہے مولا اس کا علیؑ ہے مولا
اب بھی غدیرِ خم سے آواز آ رہی ہے
پی ہے غدیرِ خم کی جب سے مئے مودت
آئی نظر حقیقت کیا شانِ بیخودی ہے

پوچھو نبیؐ سے پوچھو آواز کس کی آئی
پردے کے پیچھے دیکھو معراج میں علیؑ ہے
آنکھیں تو اپنی کھولو دل میں ذرا تو سوچو
مشکل میں ہر زباں پر کیوں نعرۂ علیؑ ہے
جو مظہرِ خدا ہے ہمرازِ مصطفیٰؐ ہے
جو کل کا پیشوا ہے مشکل کشا علیؑ ہے

جس کے لئے خدا نے خود ذوالفقار بھیجی
دونوں جہاں میں دیکھو ایسا کوئی جری ہے
ہیں ھل اتیٰ کے مالک یہ اِنّما کے مالک
خود بھی سخی ہیں جیسے اولاد بھی سخی ہے
جس پہ خدا ہے نازاں جس پر نبیؐ ہیں نازاں
اسلام خود بتائے ایسا کوئی وصی ہے

نار و جناں کا قاسم قسامِ رزقِ عالم
دنیا میں بھی علیؑ ہے عقبیٰ میں بھی علیؑ ہے
حکمِ خدا ہے جانو اب مانو یا نہ مانو
اعلان ہے نبیؐ کا میرا وصی علیؑ ہے



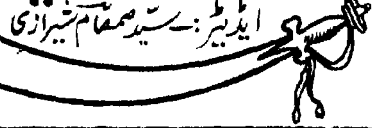
پوچھا نصیریوں نے حیرت میں عابدی سے
تو بندۂ خدا ہے یا بندۂ علیؑ ہے



مرسلہ آقای حسین ضابط صدر سیرۃ الزہراؑ کمیٹی

جان اہلِ حق ہے قوم کی آواز ہے ✩ فیض فرو از شاہ حق آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز



ایڈیٹر:۔ سید صمصام شیرازی

محکمۂ آبکاری

آندھرا پردیش میں سررشتۂ آبکاری کو وہی اہمیت حاصل ہے جو ایران اور عراق میں تیل کے چشموں کو۔ یہ محکمہ آبکاری ہی کی آمدنی ہے کہ جس کے بل بوتے پر آندھرا پردیش کے کئی پراجکٹ کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچائے جا رہے ہیں لیکن محکمۂ آبکاری، حکومت کے ذرائع آمدنی کے لحاظ سے جسقدر اہمیت کا حامل ہے اسیقدر یہ محکمہ آج بدنام بھی ہے

اب جبکہ حکومت نے اصلاح نظم و نسق کے لئے ایک کمیٹی کے قیام کا اعلان فرمایا ہے کمیٹی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی زیادہ تر توجہ محکمۂ آبکاری کی اصلاح پر صرف کرے۔ آبکاری کے بعد بہ لحاظ آمدنی سیلس ٹیکس کا مقام ہے سیلس ٹیکس کا طریقۂ عمل میں اصلاح کرنے کی نسبت ہم شیراز کی کسی آئندہ اشاعت میں روشنی ڈالنے کے موقف میں رہیں گے اسوقت ہم صرف محکمۂ آبکاری کی حد تک کمیٹی اصلاح نظم و نسق پر چند حقائق واضح کرنا مناسب سمجھتے ہیں

عوامی حکومت کی مشنری کو کامیاب یا ناکام بنانے میں نہ صرف سماجی بہبودی کی انجمنیں اور دوسرے خانگی ادارے کام کرتے ہیں بلکہ خود سرکاری محکمہ جات کی کارکردگی یا عدم کارکردگی کا بھی اسمیں بڑا حصہ ہوتا ہے یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ سرکاری محکمہ جات کی اچھی کارکردگی، عوام میں حکومت کے اعتماد اور ہر دلعزیزی کو فروغ دیتی ہے اور عہدیداروں کی اعلیٰ صلاحیتیں حکومت کی مشنری کو کامیاب بنانے کی ذمہ دار ہوتی ہیں۔ حکومت اور عوام کے درمیان عہدیداروں کا مقام ایک پل کیطرح ہوتا ہے۔ ایک دیانت دار، بے غرض اور محنتی عہدیدار حکومت کے ڈھانچے میں ریڑھ کی ہڈی کا کام کرتا ہے اسکے برخلاف ایک بددیانت، مفاد پرست، اور نااہل عہدہ دار

خطیب منبر سلونیؑ

کا ارشاد مبارک ہے کہ خدا کی فیاضی کا انحصار سوال پر نہیں ہے بلکہ وہ ربوبیت کا تقاضا ہے

زنگ کیطرح ساری مشنری کو ناکارہ بنا دیتا ہے

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اگر کسی محکمہ کا اعلیٰ عہدیدار نااہل ہو تو محض اسکی وجہ سے سارا آوے کا آوا بگڑ جاتا ہے اور تمام ماتحتین پر اسکا اثر پڑتا ہے، محکمۂ آبکاری کی بدنامیوں اور بے ضابطگیوں کے بارے میں غور کیا جائے تو یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اس محکمہ کی بدنامی کی ذمہ داری ان راشی، نافرض شناس جانبدار اور اقربا پرور عہدیداروں پر عائد ہوتی ہے جو اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے نہ صرف عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں بلکہ خود حکومت کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں

موجودہ نائب ناظم اور جائنٹ سکریٹری صاحب کے بارے میں عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ مولوی میر عابد علیخاں صاحب کے دورِ نظامت میں موصوف کو محکمۂ آبکاری میں ممنوعہ الداخلہ قرار دیا گیا تھا موصوف کو ممنوعہ الداخلہ قرار دینے کی کیا وجوہات تھے اسکی تفصیل آبکاری کا ہر ملازم جانتا ہے اس شہرت عامہ کے باوجود نہیں معلوم حکومت نے سابق نائب ناظم آبکاری اور جائنٹ سکریٹری مولوی سید محی الدین صاحب آئی۔اے۔ایس۔ جیسے دیانت دار، فرض شناس، اعلیٰ تعلیم یافتہ، تجربہ کار اور اعلیٰ صلاحیت رکھنے والے عہدیدار کو ہٹا کر موجودہ صاحب کو نائب نظامت اور جائنٹ سکریٹری جیسی اہم خدمت پر کیوں اور کیسے لیا، جبکہ موصوف آئی۔اے۔ایس بھی نہیں ہیں۔ جب آئی۔اے۔ایس عہدہ دار کی جگہ غیر آئی۔اے۔ایس عہدہ دار ہی کو لینا حکومت کے پیش نظر تھا تو کیا ممنوعہ الداخلہ کے بدلے سررشتہ کے کسی سینیر و مستحق کو ترقی نہیں دی جاسکتی تھی!؟

موجودہ نائب ناظم صاحب کے بارے میں مشہور ہے کہ انتقامی جذبے کے تحت موصوف کی جنبشِ قلم سے آبکاری کے کئی دیانت دار، محنتی اور غریب ملازمین ایک عرصے سے معطل ہیں نہ صرف ملازمین ہی بلکہ بعض تجربہ کار اور ان نائب ناظم صاحب سے زیادہ تعلیم یافتہ معتمد صاحبان بھی معطل ہیں۔ وزارت متعلقہ کی ہدایت کے باوجود نہ تو انھیں بحال کیا جاتا ہے اور نہ تحقیقات میں عجلت کیجاتی ہے حالانکہ C.C.A. Rules کے تحت کسی ملازم کو چھ ماہ سے

ترا مدت کے لئے معطل نہیں رکھا جا سکتا۔ اس سلسلہ میں ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ ان نائب ناظم صاحب کا اپنے ماتحت عہدہ داروں کے ساتھ سلوک اچھا نہیں ہے انہیں تنگ اور نا فرض شناس بنانا اپنا فرض منصبی سمجھے ہوئے ہیں چنانچہ تنگ آ کر اور مجبور ہو کر مسٹر برلا اویل سوامی جیسے سینئر منتظم کا ٹرانسفر ورنگل پر باتبادلہ کرا لینا اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ ان نائب ناظم صاحب کا وجود محکمۂ آبکاری میں بے ضابطگیوں کے فروغ کا باعث ہے حکومت اگر واقعی دفاتر کے نظم و نسق کی اصلاح کرنا چاہتی ہے تو ان نائب ناظم صاحب اور انہیں سررشتہ آبکاری میں لانے والے عہدہ دار صاحب کے تعلق سے کوئی تحقیقات کرائے جب تک جانب داری، اقربا پروری اور احباب نوازی کا قلع قمع نہ ہوگا اس وقت تک دفاتر کے نظم و نسق کی اصلاح ممکن نہیں

اکبر علیخاں بیرسٹرایٹ لا کو صدمہ

یہ خبر نہایت حزن و ملال کے ساتھ سنی گئی کہ نواب میر اکبر علیخاں صاحب بار ایٹ لا رکن پارلیمان ہند کی اہلیہ نے ۸ ار جون کو صبح کے آٹھ بجے اپنے مکان واقع سیف آباد میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جوں ہی انتقال کی خبر شہر میں پھیلی خویش و اقارب، دوست احباب، معززین شہر اور عہدہ داران سرکاری، ارکان مقننہ، اور اراکین مجلس عدالت العالیہ جوق در جوق مرحومہ کے گھر پر جمع ہونے لگے بارہ بجے جلوس میت درگاہ یوسفین نامپلی کی طرف روانہ ہوئی تشییع جنازہ میں ایک ہزار سے زائد افراد بلا تفریق مذہب و ملت شریک تھے۔ نماز ظہر کے بعد درگاہ یوسفین میں نماز جنازہ ادا ہوئی مولوی سید شاہ حسینی صاحب قادری نے نماز جنازہ کی قیادت کی، درگاہ بدرالدین رحمۃ میں تقریباً ۲½ بجے تدفین عمل میں آئی

خداوند عالم مرحومہ کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان خصوصاً بیرسٹر صاحب کو صبر جمیل عطا فرمائے

ایس-این-ریڈی

ایم-اے (آکسن) بار ایٹ لا (لندن)

ایس-این-ریڈی - یہ وہ نام ہے جو آج سے دس پندرہ سال پہلے بچہ بچہ کی زبان پر تھا - آج حیدرآباد دیوں میں ایسا کوئی شخص نہیں جو ایس-این-ریڈی کو نہ جانتا ہو۔ ایس-این ریڈی کی شخصیت ہر دور میں ہر دلعزیز رہی ہے موصوف کے دور کوتوالی میں بلدہ حیدرآباد کا امن و امان اور نظم و ضبط آج تک ضرب المثل ہے

اعلیٰ تعلیم، انتظامی صلاحیت، معاملہ فہمی، تدبر، دیانت بے لاگ عمل اور خاندانی ثروت و وجاہت - یہ ہیں وہ اوصاف جن سے ایس-این-ریڈی متصف ہیں - ان اوصاف کے لوگ اگر بلدیہ کی رکنیت کے لئے منتخب کئے جائیں تو بلدیہ کی رکنیت ان لوگوں کے لئے باعث اعزاز نہیں بلکہ خود رکنیت کے لئے ان کی ذات باعث اعزاز ہے - یہ اہالیان حلقۂ گلبارغ کی خوش قسمتی ہے اور اہالیان محلہ گلبارغ اپنی اس خوش قسمتی پر جس قدر ناز کریں کم ہے کہ مسٹر ایس-این-ریڈی ان کے حلقہ سے بہ حیثیت آزاد امیدوار کھڑے ہوئے ہیں موصوف کا نشان انتخاب مشعل ہے

حلقۂ گلبارغ سے مسٹر ایس-این-ریڈی کے کھڑے ہونے کے بعد چاہیئے تو یہ تھا کہ کوئی سیاسی جماعت اپنے کسی امیدوار کو کھڑا نہ کرتی کیونکہ ایس-این-ریڈی سے بہتر کوئی امیدوار نہیں ہو سکتا ہے۔ جن جماعتوں نے مسٹر ایس-این-ریڈی کے مقابلہ میں اپنے امیدواروں کو کھڑا کیا ہے انہوں نے بلدیہ کی خدمت نہیں بلکہ بدخدمتی کی ہے

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ بلدی امور کو صحت مند خطوط پر چلانے کے لئے ایک ناقابل اپوزیشن کی ضرورت ہوتی ہے مسٹر ایس-این-ریڈی جیسے بے لاگ اور صائب الرائے لوگ چاہے کتنی ہی کم تعداد میں کیوں نہ ہوں وہ ایک طاقتور اپوزیشن بنا سکتے ہیں۔ اگر کانگریس میں یہ شعور ہوتا تو ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ایس-این-ریڈی جیسے امیدواروں کے مقابلہ میں اپنے امیدواروں کو کھڑا ہی نہ کرتی۔

بہر حال اہالیان حلقۂ گلبارغ سے ہماری اپیل ہے کہ وہ مسٹر ایس-این-ریڈی کے حق میں ووٹ دیکر اپنے حق رائے دہی کا صحیح استعمال کریں اور اپنے انتخابی شعور کا ثبوت دیں۔

(ادارہ سیاست)

سید اختر حسینؑ صاحب انبالہ

ہلالِ غم

اے ہلالِ غم! تو اس صابرِ اعظم، ناخدائے کشتیٔ اسلام کی یاد کو تازہ کرتا ہے؟ کہ جس نے اقوامِ عالم کو باعزت زندگی بسر کرنے کے لئے وہ وہ طریقے سکھائے کہ جہاں تک انسانی عقل جا نہیں سکتی۔ دنیا والوں کی فلاح و بہبود کے لئے وہ مظالم برداشت کئے کہ جن کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کشتیٔ اسلام کو منجدھار سے نکالنے کے لئے ایسے ایسے مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کیا کہ جھیلنے سے بڑے بڑے مستقل مزاج الوالعزم انسانوں کے پائے استقلال میں تزلزل پیدا ہو گیا۔ یہ کسکا حوصلہ ہے؟ کہ ادھر اٹھارہ سال کا کڑیل جوان فرزند سینہ پر سناں کھائے ہوئے ایڑیاں رگڑ رہا ہو۔ ادھر برابر کا بھائی شانے کٹائے ترائی میں ہمیشہ کی نیند سو رہا ہو، ایک طرف بہن کی تمام عمر کی کمائی خاک و خون میں غلطاں پڑی ہو دوسری طرف گلستانِ رسالت کا "نو شگفتہ پھول" گلے میں تیر کھائے ہوئے اپنے مظلوم باپ کی صداقت کی تصدیق کر رہا ہو!

اے ہلالِ محرم! تو اسی عابد و زاہد، سید و بیکس کی تعلیم کو دہراتا ہے کہ جس نے ایک شب کی مہلت محض "عبادتِ الٰہی" کے لئے طلب کی تھی اور دنیا کی ہر قوم کو "درسِ عمل" دیا تھا کہ نازک سے نازک وقت میں معبودِ حقیقی کی بندگی کو مقدم سمجھنا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ مورخین لکھتے ہیں کہ شبِ عاشور کو دشتِ نینوا میں تسبیح و تہلیل، تقدیس و تمجیدِ الٰہی کی صدائیں اس طرح سے گونج رہی تھیں کہ جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ سچ ہے ؎

عابد ایسے تھے کہ سجدے کئے تلواروں میں

اے ہلالِ غم! تو اسی امن و امان کے مبلغ، صلح و آشتی کے معلم اور انسانیت کے دیوتا کی سالانہ یادگار منا رہا ہے جس نے آخر وقت تک آغازِ جنگ نہیں کیا بلکہ امن و امان برقرار رکھنے کے لئے اپنے خیام دریائے فرات کے کنارے سے اٹھا کر بے آب و گیاہ ریگستان میں نصب کر دیئے اور مسلمانوں کو کشت و خون سے بچانے کے لئے متعدد بار اپنی تقریروں میں منع فرمایا اور شبِ عاشور کو انصار کے مجمع میں ارشاد فرمایا کہ بھائیو! صبح کو آلِ محمد کی قربانی کا دن ہے ان اشقیا نے دنیا کو میرے سر سے مطلب ہے

مناسب ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ علی اکبرؑ سے کہا اے بیٹا! شمع گل کر دو تا کہ انہیں جانے میں تامل نہ ہو۔ یہ اور بات ہے کہ وہ حق اور صداقت کے پتلے، صبر و رضا کے مجسمے، شمعِ محمدیؐ کے پروانے اور توحید کے متوالے اپنی جگہ سے ہلے تک نہیں، بلکہ نہایت جرأت کے ساتھ جواب دیا کہ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی جانیں بچا کر چلے جائیں اور امانتِ رسولؐ کو دشمنوں میں تنہا چھوڑ دیں۔ کل بروزِ قیامت رسول اللہؐ کو کیا جواب دیں گے!؟

اے ہلالِ محرم! تو اسی غریب الوطن، مظلوم، بیکس اور شہیدِ اعظم کے جاں گداز واقعہ کو تازہ کرتا ہے کہ جس کے اطفالِ خورد سال اور مصیبت زدہ مستورات نے دنیا کی ہر بسنے والی قوم کو یہ زرّیں اصول بتایا کہ مستورات کی زندگی کے لئے پردہ داری "ایک گوہرِ نایاب" ہے کہ جس کو کسی حالت میں بھی ضائع نہ کرنا چاہئے۔ آج پردہ داری کے خلاف ایک طوفانِ بدتمیزی اٹھا ہوا ہے لیکن اگر جناب زینب سلام اللہ علیہا، امّ کلثوم اور جناب سکینہؑ کے نام لیوا ذرا بھی تدبّر سے کام لیں تو ان پر یہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائیگا کہ جناب زینبؑ، امّ کلثومؑ اور سکینہؑ نے بعد شہادتِ حسینؑ جبکہ خیامِ اہلبیتؑ میں آگ لگا دی گئی ہے یہاں تک کہ محض ایک خیمہ باقی رہ گیا ہے جس میں بیمارِ کربلا عالمِ غش میں پڑے ہوئے تھے گھر بار لٹنے کی کچھ فکر نہیں، جناب زینبؑ نے آ کر بازو ہلا کر کہا کہ سید سجادؑ! اکبرؑ و عباسؑ، عونؑ و محمدؑ، اصغرؑ و قاسمؑ حتیٰ کہ تمہارے پدرِ عالی مقام بھی شہید ہو چکے، اے بیٹا! ہمارے خیام میں ان اشقیا نے آگ لگا دی ہے محض ایک خیمہ باقی ہے، تم امامِ واجب الاطاعت ہو حکم دو کہ ہم ان میں جل کر مر جائیں یا برہنہ سر باہر نکل جائیں؟

امامؑ وقت نے جواب دیا کہ پھوپھی زینبؑ! اس وقت شرعِ اسلام یہ حکم دیتی ہے کہ تم باہر نکل جاؤ۔ کیا آج جنابِ زینبؑ کی بے پردگی کو یاد کر کے رونے والے جنابِ زینبؑ کی پیروی ترک کر کے حقیقی معنوں میں جنابِ زینبؑ کے سوگوار رہ سکتے ہیں!؟

اے ہلالِ غم! تو اسی کشتۂ جور و جفا شہیدِ راہِ خدا کے غم منانے کی تحریک کرتا ہے کہ جس کے نام میں ایک خاص قسم کی کشش، مقناطیسی جاذبیت موجود ہے کہ جس کا "ذکرِ خیر" تمام بنی نوع انسان کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے اور ان کے دامنِ تشکیک و ضمیر پر بجلی گرا کر خاکستر کر دیتا ہے اور تمام عالم کو اس امر پر مجبور کر دیتا ہے کہ میری سالانہ یادگار منا کر میری

لائف کے صحیح لٹریچر کو دنیا کے چپے چپے میں، عالم کے گوشے گوشے میں پہنچا کر دم لو۔

آج وہ کونسی جگہ، کونسا ملک اور خاص خطہ زمین ہے کہ جہاں پر "سید الشہداء" کی یاد میں چند آنسو نہ بہائے جاتے ہوں؟ اگر ایشیا میں حسینؑ کے نام پر سینہ کوبی کی جا رہی ہے تو یورپ میں بھی "حسینی مشن" کی نشر و اشاعت ہو رہی ہے اگر امریکہ میں حسینؑ کی "صف ماتم" بچھی ہوئی ہے تو آسٹریلیا بھی حسینؑ کے سوگواروں سے خالی نہیں غرضکہ آج "محسن عالم" حسینؑ کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا ہے آج دنیا کے چپے چپے میں حسینؑ کے تذکرہ خوان زندہ موجود ہیں۔

اے ہلال محرم! تو اسی شہید نینوا، تاجدار کربلا کی شہادت کی خبر سنا کہ ہر طرف غم و اندوہ کی لہر دوڑا دیتا ہے جبکہ عزاداری کے خلاف آج بھی "علم بغاوت" بلند ہے اور اخبارات کے کالم کے کالم سیاہ کئے جا رہے ہیں کہ نواسۂ رسولؐ کا غم منانا، اسکی یادگار قائم کرنا، قاتلانِ حسینؑ پر لعنت کرنا ناجائز ہے، بدعت ہے، حرام ہے۔ آج بھی ایسے محسن کش موجود ہیں جو حسینیت پر یزیدیت کو ترجیح دینا چاہتے ہیں اور وہ مبلغ ہو کر عزاداری نواسۂ رسولؐ کے خلاف صف آرائی کر رہے ہیں

لیکن انکے مٹانے میں "مجاہدین حسینی" ٹھیکیداران یزید کے تمام پروپیگنڈے کو خاک میں ملانے کے لیے حسینی تعلیم کو حقیقی معنوں میں اقوام عالم کے روبرو پیش کر رہے ہیں جن کو پڑھ کر یا سن کر ہزاروں بندگان الٰہی، شہید نینوا کے اعلےٰ کیرکٹر، روحانی قوت، صبر و جرات، بہادری اور صداقت کو دیکھ کر جوق در جوق سوگواران حسینؑ میں شامل ہوتے جاتے ہیں

اے ہلالِ محرم! تو سوگواران حسینؑ کو ہدایت کرتا ہے کہ "حسینی شہادت" کے حقیقی مفہوم کو اقوام عالم کے روبرو پیش کرو محض رو لینا ہی "حسینی مشن" کی نشر و اشاعت کے لئے کافی نہیں بلکہ حسینی کارناموں سے "درس عمل" حاصل کر کے حسینؑ کے سچے پیرو بنکر دنیا کے ان تمام "پست کیرکٹر" افراد کے مقابل سینہ سپر کر لو کہ جو حسینی تعلیم پر یزیدی کا سیاہ کارناموں کو ترجیح دینا چاہتے ہیں۔

اے عزاداران حسینؑ!

تم مجالس عزا کے کسی نظام کے ماتحت بجا لا کر اپنی جماعتیں منظم کر کے، مادی و روحانی ترقی حاصل کر کے اقوام عالم کے لئے دلیل راہ اور مشعل ہدایت بن جاؤ

قطعہ

دیکھتا رہتا ہے پیہم دم کمان و تیر کا
اور جوہر بھی عیاں ہونے لگا شمشیر کا

دیجے سر اسلام کے خاطر یہ کہتا ہی جہاں
بول بالا ہی رہا ہے عظمتِ شبیرؑ کا

(لاشک فیہ)

(آمدہ زندگی بلغ)

"مژدۂ دولت افزا"

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

باشندگان ہندوستان کو دولت سے مالا مال کر دینے کا نایاب اور کامیاب ترین فارمولا جسکے ذریعہ (۸) روپے (۵۰) نئے پیسے صرف ایک وقت خرچ فرما کر نو ہزار جیسی کثیر رقم بلا زحمت آپ یقینی حاصل فرما سکتے ہیں

یم۔ سی۔ اسکیم آپ کے لئے نئی نہیں ہے ۸۰۹ ماہ کے تجربے نے ہمیں اس بات سے پوری طرح مطمئن کر دیا کہ ستر فیصد حضرات نے اس اسکیم کے فوائد کو تسلیم کرنے کے باوجود اظہار پریشانی و مجبوری اس انداز میں ظاہر فرمایا کہ ممبرس کی فراہمی میں دشواری ہوتی ہے اور جو حضرات ممبرس فراہم کر بھی لیتے ہیں تو آگے چل کر بعض کاہل ممبرس کی وجہ سے سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے جسکے باعث پوری رقم ملنے کی صورت نہیں ہوتی

حقیقت یہ ہے کہ ان معقول وجوہات کے باوجود (۸) ماہ کی قلیل مدت میں ستر ہزار ممبرس کا شریک ہوتے ہوئے فائدہ اٹھانا ایک تعجب خیز بات ضرور ہے لیکن وہی ممبرس اسکیم ہذا سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے جو جستجو کرنے کا مادہ رکھتے تھے۔ گو عملی طور پر بہت کم حضرات انہیں نقصان اٹھانے مگر کامل تین ہزار روپے حاصل کرنے میں بہت کم تعداد کامیاب رہی۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اور اب پوری رقم کیسے یقینی مل سکے گی؟ اس کو سمجھنے تیار ہو جائیے جو ایک معمولی مگر بامعنی مثال کے ذریعہ ہم آپکو مطمئن کرتے ہیں

آپ نے بیاٹری تو دیکھی ہوگی۔ موٹر میں لگی ہوئی بیاٹری محتاج رہتا ہے "میگنٹ" کی یعنی تاوقتیکہ میگنٹ چالو رہ کر کرنٹ نہ دیتا رہے بیاٹری کی بقاء ممکن نہیں بالکل اسیطرح یہ اسکیم ایک بیاٹری ہے اور سرکیولیشن اسکا میگنٹ، جب تک سرکیولیشن چلتا رہے گا اسکیم قائم رہے گی چونکہ سرکیولیشن کا معاملہ یعنی میگنٹ اب تک پبلک کے ہاتھ میں تھا اسلئے ممبرس کو مکمل رقومات نہ مل سکیں اور ہماری بیاٹری کو نقصان پہنچتا رہا اب ہم اس

قطعہ

آج کوئی پھول بھی دیکھو تو گلشن میں نہیں || بوئے گل کچھ بھی سمن میں اور سوسن میں نہیں
کھا گیا ہے کون اس کو دیکھتے ہی دیکھتے || ایک دانہ آج گندم کا بھی خرمن میں نہیں

(آمد از [illegible])

وسیع تجربے کے بعد اپنی پارٹی کا ایجنٹ خود اپنے قبضہ میں رکھنے کا انتظام کر کے ایک ایسی نایاب پارٹی تیار کی ہے جو جاری ہوتی ہی رہے گی کبھی بھی ڈسچارج نہ ہو سکے گی۔ تفصیل ذیل میں درج کیجاتی ہے جسکے پڑھنے کے بعد آپ ہماری اس نایاب ایجاد کے متعلق نہ صرف حیران ہونگے بلکہ فوری ممبر بننے تیار ہو جائینگے

اسکیم ہذا میں آپ مبلغ (۸) روپے (۵۸) نئے پیسے دیکر جب ممبر بنجائیں تو خانہ نمبر (۱) میں آپکو مبلغ (۳) روپے ملینگے اور خانہ نمبر (۲) میں (۳۰) روپے۔ جیسے ہی آپ خانہ نمبر (۲) میں تشریف لائینگے فرم ہذا آپکی ممبرشپ کی شرکتی فیس آٹھ روپے ۸۵ نئے پیسے روک کر فارم اور بقیہ رقم (۲۱) روپے (۱۵) نئے پیسے بھیجدے گی آپ انکی صرف خانہ پری کر کے فوری فارم روانہ فرما دینگے۔ جب آپ خانہ نمبر (۳) میں تشریف لائینگے تو آپ کو مبلغ Rs 147-00 ملیں گے اور کمپنی آپکی رقم سے چھ ممبرس کی رقم مبلغ (۳۵) روپے (۴۰) نئے پیسے منہا کر کے باقی رقم مبلغ (۱۱۱) روپے (۶۰) نئے پیسے اور تین فارمس آپکی خدمت میں روانہ کئے جائینگے اور آپ اپنے بال بچوں متعلقین واحباب میں سے کسی کا بھی نام لکھ کر روانہ کرنے میں آزاد رہینگے جسوقت آپ خانہ نمبر (۴) میں پہنچیں گے تو آپکو مبلغ (۸۲۰) روپے رقم ملے گی اب ہم آپ سے تین ممبرس کی فیس (۲۶) روپے (۵۵) نئے پیسے منہا کر کے باقی رقم (۷۹۳) روپے (۴۵) نئے پیسے اور تین ممبرشپ فارمس آپکی خدمت میں بھیجینگے جن کی آپ صرف خانہ پری کر کے روانہ فرمائینگے

دیکھا آپ نے! صرف ایک مرتبہ صرف آٹھ روپے (۵۸) نئے پیسے جیب سے خرچ کرنے کے بعد اس کا منافع آپکو کہاں سے کہاں پہنچا دیا؟ اب نہ صرف آپ کو ایکہزار جیسی کثیر رقم مل گئی بلکہ آپکے آٹھ شخص بلا کسی زحمت کے گھر بیٹھے (۹) ہزار روپیوں کی صورت پیدا کر دیتے اور کمپنی نے اپنی پارٹی کے چارجنگ کا بندوبست اپنے قابو میں رکھ کر کس حد تک آٹو میٹک سرکیولیشن قائم کر لیا یعنی ایک ممبر خارج ہوگا تو (۸) شاخیں چھوڑتا ہوا نہ صرف اپنے کنبہ کو فائدہ پہنچائیگا بلکہ دلیس کی سیوا کرنے والی فرم کے لئے بھی مستقل سرکیولیشن قائم رکھنے کا ذریعہ بنیگا چنانچہ یہ سرکیولیشن آٹو میٹک طریقہ پر کئی ہزار کی ممبرشپ تک پہنچ جائیگا اور فراہمی ممبر کی دشواری کا کوئی سوال ہی باقی نہ رہیگا!

جسطرح انسان، حیوان، نباتات وغیرہ اس دنیا میں اپنے بیج سے ایک سے کئی شاخیں چھوڑتے ہوئے گذر جانے میں بالکل اسیطرح آپ بھی اپنی ایک ہنس آٹھ پھلتی پھولتی ہوئی شاخیں چھوڑتے ہوئے آگے بڑھیں گے اور ظاہر ہے کہ یہ سلسلہ قائم رہیگا کبھی بھی ٹوٹنے نہ پائیگا چونکہ ہم نے ایجنٹ کو پبلک کے قبضہ سے اپنے قبضہ میں لے کر آٹو میٹک سرکیولیشن سسٹم قائم کر دیا ہے اسلئے اسکے ٹوٹ جانے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا اور ظاہر ہے کہ اس سلسلہ کا جہاں بندوبست ہوگیا وہاں یہ ممبر اور اسکی تاریخ کے ممبرس کو یکمشت رقم پہنچنا لازمی اور ضروری ہے

پس ایسی منفعت بخش اور لازوال اسکیم میں آج ہی شریک ہو کر نہ صرف خود فائدہ اٹھائیے بلکہ آینوالی نسل و متعلقین کے لئے خوشحال زندگی کے مواقع بھی فراہم کیجئے ؎

ہیں یہ زندگانی کے بانسری کا قریب دو
جیو تو ایسے جیو دوسروں کو جینے دو

ممبر باسط علی خاں
مصنف "دکھی کسان" و پروپرائٹر ایم سی سی
گلزار حوض - حیدرآباد دکن

قطعہ

رنگ دکھلاتا ہے کیا کیا یہ گل تر اپنا ||| جلوہ کرتا ہے عیاں لالۂ احمر اپنا
آج اوراق صحیفہ کو یہ کہتا ہے قلم ||| لمس کرتا ہی رہا دست مطہر اپنا

(آمدہ از نذری باغ)

ریفیوجیوں کا مسئلہ اور برطانیہ

از قلم :۔ آرتھر۔ بُش!

(۱)

اس وقت برطانیہ میں ہر دو سو اسّی میں سے ایک شخص اپنی زندگی میں کسی وقت ریفیوجی رہ چکا ہے۔ ۱۹۴۵ء سے لے کر اب تک برطانیہ نے تقریباً ۲½ لاکھ ریفیوجیوں کو پناہ دی ہے۔ ان میں سے بہت بڑی تعداد مشرقی یورپ کے ملکوں سے آئی ہے۔ دنیا کے ممالک جو ریفیوجی سال منا رہے تھے وہ اب ختم ہو چکا ہے۔ برطانیہ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس سال کے دوران میں ریفیوجیوں کے لئے ۲۰ لاکھ پونڈ جمع کریگا "عالمی ریفیوجی سال" برطانیہ سے شروع ہوا۔ بعد میں ۷۰ سے زائد ممالک ریفیوجیوں کے دکھ درد دور کرنے کی اس مہم میں شامل ہو گئے تھے۔ ۱۹۵۸ء کے موسم بہار کی بات ہے کہ ایک غیر معروف سہ ماہی رسالہ "کراس بو" میں تین نوجوان سیاست دانوں کا ایک مضمون چھپا تھا جس میں سمندر پار کے ریفیوجیوں کی حالت زار پر بھرپور روشنی ڈالی گئی تھی۔ اور یہ اپیل کی گئی تھی کہ ان مصیبت زدہ لوگوں کو منظم امداد ملنی چاہیئے۔ اس مضمون نے عالمی ریفیوجی سال منانے کے تصور کو جنم دیا۔ اقوام متحدہ نے اس کی حمایت کی۔ اور اس طرح ۷۰ ملکوں اور ۱۳ دیگر علاقوں نے اسے اپنا لیا۔ برطانیہ میں عالمی ریفیوجی سال کا افتتاح یکم جون ۱۹۵۹ء کو لندن کے لارڈ میئر نے کیا تھا۔ اس موقع پر وزیر اعظم میکملن نے وعدہ کیا تھا کہ حکومت ریفیوجیوں کے فنڈ میں ۲ لاکھ پونڈ دے گی۔ انہوں نے کہا کہ "ہم اطمینان قلب کے ساتھ اس مسئلہ سے منہ نہیں موڑ سکتے۔ نظریں بچا کر سڑک کے دوسری کنارے سے ہم نہیں گذر سکتے۔ یہ بدنصیب لوگ اپنا گھر بار، روزگار سب کچھ کھو چکے ہیں۔ ہم یہ نہیں دیکھ سکتے کہ وہ غیر معین عرصہ تک بربادیوں اور مصیبتوں کی گود میں زندگی کی سانس لیتے رہیں۔" دوسرے ملکوں میں ریفیوجیوں کو امداد دینے کے علاوہ برطانیہ میں مزید ریفیوجیوں کو پناہ دینے کے منصوبے مرتب کئے گئے لیبر پارٹی کے لیڈر مسٹر گیٹسکل نے کہا تھا "ریفیوجیوں کو پناہ دے کر برطانیہ کو کبھی پشیمان نہیں ہونا پڑا۔ انہوں نے ہماری زندگی، ہمارے فن و ادب اور سائنس کو مالا مال کیا ہے۔" برطانیہ میں عالمی ریفیوجی سال نے شروع ہی سے ایک جہاد کی صورت اختیار کر لی تھی۔ اس نے ساری قوم کو بے حد متاثر کیا۔ بلکہ ملکۂ معظمہ دوئم اس جدوجہد کی سرپرست تھیں۔ اور ڈیوک آف ایڈنبرا نے اپیل جاری کی۔ جس کی فلم ملک بھر کے سینما گھروں میں دکھائی گئی۔ فیلڈ مارشل مانٹگمری اور لیڈی چرچل نے ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر چندہ کے لئے اپیل کی۔ چندہ جمع کرنے کے لئے گیارہ سو سے زائد رضا کارانہ کمیٹیاں قائم کی گئی تھیں۔ اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے ریفیوجی مسئلہ کے تمام گوشوں کی خوب پبلسٹی کی۔ مصنفین اور فوٹوگرافروں کی ایک جماعت ریفیوجیوں کے حالات جاننے کے لئے مشرق وسطیٰ گئی تھی۔ برطانوی عوام نے جس طریقے سے اپیل کی حمایت کی اس کی نظیر نہیں ملتی اسکولوں کے بچوں، مزدوروں، طلبا، گھر گرہستنوں، یونیورسٹی پروفیسروں سب نے چندہ دیا اور چندہ جمع بھی کیا۔ نتیجہ یہ کہ ۲۰ لاکھ پونڈ جمع کرنے کا نشانہ بہت جلد پورا ہو گیا۔ اور ریفیوجی سال کے اختتام تک ۸۰ لاکھ پونڈ جمع ہو گئے۔ ۱۳ مئی کو برطانوی وزیر اعظم نے اعلان کیا تھا کہ حکومت ۲ لاکھ پونڈ کی بجائے ۴ لاکھ پونڈ کا چندہ

قطعہ

این چہ اوراقِ مطہر کہ بہ مس رانہ دہم	فوقیت بر ہمہ پروانہ بکس رانہ دہم
فرق او فتاد چہ گویم بہ میان ہر دو	رونقِ باغِ ارم بین تو کہ خس رانہ دہم

(آمدہ از نذر کا باغ)

دے گی۔ اور انہوں نے اپنی اِس امید کا اظہار کیا کہ کوئی سو ریفیوجی اور ان کے خاندان برطانیہ میں آباد ہو سکیں گے۔ ایک ہزار مزید ریفیوجیوں کو برطانیہ میں بسانے کے انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک برطانوی ٹیم یورپ گئی ہوئی ہے۔ ریفیوجی مسئلہ ہے تو بہت کٹھن اور اسے حل کرنے میں وقت لگے گا۔ لیکن دو سال قبل چند برطانوی نوجوانوں نے جس تصور کو جنم دیا تھا اس نے ریفیوجیوں کو ایک نئی آس، ایک نئی امید عطا کی ہے۔

لندن میں لوکمانیہ تلک کا میموریل

اطلاع موصول ہوئی ہے کہ بال گنگا دھر تلک نے ۱۹۱۸ - ۱۹۱۹ء میں لندن کے جس مکان میں قیام کیا تھا اسے اب ایک میموریل کی شکل دی جا رہی ہے۔ یہ مکان جو ٹیلیباٹ روڈ پر واقع ہے۔ لوکمانیہ تلک میموریل ٹرسٹ نے اس چندہ سے خرید لیا ہے جو برطانیہ اور ہندوستان میں جمع کیا گیا تھا۔ اس کے پندرہ کمرے ہیں۔ اور یہ آج سے ۱۱۰ سال قبل تعمیر ہوا تھا۔ تجویز یہ ہے کہ یہاں ایک ہوسٹل اور ہندوستانی موضوعات سے متعلق ایک مستند لائبریری قائم کی جائے۔ ٹرسٹ یونیورسٹی طلبا کو وظائف بھی دیا کرے گا۔ یہ میموریل ہندوستانی مصنف ڈی۔ وی تہمنکر کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے ٹرسٹ کے فنڈ کیلئے کئی ماہ تک ہندوستان کا دورہ کیا تھا۔ صدر راجندر پرشاد، مسٹر جے۔ پرکاش نرائن، مسٹر وائی۔ بی۔ چوہان اور کئی دیگر ممتاز شخصیتوں نے ان کو مدد دی تھی۔ برطانیہ میں مسٹر فینر براک وے ایم۔ پی، مسٹر ولیم براؤن ایم۔ پی۔ ڈی۔ آر گرین فل اور انسٹی ٹیوٹ پر مشتمل ٹرسٹ کمیٹی نے مکان کی خرید کا انتظام کیا تھا۔

برطانیہ کی جوٹ انڈسٹری کی شاندار ترقی

پیداوار میں بہت بڑا اضافہ!

ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ حالیہ برسوں میں برطانیہ کی جوٹ انڈسٹری نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ گذشتہ دس برسوں کے دوران کاتنے کے میدان میں فی کس پیداوار میں ۱۶ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔ کاتنے کی صرف ۳ فیصدی مشنری پرانی ہے۔ باقی تمام مشنری نئی ہے۔ کاتنے، بننے اور فنشنگ (تکمیلی عمل) میں مجموعی طور پر ۴۰ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔ صرف ڈنڈی کی فیکٹریوں میں جو نئی مشنری نصب کی گئی ہے اس کی قیمت ۲۰،۸۰۰،۰۰۰ پونڈ ہے علاوہ ازیں عمارتوں پر ۲،۲۰۰،۰۰۰ پونڈ صرف کئے گئے ہیں۔ برطانیہ کی جوٹ انڈسٹری میں تقریباً ۱۴،۰۰۰ لوگ کام کر رہے ہیں۔

پنجاب کے سرجن ڈاکٹر وریام سنگھ برطانیہ میں

کولمبو پلان کے تحت تربیت

ایک اطلاع مظہر ہے کہ میڈیکل کالج امرتسر کے اسسٹنٹ پروفیسر (سرجری) اور وکٹوریہ جوبلی ہسپتال امرتسر کے صلاح کار سرجن ڈاکٹر وریام سنگھ ان دنوں برطانیہ میں کولمبو پلان کے وظیفہ پر دو سال کا ایک کورس کر رہے ہیں۔ برطانیہ میں آئے اُن کو تقریباً تین ہفتے ہوئے ہیں۔ ان کے بعض سابق طلبا بھی برطانیہ میں پوسٹ گریجویٹ کورس یا ریسرچ کر رہے ہیں۔ اپنے ایک بیان میں ڈاکٹر وریام سنگھ نے بتایا ہے کہ پچھلے دنوں اپنے چند طلبا سے میری ملاقات ہے اور امید ہے کہ مزید طلبا سے ملنے کا مجھے موقع ملے گا۔

سی ٹائیلر وڈ

ہندوستان اور امریکہ میں اقتصادی اشتراکِ کار

۱۵ر جون کو ہند۔امریکی اقتصادی تعاون کے پروگرام کا دسواں سال شروع ہو رہا ہے۔ اس مضمون میں جو نئی دلّی میں امریکی سفارت خانے کے منسٹر برائے اقتصادی امور و ڈائریکٹر ٹیکنیکل کواپریشن مشن سی۔ ٹائیلر وڈ نے لکھا ہے، امریکہ کے اس تعاون پر روشنی ڈالی گئی ہے، جو وہ ہندوستان کی تعمیرِ نو میں دیتا آیا ہے

۱۵ر جون ۱۹۵۱ء کو امریکی کانگریس نے "انڈیا ایمرجنسی فوڈ ایڈ ایکٹ" (ہندوستان کو ہنگامی فوراً امداد دینے کا قانون) منظور کیا۔ اس قانون کی اہمیت محض اس حقیقت میں پنہاں نہیں تھی کہ یہ انسانی ہمدردی اور انسان دوستی کا اقدام تھا۔ بلکہ اُسے اس لئے بھی اہمیت حاصل تھی کہ اس سے ہندوستان کی اقتصادی ترقی میں امریکی امدادی پروگرام کا آغاز بھی ہوا۔ (اس قانون کے تحت ہندوستان کو کوئی بیس لاکھ ٹن گیہوں جس کی قیمت ۹۰ کروڑ روپے (۱۹ کروڑ ڈالر) تھی بھیجا گیا تاکہ قحط کے خطرے کو دور کیا جا سکے۔

چنانچہ اب ہم دنیا کی دو سب سے بڑی جمہوریتوں کے اقتصادی تعاون کے دسویں برس میں قدم رکھنے لگے ہیں۔ امریکہ کی طرف سے ہندوستان کو مجموعی طور پر جو امداد دی گئی ہے وہ ۱ء۳ ارب ڈالر (۱۶ ارب ۶۶ کروڑ روپے) کے قریب ہے۔ اس میں ۵ سو کروڑ روپے کی گرانٹ اور ۹۳۰ کروڑ روپے کا قرضہ شامل ہے جو ہندوستانی روپے میں واپس کیا جائے گا۔ امریکہ کی کل امداد کا قریباً دسواں حصہ ہی ڈالروں کی صورت میں واپس ادا کرنا ہوگا۔ ہندوستانی سکے میں قرضے کی ادائیگی سے اس کے زرمبادلہ کی آمدنی یا ہندوستانی مال کی فروخت سے ہونے والی آمدنی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اور اس طرح ہندوستان کے نجی وسائل سے امریکی منڈیوں سے جو آمدنی ہوگی اس سے قرضے کی وصولی نہیں کی جائے گی۔ یعنی ہندوستان کے زرمبادلہ کی آمدنی محفوظ رہے گی۔ لیکن اعداد و شمار ایک خشک سا موضوع ہیں۔ اور ان سے وہ امداد واضح نہیں ہوتی جو ہندوستان اور امریکہ کا باہمی تعاون ہندوستان کے لوگوں کی خوشحالی اور بہبودی کے کام میں دے رہا ہے۔ ہند۔امریکی اشتراکِ کار کوئی یکطرفہ اقدام نہیں۔ جہاں تک امریکہ کا تعلق ہے اس نے بھی اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔ کیونکہ ہم نے تاریخ سے یہ تجربہ حاصل کیا ہے کہ ہماری خوشحالی باقی دنیا کی خوشحالی کے ساتھ وابستہ ہے جیسا کہ وزیرِاعظم نہرو نے ایک دفعہ کہا تھا "خوشحالی ناقابلِ تقسیم ہے۔" دنیا اب اس قدر مختصر اور چھوٹی ہو گئی ہے کہ اب یہ ممکن نہیں کہ اس کا ایک حصہ تو افلاس اور مصیبت میں مبتلا رہے اور دوسرا حصہ خوشحال ہوتا جائے۔ زیادہ فارغ البال ہندوستان امریکی تجارت میں زیادہ اہم کردار ادا کرے گا۔ جس سے دونوں ملکوں کو فائدہ پہنچے گا۔ ہندوستان کی قدیم ثقافت ان فلسفیانہ خیالات کا وسیلہ رہی ہے جن سے امریکی نسلیں مالا مال ہو رہی ہیں۔ پچھلی صدی میں امریکی کسانوں کی ایک ٹولی ہندوستان آئی تاکہ یہاں کے کسانوں سے آبپاشی کے وہ طریقے سیکھے جو یہاں زمانۂ قبل از تاریخ سے رائج ہیں۔ آج امریکہ اس حالت میں ہے کہ اپنی ٹیکنیکل معلومات میں ہندوستان کو شریک بنا سکے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ ہندوستان میں جمہوری نظامِ حکومت کی کامیابی نے امریکی لوگوں کو اس کا مدّاح بنا دیا ہے۔ اس لئے بھی یہ ایک قدرتی بات ہے کہ وہ اس عظیم ملک کے لوگوں کا مددگار

قطعہ

خودگرفتہ دلِ ناشاد پریشانی را — ناخدا باد تو و کشتیٔ طوفانی را
من ندانم کہ گفت است بنا کرد غزل — نقش بہزاد بجز دہ قلمِ مانی را

کے لئے ہاتھ بڑھائیں۔ جو نوع انسانی کے مشترک دشمن یعنی افلاس اور بیماریوں کے خلاف مصروف کار ہیں۔

باہمی اشتراک کار کی مفید مثال!

میں یہاں باہمی اشتراک عمل کے سلسلے میں ملیریا کے انسدادی پروگرام کی مثال پیش کروں گا جس کے نتیجے سے عام آدمی کی زندگی میں نمایاں بہتری آئی ہے۔ ملیریا ہمیشہ سے ہندوستان کے لئے بدترین وبا اور آزار کا باعث تصور ہوتا آیا ہے۔ سات برس قبل اندازہ لگایا گیا تھا کہ ۷ کروڑ ہندوستانی ہر برس ملیریا میں مبتلا ہوتے تھے (یعنی کل آبادی کا پانچواں حصہ) اور ہر سال اس بیماری سے ۸ لاکھ موتیں ہوتی تھیں۔ سنہ ۱۹۵۳ء میں ہندوستان کی حکومت نے ملیریائی علاقوں میں مچھر مار دوا ڈی ڈی ٹی چھڑکنے کا پروگرام شروع کیا۔ امریکہ کو اس وبائی مرض کے انسداد میں شرکت کرنے میں مسرت ہوئی۔ اور اب تک اس نے اس انسدادی پروگرام میں ۲۷ کروڑ روپے سے زیادہ امداد دی ہے۔ امریکہ نے کئی ہزار ٹن ڈی ڈی ٹی، لیبارٹریوں کا سامان اور ملیریا کش دوائیاں مہیا کی ہیں۔ اور کئی امریکی ماہرین ہندوستان نیشنل انسٹیٹیوٹ کے مشیروں کے طور پر کام کرتے رہے ہیں۔ اس مہم کی کامیابی کا ثبوت اس نمایاں کمی سے ملتا ہے جو اس میں واقع ہوئی ہے۔ پچھلے برس تخمینہ لگایا گیا تھا کہ صرف ۴۰ لاکھ اشخاص (یعنی سنہ ۱۹۵۳ء کے اعداد و شمار کے مقابلے میں صرف بیسواں حصہ) ملیریا میں مبتلا ہوئے۔ سنہ ۱۹۵۹ء میں ملیریا سے جو موتیں ہوئیں وہ ۷ برس پہلے کی اموات کا اٹھارواں حصہ تھیں۔ جیسے بتایا گیا ہے کہ ایک مرحلہ پر دہلی میں ملیریا کا بہت زور تھا لیکن ملیریا کی انسدادی مہم اتنی کامیاب رہی ہے کہ سنہ ۱۹۵۹ء میں کل ۸۸۱۸۱ اموات میں سے صرف آٹھ اموات ملیریا کی وجہ سے ہوئیں۔

بجلی کے کارخانوں کی امداد!

ایک اور شعبہ جس میں امریکہ اہم حصہ لے رہا ہے، بجلی پیدا کرنے کی سہولتوں اور کارخانوں کے قیام سے تعلق رکھتا ہے۔ جدید دنیا میں برقی قوت کی فی کس کھپت ہی کسی ملک کی خوشحالی کی مظہر ہے۔ چنانچہ اقتصادی ترقی کی اسکیم میں برقی قوت کی بنیادی اہمیت محسوس کرتے ہوئے ہی حکومت ہند کے پلاننگ کمیشن نے اپنے پانسالہ پلانوں میں بجلی پیدا کرنے کے منصوبوں کو کلیدی مقام دیا ہے اور پچھلے دہے میں بجلی کی پیداوار میں تقریباً تین گنا اضافہ کیا ہے

دریائی بندھوں کی امداد!

امریکہ نے متعدد دریائی بندھوں کے لئے بھی مالی امداد دی ہے جن میں رہند، ہیراکڈ، چمبل، دامودر، ناگ ارجن ساگر، کوئنا، بھدرا، تنگ بھدرا، کنڈا اور شراوتی کے دریائی بندھ شامل ہیں۔ ان منصوبوں کے لئے امریکی قرضوں اور گرانٹوں کی کل رقم ۱۲۰ کروڑ روپے بنتی ہے۔ دوسرے پانسالہ پلان کے دوران میں ہندوستان آبپاشی اور بجلی کے ترقیاتی منصوبوں کے لئے ۹ ارب روپے خرچ کر رہا ہے اور امریکی امداد صرف آٹھویں حصے کے برابر ہے۔ بہر حال رہند منصوبے کی صورت میں امریکہ کل لاگت کا تقریباً ۴۰ فیصد حصہ دے رہا ہے۔ واضح رہے کہ اس منصوبے کے تحت ۲½ لاکھ کلوواٹ بجلی پیدا ہوگی اور اس بندھ میں ۳۶ لاکھ ایکڑ فٹ پانی کا ذخیرہ ہوگا جو بھاکڑہ کے ذخیرہ سے بھی بڑا ہوگا۔ ادھر میسور میں شراوتی دریائی بندھ میں بجلی کے منصوبے کی امداد کے سلسلے میں بھاری امریکی مالی امداد دی جا رہی ہے امریکہ کے ترقیاتی قرضہ فنڈ (ڈی۔ ایل۔ ایف) کی طرف سے ۴۸ لاکھ ڈالر (۲۳ کروڑ روپے) کا قرضہ دیا گیا ہے جس سے شراوتی میں ۸۹ ہزار کلوواٹ کے پہلے دو جنریٹروں کے لئے ضروری

قطعہ

نگر تو این کہ ہر وعدہ چو کردم من وفا کردم
برائے قلب ہر مقصد کہ او را مدعا کردم
بہ پیش قبلہ و کعبہ چہ گویم روز و شب عثمان
ز بہر عافیت در ہر دو عالم من دعا کردم

(آمدہ از نذر طباع)

سامان خریدا جائے گا۔ امریکی پبلک لاء ۴۸۰ کے تحت ہندوستان کو فراہم کی گئی زرعی پیداوار کی فروخت سے جو آمدنی ہوئی ہے اس میں سے تقریباً ۱۰ کروڑ روپے کا قرضہ اس منصوبے کے لئے دیا گیا ہے۔ انجام کار شراوتی ندی پر بجلی پیدا کرنے کے دس جنریٹر لگائے جائیں گے جن سے تقریباً ۱۰ لاکھ کلوواٹ بجلی مہیا ہو گی۔ حالیہ مہینوں میں امریکہ نے دو بجلی گھروں کے مکمل اخراجات دینے کی ذمہ داری لی ہے۔ چنانچہ دامودر ویلی میں چندر پور تھرمل پاور اسٹیشن جس پر ۳۵ کروڑ روپے کی لاگت آئے گی اور جو ۴ لاکھ کلوواٹ بجلی مہیا کرے گا کلیتاً امریکی ترقیاتی قرضہ فنڈ سے ملنے والے قرضہ سے تعمیر ہو گا۔ (امریکی ترقیاتی قرضہ فنڈ کی طرف سے ہندوستان کو اب تک ۴۴ کروڑ ڈالر سے زیادہ قرضہ دیا جا چکا ہے) بارونی (بہار) کے چھوٹے سے برقی منصوبے کے لئے بھی ساری رقم امریکہ نے دی ہے۔ اس کارخانے میں ۳۰ ہزار کلوواٹ بجلی پیدا ہو گی۔ امریکی پبلک لاء ۴۸۰ کے تحت ابتک ہندوستان اور امریکہ کے درمیان پانچ معاہدے ہو چکے ہیں۔ جن کے تحت ۲ کرور ۰۰ لاکھ ٹن زرعی (۱۰۶۸ کروڑ روپے) گیہوں اور چاول دیا جا رہا ہے حکومت ہند کی طرف سے اناج کی قیمت امریکہ کو ادا کئے جانے کے بعد یہ رقم ہندوستان ہی میں ایک [illegible] بینک اکاؤنٹ میں جمع کی جاتی ہے اور بعد میں ہندوستان اور امریکی افسر آپس میں بات چیت کر کے فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ رقم کس طرح استعمال کی جائے گی۔ مذکورہ بالا برقی منصوبوں کے علاوہ اور بہت سے دوسرے ترقیاتی کاموں کے لئے ہندوستانی کرنسی یعنی روپے کی صورت میں امداد کے علاوہ دو اعلیٰ تعلیمی اداروں کو امریکی پبلک لاء ۴۸۰ کے تحت بڑی بڑی گرانٹیں دی گئی ہیں۔ ان میں یوپی ایگریکلچرل یونیورسٹی اور انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کانپور شامل ہیں۔ صنعتی سرگرمیوں کی مالی امداد کرنے والے تین اداروں کو بھی ۴۷ کروڑ روپے کا قرضہ دیا گیا ہے۔ ان اداروں میں ری فائننس کارپوریشن۔ دی انڈسٹریل کریڈٹ اینڈ انویسٹمنٹ کارپوریشن آف انڈیا اور انڈسٹریل فائننس کارپوریشن شامل ہیں۔ مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے امریکی ٹیکنیکل ماہرین بھی ہندوستانیوں کو مختلف قسم کی تربیت دے رہے ہیں ہندوستان میں بجلی کی دُہری لائن کی ضرورت ہے کیونکہ اگر ایک لائن خراب ہو جائے تو اس کی مرمت کی وجہ سے بجلی کی رَو بند کرنی پڑتی ہے جس سے کارخانوں اور دوسرے کاموں کے لئے بجلی مہیا نہیں ہوتی اور کاروبار میں نقصان ہوتا ہے۔ اس لئے اب دُہری لائن لگانا ضروری ہے۔ تاکہ برقی رَو مسلسل طور پر جاری رہا کرے اور کارخانوں اور دوسرے کاروباری اداروں پر اثر نہ پڑے۔ اس سلسلے میں برقی رَو سے تحفظ کے انتظامات بھی ضروری ہیں۔ چنانچہ امریکی ٹیکنیکل کوآپریشن مشن کے اہتمام میں گنگوال (پنجاب) اور بنگلور (میسور) میں برقی تربیتی ادارے کھولے گئے ہیں۔ اور ان کے لئے ضروری سامان بھی مہیا کیا گیا ہے۔ ان اداروں میں عملے کو دُہری برقی لائن چلانے اور برقی رَو والی تاروں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے طریقے سکھلائے جاتے ہیں۔ اگرچہ اس منصوبے کے لئے ٹی سی۔ ایم کی طرف سے ۲۰ لاکھ روپے سے بھی کم کی امداد دی گئی ہے تاہم ہندوستانیوں کو جو نیا طریقہ سکھایا جا رہا ہے اس سے ہندوستان کو کروڑوں روپے کی بچت ہو گی۔ اقتصادی ترقی کیلئے بیرونی مالی امداد اور ماہرین کے مشورے اور مہارت اگرچہ ضروری عناصر ہیں تاہم اس سے بھی زیادہ اہم انجام کار وہ

قطعہ

کاش دائم بہ دلہا چہ تمنا باشد ‖ بہر امراضِ کہن دستِ مسیحا باشد
ہمہ بادِ صبا گفت عروسانِ چمن ‖ در ہمہ موسم گُل لالۂ حمرا باشد



انعام

خلیل الرحمن ایم۔اے

مقصود چادر گھاٹ ہائی اسکول میں نویں جماعت میں پڑھتا ہے اور اسکی چھوٹی بہن شاہدہ چھٹی جماعت میں پڑھتی ہے مقصود کو شاہدہ بہت پیاری ہے اور شاہدہ کو مقصود سے بہت محبت ہے۔ جب مقصود اسکول سے آتا ہے تو شاہدہ کا انتظار کرتا ہے اگرچہ دونوں کے اسکول کی چھٹی ایک ہی وقت ہوتی ہے لیکن مقصود سیکل پر سوار ہوکر جھٹ گھر آجاتا ہے مگر شاہدہ کو لڑکیوں کی بس سے آنے کے لئے اپنی باری کا انتظار کرنا پڑتا ہے اسلئے وہ مقصود کے بعد گھر پہنچتی ہے مقصود اور وہ دونوں ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔ آج یوں تو اسکول میں چھٹی تھی مگر شاہدہ کے اسکول میں انعامات تقسیم ہونے کا دن تھا اسکو یقین تھا کہ اسے بھی اول درجہ آنے کا انعام ملیگا اسلئے اسنے اپنی سب سے اچھی شلوار اور قمیص پہنی اور مقصود سے کہا۔ بھو بھیا! ہم کامیابی کا انعام لینے جارہے ہیں مقصود نے پوچھا کہاں؟ شاہدہ نے جواب دیا ہمارے اسکول میں آج محکمۂ تعلیم کی انسپکٹریس صاحبہ آئینگی اور انعامات بانٹیں گی۔ مقصود نے کہا کیا تمھیں اچھے اور خوبصورت کپڑے پہننے کا انعام ملےگا؟ شاہدہ بولی نہیں اکوئی میں یہ کپڑے اسلئے تھوڑے پہن رہی ہوں؟ ... وہ لڑکیاں کیسی کیا جو سب میں بھنڈی اور نکمی ہوتی

زرین اقوال

بعض مضامین خاص نوعیت کے شیراز میں طبع ہوتے ہیں

(سرکار حق آگاہ)

ہیں۔ ایسی لڑکیوں سے جب اسکول کا کام ٹھیک نہیں ہوتا تو وہ استانی اور دوسری لڑکیوں پر رعب جمانے کے لئے خوبصورت اور قیمتی کپڑے پہن کر آتی ہیں مقصود نے کہا اچھا جاؤ۔ میں بھی تمھیں ایک انعام دونگا۔ شاہدہ اپنے بھائی سے سلامتی کی دعا لے کر بس میں بیٹھ کر اسکول پہنچی۔ یہاں اسنے دیکھا کہ ہر ایک لڑکی خوبصورت اور چمکیلے کپڑے پہن کر آئی ہے، انوری اور کلثوم جو غریب ہیں حتی الامکان صاف ستھرے کپڑے پہن کر آئی ہیں مقررہ وقت کے ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد انسپکٹریس صاحبہ آئیں وہ بات چیت کرنے میں تو بالکل شاہدہ کی امی کیطرح تھیں مگر سینڈل، کپڑے، رنگ اور خوشبو میں سب بازی لے گئی تھیں! معزز مہمان کے انکی مخصوص نشست پر بیٹھنے کے بعد اسکول کی دوسری مہمان خواتین ایک طرف بیٹھ گئیں اور استانیاں اور لڑکیاں دوسری طرف۔ لڑکیوں میں سب سے زیادہ چمکیلے اور بال بنائے ہوئے لڑکیاں جھٹ سے ٹھونگا مارکر سب لڑکیوں سے آگے جا بیٹھیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سارا انعام انہی کو ملے گا۔ صفیہ، انوری کیا تھی تیسری لائن میں بیٹھ گئی۔ جب انعامات تقسیم ہوئے تو اگلی لائن کی کسی ایک لڑکی کو بھی انعام نہیں ملا! بس وہ تالیاں بجاتی اور اپنے کپڑوں کو سنبھالتی رہیں اور ان ہی کو سنبھالتے یا ملتے (ہاتھ ملتے ہوئے نہیں!) گھر واپس چلی گئیں۔ جب شاہدہ گھر پہنچی تو اسنے مقصود کو اپنا انعام دکھایا۔ انعام کیا تھا ایک عدد لپ اسٹک سیشی، ایک پاؤڈر کا ڈبہ اور ایک عدد ناخنوں کے پالش کی چھوٹی سی شیشی!!

مقصود نے یہ انعام دیکھکر شاہدہ کو گلاب کا ایک تازہ پھول دیا جسکو تھوڑی دیر پہلے قریب کے باغ سے چھینٹا لایا تھا لیکن وہ شاہدہ کی انعام کی چیزوں کے بارے میں سوچ رہا تھا یہ ان اسکولوں میں آجکل کونسی وبا پھیل گئی ہے جو اس قسم کی بیہودہ چیزیں، انعام میں دی جانے لگی ہیں۔! لپ اسٹک، پاؤڈر کا ڈبہ، ناخنوں کا پالش۔ بس۔!!" ابھی وہ اسی الجھن میں تھا کہ شاہدہ نے اسکول کی باتیں کرنا شروع کردیں۔ مقصود نے اس سے پوچھا تم ان چیزوں کا کیا کروگی؟ شاہدہ ... فضول

سی چیزیں ہیں بھیّا! ہم یہ بیکار چیزیں نہیں رکھنا چاہتے آپ ان کو باہر پھنکوادیں، مقصود یہ سن کر دل ہی دل میں شاہدہ کی سادگی سے بڑا خوش ہوا اور شاہدہ سے بولا میں تمھیں ایک عمدہ فونٹن پن اور خوبصورت چمڑے کی جلد کی بنی ہوئی نوٹ بک دوں گا (اسے صرف انعام ہی نہیں دیا بلکہ استعمال بھی بتایا) اسنے کہا، شاہدہ! تم اس فونٹن پن سے بھلی اور اچھی اچھی باتیں لکھنا اور روزانہ جو کچھ تم نے کیا ہو وہ اس نوٹ بک میں لکھ لیا کرنا۔ شاہدہ لیئے عزیز بھائی سے یہ "انعام" پاکر واقعی بہت خوش ہوئی

ایک خط!

حضرت مجذوب حیدرآبادی زاد فضائلکم

السلام علیکم!

والاجناب!

حقیقت یہ ہے کہ جناب کے روحانی مکاشفات کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے میں روحانیت کا قائل ہوں مگر آپکے انکشافات جو شیراز ہفتہ وار میں شائع ہوتے ہیں نہ صرف مجھ کو بلکہ ہر حقیقت پسند انسان کو ان کا قائل ہونا ہی پڑے گا۔ یہ اپنی اپنی وسعت نظر پر منحصر ہے کہ جناب کے ارشادات سے خاطر خواہ مستفید ہوں یا نہوں۔ میں آپکے انکشافات میں راستی اور حقیقت کے سوا کچھ نہیں دیکھتا یا دوسرے الفاظ میں یوں کہوں (اگر آپ خوشامد نہ سمجھیں) کہ آپ دور حاضرہ سے جہاد فی سبیل اللہ کر رہے ہیں گو کہ آپنے دامن انکشافات میں فرصداقت ثبت کردی ہے مگر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جناب کے انکشافات مفید عام ہونے کے علاوہ برمحل صحیح اور خالی از دلچسپی نہیں سط

بچہ مجرم کسطرح بنتا ہے؟

اگر والدین اپنے بچہ کو مجرم بنانا چاہتے ہیں تو ذیل کے طریقہ پر عمل کریں

(۱) بچہ گالیاں دے تو ہنس کر ٹال دیجئے اس سے بچہ کی ہمت افزائی ہوگی وہ ایسی گالیاں سیکھ جائیگا جنکو سن کر دوسرے ہی نہیں آپ خود چکرا جائیں گے

(۲) بچہ کو مذہبی اور اخلاقی تعلیم بالکل نہ دیجئے بچہ بڑا ہوگا تو اچھے برے کی تمیز آجائے گی۔

(۳) بچہ کے سامنے برائی اور جرم، گناہ اور غلطی کے الفاظ منہ سے نہ نکالیئے ممکن ہے وہ یہ الفاظ سن کر برائی، جرم، گناہ اور غلطی کا احساس کرنے لگے، جب وہ چوری کے الزام میں پکڑا جائے گا تو خود سمجھ جائے گا کہ سماج اس کا مخالف ہوگیا ہے

(۴) بچہ اپنی چیزیں مثلاً کتابیں، کپڑے، جوتے، کھلونے وغیرہ اگر بکھیر دے تو آپ اسکو سلیقہ سے ایک جگہ رکھ دیا کیجئے اس سے بچہ میں اپنی تمام ذمہ داریاں دوسروں پر ڈال دینے کی عادت پیدا ہوگی

(۵) بچہ کو مت ٹوکیئے اسے جو چاہے کرنے دیجئے

(۶) بچہ کو اسکا جو جی چاہے پڑھنے دیجئے۔

(۷) بچہ کے سامنے اکثر لڑائی جھگڑا کرتے رہیئے

(۸) بچہ جب پیسے مانگے اور جتنے مانگے دیدیا کیجئے اور اسکو فضول خرچ اور آرام طلب بنا دیجئے۔

اگر

آپ بچوں کو مجرم بنانا نہیں چاہتے ہیں تو ان اصولوں کے بالکل الٹ عمل کیجئے

شیراز اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے

ایچ بی گارلینڈ

امریکہ کا عظیم افسانہ نویس۔ او ہنری

او۔ ہنری امریکہ کا انتہائی مقبول افسانہ نویس تھا۔ ۴۸ برس کی عمر ہی میں انتقال ہونے کے باوجود اس نے ڈھائی سو سے زیادہ افسانے لکھے اور اپنی حقیقت نگاری کی بدولت لافانی شہرت حاصل کی۔ اسے امریکہ میں "یانکی موپاساں" کے نام سے یاد کرتے تھے۔ ایک مصنف نے اسے خراج تحسین ادا کرتے ہوئے لکھا تھا کہ انگلستان کے پاس ڈکنز اور فرانس کے پاس وکٹر ہیوگو ہے تو امریکہ کے پاس او ہنری ہے۔

فروری سنہ ۱۹۰۴ء کی بات ہے نیویارک کے رسالہ کریٹک (   ) میں ایک تبصرہ چھپا جسے ایڈیٹر نے اپنے ناظرین کے لئے خاص دل چسپی اور تشفی کا موجب پایا۔ اس میں لکھا تھا کہ سال بھر سے بھی کم عرصہ گزرا کہ امریکہ کے مقبول عام رسالوں کے ناظرین بعض خیالی، عجیب وغریب اور بے تصنع افسانوں کے مطالعہ سے چونک اٹھتے اور ان سے بہت محظوظ ہوتے۔ یہ افسانے مغربی زندگی کا خاکہ پیش کرتے اور "او ہنری" کے نام سے شائع ہوتے ہیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے یہ "او ہنری" کون ہے؟ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بھی شخص اس مصنف کے اصلی نام سے واقف نہیں تھا۔ فوراً ہی مبہم اور پراسرار افواہیں پھیلنے لگیں اور اس کے نام کے متعلق جلد ہی اس طرح تجسس اور تلاش و تحقیق ہونے لگی جس طرح موت کے بعد کسی مصنف کے متعلق کی جاتی ہے۔ آخرکار جب اس کے اصلی نام کا پتہ چلا تو اکثر پراسرار باتوں کی طرح اس میں بھی کوئی راز نہیں پایا گیا۔ او ہنری کا اصلی نام ولیم سڈنی پورٹر ہے۔ وہ ٹیکساس کا رہنے والا ہے اور دنیا کا بہت کچھ ذاتی اور چشم دید تجربہ حاصل کیا ہے۔ وہ کوئی دو برس سے نیویارک میں مقیم ہے جہاں اس نے اپنے تجربوں پر مبنی افسانوں اور کہانیوں کے لئے کام ڈھونڈ لیتے ہیں۔ وہ سست الوجود ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر گھومنے پھرنے کی زندگی ترک کر دی ہے اور بہتر کرسی سنبھال کر تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف ہے۔ اس نے اپنا فرضی نام "او ہنری" اس لئے رکھا ہے کہ وہ اپنے آپ کو سنجیدگی کے ساتھ افسانہ نویس نہیں سمجھتا اور اس لئے اپنا اصلی نام ظاہر نہیں کرتا۔ وہ سچ مچ اپنی شہرت سے گریز کرتا ہے۔ موجودہ دور کے مصنفوں کی یہ ایک غیر معمولی خصوصیت ہے۔ وہ اس ارادے سے انکاری ہے کہ اس نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو ایک پراسرار شخصیت بنا رکھا ہے لیکن ابھی وہ اتنا کہنہ سال بھی نہیں کہ وہ ایک پیشہ ور افسانہ نگار نہ بن سکے۔" رسالہ کریٹک کے ایڈیٹر نے جو بات نہ بتائی۔ اور جس کا انہیں علم بھی نہیں تھا۔ وہ یہ تھی کہ ولیم سڈنی پورٹر ۱۱ ستمبر سنہ ۱۸۶۲ء کو نارتھ کیرولینا میں پیدا ہوا تھا۔ نہ کہ ٹیکساس میں۔ اور وہ اپنے افسانے "او ہنری" کے فرضی نام سے لکھتا تھا۔ اس لئے نہیں کہ وہ اپنے آپ کو سنجیدگی سے ایک مصنف نہیں سمجھتا تھا بلکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ خود بھی اور باقی لوگوں کو بھی یہ بات فراموش کرانا چاہتا تھا کہ ولیم سڈنی پورٹر کی حیثیت سے وہ آسٹن ٹیکساس کے ایک بینک کا روپیہ غبن کرنے کے الزام میں تین برس کی قید کاٹ چکا تھا۔ اسی وجہ سے وہ اپنا اصلی نام ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بعد میں اس نے بتایا کہ "میں حلفیہ کہتا ہوں کہ جوری کے فیصلے کے باوجود میں بینک کے مقدمے میں بالکل بے گناہ تھا۔"

قطعہ

این جنس گران مایہ ہمہ عزت و جاہ ہست	در صحن چمن سبز نگر ذکر گیاہ ہست
گفت است چہ افسانہ شنو نام شبیر	از بہر عزا دار نگر جامہ سیاہ ہست

(آمدہ: نذری بابلی)

آسٹن بینک میں ٹیلر کی آسامی پر کام کرنے سے پہلے اوہنری کا پیشہ بہت گوناگوں رہا۔ اس کے والد ڈاکٹر اور موجد تھے۔ تین برس کی عمر ہی میں ماں کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تھا۔ اور صرف پندرہ برس کی عمر میں سکول ترک کرنا پڑا۔ پانچ برس تک گرینس بورو میں اپنے چچا کی دوائیوں کی دکان میں کام کرتا رہا اور ۱۸۸۲ء میں ٹیکساس چلا گیا۔ کچھ تو اپنی صحت کے خیال سے (کیونکہ وہ سل کے مرض میں مبتلا ہونے لگا تھا) اور کچھ اس لئے کہ زیادہ بڑے علاقے میں روزگار کے بہتر اور زیادہ مواقع مہیا ہوں گے۔ دو برس وہ مویشی پالنے کے ایک فارم میں کام کرتا رہا جہاں اس نے چرواہوں کی زندگی کی جھلک دیکھی اور تھوڑی تھوڑی فرانسیسی۔ جرمن۔ اور ہسپانوی زبانیں بھی سیکھیں۔ آیندہ کے دس برس آسٹن میں گزارے جہاں وہ مختلف کام کرتا رہا۔ کبھی دفتری کلرکی، کبھی نقشہ نویسی، کبھی صحافت اور کبھی مزاح نگاری کو اپنا ذریعہ معاش بنایا اور پھر آخر ہاؤسٹن (ٹیکساس) میں "ڈیلی پوسٹ" کے کالم نویسی اختیار کی۔ ۱۸۹۶ء میں آسٹن کی عدالت سے اس کے نام سمن آیا کہ وہ "آسٹن فرسٹ نیشنل بینک" میں غبن کے مقدمے کے سلسلے میں حاضر عدالت ہو۔ اس سے گھبرا کر وہ نیو اورلینز اور وہاں سے ہونڈراس بھاگ گیا وہاں وہ اس وقت تک مقیم رہا جب تک اسے اپنی بیوی کی شدید علالت کی اطلاع نہ ملی۔ ان کی شادی ۱۸۸۷ء میں ہوئی تھی۔ ۱۸۹۷ء کے آغاز میں وہ آسٹن واپس آ گیا جہاں اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اسی دوران میں اس کی بیوی کا بھی انتقال ہو گیا۔ اسے تین برس قید کی سزا ہو گئی۔ اس کی زندگی میں اگر یہ المناک واقعات رونما نہ ہوتے اور اسے ان تجربوں میں سے نہ گزرنا پڑا ہوتا تو دنیا جس حقیقت نگار اوہنری سے آج واقف ہے اس کا کوئی وجود ہی نہ ہوتا قید خانے ہی میں ولیم سڈنی پورٹر نے "او ہنری" کے قلمی نام سے کئی افسانے لکھے جو رسالوں میں شائع ہوئے۔ ان دنوں کوئی بھی شخص یہ پیش بینی نہیں کر سکتا تھا کہ بعد کے برسوں میں اُسے موپاساں، ایڈگر ایلن پو، بریٹ ہارٹے اور رڈیارڈ کپلنگ کی ٹکر کا افسانہ نویس قرار دیا جائے گا اور اسے المیہ، مزاحیہ، طربیہ، رومانی اور عام زندگی کے متعلق افسانہ نگاری کا اُستادِ فن سمجھا جائے گا۔ ۱۹۰۲ء میں "او ہنری" نیویارک چلا گیا جہاں اس نے ایک مصنف کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ نیویارک میں اس نے زندگی کی وہ گوناگونی اور ہماہمی دیکھی جو بڑے بڑے شہروں میں پائی جاتی ہے۔ وہ گلی کوچوں، بازاروں، پارکوں، اور ریستورانوں میں گھومتا پھرتا اور عورتوں، مردوں کی عادات اور اطوار کا مشاہدہ کرتا، ان سے باتیں کرتا اور اظہار بیان اور تجربوں کی خوبصورت تفاصیل اخذ کرنا اس کا ایک عام شغل بن گیا۔ نیویارک میں اس کی شہرت اتنی تیزی سے بڑھنے لگی کہ اس کا قلم اس رفتار سے مانگ پوری کرنے سے قاصر تھا۔ ۱۹۰۴ء میں اس نے ۶۵ اور ۱۹۰۵ء میں ۵۰ افسانے لکھے۔ چنانچہ چھوٹے چھوٹے لوگوں کے متعلق اس کے مزاحیہ اور تذبذب بھرے افسانوں کا مجموعہ شائع کیا گیا ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۰ء تک اس نے دس تصنیفات شائع کیں۔ جن میں اکثر مرکزی امریکہ اور ٹیکساس کے لوگوں کے متعلق تھیں۔ اس کے تخیلات میں طنز تو تھا لیکن تلخی نہیں تھی۔ حالانکہ اس نے تین برس جیل میں گزارے تھے۔ اس کے ایک سوانح نگار نے لکھا ہے کہ ہنری کے مزاح میں وہ عمیق خوبی پائی جاتی ہے جو زندگی پر خندہ زن ہوتی ہے اور ہماری مسرتوں کو آنسوؤں سے ملاتی ہے۔ دل سے وہ اپنے وقت کا ٹھیٹھ رومان پسند امریکی تھا۔ اس کی فطرت پر ہمیا تی تھی۔ غریبوں ناداروں اور مظلوم لوگوں سے ہمدردی رکھتا تھا۔ اور مزاج میں بے قراری اور خانہ بدوشی کا رنگ پایا جاتا تھا۔ او ہنری کے بہترین افسانے نیویارک کے لوگوں سینٹو گرافز دیا۔

قطعہ

دستِ مسیح میں تو جہا اُو دوا کشید | بوئے گلِ بنفشہ نگر تو صبا کشید
از سمتِ خویش گفت فسانہ مطلب شنو | بیمارِ غم کجا است کہ دستِ شفا کشید

(آمدہ از نذر کی باغ)

گانے بجانے والوں، دکانوں پر کام کرنے والی لڑکیوں، آرٹ کے طالب علموں اور ان لوگوں کے متعلق ہوتے ہیں جنہوں نے ابھی اپنے لئے کوئی راہ یا نصب العین طے نہیں کیا ہے اور جن کے متعلق یہ گمان گزرتا ہے کہ وہ کبھی ایثار اختیار نہیں کر سکیں گے وغیرہ وغیرہ۔ ادبی تکنیک کے لحاظ سے او ہنری نے اپنے افسانوں میں انسانی عنصر، تذبذب اور اچانک خاتمے سے بڑی خدمت سرانجام دی ہے افسوس کا مقام ہے کہ نیویارک پہنچنے کے بعد اس کی زندگی بہت مختصر اور کسی قسم کے اہم واقعات سے خالی رہی اور صرف آٹھ برس کے قیام کے بعد بے وقت اور اچانک انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے ساتھ ہی اس کی شہرت اور بھی بڑھ گئی اور مزید چار کتابیں شائع ہوئیں ۱۹۱۸ء میں قائم کی ہوئی ایک امریکی سوسائٹی آف آرٹس اینڈ سائنسز کی طرف سے ہر سال بہترین امریکی افسانے کے لئے "او ہنری میموریل انعام" کا اعلان کیا گیا اور اسے "یانکی موپاساں" کہا جانے لگا۔ ایک مصنف نے ان کے متعلق لکھا کہ "انگلستان کو ڈکنس پر، فرانس کو وکٹر ہیوگو پر تو امریکہ کو او ہنری پر ناز ہے۔ ان کی تصنیفات کے ترجمے درجنوں زبانوں میں کئے گئے ہیں۔ حال ہی میں ان کی ایک کہانی کی فرانسیسی زبان میں فلم بھی بنائی گئی ہے۔ ان کے ۲۵۲ افسانوں میں سے بیشتر ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ انہوں نے امریکی افسانہ نویسی کو سماجی اور معاشرتی موضوعات سے بھی مالا مال بنایا اور گوناگونی پیدا کرنے سے اس فن کو بھاری وسعت دی ہے۔

ہندوستانی ایڈیٹر کا برطانیہ میں مطالعہ

سائنس انفارمیشن سروس سے دلچسپی!

معلوم ہوا ہے کہ "جرنل آف سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ" کے اسسٹنٹ ایڈیٹر مسٹر ایس۔ رنگا راجا راؤ نے کولمبو پلان کے وظیفہ پر برطانیہ کا دورہ شروع کیا ہے جو ۶ ماہ تک جاری رہے گا۔ موصوف سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ کے شعبہ کی تنظیم اور نظم و نسق کے طریقوں کا مطالعہ کریں گے۔ برطانیہ میں اپنے قیام کے دوران میں مسٹر راؤ ریسرچ انجمنوں اور دیگر علمی اداروں کا معائنہ بھی کریں گے۔ یہ یاد رہے کہ انڈین کونسل برائے سائنسی و صنعتی ریسرچ نئی دہلی میں ٹیکنیکل اطلاعاتی سروس قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے مسٹر راؤ کا یہ دورہ اسی سلسلہ میں ہے۔ ایک انٹرویو کے دوران میں انہوں نے بتایا ہے کہ مجھے زیادہ دلچسپی اطلاعاتی محکموں کی تنظیم اور ٹیکنیکل اطلاعاتی افسروں کی تربیت سے ہے برطانیہ میں میرے لئے جو پروگرام بنایا گیا ہے وہ بہت عمدہ اور جامع ہے

صومالیہ کا جشن آزادی برطانیہ کو شرکت کی دعوت

صومالیہ کے وزیر اعظم نے برطانیہ سے کہا ہے کہ وہ ان کے ملک کے جشن آزادی (یکم تا چار جولائی) میں شرکت کرنے کے لئے اپنا سرکاری وفد بھیجے۔ یہ دعوت منظور کر لی گئی ہے۔ وزیر مملکت برائے امور خارجہ مسٹر جون پروفیومو اس جشن میں ملک معظمہ کے خاص سفیر کے فرائض سرانجام دیں گے۔

قطعہ

چیزے چہ زبوں بہر کسے بغض و نفاق است || از بہر خدائی تو نگر خیز شقاق است
خورد است میے ناب ہمہ شیخ حرم گفت || این زہد و ورع [illegible]

(ز آمدہ از زندگی کا باغ)

گھر بھرائی کی شاہانہ تقریب

آج (۲۴ر ذی الحجۃ الحرام) مسلمانوں کی سب سے بڑی عید "عید مباہلہ" کے مبارک و مسعود موقع پر سرکار حق آگاہ کی جانب سے عثمان کاٹیج (حویلی قدیم) کے پُر فضا احاطہ میں گھر بھرائی کے ضمن میں ایک پُر تکلف عصرانہ ترتیب دیا گیا تھا۔ جس میں تقریباً (۳۰۰) معززین مدعو تھے عثمان کاٹیج کی عالیشان عمارت رنگ برنگ کے برقی قمقموں سے جگمگا رہی تھی۔ وسیع صحن میں مہمانوں کی نشست کے لئے شامیانے نصب اور بڑی خوبصورتی سے سجائے گئے تھے۔

پانچ بجے سرکار حق آگاہ کی سواری مبارک شہزادی پاشاہ صاحبہ کے ہمراہ کنگ کوٹھی سے نہضت افروز "عثمان کاٹیج" ہوئی۔ باب الداخلہ پر علیؑ دوست سرکار حق آگاہ کا استقبال علیؑ نام پاشاہ داماد نواب کاظم نواز جنگ بہادر نے کیا۔ حاضرین محفل نے ایستادہ ہوکر سواری شاہانہ کا خیر مقدم کیا۔ سرکار حق آگاہ نے سب سے پہلے بارگاہ امام ہمامؑ میں نذر سود پیش کرنے کی عزت و سعادت حاصل کی جس کے بعد ہی شہ نشین پر جلوہ افروز ہوکر محفل کی رونق کو بڑھا دیا۔ شہزادہ والا شان نواب معظم جاہ بہادر شجیع بالقابہ الجلیلہ کی تشریف آوری سے سرکار حق آگاہ کو بڑی مسرت ہوئی اور محفل کی رونق علم آپکی آمد سے دو بالا ہوگئی۔ سرکار حق آگاہ کی اس مسرت کا اندازہ "صاحب دل" اور "حق آگاہ" ہی کر سکتے ہیں۔ پاشاہ داماد نے شہزادہ شجیع کا استقبال کیا۔ شہزادہ شجیع نے پاشاہ داماد کو گلے لگا لیا اور شہ نشین کے قریب پہنچ کر شہزادہ نے اپنے پدر عالی قدر سے قدمبوسی کی عزت حاصل کی۔ سچ ہے۔

جو سر فرط ادب سے باپ کے قدموں پہ جھکتا ہے
سعادت کا اسی کے سر پہ ہے شام و سحر سہرا

شہزادگان بلند اقبال، شہزادیان فرخندہ فال، دامادان نیکو خصال، جملہ ارکان خاندان والا دودمان، اور خانہ زادان نذری باغ کے علاوہ صاحبزادہ نواب قدرت نواز جنگ بہادر، امیر اعظم نواب تراب یار جنگ بہادر، نواب فطرت جنگ بہادر، فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر، پدما بھوشن آنریبل نواب زین یار جنگ بہادر بالقابہم، مولوی میر مظہر علیخان صاحب سابق صدر محاسب پرائیویٹ اسٹیٹ نواب غیاث یار جنگ بہادر (بہرام الدولہ ثانی) مولوی سید تراب علیصاحب وائس پریسیڈنٹ کمیٹی انتظام پرائیویٹ اسٹیٹ اکسٹرا لیگل مولوی محمد عبدالستار صاحب معتمد پیشی مبارک، خان بہادر کاؤس جی جہانگیر جی تارا پوروالا معتمد ٹرسٹس، مولوی مرزا ہمایوں علی بیگ صاحب چیف انجینئر ایوانات شاہی۔ مسٹر ایس۔ این ریڈی کمشنر پولیس محلات مبارک شریک محفل تھے اور کمانڈر میر سعادت علیخان صاحب انتظامات کی نگرانی کر رہے تھے۔

شہزادہ شجیع بالقابہم نے "عثمان کاٹیج" کو ملاحظہ کا شرف بخشا اور اس شاہانہ سرفرازی پر پاشاہ داماد کو مبارکباد دی۔ دوران عصرانہ میں سرکار حق آگاہ نے ایک مختصر اور جامع تقریر فرمائی جس کو حضار محفل نے نہایت احترام اور خاموشی کے ساتھ سماعت کرنے کی عزت حاصل کی۔ اس محفل میں حسام العلماء آقای شیخ خراسانی سید ابوالحسن آقای سید عباس شعور آل یسین، امام الجمعہ والجماعت مسجد جعفری مولوی سید اصغر حسن صاحب قبلہ نجفی، شاعر قوم و ترجمان ملت آقای حلمی آفندی اور قمر عابدی کے علاوہ ہیلوان صحافت ڈاکٹر مولوی سید مصطفیٰ قادری صاحب خطیب ایڈیٹر "ہمدم" بھی موجود تھے۔ مصور جنگ راجہ دین دیال اینڈ سنس سکندر آباد (جو خاندان شاہی کے قدیم عکاس اور جو تصویر کشی میں بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں اور جنکی کھینچی ہوئی تصویریں ٹائمز آف انڈیا اور السٹریٹیڈ ویکلی میں اکثر شائع ہوا کرتی ہیں) نے اس پر شکوہ مسرت آگیں اور یادگار اجتماع کی مختلف زاویوں سے تصویریں لیں۔ قریب مغرب یہ پُر مسرت تقریب اختتام کو پہنچی۔ ہم ادارہ شیراز کی جانب سے اس مسرت آگیں موقع پر پاشاہ داماد نواب کاظم نواز جنگ بہادر (علی پاشاہ) کی خدمت میں ہدیۂ خلوص مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ آخر میں یہ وضاحت بیجا نہ ہوگی کہ ہر کسی پر یہ کالشمس فی رابعۃ النہار روشن ہے کہ حضرت سرکار حق آگاہ کو خاندان نبوت سے والہانہ محبت اور غیر متزلزل عقیدت ہے آپ جو بھی خوشی کی تقریب منعقد کرتے ہیں وہ ائمہ اہلبیتؑ کی خوشی کے موقع پر ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب مرد مومن کی نظر سرکار حق آگاہ کے چہرہ پر پڑتی ہے تو بیساختہ اس کے دل سے دعا نکلتی ہے

سایہ قائم رہے تا حشر ترے سر پہ شہا چودہ معصوم ہوں تیرے یاور

(سید صمصام شیرازی)

شیراز

ہر ہفتہ ۵۵،۵،۵۵ اشخاص کی نظر سے گزرتا ہے

اسمیں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

نرخنامہ اشتہارات

چار اشاعتوں کیلئے		چار اشاعتوں سے زائد کیلئے	
۱/۴ صفحہ	۰۰=۷ فی اشاعت	۱/۴ صفحہ	۰۰=۵ فی اشاعت
۱/۲ صفحہ	۰۰=۱۲ فی اشاعت	۱/۲ صفحہ	۵۰=۷ فی اشاعت
ایک صفحہ	۰۰=۲۰ فی اشاعت	ایک صفحہ	۰۰=۱۲ فی اشاعت

خصوصی اشتہارات پچاس فی صدی زائد

سائز ۲۰×۳۰/۸ لمبائی ۸" چوڑائی ۶" کالم ۲

سالانہ چندہ پندرہ روپیہ سکہ ہند

قیمت فی پرچہ چھ آنے

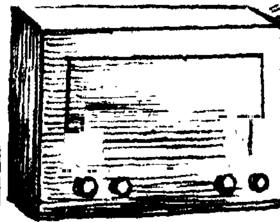
جملہ رقم پیشگی وصول کیجائیگی وصول شدہ رقم واپس نہ ہوگی

تفصیلات کیلئے مخاطب فرمایئے

منیجر شیراز ہفتہ وار (شعبہ تشہیر)

چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲)

روحانی ریڈیو



ناشر :— مجذوب حیدرآبادی

> یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنیکی جرأت نہیں کر سکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہوجائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایکزار نوری بیٹر یہ ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی استاد روشن علی "بین" بجا رہے تھے لیکن بھینسوں کے آگے نہیں بلکہ میکرو فون کے آگے !

اب علامہ ابوالفضول کو تقریر وغیرہ فرمائینگے آپکی تقریر کا عنوان ہے "ادھر اُدھر کی"

علامہ ابوالفضول :—

روحانی دُنیا کے دوستو! آداب عرض ہے، نمستے، ہیلو، وغیرہ وغیرہ۔ کل ہی کا ذکر ہے کہ میرے بچپن کے دوست مولوی مستقیم الدین سابق انسپکٹر آبکاری کا ایک خط وصول

ہوا جسمیں موصوف نے یہ خوشخبری سنائی ہے کہ وہ اس سال حج کیلئے جارہے ہیں۔ میں نے جواب میں لکھا "بھائی امانت سوچ ہولو کی تکمیل کے لئے جو دو چار چوہوں کی کمی تھی، کیا وہ مذکورہ رقم پورا ہوچکا ہے!؟" اس خط کا جواب تو کیا آتا! ایک عتاب نامہ وصول ہوا، جسمیں مجھے کافر و زندیق، دہریہ و لامذہب غرض مختلف خطابات سے سرفراز کیا گیا۔ میں کہتا ہوں بھئی! میں کافر و زندیق سب کچھ سہی، لیکن یہ کہاں کی دینداری ہے کہ آپ "آبکاری" یعنی سیندھی شراب اور دیگر نشہ آور مسکرات سے کمائی ہوئی رقم سے حج کریں! ڈے جوش نے شیطان کے طریقے کو بیان کرتے ہوئے کیا اچھی بات کہی ہے

راہ حق سے نہیں ہٹاتا ہے
بلکہ دین دار بھی بناتا ہے
جب شرارت کی حد پہ آتا ہے
چوری کرواکے حج کراتا ہے

کل رات ہمارے منڈل کانگریس کمیٹی کے مہاراج آئے تھے بہت دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے دوران گفتگو میں کہنے لگے "بھئی! اب کے انیس بیس صاحبہ نے ہے کہ انتخابات میں کھڑی ہو رہی ہیں، اور کانگریس نے انہیں ٹکٹ بھی دیدیا ہے نہیں معلوم کہ یہ کونسا کارنامہ لیکر انتخابات میں کھڑی ہو رہی ہیں۔ اِنہوں نے عوام کے لئے کونسا کارِ نمایاں انجام دیا ہے جسکو عوام کے آگے پیش کرکے وہ ووٹ طلب کریںگی!؟" میں نے کہا "لالہ! اس قسم کے لوگ دراصل "پیر تسمہ پا" ہیں یہ اسوقت تک عوام کی گردن پر سوار رہینگے جب تک کہ خود عوام ان کو پٹخ نہ دیں — !"

۱۶ر جون۔ آج شمس الدین کاتب آئے تھے بیان کرنے لگے



کہ پاکستان سے انکے بھائی نے پرمٹ بھجوایا ہے، اب وہ پاکستان جانے کا مصمم ارادہ کرچکے ہیں یہ سنکر میں نے ایک پرانے لطیفے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کہا "بھئی! جب تم پاکستان جانا تو وہاں کے "خدا" کو ہمارا سلام کہدینا ــ!" یہ سُن کر شمس الدین نے حیرت کے ساتھ کہا ــ "صاب! آپ یہ کیا فرمارہے ہیں، کیا پاکستان اور ہندوستان کے خدا جدا جدا ہیں ــ!؟" میں نے کہا "جب ایسا نہیں ہے تو پھر آپ پاکستان کیوں سدھار رہے ہیں؟ جو خدا پاکستان میں رزق دیتا ہے وہی خدائے رزاق ہندوستان میں رزق پہنچائیگا"

۱۷ر جون ۔ آج میاں خاں آئے تھے بیان کرتے تھے کہ "ان کے محلّہ سے کوئی محترمہ صاحبہ بلدی انتخابات میں کھڑی ہوئی ہیں ان محترمہ کے پاس چند خطوط آئے ہیں خطوں میں یہ لکھا گیا ہے کہ محترمہ صاحبہ آپ پہلے رضاکاروں کی شمع محفل تھیں زاں بعد کمیونسٹوں کی رونق بزم رہیں اور اب گرگٹ کی طرح رنگ بدل کر کانگریسی میدان میں حمیدہ خاتون پہلوان بن کر اتری ہیں خدا خیر کرے دنیا کا مقولہ ہے اگر پدر نتواند پسر تمام کند مگر یہاں یوں کہنا پڑیگا اگر پدر نتواند دختر تمام کند ۔ خدا بخشے آپکے بھائی پہلے داڑھی منڈھاتے تھے بعد میں داڑھی چھوڑنے لگے پولیس ایکشن کے بعد ہی داڑھی کا صفایا ہوگیا

۱۸ر جون ۔ آج پتے صاحب کی بچی کا بخار ۱۰۳ سے بڑھتے بڑھتے ۱۰۵ تک پہنچ گیا شام کو فیملی ڈاکٹر (بابو صاحب) بدیجا کے بتا ہیں) کو طلب کیا گیا ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ بچی کی غشی کے دماغی متورم ہوگئی ہے بچی کو کامل آرام اور گہری نیند کی ضرورت ہے اگر آج رات بچی گہری نیند سو نہ سکے تو شدید برسام کا اندیشہ ہے جو جان لیوا ثابت ہوسکتا ہے ۔ بچی کے کمرے میں مدھم روشنی رکھنے اور مکان میں بالکل شور و غل نہ کرنے کی ہدایت کرکے ڈاکٹر صاحب رخصت ہوئے ۔ ڈاکٹر صاحب کے جانے کے بعد بمشکل بچی کی آنکھ لگی تھی کہ لاوڈ اسپیکر کا شور و غل شروع ہوا "اگر آپ اپنے ووٹ کا صحیح مصرف چاہتے ہیں تو جیلانی کی امیدوارہ کو اپنا قیمتی ووٹ دیں ــ اگر آپ بلدی امور میں اپنی مؤثر نمائندگی چاہتے ہیں تو شریمتی کو ووٹ دیں ۔ اگر آپ اپنے لئے اور اپنے محلّہ کے لئے شہری اور بلدی سہولتیں چاہتے ہیں تو شریمتی کو ووٹ دیں ــ! آپ لوگوں کے سامنے شریمتی کا تعارف کروانا، اپنے آپکو متعارف کرنیکے برابر ہے، کون ہے جو شریمتی کو نہیں جانتا، انکے عوامی خدمات سے محلّہ کا بچہ بچہ واقف ہے ــ!"

مجمع سے کرخت آوازیں ۔

"جب ان سے محلّہ کا بچہ بچہ واقف ہے تو پھر اس تعارف اور پروپگنڈے کی کیا ضرورت ہے ــ!؟"

بیٹھ جایئے! بیٹھ جایئے! والنٹیر ــ! والنٹیر ــ!

پولیس! پولیس ــ!

اس ہنگامے کے بعد ہی ایک شاعر صاحب نے انتقالی کرخت آواز میں اپنا ''موقتی انتخابی'' کلام سُنانا شروع کیا ؎

ووٹ کے لئے آیا ہے وہ رنگ قمر ووٹ
چلتا رہے تا حشر یونہی آگھر بھر ووٹ
نوٹوں کو رکھو سامنے پھر دیکھو تماشہ
جاتا ہے اُدھر ووٹ کبھی آتا ہے ادھر ووٹ
ہر ووٹ کا اک نوٹ ہی ہر نوٹ کا اک ووٹ
تو ایک ادھر نوٹ تو دو ایک اُدھر ووٹ
انجام پہ لٹتی ہے کبھی یار یہ سیدا
اور خالی کے بینگن تو چلا دیتے کدھر ووٹ
سیدہ تم ہے بڑا ماہر فن داد وستد میں
لیتا ہے ادھر نوٹ تو دیتا ہے اُدھر ووٹ

شاعر صاحب کی نظم کے بعد پھر ایک ہنگامہ شروع ہوا۔ پولیس کی سیٹیاں۔ دوڑو۔ پکڑو۔ یہ پتھر کدھر سے آرہے ہیں اسکے ساتھ ہی پھر گالی گلوج۔ مردہ باد اور زندہ باد۔! اس ہنگامہ میں بھلا بیمار بھی کیا سو سکتی تھی آنکھوں ہی آنکھوں میں رات کٹ گئی۔ صبح صبح ذرا آنکھ لگی تھی کہ مکان کے دروازے پر مسلسل دستک اور کنڈی کھٹکھٹانا شروع ہوا۔ باہر نکل کر دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ رات کو جن امیدوار صاحب کے ہمدردگڑھ کا ہنگامہ پہر جلسہ ہورہا تھا آن ہی امیدوار صاحب کیمپ سے انکے کارکن اور کنویسر ان کا پمفلٹ تقسیم کرنے اور ووٹ دینے کا وعدہ لینے کے لئے تشریف لائے ہیں میں ان کو کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر ہی کہہ دیا ''بھائی صاحب! میں ووٹ وغیرہ نہیں دونگا میں آج ہی اپنا مکان خالی کرکے شہرت دور کسی موضع میں چلا جاؤنگا اور آپکے انتخابات کا ہنگامہ ختم ہونے کے بعد شہر کو واپس آؤنگا تاکہ آپ لوگوں کے شور وغل اور طوفان بدتمیزی سے راتوں کی نیند حرام ہونے نہ پائے۔ آپ لوگ منتخب ہونے کے بعد شہری اور بلدی سہولت ہم پہنچانا چاہتے ہیں لیکن منتخب ہونے سے پہلے یہ حال ہے کہ آپ لوگ مسلسل دو ہفتہ سے شہریوں کی نیند ان کا سکون اور چین حرام کئے ہوئے ہیں نہیں معلوم منتخب ہو جانے کے بعد آپ لوگ کیا قیامت ڈھائینگے ----!؟''

میری یہ تقریر سنکر کارکن صاحبان دُم دبا کر فقرو ہوگئے۔

ایکزار لوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ ملا ابوالفضول سے تقریر وغیرہ سُن رہے تھے جسکا عنوان تھا ''ادھر اُدھر کی'' اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہوچکا ہے۔ ہمیں آئندہ ہفتہ تک کیلئے اجازت دیجئے

(ہفتہ بخیر)

برطانیہ کی خبریں

"برفانی دیو" کی کھوج

سر ایڈمنڈ ہلدری کی نئی ہمالیائی مہم

ایورسٹ کے فاتح سر ایڈمنڈ ہلدری ماہ ستمبر میں ایک بہت بڑی ہمالیائی مہم پر جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ان کی پارٹی نیوزی لینڈ کے سات باشندوں، پانچ برطانوی باشندوں، پانچ امریکی باشندوں، بیس شرپاؤں اور چھ سو قلیوں پر مشتمل ہوگی۔ مہم نو ماہ تک جاری رہے گی۔ چوٹی میکالو (۲۷۷۹۰ فٹ) کو آکسیجن کے بغیر سر کرنا، برفانی دیو کی کھوج لگانا اور یہ معلوم کرنا کہ عرصہ تک بہت اونچائی پر زندگی بسر کرنے کا انسان پر کیا ردعمل ہوتا ہے۔ اس مہم کے مقاصد ہیں۔ سر ایڈمنڈ کی پارٹی اپنا پہلا کیمپ کھمنڈ د سے ۷۰ میل دور تقریباً ۱۳۰۰۰ فٹ کی بلندی پر قائم کریگی۔ سر ایڈمنڈ اور ان کی پارٹی کے چھ دیگر ممبران ایورسٹ سے تقریباً بیس میل دور ۱۹۰۰۰ فٹ بلندی پر ایک مخصوص جھونپڑے میں تین ماہ تک قیام کریں گے۔ جھونپڑے میں ایک تجربہ گاہ بھی ہوگی۔ جنوبی امریکہ کے کوہ انڈیز میں بعض لوگ ۱۸۰۰۰ فٹ کی بلندی پر رہتے ہیں۔ اس سے زیادہ بلند دنیا میں ایسا کوئی مقام نہیں جہاں لوگ آباد ہوں۔ مہم کا زیادہ خرچہ برفانی دیو کی کھوج پر ہوگا۔ ایورسٹ کے نزدیک ایک وادی میں بارہ کیمرے نصب کئے جائیں گے اور اگر برفانی دیو نظر آیا تو اس کا فوٹو لینے کی کوشش کی جائے گی۔ دور بینوں سے بھی کام لیا جائے گا۔ ایک خاص قسم کی بندوق کے ذریعہ جس میں دوا سے بھری ہوئی سوئی کی پچکاری لگی ہوتی ہے، برفانی دیو کو گرانے کی کوشش کی جائے گی۔ اس سے برفانی دیو کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن اس کا معائنہ اچھی طرح ہو سکے گا۔

برطانیہ میں ہندوستانی باشندوں کی تعلیم و تربیت

معلوم ہوا ہے کہ مدورائے میڈیکل کالج کے پروفیسر اناٹومی (جسمانی ساخت کا علم) ڈاکٹر ٹی۔ نارائن بھوانی ان دنوں برطانیہ میں عالمی صحت ادارہ کے وظیفہ پر اناٹومی پڑھانے کے جدید طریقوں کا مطالعہ کر رہے ہیں وہ سات ماہ کیمبرج یونیورسٹی میں گزار چکے ہیں۔ علاوہ ازیں لندن، برمنگھم، لورپول، گلاسگو اور ایڈنبرا کے میڈیکل اسکولوں میں جا کر وہ اپنے مضمون سے متعلق معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ ماہ ستمبر میں واپس مدراس آنے سے قبل وہ آکسفورڈ بھی جائیں گے۔ نئی دلی کے مسٹر نارائن۔ آر۔ مانے جو انڈین پوسٹس اینڈ ٹیلیگرافس ڈپارٹمنٹ میں اسسٹنٹ ڈائرکٹر جنرل کی حیثیت سے فلاحی سروسز کے انچارج ہیں۔ اقوام متحدہ کے فنی امدادی بورڈ کے وظیفہ پر ان دنوں برطانیہ کی سماجی و فلاحی اسکیموں کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ موصوف اپنا وقت زیادہ تر جنرل پوسٹ آفس سول سروس اور صنعتوں کی فلاحی تنظیموں کے مطالعہ پر صرف کر رہے ہیں۔ ان کا وظیفہ چھ ماہ کے لئے ہے۔

قطعہ

خوب آرام دیا بے پر و بالی نے مجھے
پُرسکوں کر دیا ایام و لیالی نے مجھے
کر کے رکھا تھا تر و تازہ چمن میں ہر دم
رنگ گل کہتا ہے یہ باد شمالی نے مجھے

(آندہ انر نذری باسفی)

آپکو چراغِ خانہ بننا پسند ہے یا شمعِ انجمن بننا؟

از سیّدہ طاہرہ بیگم

ایک عورت کی زندگی جھولے سے لیکر ڈولے تک اہم ذمہ داریوں اور مقدس فرائض کی حامل ہوتی ہیں۔ عورت کی کئی حیثیتیں ہیں۔ بیٹی، بہن، بیوی اور ماں۔ بیٹی کی حیثیت سے وہ اپنے والدین کی فرمانبردار، اطاعت گذار، معصومیت اور محبت کی مظہر ماں کی راحتِ جاں اور باپ کے لئے سرورِ خاطر ہوتی ہے۔ بہن کی حیثیت سے وہ بھائیوں کو چاہنے والی، بھائیوں پر جان نثار کرنے والی، انکی خوشی میں مسکرانے اور ان کے دکھ درد میں رونے والی اور انکے لئے تاروں کی چھاؤں میں اور چاندنی میں ہاتھ پھیلائے اور دامن پھیلائے دعا کرنے والی ہوتی ہے۔ بیوی کی حیثیت سے وہ اپنے شوہر کی "نصف بہتر" شوہر کی شریک زندگی، رفیق حیات اور سفرِ زندگی کی بہترین ساتھی ہوتی ہے اور جب ماں بن جاتی ہے تو اسکے قدموں میں جنت ہوتی ہے اسکی گود میں نئی نسل کے لئے اوّلین درسگاہ ہوتی ہے اسی کی آغوشِ تربیت میں پلے ہوئے بچے سقراط و افلاطون بنتے ہیں، علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے

مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کی خاک سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں

عورت کی عمر کے مختلف ادوار کے لحاظ سے اسکے فطری اور اخلاقی فرائض وہی ہیں جو اوپر بیان کئے گئے یہاں مذہب سے بحث نہیں لیکن غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کے ہر مذہب نے عورت کے یہی فرائض متعین کئے ہیں۔ سعدی شیرازیؒ نے کہا ہے

ہر کسی را بہر کاری ساختند

خالقِ عالم نے جنس کی تقسیم بلا وجہ نہیں فرمائی ہے بلکہ ہر جنس کو مختلف فرائض و امور کی انجام دہی کے لئے پیدا کیا ہے مرد اور عورت کی جسمانی ساخت کا بھی تقاضہ یہی ہے کہ دونوں کے حدود کار علیحدہ علیحدہ رہیں جو کام مردوں کے لئے مختص ہیں وہ عورتیں انجام نہیں دے سکتیں اور جو کام عورتوں کے لئے مختص ہیں وہ مرد انجام نہیں دے سکتے۔ فطرت پر نظر ڈالئے جانوروں میں بھی جو کام نر کے لئے مخصوص ہیں مادہ کبھی وہ کام انجام نہیں دیتی اور جو کام مادہ کے لئے ہیں وہ نر انجام نہیں دیتا آپ نے کبھی کبوتر کو گھونسلے کے لئے تنکے چنتے دیکھا ہے یا کسی مرغ کو انڈے سیتے دیکھا ہے پس معلوم ہوا کہ تقاضائے فطرت یہی ہے کہ ہر جاندار اپنی جنس کے لحاظ سے اپنے فرائض انجام دے۔ اگر کوئی حیوان تقاضائے جنس، کے خلاف کوئی کام کرے مثلاً مرغ انڈے سینے لگے یا مرغی بانگ دینے لگے تو اسکو خلافِ فطرت کہا جائیگا۔ اسیطرح ایک عورت اپنے گھر میں بچوں کو دودھ پلانے کی بجائے محاذِ جنگ پر دشمنوں کا خون بہانے لگے اپنے شوہر کی انیسِ خلوت ہونے کی بجائے کسی سیاسی یا ملکی کمیٹی میں جلیسِ جلوت بن جائے چراغِ خانہ ہونے کی بجائے شمعِ محفل بنجائے یا کوئی مرد میدانِ جنگ میں تلوار چلانے کی بجائے گھر کے ایک گوشہ میں بچوں کا گہوارہ ہلائے یا میدانِ جنگ میں رجز پڑھنے کی بجائے بچوں کو لوری دیکر سلائے



تو اپنے عمل کو خلافِ فطرت عمل کہا جائیگا

میں یہ نہیں کہتی کہ عورتوں کو اَن پڑھ اور جاہل رہنا چاہیئے عورتوں کو زندگی کے کسی شعبے میں ترقی نہیں کرنا چاہیئے بلکہ میں یہ کہتی ہوں کہ عورتوں کو ضرور تعلیم حاصل کرنا چاہیئے عورت کو ضرور ترقی کرنا چاہیئے لیکن اپنے تقاضائے جنس، تقاضائے فطرت اور جسمانی صلاحیت و ساخت کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ عورت بہترین ڈاکٹر بن سکتی ہے لیکن اگر وہ ڈکٹیٹر بننے کی کوشش کرے تو یہ اسکی بھول ہے۔ عورت نورجہاں بن سکتی ہے لیکن اگر وہ بیرم خاں خانخاناں بننے کی کوشش کرے تو یہ اسکی غلطی ہے۔ عورت اپنی آغوش میں بچّوں کی تربیت کر سکتی ہے لیکن اگر وہ ایک فوج کو تربیت دینے کی کوشش کرے تو یہ اسکی دیوانگی ہے عورت امورِ خانہ داری کو باحسن الوجوہ انجام دے سکتی ہے لیکن اگر وہ امورِ مملکت کو انجام دینے کی کوشش کرے تو یہ اسکا جنون ہے

کہا جاتا ہے کہ مغربی ممالک میں عورت نے بہت ترقی کی ہے وہ زندگی کے ہر شعبہ میں مردوں کے دوش بدوش کام کرتی نظر آتی ہے لیکن معاف کیجئے! دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں اگر ہم مغربی عورت کی زندگی کا مطالعہ قریب سے کریں تو ہمیں گھن آنے لگے اسکے قطعِ نظر مغربی عورتوں کے بارے میں آئے دن اخبارات میں جو خبریں آتی ہیں اُن سے واضح ہوتا ہے کہ عورت کو مطلق، بے جا اور ضرورت سے زیادہ آزادی دینے کے وہاں کیا نتائج برآمد ہو رہے ہیں، طلاقوں کی بھرمار، جنسی جرائم اور جنسی امراض کی کثرت، یہ ہے مغربی عورت کی ترقی!

کہا جاتا ہے کہ انگلستان میں جب پہلے پہل لیڈی آسٹر نے عورتوں کو پارلیمان میں لینے کا مطالبہ کیا تھا تو کسی رجعت پسند تاریک خیال شخص نے نہیں بلکہ چرچل جیسے روشن خیال نے اسکی شدت کیساتھ مخالفت کی تھی۔ ایک مشہور انگریز مفکر نے کیا خوب کہا کہ "عورت، مرد کی نقال ہے وہ مرد بننے کی کوشش کرتی ہے لیکن اس نقالی میں وہ نہ تو مرد بنتی ہے اور نہ عورت ہی باقی رہتی ہے بلکہ ایک "تیسری جنس" بنجاتی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عورت کو اسکے تقاضائے جنس اور تقاضائے فطرت کے خلاف عمل کرنے کیلئے کون اکساتا ہے، ابھارتا ہے اور وسائل فراہم کرتا ہے؟ جی! مرد۔ مرد خود عورت کو اسکی فطرت کے خلاف عمل کرنے پر ابھارتے ہیں مرد جب تاریک خیال ہوتے ہیں تو عورتوں کو قید خانے میں بند کر دیتے ہیں اُن پر تالے لگا دیتے ہیں اور جب روشن خیالی پر اُتر آتے ہیں تو عورت کو نامحرموں سے متعارف کرواتے ہیں اس کو سرِعام بچواتے ہیں اور چراغِ خانہ سے شمعِ انجمن بنا دیتے ہیں

مردوں کی تحریک اور وسائل فراہم کرنے کے بارے میں، میں پرانے قصّے نہیں دہراؤنگی بر سبیل تذکرہ حالیہ واقعہ ہی کو دیکھئے۔ بہن انیس فاطمہ حلقۂ دارالشفاء سے بلدیہ کے انتخابات کے سلسلہ میں کھڑی ہوئی ہیں

بہن انیس فاطمہ شمس العلماء نواب عزیز جنگ ولا کی پوتری، نواب دین یار جنگ بہادر سابق ناظم امورِ مذہبی و صدارت العالیہ کی حقیقی بھتیجی اور بہو ہیں اور مولوی حسن الدین احمد صاحب سابق ناظم امورِ مذہبی و صدارت العالیہ و حال ڈپٹی کلکٹر محبوب نگر کی شریکِ حیات ہیں۔ ناظم صدارت العالیہ کو "شیخ الاسلام" کہا جاتا تھا اس لحاظ سے یہ "شیخ الاسلام" کی بھتیجی اور شیخ الاسلام کی بہو ہیں

ان شیخ الاسلام کی بیٹی کو انتخابات میں کھڑے کرنیوالے کون ہیں؟ جی! مرد ہیں۔ مردوں ہی نے بہن انیس فاطمہ کو ٹکٹ دیا ہے شیخ الاسلام کی بہو اور شیخ الاسلام کی بیوی کو بلدیہ کے اجلاسوں میں برسر عام لانے کے وسائل فراہم کئے ہیں۔ مرد ہی انکو کامیاب بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور پھر مرد ہی چلا رہے ہیں کہ عورتوں کا برسر عام آکر امور مملکت میں دخل دینا یا بالفاظ دیگر شمع محفل بننا درست نہیں ہے

عورتوں کو شمع محفل بنانے کے بیشتر واقعات میں مردوں ہی کا ہاتھ ہوتا ہے لیکن وہ نہایت ہی ہوشیاری سے اسکی ساری ذمہ داری عورتوں ہی کے سر تھوپتے ہیں۔ ان حالات میں عقلمند اور دانا عورت وہی ہے جو اپنے تقاضائے جنس اور احترام نسوانیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے زندگی کی دوڑ میں آگے بڑھے

اس مضمون میں میری مخاطبت صرف بہن انیس فاطمہ ہیں۔ ان کا نام توضمناً آگیا ہے میری مخاطبت میری تمام بہنوں سے ہے۔ میں ان سے سوال کرتی ہوں۔ کہئے!

آپ چراغ خانہ رہنا پسند کرتی ہیں یا شمع انجمن بننا!

وہ چراغ جسے فلورنس نائٹ انگیل نے روشن کیا
مشہورِ عالم نرسنگ اسکول

آج سے سو سال قبل یعنی جون ۱۸۶۰ء میں ۱۵ لڑکیاں نرسنگ کی تربیت حاصل کرنے کی خاطر لندن کے سینٹ ٹامس ہسپتال پہنچی تھیں جہاں فلورنس نائٹ انگیل نے دنیا کا پہلا نرسنگ اسکول قائم کیا تھا۔ گیارہ سال بعد ہسپتال کی نئی عمارت کے افتتاح کا حال بیان کرتے ہوئے "ٹائمز" نے لکھا تھا۔ نرسوں نے ہلکے بھورے رنگ کے خوشنما لباس پہن رکھے تھے۔ وہ نہایت شائستہ اور چاق چوبند نظر آ رہی تھیں۔ ان نرسوں اور پرانی طرز کی نرسوں میں جن کی بھیانک تصویر ڈکنز نے کھینچی تھی زمین آسمان کا فرق تھا۔ "نائٹ انگیل ٹریننگ اسکول یورپ کے ہسپتالوں میں فلورنس نائٹ انگیل کے ذاتی مشاہدات اور جنگ کریمیا میں اُن کے تجربات کا نتیجہ تھا۔ اور اسے ۵۰۰۰۰ پونڈ کے چندہ سے جو شکرگزار قوم نے دیا تھا شروع کیا گیا تھا۔ فلورنس نائٹ انگیل کی خواہش تھی کہ وہ نرسنگ کو ایک قابلِ عزت پیشہ بنائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے منصوبے نہایت احتیاط سے تیار کئے اور شروع میں صرف ۱۵ تربیت یافتوں کو اپنے اسکول میں داخل کیا۔ نرسنگ کے جس سسٹم کو انہوں نے رواج دیا اس کا ایک اہم پہلو یہ تھا کہ نرسنگ اسٹاف کو کنٹرول کرنے والی خاتون خود بھی تربیت یافتہ نرس ہونی چاہیئے۔ سینٹ ٹامس ہسپتال میں انہوں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ ہسپتال کی میٹرن اور نائٹ انگیل تربیتی اسکول کی منتظمہ ایک ہی خاتون ہو۔ جہاں کہیں نائٹ انگیل سسٹم اپنایا گیا ہے۔ اسی طریقہ پر عمل ہو رہا ہے۔ سمندر پار کی بہت سی خواتین نے لندن کے اس اسکول میں تربیت پائی ہے اور واپس اپنے اپنے وطن جا کر نرسنگ اسکول قائم کئے ہیں۔ بہت سی "نائٹ انگیلوں" نے دوسرے ملکوں میں جا کر نرسوں کے تربیتی مراکز قائم کئے ہیں۔ تربیت کے عام اصول اب بھی وہی ہیں جو پہلے تھے۔ لیکن علاج معالجہ کی تکنیکوں میں زبردست تبدیلی آ چکی ہے اور نرسوں کے لئے ان تکنیکوں سے واقف ہونا ضروری ہے۔ جہاں تک نرسوں کی انسانی خصوصیات کا تعلق ہے ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ وہ خصوصیات ہیں۔ جذبۂ خدمت، ڈسپلن، خوش مزاجی، اچھی صحت اور لیڈر شپ کی صلاحیت آجکل نائٹ انگیل نرسنگ اسکول میں ہر سال ۲۰۰ تربیت یافتوں کو داخل کیا جاتا ہے۔ کورس چار سال کا ہے۔

ہندوستانی کیمیکل انجینئر کا برطانیہ میں مطالعہ

لندن۔ ۱۵ جون۔ اے۔ سی کالج آف ٹیکنالوجی مدراس کے لیکچرار (کیمیکل انجینئرنگ) مسٹر کے۔ چندر شیکھرن (یونیسکو کے وظیفہ پر امپیریل کالج آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی لندن میں ایک کورس کر رہے ہیں موصوف اکتوبر ۱۹۵۹ء میں یہاں پہنچے تھے اور امید ہے کہ وہ دو سال تک برطانیہ میں قیام کریں گے ایک انٹرویو کے دوران میں مسٹر چندر شیکھرن نے بتایا ہے کہ "مجھے مدراس یونیورسٹی نے کیمیکل انجینئرنگ کی اعلیٰ تربیت حاصل کرنے کیلئے یہاں بھیجا ہے مقصد یہ ہے کہ واپسی پر کالج میں اعلیٰ ریسرچ کے کام کو توسیع دی جا سکے ہندوستان میں کیمیکل صنعتوں کے تیز رفتار پھیلاؤ کے پیشِ نظر کیمیکل انجینئروں کی بہت ضرورت ہے مسٹر چندر شیکھرن ڈاکٹریٹ حاصل کرنے کیلئے ایک مقالہ بھی لکھ رہے ہیں۔

قطعہ

گلشن میں ذرا دیکھ ہوائے چمنی تھی | اور خصلتِ انسان کو بھی دیکھ مدنی تھی
مخصوص دکن میں یہی کہتی ہے خلائق | تھا وہ بھی زمانہ کہ زبانِ دکنی تھی

(آمدہ از نذری باغ)

علمِ مجلس

از جناب تمکین کاظمی صاحب

اگلے زمانے میں تعلیم کے دو طریقے تھے پڑھنا اور گُننا جسے آج کل کی زبان میں نظری اور عملی کہا جاسکتا ہے پڑھنا مکتب اور مدرسہ میں ہوتا تھا اور معلم یا اُستاد پڑھاتے تھے مگر گُننا گھر پہ ہوتا تھا یا گھر میں ہوتا تھا۔ اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، کھانا پینا، بات چیت کرنا، رہن سہن اور کپڑے لتے کا استعمال یہ سب گھر والے ہی سکھاتے تھے

آج جو کنڈرگارٹن کا طریقہ رائج ہے، یہ صدیوں پہلے ایران اور ہندوستان میں رائج تھا، اور اسی طرح بچے مہذب بنائے جاتے تھے اس گُنن والے طریقہ کے لئے نہ تو اساتذہ مقرر تھے اور نہ کوئی خاص اہتمام ہی کیا جاتا تھا، والدین اور گھر کے سب لوگ اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ بچہ وہی طریقہ سیکھے جو اسکے خاندان میں رائج ہیں

جن دنوں عرب جاہل ترین خطہ تھا وہاں کے شہری اپنی اولاد کو بادیہ نشینوں کے پاس بھجوادیا کرتے تھے تاکہ یہ بچے اُن بدوں سے تیغ زنی، نیزہ بازی، شہسواری اور طلاقت لسانی سیکھ سکیں اور جب وہ ان فنون میں کامل ہوجاتے تو انھیں شہروں میں بلولیا جاتا تھا

آپ نے دنیا کی مشہور کتاب کلیلہ دمنہ کا نام تو یقیناً سنا ہوگا یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ہندوستان کے ایک راجہ اپنے لڑکوں کی تربیت عمدہ طریقے پر کرنا چاہتے تھے انھوں نے اپنے ملک کے تمام عالموں کو جمع کرکے یہ مسئلہ ان کے آگے پیش کیا اور سب عالموں نے ایک خاص عالم کا انتخاب اس کام کیلئے کیا اور لڑکے اس عالم کے حوالے کردیئے گئے اس عالم نے پانچ ابواب پر مشتمل ایک کتاب تصنیف کی اور ان لڑکوں کو پڑھانا شروع کیا اس کتاب میں قصے تھے جنکے ذریعہ سیاسیات، اقتصادیات، تدبیر منزل، انتظام مملکت، عدل و انصاف، ادب و اخلاق اور مذہب کی تعلیم دی گئی تھی اس کتاب کا نام "پنچ تنتر" رکھا گیا اور یہ ایسی مقبول ہوئی کہ دنیا بھر میں اسکی شہرت ہوگئی۔ چنانچہ نوشیروان نے ایک خاص شخص کو اسکے حصول کے لئے ہندوستان روانہ کیا بڑی دقت سے اس انمول رتن کو حاصل کرکے ایران پہنچا اور نوشیرواں نے اس زمانے کی ایرانی زبان میں اسکا ترجمہ کرایا، اسکا ترجمہ مشہور ادیب اور عالم عبداللہ ابن المقفع نے عربی میں منتقل کیا جو ایسا مقبول ہوا کہ اسکے ترجمے تقریباً دنیا بھر کی زبانوں میں کئے گئے

جانوروں کے قصے اور ان میں دنیا جہاں کی تعلیم، جدت کی بھی انتہا ہے آج تعلیم ایک مستقل فن بن گیا ہے اور بچوں کی تعلیم تو نہایت ہی دقیع اور اہم فن بنا دیا گیا ہے، آج بھی ماہرین تعلیم اطفال بچوں کے لئے جانوروں کے قصے پیش کرتے اور انہیں بڑے بڑے مصوّر دلچسپ تزئین کرا کر پیش کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ پنچ تنتر میں لفظی اور حرفی تصاویر ہیں اور ان نئی کتابوں میں رنگین پینٹنگس کے بلاکس ہیں

ہندوستان میں آج سے (۴۰) سال پہلے تک اس بات کا لحاظ رکھا جاتا تھا کہ ہر گھر کے دیوان خانہ میں محلّہ کے شرفا اور معززین جمع ہوتے، ادھر اُدھر کی باتیں ہوتیں، ان دیوان خانوں میں نوخیز لڑکیوں کو خصوصیت سے بیٹھنے کی ہدایت کی جاتی تھی

ترک علیشاہ ترکی نور محلی (پانی پتی) فارسی کے بڑے اچھے شاعر تھے سر مہاراجہ بہادر کے متوسل تھے والد مرحوم فارسی غزل انہیں کو دکھایا کرتے تھے۔ قلندر منش، نہایت بے باک بزرگ تھے کسی کو خاطر میں نہ لاتے مگر مجھ پر نہایت مہربان تھے چونکہ میں انکی گود میں کھیل چکا تھا اسلئے مجھے فارسی غزلیں اور خصوصاً اپنا کلام یاد کرایا کرتے تھے واقعہ یہ ہے کہ مجھ میں ذوق شعر ترکی مرحوم ہی کی توجہ سے پیدا ہوا اور انہیں کی وجہ سے مجھے فارسی شاعری سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ ترکی کسی بڑے سے بڑے کا اعتراض سن نہیں سکتے تھے مگر میں ان کے اشعار پر اپنی نا سمجھی سے اعتراض کرتا تو خوش ہوتے اور بڑی ملاحیت سے مجھے سمجھایا کرتے تھے ترکی کے سالے مولانا غلام قادر گرامی بھی ترکی کی وجہ سے مجھ پر کرم فرمایا کرتے تھے اور مجھ سے بہت مانوس تھے والد مرحوم چونکہ شاعر تھے اور اس زمانے کی ادبی سرگرمیوں میں خاصا حصہ لیا کرتے تھے اسلئے ان کی ایک پارٹی ہی الگ تھی، عبدالحی بازغ، نادر علی برتر، رضی الدین حسن کیفی، محی الدین محفوظ، غلام حسین داد، محمد علیخاں ناظم، نوازش علی مست وغیرہ اس پارٹی کے ارکان تھے، ہمارے دیوان خانہ میں رات دن شاعروں کا جمگھٹا رہتا تھا۔ جمیل (فصاحت جنگ) اختر (اختر یار جنگ) توفیق (جلال الدین) رسا (غلام مصطفیٰ) آصفی (عبدالجبار خاں رامپوری) ترکی، نادان، امیر (حسن علیخاں) تشنہ وخفائی (مودود احمد) آیا کرتے تھے۔ بڑی دلچسپ صحبت رہتی تھی۔ والد کو استاد داغ سے تلمذ تھا اسلئے شاگردان داغ سے برادرانہ مراسم تھے چنانچہ سائل (سراج الدین احمد) احسن مارہروی اور نادان (عبدالغفور) مرزا دہلوی وغیرہ سے بڑے مراسم تھے بعض دفعہ یہ سب ورنہ ان میں سے جتنے بزرگ روزانہ دیوان خانہ پر تشریف لاتے اور بڑی دلچسپ صحبت رہتی تھی۔

ان ہی صحبتوں نے مجھ میں علمی ذوق اور ادبی مذاق پیدا کیا اور میں چپ چپ کہ شعر کہتا اور نثر لکھتا رہا۔ آجکل سمپوزیم کا بڑا چرچا ہے اور یہ ترقی پسند مصنفین کی جدت سمجھی گئی ہے مجھے حیرت ہے کہ آج سے چالیس سال پہلے ایسے ہی سمپوزیم ہمارے دیوان خانہ میں ہوا کرتے تھے کبھی غلام حسین داد اپنی طویل نظم سناتے اور حضرت تجلی حضرت تسلی (قطب الدین) حضرت کیفی وغیرہ ایک ایک شعر پر گھنٹوں بحث کرتے، مناسب اصلاح پیش کرتے اور داد ان سب خیالات کو لکھ لیتے، کبھی کوئی بزرگ اپنا ناول سناتے، کبھی مضمون سنایا جاتا بہرحال روزانہ کچھ نہ کوئی ادبی چیز پیش ہوتی یا بحث ہوتی میں کونے میں بیٹھا ہوا سنا کرتا اسطرح مجھ میں تنقیدی شعور پیدا ہوا۔ ابتداً میں نے شعر کہنا شروع کیا پہلے کیفی کو غزل دکھایا کرتا تھا انکے انتقال کے بعد سے ناظم (میر محمد علیخاں) کو دکھانے لگا مگر جیسے جیسے شعور پیدا ہوتا گیا میری شاعری کی قیمت مجھے محسوس ہوتی گئی بالآخر میں نے اپنے آپ میں وہ چیز نہ پا کر جو لطافت اور نازک خیالی کہی جاتی ہے شاعری چھوڑ دی ان بزرگوں کی حاشیہ نشینی سے مجھے چاہے اور کوئی فائدہ نہ ہوا ہو مگر ذوق شعری ضرور پیدا ہو گیا اور خود اپنی شاعری کو میں نے تنقید کی کسوٹی پر پرکھ کر خیرباد کہہ دیا اور یہ اچھا بھی ہوا ورنہ معلوم نہیں میں کبتک بندی کرتا رہتا اور دوسرے نام نہاد شاعروں کیطرح پر فود غلط ہو کر رہ جاتا۔

ہندوستان اور خصوصاً دکن کے شرفاء میں تربیت کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی اور اسے تعلیم پر مقدم سمجھا جاتا تھا تربیت یافتہ سے پہلے کا ایک درجہ صحبت یافتہ کا بھی تھا۔ آپ نے بعض ایسے بوڑھوں کو دیکھا ہوگا جو پڑھے لکھے بالکل نہ تھے ہر سے بے علم تھے

تاکہ وہ ان لوگوں کی نشست برخاست، بات چیت سیکھ سکیں، عید بقرعید میں والدین بچوں کو ساتھ لیکے نکلتے، ہندو مسلمان سب کا یہی دستور تھا، دیوالی دسہرے میں ہندو بھی اپنے بچوں کو ساتھ لے کر دوست احباب عزیز اقارب کے گھر جاتے اسطرح میل ملاپ بھی بڑھتا اور بچے ملنے جلنے کے ڈھنگ سیکھ جاتے اور انکی آئندہ زندگی کے لئے ایک روشن شاہراہ انکے سامنے ہوتی، اس سے بہت فائدے تھے بڑوں سے ملنے ان سے بات چیت کرنے سے بچوں کی جھجک نکل جاتی اور وہ یگانگت محسوس کرنے لگتے۔

میں نے علامہ شبلی نعمانی کو پہلی دفعہ عید ہی کے موقع پر دیکھا تھا، والد مرحوم کی عادت تھی کہ عید کے دوسرے روز عزیزوں اور دوستوں سے ملنے نکلتے اور میں بھی ساتھ رہتا تھا۔ علامہ شبلی سے والد مرحوم کے پُرخلوص مراسم تھے، پہلی دفعہ مجھے ملاحظہ فرمایا تو دیر تک مجھ سے مخاطب رہے اور مجھے چھیڑتے رہے میرے کان کی سیدھی لو چھیدی ہوئی تھی جسمیں ایک ڈورا پڑا ہوا تھا جسے دیکھ کر لوگ مجھے گولی (گوالا) کہکر چڑایا کرتے تھے علامہ کی نظر پڑی تو انہوں نے وجہ پوچھی۔ حیدرآباد میں پہلے یہ طریقہ تھا کہ جس گھرانے میں لڑکے اُم الصبیان سے مرتے ان گھرانوں میں نومولود کے کان چھید دیئے جاتے اور سونے کی ایک بالی سات آٹھ سال کی عمر تک کان میں ڈالے رکھتے پھر یہ بڑھا دی جاتی تھی چنانچہ اسی سلسلہ میں میرا کان بھی مجروح تھا اسلئے والد نے قصہ سنا دیا میرے چڑنے کا حال سُنا تو علامہ نے مجھے گوالا کہکر پکارا اور میں نے بگڑ کر انھیں لنگڑا کہہ دیا دیر تک مجھ سے مذاق فرماتے رہے اس روز کے بعد سے جب کبھی میں ملتا کبھی لنگڑا اور کبھی گوالا کہکر پکارتے حالانکہ میں لنگڑا نہ تھا مگر چونکہ ایک روز بگڑ کر میں نے لنگڑا کہنے کی گستاخی کی تھی اسلئے اپنا لنگڑا پن مجھے سرفراز فرمادیا تھا علامہ گنفشہ دوڑ ٹھیرے ہوئے تھے جام باغ میں میرے نانی کا مکان تھا جب میں جام باغ جاتا علامہ کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا اور علامہ مجھ پر بڑی شفقت فرماتے۔ غنیمت شاید یہ ہے کہ مجھے علامہ جیسے کے پاس بیٹھنا نصیب ہوا تھا اور میں ان بزرگوں سے بے جھجک ملتا تھا، بے جھجک کے معنی کہیں آپ بے ادبی نہ لیجئے، ادب آداب اور حفظ مراتب کے معاملے میں خوش نصیبی سے میں بچپن ہی سے پابند رہا ہوں

اسٹیشن روڈ پر ہم جس مکان میں رہتے تھے اسی کیا تو مٹ میں مولانا ظفر علیخاں بھی رہتے تھے، اختر علیخاں تو عمر میں مجھ سے بڑے تھے پتلہ صحیح بھی خاصے۔ تھے مجھ سے ہمیشہ لڑائی ہوتی اور میں اختر کے ہاتھوں پیٹتا بھی شکایت مولانا سے کرتا اور وہ ڈانٹ ڈپٹ کر ہم دونوں کو ملا دیتے تھے، اختر کی والدہ محترمہ انار کلی کی کلیوں کی چٹنی بناتیں اور اسمیں مصری ڈال کر ہمیں پلادیتیں بڑے مزے کی چاشنی ہوتی تھی۔ مولانا محفوظ علی، مولوی قطب الدین احمد (قطب یار جنگ) مولوی معشوق حسین خاں (معشوق یار جنگ) مولوی عبدالحق (معتمد انجمن ترقی اردو) وہاں بہت آتے تھے اور ان بزرگوں سے میں اسی زمانے سے مانوس تھا جو مجھ پر بڑی شفقت فرماتے تھے چونکہ مجھے شعر بہت یاد تھے اسلئے یہ بزرگ مجھ سے شعر سنا کرتے تھے خصوصاً قطب یار جنگ سے میرے مراسم ان کے مرتے تک رہے

مولوی محب حسین بھی بڑے روشن خیال اور قابل بزرگ تھے میری والدہ چونکہ انکی لڑکیوں کے ساتھ پڑھا کرتی تھیں اسلئے ان کے گھرانے سے مراسم تھے اور مولوی صاحب کی عنایتیں مجھ پر بھی تھیں، مولانا عبدالحلیم شرر کی خدمت میں ابتدا مجھے انہیں کے گھر پر نیاز حاصل ہوا اور شرر مرحوم کی تیرہ سال تک ہمیشہ نیاز حاصل رہا میں۔

مگر نہایت سلجھے ہوئے اور بہت ہی بااصول نظر آتے تھے، بات چیت میں سلیقہ، نشست برخاست میں ادب قاعدہ، گفتگو میں نرمی، شائستگی، مروت اور ایک قسم کی وضعداری ان میں پائی جاتی تھی، یہی لوگ صحبت یافتہ کہلاتے تھے انہیں یہ صحبت کہاں ملتی تھی؟ ان ہی دیوان خانوں میں!

محلیورہ میں بی بی بازار کی نکڑ پر ایک بڑے میاں رہتے تھے جنکا نام بڈھن خاں تھا ایک چھوٹی سی دوکان کے مالک تھے بیڑی، کاڑی، دھاگا، پتنگ اور دوسری چھوٹی چھوٹی ضرورت کی چیزیں بیچا کرتے تھے، پتنگ بڑی اچھی بناتے اور ماجھا بھی بہت اچھا سوتتے تھے، نیرے بے علم مگر نہایت سلجھے ہوئے آدمی تھے ان دنوں محلیورہ میں تین چار دیوان خانے خاص تھے نواب مظفر جنگ کی دیوڑھی میں بڑی عمر کے لوگ جمع ہوتے تھے زیادہ تر علما اور فضلاء کا مجمع ہوتا تھا، علمی اور مذہبی مباحث ہوا کرتے تھے مگر یہاں خشک صحبت رہتی تھی، ہمارے دیوان خانے میں شعراء اور انشاء پردازوں کا جمگھٹا ہوتا تھا، اور احمد حسن انصاری (عنوان نیچا) اور مصطفیٰ علی بھائی (نواب میر مصطفیٰ علیخاں) کے دیوان خانوں میں گانا بجانا ہوتا رہتا، بڈھن خاں روزانہ پہلے مظفر جنگ کی دیوڑھی میں جاتے آداب بجالا کر تھوڑی دیر لوگوں میں بیٹھے باتیں سنتے، پھر ہمارے دیوان خانے میں آتے اور مغرب تک ٹھیرتے، مغرب کے بعد نجو تو چھا یا مصطفیٰ علی بھائی کے دیوان خانہ میں جاتے اور رات گئے تک وہاں ٹھیرتے دن بھر انکی دوکان پر لوگوں کا جمگھٹا رہتا بڈھن خاں بیٹھے کبھی تفسیر بیان کرتے، کبھی حدیث سناتے، کبھی شعر سناتے اور کبھی موسیقی کے رموز و نکات بیان کرتے، عام لوگ سمجھتے تھے کہ خاں صاحب لکھے پڑھے آدمی ہیں مگر واقعہ یہ تھا کہ وہ نیرے بے علم تھے انکی قابلیت ان ہی دیوان خانوں کی رہین منت تھی اور انکی شخصیت صحبت یافتگی کا مکمل نمونہ تھی، ہندوستان کے قدیم شہروں میں اور خصوصاً حیدرآباد میں ایسے صحبت یافتہ لوگ بہت تھے اب کم ہوجاتے ہیں مگر پھر بھی دو چار نظر آجاتے ہیں

اگر آپکی تربیت اسیطرح ہوئی ہے اور آپ میں یہ باتیں موجود ہیں تو کیا کہنے اور اگر ایسا نہیں ہے اور کسی چیز کی کمی ہے تو اسکی تلافی کیجئے، انسان ہر وقت سیکھ سکتا ہے اور یہ کوئی سیکھنے کی زحمت بھی نہیں، صرف آنا کیجئے کہ اپنے ماحول کو بدل دیجئے، اپنی سوسائٹی کو جس میں یہ باتیں نہوں چھوڑ دیجئے اور ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھا کیجئے جو ملنے جلنے کے قابل ہوں، عادات و اطوار کے لحاظ سے کامل ہوں، آپ بھی خود بخود بدلنے شروع ہوجائینگے اور چند ہی روز میں اپنے آپ میں تبدیلی محسوس کریں گے، صحبت کا اثر لازمی ہے۔ سعدی کا قطعہ آپ بھولے نہ ہونگے پھر ایک بار پڑھ لیجئے ؎

گلی خوشبوئے در حمام روزے ٭ رسید از دست محبوبی بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری ٭ کہ از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم ٭ ولیکن مدتے با گل نشستم
جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد ٭ وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

جب مٹی پھولوں کے ساتھ رہ کر خوشبو حاصل کرسکتی ہے تو پھر آپ انسان ہوکر انسان کی صحبت سے کسطرح متاثر نہ ہونگے؟ علم مجلس سے مراد صرف تربیت نشست و برخاست نہیں بلکہ تربیت ذہن و دماغ بھی ہے، ایک تربیت یافتہ، ایک صحبت یافتہ شخص بڑا ہی سلجھا ہوا اور دماغی حیثیت سے بہت ہی تیار ہوتا ہے، وہ کسی صحبت سے بھاگتا نہیں، کسی سوسائٹی سے ڈرتا نہیں، بروں، بھلوں سبھوں سے ربط ضبط قائم کرلیتا ہے اسے نہ تو بروں کی صحبت بدراہ کرسکتی ہے

ورنہ وہ چھول کی صحبت میں وہ • اپنے آپکو بدل سکتا ہے یکسانی وضع پر قائم رہتا اور اپنی زندگی اسی طرح گذارتا ہے جسطرح اس نے یعنی وضع قائم کی ہے شرفاء میں ایسے تربیت یافتہ ہزاروں میں جو نامانوس صحبت میں بھی ضرور نا اٹھتے بیٹھتے ہیں مگر اپنی حالت نہیں بدلتے یہ بہت مشکل ہے ع

منکہ مئے بودن و ہمرنگ مستاں زیستن

یہ کمال ہے تربیت یافتگی کا اس مرتبہ پر پہنچ کر تربیت یافتہ کہہ سکتا ہے ع

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں

جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

جنمیں یہ بات پیدا ہوجاتی ہے وہ نہ تو کہیں اکیلا رہتا ہے نہ ہی کسی جگہ رکتا ہے، نہ کہیں ہمت ہارتا ہے آدمی تو آدمی بقول اقبال کے وہ "یزداں گیر" ہو جاتا ہے

پس منظر

صدر آئزن ہوور اور کھروشچیف میں علیحدہ بات چیت کی تجویز!

روس کے وزیر اعظم کھروشچیف نے اپنے پچھلے ہفتے کے الزام کے برعکس اب یہ بات تسلیم کی ہے کہ صدر آئزن ہوور نے پیرس میں انہیں پیش کش کی تھی کہ چوٹی کانفرنس کو ناکامی سے بچانے کے لئے وہ ان کے ساتھ پرائیویٹ طور پر بات چیت کرنے کو تیار ہیں۔ پچھلے اتوار کے "پراودا" میں کھروشچیف کا جو بیان شائع ہوا ہے اس میں روسی وزیر اعظم نے نہ صرف یہ بات تسلیم کی ہے کہ صدر آئزن ہوور نے انہیں ۱۶ رمئی کو یہ پیش کش کی تھی بلکہ انہوں نے اپنی طرف سے اس کے جواب کا بھی حوالہ دیا ہے۔ کھروشچیف نے اپنے جواب میں کہا تھا کہ "یہ ایک عمدہ خیال ہے۔ لیکن میرے خیال میں ایسے حالات موجود نہیں جن میں ہم دونوں میں کوئی قابل قبول معاہدہ طے ہو سکے"۔ کھروشچیف کے یکم جون کے بیان میں ان مراسلات کے تبادلے کو نظرانداز کیا گیا تھا۔ اور یہ الزام لگایا گیا تھا کہ صدر آئزن ہوور نے پرائیویٹ گفت وشنید کے ذریعہ چوٹی کانفرنس کے انعقاد کے لئے کوئی راستہ نکالنے کی کسی ایسی خواہش کا اظہار نہیں کیا"۔ وہائٹ ہاؤس کے پریس سیکریٹری جیمز ہیگرٹی نے فوراً ہی اس الزام کی تردید کی اور صدر آئزن ہوور کی طرف سے جو پیش کش کی گئی تھی۔ اس کا حوالہ دیتے ہوئے واضح کیا کہ "مسٹر کھروشچیف کے لئے صرف اس پیش کش کو قبول کرنا باقی رہ گیا تھا"۔ سوویٹ روس کے وزیر اعظم کھروشچیف نے یکم اور پانچ جون کے بیانوں میں صدر آئزن ہوور پر یہ الزام لگانے کی کوشش کی تھی کہ جب وہ اور برطانوی سربراہ پیرس میں موجود تھے تو امریکہ اور روس میں علیحدہ بات چیت کی کوشش نہیں ہوئی تھی۔ اتحادی مدبروں نے امریکہ اور سوویٹ یونین کے لیڈروں میں علیحدہ ملاقات کرانے کے لئے جو کوششیں کیں وہ پیرس کی ناکام چوٹی کانفرنس کا ایک اہم پہلو تھیں۔ کیونکہ یہ محسوس کیا جاتا تھا کہ اس قسم کی میٹنگ سے غالباً چوٹی کانفرنس کا انعقاد ممکن ہو۔ ان کوششوں کی تاریخ کانفرنس کے آغاز سے پہلے ۱۴ ر ۱۵ رمئی کی شام کو شروع ہوئی جس کی کیفیت حسب ذیل ہے۔ ۱۴ ر ۱۵ رمئی۔ برطانوی وزیر اعظم میکملن کھروشچیف سے یہ بات دریافت کرنے کی غرض سے ملے کہ کیا سوویٹ یونین امریکہ کے ساتھ علیحدہ بات چیت کرنے پر رضامند ہے؟ کھروشچیف کے اپنے بیان کے مطابق انہوں نے مسٹر میکملن سے کہا کہ "اگر صدر آئزن ہوور ایسی میٹنگ میں دلچسپی کا اظہار کریں تو میں ان سے ملنے کو تیار ہوں"۔ ۱۶ رمئی۔ ابتدائی میٹنگ میں صدر آئزن ہوور نے کہا کہ وہ سربراہوں کی کانفرنس جاری رہنے کے ساتھ سوویٹ روس اور امریکہ کی باہمی گفت وشنید کے لئے تیار ہیں۔ اس پر وزیر اعظم کھروشچیف نے جواب دیا کہ صدر آئزن ہوور کی یہ تجویز ایک "عمدہ خیال" ہے۔ لیکن میں دیانت داری سے کہوں گا۔ کہ مجھے اس تجویز کے متعلق شبہات ہیں کیوں کہ جس پلیٹ فارم پر انہوں نے تقریر کی ہے میں اس پر ایسے سازگار حالات نہیں پاتا کہ جن میں کوئی باہمی قابل قبول معاہدہ یا مفاہمت عمل میں آسکتی ہو۔ یکم جون۔ چند دن پہلے کے الزام کو دہراتے ہوئے کھروشچیف نے کہا کہ صدر آئزن ہوور نے الگ بات چیت کے لئے کسی خواہش کا اظہار نہیں کیا۔ ۲ رجون۔ وہائٹ ہاؤس کی طرف سے صدر آئزن ہوور کے اس بیان کا حوالہ دیا گیا جس میں انہوں نے ۱۶ رمئی کو پیرس میں الگ بات چیت کی پیش کش کی تھی۔ ۵ رجون۔ مسٹر کھروشچیف نے تسلیم کیا کہ مسٹر آئزن ہوور نے بات چیت کی پیش کش کی تھی۔ اس طرح روسی لیڈر نے خود ہی اپنے سابقہ الزام کی تردید کی۔

قطعہ

نگر کہ تازہ چمن را ہمہ بہار کُند | خراب و خستہ دِگر گرد و ہم غُبار کُند
چہ انقلاب کہ آمد بہار سُو بنگر | کہ ہر کسے درین ایام بے قرار کُند

(آمدہ از نذری کا بابغ)

دِل کی گہرائیوں میں!

انوس

جب دروازہ پر دستک ہوئی میں اپنے افسانے کا یہ ٹکڑا بلند آواز سے دہرا رہا تھا۔

"کون میری زندگی کے افق پر چودھویں رات کے چاند کی طرح اُبھر آیا ہے؟ کس نے میری کائنات کے تاریک ترین گوشوں کو روشن کر دیا ہے؟ کون میرے خیالات اور احساسات پر چھاتا جا رہا ہے؟ کون ہے؟ کون ہے؟

دروازہ کھلا آواز آئی

"میں ہوں شہناز"

میں نے قلم میز پر رکھ دیا اور مسکراتا ہوا شہناز کے استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا۔ شہناز نے اپنا ہینڈ بیگ میز پر میرے قلم کے پاس رکھ دیا۔ اور صوفے پر بیٹھ گئی۔

"کیا بڑ بڑا رہے تھے آپ۔ دیر تک دروازہ کھٹکھٹاتی رہی" نواز کی کہانی لکھ رہا ہوں۔ آپ بڑے رومانٹک موقع پر پہنچی ہیں"۔

"کیا رومانٹک موقع؟"

نواز اپنی محبوبہ کو خط لکھ رہا ہے!

"۔۔۔ کون میری زندگی کے اُفق پر چودھویں رات کے چاند کی طرح ابھر آیا ہے۔ کس نے میری کائنات کے تاریک ترین گوشوں کو روشن کر دیا ہے کون میرے خیالات اور احساسات پر چھاتا جا رہا ہے۔ کون ہے؟ کون ہے؟

آپ نے دروازہ کھول کر کہا' میں ہوں شہناز"

شہناز ہنسنے لگی اور بولی۔

"آپ کیوں رومانٹک افسانہ نگاری میں وقت ضائع کرتے ہیں؟ ہمیں بہت کام کرنا ہے"۔

شہناز میں اور مجھ میں جسموں کی جاذبیت کا رشتہ نہیں۔ جسموں کی جاذبیت تو بڑی خطرناک چیز ہے۔ جسموں کی جاذبیت تو ایک جال ہے جس میں ایک سادہ لوح دل اٹک کر رہ جاتے ہیں۔ اور پھر تمام عمر کے لئے شادی کے پاگل خانہ میں پڑے سڑتے رہتے ہیں۔ شہناز اور مجھ کو تو صرف سوشیل کاموں نے یکجا کر دیا ہے۔ جب کام ختم ہو جاتا ہے شہناز اپنے گھر چلی جاتی ہے۔ اور میں اکیلا اپنے فلیٹ میں بیٹھا رومانٹک افسانے لکھتا رہتا ہوں۔

میں نسوانی حسن کی جاذبیت سے بےحد ڈرتا ہوں۔ اسلئے جب میں کسی لڑکی کو دور سے اپنی طرف آتے دیکھتا ہوں تو میرے منہ سے بے اختیار دعائیں نکلتی ہیں: یا باری تعالیٰ! یہ لڑکی بدصورت ہو۔ نہیں تو میں اوفس سے لیٹ جاؤں گا۔ یا باری تعالیٰ تو ہی میری عزت اور میری صحت کا رکھوالا ہے۔ اور اگر وہ لڑکی بدصورت ثابت ہو تو مجھے بے تحاشا خوشی ہوتی ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں اوف ڈیولی (Out Dated) ہو گیا ہوں۔ جیسے اور بھی غم ہیں زمانہ میں محبت کے سوا۔ مثلاً قطار کو توڑ کر بھاری ہجوم کو چیرتے ہوئے بس پر سوار ہونا۔ یا چاقو والا یا لاٹھیوں کی مدد سے میونسپلٹی نے نلکے سے پانی کی بالٹی لینا۔ قدرت نے اس دنیا میں خوبصورتی اور بدصورتی کا تناسب بہت

جابکدستی سے رکھا ہے۔ حسن کے عالمی مقابلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا میں ایک سال میں صرف ایک عورت حسین ہوتی ہے باقی سب بدصورت۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور اس دنیا کی ہر عورت حسین ہوتی تو عورتوں اور مردوں کی مخلوط پارٹیوں میں کھانے کی میز پر عورتوں کے سامنے بیٹھے ہوئے مرد چھریوں سے اپنی انگلیاں کاٹ لیتے۔ حسن ایک جادو ہے جو جاگتوں کو سلا دیتا ہے اور زندوں کو مردہ کر دیتا ہے۔

شہناز نے پوچھا۔

آپ نے وہ مضمون ختم کر دیا جس کا عنوان "خدا" تھا۔؟"

میں نے جواب دیا۔

"نہیں۔ نواز کے ٹیلیفون نے ڈسٹرب کر دیا"

"دیکھئے۔ ہم اپنی ذمہ داریوں کو نظر انداز کر رہے ہیں"

"میں جانتا ہوں۔ لیکن نواز کی باتیں اس قدر دلچسپ تھیں کہ میں یہ مضمون چھوڑ کر اسکی کہانی لکھنے بیٹھ گیا"

"کونسی ایسی دلچسپ باتیں تھیں وہ ؟" شہناز نے مطالبہ کیا

"نواز نے خوشخبری سنائی کہ اس کا دسواں بچہ ملائے ناگہانی کی طرح نازل ہو گیا ہے۔ میں نے حیران ہو کر جواب دیا۔ تم نے پچھلے سال بھی ایک بچہ کے ورود مسعود کا ذکر کیا تھا۔ اس نے کہا ہاں۔ وہ ۱۹۵۹ء کا موڈل تھا یہ ۱۹۶۰ء کا موڈل ہے۔ ۱۹۵۱ء سے لے کر ۱۹۶۰ء تک میرے ہاں ہر سال جنوری میں ایک نیا موڈل وارد ہوتا ہے۔ اب یہ دسواں ۱۹۶۰ء کا موڈل ہے میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ او بیوقوف! کچھ فیملی پلاننگ کا بھی خیال کر۔ خاندان کی صحت اور مسرت کے لئے خاندانی منصوبہ بندی نہایت ضروری ہے۔ وہ بولا۔ یار! میں فیملی پلاننگ کے حق میں نہیں۔ ہماری قوم کے لئے خاندانی منصوبہ بندی بہت نقصان دہ ہے۔ آخر ہمارے پاس یہی تو ایک انڈسٹری ہے۔ جس میں ہمیں ایک بہت بلند مقام حاصل ہے۔ ہم کیوں اپنی بین الاقوامی پوزیشن ضائع کریں۔ جب بڑے پیمانے پر ریزر بلیڈ بنانے کے لئے لائسنس جاری کئے جاتے ہیں تو بڑے پیمانے پر بچے بنانے کے لئے بھی لائسنس جاری ہونے چاہئیں۔ نہیں تو آنے والی جنگ میں توپوں کو گھاس کون ڈالے گا؟ میں بڑی بدتمیزی سے ٹیلیفون پر ہنسنے لگا۔ اور چلایا! نواز آج مجھے معلوم ہوا کہ ایک عظیم فلسفی ہو۔ تم ایک بہت بڑے دماغ کے مالک ہو۔ میں حیران ہوں کہ اتنے بڑے دماغ کا بوجھ انسان کے کندھے کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔ یہ بوجھ تو کسی گدھے کے کندھوں پر ہونا چاہئے۔"

شہناز چپ چاپ سنجیدہ بیٹھی رہی۔ جب شہناز کو کسی بات پر اعتراض ہو تو وہ چپ چاپ سنجیدہ بیٹھی رہتی ہے۔ اور اپنی ناک سکیڑ کر فضا میں تکتی رہتی ہے۔

"اور نواز کی اس محبوبہ کا کیا ہوا جس کو وہ اسقدر رومانٹک خط لکھا کرتا تھا؟"

نواز کی محبوبہ ایک بہت زرخیز بیوی ثابت ہوئی۔ وہ نواز کی زندگی کے افق کو چاند کر اس کے گھر میں آگھسی۔ اور اسکی کائنات کے تاریک ترین گوشوں کو ٹورچ لائٹ سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان میں بچوں کے بیڈ روم بنا دیئے۔ اور اب وہ نواز کے اعصاب پر اس قدر چھائی ہوئی ہے کہ آج صبح اس نے مجھ سے ٹیلیفون پر وٹیمن بی کومپلکس کی ایک درجن بوتلیں منگوائی ہیں۔



"شہناز نے اپنی ناک سکیڑلی اور بولی"

"میں احتجاج کرتی ہوں۔ آپ صنف نازک کے بارہ میں توہین آمیز لہجے میں باتیں کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔

"شہناز! تم ایک سوشل ورکر ہو۔ تمہیں جذبات سے کوئی سروکار نہیں۔"

"جی ہاں۔ میں سوشل ورکر ہوں لیکن میں دماغ کے ساتھ دل بھی رکھتی ہوں۔"

یکایک شہناز نے کردار کا ایک نیا زاویہ میرے سامنے رکھ دیا۔ یک بیک اس کے نگینے کا ایک اچھوتا پہلو نظروں کے سامنے آگیا۔ اور میں حیران رہ گیا۔

شہناز نے اپنی زندگی کے اس کمزور گوشے کو بڑے اہتمام سے چھپا رکھا تھا۔

اس کے دل میں اپنے ملک و قوم کی خدمت کی تڑپ تھی۔ اس کے دل میں مزدوروں اور کسانوں اور جھونپڑیوں اور گاؤوں میں کام کرنے کی آگ تھی۔ اس لئے اس نے اپنے سینے سے اپنا دل نکال کر اس کی جگہ ایک اینٹ رکھدی تھی۔ اینٹ تعمیر کا سمبل ہے۔ دل آگ میں پگھل جاتا ہے۔ اینٹ آگ میں پختہ ہوتی ہے۔ اینٹ آگ میں پختہ ہو کر چٹان بن جاتی ہے۔

ایک دن میں نے کہا۔

"شہناز! میں تمہارے سوشل کام کے جذبہ کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم مردوں کے ساتھ کام کرنے کے بجائے عورتوں کی کسی سوشل ویلفیر سوسائٹی کی ممبر بن جاؤ۔ غالباً عورتوں کے ماحول میں تم زیادہ آزادی سے کام کرسکوگی۔"

اس نے جواب دیا۔

"مشورے کا شکریہ۔ لیکن ہماری عورتوں کی سوشل ویلفیر سوسائٹیاں تو بے بی شو اور مینا بازار اور نٹنگ کی حدوں سے آگے نہیں بڑھتیں۔ اور میری پیاس شبنم سے بجھنے والی نہیں۔ میری پیاس کے لئے بحر بیکراں چاہیئے۔"

لیکن تمہیں مردوں کے ساتھ کام کرنے کے خطروں کا بھی احساس ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ کبھی کبھی پراسرار فضاؤں میں سے گھوڑے پر سوار ایک نوجوان آتا ہے اور لڑکیوں کو اٹھا کرلے جاتا ہے۔"

جی ہاں۔ میں نے سنا ہے کہ کبھی کبھی پراسرار فضاؤں میں سے گھوڑے پر سوار ایک جوان آتا ہے اور لڑکیوں کو اٹھا کرلے جاتا ہے لیکن میں لڑکی نہیں ہوں۔"

"اور تم کیا ہو؟"

"میں ایک چٹان ہوں۔"

شہناز خوبصورت ہے لیکن وہ بدصورت نظر آنے کی کوشش کرتی ہے۔ وہ کہتی ہے۔ اس کی خوبصورتی اس کی سب سے بڑی بدقسمتی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ سوشل کام کرنے والی خاتون کو خوبصورت نہیں ہونا چاہیئے۔ خوبصورت سوشل ورکر قافلے کو منزل تک پہنچانے کی بجائے خود اس کی منزل بن جاتی ہے۔ قافلے والے اپنی منزل بھول کر اور اپنا رخت سفر رہزنوں کے حوالے کرکے اپنی حسین و جمیل رہنما کے آستانے پر سجدے کرنے لگتے ہیں حسن خود ایک منزل ہے جو انسان کی حقیقی منزل کے راستے میں کانٹے بن کے بیٹھ جاتا ہے۔ شہناز خوبصورت ہے لیکن وہ بدصورت نظر آنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس دن جب شہناز اور میں پنجابکے ایک گاؤں میں انجمن ترقی دیہات کے سالانہ جلسہ میں مدعو تھے۔

شہناز کو دیکھ میرے حسن کے احساس کو بڑی ٹھیس لگی۔
اور میں نے غصے میں کہا۔
"شہناز مجھے تمہارا گنوار لڑکیوں کی طرح باندھا ہوا بالوں کا جوڑا سخت ناپسند ہے اور تم نے یہ سبز کناری والی نیلی ساڑھی کیا پہنی ہے، کتنی بری لگتی ہے۔"
شہناز نے تنک کر کہا۔
"میں جنگ پر جا رہی ہوں۔ میں نے زرہ بکتر پہنا ہوا ہے"
"جنگ پر جا رہی ہو؟ زرہ بکتر پہنا ہوا ہے۔ کیا مطلب ہے۔ تمہارا شہناز؟"
"میں جون اوف ارک ہوں۔"
اس دن مجھے معلوم ہوا کہ شہناز بڑی ظالم ہے۔ بڑی سنگدل ہے۔ اس نے اس لڑکی کو جو اس کے جسم میں رہتی ہے فولادی شکنجوں میں جکڑ کر بڑی بے رحمی سے مار ڈالا ہے۔ اور اب اس کی لاش کھڑی چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے۔ میں کوئی معمولی لڑکی نہیں ہوں۔ میں کوئی معمولی لڑکی نہیں ہوں۔ میں جون آف آرک ہوں۔
مجھے چپ دیکھ کر آخر جون آف آرک نے کہا۔
اور آپ میرے بالوں اور میرے لباس میں دلچسپی کیوں لینے لگ گئے ہیں؟
میں نے اپنی آواز میں سنجیدگی اور وقار پیدا کر کے جواب دیا
"میں آرٹسٹ ہوں۔ مجھے بدصورتی سے نفرت ہے۔"
"شہناز چپ ہو گئی۔ میں بھی چپ ہو گیا۔"
اس واقعے کے دو ہفتے تک شہناز مجھے نہ ملی اور آج دو ہفتے کے بعد وہ میرے فلیٹ میں آئی تو میں نواز کی کہانی لکھ رہا تھا۔ میں نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا لیکن میں نے اس کی طرف غور سے نہیں دیکھا۔ اور نہ اس کے آنے پر میں نے کسی غیر معمولی خوشی کا اظہار کیا۔ جب وہ صوفے پر بیٹھ گئی تو میں نے بڑی بے پروائی اور بڑی بے حیائی سے نواز کی باتیں شروع کر دیں۔ جیسے میرے پاس شہناز نہیں بیٹھی ہے، جیسے میں ایک چٹان کے پاس بیٹھا تھا۔ جیسے میرے پاس جون آف آرک فولادی لباس پہنے بیٹھی تھی۔ اور جب شہناز نے کہا میں سوشل ورکر ہوں۔ لیکن میں دماغ کے ساتھ دل بھی رکھتی ہوں۔ تو میں حیران رہ گیا۔ میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور میری نظریں اس پر منجمد ہو گئیں۔ شہناز ایک سنہری جارجٹ کی ساڑھی میں ملبوس تھی۔ اور اس کے بالوں میں ایک گلاب کا پھول لگا ہوا تھا۔ اور اس کی دو چوٹیاں اس کے سینے پر ناگنوں کی طرح چمک رہی تھیں۔
شہناز نے کہا"
ایڈیٹر بڑی شدت سے آپ کے مضمون (خدا) کا انتظار کر رہا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ آپ کا مضمون موصول ہونے کی وجہ سے پرچہ لیٹ ہو گیا ہے۔ آج آپ کو یہ مضمون مکمل کرنا ہوگا۔"
میں نے جواب دیا۔
"آج یہ مضمون مکمل نہیں ہو سکے گا۔ میں مشغول ہوں۔"
"آپ نواز کی بیکار کہانی کو چھوڑ دیجئے۔ کوئی بڑا کام کیجئے۔"
"میں نواز کی کہانی نہیں لکھ رہا ہوں۔"
"پھر کونسی اتنی بڑی مشغولیت ہے آپ کی۔"
"مجھے ایک گمشدہ لڑکی کی تلاش ہے۔"
"شہناز نے جلدی سے میری طرف دیکھا۔ جیسے وہ

گمشدہ لڑکی کے بارہ میں کچھ سوالات کرنا چاہتی ہو۔ لیکن اس نے مجھے گمشدہ لڑکی کے بارہ میں کوئی سوال نہ کیا۔ اور نظریں جھکا کر کسی گہری سوچ میں پڑ گئی۔

پھر وہ بولی۔

"اچھا آپ گمشدہ لڑکیوں کو تلاش کریں۔ میں وہ مضمون لکھتی ہوں۔ مجھے چند لفظوں میں اپنا خدا کا نظریہ بتا دیں۔"

میں فلسفیانہ انداز میں کہا۔

"خدا ایک غیر معمولی طاقت ہے جو چٹانوں کے سینوں میں دل پیدا کر دیتی ہے۔ خدا ایک بے پناہ قوت ہے جو انسانوں کے بالوں میں گلاب کے پھول اگا دیتی ہے۔"

شہناز چپ ہو گئی اور دیر تک چپ چاپ کچھ سوچتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔

کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ نے ایک چٹان کے سینے میں دل پیدا کر دیا ہے۔ کیا آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ نے میرے بالوں میں گلاب کا پھول اگا دیا ہے کیا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ خدا ہیں؟"

میں نے جواب دیا۔

میں ایک خدا ہوں۔ میں آرٹ کی تخلیق کرتا ہوں۔ میں افسانوں کا خالق ہوں۔ میرے کردار میری مخلوق ہیں۔ میں چٹانوں کے سینوں میں دل پیدا کر سکتا ہوں۔ میں انسانوں کے بالوں میں گلاب کے پھول اگا سکتا ہوں۔"

اور میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ میں نے اپنے بالوں میں گلاب کا پھول آپ کے لئے نہیں لگایا۔ میرے صحن میں ایک گلاب کا پودا ہے اور یہ پھول اس گلاب کے پودے کا پہلا پھول ہے۔ آج صبح میں نے اپنے صحن میں گلاب کا پہلا پھول دیکھا تو میں نے اس کو فرط مسرت سے چوم چوم لیا۔ اور توڑ کر اپنے بالوں میں لگا لیا۔"

اور میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ بالوں میں گلاب کے پھول کے ساتھ اور ناگنوں کی طرح چمکتی ہوئی دو چوٹیوں کے ساتھ اور سنہری جارجٹ کی ساڑھی کے ساتھ آپ بے حد حسین لگ رہی ہیں۔"

شہناز نے کسی قدر ترش ہو کر کہا۔

آپ میرا وقت ضائع مت کیجئے۔ مجھے یہ مضمون مکمل کر کے بھیجنا ہے۔"

میں نے جان کر ترش لہجے میں جواب دیا۔

"آپ اپنا وقت ضائع مت کیجئے۔ اس مضمون کا خیال چھوڑ دیجئے۔ چپ چاپ میرے سامنے بیٹھی رہیئے آرٹ کی تخلیق ہو رہی ہے۔ میں آرٹسٹ ہوں۔ آپ میرا موڈل ہیں۔ اس دن جب آپ نیلی ساڑھی میں ملبوس میرے ساتھ پنجاب کے ایک گاؤں میں گئی تھیں اس دن آپ شہناز تھیں۔ آج آپ ناز ہیں۔ صرف ناز سراپا ناز! شہناز تو مجھے روز ملتی ہے، ناز کو میں نے آج پہلی دفعہ دیکھا ہے۔ گلاب کے پہلے پھول کی طرح۔ شہناز تو مجھے ہر روز مل جاتی ہے۔ مجھے ناز کی ضرورت ہے اور جب مجھے ناز کی تلاش ہوگی تو میں پکار دوں گا:

نازی نازی تم کہاں ہو نازی؟ آؤ ہم آرٹ کی تخلیق کریں۔"

شہناز ناراض ہو گئی۔ اس نے گلاب کا پھول بالوں سے نکال کر میرے پیروں کے پاس پھینک دیا۔ دونوں چوٹیوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کندھوں کے پیچھے ڈھکیل دیا۔ اور اپنے دائیں بازو سے اپنے چہرے کو چھپا کر صوفے کی بیک پر لیٹ گئی۔

میں شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

اور جب تم کمسن کم سمجھ بچوں کی طرح روٹھ کر لیٹ جاؤ گی تو میں کہوں گا۔ نازو نازو! مان بھی جاؤ نازو بے بی۔"

اور پھر غضب ہو گیا۔ شہناز بچوں کی طرح رونے لگی۔ میں گھبرا کر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ شہناز بری طرح سسکیاں بھر بھر کر رو رہی تھی۔ میں اس کے پاس گیا۔ اس کے بازو کو اس کے چہرے سے اٹھایا اور ٹھوڑی سے پکڑ کر اس کے چہرے کو اپنے سامنے کر کے بولا۔

شہناز، شہناز تم تو ایک چٹان ہو۔ تم تو جون آف آرک ہو۔ کبھی چٹان بھی پگھلتی ہیں؟ کبھی زرہ بکتر میں بھی زخم ہوتے ہیں؟ شہناز! میں تو مذاق کر رہا تھا۔ تم نازی نہیں ہو۔ تم نازو نہیں ہو۔ تم شہناز ہو، صرف شہناز۔"

شہناز نے میرا بازو جھٹک کر ایک طرف پھینک دیا اور چہرے کو دونوں ہاتھوں میں چھپا کر زور زور سے رونے اور کراہنے لگی۔ او میرے خدا! او میرے خدا!"



کہ آندھرا پردیش میں قومی شاہراہوں پر (٦٨٠) لاکھ روپے خرچ کئے جائینگے

لیکن (٦٨٠) لاکھ روپے میں سے "قومی گنہ داروں" پر کیا خرچ کیا جائیگا اسکی کوئی وضاحت نہیں کی گئی ہے

کہ مسٹر سی۔ ڈی، دیشمکھ صدر یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے بتایا کہ کانگریسیوں کے خلاف بدعنوانیوں کی تحقیقات کرنے کے لئے ٹربیونل کا مطالبہ کیا گیا تھا لیکن حکومت نے پینل قائم کیا

اینہم غنیمت است ۔ اگر پینل بھی نہ قائم کیا جاتا تو آپ کیا بگاڑ لیتے تھے !؟

کہ مسٹر سرینواس لاہوٹی نے کانگریسی منشور کو "سنہرے خواب" کہا ہے

لیکن ہماری رائے میں صحیح تشبیہ "ہتھیلی میں جنت" تھی۔

کہ محترمہ معصومہ بیگم وزیر سماجی بھلائی نے فرمایا کہ عورتیں زیادہ خوش اسلوبی سے بلدی امور انجام دے سکتی ہیں

اور بلدی امور انجام دینے والی عورتوں کے مرد زیادہ خوش اسلوبی سے "امور خانہ داری" انجام دے سکتے ہیں

کہ مسٹر ایس۔ کے۔ پاٹل وزیر اغذیہ و زراعت نے فرمایا کہ ہندوستانیوں کو غذائی عادتوں میں تبدیلی کی ضرورت ہے

یعنی ہندوستانی روٹی نہ ملنے کی صورت میں پیڑے کھالیا کریں ـــــ !!

کہ جاپان کی ایک عورت کے جسم سے روزانہ ایک تولہ روئی نکل رہی ہے

واہ رے جاپان! تیری ہر بات نرالی ہے

کہ طلباء کو ملکی صداقت نامہ کے حصول میں دشواریاں پیش آرہی ہیں

یعنی اگر آپ ملکی ہیں تو آپکو ایک ہفتہ میں ہزار وقت صداقتنامہ مل سکتا ہے اور اگر غیر ملکی ہیں تو صرف (٤٨) گھنٹوں میں ـــــ !!!

کہ پی۔ ایس۔ پی لیڈر نے بھی کو ہبہر کے فساد پر ایک مدد بیان دیا ہے

یعنی کو ہبہر کا فساد کیا ہوا ۔ لیڈروں کو بیان دینے کا موقع ہاتھ آیا

کہ مسٹر اے۔ ایم۔ تھامس، مرکزی نائب وزیر خوراک نے فرمایا کہ موٹے چاول کی قیمت گذشتہ سال کے مقابلہ میں اس سال "صرف" ایک روپیہ زیادہ ہے

اس لفظ "صرف" کی بلاغت کے کیا کہنے !

کہ شری اطہر جنھوں نے پہلے اتحاد المسلمین کے جلسہ عام میں تقریر کی تھی اب ۱۶ر جون کو کانگریس کی تائید میں تقریر کی۔

غالباً مجلس نے موصوف کو معقول معاوضہ نہیں دیا ہوگا ـــــ !

کہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ یونیورسٹیوں میں بدنظمی کا سبب سیاسی جماعتیں ہیں

اور ہماری رائے میں نہ صرف یونیورسٹی میں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں بدنظمی کا سبب صرف سیاسی جماعتیں ہیں اگر سیاسی جماعتیں نہ ہوں تو ساری بدنظمی دور ہو جائے

کہ شری اطہر سے جو، اب تک آزاد امیدوار کی تائید میں تقریر کرتے آئے تھے اب کانگریسی امیدوار کی تائید میں تقریر کر رہے ہیں

کل ہم سنیں گے کہ موصوف ... امیدوار کی ...

علی کی معنوی پیغمبری سمجھا تو کیں سمجھا | وفورِ عشق کا دورِ خودی سمجھا تو کیں سمجھا
ستا کر آپ کو عثمان یہ کہتا ہے ہر اک سے | کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو کیں سمجھا

شیراز

ایڈیٹر :- سیّد صمصام شیرازی — مقام اشاعت :- چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴ — روز جمعہ — یکم جولائی سنہ ۱۹۶۰ء — م ۶ محرم الحرام سنہ ۱۳۸۰ھ — شمارہ (۳۴)

نظم فارسی

(مطلع) رنگِ گلہائے چمن نیز گلستان ہر دو | پر پروانہ نگر شمعِ شبستان ہر دو
گفت ایں ماتمِ شبیر بہ پیشِ دنیا | رنگ ایں خونِ جگر لعلِ بدخشان ہر دو
گفت ایں ماہِ عزا چاک گریبان کردہ | قطرۂ اشک نگر ہم درِ غلطان ہر دو
گفت ایں خمِ غدیرے چہ فسانہ ساقی | کیف و مستی تو نگر ہم سبوئے ریان ہر دو
کردہ حاصل چہ مقامے بہ نگاہِ دارین | ذاتِ ایں صغریٰ شاہِ شہیدان ہر دو
ناز کرد است عروسانِ چمن با بلبل | رنگِ نوروز دگر رنگِ خیابان ہر دو
جانِ خود کرد فدا بر سرِ دینِ اسلام | ذاتِ عابدؑ تو نگر قیدیٔ زندان ہر دو
ذاتِ والائے نبیؐ نیز علیؑ شیرِ خدا | گشت ممتاز نگر بین ہزاران ہر دو (لاجواب)

(مقطع) کردہ ایں پیشِ نظر زائرانِ عثمان گفتہ
ذاتِ موسیٰ رضا بابِ خراسان ہر دو

معروضہ گستاخی بعدہٗ معذرت نامہ

(شبیر علی برادر علمبردار کا مقیم نذری باغ)

فرمایا میں نے جو مختصر سا مضمون تکلیس کار کے سلسلہ میں لکھکر ۲۱ رجون ۱۹۶۰ء کو نظام گزٹ میں بھیج دیا تھا وہ حقائق سے پر تھا جس کا ثبوت قطعی موجود تھا میرے ہاں۔ مگر اسی سلسلہ میں اسکے نمبر ۱ لکھ کر مدرسہ عالیہ سے بھیجا تھا مورخہ ۲۴ رجون ۱۹۶۰ء۔ مگر یہ چیز ایسی تھی کہ میں اس کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ لہذا جو کچھ جواب مجھے دینا تھا بہ شکل وارننگ (Warning) بتوسط حبیب محمدؐ (کیونکہ یہ اس کے حالات گذشتہ سے خوب واقف تھے) اور حسن علی مرزا عرف بتولا (کیونکہ یہ اس کی والدہ کا حقیقی برادر خورد تھا اور وہ بھی اس کے کردار سے خوب واقف تھا) جو کچھ جواب کھلا بھجوانا تھا بھجوا دیا تھا یہ لکھکر کہ اگر فوراً بغیر تعویق وہ معافی نامہ داخل نہ کرے گا تو پھر اس کے حالات گذشتہ کا افسانہ بہ شکل خلاصہ نظام گزٹ یا شیراز میں شائع کر دوں گا جبکہ ہر چیز میرے دفتر پیشی میں ریکارڈ پر موجود ہے۔ خیر اوس نے اپنی عقل کو نزدیک رکھ کر اور ہوش میں آکر اور دو قاصد کے متنبہ کرنے پر تحریری معذرت نامہ داخل کیا۔ جس کو میں نے یہ لکھکر قبول کیا کہ اگر آئندہ پھر ایسا موقع آئے گا تو اوس وقت میں خاموش نہیں بیٹھ سکتا۔ بلکہ مجھے جو کچھ کرنا ہے کروں گا۔

خلاصہ یہ کہ یہ ہر دو اسکی تحریر دستخطی اس وقت میرے دفتر پیشی میں مثل پر شامل ہے۔ اور اس کا انگریزی میں ترجمہ کرا کے تا را پور کو بھی دفتر ٹرسٹ میں رکھنے کے لئے دیدیا ہے۔ بقول داشتہ آید بکار۔

آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میرے لطف وکرم کا یہ شکریہ تھا۔ جو اس جاہل مطلق یا کندۂ ناتراشیدہ نے دیا تھا۔ جبکہ مجھے افسوس ہے کہ یہ نذری باغ میں میرے زیر سرپرستی نہ آتا تو بہتر تھا (جبکہ وہ اس کا اہل نہیں تھا) کہ مجھکو آج یہ دردسری نہ ہوتی۔ خیر مضے ما مضے۔ آئندہ دیکھا جائے گا جیسا موقع درپیش ہو

مکرر۔ فرمایا مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا کہ معروضہ گستاخی کا مسودہ محلہ دارالشفاء سے آیا اور اس کو بشیر باغ کے محلہ نے صاف کیا۔ جس پر شبیر علیؑ نے دستخط کیا تھا۔ الحاصل اس بیوقوف کو چاہیئے کہ مفسدین کے پنجہ سے خود کو علیحدہ رکھے۔ ورنہ اس کا نتیجہ اس کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ اور گندم نما جو فروش فرابتدار اس کو نقصان پہنچا کر تماشہ دیکھیں گے۔ اور یہ اس وقت کف افسوس ملے گا۔

مرقوم ۲۲ رجون ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

بے غیرتی کا افسانہ

فرمایا سابق بریگیڈیر کا بیٹا جس کا نام ہاشم علیؑ ہے یہ چھوکرا کس قماش کا تھا۔ اور اس کی زوجہ جو میسرم کے ایک شریف گھرانے کی دختر تھی اس کے ساتھ شوہر کا برتاؤ کس قدر نازیبا تھا کہ بعد چھ ماہ عقد یہ اس کو چھوڑ کر (جبکہ یہ حاملہ تھی) نذری باغ سے روپوش ہوگیا تھا جس کو کچھ عرصہ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے زوجہ کو جس کا نام اشرف بیگم تھا مدرسہ عالیہ سے طلب کر کے بہ این وجہ کہ وہ تنہا اس محلہ میں نہیں رہ سکتی تھی نذری باغ میں رکھا تھا جس کا واقعہ شیراز یا نظام گزٹ میں لکھکر بیان کیا تھا۔ اور میرا خیال تھا کہ انسان سے غلطی ہو جاتی ہے۔ اور شاید کم عمری کی وجہ سے شوہر کا یہ برتاؤ تھا اس لئے عمر بڑھنے سے یہ اپنے کردار کو درست کرے گا اور زوجہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گا۔ مگر افسوس کہ اس کے بعد بھی ایسا نہیں ہوا بلکہ ہمان آتش در کاسہ کا مضمون تھا اور اس چھوکرے کے دماغ میں یہ سما گیا تھا کہ وہ بریگیڈیر کا بیٹا ہے۔ لہذا میسرم کے جوان کی لڑکی اس کے پوزیشن کے مطابق نہیں ہے۔ اور ہر وقت اس بیہودہ کے زبان پر یہ فقرہ تھا اور مارپیٹ زوجہ کے ساتھ ہوا کرتی تھی۔

دیگر۔ مدرسہ عالیہ میں بشیر الدین عہدہ دار صرف خاص کا بیٹا جو ہے جس کا نام قطب علیؑ ہے اس کی زوجہ جو کہ اسی حیثیت کی لڑکی تھی (مثل اشرف بیگم) اس پر یہ فریفتہ ہوگیا تھا اور گھنٹوں اپنے مکان سے نکل کر قطب علیؑ کے مکان میں جا کر اس کی زوجہ کے ساتھ گذارتا تھا۔ دوسرے طرف اپنی زوجہ اور اس کے تعلق سے جو لڑکی تھی اس کا اس کو خیال نہیں تھا اور یہ حالات دیکھ کر قطب علیؑ بے حیا اپنی زوجہ کے ساتھ ہاشم علیؑ کا یہ خلط ملط دیکھ کر اس کو کیسے جائز رکھا میری سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وہ بھی مثل ہاشم علیؑ بے غیرت تھا جبھی یہ حالات پیدا تھے۔ الحاصل اس کو دیکھتے ہوئے یعنی ان وجوہ سے ہاشم علیؑ اپنی زوجہ سے بیزار ہو کر اس کو طلاق دیدیا (بشکل خلع بہ معافی زر مہر) جس کا ذکر میں نے حال میں پرچہ شیراز میں بہ صراحت کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس بیہودہ چھوکرے کی اچھی تعلیم و تربیت نہ ہونے سے طبیعت کا اوباش معلوم ہوتا ہے لہذا ان وجوہ سے وہ ہرگز نذری باغ میں رہنے کے قابل نہیں تھا اور چہرہ سے بھی اس کے بے وقوفی معلوم ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ اس کی زوجہ طلاق لے کر ان

آفات سے نجات پائی اور خدا کو جو کچھ منظور تھا وہ ہو کر رہا۔

دیگر۔ بعض عہدہ داروں کی اولاد جو نذری باغ میں ہے ان میں سے بعض کو مستثنیٰ کرتے ہوئے ان کے کردار کی میں تعریف نہیں کر سکتا کہ کچھ نہ کچھ سقم ہر ایک میں موجود ہے۔ کاش کہ میں ان پر نظر نہ ڈالتا احسان کو نذری باغ میں نہ رکھتا تو زیادہ بہتر تھا۔

مکرر۔ اسی قسم کا ایک اور واقعہ نازیبا ہے ایک خانہ زاد میسرم کا جس کا نام عارف علیؒ ہے۔ اس لونڈے کے حرکات بھی ناقابل بیان ہے۔ کہ یہ نشہ کا عادی بن گیا تھا اور اس کا برتاؤ بھی اس کی زوجہ کے ساتھ جو میسرم کے جوان کی لڑکی تھی جس کا نام مریم بیگم تھا اچھا نہیں تھا جس کی وجہ سے زوجہ بھی طلاق لے کر (بشکل خلع) ان مصائب سے خود کو نجات دلائی۔ اور یہ اپنے کم سن معصوم بچہ کے ساتھ زیر سرپرستی نذری باغ ہے۔ اور اس کو بھی شاباش کہتے ہوئے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ بھی عقد ثانی پر راضی نہیں ہے اور وہی وجوہ اس کے بتاتی ہے جو کہ اشرف بیگم زوجہ ہاشم علیؒ نے بتائی تھی۔ بہ ہر حال دنیا میں ایسے برے کردار یا قماش کے کچھ کرے ہوتے ہیں صرف اس فرق کے ساتھ کہ جن کو اچھی تعلیم ملتی ہے وہ اپنے خاندان کا خیال کر کے درست طریقہ پر زندگی بسر کرتے ہیں اور جوان معائب سے خالی ہوتے ہیں ان کا شمار گرے ہوئے طبقہ میں ہوتا ہے اور ایسی زندگی بسر کرتے ہیں جو کہ شرمناک کہلائی جاتی ہے

مورخہ ۲۲ جون ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

کردار امجد علیؒ چھوکرا یعنے پوتہ تراب علیؒ صاحب ولد میر عاشق علیؒ صاحب مرحوم

(مقیم نذری باغ)

فرمایا یہ پہلے موٹر خانہ نذری باغ میں اس کے دادا کی سفارش پر چند سال قبل ملازم ہوا تھا کلینر (Cleaner) کی خدمت پر۔ مگر حسن علیؒ مرزا عرف بچو لا جو کہ مہتمم تھا موٹر خانہ کا۔ اور اس چھوکرے کے بڑوں سے واقف تھا ملازم رکھ لیا تھا پینشن بچیش کی خدمت پر بعدہٗ جب خانہ زادوں کا معاملہ درپیش ہوا تو بچوٹے نے اس کو میرے سامنے پیش کیا جو کہ متعاقب خانہ زادوں میں شریک ہوگیا۔ مگر اس کا رویّہ نہایت ہی قابل نفرین ہے کہ اس کی طبیعت میں شر و فساد ہے چنانچہ اسی وجہ سے محمد علیؒ ذکی خوشنویس کے بیٹے کے ساتھ جھگڑا اور ہاتھا پائی کرنے سے موخرالذکر کو اول مکان سے علیحدہ کیا جبکہ یہ لڑکا جو سنجیدہ طبیعت کا ہے اور طبیعت میں غربت ہے اس مفسد چھوکرے کے قیام سے ہٹ کر اب بڑے دوا خانہ میں مقیم ہے جہاں دوسرے خانہ زادان رہتے ہیں۔

دوم اس کے علاوہ سردار نواز جنگ مرحوم ناظم ٹپہ کے وفات کے بعد ان کے گھر کی حالت بگڑی ہونے سے ان کی لڑکی فاطمہ بیگم کا نکاح نذری باغ کے پیسے سے کرا دیا اسد علیؒ کے ساتھ (یعنے برادر حیدر علیؒ) جبکہ یاور جنگ مرحوم زندہ تھے اس کے سوا مرحوم کے دو لڑکے جن کا نام ملک حسینؒ اور نظام علیؒ ہے زمرہ خانہ زادوں میں شریک ہوئے۔ مگر یہ دو چھوکرے بھی مفسد ہیں اور یہاں رہنے کے قابل نہیں ہیں کہ ایک دو وقت جھگڑے پیدا ہوئے تھے (درآن حالیکہ ایک لڑکی مرحوم کی جس کا نام حمزہ بیگم ہے وہ زیر سرپرستی نذری باغ ہے جس کا معاملہ بھائیوں سے تعلق نہیں رکھتا ہے)۔ آخر میں یہ کہدینا بھی ضروری ہے کہ بعض خانہ زاد بھی اپنے رویہ کے مدنظر یہاں رہنے کے قابل نہیں ہیں جو کہ میسرم سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً احتشام علیؒ اعظم علیؒ۔ سلامت علیؒ۔ غفار علیؒ۔

الحاصل میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر ان افراد مذکورہ کے رویہ میں اصلاح نہ ہوگی تو ان کو مجبوراً نذری باغ سے خارج کر کے کچھ امداد بشکل گذارہ ان کے لئے مقرر کردوں گا جو کہ دوسری چیز ہے۔ مگر اس قماش کے چھوکروں کو ڈیوڑھی میں رکھنا ہرگز قرین مصلحت نہیں ہے تاکہ ان کو دیکھ کر دوسرے خانہ زادوں کی زندگی بھی برباد نہ ہو۔ بقول "خربوزہ کو دیکھکر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے"۔

سوم فرمایا امجد علیؒ کی چھوٹی بہن جعفری بیگم جبکہ کچھ عرصہ قبل اپنے کسی قرابتدار کے گھر میں ٹھری ہوئی

تھی (در محلہ حویلی قدیم جہاں جلو خانہ میں حسن تقلیدی جہان میسرم جو کہ بڑے درجہ کا بدمعاش یا اوباش ہے اور کیا کیا حرکات نازیبا کیا تھا اس کا علم یس۔ین۔ زیدی کو ہے۔ یعنے یہ اسی کے پاداش میں برطرف ہونے کے قابل تھا یہ بھی نشہ کا عادی ہے) اس کے ساتھ اس شوخ چشم چھوکری نے کیا حرکات نازیبا تھے جبکہ ہر دو جو کرایہ کے مکان میں تھے جبکہ یہ ایک دوسرے کے محاذی تھا جہاں سے دید بازی ہوتی تھی اسی کا افسانہ شائد نظام گزٹ یا شیراز میں لکھا تھا یہ معافی مانگنے پر اس کا عقد دوم طاہر علی خانہ زاد کے ساتھ ہوا تھا جس کی وقعت نذری باغ کے جملہ خانہ زادوں کی عورتوں کی نظر میں دمڑی برابر نہیں ہے کہ دوسکرز و جگان خانہ زادان نیک کردیہ ہیں جن کو مربی و سرپرست اچھی نظر سے دیکھتا ہے۔

الحاصل یہ ناموری تھی تراب علی صاحب کے خاندان کی جبکہ ان کو یہ اعمال شنیعہ اپنے افراد خاندان کے دیکھکر صدمہ تھا کہ انکی نیکنامی کو اس طرح سے یہ برباد کئے تھے۔ بہرحال اس مسئلہ پر تفصیل سے مجھے روشنی ڈالنے کی ضرورت تھی تاکہ یہ ریکارڈ پر رہے۔

دیگر۔ آیندہ جیسے جیسے حرکات نازیبا ہوں گے خانہ زادوں کے تو بصراحت منظر عام پر آئیں گے تاکہ اس سے وہ غیرت پکڑکر اپنے کردار کی اصلاح کریں یا نذری باغ سے روپوش ہوں جو کچھ کہ ان کے مقدر میں لکھا ہو۔ کہ کوئی خط تقدیر کو نہیں مٹا سکتا۔

______ مرقوم ۲۲ر جون ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

مجالسِ سالانہ

۶ر محرم الحرام سے ۱۰ر محرم الحرام تک شام کے
۶ بجے مجالس عزائے سالانہ مقرر ہیں
سید الواعظین آقای سید شاہ عباس منصوری
اور
خطیب اہلسنت مولوی سید محمد اصغر صاحب لکھنوی
فضائل مولی الکونین اور مصائب امام حسین بیان فرمائیں گے

پتہ:- سلطان منزل، المــــکلف علی آقا کاشانی گلباغ ہنومان ٹیکری۔

بیان مُظفر حسین مددگار افضل علیؑ خاں مُہتمم کوٹھیات

فرمایا حال کا واقعہ ہے کہ یہ عید الضحٰی کے موقع پر نذر دینے نذری باغ آیا تھا (مثل دیگر عہدہ داران پرائیویٹ اسٹیٹ نظام) اور اُس وقت اتفاق سے کوئی دُوسرے لوگ میرے سامنے نہیں تھے۔ میں تنہا کُرسی پر بیٹھا تھا تو میں نے موقع دیکھ کر اس سے کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ اس کی زوجہ پہلے تو راضی تھی۔ مگر بعدہٗ اپنا خیال اپنی چھوٹی لڑکی جو گیارہ یا بارہ سال کی تھی جس کو میں نے عابد علیؑ برادر خورد شبیر علیؑ سے منسوب کیا تھا اس سے ناراض ہو کر لڑکی کو نذری باغ اپنے ہمراہ نہیں لاتی تھی تاکہ یہ میری نظر کے پیچھے رہے یہ کیا معاملہ تھا۔ حالانکہ اگر وہ اصل میں نسبت سے راضی نہ تھی تو مجھ سے صاف کہہ دیتی تو میں اس کی خواہش کے خلاف نسبت کا اخبار نظام گزٹ یا شیراز میں اعلان نہ کرتا بلکہ کوئی دوسری لڑکی تلاش کرتا۔ میرا یہ کہنا سُنکر کہا کہ سرکار میری زوجہ اس وجہ سے ناراض تھی نسبت سے کہ مُعاملہ علمبردار کا سامنے تھا جس سے اس کی دختر یُوسف بیگم منسوب تھی یعنے اوسکی زوجہ تھی اور نہ صرف یہ بلکہ شبیر علیؑ کا رویہ نذری باغ میں کیسا رہا تھا جس کی زوجہ ہمت النساء بیگم زوجۂ قربان علیؑ کی دختر تھی جس کا نام حسینی بیگم تھا۔ لہٰذا ان امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے اُوسکو امید نہیں تھی کہ اگر عابد علیؑ کے ساتھ اسکی چھوٹی لڑکی کا بر وقت عقد ہوتا تو یہ لڑکا کس کردار کا نکلتا۔ اور آخر میں کہا کہ ہم حکیم سید علیؑ صاحب ایڈوکیٹ مرحوم کے خاندان سے کوئی رشتہ یا قرابت نہیں رکھتے ہیں۔ اور اگر سرکار اپنی سرپرستی میں ان دُو کی شادی ان دُو لڑکوں سے نہ کرتے تو ہم بطور خود ان حالات مذکورہ کو دیکھتے ہوئے اگر مرحوم کے گھر سے ہمارے ہاں نسبت پیام آتے تو ہم ہرگز اس کو منظور نہ کرتے لہٰذا چونکہ سرکار بیچ میں تھے۔ میں اور میری زوجہ اور میری بہن اور ان کا شوہر اس پر راضی ہو گئے۔ مگر بیشک میری زوجہ سے غلطی ہوئی کہ ان اُمور کو سرکار پر ظاہر نہیں کی۔ بس یہی اصل میں غلطی ہوئی جس کی ہم معافی مانگتے ہیں وغیرہ۔

یہ قصہ اوس کی زبانی سُنکر میں نے کہا کہ ایک حد تک اس کا بیان ان وجوہات کے ساتھ ضرور قابل غور اور دُرست تھا۔ اور گفتگو یہاں ختم ہوئی۔

آخر میں فرمایا کہ عام قاعدہ دُنیا کے مدنظر ہر گھر کے والدین جب تک کچھ نہ کچھ اپنا اطمینان نہ کرینگے اندھا دُھند کام کرکے اپنی اولاد کے مفاد کو نقصان نہیں پہنچا سکتے خصوص اس پرآشوب زمانہ میں کیونکہ یہ مُعاملہ لڑکیوں کے سُود و بہبُود کا ہے جو غور و فکر سے انجام پاتا ہے جس کی سخت ضرورت ہے۔

مرقوم ۲۲ر جون سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

ضمیمہ معروضہ سیّد ہادی برادر علیؔ رضا مرحوم

(طبع شدہ در نظام گزٹ مورخہ ۲۷ جون ۱۹۶۰ء)

فرمایا میں نے جو شرط قائم کیا تھا کہ اِن کا لڑکا جو کہ پونہ میں زیر تعلیم ہے گلائیڈنگ اسکول میں جس میں جان کا ہر طرح کا خطرہ ہے اسکو نہ چھوڑے گا تو حشمت جاہ کی صاحبزادی کی نسبت سے میں اتفاق نہیں کرسکتا تو اُس کی غرض و غایت یہ تھی کہ بعد عقد اگر احیاناً لڑکے کی جان اِس قسم کے کاموں میں تلف ہوگی تو خدا نکردہ حشمت جاہ کی صاحبزادی بیوہ نہ بن جائے۔ اور اگر اوس وقت ایسا ہوا تو پھر کون اس بچی کا خواستگار ہوگا۔ لہٰذا اُس کے سوا اور کوئی میرا مقصد یا مطلب نہ تھا۔ مگر اس نازک پائنٹ پر لڑکی کے باپ نے خیال نہیں کیا۔ جس کو کرنا ضروری تھا۔ (Permanent)

دوسرے طرف اس کے وہمی خیالات کی زندگی میں ایک طویل عرصہ تک یہ مبتلا تھا جس سے نذری باغ اچھی طرح واقف ہے۔

خلاصہ یہ کہ نذری باغ حفاظت جانوں کے دُھن میں لگا ہوا ہے اور لڑکے کا باپ سیّد ہادی پیسوں کی دُھن میں ہے۔ یعنے جو کام اِن کا بیٹا کر رہا ہے (چاہے خطرناک ہی کیوں نہ ہو) اگر آئندہ اس کو وہاں ملازمت مل جائے گی تو اس کو بھاری بھرکم خدمت ملے گی۔ مگر دوسرے طرف ان دو چیزوں میں کیا فرق ہے اس کو صرف صاحبان عقل و خرد ہی سمجھ سکتے ہیں نہ کہ وہ جو اس سے کوسوں دُور ہیں جیسے کہ لڑکے کے پدر بزرگوار۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کے اِصرار پر اس کی ضعیفہ والدہ نے رُو کر بادل نخواستہ اجازت دی تھی۔ یہ سُنکر میں نے کہا کہ ایسے اُمور کی میرے ہاں وقعت نہیں ہے جو سراسر بے معنے ہیں۔ کیونکہ یہ صرف دکھاوے کی حد تک ہیں نہ کہ شفقت مادری کے رنگ میں۔ درآنحالیکہ جناب پدر بہ شخص ثالث کی حیثیت سے خاموش تھے صرف تماشہ دیکھنے کے لئے جو کہ خطرناک نتائج کا حامل تھا خدا فضل کرے۔

مرقوم ۲۲ جون ۱۹۶۰ء ——————

(آمدہ از نذری باغ)

حرکات نازیبا معین علیؑ و قادر علیؑ

(پسران لطف علیؑ ملاقہ صاحبزادگان صرفخاص)

فرمایا ان میں نمبرا۔ رُدبہ کا ٹھیک ہے اور اپنی حد تک پڑھا لکھا ہے مگر صرف ایک دفعہ اس سے جو حرکت ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ امتحان دینے کے سلسلہ میں اندر چلا گیا تھا بغیر اجازت۔ دوسرے طرف اگر یہ اجازت لیکر جاتا تو اسکو اجازت ملتی اور زادراہ بھی دیا جاتا۔ چنانچہ اسی حرکت کے مدنظر اس کا اخراج نذری باغ سے کچھ مدت کے لئے ہوا تھا بگر معافی مانگنے پر یہاں پھر آگیا۔ اسکی زوجہ نذیرالدینؒ عہدہ دار صرفخاص کی دختر ہے جس کا نام عمدہ بیگم ہے اور زن وشوہر کا اچھا ملاپ ہے۔ یہ صاحب اولاد ہے دیگر۔ اسکا چھوٹا بھائی قادر علیؑ یہ ایک حد تک شریر تھا کہ بھائی کے یہاں سے جانے کی اطلاع پیشی میں نہیں دیا بلکہ مخفی رکھا۔ اور سنا ہے کہ زبان کا بھی یہ چھوکرا اچھا نہیں ہے مگر یہ بھی معافی مانگنے پر پھر یہاں آیا اور بھائی کے ساتھ محلہ پرنڈر گھاسٹ ہی میں مقیم ہے اسکی سابقہ زوجہ جو کہ حیدر علیؑ کی دختر تھی جسکا نام دیدارالنسا بیگم تھا بہ معافی ترر قہر خلع ہونے پر یہ معاملہ داخل دفتر ہوچکا ہے مگر حیدر علیؑ نے قادر علیؑ پر جو الزام لگایا تھا اپنی سابقہ زوجہ کا جہیز دبا لینے کا اسکا ثبوت پیش نہیں کیا۔ ورنہ وہ عدالت میں جاکر کرتا اور وہاں عدالت سے اوس کے حق میں فیصلہ ہوتا تو نذری باغ قادر علیؑ سے جواب لیتا۔ مگر ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ دعویٰ بلا ثبوت تھا۔ محض شرارت نفس کے مدنظر۔ اور کچھ نہیں۔

چنانچہ اسکا حال میں عقد ثانی ریحانہ بیگم سے ہوا ہے۔ لھذا اگر آئندہ پھر یہ ہو یا اسکا بھائی کوئی حرکت نازیبا کرینگے تو ھمیشہ کے لئے دونوں نذری باغ سے خارج ہو جائینگے۔ نظر برآں یہ آخری موقع ہے۔ لھذا ہر دو کو سنبھل کر احتیاط سے زندگی بسر کرنا چاہیئے ورنہ دو کردنی خویش۔ آمدنی پیش"۔

مرقومہ ۲۲ جون سنہ ۱۹۶۰ء ———— (آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

صبا کے واسطے بھی یہ خرام تھا کیسا || برائے کارِ جہاں یہ نظام تھا کیسا
یہ کہتی جاتی ہے دنیا تمام اے عباسؑ || (بند و بست) برائے کرب و بلاؑ احترام تھا کیسا

(آمدہ از نذری باغ)

سب معروضے نوشتہ اہلیہ حکیم سید علیؒ صاحب ایڈوکیٹ مرحوم

فرمایا مرحوم کے بعد سے تا این وقت یعنے چند سال کے دوران میں مختلف امور سے متعلق جو ان کے گھر سے تعلق رکھتے تھے۔ یا حصول امداد کے سلسلہ میں تھے یا میرے استفسارات کے جواب تھے۔ (ان کے دو لڑکوں کے عقد سے متعلق یعنے علمبردار و شبیر حسن علی) یہ سب اصل تحریرات مکمل مثل پر میرے دفتر پیشی میں موجود ہیں۔ بقول

"داشتہ آید بکار"

۳۰ر جون سنہ ۱۹۶۰ء ——— (آمدہ از نذری باغ)

عقد ثانی قادر علی پسر لطف علی علاقہ صاحبزادگان صرفخاص

(۲۷ر ذیحجہ سنہ ۱۳۷۹ھ در مسجد جودی)

فرمایا چونکہ یہ عقد ثانی تھا اس لڑکے کا اور کس حیثیت کی لڑکی ریحانہ بیگم سے ہوا تھا (علاقہ بیسرم) اسکی تشریح نظام گزٹ یا شیراز میں آچکی ہے۔ اس لئے یہاں اسکے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ بعض وقت قسمت کے شعبدے بھی قابل دید ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ واقعہ بھی ازاں قبیل ہے۔

دیگر فرمایا میں نے بہ شکل حفظ ما تقدم جو کچھ انتظام کرنا تھا اس عقد ثانی سے متعلق کر لیا ہے۔ لہذا امید ہے کہ نتیجہ ہر وقت بہتر برآمد ہوگا۔ اور کوئی چیز مماثل عقد اول اس لڑکے سے متعلق وقوع میں نہ آئے گی کہ زوجین کے گھر پر میری نگرانی رہے گی۔ زیادہ مبارک باشد۔

مرقوم ۲۳ر جون سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

برائے سنبل پیچاں یہ تاب تھا کیا
کھلی جو آنکھ تو ھر چیز تھی رفو چکر
(غالب)

برائے رند یہ کیف شراب تھا کیا
یہ امور جہاں بھی یہ خواب تھا کیا

(آمدہ از نذر باغ)

"خانۂ مہر" در محلۂ پرنڈر گھاسٹ

(بمعنے آفتاب)

جسمیں صاحبزادی مہر النساء بیگم (عرف منو پاشاہ بطنی اقبال بیگم منکوحہ)
مقیم ہے۔ بعد عقد اپنے شوہر رشید جنگ پسر ولی الدولہ مرحوم کے ساتھ۔

فرمایا یہ مکان زمانہ قدیم میں تعمیر کردہ تھا۔ جس میں عارضی طور پر مسٹر پرنڈر گھاسٹ ٹیوٹر برادران والاشان کو قیام کی اجازت دی گئی تھی جبکہ دونوں بھائی بغرض تعلیم نذری باغ سے آکر عدن باغ میں مقیم تھے (جدید تعمیر کردہ موجودہ مکان میں جہاں انکی والدہ مرحومہ کا عقد ہوا تھا۔ (زمانۂ گذشتہ میں)۔

بہرحال یہ مکان مع زمین وفرنیچر وغیرہ کو ملا کر کم و بیش پچاس ہزار روپے کا ہے اور بچی کے پوزیشن کے مطابق ہے۔ بہ این وجہ کہ میری سب لڑکیوں میں (متاہل شدہ) بعد شہزادی پاشاہ یہ سینیر پوزیشن کی ہے جو نذیر جنگ مرحوم کی نواسی ہے۔ الی الحال میرا ارادہ ہے کہ اس مکان کا قانونی ٹرسٹ بناکر بچی کو عطا کردوں۔ اور غالباً یہ کام اندرون ایک سال انجام پا جائے گا تو اس وقت ایک مختصر سا آٹ ہوم اس کی گھر بھرائی کے سلسلہ میں دیا جائے گا۔ (در حدود نذری باغ)۔

فرمایا اگرچہ ٹرسٹ میں اس بچی کے حصہ کی رقم مندرج ہے اس کام کے لیئے۔ مگر چونکہ اسکو خصوصیت حاصل ہے اس لئے مجھے مکان مذکورہ عطا کرنے کی ضرورت تھی جس کی وہ مستحق تھی۔

زیادہ مبارک باشد

نوٹ۔ آج نظام گزٹ میں جو مضمون مکان کاشانہ سے متعلق شائع ہوا ہے اس میں شہزادی پاشاہ کی وہ سہو کتابت سے چھوٹ گئی ہے صحت کرلی جائے۔

مرقوم ۲۴ر جون سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

واسطے کاکل کے شانہ مِل گیا (کنگھی) || واسطے عشرت کے خانہ مِل گیا (گھر)
مفسدوں کے واسطے بہر فساد || بیٹھے بیٹھے اک بہانہ مِل گیا

(آمدہ از نذری باغ)

سینیر پرنس کا فرستادہ کلام مجید مطلّا و مذہّب قیمتی ضمنی ۵۰۰ ہزار کا

(بر موقع ولادت معصوم پوتہ در انگلینڈ)

فرمایا چونکہ یہہ متبرک چیز ایسے مسرت کے موقع پر یہاں پر دادا کے ہاں آئی ہے۔ ہٰذا میرا ارادہ ہے کہ خاندانی اور تاریخی نایاب روزگار (طلائی و جڑاؤی) علموں کے ذخیرہ میں (collection) (بڑی دیوڑھی میں) شریک کر دُوں (در حجرہ بارہ امام) تاکہ اس کے خیر و برکت کے سایہ میں یہہ معصوم پھولتا پھلتا رہے اور انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ بعونہٖ وکرمہٖ۔

مکرر صاحبزادہ نو مولود کا منتیٔ علم ۷ رمحرم کو بیت الحزن میں ایستادہ ہو جائیگا جو کہ مرحومہ دُولہن پاشاہ کے بعد تعمیر ہوا تھا۔ کس لئے کہ سینیر پرنس کی ولادت ۷ رمحرم کو ہوئی تھی م ۲۱ رفروری سنہ ۱۹۰۷ء

۲۵ رجون سنہ ۱۹۶۰ء
م ۲۹ رذیحجۃ الحرام سنہ ۱۳۷۹ھ

(منقول از نظام گزٹ)

حزم و احتیاط ضروری ہے پُر آشوب زمانہ میں

فرمایا بعض صاحبزادے مکان گاف اپنی جوان لڑکیوں کو اپنے زوجگان کے ساتھ مجالس عزا محرم میں بعض گھرانوں میں بھجواتے ہیں۔ ہٰذا زمانہ پُر آشوب ہونے سے ہر چیز میں احتیاط ضروری ہے تاکہ کل کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جس سے والدین کو مصائب کا سامنا کرنا پڑے۔ البتہ خود اگر تنہا جائیں یا صرف سیانے لڑکوں کو ہمراہ لیجائیں تو وہ بات دوسری ہے۔ یعنے بحث صرف اُناث کی حد تک ہے نہ کہ ذکور کی حد تک۔ آیندہ جو مناسب سمجھا جائے عمل کیا جائے۔

مرقوم ۲۵ رجون سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

معروضہ سیّد ہادی نگران کار عدن باغ

(برادر علیؑ رضا مرحوم)

فرمایا اِس میں اُنھوں نے لکھا تھا کہ ان کے بیٹے نے پونہ سے خط کے ذریعہ اطلاع دی ہے کہ جس مقام پر یا کارخانہ میں یہ کام کر رہا ہے جب تک وہ سنہ ۳۰ء مطابق معاہدہ جس کو کہ اس نے کیا تھا وہاں شریک ہونے کے سلسلہ میں نہ دیا جائے گا وہ وہاں سے علیحدہ نہیں ہوسکتا وغیرہ۔ یہ دیکھ کر مَیں نے اِن کو بتوسط تحریر آگاہ کیا ہے کہ یہ مُعاملہ اون کا ذاتی اور خانگی ہے جس سے نہ مجھکو اور نہ حشمت جاہ کو کوئی تعلق ہے۔ یعنے سنہ ۳۰ء یہاں سے اِس غرض سے نہیں دیئے جاسکتے۔ لہٰذا وہ جو کچھ مناسب سمجھیں بطور خود کام کریں۔ یا حشمت جاہ کی صاحبزادی کی نسبت سے ہاتھ دھوئیں۔ کیونکہ لڑکی کے باپ کی تحریر سے مجھے معلوم ہوا کہ لڑکی ماں کے ساتھ سیّد ہادی کی زنانہ مجلس محرم میں سال گذشتہ گئی تھی تو وہاں سیّد ہادی کی زوجہ نے بطور خود نسبت کی خواہش کی تھی جس کی تحریک خود لڑکی کے باپ کی طرف سے نہیں ہوئی تھی۔ الحاصل یہ چند سطور لکھ کر آیندہ کی غلط فہمی کا اِزالہ کرنا مناسب سمجھا۔ تاکہ سیّد ہادی کے لوگ یہ نہ مشہور کریں کہ حشمت جاہ نے ان کو مجبور کر کے اپنی صاحبزادی کو ان کے بیٹے سے منسوب کر کے رقمی بار ان پر ڈالا خصوص اِس مفلسی کے زمانہ میں جب کہ چو طرف انقلاب کی وجہ سے دُنیا کے حالات دِگرگوں ہیں اور ایسا کرنا میرے لئے ضروری تھا بہ حیثیت بزرگ خاندان۔ کہ یہ میری پوتی کا مُعاملہ تھا۔

دیگر دوسری طرف میری پوتیوں کی نسبت بعض لڑکوں سے باپوں کی خواہش پر ہوئی ہے جو جُداگانہ نوعیت رکھتی ہے وبس۔

مرقومہ ۲۶ رجون سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

پُرز اصنام حسین بتخانہ ہے | بادۂ تیر سے بھرا میخانہ ہے
کہتی ہے عید ہم کس شوق سے | پُرز نغمہ آج یہ کاشانہ ہے

(آملہ از نذری باغ)

حاضریٔ الاوہ جات ، محرم غیر ممکن

فرمایا اونہیں وجوہ سے جیکہ نظام گزٹ میں اعلان کیا گیا ہے سالانہ دورہ اس سال ملتوی بجز حاضریٔ الاوہ بی بی بوقت صبح دس بجے۔ کیونکہ یہاں مجلس عزا ہے۔
نظر برآں دوسرے مقامات پر مقررہ نیازات بھجوا دیئے جائیں گے۔ تاکہ منت کی ادائی ہو جائے۔ کیونکہ مجبوری کا علاج نہیں۔
دیگر عزا خانہ زہرا میں روزانہ وقت عصر سوز خوانی ہو جائے گی۔ اور صرف دو مجلس یہاں ہونگے کہ زیادہ دیر تک میں زمین پر نہیں بیٹھ سکتا اور اسی طرح سے بڑی دیوڑھی میں۔ مرقوم ۲۶ جون ۱۹۶۰ء

انکار مایان مناہل صاحبزادیان نذری باغ

(متعلق قیام در مکانات دامادان)

فرمایا میں نے ان سے کہا جب کہ ان کی لڑکیاں اپنے گھر دار سے ہو چکی ہیں (یعنے ان کا عقد ہو چکا ہے) تو یہ اگر چاہیں تو بیٹیوں کے مکانات میں جا کر قیام کر سکتے ہیں بعوض قیام نذری باغ۔ اس کا جواب یہ دیئے کہ ہم جوانی سے لیکر ضعیفی تک والی وارث کے گھر میں رہے۔ لہذا اس کو اب چھوڑکر ہم دوسرا طریقۂ زندگی اختیار نہیں کر سکتے۔ ہاں وہ بات اور ہے کہ عند الضرورت ہم وہاں آمد و رفت رکھیں گے مگر مستقل طور پر ہمارا وہاں قیام نہیں رہ سکتا۔ اور نہ زن و شوہر کے معاملات میں بے ضرورت دخل دیکر ہم اپنی رسوائی نہیں کرا سکتے وغیرہ۔ کہ ہم اپنے مقامات پر امن سے ہیں۔ یہ جواب سنکر میں نے کہا اونکی خوشی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں ان کے جواب کو قدر کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ والی وارث کا خیال ابتک ان کے قلوب میں جاگزین ہے آفرین۔

مرقوم ۲۷ جون ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

حال گلشن کا صبا سے پوچھو || اور تاثیر دوا سے پوچھو
کس طرح جا کے نجف میں آخر || ہوئی مقبول دعا سے پوچھو

(آمدہ از نذری باغ)

بیان صادق علی صاحب مہتمم الاوہ جات علاقہ پرائیویٹ اسٹیٹ نظام

فرمایا میرے استفسار پر ان کا کہنا تھا کہ اس سال ایام عزا محرم کے زمانہ میں جو چہل پہل رہتی تھی اس میں بہت کچھ گھاٹ ہے یعنے روپیہ میں دو چار آنہ سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ اس وجہ کہ انقلاب کی وجہ سے شکم پری کرنا مشکل ہے تو پھر مجالس کے مصارف کون برداشت کریگا۔ اور یہ بھی کہا کہ الاوہ امام اشم کی حالت بہت سقیم ہے۔ اسی طرح سے عشق علم کی کہ عمارتیں کہنہ و بوسیدہ ہو جانے سے ان کی دا غدوزی ... ن کریگا کہ ہر ایک ... یہ خالی ہے (یہ نگرانی میں پرائیویٹ اسٹیٹ مذکور کے نہیں ہیں) اور یہ بھی کہا کہ اسوقت جب یہ حالات پیدا ہیں تو پھر خدا کو علم ہے کہ آیندہ کیا ہوگا وغیرہ۔ یہ سنکر میں نے کہا کہ انکی تشریح ضرور قابل غور ہے اور ساتھ ہی صحیح بھی۔ بہرحال ایام کربلا کی عزاداری جس طرح سے ممکن ہوگی ہر سال ادا ہوتی رہے گی۔ رہا زمانہ گزشتہ کی بات اب پیدا ہونا بہت دشوار ہے کہ جو طرف حالاتِ دنیا بدلے ہوئے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ صاحبان ایمان و ایقان کے خلوص و عقیدت میں یہ ممکن ہے ان وجوہ سے کمی ہو جائے تاہم یہ کسی طرح سے ان کے قلوب سے بالکلیۃ فنا نہیں ہوسکتی بعینہ اوسی طرح سے جیسا کہ تیرہ سو[۱۳۰۰] سال سے برابر اس کا جلوہ قائم ہے۔ انشاءاللہ تا قیام قیامت باقی رہے گا گو اس میں کم و بیشی ہو تو کوئی نئی چیز نہیں کہ دنیا میں ایسا ہوتا آیا کہ کل کی بات آج نہیں۔ مثل گردش لیل و نہار کہ ہمیشہ دنیا کے حالات ایک جگہ قائم نہیں ہیں بلکہ بدلتے رہتے ہیں جس کا نام گردش دوراں ہے مگر باوجود اس کے۔ قطب از جا نمی جنبد۔

(ایمان کا)

مرقوم ۲۷ر جون ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

بوئے گل بنفشہ بھی بادِ صبا میں ہے | تاثیر کیا عجیب یہ دیکھو دوا میں ہے
کہتا ہے آج ماہ عزا ہر طرف سنو | سینہ زنی کی شان بھی آہ و بکا میں ہے

(آمادہ از تذکرہ باغ)

ضمیمہ نظم فارسی

اشاعت بعض مضامین نذری باغ جو کہ شیراز میں آیندہ جمع طبع ہو رہے ہیں یہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے قابل دید ہیں۔ جسمیں بعض خانہ زادان نذری باغ کا کردار بد بتایا گیا ہے یا مذموم رویہ بعض اولاد عہدہ داران کا ذکر ہے جو اصلاح طلب ہے جسکو غالباً ثقہ اصحاب غور سے پڑھیں گے جو خود حاملان کردار ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ یہ کیا انمول چیز ہے جو بازار و کوچہ میں فروخت نہیں ہوتی ہے الا خاص مقامات پر وہ بھی ایسے نامی گرامی جو عالم آشکارا ہوں۔ اور وزن رکھتے ہوں۔

مرقوم ۲۸ رجون سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

تشریح ضمیمہ نظم فارسی شائع شدہ امروزہ در نظام گزٹ

فرمایا اس میں جن مضامین کی اشاعت سے متعلق لکھا گیا ہے شیراز میں آیندہ جمعہ وہ افراد یہ ہیں یعنے

(۱) ہاشم علیؑ پسر سابق بریگیڈیر (برادر حبیب محمدؐ)

(۲) قطب علیؑ پسر بشیر الدین عہدہ دار صرف خاص

(۳) شبیر علیؑ برادر علمبردار

(۴) امجد علیؑ پوتہ تراب علیؑ صاحب (یعنے فرزند عاشق علیؑ صاحب مرحوم)

(۵) ملک حسین نظام علیؑ (پسران مردار نواز جنگ مرحوم سابق ناظم پگہ)۔

(۶) احتشام علیؑ اعظم علیؑ۔ سلامت علیؑ۔ غفار علیؑ (خانہ زادان علاقہ بیسرم مقیم نذری باغ)

(۷) معین علیؑ۔ قادر علیؑ (پسران لطف علیؑ علاقہ صاحبزادگان صرف خاص)

مرقوم ۲۹ رجون سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

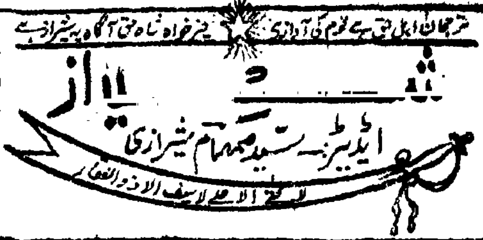
قطعہ

رنگ گل پھوٹ پڑا آج یہ گلزاروں سے ‖ بڑھ گئی دل کی خلش اور بھی ان خاروں سے

کہتا جاتا ہے یہی شمس بھی ہو کر شادان ‖ جگمگاتا ہے فلک رات کو ان تاروں سے

(خوش)

[illegible]



مسلمانوں کا سال نو

به لوح قلب نام شاہ گہ باخط جلی بینم | درخش آئینۂ زہرا و مراۃ علی بینم
حسین آں آفتاب تابان کہ دست حق برست الحمد | بہ دست ہر نجبیم بہ فرق ہر ولی بینم

یکم محرم الحرام سے مسلمانوں کا سنہ ہجری کا آغاز ہوتا ہے ہو سکتا تھا کہ اقوام عالم کی تقلید میں مسلمان بھی غرہ محرم الحرام کو جشن سال نو مناتے اور اپنے مذہبی سال کو اظہار مسرت و شادمانی کے ساتھ شروع کرتے لیکن واقعہ کربلا کے باعث مسلمان اس خوشی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہوگئے اور اب ان کا ہر نیا سال ایک ایسے غم جانکاہ کی یاد سے شروع ہوتا ہے جو تاریخ عالم کا ایک خونین باب ہے محرم الحرام میں شہادت عظمیٰ کا واقع ہونا بھی خلاق عالم کی حکمت کاملہ سے خالی نہیں۔ امام حسین علیہ السلام کی خون چکاں شہادت کے دل و دماغ کو تڑپا دینے والے واقعات ہدایت و رشد کے ایسے ایسے رموز و اسرار اپنے دامن میں پنہاں رکھتے ہیں جن کا ذکر و فکر عجیب و غریب انداز سے ایمان میں تازگی، روح میں بالیدگی، عمل میں جوش اور ارادوں کو استحکام بخشتا ہے۔ اس رنگین و حسین دنیا کے تمام ہوشربا اور دلفریب مشاغل کو لہو و لعب اور اس جہان فانی کو مزرعہ آخرت کے تصور پر ایمان رکھنے والی قوم کے لئے دراصل اپنے سال نو کو شروع کرنے کا اس سے بہتر اور موثر کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہو سکتا کہ وہ عشرہ محرم کو واقعہ کربلا کی یاد تازہ کرنے کے لئے وقف کر دیں۔ اسوۂ حسینی پر عمل پیرا ہونے کی کوشش میں وہ کس حد تک کامیاب ہو سکے اور ان کے ایمان و عمل میں ابھی وہ کیا کمزوریاں اور کوتاہیاں باقی رہ گئی ہیں جن کے دور کرنے کے لئے انہیں اس نئے سال میں خاص طور پر توجہ کی ضرورت ہے تزکیہ نفس عزائم ایمانی اور ارتقائے روحانی کے لئے ایک زریں موقع ہے جو مسلمانان عالم

خطیب نمبر سالوی ؟

کا ارشاد مبارک ہے کہ اے اللہ میں تیری عبادت ہرگز نہ دوزخ کی ڈر کی وجہ سے پیش کرتا بلکہ اسلئے کہ تو عبادت کے لائق ہے۔

کو ہر سال ہلال محرم کے نمودار ہونے سے فراہم ہوتا ہے سال کے ماہ آخر یعنی ذی الحجۃ الحرام کی امر تاریخ کو عید قربان کے موقع پر مسلمانوں کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ اللہ کے پیارے بندے اسکے احکام کی تعمیل میں اسطرح آمادہ رہتے ہیں اور اپنے فرزند دلبند کو خود اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتے لیکن حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قربانی وہ ذبح عظیم سے بدل دی گئی ہو۔ اور محرم الحرام کو واقع ہوئی اسطرح دین اسلام کے پیروؤں کا سال روحانی درس سے شروع ہو کر روحانی درس پر ختم ہوتا ہے تاکہ مسلمان اپنے مذہبی سال کی ابتدا اور انتہا دونوں موقعوں پر ذہن نشین کر لیں کہ انکی زندگی کا حقیقی مقصد کیا ہے اور وہ کسطرح اس مقصد کو حاصل کر سکتے ہیں

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

مجلس بلدیہ حیدرآباد

پارٹی	پوزیشن	
کانگریس	۳۴	
مجلس اتحاد المسلمین	۱۸	اپوزیشن
متحدہ شہری کمیٹی	۴	اپوزیشن
آزاد	۶	اپوزیشن
جملہ	۶۴	
حلقہ گولکنڈہ کی رائے دہی باقی ہے	۲	
جملہ	۶۶	

بلدی انتخابات کے تعلق سے

شیراز کی آئندہ اشاعت میں تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی (ادارہ شیراز)

برطانیہ میں فنی تعلیم کے بڑھتے ہوئے اخراجات

حالیہ ترقیوں پر ایک نظر!

از قلم :۔ آرنسٹ اٹکنسن :۔!

اُمید ہے کہ آئندہ چند برسوں میں برطانوی اسکولوں کالجوں، اور یونیورسٹیوں میں فنی تعلیم کے سالانہ اخراجات ۱۵ کروڑ پونڈ (۲۰۰ کروڑ روپے) تک پہنچ جائیں گے۔ اس سال کے بجٹ میں اس مقصد کے لئے ۱۰ کروڑ ۸۰ لاکھ پونڈ (۱۴۴ کروڑ روپے) کی رقم منظور کی گئی ہے۔ یہ اضافہ اُن منصوبوں کا نتیجہ ہے جو سنہ ۱۹۵۶ء میں اور اس سے قبل مرتب کیے گئے تھے۔ لیکن باشندگان برطانیہ اب بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ آیا یہ اضافہ کافی ہے۔ یہ سوال اٹھایا جا رہا ہے کہ آیا تربیت پانے والے سائنس دانوں، ماہرین فن اور کاریگروں کی تعداد تسلی بخش ہے اس وقت برطانوی یونیورسٹیوں میں طلبا کی ایک تہائی سے زائد تعداد آرٹس کے مضامین کا مطالعہ کرتی ہے۔ تقریباً ایک چوتھائی طلبا ریاضی، منطق وغیرہ کے کورس کرتے ہیں۔ ٹیکنالوجی کے کورس کرنے والوں کی تعداد تقریباً ۲۰ فیصدی ہے۔

مشاورتی کونسل ایک مشاورتی کونسل جو وزیر سائنس کی نگرانی میں کام کرتی ہے، اس موضوع سے متعلق قومی پالیسی کا لگاتار جائزہ لیتی رہتی ہے۔ ان دنوں برطانیہ فنی تعلیم کے پھیلاؤ کے ایک بہت بڑے پروگرام پر عمل کر رہا ہے۔ سنہ ۱۹۴۶ء میں حکومت کی سائنس کمیٹی نے سفارش کی تھی کہ اگلے بارہ برسوں میں ٹیکنالوجی کے گریجویٹوں کی تعداد دوگنی ہو جانی چاہیئے۔ یہ مقصد پانچ سال میں حاصل کر لیا گیا تھا۔ اس وقت مقصد یہ ہے کہ سنہ ۱۹۶۷ء تک دوگنا سائنس دانوں اور انجنیروں کو تربیت دی جائے تاکہ یونیورسٹیاں اور اعلیٰ ٹیکنالوجی کے کالج ہر سال ملک کو کم از کم بیس ہزار سائنس دان اور انجنیر مہیا کرسکیں۔ برطانوی یونیورسٹیوں نے اس وقت اپنے پھیلاؤ کا جو پروگرام بنایا ہوا ہے اس کا دو تہائی حصہ سائنس اور ٹیکنالوجی سے متعلق ہے۔ سنہ ۱۹۵۶ء میں یونیورسٹیوں کی نئی عمارتوں پر ۸۴ لاکھ پونڈ صرف کئے گئے تھے اب سنہ ۱۹۶۳ء تک ہر سال تقریباً ایک کروڑ پچاس لاکھ پونڈ صرف کئے جائیں گے۔ فنی کالجوں کی توسیع کا ایک پانچ سالہ منصوبہ سنہ ۱۹۵۶ء میں بنایا گیا تھا۔ اس کا مقصد اعلیٰ کورس کرنیوالے طلبا کی تعداد میں ہر سال ۵۰ فیصدی کا اضافہ کرنا ہے۔

عمارتوں اور ساز و سامان پر ۱۰ کروڑ پونڈ سے زائد رقم صرف کرنے کا پروگرام بنایا گیا تھا اور اس سال کے شروع میں ہر ہفتہ ایک نئی عمارت کا افتتاح ہو رہا تھا۔ تجویز یہ ہے کہ سنہ ۱۹۶۴ء تک ۶ کروڑ پونڈ مزید رقم نئی عمارتوں پر خرچ کی جائے۔ عمارتوں کے ساتھ ساتھ ٹیچروں کی تعداد میں بھی اضافہ کیا جا رہا ہے۔ سنہ ۱۹۵۱ء اور سنہ ۱۹۵۸ء کے درمیان فنی کالجوں کے ہمہ وقتی ٹیچروں کی تعداد ۶،۷۶۶ سے ۱۲،۶۳۸ ہو گئی تھی۔ برطانوی صنعتیں بھی اس کام میں پورا حصہ لے رہی ہیں۔ ان کی طرف سے طلباء کو وظیفے دیئے جاتے ہیں۔ اگر اُن کے ملازمین کسی کالج میں کوئی فنی کورس کرنا چاہیں تو وہ اُن کی فیس ادا کرتی ہیں اور ایسے طلباء کو زمانہ تعلیم میں تنخواہ بھی ملتی رہتی ہے۔

قطعہ

مئے کی زباں ہے آج لطافت لئے ہوئے || شانِ صحیفہ اور کتابت لئے ہوئے
اندھیر کیا شمع کے آگے یہ بچ گیا || غنچوں کو دیکھتے ہیں خلافت لئے ہوئے

(آمدہ از نذری باغ)

وہ شہادت نامہ جو وحی کی پیشانی پر لکھا گیا

علامہ سید مجتبیٰ حسن کاموپوری

واقعہ کربلا تاریخ انسانی کا ایک "مثالی" شاہکار ہے۔ تحفظ دین کے سلسلہ میں ۔ ایک آخری اور کامل ترین قربانی ہے اسی لئے کتب آسمانی اور تاریخ انبیاء و اوصیاء میں اسکی پیشگوئیاں بڑے اہتمام سے ملتی ہیں۔ کربلا کی قربانی اسلام کے سچائی کے ثبوت اور دین کی مدلیغا" کے لئے دی گئی تھی اسلئے صحف انبیاء اور قرآن مجید اور حدیث پیغمبرؐ سے اسکی پوری پوری مطابقت انبیاء سلف کی نبوت اور اسلام کے دین الٰہی ہونے کا زندہ ثبوت بھی ہے

سورہ توبہ ($\frac{11}{2}$) میں ہے کہ توریت و انجیل میں مذکور ہے کہ کچھ لوگ راہ خدا میں دشمنان الٰہی کو قتل کرینگے اور خود بھی قتل ہو جائینگے اسے بڑی کامیابی بھی کہا ہے

توریت و انجیل میں قرآن مجید کا یہ حوالہ ملتا ہے۔ توریت و انجیل اور قرآن کے "شہید" کے کل اوصاف کا مرقع ذات سبط رسول حضرت سید الشہداءؑ ثابت ہوتی ہے رضائے الٰہی کے لئے ایسی قربانی انسانی تاریخ میں نہیں ملتی حضرت نے دشمنان خدا کو قتل بھی کیا اور خود بھی درجۂ شہادت پر فائز ہوئے حمایت و حفاظت دین۔ حکومت الٰہیہ کے قیام کے لئے امام حسینؑ اور انکے مقدس ساتھیوں کے خدمات لافانی ہیں

سورہ احقاف ($\frac{26}{15}$) میں ہے۔ ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا اسکی ماں نے اسے "رنج" کیا تعبیر میں رکھا اور رنج ہی سے وضع" اور کے پیٹ میں رہنے اور دودھ بڑھائی کی مدت تیس مہینے ہوئی۔ بچوں کی تمنا میں لیجاتی ہیں۔ مائیں اولاد کی آرزومند ہوتی ہیں اور عموماً حمل کی مدت (۹) مہینے اور رضاعت کی مدت دو سال ہے۔ آیت کا انداز بیان عام کیفیات اور معمولی حالات کے مطابق نہیں ہے لیکن یہ امام حسینؑ پر پوری طور پر منطبق ہوتا ہے

جب امام حسینؑ شکم مادر میں آئے تو جبرئیلؑ نے جناب رسولخداؐ کو خبر دی کہ فاطمہؑ کے ایک فرزند ہوگا جسے آپکی امت قتل کرے گی جب امام حسینؑ شکم مادر میں آئے تو سیدہؑ کو رنج تھا اور جب پیدا ہوئے تو رنج تھا (امام جعفر صادقؑ تفسیر صافی $\frac{124}{}$)

امامؑ جب شکم خاتون جنت میں تھے تو فرماتے تھے

اے مادر محترم! میں پیاسا قتل کیا جاؤنگا اور قتل کے بعد میرے جسم پر کپڑے بھی نہ رہنے دینگے (بحار الانوار مجلسی ۱۰۵)

صحف انبیاء اور آیات قرآن مجید اور احادیث پیغمبر علیہ السلام کا جب ایک ساتھ مطالعہ کیا جاتا ہے تو عجیب عجیب راز منکشف ہوتے ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ کربلا کے حقائق و معارف کو اولاد آدم تک پہونچانا منشاء پروردگار اور فریضۂ انبیاء و اوصیاء تھا کیا حدیث بالا کا زبور حضرت داؤدؑ سے ایک خاص رابطہ نہیں معلوم ہوتا؟

پیاس کی شدت سے میری زبان تالو سے لگ گئی میرے لباس کو ان لوگوں نے آپس میں بانٹ لیا۔

توریت کے صحیفہ یسعیاہ (اشعیا) میں ہے

ہماری خبر کی کس نے تصدیق کی۔ دست خدا کس کے لئے ظاہر ہوا

اُسی نے تصدیق کی جو "ید اللہ" سے اسطرح پھوٹ نکلا جسطرح سوکھی زمین سے جڑ یا کونپل نکلتی ہے۔ ید اللہ حضرت علیؑ ہیں اور خشک زمین سے مراد خاتون جنت کا قلب مبارک ہے جو امام حسینؑ کی متواتر خبر شہادت سے غم ناک تھا۔

سورہ صفت (۲۳) میں حضرت ابراہیمؑ کے خواب اور حضرت اسماعیلؑ کی ذبح پر آمادگی اور حضرت ابراہیمؑ کے ارادہ ذبح کے ذکر کے بعد ہے

وفدیناہ بذبح عظیم "چال آفرین" کی مصلحت سے حضرت اسمٰعیلؑ ذبح سے محفوظ رہ گئے اور ذبح عظیم کی صورت میں ان کا فدیہ مقرر ہو گیا آیت کی تصریح کے مطابق فدیہ کو عظیم ہونا چاہیے اور اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ذبح عظیم اپنی شکل میں بیمار ہو۔ ذبح عظیم کی تفسیر میں دو قول پیش ہوتے رہے ہیں

(۱) ذبح عظیم سے مراد دنبہ ہے جو حضرت اسمٰعیلؑ کے عوض میں ذبح ہوا۔ ایک انسان کے مقابلہ میں ایک جانور کو "عظیم" تسلیم کرنے میں عقل کو وہ انکار تھا۔ انسان بھی ایک نبی اور نبی زادہ۔ اسلئے اس دنبہ کو "عظیم" ثابت کرنے میں جمہور مفسرین کو دور از کار و مضحکہ خیز اسرائیلیات سے مدد لینی پڑی۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے واقعہ کربلا مراد ہے جمہور مورخ "خاوند شاہ" تاریخ روضۃ الصفا (مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۲۷۰ھ) میں لکھتے ہیں

"ذبح عظیم حسین ابن علیؑ و فرزند اسمٰعیل است نہ کبش۔ زیرا کہ مقتدر این ہمہ مرتبہ نباشد کہ حق تعالے او را در کلام مجید "ذبح عظیم" گوید" اس قول کو اہلبیت کرام کی تائید بھی حاصل

علامہ اقبال نے اسی مقصد کو اس شعر میں ادا کیا ہے ؎

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتداء ہے اسمٰعیلؑ

حضرت "یرمیاہ" نبی حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کے تقریباً (۳۰۰۰) سال بعد بھیجے گئے۔ آپ بھی واقعہ کربلا کے داعی و مبلغ تھے

ارمیاہ نبی (توریت) کے صحیفہ ($\frac{۱۰}{۴۶}$ صفحہ ۷۵۵ مطبوعہ سنہ ۱۹۲۲ء) میں ہے۔ خدا اپنے رب الافواج کی راہ میں اُتر کی طرف نہر فرات کے کنارے قربانی مقرر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تیسری کتاب احبار (توریت) ($\frac{۱۶}{۱۱۹}$) میں "یوم عاشور" کو "دائمی طور" پر "یوم غم" کی حیثیت دی گئی ہے۔ توریت میں ہے۔

اور تمہارے لئے قانون دائمی ہوگا کہ ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ تم میں سے ہر ایک خواہ وہ تمہارے دیس کا ہو خواہ وہ پردیسی ہو۔ جبکی بود و باش تم میں ہے۔ اپنی جان کو دکھ دے اور کسی طرح کا کام نہ کرے کیونکہ اسی روز تمہارے واسطے پاکیزگی کے لئے کفارہ دیا جائے گا کہ تم اپنے سارے گناہوں سے خداوند کے آگے پاک ہو جاؤ۔

$\frac{۲۳}{۲۶}$ ص ۱۲۶ میں پھر خداوند نے موسیٰ علیہ السلام سے خطاب فرمایا۔

ساتویں مہینے میں اسکے دسویں روز کفارہ دینے کا دن ہوگا تمہاری مقدس جماعت ہوگی۔ تم اُسدن آپکو غمزدہ بناؤ اور خداوند کیلئے آگ سے قربانی گزرانو۔ تم عین اُسی دن کوئی کام نکرنا کیونکہ وہ کفارہ کا دن ہے کہ تم خداوند اپنے خدا کے



آگے اپنے لئے کفارہ دو۔ جو کوئی انسان میں اس دن غمگین ہوگا وہ اپنی قوم سے کٹ جائیگا اور جو انسان میں اسی دن کوئی کام کرے گا میں اس انسان کو اسکی قوم میں فنا کر دونگا۔ تم کسی طرح سا کام مت کرنا یہ تمھارے سارے گھروں میں تمہارے "قرنوں" کے لئے قانون ابدی ہوگا۔ عبرانی کا ساتواں مہینہ عربی کے "ماہ محرم" کے مطابق ہے اور ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ "عاشور محرم" ہے

اس پیش گوئی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ واقعہ کے متعلق پیش گوئی کرنا اور اس سے اقوام و امم کو باخبر رکھنا انبیاء اولوالعزم کی نبوت کا ایک عظیم ترین منصب تھا

یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ غم کربلا کوئی نسلی یا مقامی غم نہ تھا بلکہ یہ فرمان الٰہی سے "ابدی غم" بنا یا گیا۔ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بنی امیہ کی وہ تمام نام نہاد حدیثیں گھڑی ہوئی اور سراسر جھوٹ ہیں جن میں بتا یا گیا ہے کہ عاشور محرم کو انبیاء سلف کے عہد میں خوشی منائی جاتی تھی۔

انجیل کی پیشگوئی عہد نامہ جدید میں جسقدر تحریریں ہیں اون میں حضرت عیسےٰؑ کے بہت تھوڑے سے اقوال و اعمال ہیں۔ حقیقتاً یہ زیادہ تر حضرت عیسےٰؑ کے اصحاب و تابعین کے افکار ہیں البتہ آخر میں ایک کتاب ہے جسے "مکاشفۂ یوحنا" کہتے ہیں یہی کتاب اللہ ہے اور وہ انجیل ہے جو حضرت عیسےٰؑ پر نازل ہوئی۔ اس کتاب کے پہلے باب کے عنوان ہی میں تحریر ہے

یسوع مسیح کا مکاشفہ جو اُسے خدا کی طرف سے اسلئے ہوا کہ اپنے بندوں کو وہ باتیں دکھائے جن کا جلد ہونا ضروری ہے (ص ۲۸۲)

مکاشفہ "کتاب یوحنا" حیرت انگیز پیشنگوئیوں پر مبنی ہے اسکی تفسیر و تشریح سے ہمارے علماء انجیل عاجز ہیں جسطرح قرآن مجید کی "آیات متشابہات" پر کتابیں لکھی گئیں ہیں اسی طرح عہد نامہ قدیم و جدید کی مشکل آیات کی تشریح میں کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن مکاشفۂ یوحنا اون کتابوں میں "راز" ہی رہ گیا اور تشفی بخش اس کی تشریح نہ ہوسکی۔ ہمارے فاضل "قس عبید نادرس" نے ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام "مشاکل المجددین" ہے۔ یہ کتاب مصر میں سنہ ۱۸۹۹ء میں شائع ہوئی۔ مکاشفۂ یوحنا کی تشریح میں یہ کتاب بھی ناکام رہی۔ عرصہ سے بعض محقق مسلمان بائبل جسکی پرسطر عالمانہ تھی اس راز کو معلوم کرنے کے درپے رہے۔ مسلسل سعی کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ راز اون پر کھل گیا

قرآن مجید میں جسقدر حوالے ہیں انھیں وہ سب اسی مکاشفہ میں ملے خصوصاً واقعہ کربلا کے اہم مسائل انھیں نہایت تفصیل سے ملے۔

مکاشفہ میں اسلام و قرآن مجید اور جناب رسولخداؐ کے متعلق پیش گوئیوں کے بعد لکھا ہے

اور میں نے اس تخت اور چاروں جانداروں اور بزرگوں کے بیچ میں ایک ذبح کیا ہوا "برہ" دیکھا اسکے سات سینگ اور سات آنکھیں تھیں۔ یہ خدا کی سات روحیں ہیں جو تمام روئے زمین پر بھیجی گئی ہیں (مکاشفہ ۵/۶) اور اسنے آکر تخت پر بیٹھے ہوئے کے ہاتھ سے اس کتاب کو لے لیا" ذبح کئے ہوئے "برہ" سے مراد امام حسینؑ ہیں جنکی شہادت کی پیشگوئی عہد نامہ قدیم خصوصاً مکاشفہ یوحنا

کے پانچویں اور سترہویں باب میں نہایت شرح و بسط سے ملتی ہیں سترھویں باب میں تقریباً ستر نشانیاں بتائی گئی ہیں

ذبح کئے ہوئے "برّہ" کے سات سینگ اور سات آنکھوں سے مراد (جنہیں خدا کی سات روحیں کہا گیا ہے) محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و زین العابدینؑ اور محمد باقر علیہم السلام ہو سکتے ہیں۔ خدا کی آٹھویں روح سے خود امام حسین علیہ السلام مراد لئے گئے ہیں جن کا رشتہ ساتوں روحوں سے ایسا ہی قریب تر تھا جیسا کہ "برّہ" کا اپنی سینگ یا آنکھوں سے ہوتا ہے

مکاشفہ میں ہے

اور جب اس نے کتاب لے لی تو وہ چاروں جاندار اور (۲۴) بزرگ اوس برّے کے سامنے گر پڑے اور ہر ایک کے ہاتھ میں بربط و عود سے بھرے ہوئے سونے کے پیالے تھے یہ مقدسوں کی دعائیں ہیں اور وہ یہ نیا گیت گانے لگے کہ تو ہی اس کتاب کو لینے اور اس کی مہریں کھولنے کے لائق ہے کیونکہ تو نے ذبح ہو کر اپنے خون سے ہر ایک قبیلہ اور اہل زبان اور اُمت و قوم میں سے خدا کے واسطے لوگوں کو خرید لیا اور انکو ہمارے خدا کے لئے ایک بادشاہت اور کاہن بنا دیا اور وہ زمین پر بادشاہت کرتے ہیں۔

اور جب میں نے نگاہ کی تو دوسرے تخت اور چاروں جانداروں اور بزرگوں کے گرداگرد بہت سے فرشتوں کی آواز سنی جنکا شمار لاکھوں اور کروڑوں تھا اور وہ بلند آواز سے کہتے تھے کہ ذبح کیا ہوا برّہ ہی قدرت اور دولت و حکمت اور طاقت و عزت اور تمجید و حمد کے لائق ہے۔

آیات مذکورہ کی مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ عالم ارواح میں امام حسین علیہ السلام نے تحفظ دین الٰہی اور کتاب خدا کی بقا کی ذمہ داری لی اور اس سلسلہ میں اپنی شہادت کو قبول فرمایا تو انبیاء و ملائکہ نے ابدی کامیابی کی دعائیں دیں

"تاریخ مذاہب میں بہت سے شہدا کا ذکر ملتا ہے لیکن امام حسین علیہ السلام کے سوا کوئی اس حمد و تمجید کا مستحق نہیں ٹھہرتا جنکی پیشن گوئی مکاشفہ یوحنا میں ہے۔ مکاشفہ میں ہے

پھر میں نے آسمان و زمین کے نیچے کی اور سمندر کی سب مخلوق کو یعنی ساری چیزوں کو جو اُن میں ہیں یہ کہتے سنا کہ جو تخت پر بیٹھا ہے اس کی اور برّہ کی حمد و عزت و تمجید اور سلطنت ابدالآباد رہے اور چاروں جانداروں نے آمین کہی اور بزرگوں نے گر کر سجدہ کیا۔ مکاشفہ کے سترہویں باب (۲۹) میں ذبح کئے ہوئے برّہ سے امام حسینؑ مراد ہیں اور آٹھویں حیوان سے یزید مراد ہے۔ بابل سے مراد کربلا ہے۔ اہل کتاب اور عارف مسلمان ان پیشن گوئیوں سے واقف تھے

ناسخ التواریخ میں وہ واقعات مفصل ہیں جنکے ذیل میں انبیاء سلف حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و یوشع بن نون و زکریا علیہم السلام کی واقعہ کربلا کے متعلق پیشنگوئیاں ہیں

علامہ سبط ابن جوزی م ۶۵۴ھ نے تذکرہ خواص الائمہ (ص ۱۵۲) میں لکھا ہے مورخ ہشام بن محمد نے ذکر کیا ہے کہ جب امام حسینؑ قتل ہو گئے تو قاتلوں نے آسمان سے آواز سنی

ایھا القاتلون جھلاً حسیناً ٭ ابشروا بالعذاب والتنکیل
کل اھل السماء یدعو علیکم ٭ من نبی و مرسل و قتیل
قد لعنتم علی لسان ابن داود ٭ و موسیٰ و صاحب الانجیل

ان اشعار کو نقل کرنے کا منشاء یہ ہے کہ عربی ادب تک یہ آواز پہونچی کہ عہد نامہ قدیم و جدید میں واقعہ کربلا اور ان کے دشمنوں کا تذکرہ ہے

واقعہ کربلا کی پیشنگوئی قرآن میں

سورۂ نساء (ع ۹ پ ۵) میں ہے۔ اے رسول کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر نظر نہیں کی کہ جن کو جہاد کی تمنا تھی تو ان سے کہا گیا کہ ابھی خاموش رہو لیکن جب جہاد کا حکم دیا گیا تو ان میں سے کچھ لوگ اسطرح ڈرنے لگے جسطرح خدا سے ڈرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور کہنے لگے۔ خدایا تو نے جہاد کیوں واجب کر دیا کاش ہم کو کچھ دنوں کی مہلت مل جاتی تم ان سے کہدو دنیا کی آسائش مالیت تھوڑی سی ہے خدا سے ڈرنے والوں کے لئے آخرت بہتر ہے وہاں ذرا بھی تم پر ظلم نہ ہوگا

تفسیر صافی میں علامہ محسن فیض نے (ص ۱۱۶ ج ۱) کافی و عیاشی کے حوالہ سے لکھا ہے

ان آیات سے مراد وہ لوگ ہیں (جو قانون الٰہی کے احترام کے قائل نہ تھے اپنی مرضی کے بندے تھے) عہد امام حسنؑ میں جب صلح کا حکم ہوا تو جنگ پر مُصر تھے اور عہد امام حسینؑ میں جب جہاد کا حکم ہوا تو پس و پیش کرنے لگے

اسی طرح سورہ دخان (پ ۲۵ ع ۲۹) کی آیت بھی واقعہ کربلا کے قدرتی مظاہرہ غم کی پیشنگوئی ہے جو پوری ہوئی

فما بکت علیہم السماء والارض وما کانوا منظرین | سرکش قوموں پر نہ آسمان رویا نہ زمین اور نہ انہیں مہلت دی گئی

اس آیت کی تفسیر میں علامہ سیوطی نے در تفسیر در منثور (ج ۶ ص ۳۱ مطبوعہ مصر ۱۳۱۴ھ) حسب ذیل روایت لکھی ہے

اخرج ابن ابی حاتم عن عبید المکتب عن ابراہیم قال ما بکت السماء منذ کانت الدنیا الا علی اثنین۔ قیل لعبید الیس الارض تبکی علی المومن۔ قال ذاک مقامہ وحیث یصعد عملہ قال اتدری ما بکاء السماء۔ قال لا قال تحمر وتصیر وردۃ کالدھان۔ ان یحیی بن ذکریا لما قتل احمرت السماء وقطرت دما وان حسین ابن علی یوم قتل احمرت السماء

ابن ابی حاتم عبید کاتب سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا جب سے دنیا پیدا ہوئی آسمان صرف دو آدمیوں پر رویا۔ ان سے کہا گیا کہ کیا زمین ہر مومن پر نہیں روتی۔ کہا اسکی خاص قیام گاہ (جہاں وہ عبادت کرتا ہے) روتی ہے اور جو محل (آسمان پر جہاں سے اوسکا عمل (نیک) جاتا ہے)

خود ہی ابراہیم نے کہا آسمان کے گریہ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ سرخ ہوجائے یحییٰ بن ذکریا جب قتل ہوئے تو آسمان سرخ ہوگیا اور خون برسا اور حضرت حسینؑ ابن علیؑ قتل ہوئے آسمان سرخ ہوگیا

سورۂ فجر (پ ۳۰) بھی ایک پیشگوئی کی حیثیت رکھتا ہے اسکا لئے کہ ایسا اطمینان (نفس) کہیں اور نہیں ملتا کتاب ہے تو آپ دو عالم اور تفسیر مجمع البیان میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے اپنے فرائض و نوافل میں سورہ فجر پڑھو یہ سورہ حسین ابن علی ہے (تفسیر صافی ملا محسن فیض ج ۲ (ص ۳۵۹)۔ سورہ بنی اسرائیل کی دو کی آیت (پ ۱۵)

ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف

نحیم ا لقتل انلہ کان منصورا

کی تفسیر میں علامہ محسن فیض نے صافی میں اصول کافی سے

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد نقل کیا ہے کہ یہ آیت امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی تھی فرمایا کہ کل اہل زمین اس قتل کے عوض میں کام آتے تو اسراف نہ ہوتا یہ آیت حضرت کی شہادت کی پیشگوئی کی ہے

حدیث میں واقعہ کربلا کی پیشگوئی

جوامع و مسانید و معاجم و تفاسیر و کتب مناقب

اس واقعہ ہائلہ کی پیشین گوئیوں سے لبریز ہے

صحیح ترمذی ۔ مشکوۃ ۔ مستدرک حاکم ۔ مسند احمد بن حنبل درمنثور سیوطی ، صواعق محرقہ ۔ جذب القلوب الی دیار المحبوب شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۔ وسیلۃ النجاۃ ملا محمد مبین فرنگی محلی لکھنوی ۔ روضۃ الصفا فاوند شاہ ج ۳ ۔ سعادت الکونین فی تمام امین مولانا مفتی اکرام اللہ وغیرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۔ ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ ۔ وغیرہ میں واقعہ کربلا کے متعلق جا بجا ۔ رسولخداؐ سے متعدد پیشگوئیاں ملتی ہیں ۔ چند حدیثیں نقل کیجاتی ہیں

عن انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ ایک دن فرشتہ باراں حیا سے رسولخداؐ کے پاس آیا حضرت نے ام سلمہ سے فرمایا کسی کو آنے نہ دینا حسینؑ نے آنا چاہا آپ نے روکا مگر وہ

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی تما ہو ملا صما عمارہ عن زاذان روایت عن انس بن مالک ان ملک المطر استأذن ان یاتی النبی الایلہ خرج علیہ احاء قال وجاد انصلی

لیدخل فقعد فخرج فدخل فجعل لیصعد علی ظہر النبی و علی منکبہ و علی عاتقہ ۔ قال ۔ فقال الملک للنبی اتحبہ ۔ قال ۔ نعم قال ۔ اما ان امتک ستقتلہ وان شئت اریتک المکان الذی یقتل فیہ ۔ فضرب بیدہ فجاء بطینۃ حمراء فاخذتھا ام سلمۃ فصرتھا فی خمارھا ۔ قال ۔ ثابت بلغنا انھا کربلا ۔

مسند احمد حنبل (۲۴۲/۳)

آگئے اور رسولؐ کی پشت اور شانوں پر بیٹھنے لگے ۔ فرشتہ حضرت سے پوچھا کیا آپ ان سے محبت رکھتے ہیں ۔ فرمایا ہاں ۔ فرشتہ نے کہا آپکی امت ان کو قتل کریگی ہیں وہ جگہ آپکو دکھادوں جہاں قتل ہوں گے فرشتے نے سرخ مٹی حضرت کو دی اسے حضرت ام سلمہ نے محفوظ کرلیا ثابت جنہوں نے اس سے روایت کی ہے کہتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر ملی کہ وہ جگہ کربلا ہے

دوسری روایت ہیں فصرتھا فی خمارہا (ا سے اپنے دوپٹہ میں باندھ لیا) دوسری روایت میں ہے حضرتہ فی طرف ثوبھا ۔ (اپنے لباس کے ایک گوشہ میں کسی جگہ رکھ لیا) ۔ بلغنا انھا کربلا ای جگہ قال کنا نسمع نقتل بکربلا ہے (کہا ہم سنتے تھے وہ کربلا میں قتل ہوں گے (مسند احمد حنبل ۲۶۵/۳)

مسند احمد حنبل (۲۹۲/۶) میں ایسی ہی روایت ہے کہ حضرت نے ام المومنین عائشہ یا ام سلمہ سے فرمایا کہ ایک فرشتہ میرے پاس وہ آیا ہے جو کبھی نہیں آیا تھا اور کہا کہ آپکا یہ فرزند حسینؑ قتل ہوگا فرمایئے تو میں وہ خاک دکھادوں جہاں وہ قتل ہوں گے فرشتہ نے سرخ مٹی دکھائی ۔

یا حسینؑ

از آقای رحمت اللہ دانش

بادِ صبا بکربلا بر پیامِ ما
برگو بسبطِ احمدِ مختار، یا حسینؑ
گشتی شہید تشنہ لب سرِ چشمۂ فرات
در حیرتم کہ قومِ ستمگر چسان نمود

بر خوان بصد ادب بشہِ دین سلامِ ما
لبریز گشتہ از مئی مہرِ تو جامِ ما
از ما سلام بر تو شہِ نیک نامِ ما
لب تشنہ قتل سبطِ پیمبر امامِ ما

تا روزِ حشر دانش بیدل زند فغان
کشتند سبطِ احمدؐ خیر الانامِ ما

ین دوست سرکار کی مدح میں

کاخ عالی ساختی

من چہ گویم توجہا اے شاہِ عثمان کردۂ
حق تعالےٰ را زخود مسرور و شادان کردۂ

ہر دم و ہر آن تو مدحِ شاہِ مردان کردۂ
بہر خود روشن چراغ دین و ایمان کردۂ

بہر ذکرِ ابنِ زہرا کاخ عالی ساختی
اہلبیتِ پاک را خوشنود و فرحان کردۂ

شاد و زندہ باد دائم اے شہ خوش اعتقاد
دردِ دلہا دردمندان را تو درمان کردۂ

ہر کہ آمد بردرت با حالتِ زار و نزار
تو بہ لطف دادِ او را شاد و خندان کردۂ

ای نظام الملک آصفجاہِ ہفتم مرحبا
روز و شب تو فکرِ آرامِ غریبان کردۂ

جناب رسولخدا کو حضرت جبرئیل کا خاک کربلا لا کر دینا اور امام حسینؑ کی خبر شہادت سنانا اور حضرتؐ خاک کربلا شیشہ میں رکھوانا اور فرمانا - روز قتل حسینؑ یہ خاک خون ہو جائے گی اس قدر کثرت سے کتب حدیث و تاریخ میں مذکور ہے کہ اس کا احصا دشوار ہے - ابن سعد - طبرانی - امام داؤد - احمد بن حنبل بغوی - حاکم - ابو حاتم - ابن اثماد - بیہقی - ابونعیم نے اپنے اپنے مولفات میں یہ روایت درج کی ہے - مسند امام احمد بن حنبل (ج ۱ ص ۸۵) میں ہے کہ حضرت علیؑ جب صفین تشریف لے جا رہے تھے تو نینوں کی طرف سے گذرے فرمایا - ایکدن میں جناب رسولؐ کے پاس آیا تو حضرتؐ کی آنکھیں اشک آلود تھی حضرتؐ نے فرمایا ابھی جبرئیلؑ میرے پاس سے گئے ہیں مجھ سے کہا ان الحسین یقتل بشط الفرات - مجھے یہ خبر دی ہے کہ حسینؑ ساحل فرات پر قتل ہوں گے - جبرئیلؑ نے حضرت سے کہا کہ فرمائیں تو ان کی خاک قبر حاضر کروں آپ سونگھیں - حضرتؐ نے فرمایا لاؤ - جبرئیلؑ نے ہاتھ بڑھا کر ایک مٹھی خاک دی اس سے بے اختیار میری آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے

جذب القلوب الی دیار المحبوب میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ص ۱۴۹) مطبوعہ کلکتہ ۱۲۶۳ھ ام المومنین حضرت زینبؓ سے روایت لکھتے ہیں کہ ایک روز جناب رسولخداؐ میرے گھر میں تھے - کھانا کھایا - حضرتؐ نے زمین پر منھ رکھ کر رونا شروع کیا کسی میں یہ ہمت نہ تھی کہ حضرتؐ سے رونے کی وجہ پوچھا - حسینؑ بھی رونے لگے رسولخداؐ نے آنسو پونچھے اور فرمایا بأبی انت وامی یا حبیب قلبی ــــــ میرے ماں باپ تم پر نثار اے حسینؑ کیوں رونے ہو - امام حسینؑ نے فرمایا کہ اس وقت آپکی جو حالت ہے اس سے میں رو پڑا - فرمایا کہ بیٹا! آج میں تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا

جبرئیلؑ از درگاہ حضرت آمد و خبر رسانید کہ امتیان من بعد ازاں شما را بالعزیت خواہند کشت و ہلاک خواہند کرد -

جبرئیلؑ بارگاہ الٰہی سے آئے اور کہا کہ میری امت تم لوگوں کو قتل کر یگی سافرت میں -

یہ چند پیشگوئیاں سواد اعظم کے ذخیرہ احادیث سے نقل کی گئیں احادیث اہلبیتؑ میں اس موضوع پر بڑا ذخیرہ ہے

علامہ دعلی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن طاؤس علوی فاطمی اللہوف علی قتلی الطفوف مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۱ھ میں متعدد پیشنگوئیاں نقل کی ہیں

ام فضل زوجہ حضرت عباسؓ امام حسینؑ کی خدمت کرتی تھیں ایک دن جناب رسول کو انہوں نے روتے ہوئے پایا استفسار پر حضرت نے فرمایا - ان جبرئیل اتانی فاخبرنی ان امتی تقتل ولدی ھذا الا انالھم اللہ شفاعتی یوم قیامۃ (۸)

ابھی جبرئیلؑ نے مجھے بتایا ہے کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کریگی خدا انہیں قیامت میں میری شفاعت نصیب نہ کرے

علامہ ابن طاؤس نے لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ ایک سال کے ہو گئے تو بارہ فرشتے آئے اور کہا آپکے بیٹے حسینؑ پر وہی ظلم ہوگا جو قابیل نے ہابیل پر کیا تھا آسمان کا کوئی فرشتہ باقی نہ بچا جس نے آکر رسول خدا کو حسینؑ کی تعزیت نہ دی ہو جب امامؑ تین سال کے ہو گئے تو حضرت ایک موقع پر حضرتؐ ٹھہر گئے اور آنکھیں اشک آلود تھیں وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ جبرئیلؑ

مجھے خبر دے رہے ہیں کہ ساحل فرات پر کربلا میں میرا بیٹا حسینؑ قتل ہوگا قاتل کا نام یزید ہوگا۔ میری نگاہ کے سامنے ان کی قتل گاہ ہے (ص ۹)

علامہ ابن طاوس لکھتے ہیں کہ اس عہد میں قتل حسینؑ کا ذکر لوگوں کی زبان پر تھا اور جانتے تھے کہ ایکدن ایسا آنیوالا ہے

"منتوب طریحی" کی روایت میں ہے کہ جبریلؑ نے جناب رسولخداؐ سے کہا کہ مصلحت باری یہ ہے کہ حسنؑ کی موت زہر سے ہو اور حسینؑ کی ذبح سے، ہر پیغمبر کی ایک دعا ضرور مستجاب ہوتی ہے اگر آپ چاہیں تو خدا سے دعا کریں کہ حسنؑ سے زہر اور حسینؑ سے قتل اٹھا لیا جائے اور اگر آپکی مرضی ہو تو ان کی مصیبتیں آپکی اُمت کے گنہگاروں کے لئے قیامت میں آپکے پاس ذخیرہ ہو۔ حضرت نے فرمایا میں حکم الٰہی پر راضی ہوں جو وہ چاہتا ہے وہی چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ انکی شہادت اُمت کے گنہگاروں کی شفاعت کے لئے میرے پاس ذخیرہ ہو جائے۔ علامہ سیوطی نے سخارۃ الانوار ج ۱ میں لکھا ہے۔ امام حسینؑ کے سامنے مدینہ میں جب یزید کی بیعت یا امام کے قتل کا سوال آیا تو آپ قبر جناب رسولخداؐ پر تشریف لائے اور مناجات کی آپکی آنکھ جھپک گئی تو خواب میں اپنے جدامجد کو دیکھا حضرت کے سامنے فرشتے بھی ہیں رسولؐ نے فرمایا حسینؑ یا حسینؑ اداک عنقریب بعفر کہ بلایر نادلک ولذبوحا بارض کرب وبلا۔ تم پر پانی بند ہوگا۔ تم پیاسے ہوگے میرے پیارے حسینؑ! تمہارے باپ، ماں اور تمہارے بھائی سب ہی میرے پاس آئے ہیں اور تمہارے مشتاق ہیں، جنت میں جو تمہارا درجہ ہے وہ تمہیں شہادت ہی سے مل سکتا ہے۔ حسینؑ اپنے نانا کی قبر پر حسرت سے نظر ڈالتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ نانا! مجھے دنیا میں جانیکی خواہش نہیں ہے مجھے اپنی قبر میں لے لیجئے۔ رسولخداؐ نے فرمایا۔ تمہیں دنیا میں واپس جانا ضروری ہے تاکہ مرتبہ شہادت پر فائز ہو اور وہ ثواب حاصل کرو جو خدا نے تمہارے لئے مقرر فرمایا

امام حسینؑ نے بار بار اپنی شہادت کی خبر اس یقین و وثوق سے لوگوں کو دی جسمیں کسی شک کی گنجائش نہ تھی۔

سفر کربلا میں آپ نے کسی سے فرمایا انی رایت رسول اللہ فی المنام وامرنی با انا فرمن لہ۔

میں نے خواب میں جناب رسولخداؐ کو دیکھا ہے حضرتؐ نے مجھے حکم دیا ہے اسکی تعمیل مجھ پر فرض ہے پھر حضرت نے فرمایا۔ للہ الامر من قبل ومن بعد وکل یوم اینما ہو فی شان ان نزل القضا بما نحب فنحمد اللہ علی نعمائہ وہو المستعان علی اداء الشکر وان حال القضاء دون الرجاء فلم یبعد من کان الحق نیتہ والتقوی سریرتہ"

اول و آخر حکم خدا ہی کا نافذ ہوتا ہے

اگر قضائے الٰہی ہماری پسند کے مطابق نازل ہو تو نعمت الٰہی پر اسکی حمد کرینگے اور شکر میں اسی سے مدد طلب کیجاتی ہے اور اگر قضائے الٰہی ہماری امیدوں کے درمیان حائل ہو جائے

کربلا کے راستہ میں حضرت علی اکبرؑ سے آپ نے فرمایا

ہ ان لے تقالفون۔ انتم سترعون والمنایا بکم تسری الی الجنتہ (لہوف ص ۴۸)

میں نے خواب میں ایک غیبی آواز سنی۔ تم بڑھ رہے اور موت تمہیں جلد جلد جنت کیطرف لئے جا رہی ہے جب حضرت کربلا پہنچے ہذا موضع کرب وبلا۔ انزلوا ہہنا محط رحالنا

وسفک دماءنا (بقیہ صفحہ ۳۳)
یہ کرب و بلا کی جگہ ہے یہاں ہمارا آقا غذ ٹھہر یگا یہاں ہمارا خون بہے گا۔

صحف انبیاء، زبور و توریت و انجیل و قرآن و حدیث پیغمبرؐ اور خود امامؑ کے مختلف خواب سے یہ قطعی نتیجہ نکلتا ہے کہ احکام باطنی کی بناء پر آپ شہادت پر مامور تھے۔ جسطرح حضرت آدمؑ کو گیہوں کھانے کی ممانعت تھی حالانکہ اولادِ آدمؑ کے لئے یہ لذیذ و پاک غذا ہے مگر حضرت آدمؑ کے لئے یہ ایک خاص تکلیف تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کا ذبح حضرت اسمٰعیلؑ کے لئے مامور ہونا ایک خاص حکم تھا۔ انسانی قربانی کسی الہامی شریعت میں جائز نہیں۔ حضرت موسیٰؑ عالقہ کی جنگ میں بغیر کسی شرط کے مامور تھے لشکر کی کمی و بیشی نظر انداز تھی جب کہ انکے ساتھیوں نے کہا اذھب انت والھت وانا ھھنا قاعدون اسوقت بھی حضرت موسیٰؑ مامور تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے تنہا عوج بن عوق کا مقابلہ کیا اور اُسے قتل فرمایا۔ حضرت داؤدؑ نے بھی لشکر جالوت سے تنہا مقابلہ کیا۔ اسی طرح امام حسینؑ احکام باطنی سے شہادت پر مامور تھے جسکا اظہار بوت لاتعداد پیشن گوئیوں سے ملتا ہے اسی لئے مشیروں کے مشورے اور اہلِ کوفہ کی غداری اور حکومت کی تنظیم اور اپنی بے سر و سامانی کا آپ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اس سفر میں جتنے اسباب ناکامی کے معلوم ہو رہے تھے ان سے بجائے احساس ناکامی پیدا ہونے کے آپکے دل میں اطمینان و وثوق دلیقین مقصد کو سچائی اور انجام کی درخشانی کا حاصل ہو رہا تھا

گلشن اطفال



از سیدہ طاہرہ بیگم

سید الشہداءؑ

آپ کا نام حسینؑ ہے۔ آپ حضرت علیؑ کے چھوٹے صاحبزادے اور بی بی فاطمہ زہراؑ کے لخت جگر اور رسول خداؐ کے محبوب نواسے ہیں آپکی کنیت ابو عبد اللہ اور آپ کا پاکیزہ لقب سید الشہداءؑ ہے۔ روز پنجشنبہ ۳ ہر شعبان سنہ ۴ھ میں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے

صفیہ بنت عبد المطلب کہتی ہیں کہ جب حسینؑ پیدا ہوئے میں میں وہاں موجود تھی، خدا کے رسولؐ نے فرمایا کہ اے پھوپھی میرے فرزند کو مجھے دیجئے میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ ابھی تو میں نے اس مولود کو پاک صاف نہیں کیا ہے۔ فرمایا کہ اے پھوپھی تم اسے کیا پاک کروگی اسے تو خود خداوند عالم نے پاک و پاکیزہ پیدا کیا ہے جب میں رسول خداؐ کی گود میں حسینؑ کو دے دیا تو آپ نے اپنی زبان حسینؑ کے منھ میں دیدی وہ چوستے تھے اور رسول خداؐ کی زبان سے دودھ جاری ہو گیا پھر رسولخداؐ نے مولود کو میرے سپرد فرمایا۔ محبت رسولخداؐ کا حسینؑ کے ساتھ یہ حال تھا کہ آپ باوجود اس جلالت و مرتبت کے جو آپکو حاصل تھی حسینؑ کے ساتھ مثل بچوں کے کھیلتے تھے جدھر حسینؑ دوڑتے تھے آپؐ بھی دونوں ہاتھ پھیلا کے دوڑتے اور گود میں اٹھا کر پیار کرتے تھے جب رسول خداؐ سجدہ میں جاتے تھے تو حسینؑ رسولخداؐ کی پشت پر سوار ہو جاتے تھے اور جبتک حسینؑ پشت مبارک سے اتر نہ جاتے تھے آپؐ اسیطرح سجدہ ہی میں رہتے تھے یہی حسینؑ تھے جن کو تین دن تک بھوکا پیاسا رکھ کر میدان

زریں اقوال

مضامین نذری بابغ کیوجہ سے شیراز کی نشاۃ الثانیہ سے

(سرکار حق آگاہ)

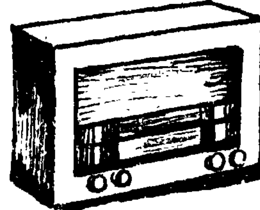
کربلا میں ۱۰ ہر محرم سنہ ۶۱ھ جمعہ کے دن یزید لعین کے حکم سے شمر لعین نے مثل گوسفند قربانی کے ذبح کیا۔ ذبح ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ آپکے خیموں میں آگ لگا دی گئی۔ اہل حرم کو اسیر کیا گیا۔ نعشوں کو روندوا ڈالا گیا۔ آپ کے سر کو دوسرے ساتھیوں اور عزیزوں کے سروں کے ساتھ نوک نیزہ پر بلند کیا گیا۔ آہ! کبھی سر حسینؑ نوک نیزہ پر بلند تھا کبھی تنور خولی اور کبھی طشت طلائیں سامنے یزید شراب خوار کے رکھا تھا

ہمارے سرکار حق آگاہ کے لئے

علمائے دین، ذاکرین، واعظین اور طالبان راہ یقین شب کے آخری لمحوں میں دھڑکتے ہوئے دلوں اور ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں کیساتھ بارگاہ قاضی الحاجات میں گڑ گڑا کر دعائیں کیا کرتے ہیں

(۹۱)

ہزاروں، یتیموں، مسکینوں، غریبوں اور بے سہارا ان لوگوں کے دل کی گہرائیوں سے شب و روز پُر خلوص دعائیں نکلتی رہتی ہیں (سید صمصام شیرازی)



روحانی ریڈیو

ناشر :- مجذوب حیدرآبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے انکشافات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جراءت نہیں کر سکتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ابکتر ارلوری بیٹریہ ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ سیاسی قوال اینڈ پارٹی سے غزل سن رہے تھے جکا مطلع تھا ؎

کچھ عدو پر بھی یہ کچھ چشم عنایت چاہیئے
دور جمہوری ہے، جمہوری محبت چاہیئے

اب لو اسکیفن ایک کہانی سنائیں گی کہ عنوان ہے اس کہانی کا :-

"گھڑا ہونا بلدی الکشن میں شریمتی آنیس[19] کا اور بیس[20] ڈبے بھر ووٹوں سے جیتنا —"

لو اسکیفن :-

کہتے ہیں کہ کسی زمانہ میں ایک شہر تھا کہ نام تھا اس شہر کا اقربا نگر، اور شہر اقربا نگر میں تھا ایک بڑا گھر، اور رہتی تھی اس بڑے گھر میں ایک دختر نیک اختر، لعبس اور فریس نام تھا اسکا آنیس[19]، اس شہر میں ایک سیاسی جماعت تھی کنگریس، دیا اس سیاسی جماعت نے ٹکٹ شریمتی آنیس کو تا کہ وہ کھڑی ہوں الکشن میں بلا تبات عقل و ہوش اور الکشن میں کامیاب ہونے کے بعد بلدی امور انجام دیں مردوں کے دوش بدوش۔ کہتے ہیں کہ قدیم زمانہ کی اس سیاسی جماعت نے پہلے تو ایک مرد کو ٹکٹ دیا تھا لیکن پھر اس جماعت کے جی میں کیا سمائی کہ اس نے مرد کا ٹکٹ منسوخ کر کے عورت کو ٹکٹ دیا کہ جا کیا یاد کریگی ٹکٹ ملتے ہی شریمتی آنیس[19] نے شیتپ مانیں دعائیں کیں، مزاروں پر

پھول چڑھائے۔ درگاہوں پر سے "ایک ایک سیڑھی چڑھی، ہاتھ میں ناڑہ پوڑی، مراد مانگنے کھڑی" بوکڑا والے شاہ صاحب سے اپنے معاملہ کو رجوع کیا، پیر زنگیلے شاہ کے قدمبوس ہوئی، پیر حقیقت مراد سے کامیابی کا تعویذ لیکر گلے میں باندھا اور سائیں بھاگ پلٹ نجومی و رمال کو اپنی جنم پتری دکھا کر ستاروں کی چال اور قسمت کا حال معلوم کیا سائیں بھاگ پلٹ نے پوتھی کھول کر زائچہ کھینچ کر حساب لگا کر بتایا :- بی بی آنیس[19]! تمہارا ستارہ ہے "منگل" جسکے خانہ میں آگیا ہے "راہو" منگل کے خانہ میں راہو کے داخلہ کی وجہ سے گڑبڑ پیدا ہوگئی ہے اور تمہارے ستارے کو چکر پر چکر آرہا ہے یہ راہو جب منگل کے خانہ میں داخل ہوتا ہے تو سات مہینہ یا نو مہینے سے پہلے باہر نہیں نکلتا اور تم کہہ رہی ہو کہ اسی مہینے کی ۲۲ مئی تاریخ کو الکشن ہوگا اور ڈبہ میں ووٹ ڈالے جائیں گے اور ۲۶ مئی تاریخ تک تو یہ راہو باہر نہیں آئیگا اسکے لئے تو اسکی مختبوں کیفر درت ہے اور جب تک یہ راہو باہر نہیں آئیگا تمہارا ستارہ چکر میں رہے گا اور تمہیں کامیابی نہ ہوگی۔ اب تم پوچھو گی کہ راہو کو باہر نکالنے کی کیا ترکیب ہے؟ سنو! اس ترکیب کو بتانے کی فیس علحدہ باون روپیہ پانچ آنے چھ پائی ہوگی۔ اور رعایتی فیس صرف پچاس روپے جو اسی وقت لغذا ادا کرنی ہوگی۔ شریمتی آنیس[19] سے پچاس روپے رعایتی فیس لینے کے بعد سائیں بھاگ پلٹ نے چلم کا ایک لمبا کش لیتے ہوئے کہا :- بیٹی! منگل یعنی تمہارے ستارہ میں سے راہو نکالنے کی ترکیب یہ ہے کہ تم آخری جمعرات کی رات کو ٹھیک بارہ بجے نہا کر گیلے بالوں سے ایک مٹی کے کورے پیالے میں چار قسم کی دال، کالی مرچ کھیلا نوے اور کوڑیاں ڈال کر کسی مرگھٹ میں لیجا کر وہ پیالہ رکھنا اور آنکھیں بند کر کے سات مرتبہ کہنا :-

سائیں بھاگ پلٹ کی دوہائی
نکل جا راہو منگل میں سے

یہ دعائی سات مرتبہ دہرانے کے بعد آنکھیں بند کئے ہوئے اپنے گھر آنا اور آنکھیں کھولتے ہی بندریا کی صورت دیکھنا اگر بندریا نہ مل سکے تو آئینہ دیکھ لینا۔ انتخابات سے ایک دن پہلے اس بندر بوٹی کی دھونی دینا اس بوٹی کی قیمت صرف پچیس[25] روپے ہے۔ ہاں! یہ بھی یاد رہے کہ الکشن ختم ہونے تک دور رہوشش" کی صورت نہ دیکھنا اگر اتفاق سے اس منحوس کی صورت نظر آجائے تو ہندوؤں کے طریقہ سے

دستکاروں اور مسلمانوں کے طریقہ سے لاحول پڑھنا۔ خبردار! الکشن ختم ہونے سے پہلے اگر تم نے "بہوش" کی صورت دیکھی تو پھر نہ ہو۔ مشکل میں داخل ہو جائے گا۔ یہ لو تجھے "ٹوٹکے"
اب صدقہ کا طریقہ بھی سن لو جو میں بلا فیس بتا دیتا ہوں سنو! پیر کی رات کو (۲۷) پہلوانوں کو کھانا کھلانا۔ اُن کے باڈی شو کا انتظام کر کے اُن کے ورزشی جسم کو گھور گھور کر دیکھنا۔ اتوار کو حلقہ کی تمام عورتوں کو جمع کر کے ان کے کھانے کا اہتمام کرنا۔ کھانا اگر نہ ہو سکے تو چائے پر ٹرخا دینا۔ منگل کو محلہ کے سارے مردوں کو جمع کر کے اُن کو کھانا کھلانا اور بعض لوگوں کو جو ووٹوں کی تجارت کا "سوکھا دھندا" کرتے ہیں حسب استطاعت وظرف رقم دینا۔ یاد رکھو! تم جتنے زیادہ افراد کو کھانا وغیرہ کھلا کر اور رقم دیکر خوش کرو گی اتنے ہی زیادہ ووٹ تمہارے ڈبے میں پڑیں گے — دا بیٹی خوش رہ۔ جے سری رام دیوا کی عطا ہے کی۔ یہ کہکر اشیرباد دیتے ہوئے اور شریمتی انیس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سائیں بھاگ بلٹ رخصت ہوئے۔ سائیں بھاگ بلٹ نے جو جو ٹوٹکے اور صدقے بتائے تھے۔ شریمتی انیس نے اُن سب کی تکمیل کی۔ اور الکشن سے ایک دن پہلے رات بھر ایک پاؤں پر کھڑی ہو کر گڑگڑا گڑگڑا کر دادا ابا کی بتائی ہوئی یہ مناجات پڑھتی رہی ؎

کریما بہ بخشائے بر حال ما
ہے سر میں الکشن کی سہرے ہوا
گدھوں کو بھی دیتا ہے تو سینگ چار
نہ ہو اس سے مایوس امیدوار
الٰہی یہ بندی گنہگار ہے
ڈلا ووٹ مجھ کو تو غفار ہے
الٰہی نہ ضمانت کا گھٹا در دے
فقط مجھ کو ووٹوں کا انبار دے
مرے کام کی تیری رحمت نہیں
بجز ووٹ اور کوئی حاجت نہیں
مرے باپ کی تو نے جھولی بھری
مری بار کیوں دیر اتنی کرتی
الٰہی مرا بس ووٹوں سے بھر
اس امیدوار پہ تو فضل کر
نہ شوہر کی پروا نہ بچوں کا دھیان
فقط ووٹ بچا کر سے اب مجھ کو گیان
مری جھولی ووٹوں سے بھر اے خدا
ہر اک شخص کا ووٹ مجھ کو دلا

اس مناجات کے پڑھنے کے بعد شریمتی انیس کیا دیکھتی ہیں کہ چاروں طرف سے ووٹوں کی بارش شروع ہو گئی آدمی تو آدمی جانور تک ووٹ ڈالنے لگے۔ زاغ، زغن اور اُلّو اپنی اپنی چونچوں میں ووٹ لئے جھوم جھوم کر آئے اور شریمتی انیس کے ڈبوں میں ووٹ ڈال ڈال کر اُڑ گئے یہاں تک کہ شریمتی انیس کے پورے بیس ڈبے ووٹوں سے بھر گئے پولنگ آفیسر نے مسیں توڑ کر اور ڈبے کھول کر ووٹ گننے کے بعد اعلان کیا کہ شریمتی انیس پورے ووٹوں سے الکشن جیت گئیں ——
دفعتاً ان کا ننھا ہوا بچہ رو نے لگا جسکی آواز سے شریمتی انیس کی آنکھ کھل گئی۔ کیا دیکھتی ہیں کہ شوہر نامدار بچے کو لوری دیکر سلانے کی کوشش کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں:—
"منے! تمہاری ماں الکشن میں کامیاب ہو کر مجلس بلدیہ کے حوالے ہو گئی ہے اب تمہیں دودھ کون پلائے گا ——!؟"
ایکبار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ لوا سلیقن ست کہانی سن رہے تھے اب ہماری نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے —— جئے ہند

کوہِ مولا علیؑ پر گورنر آندھرا پردیش کی حاضری

حیدرآباد :- ۲۸ جون - ہز اکسلنسی بھیم سین سچر گورنر آندھرا پردیش نے آج صبح کوہ مولا علیؑ پر حاضری دی۔ آپ کے ہمراہ ہر اکسلنسی للیتا سچر اور دیگر افراد خاندان بھی تھے آپ ٹھیک ۹½ بجے کوہ مولا علیؑ پر پہنچے۔ مولوی میر عباس علی صاحب متولی کوہ مولا علیؑ، رائے نرسنگھ راج صاحب کلکٹر ضلع حیدرآباد، مولوی سید عباس حسینؒ صاحب نقوی ڈپٹی کلکٹر، مولوی سید علی رضا صاحب ناظم تعمیرات عامہ، رائے بنسی لال صاحب تحصیلدار، آقای حسینؒ ضابط صدر سیرۃ الزہراؑ کمیٹی، مولوی مرزا ابوالحسن صاحب تبریزی جنرل سکریٹری سیرۃ الزہراؑ کمیٹی، کیپٹن سید محمد علی صاحب زیدی معتمد اسٹیٹ شیعہ کانفرنس، آقای حسینؒ پارسا نیاں اور مولوی اعظم الدین صاحب صدر مسلم وقف بورڈ نے ہیز اکسلنسی کا استقبال کیا۔ مولوی سید عباس حسینؒ صاحب نقوی ڈپٹی کلکٹر نے متولی صاحب اور دیگر صاحبان کا تعارف کرایا۔ اولین زینہ پر قدم رکھنے سے پہلے آواز آئی

با ادب باش اینجا کہ عجب درگاہیست
سجدہ گاہ ملک و روضۂ شاہنشاہیست

ہیز اکسلنسی پیدل پاؤں کوہ مولاؑ کی بلندیوں کو طے کرتے ہوئے کوہ مولاؑ کے تعلق سے معلومات حاصل کر رہے تھے۔ مولوی میر عباس علی صاحب متولی اور یوسف حسینؒ صاحب ہز اکسلنسی کو معلومات فراہم کرنے میں مشغول تھے ہیز اکسلنسی نے بارگاہ مولا علیؑ میں پانچ کلدار نذر گذراننے کی عزت حاصل کی مولوی میر عباس علی صاحب نے ہیز اکسلنسی کو بارگاہ کی طرف سے تبرکاً دھوتی باندھی۔ اردو کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ مہ لقا بائی چندا کے تعمیر کردہ دالان میں ایستادہ علم ہائے مبارک کی زیارت کے بعد واپسی عمل میں آئی۔ واپسی پر ہز اکسلنسی نے "ینم باوڑہ" (چشمہ) کا خاص طور پر معائنہ کیا اور یہاں کے گرے ہوئے کثیف پانی کی نسبت ریمارک کرتے ہوئے استفسار کیا جس پر بتایا گیا کہ اس پانی کو عقیدتمند شفاء امراض کیلئے استعمال کرتے ہیں بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اس چشمہ کے پانی سے غسل کرنے سے لاولد، صاحب اولاد ہوتے ہیں اور ناکتخدا لڑکیاں جلد بیاہی جاتی ہیں چنانچہ سالہا سال سے لوگ عقیدتاً یہاں کا پانی پیتے اور غسل کرتے چلے آرہے ہیں اور اپنی مُرادِ دلی پارہے ہیں۔ ینم باوڑہ سے پائین کوہ اترتے وقت چند ہریجن جمع ہوگئے تھے جن سے ہز اکسلنسی نے گفتگو بات کی اور ان ہریجنوں کو اپنی جانب سے رقمی امداد بھی دی اس موقع پر چند لوگوں نے ہز اکسلنسی کی خدمت میں درخواستیں پیش کیں جن میں ایک درخواست حیدرآباد سے کوہ مولاؑ تک بس سروس چلانے کی نسبت تھی۔ ہز اکسلنسی نے خندہ پیشانی کے ساتھ درخواست قبول کرکے کلکٹر ضلع کو یہ کہہ دیا کہ کوئی امر مانع ہو تو انتظام کروا دیا جائے۔ کوہ مولاؑ کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد ہیز اکسلنسی واپس راج بھون ہوئے بلدہ حیدرآباد سے کوہ مولاؑ تک پولیس کا معقول انتظام تھا لیکن پائین کوہ صفائی کیجانب سے کوئی انتظام نہ ہونا محسوس کیا گیا۔ ہز اکسلنسی کی مراجعت کے بعد ایرانی ممتاز تاجر آقای حسینؒ ضابط نے غرباء میں روٹی تقسیم کی۔ مخفی مباد کہ ایرانیانِ مقیم حیدرآباد و سکندرآباد کیجانب سے ہر شب جمعہ اور عید نوروز عید غدیر اور عید امیرؑ کے مواقع پر زائرین کے لئے کھانے کا معقول انتظام کیا جاتا ہے

اس کوہ قدس کے بیشتر اخراجات پرائیوٹ اسٹیٹ حضور نظام برداشت کرتا ہے۔ یہاں پرائیوٹ اسٹیٹ کی جانب سے پہرہ چوکی متعین ہے۔ نوبت اندازی کا بھی پرائیوٹ اسٹیٹ کیجانب سے انتظام ہے، عرس اور اعیاد کے مواقع پر پرائیوٹ اسٹیٹ کی جانب سے زائرین کو کھانا بھی کھلایا جاتا ہے۔ اس کوہ مقدس کا تعلق دیگر مذہبی عمارتوں اور عاشورخانوں کی طرح پرائیوٹ اسٹیٹ سے ہے۔ قدیم زمانہ سے مملکت آصفیہ کا تاجدار کوہ مولا علیؑ کا متولی ہوتا آیا ہے جو اپنی جانب سے خدمت انجام دینے کے لئے ایک نمائندہ کو مقرر کیا کرتا تھا اس لحاظ سے بھی کوہ مولا علیؑ اعلیحضرت حضور نظام کی تولیت میں آتا ہے اور موجودہ متولی کوہ مولا علیؑ مولوی میر عباس علی صاحب اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جسکے مورث اعلیٰ کو سرکار آصفیہ کیجانب سے کوہ مولا علیؑ کی خدمت انجام دینے کے لئے مامور کیا گیا تھا۔ اعلیحضرت حضور نظام نے حیدرآباد

کے جملہ تاریخی عاشور خانوں کو راست پرائیوٹ اسٹیٹ کی نگرانی میں لے لیا ہے ان مذہبی آثار کے تحفظ اور نگرانی کے لئے ہر سال پرائیوٹ اسٹیٹ سے لاکھوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں اور دوامی طور پر ان مذہبی آثار کی نگرانی اور مراسم تعزیہ داری کی بجا آوری اور مذہبی و دنیاوی انجام دہی کے لئے گرانقدر ٹرسٹس قائم کئے گئے ہیں۔ ان تاریخی عبادتگاہوں اور علم آثار قدیم سے یہ مسلم ہے کہ کوہ مولا علیؑ اعلیحضرت حضور نظام کی تولیت میں ہے۔ اب ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ گذشتہ چند سال سے مسلم وقف بورڈ کس استحقاق اور کن وجوہات کی بنا پر کوہ مولا علیؑ کے معاملات میں دخل در معقولات کر رہا ہے مسلم وقف بورڈ کی دخل اندازی کی وجہ سے کوہ مولا علیؑ کے انتظامات میں ایک دو عملی پیدا ہو گئی ہے جسکو ہز اکسلنسی گورنر نے بھی زیارت کوہ مولاؑ کے موقع پر محسوس فرمایا۔ (نامہ نگار خصوصی)

خصوصی حضرت ابوالفضل العباسؑ

۸ محرم سنہ ۱۳۸۰ھ م ۳ جولائی سنہ ۱۹۶۰ء روز یکشنبہ

بمقام منڈی میر عالم ایرانی گلی میں بمکان جناب میر مومن علی صاحب تعلقدار مرحوم ۱۱½ بجے دن کے مجلس عزا ہوگی۔ علم مبارک اٹھے گا اور سینہ زنی ہوگی جناب مہدی عابدی صاحب واقعات شہادت علمدار حسینؑ بیان فرمائیں گے بعد ختم مجلس جناب آقای محمد جعفر صاحب کربلائی زیارت حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام پڑھائیں گے اور لاؤڈ اسپیکر کا انتظام ہے۔ محبان اہلبیت علیہ السلام سے درخواست کی جاتی ہے کہ شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں

سید الشہداءؑ

غرہ محرم الحرام سے ۹ محرم الحرام تک رات کے ۱۰ بجے مجالس عزا لئے دربار حسینی میں .... مقرر ہیں

حبیب العلماء مولوی سید محمد صادق صاحب قبلہ اور سید الواعظین آقای سید شاہ عباس منصوری آل یٰسین

بیان فرما رہے ہیں انجمن اتحاد ایرانیان دکن آپ سے مع دوست احباب شرکت کی امید وار ہے

ایک عالم دین حیدرآباد میں

حیدرآباد۔ ۲۸ جون آقای علاؤ الدین شریعت جعفری شوستری چند روزہ قیام کیلئے وارد حیدرآباد ہو کر آقای حسین خالط کے مہمان ہیں۔ آقای موصوف ایک جید عالم ہیں آپکا شمار ایران کے مشہور و معروف مقررین میں ہے آپکے والد آقای شیخ جعفر شوستری (بزرگ) (اعلی اللہ مقامہٗ) اکابر علمائے ایران سے تھے جن کا نام آج بھی ہر شیعہ کی زبان پر ہے جب ہمارے نمائندہ نے آپ سے حیدرآباد آنے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے کہا میں اعلیحضرت حضور نظام کے دیدار مبارک کے لئے ایران سے حیدرآباد آیا ہوں اسپر ہمارے نمائندہ نے کہا کہ عزا خانہ زہراؑ میں عام مجلس کے دن اعلیحضرت حضور نظام شریک مجلس ہوتے ہیں اس موقع پر آپ شریک مجلس ہو کر حصول ثواب اور اعلیحضرت حضور نظام کو دیکھنے کی عزت حاصل کر سکتے ہیں۔

اگر خواہی فروغ دین و ایمان

بیا در مجلس شاہ شہیدانؑ

۱ محرم الحرام سے ۹ محرم الحرام تک بوقت شب دربار حسینیؑ اندرون دیوڑھی نواب افسر نواز جنگ مرحوم میں مجالس عزا منعقد ہونگی

خطیب اہلبیتؑ مولوی سید محمد اصغر صاحب قبلہ لکھنوی بیان فرمائیں گے

شرکت موجب سرفرازی

المشتہر ملتمس

رستم کیانی

باعثِ تیاری علم ہای مبارک

موجب ساختن علم ہا این بود کہ سالی در مزاج کسلمندی راہ یافتہ نذر نمودند کہ اگر از کارخانہ عنایت شافی مطلق صحت کلی حاصل شود علم ہای اختراع نو تیار ساختہ برپا خواہم کرد تا اینکہ در عرصۂ قریب بذریعہ حسن نیت وصفائی طینت حکیم علی الاطلاق از دواخانہ کرامت معجون صحت خورانید لہذا عازم ادائی نذر شدند۔ لاکن در خاطر صفا ماثر ششی خطور نمود کہ اگر جناب سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام در عالم رویا اجازت این امر منظور خواہند فرمودند بایفائی وعدہ خواہم پرداخت۔ القصہ روزی در خواب دیدند کہ جناب پیر و مرشد عالمیان بر اسپی باد پیما حور لقا پری پیکر خورشید نظر آہو کمر بینا پیر عدا تم چرخ گذر کہ این ابیات در شان او واقع است

او ہم سم دستش دم و خورشید نظر
اشہب گل حسب و نمجیہ بینا پیر
توسن سیم تن دگلبدن چرخ گذر
ابرش شعلہ وشی برق کشتی باد سفر
اشقر سیم پر لالہ کمر در یتیم

سوار بودند و مردمان بسیار تندیل ہای روشنی در دست گرفتہ در جلو حضرت میروند بکلمۂ طیب لا الٰہ الا اللہ بر زبان میرانند۔ یکطرف حضرت خود و یکطرف دیگر شخصی از آشنایان خودش سعادت اندوز رکاب سعادت مآب اند درین اثنا ان شخص عرض نمود یا ابن رسول اللہ سید مکرم علیخان آرزو دارند کہ از زبان مبارک رخصت ایستاد کردن علم شود از زبان مبارک فرمودند کہ ہاں! پس خان مرحوم روبرو آمدہ عرض نمودند کہ یا مولیٰ علم ہای چہ وضع سازم۔ دست مبارک بسینۂ خود زدند و بہ ایچ نہ پرداختند۔ صبح کہ از خواب بیدار شدند از ارشاد و تجلی حضرت پیر و مرشد خاطر بہ ہارس حضرت بود کہ درین اثنا شخصی خوشنویس معروف بہ غلام علی آگاہ سیاحت بسیار کردہ از بیت المقدس چند نقشہ ہای علم اندبایدکہ بنمودی تمام نزد سید مکرم علیخان برسان۔ چونکہ خان مرحوم این مژدۂ فرحت افزا استماع نمودہ بکمالِ اشتیاق نزد او رفتہ بسبب شنیدن خواب مسطور شادمانی ہای بیحصر و احصی نمودند الحاصل در سنہ ۱۲۲۰ ہجری (یک ہزار و دوصد و بست ہجری) علم ہای کہ بصورت برزخ در تمام خطۂ دکن و در حسن ترکیب و وضع مطبوع ہیچ چشمی بہتر از اں ندیدہ و ہیچ گوشی نشنیدہ موافق نقشہ ہای غلام علی تیار کنانیدہ از کمال زینت و زیبا بحلل و حلے بیشمار زر تار و چتر ہا و طرہ ہائے جواہر نگار و حمایل ہای گوہر آبدار تجزیہ تا زرا ینز بہ نہایت تجمل کہ فوق ان در وہم و خیال نمی گنجد کہ ہمہ صغیر و کبیر و ادانی و اعلیٰ مشتاق نظارہ او بودند پیراستہ برپا نمودند۔ خان صفی رباعی در توصیف و تاریخش خوش گفتہ

این طرفہ علم ہاست کہ برپا گردید
ہر صورت برزخی ہویدا گردید
از سامی پنجتن گرفتہ صورت
ایجاد چہ برزخ علم ہا گردید

(۱۲۲۰ھ)

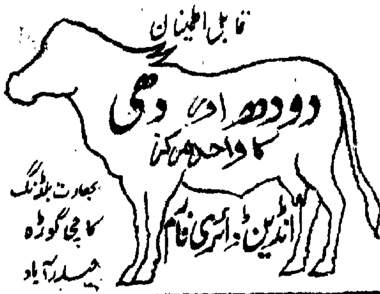
کیفیت انتقال غلام علی علم ساز

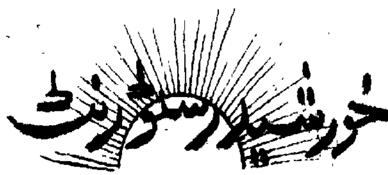
چونکہ غلام علی المتخلص بہ آگاہ نہایت محنت و مشقت و سعی و کوشش نمودہ بود و بعد تیاری علم ہا شبی بزرگی را بامحاسن سفید در لباس پاکیزہ نشستہ دید و طرہ از گل موتیا و یاسمین در دست گرفتہ می فرمایند کہ غلام علی تو علم ہائے جناب امام حسین علیہ السلام را از چیزہا آرایش دادی ما را بہ نہایت خوش آمد بانعام آن بتو درجۂ شہادت عطا نمودیم این فرمودہ طرہ گل کہ در دست می داشتند بر دستار مشار الیہ زدند وقتی کہ از خواب بیدار شد بہ نہایت خوشی و خرمی نزد خان موصوف آمدہ کیفیت بیان نمود و گفت کہ در عرصۂ قریب از سعادتی کہ عنایت فرمودہ اند مشرف خواہم شد۔ غرض برین معاملہ چند روزے گذشتہ بود کہ بیمار شد و از دماغ و گوش و دہانش خون جاری شدہ و جان بحق تسلیم نمود

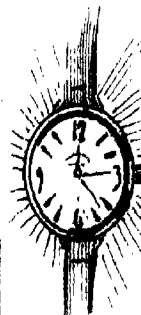
کیفیت تسبیح خاک شفا

روزی سید مکرم علیخان عیادت والدہ ماجدہ مرحومہ خود بوقت عصر بر چبوترہ صحن مکان نشستہ ورد اوراد بعد نماز معروف بودند و تسبیح خاک شفا کہ از آبا و اجداد تبرکاً بمیراث رسیدہ بود در دست داشتند بعد الفراغ اوراد معمولی تسبیح را بر مصلا گذاشتہ رو بقبلہ نگران بسمت آسمان نشستہ بودند کہ ناگہان بوی خوشی و رایحہ دلکشی کہ برتر از بوی گل و ریحان و بہتر از مشک و عنبر بود منتشر شدہ مشام جان را معطر و دماغ و دل را معنبر گردانید۔ درین اثنا قطعہ ابری خون با الوان مختلف

د مرلعب بمقدار دو درعہ از سمت شمال بجانب قطب پدیدار شد
و شبیہ تیغ مایل بسوط گردیدہ متوجہ صحن مکان شد. درین حال
مرحوم و مرحومہ مومنین را صورت محویت روی داد بہ حقیقتی
کہ مابین خود بالکلم نمی توانستند کردحتی کہ آن ابر بر زبر آمدہ حوالی
سبحہ مذکور چندبار گردید دباز بسمان صعود کردہ. لعدہٗ مرحوم
موصوف خبردار شدہ بہ والدۂ خود فرمودند کہ جناب چیزی
ملاحظہ فرمودند کہ گفتند بلے شما ہم چیزی معائنہ کردید عرض
نمودند کہ آری پس کیفیت سرگذشتہ مابین خود با اظہار کردند و
آن سبحہ متبرکہ را بہ احتیاط نگاہداشتند و در تعظیم و توقیر آن از
آسمان سابق می کوشید و بروز عاشورہ شہر محرم الحرام برآوردہ
زیارت می کردند دبران رشحہ ہای خون تازہ میدیدند چنانچہ
الی ہذا الزمان ہمان معمول جاریست کہ بروز عاشورہ صدہا مردم
مشتاق بعد برداشتند اعلام زیارت ان می کنند دنوحہ خوانی
وتعزیہ داری می نمایند (ماخذ از تاریخ حدیقۃ الامراء)







بقیہ مضمون لسبادلہ صفحہ ۳۶ سے

میں وسیع پیمانے پر گڑبڑ ہوئی تو اس معاہدے کے تحت امریکہ فوج دخل دے سکتی تھی۔ (۴) معاہدے کے تحت امریکہ پر کوئی ایسی واضح ذمہ داری عائد نہ تھی کہ حملے کی صورت میں وہ جاپان کو بچانے گا۔ (۵) معاہدے کے تحت امریکہ جاپان میں تیسری طاقت کے داخلے سے متعلق کسی بھی انتظام کو "ویٹو" کرسکتا تھا۔ (۶) معاہدے کو صرف باہمی رضامندی ہی سے ختم کیا جاسکتا تھا۔ نئے معاہدے میں ان تمام اعتراضات کو دُور کیا گیا ہے۔

قطعہ

عشق کا آج بھی افسانہ رہا
بادۂ ناب کا پیمانہ رہا

کتنی حالی ہے یہ توقیر عجیب
واسطے شان کے کاشانہ رہا

(آمدہ از نذر کا باغ)

پس منظر

جاپان اور امریکہ میں باہمی تعاون و سلامتی کا معاہدہ

امریکی سینٹ نے بدھ وار کو دو دو ٹوں کے مقابلہ پر نوے وو ٹوں کی اکثریت سے باہمی تعاون اور سلامتی کے امریکہ — جاپان معاہدے کی تصدیق کر دی۔ معاہدے کی تصدیق کے لئے دو تہائی ووٹ لازمی تھے۔ مگر اسے اس سے کہیں زیادہ ووٹ ملے۔ اب یہ معاہدہ صدر آئزن ہوور کے پاس بھیجا جائے گا۔ جن کے دستخطوں اور حکومت جاپان کے ساتھ متعلقہ دستاویزوں کے تبادلہ کے بعد معاہدہ عمل میں آئے گا۔ اور ۱۹۵۱ء کے کئے گئے باہمی معاہدے کی جگہ لے لیگا۔

یہ معاہدہ ہے کیا؟

نئے معاہدے پر جاپان میں پندرہ مہینے تک بات چیت ہوتی رہی جس کے بعد گذشتہ ۱۹ر جنوری کو واشنگٹن میں اس پر دستخط ہوگئے۔ اس کے ذریعہ امریکہ اور جاپان کے باہمی تعلقات کو ایسی سطح پر لایا جا رہا ہے جو ان تبدیلیوں کے عین مطابق ہو جو گذشتہ برسوں میں واقع ہوئی ہیں۔ یہی اس معاہدے کی اہم اور نمایاں بات ہے آج جاپان کی جو پوزیشن ہے وہ نو برس پہلے کی پوزیشن سے یکسر مختلف ہے۔ تب جاپان کی اپنی کوئی طاقت نہ تھی اور وہ اپنے تحفظ اور دفاع کے لئے مکمل طور پر امریکہ کی فوجوں پر انحصار رکھتا تھا۔ لیکن آج وہ مکمل طور پر آزاد اور خود مختار ہے۔ رسمی طور پر اس کی خود مختاری ۲۸ر اپریل ۱۹۵۲ء کو بحال ہوئی تھی۔

تب سے آزادی اور خود مختاری جاپان کی قومی زندگی کی ایک نمایاں حقیقت بن گئی ہے۔ نئے معاہدے میں اس حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ امریکہ اور جاپان کے باہمی تعلقات کو برابر کے درجہ شراکت کار اور رضاکارانہ تعاون کی بنیادوں پر کھڑا کیا جا رہا ہے۔ چونکہ جاپان سلامتی انتظامات کے پرانے معاہدے کی یکطرفہ نوعیت کو پسند نہیں کرتا تھا۔ لہذا نئے معاہدے کا مسودہ بہت احتیاط کے ساتھ تیار کیا گیا تاکہ دونوں ملکوں کے مابین برابر کے تعلقات قائم ہوں اور وہ برابری کی بنیادوں پر مل کر کام کریں۔ چنانچہ نئے معاہدے کے تحت جاپان بحرالکاہل اور دور مشرق کے دفاع میں برابر کا شریک ہوگا یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ نیا معاہدہ اتحادی چارٹر کے عین مطابق ہے۔ جاپان کے آئین میں جنگ کے خلاف جو دفعات پائی جاتی ہیں۔ ان کا احترام کرتے ہوئے نئے معاہدے میں ایسی کوئی گنجائش نہیں جس کے تحت جاپان خود بخود امریکہ کے دفاع میں شامل ہونے کا پابند ہو۔ لیکن اگر جاپان پر حملہ ہوا تو معاہدے کے تحت امریکہ پر قانونی طور پر یہ ذمہ داری عائد ہوگی کہ وہ جاپان کی حفاظت کرے۔ نئے معاہدے کے تحت جاپان میں مقیم امریکی فوجوں کو اب یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ شہری گڑبڑ کو دبانے کے لئے حرکت میں آئیں۔ انہی دنوں جب ٹوکیو میں گڑبڑ ہوئی تو امریکی فوجیں اسے ختم کرنے کے لئے حرکت میں نہیں آئیں۔ حالانکہ پرانے معاہدے کے تحت وہ ایسا کر سکتی تھیں۔ یہ درست ہے کہ واشنگٹن کو جاپان کے اندرونی سیاسیات میں کمیونسٹوں کی دخل اندازی پر افسوس ہے لیکن محض اس لئے کہ کمیونسٹوں نے جاپان کے گھریلو معاملات میں دخل دیا ہے۔ امریکہ ایسا قدم نہیں اٹھائے گا۔ کیونکہ وہ کسی طرح بھی ایک ساتھی جمہوریت کو اس کے اس حق سے محروم کرنے کا ارادہ

قطعہ

چھٹا ہے دل عجب یہ مخمصے سے ‖ ہوا ہے ناک میں دم جھگڑے سے
یہ کہتا جاتا ہے افلاس افسوس ‖ نظر آتے ہیں سب بے آسرے سے

(آمدہ از نذری باغ)

نہیں رکھتا کہ وہ جیسے چاہے اپنے معاملات کو حل کر سکتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ نئے معاہدے کا مقصد حکومت جاپان کے "اندرونی" بوجھ کو ہلکا کرنا ہے۔ مثال کے طور پر نئے معاہدے کے تحت جاپان اس پابندی سے آزاد ہوتا ہے جو امریکی فوجوں کے اخراجات کا کچھ حصہ برداشت کرنے کے سلسلے میں اس پر عاید تھی۔ گویا جاپان اس مالی ذمہ داری سے آزاد ہو رہا ہے جس کے تحت شروع شروع میں وہ سالانہ ساڑھے پندرہ کروڑ ڈالر ادا کرتا رہا۔ اگرچہ ایسے فوجی بوجھ سے آزادی کا سوال اس "انتظامیہ معاہدے" میں شامل کیا گیا ہے۔ جس کا تعلق جاپان میں مقیم امریکی فوجوں کے رتبے سے ہے تاہم یہ اس سپرٹ کی ایک اہم علامت ہے۔ جس کے تحت سلامتی اور تعاون کا نیا معاہدہ طے پایا ہے۔ اس سپرٹ کا ایک اور ٹھوس اظہار وہ مشاورتی مشنری ہے جس کا انتظام معاہدے میں موجود ہے۔ معاہدے کے تحت ایک خاص کمیٹی قائم کی جائے گی جس میں دو جاپانی اور دو امریکی لئے جائیں گے۔ یہ کمیٹی بہت سے معاملات پر آپس میں مشورہ کیا کرے گی اس کی تہہ میں یہ خیال ہے کہ حکومت امریکہ کے لئے حکومت جاپان کی خواہشات کے خلاف جانا جہاں حقیقت پسندی کے خلاف ہوگا وہ یہ ممکن العمل بھی نہیں ہوگا۔ حق تو یہ ہے کہ گذشتہ جنوری میں وہائٹ ہاؤس میں جب اس معاہدے پر دستخط کیئے گئے تو صدر آئزن ہوور نے خاص طور پر یہ یقین دلایا کہ امریکہ جان بوجھ کر حکومت جاپان کی خواہشات کے برعکس کام نہیں کرے گا۔ جن اقدامات پر مشورہ ہوگا۔ اور جس کے نتیجہ کے طور پر حکومت جاپان کی منظوری لی جائے گی۔ ان میں اہم ترین یہ ہیں۔ (۱) جاپان میں مقیم امریکی فوج کا استعمال (۲) امریکی فوج کی تعداد یا اس کے اسلحہ میں (جس میں نئے ہتھیار شامل ہوں گے) تبدیلیاں۔ (۳) ایسے مقاصد کے لئے جاپان کے فوجی اڈوں کو فوجی استعمال میں لانا جن کا تعلق جاپان کے دفاع سے نہ ہو۔ آخرالذکر بات (یعنی دور مشرق میں امریکی فوجی کارروائی کے لئے اڈوں کا استعمال جس میں جاپان کے الجھنے کا امکان ہو) ہی جاپان کی دلچسپی ان بڑی بڑی وجوہات میں سے ایک تھی جن کی بنا پر پرانے معاہدہ کی جگہ نیا معاہدہ طے پایا ہے۔ اتنا ہی نہیں نئے معاہدے کی ایک قطعی میعاد مقرر کی گئی ہے (یعنی دس سال) جس کے بعد ایک سال کے اندر اندر طرفین میں سے کوئی بھی معاہدے کو ختم کرسکتا ہے۔ گویا نئے معاہدے کی بڑی بڑی باتیں یہ ہیں۔

(۱) اس سے جاپان میں مقیم امریکی فوجوں کے استعمال پر جاپان کو زیادہ کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔ (۲) اس سے ان باتوں کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے جو حکومت جاپان کے نزدیک (جنگ کے بعد) جاپان پر قابض حکومت کے کھنڈرات تھے جیسا کہ امریکہ کے نائب وزیر خارجہ جے گراہم پارسنز نے امریکی سینٹ کی خارجہ تعلقاتی کمیٹی میں بتایا، پرانا معاہدہ ایک ایسے وقت میں جاپان کی سلامتی سے تعلق رکھتا تھا جب جاپان نہ تو آزاد تھا اور نہ اس کے پاس فوج تھی۔ نیا معاہدہ موجودہ حالات کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ زیادہ وسیع ہے اور دو آزاد ملکوں کے باہمی تعاون اور احترام پر مبنی ہے۔ جاپان کے لوگ یہ محسوس کرتے تھے کہ (۱) پرانے معاہدے کے تحت امریکہ کو حکومت جاپان سے مشورہ کئے بغیر دور مشرق کے دوسرے حصوں میں ایسی کارروائی کے لئے جاپان کے اڈوں کو استعمال کرنے کی اجازت تھی۔ جس میں جاپان کے الجھنے کا امکان تھا۔ (۲) اس معاہدے کے تحت امریکہ جاپانیوں کی خواہشات کو نظر انداز کر کے جو بھی اسلحہ چاہتا جاپان میں لا سکتا تھا (۳) اگر جاپان

(بقیہ بر صفحہ ۴۴ کالم نمبر ۲)

قطعہ

دلِ اعدا میں بُرائی آئی ‖ اپنے دل میں تو بھلائی آئی
کہتی بلبل ہے یہ گُل سے ہر بار ‖ مہندی ہاتھوں میں حنائی آئی

(آمدہ از نذری باغ)

برطانیہ کی خبریں

شخصیت! نواب آف پٹودی

آکسفورڈ کرکٹ ٹیم کے کپتان نے ۶ تا ۸ جولائی لارڈز کے کرکٹ میدان میں کیمبرج یونیورسٹی کے خلاف میچ کھیلنے کے لئے ۱۹ سالہ نواب پٹودی کو ٹیم میں شامل ہونے کی دعوت دی ہے۔ ملیلی کالج میں ان کا ابھی پہلا سال ہے کہ اُن کو یہ اعزاز مل گیا ہے۔

"جیسا باپ ویسا بیٹا" والی کہاوت ان پر پوری طرح صادق آتی ہے اُن کے مرحوم والد نے اسی کالج میں پہلے سال ہی کے دوران میں آکسفورڈ کرکٹ ٹیم میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ یہ ۱۹۲۹ء کی بات ہے۔ نوجوان نواب آف پٹودی نواب تو ہیں لیکن وہ نوابی نہیں کرتے۔ آکسفورڈ میں وہ نہایت سادہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اُن کا سالانہ الاؤنس جس میں کالج کی فیس اور کتابوں کے اخراجات بھی شامل ہیں۔ ۷۵۰ پونڈ ہے۔ ان کی تفریح کا سب سے بڑا ذریعہ ہندوستانی موسیقی ہے۔ اسلامک یونین کے وہ سکریٹری ہیں۔ اور وقت آنے پر غالباً اس کے صدر منتخب ہو جائیں گے۔ نواب پٹودی بہت زیادہ منکسر مزاج واقع ہوئے ہیں ایک نامہ نگار کو انہوں نے بتایا ہے۔ "میں نے ہندوستان کی فارن سروس میں شامل ہونے کی آس لگائی ہوئی ہے لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ میرے پاس ایک اچھی ڈگری ہو مجھے امید ہے کہ میں ایک مفید اور مسرور زندگی بسر کر سکوں گا"

انہوں نے مزید بتایا "آکسفورڈ ایک شاندار جگہ ہے بشرطیکہ صحیح طور پر اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور بعد میں اسوقت یہی کوشش کر رہا ہوں۔ اگر موقع ملا تو میں ہندوستان کی طرف سے کرکٹ کھیلوں گا۔ ڈگری پانے کے بعد میں جلد واپس ہندوستان چلا جاؤں گا"۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کے کرکٹ پویلین میں نواب کے والد کا نام سنہری الفاظ میں کندہ ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ "میں کبھی اپنے والد جیسا کھلاڑی نہ بن سکوں گا" لیکن یہ الفاظ ایک ایسے نوجوان کے منہ سے نکلے ہیں جو ایک ایسی یونیورسٹی میں جہاں منکسر مزاجی کا زیادہ رواج نہیں، ہمیشہ اپنے کو کمتر جانتا ہے۔ اور جس کا یہ وصف ہر کسی کی تعریف کا موضوع بنا ہوا ہے۔

لندن میں ہندوستانی فیشن شو

پچھلے دنوں برطانیہ کی دولت مشترکہ کونسل نے مشرقی ملکوں کا ایک فیشن شو منعقد کیا جس میں ہندوستانی ہائی کمیشن کے افسران کی بیویوں اور بیٹیوں نے ہندوستانی خواتین کے لباس پہن کر دکھائے۔ پاکستان، سیلون، انڈونیشیا۔ ملایا، تھائی لینڈ اور فلپائن کے قومی لباس بھی ان ملکوں کی خواتین نے زیب تن کئے تھے۔ ہندوستانی ہائی کمیشن کے مالیاتی مشیر کی بیوی مسز پانڈے نے راجستھانی خواتین کی پوشاک پہن کر دکھائی۔ فوجی مشیر کے دفتر میں کام کرنے والے ایک افسر کی بیوی مسز دھرودے نے جنوبی ہند کی بھارت نا‌ٹیم ڈانسر کی پوشاک کا مظاہرہ کیا۔ برطانیہ میں مقیم ہندوستانی طالبہ مس زرینہ نے شمالی ہندوستان کی دلہن کا لباس پہنا ہوا تھا۔ ایک اور افسر کی بیوی مسز سین گپتا نے بنگالی انداز میں ساڑھی زیب تن کی۔ مسز ہوسانی نے مہاراشٹر کی خواتین کا مخصوص لباس

قطعہ

پھیلی ہے انبساط عجب دیکھ چنگ سے | سارا چمن نکھر گیا پھولوں کے رنگ سے
کتنا جدید گھر ہے کہ دریا کے سامنے | تعمیر بھی ہوا ہے یہ مرمر کے سنگ سے

(بمبئی کا) (آمدہ از زندری باغ)

پہن کر دکھایا۔ فیشن شو کے ہندوستانی شعبہ کا انتظام نائب ہائی کمشنر مسٹر ایم اعظم حسین کی اہلیہ محترمہ نے کیا تھا ہندوستانی ٹورسٹ انفارمیشن افسر مسز وبھا پانڈے نے تبصرہ کے فرائض انجام دیئے تھے۔

ہندوستانی لیبر انسپکٹر کا برطانیہ میں مطالعہ

حکومت ہند کے لیبر انسپکٹر مسٹر وی۔ وی۔ سنگل ویڈ ھیکر ان دنوں برطانیہ میں لیبر تعلقات اور مسائل کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ یہ تین ماہ کا کورس ہے جس کا انتظام برطانیہ کی وزارت محنت نے کولمبو منصوبہ کی فنی تعاون کی اسکیم کے تحت کیا ہے۔ مسٹر سنگل ویڈ ھیکر نے کہا ہے کہ برطانیہ صنعتی امور سے متعلق وسیع اور طویل تجربہ رکھتا ہے اور مجھے امید ہے کہ میرا مطالعہ میرے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ موصوف کچھ دنوں تک کارڈف (ریلز) جا رہے ہیں۔ جہاں وہ گودیوں میں کام کرنے والے مزدوروں کے حالات کا مطالعہ کریں گے۔

خطوط چھانٹ کر الگ کرنے والی آٹومیٹک مشین

برطانوی ڈاک خانہ میں تجربہ

۱۲ر جون سے لوٹن (بیڈ فورڈ شائر) کے بڑے ڈاکخانہ میں مشین کے ذریعہ چٹھیاں چھانٹ کر الگ کرنے کا بے نظیر تجربہ شروع ہوا ہے۔ برطانیہ کی اسسٹنٹ پوسٹ ماسٹر جنرل مس مروین پائک اس موقع پر موجود تھیں انہوں نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ اس طریقہ کی فنی پیچیدگیاں بہت زیادہ تھیں۔ اور برطانیہ پہلا ملک ہے جس نے ان پیچیدگیوں کو سلجھا لیا ہے۔ اس وقت برطانیہ چٹھیاں چھانٹنے کے کام پر ہر سال ۰۰۰،۰۰۰،۱۶ پونڈ صرف کر رہا ہے۔ امید ہے کہ آٹومیٹک مشینوں کے استعمال سے یہ خرچہ خاصا کم ہو جائے گا۔

سنسکرت اختیاری مضمون کے طور پر

عثمانیہ یونیورسٹی کی جانب سے اعلان کیا گیا ہے کہ سکندرآباد کالج آف آرٹس اینڈ سائنس سکندرآباد پری۔ یو۔ سی اور (۳) سالہ ڈگری کورس کے لئے سنسکرت اختیاری مضمون کے طور پر رائج کی جا رہی ہے۔ اس کالج میں شریک ہونے والے طلباء جو (۱۹۶۰۔۶۱ء کے لئے) سنسکرت اختیاری مضمون کے طور پر لینا چاہتے ہوں لے سکتے ہیں۔

(اطلاعات آندھرا پردیش)

بارہویں جماعت کے امتحان کو تسلیم کر لیا گیا

عثمانیہ یونیورسٹی کی جانب سے اعلان کیا گیا ہے کہ اعلیٰ نصابات میں داخلے کے اغراض کیلئے "اندھرا" اور تلنگانہ نصابات کے تحت حکومت آندھرا پردیش کے امتحان ہائر سکنڈری سرٹیفکیٹ (بارہویں جماعت) (کثیر مقصدی) کو عثمانیہ یونیورسٹی کے امتحان پری یونیورسٹی کورس کے مماثل تسلیم کر لیا گیا ہے۔

(اطلاعات اندھرا پردیش)

قطعہ

ہُوا ہے فائدہ دیکھو دوا سے ہُوئی صحت بھی دریا کی ہوا سے
ارادہ ہے نیا گھر لیکے عثمانؔ وہاں جاؤں میں اِمدادِ خدا سے

(در بمبئی) (آمدہ از نذری باغ)

خدمت میں عظمت

از جناب تمکین کاظمی صاحب

آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں صرف محبت جتا کر کون پیٹ پالتا ہے؟ سنئے! وہ صرف کتا ہے۔ ہاتھی سے لیکر مرغی تک اور گائے سے لے کر بلبل تک کو سخت محنت شفقت یا نغمہ سرائی سے اپنی غذا حاصل کرنی پڑتی ہے مگر کتا ہی ایک ایسا جانور ہے جو محنت سے نہیں محبت سے کھاتا ہے۔

دنیا میں صرف کتا ہی ایک ایسی مخلوق ہے جس کی محبت میں خود غرضی کا شائبہ تک نہیں ہے جو اپنی محبت کا صلہ نہیں چاہتا جسکی محبت کسی ڈر یا خوف یا انعام کی وجہ سے نہیں ہوتی وہ صرف محبت برائے محبت کرتا ہے اور وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ اسکی محبت کا جواب محبت سے دیا جائے وہ آپ سے محبت کرے گا آپکو دیکھ کر دم ہلائیگا آپکے پاؤں پر سر رگڑے گا خوشی سے اچھلے گا، کودے گا، اپنی ساری شادمانی اور مسرت آپکے قدموں پر نثار کر دے گا، اگر آپ اسکے سر پر ہاتھ پھیر دیں جسم پر تھپکی دیں، چٹکی بجا دیں تو خوش ہو جائیگا، ورنہ آپ دھتکار دیں تو دم دبا کر چلا جائیگا اور جب وہ آپ سے دور چلا جائے گا اور آپ بلائیں گے تو فوراً واپس آئیگا اور پھر ویسا ہی خوش نظر آئے گا جیسا پہلے تھا۔ اسطرح آپ سو بار کریں وہ خفا نہ ہوگا اور آپکی جھڑکی خفگی کو فوراً بھلا جائے گا۔

انسان اشرف المخلوقات ہے مگر اسمیں خود غرضی دنیا جہاں کی مخلوقات سے بڑھی ہوئی ہے اور وہ ہر کام غرض سے کرتا ہے عبادت کرتا ہے تو اپنے خالق کو خوش کرنے اور اپنے لئے برکات و فوائد حاصل کرنے کے لئے، خیر خیرات کرتا ہے تو محض اس لئے کہ اس کار خیر سے اسکو فائدہ پہنچے اور دنیا میں نام یا آخرت یا آئندہ جنم میں اسے اعلیٰ مدارج حاصل ہوں، غرض کوئی کام اسکا غرض سے خالی نہیں ہوتا، رحم وہ اسلئے کرتا ہے کہ کوئی اس پر بھی رحم کرے اس نے یہ اصول بنا لیا ہے

باخلق کرم کن کہ خدا با تو کرم کند

وہ خدا رسیدہ بزرگ جو جبہ و عمامہ، عبا و قبا سے مزین ہوتے ہیں، وہ جبا تھا جو جٹا دھاری اور بھسما سور نے نظر آتے ہیں جو اللہ کے واسطے محبت اور اللہ کے واسطے نفرت کرتے ہیں وہ بھی محض اپنی نفسانی غرض یعنی خوشنودی خالق اور حور و قصور کیخاطر یہ محبت و عداوت کرتے ہیں، آپ کسی لنگڑے معذور کو دیکھ کر اس سے متاثر ہوتے ہیں، آپکے جذبۂ ترحم میں ہیجان برپا ہو جاتا ہے اور آپ سر سے پاؤں تک لرز جاتے ہیں یہ کیوں؟ اسلئے نہیں کہ وہ اس تکلیف میں مبتلا ہے، اسلئے نہیں کہ ایک انسان مجبور اور ناچار ہو گیا ہے بلکہ اسلئے اور محض اسلئے کہ آپ کا تنجیلہ بھی آپ کو ویسا ہی لنگڑا، معذور، اپاہج بنا کر دکھلا سکتا ہے اور آپ اس روز بد سے بچنے کے لئے محض حفظ ماتقدم کے طور پر اس اپاہج سے ہمدردی کرتے اور رحم کی بھیک دیتے ہیں، ورنہ رحم کوئی شریفانہ جذبہ نہیں بلکہ خود غرضی کی ایک بدترین شکل ہے

اسی طرح آپکی نام نہاد نیکیاں بھی ہیں چاہے وہ ریڈ فنڈ ہوں یا کنگ فنڈ، کربلا میں سرلئے جوانا ہو یا سقرا میں روشنی کرنا، ان میں یا تو وہی جذبۂ ترحم کرتا رہے گا یا پھر شہرت و نام آوری کی تمنا، چنانچہ استاد ذوق نے کہا ہے ؎

نام اگر چاہے تو کچھ خیر کے اسباب بنا

پُل بنا، چاہ بنا، مسجد و تالاب بنا

سب اسکو دو ہاتھوں ہاتھ سودا" سمجھتے ہیں چنانچہ ایک دوہا مشہور ہے ؎

نگر میں جگ نہیں کل جگ ہے یہ یاں صبح دے اور رات لے

کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے

اگر آپ کوئی لکھے پڑھے آدمی ہیں تو کوئی کتاب لکھ کر آخر میں یہ لکھ دیں گے ؎

غرض نقشیست کز ما یاد ماند

کہ ہستی را نمی بینم بقائے

مگر صاحب دلے روزے برحمت

کند در حق ایں مسکین دعائے

کسی نے اس خیال کو ان دو مصرعوں میں بیان کر دیا ہے ؎

نامِ نیکِ رفتگاں ضائع مکن

تا بماند نامِ نیکت در جہاں

اس قسم کی ساری جد و جہد آپ اپنی "دانا" کی تسکین کے لئے کرتے ہیں، نیویارک ٹیلیفون کمپنی نے فون پر کہا نے والی بات چیت کی نسبت باریک بینی سے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ فون پر (۵۰۰۰) وقت کی بات چیت میں لفظ "میں" (۳۹۹۰) مرتبہ استعمال ہوا ہے گویا پانچزار بار جو گفتگو ہوئی اسمیں تین ہزار نوسو نود بار "میں" ہوئی اور صرف ایکہزار دس باتیں دوسری ہوئیں اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ آپ، دنیا میں صرف اپنے آپکو اچھا لانا چاہتے ہیں دوسروں سے سروکار نہیں ہوتا۔

کہتے ہیں کہ قیامت کے دن نفسا نفسی رہے گی مگر غور کیجئے قیامت تو دور رہی آجکل کونسی نفسا نفسی کم ہے اگر خدانخواستہ آج کوئی حادثہ ہم کو ہو جائے یا ہم بیمار ہو جائیں تو جتنے لوگ عیادت کو آئینگے وہ سب کے سب خود غرض ہونگے چاہے وہ عزیز ہوں یا قرابتدار، محلے والے ہوں یا ملاقاتی، دوست احباب ہوں یا دفتر کے ساتھی، یہ سب محض اسی وجہ سے عیادت کو آئینگے کہ وہ بھی اس حادثہ یا بیماری کے متوقع ہیں۔ انکیں خوف ہے کہ کہیں یہ حادثہ یا بیماری انکیں بھی ہو جائے اسلئے عیادت کرکے وہ محض اپنے لئے حادثہ کی روک تھام یا بیماری کا اندفاع کرنا چاہتے ہیں یا اگر یہ بھی ہو سکے تو اندرونی طور پر اسلئے ہنستی ہیں کہ کل کو وہ اسی حالت میں رہیں تو آپ آکر اسیطرح ان سے ہمدردی کردیں

دنیا میں ہر ایک کا حق دوسرے پر ہے باپ کا بیٹے پر بیٹے کا باپ پر، استاد کا شاگرد، شاگرد کا استاد پر اس گردان کو آپ پڑھتے جایئے تو معلوم ہوگا کہ ہر ایک انسان کا حق دوسرے انسان پر ہے، جب کسی کی کوئی خدمت کردیں تو یہ سمجھ لیں کہ آپ پر اس شخص کا حق تھا جسے آپ نے ادا کیا اور وہ شخص بھی آپکا

جو حق ہے اسکے ادا کرنے پر آپ آپکو مجبور پائیگا۔ آپ اس حقیقت پر ایقان رکھو کہ دوسروں کا حق آپ پر ہے اگر آپ دوسروں کی خدمت کریں تو دوسرے بھی آپکے حق کو محسوس کرینگے اور آپ کی خدمت کرنے لگیں گے۔ آپ جانتے ہونگے کہ مہاتما گاندھی نے بیرسٹری پاس کرنے کے بعد بمبئی میں وکالت کرنی چاہی مگر وہاں مقدمہ لانے والے دلالی یا کمیشن مانگتے تھے اور مہاتما جی دلالی یا کمیشن دینے کے لئے تیار نہ تھے اسلئے انھیں بمبئی میں کامیابی نہ ہوسکی اور وطن لوٹنا پڑا، وطن پہنچنے کے بعد ایک مقدمہ میں آفریقہ جانے کی دعوت آئی اور وہ فوراً تیار ہوگئے آفریقہ پہنچتے ہی ان سے ہندوستانی ہونے کی وجہ سے بدسلوکی کیجانے لگی۔ اور اس بدسلوکی نے انکے جذبۂ انانیت کو ٹھیس لگانا شروع کیا اور پھر وہاں کے ہندوستانی مزدوروں کے حال زار نے انھیں ہمدردی پر مجبور کیا اور مہاتما جی سارے مزدوروں کے "بھائی" بن گئے اور ایسے بنے کہ انکی خاطر ساری کٹھنائیاں سہیں، دکھ اٹھائے مصیبتیں جھیلیں اور انکی خدمت کرتے رہے، ہندوستان واپس آئے تو انہوں نے کانگریس کے جلسوں میں آفریقہ کے رزولیشن پیش کئے، انھیں ہندوستانی سیاسیات سے کوئی واسطہ نہ تھا وہ ہندوستان کے لیڈر بھی نہیں تھے مگر ہندوستان میں جو لوگ بارہ بارہ سال سے قوم کی خدمت کر رہے تھے وہ منہ دیکھتے رہ گئے اور گاندھی جی کو کانگریس نے صدر چن لیا اور مولانا محمد علیؒ نے اسی اعتراف میں مہاتما کا خطاب بھی دے دیا اور اس خطاب کو اپنی ساری قوت اور توانائی سے وہ شہرت دی کہ افق ہند پر مہاتما ہی جگمگانے لگے اور دوسرے ستارے جھلملاتے رہ گئے۔ یہ کیا تھا؟ صرف مہاتما جی کی بے لوث خدمت تھی جو انہوں نے خلوص دل سے اور یہ سمجھ کر کی تھی کہ دوسروں کا مجھ پر حق ہے۔ مہاتما جی اس اصول سے واقف تھے کہ

"جب تک آپ دوسروں سے دلچسپی نہ لیں گے دوسرے آپ سے دلچسپی نہ لیں گے"۔ "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد" بالکل صحیح ہے آپ خدمت کریں یا خدمت کا جذبہ دل میں پیدا کرلیں فوراً اسکا اثر ہونے لگےگا۔ دنیا میں عمل کا جتنا اثر ہوتا ہے نیت کا بھی اتنا ہی اثر ہوتا ہے جہاں آپنے کسی نیک جذبے کو اپنے آپ پر طاری کرلیا سمجھ لیجئے کہ آپ سے جو فعل بھی سرزد ہوگا وہ نیک ہی ہوگا اگر آپ بدی اور نفسانیت کو چھپا کر لوگوں کو دھوکہ دینے کیخاطر قوم کی خدمت اور ملک کی خدمت کا نام لیکر کھڑے ہوجائیں تو یقین کیجئے آپ سے پچھتر فیصد آدمی بدگمان رہینگے، اور آپکے اقوال وافعال کا کوئی اثر نہ ہوگا

نپولین دنیا کا سب سے بڑا آدمی تھا مگر اسکی بدنصیبی دیکھیئے کہ وہ کسی پر بھروسہ نہیں کرتا تھا، مشہور ہے کہ جوزفائن سے آخری ملاقات کے وقت اسنے کہا تھا "جوزفائن! میں دنیا میں خوش نصیب لوگوں میں شمار ہوتا چلا گیا باوجود اسکے تم ہی ایک ایسی ہو جسپر میں اعتماد اور بھروسہ رکھتا ہوں" مگر نپولین کے سوانح نگاروں کا خیال ہے کہ نپولین نے یہ جھوٹ کہا تھا اسے جوزفائن پر بھی بھروسہ نہ تھا۔

ظاہر ہے کہ جس شخص کو دوسروں سے ہمدردی نہ ہو اسے دوسروں پر اعتماد اور بھروسہ کسطرح ہوسکتا ہے اور جس شخص کو دوسروں پر بھروسہ نہ ہو اس پر دوسروں کو کیوں بھروسہ ہونے لگا ایسا شخص خوش قسمتی سے کسی مرتبہ پر پہنچ بھی جائے تو کامیاب زندگی نہیں گذار سکتا۔

زندگی وہی شخص عمدگی سے بسر کرسکتا ہے جسمیں اپنے ہمجنسوں کے ساتھ دلچسپی لینے کی عادت ہو، دنیا کی کوئی کتاب لیجئے اگر اسکے مصنف نے اپنے ہمجنسوں سے دلچسپی لی ہے تو وہ کتاب یقیناً کامیاب ہوگی اور اسکو بقائے دوام حاصل ہوگا، ہومر، شیفو فردوسی، سعدی، ابن المقفع کی کتابیں دنیا میں آجتک اسلئے چل رہی ہیں کہ ان لوگوں نے ہمجنسوں سے دلچسپی لی ہے ورنہ یہ اتنی لمبی زندگی نہ پاتیں

ڈیل کارنیگی نے مشہور شعبدہ باز ہاورڈ تھرسٹن کی مثال دی ہے جسنے (۴۰) سال تک شعبدہ بازی اور نظر بندی کے کھیل تماشے دنیا بھر کو دکھائے تھے اور جو تقریباً (۶) کروڑ آدمیوں سے خراج تحسین حاصل کرچکا تھا اور (۲۰) لاکھ منافع حاصل کرچکا تھا۔ شعبدہ بازی دراصل نظر بندی اور ہاتھ کی چالاکی ہوتی ہے دوسرے معنی میں تھرسٹن اپنے دیکھنے والوں کو احمق بناتا تھا مگر اسکا اعتقاد یہ تھا کہ وہ اپنے ناظرین کو الو اور بیوقوف نہیں سمجھتا تھا بلکہ جب وہ تھیٹر کے اسٹیج پہ پہنچتا تو اپنے دل میں کہتا کہ میں ان تماشائیوں کا بیحد ممنون احسان ہوں کہ یہ حضرات میرا تماشہ دیکھنے تشریف لائے ہیں اور ان ہی کی اس قدر افزائی کی وجہ سے میری زندگی عمدگی سے بسر ہورہی ہے میں چاہتا ہوں کہ اپنے بہترین کرتب انکے ملاحظہ میں پیش کردوں۔

وہ نہ صرف زبان سے یہ الفاظ استعمال کرتا بلکہ دل سے بھی اسکا قائل تھا اور بار بار یہی خیال اسکے دل میں آتا رہتا اور اسکا یہ پاک خیال اسکے چہرے پر اثرانداز ہوتا اور اسمیں ایک قسم کی کشش پیدا کردیتا جو اسکے تماشہ بینوں کا دل لبھاتی اور تماشہ بین اسکے گرویدہ ہوجاتے، تھرسٹن ہی کیا موقوف ہے مشہور مطربہ میڈم ہیومن ہنگ کا بھی یہی حال تھا وہ اپنے ابتدائی زمانے میں اسقدر مفلس اور تنگدست تھی کہ فاقہ کشی سے تنگ آکر اسنے اپنے بچوں کو مار ڈالنے اور خودکشی کر لینے کے ارادے تک کئے تھے مگر چونکہ اسکو ہمجنسوں سے دلچسپی تھی اسلئے اپنے یہ ارادے ترک کردیئے اور نغمہ سرائی کرنے لگی اور اسی انسانی دلبستگی پر اپنے قدردانوں کی محبت نے اسے بام عروج پر پہنچایا۔

یہ واقعہ ہے کہ چہرہ دل کا آئینہ ہوتا ہے آپکے خیالات آپ کے چہرے سے ظاہر ہوجاتے ہیں آپ لوگوں سے دلچسپی لیں، ہمدردی کریں، محبت رکھیں تو آپکے چہرے پر ایک خاص کیفیت، ایک اپنائیت، ایک خاص نور جھلکنے لگا۔ اور جو اس کیفیت کا مشاہدہ کرے گا وہ آپ سے دلچسپی لینے لگے گا اسطرح آپ خود بخود عزیز خلائق بن جائیں گے۔

"آپ دوسروں سے دلچسپی لیں تو دوسرے بھی آپ سے دلچسپی لیں گے"

روزولٹ کی ہردلعزیزی کا یہ راز تھا کہ وہ دوسروں سے دلچسپی لیتا تھا اسکے حبشی خدمتگار جیمس بی آموس نے ایک مستقل کتاب روزولٹ سے متعلق لکھی ہے جسمیں اسنے بتایا ہے کہ روزولٹ کسطرح اپنے خدمتگاروں، باورچیوں، محل کے نوکروں وغیرہ سے اپنائیت کا برتاؤ کرتا بے تکلفانہ نام لے کر پکارتا اور ان سے کس بے تکلفی کے ساتھ سلام علیک بات چیت کرتا تھا، یہی وجہ تھی جو روزولٹ پر جان چھڑکتے تھے۔

غفران مکان حضور میر محبوب علیخاں بہادر کا بھی یہی حال تھا ہر ایک سے دلچسپی لینا انکا اصول تھا فرماتے تھے ؎

آصف کو جان و مال سے اپنے نہیں دریغ
گر کام آئے خلق کی راحت کے واسطے

یہ صرف شاعری نہ تھی بلکہ حقیقت تھی۔ حضور تن من دھن سے خدمت خلق فرمایا کرتے تھے ان کے پاس سانپ کا ایک عمل تھا جو بے نظیر تھا، کہیں سانپ کاٹے اور مار گزیدہ چاہے ہوش میں رہے یا بے ہوش ہو، حضور کے نام کی وقفہ وقفہ سے تین بار دہائی دی جاتی اور زہر اتر جاتا اسکے لیے یہ لازمی تھا کہ حضور کو اسکی اطلاع دی جائے چنانچہ روزانہ سینکڑوں مار گزیدہ آتے، حضور اطلاع پاکر خاموش ہو جاتے اور بعض لوگوں کو باریاب بھی فرماتے اور جو خوش قسمت ہوتے وہ سرفراز بھی ہو جاتے

ایک واقعہ سنیئے۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں والد مرحوم اور انکے چند دوست احباب نے بابا شرف الدین قدس سرہ کی زیارت کی غرض سے پہاڑی پر پہنچ کر دوپہر میں پیر کی ان لوٹھیوں کیساتھ چند لڑکے بھی تھے، سراج بھائی، چچا پیر بچا بن علی (نجو میاں) کے فرزند، اختشام الدین، منشی قمر امین کے بیٹے اور میں۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ہم لوگ پہاڑی پر جو ایک مختصر سا چشمہ ہے (جسے ٹانکی کہتے ہیں) اسمیں پاؤں لٹکائے باتیں کر رہے تھے کہ ایک پیلا سا ہرا سانپ جو پانی میں رہتا ہے اختشام الدین کے پاؤں سے لپٹ گیا اور وہ لگے مچل مچانے، بلکانے کی آواز پر سب لوگ دوڑتے ہوئے آگئے اور سانپ پاؤں جھٹکنے سے بھاگ گیا البتہ اختشام الدین نے وحشت میں جو پاؤں ٹپکا تھا تو ایڑی پر ایک آدھ خراش پتھر کی آگئی تھی، جس سے خون بہنے لگا، نجو چچا نے مور کے پر کا درمیانی پھالہ گول کاٹ کر باہر میں پھیر کر سگریٹ کیطرح پلا دیا اور منشی قمر الدین نے بار بار حضور کے نام کی دہائی دی، پندرہ منٹ کے بعد یہ زہر کا اثر ختم ہو گیا اور ہم لوگ مطمئن ہو کر کھیلنے لگے اور مغرب کے وقت واپس ہو گئے۔

چھوٹے چھوٹے واقعات سے فائدہ اٹھانا بھی کمال ہے اور بعض لوگ اس خصوصیت میں کامل ہوتے ہیں چنانچہ منشی قمر الدین انعام دار اور قاضی زادے تھے بھلا اس مار گزیدگی سے کسطرح فائدہ نہ اٹھاتے دوسرے ہی روز اختشام الدین کو ساتھ لیکر پرانی حویلی پہنچے اور اطلاع کرائی چونکہ صرفخاص میں ملازم تھے اسلئے وہاں کے حالات سے واقف تھے اتفاقاً حضور بنگلہ پر برآمد ہو گئے تو منشی جی نے اختشام الدین کو پیش کیا اور سانپ کاٹنے کی تفصیل عرض کی البتہ صرف اتنا بڑھا دیا کہ غلام زادہ دو گھنٹے تک بیہوش پڑا رہا منہ سے کف جاری ہو چکا تھا جیسے جیسے حضور کی دہائی دی جانے لگی ہوش آتا گیا چنانچہ جوں ہی پانچویں مرتبہ دہائی دینے پر اٹھ کر بیٹھ گیا دیکھے ساتھ ہی ساتھ بڑی حسرت سے یہ بھی عرض کر دیا کہ "حضور! غلام سے بڑی غلطی ہوئی جو دہائی دی یہ بدنصیب یوں ہی مر جاتا تو اچھا تھا" حضور نے دریافت فرمایا کیوں؟ تو عرض کیا "غلام صرفخاص کے دفتر میں منشی ہے چالیس روپیے تنخواہ ملتی ہے غلام زادے کے علاوہ چھ لڑکے لڑکیاں اور دوسرے متعلقین بھی ہیں کھانے پینے ہی کو یہ تنخواہ کافی نہیں ہوتی پھر غلام زادے کی تعلیم کسطرح ہوگی؟" حضور یہ سنکر ہنسنے لگے حکم ہوا "اختشام الدین کو پچاس روپیے وظیفہ تا اختتام تعلیم دیا جائے اور بعد اختتام تعلیم کم از کم پچاس روپیے تنخواہ کی کوئی خدمت دی جائے۔"

لیجئے! سانپ کاٹنے کا بہانہ تھا، احتشام الدین مدت تک وظیفہ تعلیمی پاتے رہے، پھر ملازم ہو گئے آخر میں ناظر تعلیمات ہو کر وظیفہ لیا۔ اور پیوستہ سال بیچارے نے انتقال کیا۔ اسی طرح بہتوں نے اس سانپ کے عمل سے فائدہ اٹھایا لوگ کہتے ہیں کہ اب بھی وہاں پلتی ہے اور سانپ کا زہر اتر جاتا ہے اللہ جانتا ہے صحیح ہے یا غلط مگر اب بھی سینکڑوں خطوط حضور مرحوم کے نام آتے ہیں دنیا کا کوئی پوسٹ آفس بھی کسی مرحوم کا خط تقسیم نہیں کرتا مگر (۵۴) سال سے حضور مرحوم کے نام باقاعدہ لفافے پوسٹ کارڈ پوسٹ ہوتے ہیں جنہیں پوسٹ مین انکے مزار پر پہنچاتا ہے اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے اب بھی روزآنہ کئی خطوط مزار پر پہنچتے ہیں آپ جب چاہیں مکہ مسجد میں جا کر دیکھ سکتے ہیں۔ حضور محبوب علیخاں بہادر کو جنہیں حیدرآبادی عوام "محبوب علی پاشا" کہتے تھے انتقال کئے (۵۴) سال ہو گئے مگر انکی یاد حیدرآبادیوں کے دلوں میں اب تک تازہ ہے وہ باقاعدہ ان کی نیاز دلواتے ہیں اور گاؤں میں ان کے نام کے چلے موجود ہیں جن کی باقاعدہ زیارت ہوتی ہے اب بھی انکی یاد ہر ایک کے دل میں ہے سچ کہا کسی نے ؎

بعد از وفات تربت ما در زمین مجوئے
در سینہ ہائے مردم عارف مقام ماست

جنگ عظیم کے اختتام پر دنیا کا مردود ترین شخص قیصر جرمنی تھا جو اپنی جان چھپا کر ہالینڈ میں پڑا ہوا تھا کوئی اس سے ہمدردی کرنے والا نہ تھا، ہر شخص اسکی بوٹیاں نوچنے تیار تھا ایک چھوٹے سے لڑکے کو معلوم نہیں کیا سوجھی کہ اس نے قیصر جرمنی کو ایک محبت بھرا خط اپنے معصوم انداز میں لکھا اور آخر میں یہ تک لکھ دیا کہ دنیا چاہے جو کچھ کہے مگر میں آپ کو شہنشاہ سمجھتا ہوں اور محبت کرتا ہوں۔ اس خط کو پڑھ کر جو غالباً اس مضمون کا پہلا اور آخری خط تھا قیصر کو کتنا سکون ہوا ہوگا ظاہر ہے اس نے فوراً اس خط کا جواب دیا اور اس بچہ کو اپنے پاس بلا لیا۔ جب لڑکا اپنی ماں کو ساتھ لیکر باریاب ہوا تو قیصر نے لڑکے اور اسکی ماں سے بہت دیر تک بات چیت کی اور پھر اسکی بیوہ ماں سے عقد کر لیا، یہ تھی اس معصوم لڑکے کے جذبات کی قیمت اور اسکی نیک دلی کا اجر۔

ڈیل کارنیگی کا دعویٰ ہے کہ دنیا میں وہ ایک ہی شخص ہے جو زیادہ سے زیادہ انسانوں کی تاریخ ولادت یاد رکھتا ہے آپ جانتے ہیں وہ تاریخ پیدائش یاد رکھ کر کیا کرتا ہے؟ فقط لوگوں کو انکی سالگرہ پر مبارکباد دیتا ہے، اس نے لوگوں کی تاریخ پیدائش کی ایک کتاب بنائی ہے، ہر سال نئی جنتری کے خانہ یادداشت میں سلسلہ کے ساتھ ہر ایک تاریخ نوٹ کر دیتا اور اس روز سالگرہ کی مبارکباد کا خط یا تار بھیج دیتا ہے یہ ایسا خطا تیر ہے جو ٹھیک نشانہ پر بیٹھتا ہے، جتنے لوگوں کو وہ مبارکباد دیتا جاتا ہے وہ اسکے دوست بنتے جاتے ہیں

میل ملاپ پیدا کرنے اور خلوص و محبت بڑھانے میں خوش خلقی اور خندہ روئی، مسرت اور شادمانی بھی بہت کام آتی ہے خندہ پیشانی سے آپ جسکا استقبال بھی کریں وہ آپ کا گرویدہ ہو جائے گا، نیویارک ٹیلیفون کمپنی اپنے عاملوں (آپریٹروں) کو ہیلو اور نمبر پلیز کے جملے خوش الحانی اور محبت بھرے لہجے میں ادا کرنے کی تعلیم دیتی ہے تاکہ وہ اپنے گاہکوں کو نہایت دلربا لہجے میں مخاطب کر سکیں



پی۔ این۔ اوک

اِنسانی حقوق کی پاکیزہ دستاویز

امریکہ کا اعلانِ آزادی!

> ۴ جولائی ۱۷۷۶ء کو امریکہ نے جب اعلانِ آزادی کیا تو اس میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ حقیقت واضح کی گئی کہ "تمام انسان پیدائش سے برابر ہیں۔ خالق نے انہیں زندگی، آزادی اور مسرت کے حصول کے لئے جستجو کرنے کا ایسا حق دے رکھا ہے جو ناقابلِ انتقال ہے۔" ایک صدی بعد ہندوستان میں لوک مانیہ تلک نے "آزادی میرا پیدائشی حق ہے" کا نعرہ بلند کر کے اس حقیقت کو دہرایا ہے۔

۴ جولائی ۱۷۷۶ء کے اعلانِ آزادی کے ذریعہ ایک آزاد ملک کے طور پر ریاستہائے متحدہ امریکہ کا ظہور سیاسی فکر و نظر میں ایک نئے موڑ کا مظہر ہے۔ آزادی کے متعلق امریکی نوآبادکاروں کی جدوجہد سے پہلے ایک عام شہری کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ درحقیقت اُسے محض ایک "محکوم" تصور کیا جاتا تھا۔ بادشاہوں کی نیابت الٰہی تمام حکومتوں کا کلمۂ امتیازی تھا۔ یہ امریکی ہی تھے جنہوں نے پہلی بار اپنے اس اعلانِ آزادی پر اصرار کر کے شہریوں کے حقوق کو توجہ کا مرکز بنایا کہ حکومتیں عوام میں قائم کی جاتی ہیں جو محکوم عوام کی رضامندی سے اپنے منصفانہ اختیارات حاصل کرتی ہیں۔ اور کہ جب کوئی طرزِ حکومت ان مقاصد (فرد کی زندگی، آزادی اور مسرت) کے لئے تباہ کن ہو جائے تو عوام کا حق ہے کہ وہ اسے بدل دیں یا ختم کر دیں اور اس کی جگہ نئی حکومت قائم کریں"۔ یہ اندازِ فکر انسانی آزادی کا ایک نیا فلسفہ تھا جس نے وقت گزرنے پر ایک ایسی عظیم قوت کی صورت اختیار کر لی جس سے ہر جگہ آزادی کو تحریک اور تقویت حاصل ہوئی۔ مشرق اور مغرب میں طویل عرصہ سے جاگیردارانہ غلبہ کے تحت مصائب اٹھانے والے لوگوں نے امریکی عوام کی کامیابی کا خیر مقدم کیا۔ فرانس کے کونڈرسے کا ردِّعمل ایک عام یوروپین کے جذبات کا مظہر تھا۔ وہ امریکی اعلانِ آزادی کو انسانی حقوق کی ایک پاکیزہ دستاویز خیال کرتا تھا۔ جو نہایت مقدس تھی اور جو مدت مدید سے نظرانداز کی گئی تھی۔ ایک دوسرے فرانسیسی لافائت نے جو جارج واشنگٹن کا عزیز دوست تھا اور امریکیوں کے دوش بدوش بڑی بہادری سے لڑا تھا۔ اپنے گھر میں اس اعلان کی ایک نقل رکھی تھی جس میں کچھ جگہ خالی چھوڑ دی گئی تھی تاکہ اسے کسی روز فرانس کے لئے ایسے ہی اعلانِ حقوق سے پر کیا جا سکے۔ چنانچہ چند برس بعد امریکی اعلانِ آزادی درحقیقت انسانی حقوق کی اس دستاویز کے لئے ایک نمونہ ثابت ہوا۔ جس کا اعلان انقلابِ فرانس کے لیڈروں نے کیا تھا۔ ادھر ہندوستان میں عظیم مدبر اور مرہٹہ طاقت کے وزیرِ اعلیٰ نانا فرنویس نے جو ہندوستان کی آزادی کے تحفظ کے لئے برطانیہ سے برسرِ پیکار رہتے امریکی فتح کی خبر سن کر خوشی کا اظہار کیا اور اسے ایک جوش انگیز مثال قرار دیا تھا۔ امریکی اعلانِ آزادی ان بہادر لوگوں کی جدوجہد کی انتہا تھا۔ جنہوں نے آزادی کے ترقی پسندانہ تصور کے ساتھ ایک نئی طرزِ حیات کی تلاش میں اپنے آبائی گھروں کو خیرباد کہا تھا۔ امریکیوں کی طرف سے جو آزادی کا گہوارہ نصب کیا گیا ہے یہ حقیقت اس سے ظاہر ہو جاتی ہے کہ آزادی کی لاشعوری خواہش نے شروع ہی سے امریکی نوآبادکاروں کو

قطعہ

کوئی سُن لے یہ ماجرا ہم سے || غیر ہو یا ہو آشنا ہم سے
روزِ محشر کا ڈر ہے کیا معلوم || پوچھنا کیا وہاں خدا ہم سے

(آمدہ از نظر دی پا غ)

خیالات کو متاثر کیا اور ان کی رہنمائی کی۔ یہ گھڑیال پنسیلوینیا کی کامن ویلتھ کی ۵۰ویں سالگرہ منانے کیلئے انگلینڈ سے بھیجا گیا تھا۔ اور ابھی تک فلیڈیلفیا کے آزادی ہال میں آویزاں ہے۔ اس پر بائبل کے یہ الفاظ کندہ ہیں جن کا انتخاب نوآبادکاروں نے کیا تھا۔ تمام ملکوں اور لوگوں کے لئے آزادی کا اعلان کر دو! یہ گھڑیال اگست ۱۷۵۲ء میں فلیڈیلفیا میں پہنچا تھا۔ جب انگلینڈ اور نوآبادکاروں کے تعلقات اعتدال پر تھے۔ اور اس گھڑیال کو بجا کر ہی ۴ جولائی ۱۷۷۶ء کی دستاویز آزادی کی منظوری کا اعلان کیا گیا تھا۔ امریکنوں نے آزادی کی جانب پہلا رسمی قدم ستمبر ۱۷۷۴ء میں اٹھایا جب براعظمی کانگریس۔ جو نوآبادکاروں کی پہلی نمائندہ ملکی اسمبلی تھی۔ کے اراکین نے ایک میٹنگ بلا کر برطانیہ کے خلاف اپنی شکایات پر غور کیا اور اپنے حقوق کا دعویٰ کیا۔ جون ۱۷۷۶ء میں ریاست ورجینیا سے کانگریس کے ایک نمائندے رچرڈ ہنری لی نے بدیں مطلب ایک قرارداد پیش کی کہ نوآبادیوں کو تاج برطانیہ سے آزاد اور خودمختار ہو جانا چاہیئے۔

اس پر کانگریس نے اعلان آزادی مرتب کرنے کے لئے پانچ افراد کی ایک کمیٹی نے کانگریس کو آزادی کی دستاویز پیش کی۔ یہ دستاویز زیادہ تر تھامس جیفرسن نے مرتب کی تھی۔ جو اپنی حکومت منتخب کرنے کے لئے محکومین کے حق کے متعلق اس کے نظریوں کی ترجمانی کرتی تھی۔ جیسا کہ تاریخ کے تمام مشکل مرحلوں میں ہوتا آیا ہے۔ امریکی نوآبادکاروں میں بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو برطانیہ سے قطع تعلق کے حامی نہیں تھے۔ دوسرے لوگوں نے مکمل آزادی کی حمایت کی۔ کچھ ایسے بھی لوگ تھے جو کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکے۔ ان حالات میں ۱۷۷۶ء کے آغاز میں فلیڈیلفیا میں ایک پمفلٹ ظہور میں آیا جو تھامس پین نے لکھا تھا۔ اس نے رائے عامہ کو آزادی کا پورا پورا حامی بنا دیا۔ اس کا یہ استدلال تھا کہ "یہ خیال کرنا نہایت مضحکہ خیز ہے کہ ایک جزیرہ ایک براعظم پر مستقل طور پر حکومت کرتا رہے۔ یہ جاننے کے لئے کہ کیا آزاد ہونا اس براعظم کے مفاد میں ہے ہمیں صرف یہ آسان سوال دریافت کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا یہ ایک آدمی کے مفاد میں ہے کہ وہ اپنی ساری عمر لڑکا ہی رہے؟" طویل بحث کے بعد ۲ جولائی ۱۷۷۶ء کو آزادی کی قرارداد منظور کر لی گئی۔ دو روز بعد یعنی ۴ جولائی کو براعظمی کانگریس نے اعلان آزادی کو منظور کر لیا۔ جس سے ایک نئی قوم کا جنم ہوا جس نے جمہوریت اور انفرادی آزادی پر مبنی حکومت کا فلسفہ پیش کیا۔ اس کے ساتھ ہی نوآبادکاروں اور برطانیہ کے تعلقات بگڑتے گئے اور ۱۷۷۵ء میں ان میں کھلی لڑائی چھڑ گئی۔ جارج واشنگٹن کی شجاعانہ اور جوش انگیز قیادت کے تحت امریکی رضاکار فوج نے انجام کار برطانوی فوج کو یارک ٹاؤن میں ۱۷ اکتوبر ۱۷۸۱ء کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ اور اس طرح اپنے اعلان آزادی کو حقیقی صورت دی۔ برطانوی فوج کارنوالس کے تحت لڑی تھی جو بعد میں ہندوستان کے گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف مقرر ہوئے تھے۔

۳۰ جنوری ۱۷۸۳ء کو پیرس میں صلحنامہ پر دستخط ہونے جس سے آزاد امریکہ کو بین الاقوامی برادری کی رکنیت حاصل ہو گئی۔ امریکی اعلان آزادی جاگیردارانہ اور مطلق العنانہ طرز حکومت سے شدید اختلاف کا مظہر تھا۔ اس کا بین الاقوامی تاریخ میں پہلا عظیم اثر اس وقت ہوا جب انقلاب فرانس نے یورپ میں انسانی حقوق کی صدا بلند کی۔ اس کے بعد سے مغرب اور مشرق کے ملکوں نے یکے بعد دیگرے ان حقوق کو اپنایا۔ امریکی اعلان آزادی کے اس دعویٰ کا "ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ صداقتیں خود بخود واضح اور عالم آشکارا ہیں۔ کہ تمام انسان پیدائش سے

قطعہ

آج ہم دل سے شرمسار رہے || اور دُنیا میں ذی وقار رہے
ہر مہینہ کے واسطے یکساں || کاش یہ موسم بہار رہے

(آمدہ از نذری باغ)

برابر ہیں کہ ان کے خالق نے انہیں بعض ناقابل انتقال حقوق عطا کئے ہیں جن میں زندگی آزادی و خوشحالی کا حصول شامل ہے۔" واضح اظہار ایک صدی بعد ہندوستان کے محب وطن لوکمانیہ تلک کی طرف سے کیا گیا تھا۔ جب انہوں نے نعرہ لگایا تھا۔ کہ "سوراج میرا پیدائشی حق ہے۔" اس اعلان آزادی کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اسکے ابتدائی حصے میں دنیا کے ضمیر سے اپیل کی گئی ہے اور اس امر کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ کہ محکوم عوام کو ایک ایسی حکومت قائم کرنے کا حق ہے۔ جو ان کی بہبودی کے لئے وقف ہو۔ اعلان کے درمیانی حصے میں اُن بے انصافیوں اور زیادتیوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا نوآبادکاروں کو شکار ہونا پڑا اور اس امر کا انکشاف کیا گیا ہے کہ مراسلات اور درخواستیں کیونکر بے سُود ثابت ہوئیں۔ اعلان کے آخری حصے میں آزاد ہونے کے متعلق نوآبادکاروں کے عزم کا اظہار ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے۔ "ہم عام کانگریس میں جمع ریاستہائے متحدہ امریکہ کے نمائندے اپنے عزائم کی راستبازی کے لئے دنیا کے منصف اعلیٰ سے اپیل کرتے ہوئے ان نوآبادیوں کے نیک عوام کے نام پر اور ان کی منظوری سے باضابطہ طور پر مشتہر اور اعلان کرتے ہیں کہ یہ متحدہ نوآبادیاں آزاد اور خود مختار ریاستیں ہیں اور انہیں ایسا ہونے کا پورا پورا حق ہے۔" اعلان آزادی کے الفاظ کیونکر ابھی تک متواتر با اثر ہیں۔ اس کا مشاہدہ اس حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ ہندوستانی آئین کے ابتدائی بیان میں جو صرف دس برس پہلے منظور کیا گیا تھا۔ اعلان کیا گیا ہے "ہم ہندوستان کے عوام سنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ ہندوستان کو ایک آزاد و با اختیار جمہوریہ بنایا جائے گا۔ اور اس کے تمام شہریوں کے لئے۔

سماجی، اقتصادی اور سیاسی انصاف! اظہار رائے، خیالات،

عقیدہ، اعتقاد اور عبادت کی آزادی، رُتبے اور مواقع کی مساوات حاصل کی جائے گی اور ان میں اخوت کو فروغ دیا جائے گا۔ جس سے فرد کے وقار اور ملک کے اتحاد کی یقین دہانی ہو۔ ہندوستان کے آئین کی دفعہ ۳۸ میں ریاست کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اپنے تمام شہریوں کے لئے سماجی اقتصادی اور سیاسی انصاف حاصل کرے۔ اسی طرح دفعہ ۴۰ میں گرام پنچایتوں کی تنظیم کے ذریعے اختیارات کو غیر مرکوز کرنے، صدارتی طرز حکومت، دو ایوانی پارلیمنٹ اور دوسری جن باتوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس حقیقت کا واضح ثبوت ہیں کہ امریکی سیاسی فلسفے کا ہندوستان پر اثر پڑا ہے۔ امریکی عوام نے اپنے لئے زندگی کی بیش قیمت قدریں اور حقوق حاصل کرنے کے بعد ہمیشہ اس بات کی حمایت کی ہے کہ دوسرے لوگ بھی ان نعمتوں کو حاصل کریں۔ لہٰذا اعلان آزادی جس میں امریکہ کے بانی بزرگوں کے اعتقاد اور امریکی عوام کے عزم کو ضبط تحریر میں لایا گیا ہے ایک تاریخی دستاویز ہے جسے انسان کے سیاسی ارتقا کی تاریخی دستاویزوں میں مستقل مقام حاصل ہے۔ اصلی دستاویز جو چرمی کاغذ پر لکھی گئی تھی شیشے کے صندوق میں پڑی ہے۔ اس صندوق کو عام نمائش کے لئے ملکی محافظ خانے میں رکھا گیا ہے جو واشنگٹن (ڈی۔ سی) میں پنسلوینیا ایونیو میں واقع ہے ہر سال لاکھوں سیّاح اس کی زیارت کرنے کے لئے آتے ہیں۔ جب وہ اس کے پاس سے گزرتے ہیں تو امریکیوں کی عظیم قربانیوں کا خیال آتے ہی اُن کا سر احترام سے جھک جاتا ہے۔ ۴ جولائی کو امریکی عوام اپنے ملک اور غیر ممالک میں اس دستاویز کی سالگرہ منائیں گے۔

قطعہ

آج بُلبُل بھی گُلستاں میں رہی ‖ یاد سرمے کی بھی زمستاں میں رہی
(سرما)
مرتے دم تک نہ گئی اسے عثمان ‖ یاد شبیرؑ دل و جاں میں رہی

(آمدہ از نذری باغ)



کہ

کوئمبتور میں جی کرشن نامی ایک شخص کو سو سو کے جعلی نوٹ بنانے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ہمارے ملک میں بھی کیسے کیسے کاریگر موجود ہیں

کہ

بریگیڈیر گیان سنگھ نے بتایا کہ چینیوں کے ایورسٹ کی چوٹی کو سر کرنے کے بارے میں شبہ ہے

بریگیڈیر صاحب اس شبہ کا اظہار آج فرما رہے ہیں لیکن تاڑنے والے پہلے ہی دن سمجھ چکے تھے کہ چینیوں نے یہ محض دون کی لی ہے

کہ

مدراس پولیس نے ایک سب انسپکٹر پولیس کو گرفتار کیا ہے جسکے مکان سے چھ لاکھ کے جعلی نوٹ برآمد ہوئے بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سب انسپکٹر جعلی نوٹ بنانے والوں کا سرغنہ ہے

پولیس میں بھی کیسے کیسے ماہرین فن موجود ہیں

کہ

پنڈت نہرو نے قوم کو ایک اور نیا نعرہ دیا ہے "آج پریشرم کل لائیو"۔ یاد ہوگا کہ اس سے قبل پنڈت نہرو نے "آرام حرام ہے" کا نعرہ دیا تھا

ملک کے تمام بیروزگاروں اور فاقہ کشوں کو چاہیئے کہ وہ مذکورہ بالا دونوں نعرے یاد کرلیں اور جب بیروزگاری اور بھوک ستائے تو یہ نعرے لگایا کریں

کہ

نیویارک میں مہاتما گاندھی کی زندگی کے بارے میں ایک فلم بنایا جا رہا ہے جس میں مرکزی کردار کے لئے ہندوستانی اداکار کے انتخاب کی توقع ہے

لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ ناتھو رام گوڈسے کا کردار کس کو دیا جائے گا۔

کہ

پنڈت نہرو نے فرمایا کہ عوام تنخواہوں میں اضافہ کا مطالبہ نہ کریں

اور عوام کا مطالبہ ہے کہ حکومت ٹیکسوں میں اضافہ کا مطالبہ نہ کریں تاکہ توازن برقرار رہے

کہ

مرکزی حکومت کے (۲۰) لاکھ ملازمین ۱۱ر جولائی سے ہڑتال کریں گے

حضرت سعدی شیرازی آج ہوتے تو کہتے ؎

اسٹرائیک تو نگرم گرداں

کہ درائے تو ہیچ نعمت نیست

کہ

جے پور میں ذیابطیس کے مریضوں کا یوگ سے علاج کیا جائے گا

تاکہ مرض کے ساتھ ساتھ مریض بھی دفع ہو جائے

کہ

کٹک کے عوام نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ چاول فی روپیہ تین سیر فروخت کئے جائیں

لیکن کٹک کے عوام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ چاول فی روپیہ تین سیر ہوتے ہی ٹکس بھی اسی تناسب سے بڑھ جائیں گے

کہ

حکومت آندھرا پردیش نے زرد صحافت کے انسداد کے لئے مسودہ قانون منظور کیا ہے

لیکن بعد از خرابی بسیار

علی کی معنوی پیغمبری سمجھا تو یوں سمجھا — وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو یوں سمجھا

مسلمان آپ کو عثماں یہی کہتا ہے ہر اک سے — کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو یوں سمجھا

شیراز

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی | مقام اشاعت:- چادرگھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴ — روز جمعہ ۸ جولائی سنہ ۱۹۶۰ء — م ۱۳ محرم الحرام سنہ ۱۳۸۰ — شمارہ (۳۵)

سلام فارسی

زاشک دیدہ تہی گشت و دل پر از غم ماند | حسین رفت ز عالم غمش بہ عالم ماند

زجوش آہ و بکا در چمن دہد خبری | نشانِ اشک کہ بر روی گل ز شبنم ماند

سیاہ پوش عنادل گل است غرق بہ خون | بہ قتلِ سبطِ نبیؐ این نشانِ ماتم ماند

بیادِ او کہ زمین لالہ زار از خونش | نرفت داغ ز دل تہمتی بہ مرہم ماند

سمندِ عمر روان تاخت سوئے خلدِ جنان | کہ لا الہ ز سرِ در نشانِ پرچم ماند

چہ ذکر ماتم انسان کہ در غمِ شہدا | کمان شکستہ سنان خستہ تیغ پر خم ماند

بس است این ز عزا یادگار آن عطشان

کہ سینہ چاک مرا دیدہ ہائے پر نم ماند

مُعاملہ علمبردار پسر حکیم سید علی صاحب مرحوم ایڈوکیٹ

فرمایا اگرچہ اس کی وہ حرکت کو میں نے اچھی نظر سے نہیں دیکھا جبکہ (۴) سال قبل اسی ماہ محرم کے دوسرے ہفتہ میں بلا معقول وجوہ یہاں سے مع زوجہ و کمسن بچوں کے اپنے والدہ کے گھر چلا گیا تھا۔ تاہم میں سمجھتا ہوں کہ خامیوں کے ساتھ کچھ نہ کچھ بہتر صفات بھی یہ لڑکا اپنے میں رکھتا ہے۔ اور یہ مذہبی خیالات کا ہے جسکا مجھے ثبوت مل چکا ہے۔ جبکہ یہ بعد آپریشن عثمانیہ ہاسپٹل میں تھا تو چونکہ خود پلنگ پر تھا یعنی اوٹھ نہیں سکتا تھا تو اپنے جمعدار سے جو کہ قوم عرب سے تھا مُصحف اللہ پڑھا کر سنا کرتا تھا۔ اور اس کے سرہانے میز پر یہ دھرا ہوا تھا۔ یعنے میرا خیال ہے کہ اس کے والد کی زندگی میں اگر اسکو درست طریقہ پر تعلیم دیجاتی تو یہ آج ایک چیز بنکر نکلتا اور اپنے گھر کا نام روشن کرتا۔ مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہوا۔

دوئم یہ یہاں سے گئے بعد ایک دن بھی نذری باغ کا رُخ نہیں کیا حالانکہ کسی قسم کی ممانعت نہیں تھی۔ یا کم از کم اپنی زوجہ و کمسن بچوں کو ان کی ماں کے ساتھ یہاں بھیجتا تو کیا یہ مجھ سے ممکن تھا کہ اس کو اُلٹے پاؤں واپس کرتا۔ ہرگز نہیں خصوص جبکہ اس کی زوجہ کا عقد میری ذمہ داری پر ہوا تھا تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ میں اسکی زوجہ و بچوں کو فراموش کر دیتا۔

بہرحال اس کی زوجہ و بچوں کی پرورش کے لئے قریب میں کچھ نہ کچھ ماہانہ امداد ٹرسٹ سے جاری کرنے والا ہوں۔ اور اس کا ذاتی سامان جو مدرسہ عالیہ میں ہے (اس کے سابقہ مکان میں اور جو مُقفل ہے) اس کو اس کے ہاں واپس کرنے والا ہوں۔ مجھے ایک عرصہ ہوا ہے اس کے بچوں کو نہیں دیکھا ہے۔ اُمید ہے سب خیریت سے ہونگے۔ زیادہ خدا ان معصُوموں کو عُمر طویل دے اور یہ بار آور ہوں بہ تصدق شہید کربلا۔

مکرر علمبردار کو اس کا بھی خیال رہے کہ جو شرف اس کو قسمت سے ملا ہے اس کی حفاظت کرے کہ یہ جونیر پرنس کا ہم زُلف ہے۔ لہذا یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ اپنی حد تک اہمیت رکھتی ہے۔

مرقوم ۶ / جولائی ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

ذاتی علمی قابلیت شبیرؑ علی برادر خورد علمبردار

فرمایا حال کا معروضہ گستاخانہ جو اس کے طرف سے نذری باغ میں آیا تھا (مدرسہ عالیہ سے) جسپر اسکی دستخط تھی کہ یہ لکھا ہوا کسی دوسرے کے قلم کا تھا (جس کا ذکر شیراز میں موجود ہے شائع شدہ یکم جولائی سنہ ۱۹۶۰ء) تو اس میں اتنی لیاقت نہیں تھی کہ اس کو پڑھ کر اس کا معنٰی و مفہوم سمجھتا چہ جائیکہ خود اپنے قلم سے لکھتا یہ سراسر ناممکن تھا کہ یہ چار سطر درست طریقہ پر املا انشاء کے ساتھ لکھ نہیں سکتا۔ اور اگر کسی کو اس پر یقین نہ آئے تو امتحان کر کے دیکھ لیا جائے تو پھر حقیقت ظاہر ہو جائے گی کہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر یہ میرا ان امور میں غلطی نہ کرے اور حزم و احتیاط سے اپنی زندگی بسر کرے اور جس کے زیر سایۂ عاطفت یہ اس وقت رہتا ہے اوس کے مشورہ پر کاربند ہو کر دوسروں کا سہارا نہ لے چاہے وہ اپنے ہوں یا پرائے تو یقین ہے کہ یہ سب آفاتِ روزگار سے محفوظ رہے گا اور مربّی و سرپرست اس کے نسبت اچھے خیالات رکھے گا۔ کہ یہ گو اس وقت عاقل و بالغ ہے۔ اور متاہل زندگی رکھتا ہے اور صاحب اولاد ہے تاہم نذری باغ کی نظر میں یہ کل کا بچہ ہے اور بچہ رہے گا۔

خلاصہ یہ کہ زمانہ کو انقلاب ہے اور ہر شخص اپنے معاملات میں پریشان حال ہے چاہے بڑے گھر کا ہو یا چھوٹے گھر کا کہ یہ فرق بیّن عالمگیر انقلاب کی وجہ سے اب باقی نہیں رہا ہے اور سب ایک کشتی کے سوار نظر آتے ہیں۔

بہرحال اسکو اچھی طرح معلوم رہے کہ کوئی چاہے وہ کسی پوزیشن کا ہو دوسرے کے برے وقت میں کام نہیں آسکتا کہ ہر ایک اپنی قدح کی خیر منانے میں مصروف ہے۔ ایسی حالت میں ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنے پاؤں پر کھڑے رہکر بغیر امداد دیگراں اپنے کاروبار خدا پر بھروسہ کر کے سنبھالے تو پھر امید ہے بلکہ یقینا ہے کہ وہ گرداب مصائب سے نکلکر ساحلِ مراد تک پہنچ جائے گا جو ہر انسان کا فطری خیال یا خواہش ہے کہ ایسا ہو۔ بشرطیکہ تائید غیبی اس کے شامل حال ہو۔ خدا اس کو توفیق نیک دے اور سیدھا راستہ بتائے۔

مرقوم ۶ر جولائی سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

ہاشم علی بے وقوف چھوکرا ایسر سابق برگیڈیر برادر محمد حبیب

فرمایا اسکی زوجہ کا طلاق ہوئے بعد (جسکا ذکر نظام گزٹ یا شیراز میں ہوا تھا) مجھ سے درخواست کیا کہ یہ اپنی سابقہ زوجہ سے ملنا چاہتا ہے۔ یہ عجیب و غریب قصہ سنکر میں نے کہا کہ اب وہ بعد طلاق اسکی زوجہ کہاں رہی کہ اسکی حیثیت غیر کی جیسی ہو گئی۔ اور وہ ہرگز اس سے نہیں مل سکتا دوسرے طرف قبل طلاق اسکو خیال نہیں آیا کہ وہ زوجہ جو ۵ یا ۶ سال تک اسکی زوجیت میں رہی اور برابر تاؤ اسکا برداشت کی جسکو اسوقت ۵ سال لڑکی ہے

اس کے علاوہ دو تین حمل اسکے (یعنے اشرف بیگم کے) اسقاط ہوئے تھے جبکہ جنین (Foetus) ۵ یا ۶ ماہ کے فوت ہو کر پیدا ہوئے تھے۔ باوجود اسکے وہ قطب علیؒ (پسر بشیر الدین) کی زوجہ پر فریفتہ ہو کر روزانہ بلا ناغہ گھنٹوں دن رات اپنا گھر د فیملی کو چھوڑ کر وہاں بسر کرتا تھا۔ اور برائے نام رات کو سونے یا رفع ضرورت کے لئے چند منٹ کے لئے گھر آتا تھا۔ اور یہ مذموم افسانہ سب ساکنین درسہ عالیہ کو معلوم تھا جس محلہ میں اوس کے مماثل عہدہ داروں کے لڑکے اپنے فیملی کیساتھ مقیم تھے۔ الحاصل اس بیہودہ کو چاہیئے کہ عقل کے ساتھ ان امور پر نظر رکھکر کام کرے جس نے اپنی حماقت یا کم عقلی سے اپنی بنی بنائی زندگی کو برباد کرکے اپنے قرابتداروں کو مفت میں بدنام کیا تھا خلاصہ یہ کہ اگر قطب علیؒ بے حیا کو غیرت ہوتی تو وہ ہاشم علیؒ کی آمد و رفت کو اپنے گھر میں ہرگز

جائز نہ رکھتا اور اسکی روک تھام مجھ سے عرض کر کے کرتا۔ مگر معلوم ہوا کہ یہ ہر دو ایک کشتی کے سوار تھے جن کو شرم و حیا مطلق نہ تھی۔ بلکہ بے عزتی سے اپنی زندگی بسر کر رہے تھے۔ جو ہرگز نذری باغ کے قابل نہیں تھے کہ اس قسم کے افراد کو یہاں رکھنا نذری باغ کی بدنامی ہے جو اپنے خاندان کے لئے کلنگ کا ٹیکہ بنے ہوئے ہیں

یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اسکو اپنی زوجہ کی صورت دیکھنا ناگوار تھا۔ مگر دوسرے طرف عند الضرورت کارا جرائی بھی ہوتی تھی جس کا ثبوت اِسقاط حمل سے ملتا ہے تو یہ محض قلیب علی کی زوجہ کے خاطر جس پر یہ فریفتہ تھا۔ افسوس کہ یہ ایک شرمناک قصہ ہے

بے جا گھمنڈ ہاشم علی کا

فرمایا یہ ہمیشہ ناز کرتا تھا کہ اسکا باپ بریگیڈیر تھا۔ مگر یہ بھول گیا کہ یہ پہلے سپاہی کی خدمت پر فوج میں تھے جو آہستہ آہستہ ترقی پا کر آخر میں بریگیڈیر ہوئے یعنی ایک دم سے اڑ کر یہ ہیں نہیں پہونچے مثل طائر صحرا۔ لھذا موروثی خدمتیں دوسری ہوتی ہیں جو بڑوں کے بعد خوردوں پر وراثتاً منتقل ہوتی ہیں۔ لھذا یہاں امتحان دیکر آہستہ آہستہ بلندی پر جانا نہیں ہوتا ہے بلکہ جو عہدہ ہوتا ہے وہ ایک وقت مقررہ پر ہے۔ لھذا اس نادان یا بیوقوف کو یہ سمجھنا چاہیئے تھا اور اگر یہ سمجھتا تو یہ غلطی نہ کرتا اور نہ شرمندہ رہتا

مرقوم ۱۸ر جولائی ۱۹۶۱ء ——— (آمدہ از نذری باغ)



اشتیاق شرکت مجلس عزاخانہ زہراؑ

(۹ محرم سنہ ۱۳۸۰ ہجری)

فرمایا حسب عادت یکم محرم سے تا کامل یک عشرہ مجالس کے موقع پر عزاخانہ زہراؑ کھلا رہتا ہے کہ جو جو شریک ہونا چاہیں آسکتے ہیں۔ کسی قسم کی ممانعت نہیں ہے۔ مگر نہ صرف اس سال بلکہ گذشتہ سال بھی دیکھا گیا کہ باوجود دروازے کھلے رہنے کے مجلس ماتم کو دس اشخاص آتے تھے جنکا آنا نہ آنا دونوں برابر تھا۔ اسلئے یہ نقشہ دیکھکر دروازوں کو بند رکھا گیا تھا۔ مگر اس سال حلمی آفندی کی درخواست پر کہ محلہ دارالشفاء کے لوگ شریک ہونا چاہتے ہیں تو دروازے کھولدیئے گئے تھے تو صرف کم و بیش یکصد اشخاص آئے تھے۔ نظر بر آں میں نے آیندہ سے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ ہر سال صرف ایک یوم ۹ محرم کو یہ کھلا رکھا جائے گا اور بقیہ ایام میں یہ بند رہیں گے کہ گھر کے مجالس جو ہوتے ہیں نہ صرف یہاں بلکہ بڑی دیوڑھی میں برپا کے بارہ ۱۲ مہینے مختلف ماہ و تواریخ پر نونذری باغ کے لڑکے یہ سب کام بخوبی انجام دیتے ہیں۔ یعنے سلام و نوحہ پڑھنا۔ ماتم کرنا۔ زیارت پڑھنا وغیرہ تو پھر ایسی حالت میں باہر کے لوگوں کو دعوت دیکر بلانا محض بیکار رہے۔

دیگر فرمایا ۹ محرم کی مجلس کے اختتام پر حیدر حسین مشہور متقیؔ نے مجھ سے کہا کہ باہر کے جو لوگ آئے تھے تو شاید ان میں ایک دو ماتمی گروہ بھی تھے جو کہ ماتم کرنا چاہتے تھے۔ یہ سنکر میں نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے بایں وجہ کہ میرے گھر کے مجالس میں مہذب طریقہ کا ماتم نوحہ پر ہوتا ہے جبکہ جسم میں لڑکوں کے قمیص یا شیروانی رہتی ہے۔ برخلاف اس کے باہر کے ماتمی گروہ برہنہ جسم پر دو دستی ماتم کرتے ہیں جو البتہ یہ زمانہ گذشتہ میں ایک حد تک درست تھا مگر اب انقلاب کیوجہ سے ثقہ اصحاب کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ ماتم وہی ہے جس میں سب بشر کار شریک ہوں نہ کہ صرف کرنے والے یہ کرتے جائیں اور دوسرے کھڑے رہکر اسکو دیکھتے رہیں۔

بہ ہر حال انقلاب عالمگیر نے ہم کو ہر چیز میں حسب ضرورت کم و بیشی کرنے پر مجبور کیا ہے کہ بغیر اسکے کام نہیں چلتا اسی لئے ہم مجبور رہیں۔ بقول۔ زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز۔

مرقوم ۷ر جولائی سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

بیان آغا منصور خراسانی بہ حلمی آفندی

فرمایا مؤخر الذکر سے معلوم ہوا کہ ان کی لڑکی اختری بی جس کی نسبت سے متعلق شیراز میں حال میں مضمون طبع ہوا ہے کہ لڑکی زبان اُردو نہیں جانتی ہے بجز فارسی زبان عجم۔ یہ سُنکر میں نے کہا کہ یہ راز سربستہ اب معلوم ہوا۔ دوسری طرف جس لڑکے کے ساتھ اس کا اگر عقد ہوتا تو اوس کے لیے مشکل کا سامنا تھا کہ وہ بجز اپنی مادری زبان اُردو۔ فارسی سے نابلد تھا۔ اس کے سوا میرے گھر میں انکی اولاد آنا جو میرے خاندان سے یا تو وابستہ تھے یا قدیم نمکخوار تھے نہ کہ وہ جو ان صفات سے مبرا ہوں۔ بہرحال اَلخَیرُ فِیما وَقَع

دوسری طرف محمد علی پسر دکی خوشنویس یہ معلوم کرکے اطمینان کی سانس لیا کہ وہ ان جھگڑوں میں مبتلا نہیں ہوا اور اپنے معاملہ ازدواجی کو میرے سپرد کرکے مطمئن ہے کہ میں جو کچھ اس کے لئے کروں گا اوس کے حق میں بہتر ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ اس میں شک نہیں کہ یہ لڑکا اپنی حد تک پڑھا لکھا ہے اور طبیعت سنجیدہ رکھتا ہے اور طبیعت میں غربت ہے جو چہرے سے ظاہر ہے اور یہاں آئے جب سے کوئی حرکت نازیبا نہیں کیا ہے۔ جس کی وجہ سے میرے خیالات اس لڑکے کی نسبت اچھے ہیں۔

دیگر۔ صمصام شیرازی کو حکم دیدیا ہے کہ یکم جولائی سنہ ۱۹۶۰ء سے اسکے نام مثل صادق علی نواسہ عبداللہ بن مجیم ایک پرچہ شیراز جاری کردیا جائے۔

نوٹ۔ یکم جولائی سنہ ۱۹۶۰ء سے میرے جاریہ دامادوں کے نام بھی فی اسم ایک پرچہ شیراز جاری کرنے صمصام شیرازی کو حکم دیا ہے کہ یہ اس تاریخ سے مستقل خریدار بنے ہیں جنکی قیمت ہر سال صمصام شیرازی کو کمیٹی انتظامی پرائیویٹ اسٹیٹ ادا کریگی

شکر ہے کہ یہ سب لڑکے تعلیم یافتہ ہیں اپنی حد تک اور نیک کردار ہیں۔ میرے حسب الحکم ان کے ناموں کی فہرست ایں متعینہ دیوڑھی نذری باغ صمصام شیرازی کے ہاں بھجوا دیے گا۔

مرقوم ۳۰ر جون سنہ ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

مل گیا گُل بھی آج سُنبل سے | بھر گیا جام بھی تو یہ مُل (شراب) سے
کہتی جاتی ہے یہ بہارِ جدید | سُن لیا نغمہ آج بلبل سے

مراسم عزاداری امام کربلا کی حالت بوجہ انقلاب دُنیا

فرمایا کل ہی کا واقعہ ہے کہ حلمی افندی میری طلبی پر نذری باغ آیا تھا تو بر سبیل تذکرہ دُوسرے ممالک میں اس سال محرم کے کیا حالات پیش نظر تھے۔ کہا کہ سرکار نے چند سال قبل جو اسی انقلاب کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ مشورہ دیا تھا کہ سابق کے حالات اب باقی نہیں رہے ہیں۔ لہٰذا دیرینہ مراسم عزاداری میں بھی ہم کو حسب ضرورت کم و بیشی کرنا چاہیئے تو اس پر ہمارے فرقہ کے لوگ جیں بہ جبیں ہوئے تھے اور سرکار کی دُور بینی کی داد دینے کے عوض کہے کہ سرکار ان کے مذہبی معاملات میں دخل دیتے ہیں وغیرہ۔ مگر اب وہی اشخاص جو اعتراض کئے تھے اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ دن بدن اِن مذہبی معاملات میں کیا گھاؤ ہو رہا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر آج یہ ہے تو خدا کو علم ہے کہ کل کیا ہو کیا نہ ہو وغیرہ

فرمایا یہ سُنکر میں نے حلمی افندی سے کہا کہ اس کا تبصرہ ضرور حقائق پر مبنی تھا۔ مگر مُشکل یہ ہے کہ قابل اشخاص کی کثرت نہیں ہے جو اِن نکات کو سمجھیں بر خلاف اس کے جہلا زیادہ ہیں جو اِن چیزوں کا احساس نہیں رکھتے ہیں اور لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں کہ اِن کو جس طرف اندھا دُھند لے جائے بے دھڑک چلے جاتے ہیں اور اپنی عقل سے بھی کام لے کر نہیں دیکھتے ہیں کہ حالات زمانہ جو نت نئے رنگ بتا رہا ہے اس کا کس طرح سے ساتھ دیا جائے۔ درآنحالیکہ مراسم عزاداری بھی ادا ہوں اور کوئی بات پیدا ہو کہ اس میں رخنہ ڈالے سچ ہے شیخ سعدیؒ نے جو کچھ کہا تھا وہ دُرست تھا۔ یعنے

مَردِ آخر بین مُبارک بندہ ایست

نوٹ۔ فرمایا اخبار نظام گزٹ امروزہ میں جو مضمون متعلق بیان آغا منصوری خراسانی طبع ہوا ہے اس میں جہاں محمد علیؐ خانہ زاد پسرِ ذکی خوشنویس کا ذکر ہے ایک جگہ معاملہ ازدواجی میں سہو کتابت ہوئی ہے یعنی بیاہ کھکر ملے چھوٹ گیا ہے صحت کر لی جائے۔

دُوم جہاں صادق علی خانہ زاد متاہل کا ذکر ہے یہاں بھی سہو کتابت ہوئی ہے کہ یہ عبداللہ بیگم کا نواسہ نہیں ہے بلکہ اس کا بڑا بیٹا ہے۔

دیگر معین علی پسر نکہت علی حال میں بی۔اے میں کامیاب ہوا ہے۔ اور غلام عسکری نبیرہ صارم جنگ مرحوم جو کہ نمبر اول کا گردار رکھتا ہے ان دو لڑکوں کے نام یکم جولائی سے فی اسم ایک پرچہ شیراز جاری کرنے صمصام شیرازی کو حکم دیا ہے۔

مرقوم یکم جولائی سنہ ۱۹۴۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

اجرائی اذوقہ برائے چند اولاد عہدہ داران

(مقیم نذری باغ)

فرمانا سب متاہل خانہ زادوں کے نام جاری ہوچکا ہے جسکو کچھ عرصہ ہوتا ہے جو کہ تعداد میں زائد تھے۔ لہٰذا اب ان چند مذکورہ افراد کے نام جاری ہونا ہے ماہ جولائی سنہ ۱۹۶۰ء سے (غالباً پہلے عشرۂ محرم کے بعد) تاکہ گھرداری کرنے کی انکو بھی عادت پڑے جسکی سخت ضرورت ہے مگر اسکے ساتھ اس معاملہ میں کچھ امداد دوسری شکل میں جیسے دینا ضروری ہے (جیسا کہ خانہ زادوں کو دیا تھا) تاکہ ابتداء میں یہہ کاروبار کرنے کے لئے انکو دشواری نہ ہو بلکہ کچھ نہ کچھ آسانی پیدا ہو۔

دیگر انکے اذوقے پوسٹ میں مقرر ہوکر کافی مدت ہوگئی تھی مگر باوجود اس کے میں ان سب کا بار اوٹھاتا رہا تاکہ جو کچھ اس مد میں بچت ہوگی تو انہیں کے زمانۂ آیندہ میں کام آئے گی۔ بقول قطرہ قطرہ دریا گردد۔ اس کو دیکھتے ہوئے بعض زمانہ شناس اصحاب کا کہنا تھا کہ میں نے یہہ مزید لطف و کرم جو ان کے حق میں کیا وہ اپنی آپ نظیر تھا۔ یہ سنکر میں نے کہا کہ ان کا کہنا ضرور درست ہے۔ تاہم جب کہ ان کو اپنی سرپرستی میں لیا تھا تو اس قسم کا برتاؤ ان کے ساتھ مرعی رکھنا میں نے ایک حد تک ضروری سمجھا بہ این خیال کہ یہہ سب مجھکو اپنا آقا و مالک یا مربی و سرپرست سمجھتے ہیں اور جب ایسا ہے تو اس خیال کو میں قدر کی نظر سے دیکھے بغیر نہیں رہ سکا۔ اور سمجھا کہ اگر یہ گھر کے بچوں کیلئے کیا تو کچھ مضائقہ نہیں تھا جس کے وہ مستحق تھے۔ خلاصہ یہ کہ

"تالی دو ہاتھ سے بجتی ہے نہ کہ ایک ہاتھ سے"

اسلئے اس کلیہ کو جائز رکھا۔ زیادہ آفرین بر وابستگی خاندان من

مرقوم ۲ر جولائی سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

صحن چمن بگفت صبا پر بہار شد | ہر رند و شیخ و پیر مغان میگسار شد
ہرکس گرفتہ عقل و خرد کردہ چشم وا | از آفت جہان تو نگر ہوشیار شد

(آمدہ از نذری باغ)

اذوقہ غیر متاہل خانہ زادان نذری باغ

فرمایا اگرچہ یہ سن رُشد کو پہنچ چکے ہیں (لائن بوآئز کو چھوڑ کر) اور ان کا اذوقہ ٹرسٹ میں مقرر ہو کر ایک عرصہ ہُوا ہے مگر جب تک انکی خانہ داری نہ ہوگی یہ جاری نہیں ہوسکتے کہ اسکے لئے زوجہ۔ مکان زنانہ محلہ کی ضرورت ہے کلا بغیر اس لوازمہ کے کاروبار زندگی شروع نہیں ہُو سکتے۔ چنانچہ اسکی مجھے فکر ہے اور ان کے اذوقوں کی جو بچت ہے ٹرسٹ میں یہ ایک دن ان کے۔ انکی اولاد کے کام آئیگی۔ لہذا ایک عرصہ سے باوجود اس انتظام کے میں ان کے مصارف کا بار اُٹھا رہا ہوں جیسا کہ ان کے دوسرے بھائیوں کا اُٹھایا تھا کہ یہ بھی مجھکو اپنا مُربی و سرپرست سمجھتے ہیں تو میں بھی ان کو اپنے گھر کے پروردہ بچے سمجھتا ہُوں۔ آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ باوجود سن رُشد یہ جو خواہشات نفس کو قابو میں رکھے ہیں یہ ضرور قابل تحسین و آفرین ہے۔ جس کا پھل ان کو انشاءاللہ قریب زمانہ میں مل کر رہے گا کہ دُنیا کی مثل ہے کہ صبر و ضبط کا نتیجہ ہمیشہ خوشگوار ثابت ہُوتا ہے گو اوّل۔ اوّل مُصیبت کا سامنا ہے خصوص ان لڑکوں کے لئے جو ہر طرح سے مُتاہل زندگی کے قابل ہیں۔ اور اِن کے چہرے اسکی گواہی دیتے ہیں۔

بقول عیاں راچہ بیاں۔

مرقوم ۳ رجولائی ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

تشریح مضمون شائع شدہ امروزہ در نظام گزٹ

زیر عنوان غیر متاہل خانہ زادان نذری باغ

فرمایا اس میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ محدود ہے ان خانہ زادوں کی حد تک جو یہاں آ کر کافی مدت ہوئی ہے۔ یعنے ۴ یا ۵ سال۔ یا وہ لائن بوائز ہیں نمبر ۱۲ کے (مقیم مدرسہ عالیہ) جو کہ چند سال قبل انکی لائن بوائز کی حیثیت تھی۔ مگر آج سن رُشد کو پہنچ چکے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جو ندر امتحان میں ہیں یعنے یہاں آ کر کم مدت ہوئی ہے ان کا معاملہ میرے زیر غور نہیں ہے۔ اور وہ اس کا حق رکھتے ہیں کہ قدیم میں جدید شریک ہوں۔ بہر حال مجھے ان امور پر نظر رکھ کر کام کرنا ہے تاکہ ناانصافی نہ ہو اور ہر کام درست طریقہ پر انجام پائے۔ ورنہ وہ مثل پوری ہوگی کہ خون لگا کر شہیدوں میں شریک ہونا۔ جو نذری باغ میں ناممکن ہے۔

مکرر محلہ پنڈر گھاسٹ میں جہاں متاہل خانہ زادان مقیم ہیں یہاں دو جدید تعمیر کردہ مکانات تیار ہیں جنکو میری نانی مرحومہ کی دو پوتیوں کے لئے مختص کیا ہے (یعنے دختران بھانجہ علی حسین مرحوم) جو بعد عقد اپنے شوہروں کے ساتھ یہاں مقیم ہونگے۔ اندرون ۶ ماہ کہ ان کو دو خانہ زادوں کو دینے والا ہوں جو کہ پڑھے لکھے ہیں اور اپنی جگہ کچھ نہ کچھ حیثیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ انکو میری والدہ مرحومہ نے پرورش کئے تھے جن کا نام زینب بیگم۔ فاطمہ بیگم ہے۔ اور جو اسی وقت حویلی قدیم میں مقیم ہیں۔ اور یہ لڑکیاں بھی اپنی حد تک پڑھی لکھی ہیں۔ اور صورت شکل کی بھی اور نیک کردار ہیں۔

نوٹ۔ چونکہ لڑکیاں امامیہ مذہب کی ہیں لہذا اسی مذہب کے لڑکوں کو دیجائینگی۔

غالباً۔ لطف علی (برادر خورد زمرد بیگم) مقیم نذری باغ

* محمد علی (پسر ذکی خوشنویس) مقیم نذری باغ

* بشرطیکہ اسکے والدین اس نسبت سے اتفاق کریں۔ ورنہ کوئی دوسرا لڑکا تجویز کیا جائے گا۔

مرقومہ ۴ر جولائی ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

مصائب کو کبھی تو آپ نذر آسماں کیجئے | کبھی تو عشق و الفت کو بھی بیش امتحاں کیجئے
بلا کر میکدہ میں واسطے مئے کے بھی اے ساقی | کبھی تو زاہد ناداں کو اپنا میہماں کیجئے

(آمدہ از نذری باغ)

قابل دید منظر ساکنین نذری باغ کا یوم عاشورہ محرم ۱۰ر تاریخ

(در حویلی قدیم و عزاخانہ زہرا)

فرمایا یوں تو ہر سال یہ سب لڑکے چاہے میرے افراد خاندان کے ہوں یا اولاد عہدہ داران صرفخاص (جو چند ہیں گنتی میں) یا خانہ زادان متاہل و غیر متاہل۔ (سن رشد کو پہونچے ہوئے) بالائین پائنز جو کمسن تھے یہ حویلی قدیم جاتے ہیں جبکہ ہاتھی پہ بی بی کا علم آتا ہے۔ (جلوخانہ میں) اور مختصر سی مجلس ہو کر نوحہ پر ماتم ہوتا ہے۔ یہ تو اپنی جگہ ہے۔ مگر ایک جگہ کثیر تعداد میں ان لڑکوں کو دیکھ کر نظر لگتی ہے کہ انکی صحت کس قدر اچھی ہے اور چہروں پر رنگ و روغن نمایاں ہے جو نمالیاں نتیجہ ہے اوس بیفکری کی زندگی کا جو خوش قسمتی سے ان کو یہاں حاصل ہے۔ نہ صرف میرا یہ خیال ہے بلکہ یہ بہت سے زمانہ شناس اصحاب کا ہے جو ان حالات سے اچھی طرح واقف ہیں

بہرحال انکو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ انکو ایسا مالک و آقا یا مربی و سرپرست ملا جو انکی سود و بہبود کا اسقدر خیال رکھتا ہے کہ انکو لازم ہو کہ اولاد نہیں بلکہ بہنا ؤتیا تا ہے کہ آنکو اپنے افراد خاندان کے بعد سمجھتا ہے اور انکو گھر کے بچوں کے جیسا سمجھتا ہی کہ یہ سب اوسکے سامنے کے بچے ہیں۔ جو کل عالم وجود میں آئے تھے۔ زیادہ خدا انکو نیک توفیق عطا کرے کہ حزم و احتیاط کیساتھ اپنی زندگی بسر کرتے ہوئے جو عزت ان کو دینے والے نے زیر سرپرستی لیکر دیا ہی اسکی حفاظت کریں کہ اب لائین پائنز کو چھوڑ کر کمسن یا نادان بچے نہیں ہیں بلکہ صاحب اولاد ہیں اور جن کو ابھی تک اسکا موقع نہیں ملا ہی اونکا نمبر سامنے آچکا ہے لھذا فقط وقت کا انتظار ہے۔ آخر میں مجھے امید قوی ہے کہ خدام حسینی پہ شہنشاہ کربلا کا فضل و کرم ہے جسکے یہ نتائج ظہور پذیر ہیں۔ والسلام

مرقوم ۶ر جولائی سنہ ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

ایک جملہ کی صراحت در مضمون شائع شدہ مورخہ ۴ جولائی ۱۹۶۰ء

(زیر عنوان غیر متاہل خانہ زادان نذری باغ)

فرمایا اسمیں جہاں ذکر ہے ۱۴ نمبر کے لڑکے مقیم مدرسہ عالیہ تو گویہ اسوقت عاقل و بالغ ہیں مگر صحیح معنوں میں ابھی سنِ رشد کو نہیں پہونچے ہیں یعنے انکی عمریں ۲۱ یا ۲۲ سال کی نہیں ہیں۔ لھذا ان کا نمبر اون خانہ زادوں کے پیچھے ہے جو عمروں میں ان سے آگے ہیں۔ یعنے ۲۵ تک ہیں۔ کیلئے کہ سنِ رشد کی مکمل عمر ہونا چاہئیے جسکو انگریزی میں میجارٹی (majority) کہتے ہیں۔ ورنہ لڑکے اکثر ۱۵ یا ۱۶ یا ۱۷ سال میں بالغ ہو جاتے ہیں (اپنے قویٰ کیو جہ سے) جو کہ دوسری چیز ہے اسکے علاوہ سنِ رشد کے ساتھ عقل و شعور بھی پختہ ہونا ضروری ہے جسکی گواہی چہرے دیں

الحاصل اس پائینٹ کو صاف کرنیکی مجھے ضرورت محسوس ہوئی تاکہ غلط فہمی باقی نہ رہے۔ دوسری طرف نذری باغ میں جو کام کیا جاتا ہے تو سوچ سمجھ کر نہ کہ اندھا دُھند (blindly)۔ تاکہ بدنتائج نہ پیدا ہوں۔ اور دکھاوٗ بھی اچھا ہو

مرقومہ ۷ جولائی سنہ ۱۹۶۰ء ———— (منقول از نظام گزٹ)

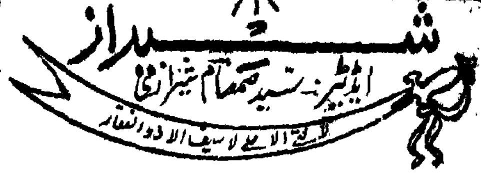
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

ترجمان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے ☆ خیر خواہ شاہ حق آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار



جمہوریت کا مذاق

کیا قانون کی پابندی صرف نان گزیٹڈ ملازمین ہی کے لئے ہے۔ گزیٹڈ عہدہ دار اور وزراء اس سے مستثنیٰ ہیں!؟

یہ ایک سوال ہے جو ہر سچائی پر یقین رکھنے والے شخص کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے لیکن اس سوال کا جواب کسی گوشہ سے بھی نہیں ملتا۔ حکومت نے قانون بنایا ہے کہ ملازمین سرکار انتخابات میں نہ تو کسی امیدوار کی تائید میں کوئی بیان دے سکتے ہیں اور نہ اسکو کامیاب بنانے کے سلسلے میں کوئی عملی قدم اٹھا سکتے ہیں اور نہ کسی امیدوار کی تردید میں کوئی اقدام کر سکتے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ قانون اپنی جگہ پر مکمل اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے والا ہے لیکن دیکھا یہ جا رہا ہے کہ ہمارے وزراء انتخابی جلسوں میں کانگریسی امیدواروں کی تائید میں تقاریر کرتے ہیں انکو کامیاب بنانے کی اپیلوں پر اپنے دستخط کرتے ہیں اور اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کر کے ان کو کامیاب بناتے ہیں۔ اسی طرح بعض گزیٹڈ عہدہ دار رخصت حاصل کر کے اپنے مستقر سے حیدرآباد آ کر کانگریسی امیدوار کو کامیاب بنانے کے لئے دامے درمے قدمے اور سخنے اقدام کرتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کانگریسی وزراء حکومت کے آدمی نہیں؟ کیا یہ گورنمنٹ سے اپنے خدمات کے سلسلہ میں تنخواہ نہیں پاتے؟ ان میں اور ایک تنخواہ یاب ملازم سرکار میں کیا فرق ہے ظاہر ہے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ پھر کانگریسی وزراء کا ایسا اقدام انتخابی قانون کی خلاف ورزی نہیں؟ کیا گزیٹڈ عہدہ داروں کا اپنی بیوی یا بہن کو انتخابات میں کامیاب بنانے کے لئے ۔۔۔ الیکشن کے قانون کی خلاف ۔۔۔ ورزی نہیں ۔۔۔ بدنامی کا باعث نہیں!؟

خطیب منبر سلونی ؑ

کا ارشاد مبارک ہے کہ خدا کی برکت اس شخص پر نازل ہوتی ہے جو سچائی کو قائم کرتا ہے، جھوٹ کو نابود کرتا ہے، ظلم کا تدارک کرتا ہے اور انصاف کو بلند کرتا ہے

وہ کانگریس جسکو گاندھی جیسے مہاتما اور مہا پرشن نے اپنے خون سے سینچا ہے اسی کانگریس میں آپ ایسے لوگ جمع ہو گئے ہیں جو حصول مقصد کے لئے جھوٹ، دھاندلی اور خلاف قانون اور ناجائز طریقوں سے گریز نہیں کرتے۔ بعض ناعاقبت اندیش کانگریسیوں کے یہی وہ اعمال ہیں جن کی وجہ سے کانگریس جیسی بڑی سیاسی جماعت کا اثر و رسوخ دن بدن کم ہوتا جا رہا ہے۔ ان ہی ناعاقبت اندیشوں کی وجہ سے کانگریس دن بہ دن بدنام ہوتی جا رہی ہے

حالیہ بلدی انتخابات میں جو دھاندلیاں اور بے قاعدگیاں کی گئی ہیں اسکو اگر قلمبند کیا جائے تو ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ یہاں تک سنا گیا ہے کہ بعض حلقہ کے کانگریسی امیدواروں نے رائے دہندوں سے ووٹ خریدے ہیں۔

ہمارے کانگریسی وزراء دن رات محلہ محلہ گھوم کر تقاریر کرتے رہے کہ کانگریسی امیدوار کو ووٹ دیجئے۔ کیا یہی ہے جمہوریت اور یہی ہے ہمارا انتخابی شعور!؟

جب حکومت نے قانون بنا دیا ہے کہ ملازمین سرکار انتخابی مہم میں حصہ نہیں لے سکتے تو اسکی پابندی ایک چپراسی سے لے کر وزیر تک سب پر لازمی ہے۔ بلدی انتخابات تو گذر چکے اب جنرل الیکشنس آ رہے ہیں۔ کیا جنرل الیکشن میں بھی برسر اقتدار کانگریسی وزراء اسی طرح اپنے امیدواروں کی تائید میں اپنے سرکاری اور غیر سرکاری اثر و رسوخ کو استعمال کر کے انتخابی قانون اور جمہوریت کا مذاق اڑائیں گے ۔۔۔!!؟

اہ کانگریس کی بنیاد اہنسا اور سچائی پر رکھی گئی ہے

حسینؓ مظلوم پر رونا باعثِ مغفرت ہے

ماہ محرم امشب گردیدہ آشکارا
دل می رود ز دستم صاحبدلان خدا را

حضرت عیسیٰ شاہ صاحب نظامی مغفور حنفی المذہب!

(۴)

ہر قوم کا ایک نیا سال اور ہر نئے سال کا ایک نیا دن ہوا کرتا ہے۔ اور یہ نوروز عید کا دن قرار پاتا ہے اس میں خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ شادیانے بجا کرتے ہیں۔ مگر ہم مسلمانوں کا نوروز سنہ ۶۱ھ سے صرف رونے دھونے کے لئے پیدا ہوتا ہے اور ہمارے سال نو کی ابتدا غم و الم سے ہوا کرتی ہے اور بجائے شادیانوں کے حسین حسینؓ کی صداؤں سے ہلال محرم کا خیر مقدم کیا جاتا ہے اور اس دل دوز واقعہ کی جو ۱۰ ار محرم سنہ ۶۱ھ میں ہو چکا ہے سال سال یاد تازہ کی جاتی ہے یہ خونی واقعہ اپنا آپ نظیر جو ابد عالم پر ہی نہیں بلکہ قلوب میں بھی خونی حرفوں میں کندہ ہے واقعہ کیا تھا۔ معصوموں کا قتل تھا۔ خاندان رسالت کا بھوکے پیاسے مارا جانا تھا۔ یہ دو برابر والوں کی لڑائی نہ تھی دو مساوی الدرجہ حیثیتوں کی جنگ نہ تھی۔ ایک طرف حسینؓ اور ان کے بہتر تن اور دوسری طرف یزید بادشاہ شام اور اس کے لاکھ ڈیڑھ لاکھ لشکری ایک طرف نونہال باغ مصطفےٰ اور دوسری طرف شجرۂ خبیثہ کا عصارہ۔ ایک طرف روح روان رسول اللہ اور دوسری طرف لشکریان بنو امیہ ایک طرف حبیب اللہ اور دوسری طرف عدو اللہ ایک طرف حق و صداقت اور دوسری طرف شیطان اور اس کی ذریت ادھر حسینؓ اسلام پر سے تصدق ہونے کھڑے ہیں اور دوسری طرف یزیدی اسلام کے مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔ تاریخ بتا دیتی ہے کہ آخر کیا ہوا ؎

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؓ

اس واقعہ کے عینی شاہد خدا و خدا کے رسولؐ، اولیاء و ملائکہ اور جنات تھے۔ اور حسینؓ کی اس فتوت اور عزیمت کی داد دے رہے تھے خود حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان کربلا میں موجود رہتے۔ علیؓ موجود تھے فاطمہ موجود تھیں قاتلوں نے جب سر اقدس کو تن مطہر سے جدا کیا حسینؓ کا خون آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دامن پر گر رہا تھا اور حسینؓ کا سر نانا کی گودی میں امت نے اتارا۔ اسی دن اور اسی وقت نانا نے اپنے نواسے کی شہادت کی خبر ادھر مدینہ میں ام سلمہ کو دی اور ادھر مکہ میں ابن عباس کو پہنچا دی۔ ان حضرات نے حضور کو کس ہیئت سے دیکھا تھا۔ زلفیں گرد آلود چہرہ پریشان۔ لباس اقدس خون سے بھرا ہوا۔ اور ہاتھ میں خون سے لبریز شیشہ۔ زار و نزار روتے ہوئے فرماتے تھے امت نے حسینؓ کو میری ہی گود میں قتل کر دیا۔

وہ کون سنگ دل ہوگا۔ جو حسینؓ کے اس سانحہ کو سنے اور روئے نہیں۔ مسلمان تو مسلمان ہر انسان اس پر ضرور روئے گا۔ انسان آخر انسان ہے اپنے سینہ میں اور دل میں درد رکھتا ہے۔ ذرا سی ٹھیس لگی اور اس سے آنسو ڈھل پڑا ذرا ذرا سی بات پر ابل پڑتا ہے رونا دھونا بھی بھلا قانون اور ضابطے کے تحت آسکتا ہے۔ ان فطری جذبات کی روک تھام بھی قانون سے ہو سکتی ہے ادھر انسان نے دنیا میں قدم رکھا۔ اور ادھر دھاڑیں دھاڑیں رونے لگا۔ آتے روتا ہے اور جاتے روتا ہے بلکہ زندگی بھر روتے دھوتے ہی رہتا ہے۔

قطعہ

روز و شب شکر است شد شادی مرا | ہست حاصل خانہ آبادی مرا
دیدہ روئے من چہ عثمان گویمت | داند ہر کس حیدرآبادی مرا

(آئندہ ان شاء اللہ باقی)

ہزاروں روٹی کے لئے روتے ہیں۔ صدہا بیماری پر روتے ہیں۔ کئی ایک جوان مرگی پر روتے ہیں۔ لاکھوں نا امیدیوں پر روتے ہیں۔ دنیا نا امیدیوں کا گھر اور انسان امیدوں کا پتلا ہے روئے کیسے گزارے۔ انسان نہ روئے تو کیا پتھر روئیگا

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں رلائے کیوں

رونا جائز ہے یا نا جائز یہ ہمیں معلوم نہیں مگر اتنا جانتے ہیں کہ قرآن میں رونے والوں کا ذکر خیر ہے۔ واذا سمعوا ما انزل الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع ساتویں پارے میں موجود ہے اور یہاں اعینھم تفیض من الدمع حزنا مسطور ہے بلکہ منہ بنا کر رونے کا بھی تذکرہ ہے وجاؤا اباھم عشاءً یبکون باپ کا بیٹے کے غم میں روتے روتے اندھے ہونے کا ذکر آیا ہے وابیضت عیناہ من الحزن وھو کظیم۔ حضرت آدمؑ برسوں روئے حضرت نوحؑ مہینوں روئے۔ حضرت ابراہیمؑ ہمیشہ روئے حضرت یعقوبؑ چالیس سال روئے حضرت یوسفؑ کنوئیں میں روئے۔ حضرت ایوبؑ ایک عرصہ تک روئے حضرت یونسؑ روئے اور حضرت ذکریاؑ روئے۔ کوئی مغفرت کے لئے روئے اور کوئی اولاد کے لئے روئے۔ کوئی صحت کے لئے روئے اور کوئی خدا کے لئے روئے مگر روئے سارے انسان ہمارے آقا کبھی خدا کے لئے روئے کبھی امت کے لئے روئے کبھی چچا حمزہؓ کے لئے روئے کبھی نواسہ حسینؑ کے لئے روئے اور اس پر ہمیں ترغیب بھی دی۔ من بکی علی الحسینؑ وجبت لہ شفاعتی (احمد)

ابوبکر ابن ابی شیبہ نے مصنف میں عبدالرزاق نے مسند میں اور ابن منصور نے سنن میں سیدنا علیؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بے اختیار رو رہے تھے پوچھا تو فرمایا کہ جب سے شہادت حسینؑ کی خبر ہوئی ہے میرے آنسو تھمتے نہیں ہیں۔

بیہقی اور ابو نعیم حضرت ام سلمٰیؓ سے ناقل ہیں کہ حضور میرے حجرہ میں یہ حکم دے کر داخل ہوئے کہ کوئی اندر آنے نہ پائے نہ معلوم کہ کیسے حسینؑ اندر چلے گئے میں نے آہ و بکا کی۔ آواز سنکر پردہ اٹھایا۔ دیکھتی کیا ہوں کہ حسینؑ کو پیار کر رہے ہیں اور رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کی خیر تو ہے فرمایا شہادت حسینؑ کی خبر آئی ہے طبرانی معجم میں ام سلمٰیؓ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور خواب سے اٹھے اور زار زار رونے لگے۔ میں نے عرض کی خیر تو ہے فرمایا ایک دن حسینؑ کی شہادت ہونے والی ہے۔

ابوبکر ابن ابی شیبہ حضرت ام سلمٰیؓ سے راوی ہیں کہ حسینؑ حضور کی گود میں تھے۔ اور حضور انہیں پیار کرتے تھے اور روتے تھے میں نے کہا کیا ہے فرمایا کہ جبرئیل نے ابھی ابھی حسینؑ کے قتل کئے جانے کی خبر دی ہے۔ اور مقتل کی خاک بھی دی ہے۔ جس دن یہ خاک خون ہو گی اس دن سمجھنا کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔ میں نے اس مٹی کو باندھ رکھا۔ خدا کی قسم عاشور کے دن یہ خاک خون ہو گئی تھی۔ واقعہ سے پچاس سال پہلے اس ہونے والے حادثہ کو سنکر حضور کا غم و الم کرنا صدہا احادیث سے ثابت ہے مگر عین واقعہ کے روز حضور نبی اکرمؐ کا کیا حال تھا ذیل کی حدیثوں سے واضح ہوگا

ترمذی انسائی۔ حاکم اور احمد ام سلمٰیؓ سے ناقل ہیں کہ حسینؑ کے عراق جانے کے بعد سے دن بے قراری اور رات اختر شماری میں کٹتی تھی۔ عاشور کے روز ظہر کے بعد میری آنکھ لگ گئی دیکھتی کیا ہوں کہ سرکار عالم پریشان حال زار و نزار تشریف فرما ہیں چہرہ گرد آلود زلفیں پراگندہ لباس خون آلود اور ہاتھ میں خون بھرا شیشہ۔ میں نے عرض کیا یہ کیا حال ہے۔ فرمایا صبح سے مقتل حسینؑ میں تھا۔ امت نے میرے حسینؑ کو میرے سامنے قتل کر دیا۔ یہ خون اسی کا ہے۔ ادھر مدینہ میں مخبر صادق نے خبر دی اور اسی روز اسی وقت مکہ میں ابن عباسؓ کو بھی خبر دی کہ حسینؑ کو امت نے میرے سامنے قتل کر دیا۔

جب رسول اللہ کو اس سانحہ پر اتنا غم و الم ہو تو ہم ان کی یاد تازہ رکھیں۔ اور روئیں چلائیں تو کون جرم ہے۔ ہر قوم دمد

قطعہ

در چمن برق آشیانم سوخت | کردہ ہر راز و ابیانم سوخت
گفت ماہِ عزا دریدہ لباس | صوتِ نوحہ کہ قلب و جانم سوخت
(ظاہر)

(آمدہ از نذری باغ)

ایسے واقعات کو ہر سال تازہ کیا کرتی ہے۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے اپنی بقیہ مابہ زندگی حضور کے فراق میں روتے روتے کاٹ دی اور اسی غم میں دنیا سے سدھاریں اور حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے زندگی کے ڈھائی سال کا اکثر حصہ یادِ رسول اللہ میں گزار دیا۔ اور حضرت بلال اسی غم رسول میں دنیا سے گزر گئے ایسی بیسیوں مثالیں تاریخ اور حدیث سے بآسانی مل سکتی ہیں۔

ابن سعد طبقات میں شعبی سے ناقل ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا کربلا میں گذر ہوا۔ پوچھا اس نواح کا کیا نام ہے لوگوں نے کہا کہ کرب وبلا ہے یہ سُنکر آپ بے اختیار رونے لگے۔ صرف انسان ہی نہیں بلکہ فرشتے اور جنات، آسمان اور زمین بھی اس مظلوم پر روتے ہیں۔ چنانچہ ابونعیم نے حلیۃ الاولیا میں اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ سید نا علیؑ جب کربلا پہنچے تو ہم سے فرمایا یہاں ہمارے ناقہ باندھ دیئے جائیں گے اس جگہ پر ہمارے خیمے کھڑے ہوں گے۔ یہاں ہمارے بال بچے بے گناہ مارے جائیں گے۔ اور یہاں ہمارے نور نظر حسینؑ کی بوٹیاں اُڑیں گی اور اس دن ہم رونے والے آسمان وزمین بھی ہوں گے۔

ابونعیم یحییٰ حضرمی سے ناقل ہیں کہ مولا بمقام نینوا پہنچ کر فرمانے لگے۔ اصبر یا ابا عبد اللہ ہم نے عرض کی کیا خبر ہے فرمایا زبانِ وحی ترجمان سے سُنا ہے کہ یہاں حسینؑ شہید ہونگے اور اس دن ان پر آسمان اور زمین خون روئیں گے۔ بیہقی اور ابونعیم نضرۃ الازدیہ سے ناقل ہے کہ قتل حسینؑ کے روز آسمان سے خون برسا اور زمین سے اتنا خون اُبلا کہ ہمارے برتن سب خون سے بھر گئے بیہقی نے علی اسمہر سے روایت کی ہے کہ ان کی دادی کہتی تھیں یوم عاشورا سے کئی دن تک آسمان سے خون برس رہا تھا۔ اور ابونعیم وبیہقی نے زہری سے روایت کی ہے کہ عاشورہ کے روز ہر پتھر اور درخت کے نیچے سے تازہ خون نکلتا تھا۔

جس دلخراش واقعہ پر رسول روئیں ولی وصی روئیں معصوم روئیں زمین وآسمان روئیں حیوان اور جن روئیں ہم سنگ دل روئیں نہیں جس دل میں ایمان [illegible] جیسے محمدؐ کا نام ہی ہے۔ تو ہر شخص جو مسلمان ہے ضرور حسینؑ پر روئے گا۔ کربلا کا لفظ ہی کچھ ایسا دردناک ہے کہ سنتے ہی کلیجہ منہ کو آتا ہے اور آنکھ سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگتے ہیں ہاں یزید کے حامی نہ روئیں تو تعجب نہیں۔ ان حضرات نے واقعات پر خاک ڈالنے اور قتل حسینؑ کو سیاسی بنانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر اصل حقیقت پردۂ مجاز سے ہمیشہ نمایاں ہوتی رہی۔ اور حسینؑ کی صداقت کرسی نشین ہوگئی اور یہ عرس شریف ایسا مقبول عام ہوگیا کہ آپ کے نانا بابا کے اعراس سے بھی بڑھ کر وسیع تر اور ہر دلعزیز ہوگیا۔ حتیٰ کہ غیر اقوام بھی یہ عرس سال بسال منایا کرتی ہے اور محرم میں ہر ہر گوشہ سے لبیک حسینؑ کی صدائیں سُنی جاتی ہیں۔ آج کل اس کے روک تھام کی سعی لا حاصل جو کی جا رہی ہے وہ فضول وعبث ہے۔ دل ہی تو ہے سنگ وخشت نہیں ذرا سی بات پر خوش ذرا سی بات پر مکدر۔ رونا دھونا فطرت انسانی ہے کوئی کسی بات پر روتا ہی رہتا ہے۔ فطرت بدلا نہیں کرتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض صاحبان کو محرم کا رونا ناگوار ہو کیونکہ اس رونے دھونے اور واویلا مچانے سے حسینؑ کی صداقت اور دشمنوں کی شیطنت ظاہر ہوتی ہے اور خواہ مخواہ دشمنانِ اہل بیت کے نام لوگوں کو معلوم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بعض مصلیان قوم نے اپنے مضامین میں اس رونے دھونے کو ناجائز قرار دیتے ہوئے اس کے روکنے کی کوشش کی ہے۔ یہ رونے دھونے والوں کا قصور نہیں۔ بلکہ اس فعل شنیع کے کرنے والوں کا قصور اور جرم ہے جن کی بے جا حمایت میں مصلحین کے قلم آج کل اُٹھ رہے ہیں۔

بعضوں کا یہ کہنا کہ یہ کہاں لکھا ہے کہ مرثیے۔ نوحے سال بسال پڑھے جائیں۔ اور رونے رلانے کی مجلس سال کے سال منعقد ہوں۔ اول تو عرض ہے کہ اس کی ممانعت کو نسی آیت اور کونسی حدیث سے ہے کہ حسینؑ کے لئے رویا نہ جائے۔ اور ان کے دلدوز واقعات لوگوں کو نہ سنائے جائیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہر قوم وملت اپنے رہنماؤں اور پیشواؤں کے عرس سالانہ کیا کرتے ہیں اسی طرح ہم مسلمان بھی اپنے پیشوا حسین علیہ السلام کا عرس مناتے ہیں۔ اور ان پر جو ظلم وستم روا رکھے گئے وہ لوگوں کو سناتے ہیں۔ اس پر روتے ہیں اور رلاتے ہیں۔ دور کیوں جایئے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبح کا واقعہ ہر سال عیدالضحٰی کے موقعہ پر ہمارے خطبوں میں سال کے سال دوہرایا جاتا ہے اور حسینؑ پر رونے کو منع کرنے والے بھی اس ذبح اسمٰعیل کا قصہ سنکر رو پڑتے ہیں۔ تو یہ رخصت ماہ رمضان پر قیمتاً الوداع پر صدہا مسلمان رمضان کے رخصتی پر رو پڑتے ہیں اور سال سال یہی مرثیہ اور نوحہ مسجدوں میں پڑھا جاتا ہے۔ مسلمانو! یہ کونسا انصاف ہے کہ ذبح اسمٰعیل علیہ السلام کا مرثیہ جائز اور اس پر رونا جائز۔ رخصت رمضان پر نوحہ خوانی جائز۔ اور اس پر آہ وزاری جائز مگر حسینؑ کے قتل کا تذکرہ ناجائز۔ اور حسین پر رونا دھونا ناجائز۔

صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حضرت ابوبکر حضرت مولا مشکل کشا حضرت حسان بن ثابت حضرت فاطمہ حضرت عائشہ اور حضرت صفیہ نے مرثیے کہے اور [illegible]

صحابہ پڑھتے تھے اور رسول اللہ کی یاد میں رویا کرتے تھے
حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ شب وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں اور شب عاشورہ میں میں نے جنوں کو مرثیے پڑھتے اور روتے سنا ہے۔ حافظ ابن عساکر نے تاریخ میں اور سبط ابن جوزی نے مراۃ الازمان میں لکھا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کربلا سے جب مدینہ واپس آرہے تھے راستہ ہی سے بشیر ابن حزلم نامی شاعر کو امام مظلوم کا مرثیہ مدینے والوں کو سنانے کے لئے اپنے آگے روانہ فرمایا تھا۔

اس مرثیہ کا پہلا شعر یہ ہے۔

یا اہل یثرب لا مقام لکم
قتل الحسین فادمعی ابدا

رہا حسین مظلوم پر رونا رلانا یہ بھی جائز بلکہ باعث مغفرت ہے۔ من بکی علی الحسین فوجبت له شفاعتی (احمد) اور من دمعت عینا بقتل الحسین دمعۃ بواہ الجنۃ (احمد)
جواز غم حسین کے لئے مسلمانوں کے پاس کافی دوائی ہیں کسی اور کی نصیحت کی ضرورت نہیں۔

عزاخانہ زہرا میں حسین کا ماتم

۹ر محرم الحرام آج عزاخانہ زہرا میں مجلس عزائے امام ہمام برپا تھی پانچ بجے سے عزاداران امام مظلوم کی آمد شروع ہوئی ایک محتاط اندازہ کے بموجب تقریباً ایک ... عزادار شریک مجلس تھے۔ ۵½ بجے سرکار حق آگاہ کی سواری کنگ کوٹھی سے جنابہ شہزادی پاشاہ صاحبہ اور جناب پاشاہ داماد صاحب کے ہمراہ عزاخانہ زہرا پہنچی۔ سرکار حق آگاہ نے آتے ہی بارگاہ حسینی میں گلہائے عقیدت و خلوص پیش کرنے کی عزت حاصل کی۔ شاہی سوزخوان سید ناصر حسین نے کلام فصاحت التیام گوش گزار سامعین کرنے کی سعادت حاصل کی۔ سوزخوانی کے بعد سید ابو المظفر آقائی سید عباس شاہ منصوری نے آخری وصیت رسولؐ انی تارکم فیکم الثقلین یاد دلاتے ہوئے بتلایا کہ قرآن آل محمدؐ کے ساتھ ہے اور آل محمدؐ قرآن کے ساتھ ہیں۔ جو شخص آل محمدؐ کو چھوڑ دے اور قرآن کو تھامے تو وہ گمراہ ہے اور جو قرآن کو چھوڑے اور آل محمدؐ کا دامن تھامے تو وہ بھی گمراہ ہے۔ اسی لئے ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں یا لینے والے ہمیں قائم رکھ اس راستہ پر جو مستقیم ہے اور یہاں صراط مستقیم سے مراد ولایت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے۔ مصائب سید الشہدا بیان کرکے آپ نے مجلس کو دعا پر ختم کی۔ خانہ زادان نذری باغ المعی طبع خدا خشتی نے نصف ماتم بجھائی۔ صالح علی۔ ایمان علی اور پنجعلی حسین صاحبان نے نوحہ پڑھا۔ حسین علی صاحب خانہ زاد خرانی نے نجہ میں زیارت پڑھائی۔ ایمان علی صاحب اور شاعر قوم و ترجمان ملت حلمی افندی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں دعا کی۔ شاہ عزاداران زندہ باد اور حسینیت پائندہ باد کی گونج میں مجلس اختتام کو پہنچی اور سرکار حق آگاہ کی سواری مراجعت فرمائے کنگ کوٹھی مبارک ہوئی۔

شہید کرب و بلا آپ پر ہزار سلام

نتیجۂ فکر از جناب مولوی سید محمد بادشاہ حسینی صاحب قادری لئیقؔ

سمجھ سکا نہ کوئی رتبۂ امام ہمام — خدا نے آپ کو بخشا ہے وہ بلند مقام
شہادت آپکی اثبات کی شہادت ہے — کہ اہلبیتؑ کے حصہ کی ہے بقائے دوام
علیؑ کے لخت جگر فاطمہؑ کے نور نظر — شہید کرب و بلا آپ پر ہزار سلام
خدا رسی کی تمنا کو پالنے والے — خدا کے واسطے سبط نبیؐ کا دامن تھام
شعور پختہ نے تسلیم کے دوراہے پر — سمند فکر کی موڑی تمہاری سمت لگام
یزیدیوں کے دلوں نے مقام چھوڑ دیا — چمک گئی جو کبھی ان میں حیدری صمصام
نہ پوچھو کتنا بصیرت نواز ہوتا ہے — مئے محبت آل نبیؐ کا اک اک جام
رہین منت سبط نبیؐ ہے بعد نبیؐ — تمام عالم انسانیت اور اس کا نظام

تمہاری چشم کرم کا ہے مستحق یہ بھی
لئیقؔ بھی ہے تمہارے ہی در کا ادنیٰ غلام

ما عاشقیم کعبہ ما خاک کربلاست

از آقای رحمت اللہ دانش

ماهِ محرم آمد و دل گشت بی قرار — یارب کجاست ساقی و آن بزم می گسار
ساقی بریز باده که تا مستی آورد — باشد علاج درد بدوران روزگار
خواهی اگر که راحت و آسوده بگذری — بگذر ز خویش و مهر و لایش کن اختیار
دُنیا و فانی کند ای دل بهوش باش — جز ذات کردگار کسی نیست پایدار
ما عاشقیم و کعبه ما خاکِ کربلاست — یارب نصیب کن تو بدیدار هشت و چار
یک لحظه بی خودی به از این عالم خراب — گفتیم نکتۂ باشارت نہ آشکار

آتش گرفت دفتر دانش بگو بسوز
گر کسیکه عشق نور زد بروزگار

واقعۂ کربلا حربی نقطۂ نظر سے

سید اکرام حسین پانی پتی!

افواج کوفہ و شام کی تعداد میں اختلاف روایات اس کثرت سے ہے کہ ان کا صحیح اندازہ بتلانا ذرا مشکل ہے صاحب ریاض الشہادت نے کم از کم ۲۲ ہزار اور زائد سے زائد ایک لاکھ کی تعداد لکھی ہے۔ اور ان کے درمیان میں تیس ہزار اور ستر ہزار کی روایت ہے۔ منجملہ ان کے تیس ہزار کی تعداد معہ افسروں کے نام کے لکھی ہے۔ صاحب ناسخ التواریخ نے پہلے تو نام بنام مفصل تعداد لکھی ہے جو پچاس ہزار سے زیادہ ہے۔ پھر مختلف اقوال لکھے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف اقوال بھی لکھے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف اقوال کی بناء پر اور تعدادیں ہیں۔ فاضل مجلسی نے نام لے لے کے ہر افسر کے ساتھ جو فوج لکھی ہے وہ بیس ہزار ہے اور پھر یہ لکھا ہے کہ کل فوج جو ابن زیاد کی بھیجی ہوئی کربلا میں تھی تیس ہزار تھی۔ علامہ ابن طاؤس نے کتاب لہوف میں بیس ہزار کی تعداد لکھی ہے اور ابی مخنف نے ابن زیاد کے لشکر کو اسی ہزار لکھا ہے۔ علامہ ابن شہر آشوب نے ابن زیاد کے لشکر کو (۳۵) ہزار لکھا ہے۔ اعثم کوفی نے بیس ہزار کی تعداد لکھی ہے یافعی نے اپنی تاریخ میں (۲۲) ہزار کی تعداد لکھی ہے۔ مطالب السئول میں بائیس ہزار اور شرح شافیہ میں پچاس ہزار سوار کی تعداد۔ بعض کے نزدیک ایک لاکھ۔ دو لاکھ سے چھ لاکھ اور آٹھ لاکھ تک کی تعداد لکھی ہے۔ جو لوگ امام حسین کی قلت فوج کو مدنظر رکھتے ہیں ان کے نزدیک آٹھ اور آٹھ ہزار یکساں ہیں۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک حضرت نے قوت امامت سے جنگ نہیں کی ورنہ آٹھ لاکھ بھی ہوتے تو فنا ہو جاتے لہذا قوت لشکری کے لئے آٹھ ہزار بھی بہت ہیں۔ زیادہ تر جس رائے پر مورخین کا اجتماع ہے۔ تیس ہزار ہے۔ ان تاریخی واقعات کی روشنی میں کربلا کے حربی نقطۂ نظر کو سمجھنا ہے۔ یہ بات طے ہے کہ یزید کو اگر اپنی حکومت

کے لئے کسی سے واقعی خوف تھا تو وہ امام حسینؑ کی ذات اقدس تھی۔ اس کا اعتراف اس نے خود اس خط میں کیا ہے جو عبداللہ ابن عباس کو لکھا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ مجھے عبداللہ بن زبیر سے کچھ ڈر نہیں ہے۔ وہ میرے ہاتھ سے بھاگ نہیں سکتا چاہوں تو کل قتل کردوں۔ ہاں امام حسینؑ کا معاملہ دوسرا ہے۔ لہذا خود یزید کے نزدیک حضرت کے معاملہ کو اہمیت تھی اور وہ ڈرتا تھا۔ اور برابر خبر لگائے ہوئے تھا۔ چنانچہ عبداللہ ابن عباس کو کوفیوں کا حال بھی اس خط میں لکھا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت مکہ معظمہ میں تھے۔ اور اس کا ڈر بجا بھی تھا۔ اس لئے کہ اس وقت امام حسینؑ سے زیادہ امت کی نگاہوں میں کوئی محبوب نہ تھا۔ ہاں سلطنت یزید کے جبر و تشدد کے آگے سب جھکے ہوئے تھے۔ لیکن راضی کوئی نہ تھا۔ بر خلاف اس کے یزید کے افعال سے سب متنفر تھے۔ وہ اہل عراق ہوں یا اہل حجاز۔ خود ملک شام کی فضا بھی پورے طور سے یزید کے ہاتھ میں نہ تھی۔ ان معنوں میں کہ وہاں بھی بعض بعض افراد امام حسین سے بالکل مخالف نہ تھے یہ بات اور ہے کہ اور مقامات کے مقابل میں شام بالکل یزید کے ہاتھ میں کہا جا سکتا تھا۔ امام حسینؑ کے دوستوں کا شیرازہ بالکل منتشر تھا۔ اور اگر وہ سب کوفہ ہی میں کل جمع ہو جاتے اور ابن زیاد پہلے سے پہنچ کے سب کو متفرق نہ کر دیتا تو صاحب ناسخ کے نزدیک قریب ایک لاکھ کا لشکر امام کے ساتھ جمع ہو جاتا۔ یہ تمام باتیں یزید کو معلوم تھیں۔ اور تمام خبریں واضح طور سے حجاز، عراق اور کوفہ سے پہنچ رہی تھیں۔ کہ اب امام یہاں ہیں اور اب یہاں اور کوفہ روانہ ہوئے۔ لہذا لازمی امر ہے کہ جس وقت آپ کوفہ روانہ ہوئے ہوں علاوہ ان افواج کے جو کوفہ سے روانہ ہو گئیں۔ شام کی افواج بھی چلی ہوں۔ اور محاذ جنگ کے قریب موجود رہوں اور میدان میں نہ اتاری گئی ہوں۔ صرف حضرت مسلم کے ہاتھ پر چالیس ہزار کوفیوں نے بیعت کی تھی۔ اور کوفہ کی آبادی معہ مضافات کئی لاکھ کی قریب ہونا بعید از قیاس نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس چالیس ہزار کے علاوہ اور بھی آبادی تھی۔ یہ تو صرف وہ بیعت کرنے والے تھے جو لڑ سکتے تھے۔ کوفہ اس سے پایۂ تخت رہ چکا تھا۔ نیز خود ان چالیس ہزار کے گھر کے لوگ ہوں گے۔ کچھ بچے کچھ بوڑھے۔ ان کے علاوہ کثیر تعداد اور باشندوں کی بھی ہوگی۔ جن میں کا یہ چالیس ہزار ایک حصہ تھا۔ اور یہ بیعت صرف حضرت مسلم کے ہاتھ پر ہوئی۔ ابن زیاد کے ہمراہ کئی ہزار

شامی سپاہی تھے۔ اور اس کے علاوہ کوفہ کی کثیر آبادی اس کے ہمراہ ہوگئی تھی۔ چنانچہ جس وقت ابن زیاد نے اپنے عام حکم سے کوفہ کو جنگ کے لئے خالی کیا ہے۔ اس وقت لاکھ کی تعداد کربلا میں جمع ہوگئی ہوگی۔ کربلا اور کوفہ کا فاصلہ جیسا کہ نقشہ سے جانچا جا سکتا ہے تقریباً ساٹھ ستر میل کا ہے۔ اور روز عاشورہ کی جنگ میں بعض حملوں میں فوج کوفہ کی دیواروں سے ٹکرائی ہے اور کوفہ سے کربلا تک انبوہ خلائق تھا۔ پھر فوج کوفہ نے ہلالی شکل میں پھیل کر امام حسینؑ کی فرودگاہ کو گھیر لیا تھا۔ لہذا یہ ساٹھ ستر میل کی دو طرف چوڑان تھی۔ لمبان میں فوج کا پھیلاؤ کس قدر تھا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ لہذا کئی لاکھ کی تعداد کو ہم غلط نہیں کہہ سکتے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ بظاہر کل بہتر اصحاب اعزہ حضرت کے ہمراہ تھے لیکن یہ اندیشہ ضرور تھا کہ موالیان اہل بیت جو کوفہ کی طرف کی آبادیوں اور قریب کے ممالک میں موجود تھے۔ حضرت کی تشریف آوری کی خبر سنکر آ جاویں گے۔ جیسا کہ ہم مسیب وغیرہ کے متعلق سنتے ہیں۔ لہذا حضرت امام حسینؑ کے ورود سے قبل ہی جو انتظام ابن زیاد نے کیا اس کی تفصیل کا ترجمہ ناسخ التواریخ سے ہدیہ ناظرین ہے۔

"جب ابن زیاد کو خبر پہنچی کہ امام حسینؑ نے کوفہ کی طرف رخ فرمایا۔ حصین ابن نمیر کو جو کوتوال شہر تھا ایک جنگ آزما لشکر کے ہمراہ قادسیہ کی جانب روانہ کیا (قادسیہ عراق میں ایران اور شام جانے کے شاہراہوں پر ہے) اور حصین ابن نمیر کو قادسیہ اور خفان کے درمیان میں ایک جماعت لشکر کے ہمراہ مقرر کیا اور ایک گروہ کو قادسیہ سے قطقطانہ اور سرزمین طف تک مقرر کیا اور کہدیا کہ بغیر اس کی اجازت کے کوئی اپنی حد سے نہ ہٹے اور بغیر اس کو اطلاع کئے ہوئے راستہ چلنے والے نہ گذریں۔"

اس طرح کوفہ کے اطراف کی ناکہ بندی کی گئی تھی جس سے واضح ہے کہ عراق کے اطراف و جوانب میں فوج کثیر پھیلی ہوئی تھی۔ اب ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ یزید اس زمانہ میں کیا کر رہا تھا۔ آیا معرکہ کربلا کے لئے اس نے شامی فوج بھی بھیجی تھی یا نہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ شامی فوجوں کے دستے ضرور تیار تھے اور ناکہ بندی کی نقل و حرکت میں تھے۔ اور کوفہ بھی پہنچے تھے۔ جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ ابن زیاد کے پاس شامی فوج کے دستے تھے۔ یہ دستے حضرت مسلمؑ کے قیام کوفہ کے زمانہ میں بازاروں کی ناکہ بندی میں اور نیز قتل ہانی بن عروہ اور محمد بن کثیر کے بعد ان کے قبائل سے جنگ کرنے کے لئے کام میں لائے گئے تھے۔ اور اب بھی موجود تھے۔ ذیل میں ہم چند واقعات بیان کرتے ہیں جن سے خود یزید کی کوششوں کا پتہ چلیگا

سب سے پہلے اس کا خط ولید بن عتبہ گورنر حجاز کے نام جس میں امام حسینؑ کے شہید کرنے کا ذکر ہے۔ پھر سفر کے بعد مکہ کے قیام کے زمانہ میں یزیدی فوج کے لوگ حاجیوں کے لباس میں حضرت کے شہید کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اور آپ حج کو عمرہ سے بدلتے ہیں۔ (اسی زمانہ میں یزید کا شکایتی خط عبد اللہ ابن عباس کے پاس بھی پہنچتا ہے) نیز اور گورنروں کو بھی خط پہنچتے ہیں ان میں سے ہم صرف اس خط کا اقتباس جو اس نے ابن زیاد کو حضرت مسلمؑ کی شہادت کے بعد لکھا ہے پیش کرتے ہیں اس خط میں واقعہ کربلا کی پوری اسکیم موجود ہے یہ اقتباس ہم ناموس اسلام مصنفہ مولانا آغا محمد طاہر صاحب سے پیش کرتے ہیں۔ جب ابن زیاد نے حضرت مسلمؑ اور ہانی بن عروہ کے سر یزید کو تہنیت کے ساتھ بھیجے تو یزید نے لکھا۔ اقتباس از تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۱۸ اور تذکرہ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۳۸۔

پس یزید نے ابن زیاد کو شکریہ کے بعد لکھا کہ یہ کام تمہارا نہایت عاقلانہ اور مدبرانہ ہے۔ تم نے بڑی دانائی اور ثابت قدمی سے ہماری اس خدمت کو انجام دیا اور واقعی نہایت شجاعت اور بہادری سے یہ دلیرانہ کام کیا ہے ہم نے تم کو ویسے ہی ثابت ہوئے مجھے اب خبر لگی ہے کہ حسینؑ عراق کی طرف آ رہے ہیں پس فوراً اس کا انتظام کرو۔ پہرے چوکیاں بٹھا دو ناکہ بندیاں کر دو۔ نگہبان کو مقرر کرو۔ غرض کہ خوب اچھی طرح نگہبانی کرو۔ کہ حسینؑ نکلنے نہ پاویں۔ اور جس شخص پر بھی حسینؑ کی محبت اور طرفداری کا گمان ہوا ہے پکڑ لو بلکہ تہمت پر گرفتار کر لو۔ اور ہر ایک نیک و بد کی خبر مجھے دیتے رہو۔

علامہ ابو اسحاق اسفرائنی کے مقتل نور العین سے اقتباس

یعنی ہم کو معلوم ہوا ہے کہ حسینؑ مع اہل و عیال مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہو گئے ہیں، پس تم کو لازم ہے کہ ان کی طرف بڑھو اور چاروں طرف سے حسینؑ پر راستوں کو بند کر دو۔ اور نہ پیٹ بھر کھانا کھاؤ اور نہ بستر پر آرام سے لیٹو۔ جب تک حسینؑ کو قتل نہ کر لو اور حسینؑ کا سر حسینؑ کے ساتھیوں کے بہروں

کے ساتھ میرے پاس نہ بھیج دو۔

متذکرہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہے کہ یزید خود معرکۂ کربلا کے انتظام اور ترتیب میں مشغول تھا۔ اور وہ جو کچھ کر رہا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے (۱) خبروں کا برابر وصول ہونا اور حضرت کی حجاز سے عراق کو روانگی (۲) ناکہ بندی کا حکم (۳) دوستان اہل بیت کو پہلے سے جھوٹے الزام پر قید کر دینے کا حکم (۴) حسینؑ کو گھیر لینے کی تاکید (۵) برابر حالات کی خبریں لکھنے کی تاکید (۶) شہید کرنے کے لئے آرام تک نہ لو۔ (۷) حضرت کو شہید کرو۔ اور حضرت کے سر کے ساتھ ہمراہیوں کے سر بھیجو۔ یہ ان تمام واقعات کا خاکہ ہے جو بعد میں پیش آئے اور جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یزید کو حضرت کے شہید کرنے کی کدوکاوش تھی۔ اور برابر حجاز و عراق کی طرف آدمی بھیج رہا تھا۔ اور خطوط روانہ کر رہا تھا۔ لہذا لازمی امر کہ حجاز اور عراق کے حدود کو محفوظ رکھنے کے لئے کافی فوج کام میں لائی جائے۔

ہماری رائے میں وہ اعداد و شمار جو اوپر بیان ہوئے سب صحیح مانے جا سکتے ہیں۔ اجتماع فوج ضرور لاکھوں کا تھا۔ اور اس کا تعلق معرکۂ کربلا سے اس لئے تھا کہ ناکہ بندیوں اور نیز محاذ جنگ پر کثیر فوج کی ضرورت تھی نہ صرف (۷۲) کے مقابلہ کے لئے بلکہ ان ہوا لیان اہل بیت کی مزاحمت کے لئے جو چاروں طرف سے آ سکتے تھے۔ اور جو وقت پر خبر نہ ملنے کی وجہ سے نہ آ سکے حضرت کے تمام قاصد روک لئے گئے لیکن یزید اور ابن زیاد دونوں جانتے تھے کہ اگر سب جمع ہو گئے تو کیا مشکل ہوگی۔ لہذا اسی کے لحاظ سے فوج جمع کی تھی۔ دوسری صورت یہ کہ (۷۲) تھے تو (۷۲) لیکن ان کی حربی طاقت کیا تھی۔ اس کا اندازہ بھی ہمیں بعض واقعات سے مل سکتا ہے۔ خاص کر حضرت مسلم کا واقعہ کہ آپ نے تن تنہا محمد بن اشعث کے زیر کمان پانچ سو سواروں کو شکست دی اور پھر پانچ سو اور آئے تو ان کو بھی ہزیمت دی یہاں تک کہ فریب سے کام لیا گیا۔ لہذا آپ ایک ہزار کے مقابل میں قوی ثابت ہوئے خود ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو پیام بھیجا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو تنہا سے تیرا بس نہیں چلتا جس وقت تجھے ان سے بھی بڑے شجاع کے مقابل میں بھیجوں گا تو کیا کرے گا۔ عرب کے بہت سے شجاع ایک ایک ہزار کے برابر کی قوت رکھتے تھے۔ ہذا بنی ہاشم اور خاندان رسالت کی شجاعت اور حربی قوت کے مقابل میں اگر تیس چالیس یا ساٹھ ستر ہزار آئے تو کیا تعجب ہے۔ خاص کر جب کہ خود صفحات تاریخ پر فوج مخالف کی زبانی ان کی شجاعتوں کے تذکرے ہیں۔ تو مورخین

کہ چھ لاکھ یا آٹھ لاکھ کی تعداد پر اعتراض کرتے ہیں کہ اتنے آدمیوں اور گھوڑوں کے لئے رسد اور چارے کا سامان مشکل تھا۔ اس لحاظ سے اعتراض کرتے ہیں کہ ایک مقام پر اتنی فوج کا جمع ہونا مشکل تھا۔ ہم اس اعتراض کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی یہ سوال ہے کہ آیا ملکی ناکہ بندی میں اور سرحدوں کو روکنے کے لئے صرف چند ہزار کافی ہو سکتے ہیں! لہذا ماننا پڑے گا کہ اگر مبالغہ سے قطع نظر کی جائے جب بھی ضرورت کو مد نظر رکھ کر یقیناً تعداد کئی لاکھ تھی۔ اور یہ تین حصوں پر مشتمل تھی۔

(۱) زیادہ تر تو وہ حصہ تھا جو سرحدوں کو روکے تھا۔ اور ایک جگہ نہ تھا ہزار رسد اور چارے کی دقت نہیں تھی۔ (۲) وہ مرتب فوج تھی جو کم از کم تیس ہزار اور زائد سے زائد ساٹھ ستر ہزار تھی جو سامنے مقابل میں تھی۔

(۳) شہر کی آبادی اور اطراف کے قبائل جو کئی لاکھ کی تعداد میں ہو سکتے ہیں اور جو فوج کوفہ سے کربلا تک ساٹھ ستر میل کی چوڑان اور اسی حساب سے لمبان میں غیر مرتب شکل میں پھیلی ہوئی تھی۔

لہذا زائد کثرت کے روایات اس تمام فوج کے شمار کو بتلاتے ہیں۔ جو مختلف محاذوں پر تھی۔ اور قلت کی روایات صرف اس فوج کو بتلاتے ہیں جو صرف سامنے مقابل میں موجود تھی۔ یہ بھی مختصر نام بنام اوپر تحریر ہوئی اور کسی طرح ستر اسی ہزار سے کم نہ تھی۔ مضمون بالا میں ہم نے صرف تعداد فوج پر روشنی ڈالی ہے۔

دربار حسینی میں حسین کا ماتم

غرہ محرم سے لیکر دس محرم تک دربار حسینی واقع دیوڑھی نواب باقر نواز جنگ مرحوم میں منجانب انجمن اتحاد ایرانیان دکن مجلس عزائے حسین برپا تھے۔ شمس ذاکر مرزا ہاشم حسین صاحب اور نو وارد ذاکر آقای سید علی بمان حسینی نسب یزدی آقای شیخ علاؤ الدین شریعت جعفری شوستری اور حجۃ الاسلام آقای شیخ محمد منتظری یزدی نے فضائل مولی الکونین ابو الحسن و مسائل شرعیہ اور مصائب سید الشہدا علیہ التحیۃ و الثنا بیان فرمائے۔

یوم عاشور ایرانیوں کے مصروفیات

دسویں محرم الحرام کو ایرانیان حیدرآباد و سکندرآباد نے امام مظلوم کے سوگ میں اپنے کاروبار بند رکھے عاشور کے دن انجمن اتحاد ایرانیان نے دربار حسینی میں بلا تفریق مذہب و ملت ہزاروں غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کو کھانا کھلاکر بارگاہ حسینی میں نذر خلوص و عقیدت پیش کی یہ نذر ایرانی حضرات سالہا سال سے بجا لا رہے ہیں۔ ان کا یہ عمل صحیح معنوں میں امام ہمام کی عزاداری ہے جو مقبول بارگاہ احدیت ہے حیدرآباد کے اہل ثروت حضرات بھی اگر اسی طرح حسین کے نام پر غریبوں کو کھانا کھلائیں تو موجب خیر و برکت اور ثواب دارین ہے۔

انجمن اتحاد ایرانیان کا یہ عمل یقیناً بارگاہ خداوندی میں مقبول ہے انجمن کی جانب سے کھانا کھلانے کے علاوہ ایرانیوں نے اپنے اپنے مقام کاروبار پر حسین مظلوم کے شش ماہہ فرزند "علی اصغرؑ" کے نام پر دودھ کی سبیلیں قائم کیں اور بالکا گرانڈ ہوٹل نے علمدار فوج حسینی ابو الفضل العباس کے نام یوسف بلڈنگ عابد روڈ میں بلا تفریق مذہب و ملت لوگوں کو کھانا کھلایا اور ثواب دارین حاصل کیا۔

انجمن اتحاد ایرانیان نے محلہ دار الشفاء میں سبیل قائم کی جہاں غرہ محرم سے ۱۱ر محرم تک ہزاروں پیاسے سیراب ہوکر حسینؑ کی پیاس کو یاد کرتے رہے۔

مجلس شام غریباں!

۱۰ر محرم کو رات میں مجلس شام غریبان آقای علی آقا کاشانی کے مکان سلطان منزل گل باغ ہنوبان ٹیکری میں برپا ہوئی۔ آقای عبد العلی ہمتی، آقای سید علی بمان حسینی نسب یزدی، آقای شیخ علاؤ الدین شریعت جعفری شوستری اور آقای شیخ محمد منتظری، اور خطیب اہلبیت مولوی سید محمد اصغر صاحب لکھنوی نے مصائب سید الشہدا علیہ التحیۃ و الثنا بیان فرمائے۔ ختم بیان پر حاضرین مجلس میں تبرک تقسیم کیا گیا۔ بانی مجلس کے خلوص دلی اور حسن نیت کی وجہ سے مجلس مقبول ہوئی۔

حقوق اہلبیت

از سید صمصام شیرازی مدیر شیراز

ثنای حیدرِ کرار زیباست — وجودِ ما فقط بہرِ ثناست
خدا ذاکر سرِ عرشِ معلّٰی — عزائے حضرتِ شبیر برپاست
نوازشہائی آلِ پاکِ طٰہٰ — برون از شرح و بسط و حدِّ احصاست
دلی خوش خاطری شاد و دمی گرم — سہ نعمت این من از لطفِ مولاست
زبانِ من با فضالِ الٰہی — بمدحِ شبّر و شبیر گویاست
گدائی درگہ شبیر ہستم — کہ دین و مذہب و ایمان اینجاست

بدان ای سیدِ صمصام شیراز
حقوقِ اہلبیتِ پاکِ ماست



خدا بھلا کرے

ازسیدہ طاہرہ بیگم

بچو! تم جانتے ہو کہ جس زمانہ میں ہمارے وطن مالوف ہندوستان جنت نشان میں سامراجی حکومت تھی اس دور میں دور حاضرہ کی نسبت ہر چیز سستی اور آسانی کے ساتھ فراہم ہو جاتی تھی اور سکھ چین اور عزت سے زندگی بسر ہوتی تھی باوجودیکہ سامراجی حکومت میں اتنے بھاری بھرکم ٹیکس ہم پر عائد نہ تھے نہایت بے چینی سے انتظار ہو رہا تھا کہ کب سامراجی حکومت ختم ہو اور سوراج آئے تاکہ آرام کی زندگی نصیب ہو۔ خدا خدا کر کے وہ دن آیا سامراجی حکومت ختم ہوئی مگر نتیجہ بالکل برعکس برآمد ہوا ؎

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اب تو نوبت باینجا رسید کہ ہر چیز صورت ظاہر میں مخفی، ہر چیز کے لئے ترسنا پڑ رہا ہے جس اللہ کے بندہ کو دیکھو یہی کہتا ہے اس زمانہ سے تو زمانہ سابق ہی اچھا تھا۔ کہنے کو تو آج ایک ادنیٰ چپراسی سے لے کر منسٹری تک سب ہی عوام کا دم بھرتے ہیں۔ بھائی چارگی کا پرچار کرتے ہیں مگر دیکھا جا رہا ہے کہ جتنی تکلیفیں اور مصیبتیں ہیں وہ زیادہ تر بے وسیلوں کے لئے ہیں۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ حاکمان وقت کے خویش و اقارب اور دوست احباب دھڑلے سے مرغن اور مشتجن نوش جان کر رہے ہیں اور مرنے والے ہر حال میں مر رہے ہیں یعنی مصیبت میں مبتلا ہیں

زرین اقوال

غلام حسینؑ پر شہنشاہ کربلا کا فضل و کرم ہے (سرکار حق آگاہ)

خدا بھلا کرے سامراجی حکومت کا کہ برکتوں کو بھی وہ اپنے ساتھ لے گئی۔

اچھی باتیں

شرافت کے ساتھ حکومت اور حکومت کے ساتھ شرافت کا ہونا کوئی کمزوری نہیں۔

خود غرضی سے بدنیتی اور بدنیتی سے بدامنی پیدا ہوتی ہے

مظاہروں کی شدت اور کثرت معرکہ بازوں کا فن ہے

یاد رکھو!

دولت کے ساتھ انکساری		دیانت کے ساتھ عذر گزاری
دوستوں کے ساتھ وفاشعاری		دشمنوں کے ساتھ رواداری

سرفرازی

آقای شیخ علاء الدین شریعت جعفری شوستری جو گذشتہ ہفتہ حیدرآباد آئے ہیں اور جو تادم تحریر یہاں مدینہ ہوٹل میں آقای حسین ضابط کے مہمان ہیں کو یوم عاشور سرکار حق آگاہ نے بڑی دیوڑھی میں شرکت مجلس عزا کی عزت بخشی۔ آقای موصوف نے کلام فصاحت التیام سنا عاشورخانہ زادان سرکار کا ماتم دیکھا۔ عاشورخانہ حسینیؑ میں علمہائے مبارک اور ضریح مبارک کی زیارت کی۔ جب آپ سے تاثرات مجلس ہم نے دریافت کیا تو آپ نے بتایا کہ "آپکے سرکار حق آگاہ کے تعلق سے ایران میں جو کچھ میں سنا کرتا تھا اس سے کہیں زیادہ ان کو وارفتہ مولاؑ پایا اسمیں کوئی شک نہیں کہ آپکے سرکار حق آگاہ عاشق حسینؑ ہیں خدا آپکے سرکار حق آگاہ کو درگاہ سلامت رکھے فی الحقیقت ایسی "عزاداری" اور ایسا "مولائی" میری اس عمر میں مجھ کو نظر نہ آیا"

یہ سن کر میں نے کہا

این دالہ جمال حق و صادق الولا
این عاشق محمدؐ و آل محمدؐ است

ہمارے سرکار

ہمارے سرکار (اعلحضرت حضور نظام) حق پرست ہیں اسی لئے ہم ان کو سرکار حق آگاہ کہتے ہیں۔ سرکار حق بات کو پسند فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ کے طرفداروں کو دوست رکھتے ہیں۔ تین روز کے بھوکے پیاسے محمدؐ کے نواسے کے والہ و شیدائی ہیں۔ سرکار کا ایمان ہے کہ حسینؑ حق کے ساتھ ہیں۔ اور حق حسینؑ کے ساتھ ہے

(سید صمصام شیرازی)

ایک اور جلیل القدر عالم کی آمد

(٭)

حیدرآباد۔ یوم عاشورہ آج یزد (ایران) کے ایک عالم متبحر عمدۃ الواعظین آقای شیخ محمد منتظری ذریعہ طیارہ وارد حیدرآباد ہوئے۔ ایرانیان مقیم حیدرآباد و سکندرآباد کی ایک جماعت نے طیرانگاہ بیگم پیٹھ پر اپنے عالم، واعظ اور ذاکر سید الشہدا علیہ التحیۃ والثنا کا استقبال کیا۔ عمدۃ الواعظین حیدرآباد پہنچتے ہی سب سے پہلے ادارہ شیر از میں عزاداران امام مظلوم کو مخاطب فرمایا۔

آقای عمدۃ الواعظین مدینہ ہوٹل میں آقای حسین ضابط کے مہمان ہیں ہر روز رات میں دربار حسینی میں وعظ فرما رہے ہیں آپ کے وعظ میں ایک قسم کی کشش ہے، ایرانیان مقیم حیدرآباد و سکندرآباد کے علاوہ حیدرآباد کے مومنین بھی شریک مجلس رہتے ہیں۔ مولوی سید عباس حسین صاحب قبلہ بھی پابندی کے ساتھ شرکت فرما رہے ہیں آپ کے مواعظ سننے سے تعلق رکھتے ہیں۔

اظہار تشکر

۷ر محرم الحرام کو سرکار حق آگاہ نے مدیر شیراز کو مجلس کے تبرک سے سرفراز فرمایا۔ اظہار تشکر کے لئے الفاظ نہیں ہیں بہر حال ؎

میرے سرکار نے مجلس کا تبرک بھیجا
کیوں نہ ہو باعث نازش یہ عطا میرے لئے

علم مبارک بی بی

الاوہ بی بی سے دوسرے علموں اور جلوس کے ساتھ علم مبارک بی بی کمان شیخ فیض، دروازہ یاقوت پورہ، اعتبار چوک، کوٹلہ عالیجاہ کے دروازہ کے سامنے سے چوک میدان خان، صرافہ گلزار حوض، پنجہ شاہ ولایت، قدم رسولؐ مبارک، جلو خانہ صمصام الملک میر چوک، منڈی میر عالم، زہرا نگر، زنانہ پھاٹک، حویلی قدیم۔ الاوہ سرطوق مبارک، دارالشفاء، عزاخانہ زہرا، حمام باغ ہوتا ہوا بیرون دروازہ چادر گھاٹ پہنچا۔ سوار کے ہاتھی پر سبز جھول ڈالی گئی تھی۔ جھول کا وہ حصہ جو ہاتھی کے پیشانی پر پڑتا ہے اس پر کارچوب سے "نعم ن ن" لکھا گیا تھا۔ مہاوت اور مجاورین الاوہ بی بی سیاہ لباس میں ملبوس تھے۔ جب علم مبارک حویلی قدیم پہنچا سرکار حق آگاہ نے بڑے خلوص و انہماک کے ساتھ علم مبارک کا استقبال کرکے نذر چڑھانے کی سعادت حاصل فرمائی۔ حویلی قدیم میں مجلس عزا برپا ہوئی بعد نوحہ و ماتم ہوا بعد مجلس و ماتم علم مبارک حویلی قدیم سے برآمد ہوا۔ سرکار حق آگاہ کی سواری بعزم قصر کنگ کوٹھی مبارک حویلی قدیم سے برآمد ہوئی۔ ماتمداران حسینؑ علم مبارک کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ شرلیتی للیتا سیجر نے مجلس بلدیہ کی عمارت پر علم مبارک بی بی کی زیارت کی اور نذر گزرانے کی عزت حاصل کی موصوفہ نے کربلا کے مجاہد اعظم علی اصغرؑ کے جھولے کی بھی زیارت کی اور نذر گزرانی۔ صحن عزاخانہ زہرا میں سرکار حق آگاہ نے دوبارہ علم مبارک بی بی کے زیارت کی سعادت حاصل فرمائی علم مبارک کے ساتھ ساتھ ہزارہا مومنین اور حیدرآباد کے قریب قریب تمام ماتمی دستے سر و پا برہنہ سیاہ لباس میں ملبوس سر پر خاک ڈالے ماتم کر رہے تھے۔ گروہ جعفری، انجمن گروہان ماتمی شرکاء قدیم گروہ جعفری، گروہ ابوالفضل العباس، گروہ سینہ زنان جعفری، انجمن پروانہ شبیر، گروہ پنجتنی، گروہ باقری، گروہ رضوی، گروہ عزاداران حسینی کے علاوہ ایرانیان مقیم حیدرآباد و سکندرآباد کی گروہ ماتمی بھی علم مبارک بی بی کے پیچھے مصروف سینہ زنی تھی۔ ایک محدود اندازہ کے مطابق اس سال تقریباً ۱۰ لاکھ افراد نے علم مبارک بی بی کی زیارت کی۔ سرکار حق آگاہ کے پرائیویٹ اسٹیٹ کا عملہ انتظامی اور مذہبی علم مبارک بی بی کے انتظام میں مصروف تھا۔

طبی تاریخ میں اہم ترین سنگ میل

بچوں کے فالج کے لئے امریکی ڈاکٹر سالک کا ٹیکہ

۱۲ اپریل کا دن طب کی حالیہ تاریخ میں ایک اہم ترین سنگ میل کے طور پر یادگار رہے گا۔ پانچ برس پہلے ۱۹۵۵ء کے اسی دن کو سائنسدانوں نے بچوں کے فالج کے لئے سالک ٹیکے کے استعمال کی منظوری دی تھی۔ اس روز ان آبور (مچی گن) میں سرکردہ سائنسدانوں کی میٹنگ میں اس ٹیکے کے متعلق فیصلہ کن تجربوں کے کامیاب نتیجے کا اعلان کیا گیا تھا۔ جو امریکہ کے حیاتیاتی کیمیا داں ڈاکٹر جونز سالک نے تیار کیا تھا۔ اس وقت تک بچوں کا فالج ایک ایسا خوفناک اور بے بس کر دینے والا مرض تھا جس پر طب قابو پانے میں ناکام رہی تھی۔ ڈاکٹر سالک نے ۱۹۴۹ء میں فالج کے متعلق اپنی تحقیق شروع کر دی تھی اس مقصد کے لئے بچوں کے فالج کے متعلق نیشنل فاونڈیشن نے فنڈ مہیا کئے تھے۔ اس وقت وہ پٹسبرگ یونیورسٹی کے اسکول آف میڈیسن میں پروفیسر اور یونیورسٹی کی وائرس ریسرچ لیبارٹری کے ڈائرکٹر تھے۔ سالک نے پہلے فالج کے وائرس کی درجہ بندی کے متعلق تحقیق کی اور اس کے بعد ٹیکے کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ اس ٹیکے کی تیاری میں انہوں نے برسوں کے تحقیق و مطالعہ سے حاصل ہونے والی معلومات سے کام لیا اور دوسرے سائنسدانوں نے فالج کے وائرس کے متعلق جو اہم دریافتیں کی تھیں ان سے بھی استفادہ کیا۔ جب ان کا کام آگے کو بڑھا تو انہوں نے ۱۹۵۰ء میں نیشنل فاونڈیشن کو لکھا "میرا خیال ہے کہ (فالج) بیماری سے محفوظ رکھنے کے لئے تجربے شروع کئے جائیں اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ ان تجربوں کو انسانوں پر شروع کرنے کا وقت آگیا ہے۔"

انہیں اپنے ٹیکے کے لئے دو قسم کے وائرسوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ ایسے کمزور قسم کے وائرس جو بیماری پیدا کرنے کے ناقابل تھے اور اس لئے شاید "زندہ" وائرس کا ٹیکہ تیار کرنے کے لئے موزوں تھے۔ دوم۔ غیر سرگرم وائرس یعنی ایسے وائرس جنہیں کیمیائی یا طبیعیاتی عمل سے بیماری (فالج) پیدا کرنے کے ناقابل بنایا گیا ہو۔ کسی بھی صورت میں وائرس جسم انسانی میں داخل ہو کر ایسا مادہ پیدا کرتے ہیں جس سے فالج سے بچاؤ ہوتا ہے۔ سالک نے کیمیائی عمل سے وائرسوں کو غیر سرگرم بنانے کا طریقہ منتخب کیا۔ اپنے فارمولے کی تیاری کے سلسلے میں سالک نے ہزاروں تجربے کئے۔ پہلے جانوروں پر۔ اس کے بعد ۹ ہزار سے زیادہ انسانوں پر جن میں وہ خود، ان کی بیوی اور تینوں بیٹے بھی شامل تھے۔ ان تجربوں میں اور لیبارٹری کی آزمائشوں میں یہ ٹیکہ کارگر ثابت ہوا۔ لیکن یہ جاننے کے لئے کہ یہ کس حد تک موثر ہے اس کا بڑے پیمانے پر تجربہ کرنے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ۱۹۵۴ء کے موسم بہار میں ملک بھر میں . . . . ۴۴ بچوں کو ٹیکے لگائے گئے۔ ان کے متعلق ریکارڈ سنبھال کر رکھا گیا۔ آنے والے مہینوں میں مزید ۹ . . . ۱۳ بچوں پر ٹیکے لگائے گئے۔ اس کے بعد ان آبور میں مشی گن یونیورسٹی میں تمام ریکارڈ کا جائزہ لیا گیا۔ ۱۲ اپریل ۱۹۵۵ء کو ان آبور میں امریکہ کے بہت سے سرکردہ سائنسدانوں کی میٹنگ ہوئی جس میں ان تجربوں کے نتائج کا اعلان کیا گیا۔ سالک ٹیکہ ایک قسم کے وائرس سے پیدا ہونے والے فالج کے خلاف ۶۰ سے ۷۰ فی صد تک اور دو تین قسم کے وائرسوں سے پیدا ہونیوالے فالج کے خلاف ۸۰ سے ۹۰ فیصد تک موثر و محفوظ قرار دیا گیا۔ سالک ٹیکے کو اس لئے تاریخی اہمیت حاصل ہو گئی ہے کہ سائنس نے اس بیماری پر قابو پانے کے لئے برسوں سے جو کوششیں کر رہی تھی وہ اس ٹیکے کی دریافت کے ساتھ کامیاب ہو گئی ہیں۔ ان کی کوششوں کی سراہنا کرتے ہوئے صدر آئزن ہاور نے کہا تھا کہ "اس ٹیکے کی تیاری انسانی بہبودی میں ایک تاریخی واقعہ ہے"۔ بہت سے دوسرے حلقوں کی طرف سے بھی ڈاکٹر موصوف کی عزت افزائی کی گئی ہے۔ ۳۰ جولائی ۱۹۵۵ء کو امریکی کانگریس نے ایک بل پاس کر کے انہیں ایک خصوصی طلائی تمغے سے سرفراز کیا۔ ۱۲ اپریل ۱۹۵۵ء کی میٹنگ کے بعد امریکہ نے تمام ملکوں کو سالک فارمولا بتا دیا اور اس ٹیکے کی تیاری میں انہیں امداد کی پیشکش کی۔ ایک بار جب ان ٹیکوں کی تیاری بڑھ گئی تھی تو امریکہ کی دوا ساز کمپنیوں نے بھاری مقدار میں انہیں ان ملکوں کو بھیجنا شروع کر دیا تھا جنہوں نے انکی درخواست کی تھی۔ ۲

۲ آجکل . . ملکوں کو یہ ٹیکے بھیجے جا چکے ہیں اور جن جن ملکوں میں [illegible]

برطانیہ کی جمہوری طرزِ زندگی

قانون کے تحت آزادی

از قلم:۔ لاڈ برکٹ!

(سابق جج و ممتاز قانون دان)

امریکی صدر ابراہام لنکن نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا کہ جمہوری حکومت ایک ایسی حکومت ہے جس کی باگ ڈور عوام کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اور جو عوام ہی کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرتی ہے برطانوی باشندوں کے نزدیک جمہوری حکومت ہی بہترین حکومت ہے اور اُن کی طرز زندگی اسی نظریہ سے عبارت ہے۔ ایک وقت تھا جب برطانیہ میں فلاحی اسٹیٹ کے تصور کو بہت زیادہ نکتہ چینی کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ کیونکہ لوگوں کو اس بات کا خطرہ محسوس ہو رہا تھا کہ اسٹیٹ کی بڑھتی ہوئی سرگرمیاں اُن کی آزادی کو نقصان پہنچائیں گی۔ جب اسٹیٹ مہد سے لیکر لحد تک اپنے شہریوں کی دیکھ بھال کرتی ہو تو قوانین میں کچھ اضافہ ہونا نہ صرف ناگزیر ہے بلکہ یہ ایک پسندیدہ بات بھی ہے۔ لیکن جمہوری حکومت اور شہریوں کی آزادی کے بنیادی تصورات برطانوی زندگی کے ساتھ اس طرح وابستہ ہیں کہ اُن کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ میگنا کارٹا (منشورِ آزادی) پر ۱۳ویں صدی میں دستخط ہوئے تھے۔ اس وقت سے لیکر اب تک برطانیہ میں یہ لگاتار کوشش ہوتی رہی ہے کہ فرد کی آزادی اور سماج کے حقوق کے درمیان زیادہ سے زیادہ ہم آہنگی اور توازن پیدا کیا جائے۔ انسان سماج سے الگ نہیں رہ سکتا۔ وہ اسمیں رہ کر ہی مسرور اور مفید زندگی بسر کرسکتا ہے۔ لیکن اس کیلئے یہ ضروری ہے کہ بعض قوانین بنائے جائیں اور سماج میں امن قائم رکھا جائے۔ برطانوی شہریوں کو آزادیٔ تقریر حاصل ہے وہ کھلم کھلا اور بلا خوف و خطر حکومت پر نکتہ چینی کرسکتے ہیں۔ البتہ اُن کو بعض قوانین کا احترام کرنا پڑتا ہے۔ جن کا اطلاق سب پر ہوتا ہے۔ برطانوی اخبارات ریڈیو اور ٹیلی ویژن آزاد ہیں۔ اُن پر کسی قسم کی سنسرشپ عائد نہیں کی گئی۔ لیکن اُن کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی اس آزادی کو غلط طور سے استعمال کریں۔ برطانیہ کے کسی شہری کو عدالتی فیصلہ کے بغیر قید نہیں کیا جاسکتا۔ اُسے بغیر کسی معقول وجہ کے گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔ مقدمہ کے دوران اس کو کسی قسم کے تشدد کا نشانہ نہیں بنایا جاسکتا۔ ملک کی جوڈیشری بالکل آزاد ہے۔ ایگزیکٹو اس پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ اور جج لوگوں کے حقوق اور آزادیوں کے علمبردار ہیں۔

آزاد انتخابات!

برطانوی پارلیمنٹ کو آزادانہ طریقہ سے منتخب کیا جاتا ہے اور وہ رائے عامہ کے اظہار کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ برطانوی سول سروس نہایت تعلیم یافتہ افراد پر مشتمل ہے۔ حکومت کی تبدیلی اس پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ سول ملازمین غیر جانبداری کا

کے ساتھ ہر حکومت کی خدمت بجا لاتے ہیں۔ اور بڑی سرگرمی اور عمدگی سے نظم و نسق کا کام انجام دیتے ہیں۔ اگر اُن کے بارے میں کوئی سوال اٹھتا ہے تو اس کے لئے وزراء کو پارلیمنٹ کے روبرو جواب دینا پڑتا ہے۔ برطانیہ کی پولیس جو پارٹ ادا کرتی ہے وہ جمہوری حکومت کی بہترین مثال ہے جب سر رابرٹ پیل نے پہلی بار باقاعدہ طور پر پولیس فورس قائم کی تو رائے عامہ اس اقدام کے سخت خلاف تھی۔ کیونکہ لوگوں کو یہ ڈر تھا (جو کہ بعد میں غلط ثابت ہوا) کہ پولیس شہریوں کی آزادی میں ناواجب طور پر مداخلت کریگی۔ برطانیہ اب تک نہ تو پولیس اسٹیٹ بنا ہے اور نہ کبھی بنے گا۔ پولیس کو ضرورت سے زیادہ اختیارات نہیں دیئے گئے ہیں۔ اُسے صرف اتنے اختیارات حاصل ہیں جن سے وہ امن و امان قائم کر سکتی ہے اور شہریوں کے حقوق کی حفاظت کے قابل ہو سکتی ہے۔ برطانیہ میں پولیس آج عوام کی دوست اور خدمت گزار اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کی دشمن ہے۔ مختصر یہ کہ برطانیہ جمہوری طرز زندگی میں یقین رکھتا ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ عوام کے لئے یہی بہترین زندگی ہے۔

برطانیہ میں ٹیکنالوجی کے ڈپلوما کی مقبولیت

برطانیہ میں ٹیکنالوجی کا ڈپلوما، جو پہلی بار امیدواروں کو ۱۹۵۸ء میں دیا گیا تھا بہت مقبول ہو رہا ہے ڈپلوما دینے والی نیشنل کونسل نے اپنی سالانہ رپورٹ میں بتایا ہے کہ گذشتہ سال ماہ مارچ میں اس ڈپلوما کے لئے ۱۱۷۱ طلباء نے داخلہ لیا تھا۔ اب پہلے سال میں ۱۵۵۸ امیدوار داخل ہوئے ہیں جن میں ۴۰ خواتین بھی شامل ہیں۔ اس وقت کل طلباء کی تعداد ۴۰۰۰ ہے۔ اس ڈپلوما کے لئے ۲۳ کالجوں میں ۹۵ کورس منظور کئے گئے ہیں۔ ٹیکنالوجی کے ڈپلوما کی اہمیت کسی یونیورسٹی کی آنرز ڈگری کے برابر ہے۔ رجسٹر شدہ طلباء کی اکثریت ایسے طلباء پر مشتمل ہے جو کچھ عرصہ کسی کالج میں پڑھتے ہیں اور کچھ عرصہ کسی کارخانہ میں کام کرتے ہیں۔

ویلز میں ہندوستانی دستکاریوں کی نمائش

جنوبی ویلز کے ساحل پر واقع پورتھ کال کے مقام پر ہندوستانی دستکاریوں کی ایک نمائش جس کا انتظام ہندوستانی طلباء اور دیگر ہندوستانی باشندوں نے کیا تھا۔ ابھی ابھی ختم ہوئی ہے۔ تماشائیوں نے اس کی بہت تعریف کی ہے۔ نمائش میں کشیدہ کاری اور ریشمی کڑھائی کا کام اور ہندوستانی کاریگری کے کئی دیگر نمونے پیش کئے گئے تھے ہر روز دوپہر کے بعد ہندوستانی فنکاروں کی ایک

جماعت لوک، ناچ اور موسیقی کا ایک پروگرام پیش کرتی تھی۔ نمائش جسے تقریباً ۱۰۰۰۰ لوگوں نے دیکھا تین روز تک جاری رہی۔

روحانی ریڈیو

ناشر :— مجذوب حیدرآبادی

> یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنیکی جرات نہیں کرسکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں۔ اگر اتفاقاً مطابقت ہوجائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (اڈیٹر)

ایکزار نوری میٹر پہ ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ "آٹا دال" کا بھاؤ سن رہے تھے اب بلدی انتخابات میں ہارے ہوئے ایک امیدوار صاحب اپنے دل کا بوجھ ہلکا کریں گے۔ یعنی اپنے "تاثراتِ غم و الم" سنا کر آپکی سمع خراشی کریں گے

شری ہارے ہوئے امیدوار :—

"ہاں ہاں! آئیے ادھر! میکروفون کے قریب! بلدی انتخابات کی شکست نے تو آپکے رہے سہے اوسان بھی خطا کردیئے! آپ پاؤں کہیں رکھ رہے ہیں اور پڑ رہا ہے کہیں! یا للعجب! ہاں ہاں! سنبھل کر ذرا ترازو کی ڈنڈی سنبھالے ہوئے! کہیں ایسا نہ ہو کہ ترازو کی ڈوریوں میں آپ الجھ کر گر پڑیں! اور ڈنڈی آپ کے پیچھے جائے! اور ڈنڈی کے چبھ جانے سے آپ کا "ہارٹ فیل" ہو جائے اور آپکو "کرومائین" کا انجکشن دینے کے لئے حیدرآباد کے مشہور و معروف ماہر علاج قلب ڈاکٹر عبدالمنان کو طلب کرنا پڑے یا کاروبز صاحب بلدہ تشریف لائیں، یو نہیں پہنچا مہ کی نوبت آجائے جسکے نتیجہ میں ہمیں روحانی نشریات کا پروگرام ملتوی کردینا پڑے۔ ارے رے رے! آخر آپ ٹھوکر کھا کر گر ہی پڑے! اٹھو! اٹھو! افسوس! بلدی انتخابات میں کھڑے کھڑے آپکے پیروں پہ ورم آگیا ہے؟ نہیں نہیں! اب آپ کھڑے ہوکر کیا خاک تقریر کرسکیں گے بہتر یہی ہے! بیٹھے بیٹھے ہی اپنا دکھڑا سنائیں، میں میکروفون کو نیچے کئے دیتا ہوں!"

سامعین!! معاف فرمائیے۔ شری ہارے ہوئے امیدوار صاحب کو ذرا غش آگیا تھا اور وہ لڑکھڑا کر میکروفون کے آگے اوندھے منہ گر گئے تھے! اسلئے پروگرام کے براڈکاسٹ کرنے میں (۵) منٹ کی تاخیر ہوگئی — لیجئے اب شری ہارے ہوئے امیدوار صاحب میکروفون کے آگئے:—

"اہاں اہاں! اخ اخ اخ اخ تھو"

سامعین! بات یہ ہے کہ گذشتہ ایک مہینہ سے دن رات انتخابی جلسوں میں تقریر کرتے کرتے، کنویسروں اور ورکروں کو ہدایات دیتے دیتے میرا گلا بیٹھ گیا ہے اور ذرا نزلہ زکام بھی ہوگیا ہے، انتخابات میں ہار جانے

کی وجہ سے ذرا بخار بھی آگیا ہے۔ سر میں درد اور اعضا شکنی بھی ہے۔ انتخابات کے نتائج سُنائے جانے کے بعد سے اب "بلڈ پریشر ہائی" بھی ہو رہا ہے۔ انتخابی جلسوں میں رات گئے تک جاگنے کی وجہ سے قبض بھی ہو گیا ہے اور روحانی آشرگاہ کے اناؤنسر علامہ مجذوب حیدرآبادی کا بیان ہے کہ میرے پاؤں پر ورم بھی آگیا ہے۔ اسی ناسازیٔ مزاج کی وجہ میں ذرا خفیف آواز میں آپ کو مخاطب کر رہا ہوں ورنہ آپ بخوبی واقف ہیں کہ میں ہمیشہ گرجدار آواز میں تقریر کیا کرتا ہوں اور میری آواز لاؤڈ اسپیکر کے بغیر ہی میلوں تک سنائی دیتی ہے !!

"اُف اُف اُہ ، ہوں ہوں اکھس کھس آخ "

ہاں تو سامعین !! آمدم برسر مطلب ! آپ نے میاں مخدوم ، کون میاں مخدوم وہی جو ووٹ لیتے ہیں ادھر ووٹ لوٹ دیتے ہیں ادھر ووٹ" سے بحر رجز میں ڈال کر بحر رمل میں چلنے والے منظوم ! کا یہ شعر تو ضرور سنا ہوگا ؎

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

اس شعر کے علاوہ آپ نے میر کا ، کون میر؟ وہی ؎

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
ان ہی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

والے میر کا یہ شعر بھی ضرور سنا ہوگا ؎

شکست و فتح مقدر میں ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

یعنی مطلب یہ ہے ۔ معاف کیجئے ! مطلب یہ ہے کہ بلدی انتخابات کے میدانِ جنگ میں مجھ جیسا سورما ، ساونت شہسوار ہی گر سکتا ہے وہ بچہ جو ابھی رینگ رہا ہے وہ کس طرح گر سکتا ہے !؟ اور کامیابی یا ناکامی کا تعلق قسمت سے ہے اور قسمت کا تعلق ستاروں سے ہے جو ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر وہیلر ہامسٹ نے ہماری شرح پر میرا ہاتھ دیکھ کر بتایا تھا کہ میرا ستارہ سرطان یعنی کیکڑا ہے جو "برج میزان" میں جا رہا ہے اسلئے اگر میں اپنا انتخابی نشان میزان یعنی ترازو رکھوں تو میں یقیناً انتخابات میں کامیاب ہو جاؤں لیکن اب میرے نجومی صاحب نے نہایت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ ستارہ "ثور" یعنی بیل کا ستارہ ، امریکہ ایٹمی تجربات کی آواز سے بھڑک کر چاروں پاؤں سے بھاگتا ہوا سرطان کے پہنچنے سے پہلے برج میزان میں داخل ہو گیا اور میرا سرطان والا ستارہ راستہ میں رینگتا ہی رہ گیا

پس اے میرے ہمدردو ! اے میرے غم گسارو اور اے میرے آنسو پونچھنے والو ! جیسا کہ حضرت میر نے اپنے شعر میں کہا ہے اور جیسا کہ پروفیسر وہیلر ہامسٹ نے زائچہ کھینچ کر تصدیق کی ہے ، ستاروں کی گردش کی وجہ سے میرا یقینی فتح ، شکست سے بدل گئی ۔ لیکن اس "دلِ ناتواں" نے یعنی میں نے پاؤں پر سوجن آجانے کے باوجود اپنے حریف کا ووٹ کر مقابلہ کیا کہ اس کے کھانے کے دانت اور دکھانے کے دانت دونوں ہی کھٹے کر دیئے !! بولو ! بولئے کیوں نہ شاباش ہے میری جان کو ؎

جو کام ہوا ، تجھ سے وہ رستم سے نہ ہوگا

بس ، بلا پیش و پس ، کہنا پڑے گا کہ ستاروں کی گردش نے



نسلی ستاروں کی نہیں بلکہ آسمانی ستاروں کی گردش اگر نہ ہوتی تو میرا کامیاب ہونا ڈنڈو اور ڈو چار کیطرح یقینی تھا۔ اسی لحاظ سے میں اپنا ہار ماننے کے لئے کبھی بھی تیار نہیں ہوں۔ بقول یگانہ چنگیزی ؎

جیت بھی اپنی ہے، ہیٹ بھی اپنی ہے
میں کہاں ہار ماننے والا!!

ایک قطعۂ نظر ہر ناکس نے اپنے "ہم جنس" کو ووٹ دیئے چونکہ میرے ہمجنس بہت ہی کم تھے اسلئے مجھے حریف کے مقابلہ میں کم ووٹ ملے۔ ہائے! ہندوستان کے الہامی شاعر مرزا غالب نے کیا لطیف بات کہی ہے ؎

ہر اینچہ در نگری، جز بہ جنس مائل نیست
تجاربیگی من، سرافت نسبی ست

بھائیو! میں ایک اور منطقی استدلال پیش کرتا ہوں یعنی سچ پوچھا جائے تو شکست مجھے نہیں ہوئی بلکہ ووٹ دینے والوں کی "قوتِ امتیاز" اور "قوتِ فیصلہ" کو شکست ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ خوب و زشت میں تمیز نہ کرسکے، اپنے لئے خوب تر نمائندہ کو یعنی مجھ "عزیز" کو منتخب نہ کرسکے غالب! غالب! خدا تیری قبر کو نورانی کرے کتنی گہری بات کہی ہے تو نے ؎

غالب سوختہ جان را، بہ چہ گفتار آری
در دیارے کہ ندانند، نظیری ز قتیل

جس دیار میں، جس حلقہ میں، نظیری اور قتیل میں تمیز نہ ہو، جہاں اچھے اور برے کی پہچان نہ ہو وہاں مجھ جیسا سوختہ جان کس طرح منتخب ہو سکتا ہے!!

بھائیو! خیر، مجھ شیرازو کو یعنی مجھ کو چھوڑیئے جناب شیر ببر صاحب کو لیجئے۔ جو بلی ہل کے ہیں یعنی شیر ببر یعنی جنگل کا خود مختار شہنشاہ جسکی ایک دھاڑ کے آگے ہزاروں بیل دم دبا کر بھاگ جاتے ہیں دیکھا آپ نے وہ بھی بیلوں کے آگے منتخب نہ ہوسکا ہمت تیری ووٹروں کی بہادر شیر کو چھوڑ کر ڈرپوک بیل کو منتخب کرلیا!!

بھائیو! آپ نے سنا ہوگا کہ ان انتخابات میں دو تین ترقی پسند (ترقی یافتہ نہیں) شاعر بھی کھڑے ہوئے تھے۔ ان شاعروں کے بارے میں میرا اپنا نظریہ ہے کہ یہ شاعر جس طرح شعری تخیلات کی آنچ پہ خیالی پلاؤ پکاتے ہیں اسی طرح انہوں نے انتخابات کے تعلق سے بھی خیالی بریانی دَم دینے کی شاعرانہ کوشش کی۔ ! ان شاعروں نے پولنگ بوتھ کو مشاعرہ ہال سمجھ لیا کہ ادھر جھوم کر مطلع پڑھا اور ادھر واہ واہ، مکرر ارشاد کے ساتھ ووٹوں کی بارش بھی شروع ہوگئی۔ بہرحال اب ان ترقی پسند شاعروں کو اپنی قیمت معلوم ہوگئی ہوگی! اور ساتھ ہی "سخن فہمی ووٹران" بھی! اور اگر بلی کی قسمت سے چھینکا ٹوٹ جاتا یعنی یہ ہمارے شعرائے کرام منتخب ہوجاتے تو آپ دیکھئے کہ بلدیہ کے اجلاسوں میں جہاں دوسرے اراکین اپنے اپنے حلقہ ہائے انتخاب کیجانب سے تحریکات اور تجاویز پیش کرتے، وہاں یہ ترقی پسند شاعر اجلاس کے ایک کونہ میں "عالت موڈ" میں بیٹھے ہوئے یہ مصرعہ گنگنایا کرتے ؎

ہم اگر مٹے نہ بیٹھیں، جھوم کے اٹھے نہ گھٹا

بھائیو! جب شیروں کا (شعروں کا نہیں) اور شاعروں کا یہ حشر ہوا تو میرا بیلوں کے مقابلہ میں شکست پا جانا کچھ زیادہ تعجب خیز نہیں۔ بالخصوص اس صورت میں کہ ووٹنگ میں چار ہوسیں

ہیں بلکہ آٹھ سو چالیس ہوئی تھے۔ میں "بیل کی دم" کو پکڑ کر قسم کھانے تیار ہوں کہ میلوں کے حامیوں نے ہزار ہا بوگس ووٹ استعمال کئے ہیں۔ اسطرح جمہوریت کا مذاق اُڑایا گیا ہے

بھائیو! اب میں آپکا زیادہ وقت نہیں لونگا صرف دو جملے بھائیو مجھے ہارنے کا کچھ ایسا زیادہ غم نہیں ہے لیکن غم اس بات کا ہے کہ اس گرانی کے زمانہ میں میری رقم ضمانت مبلغ ایکصد روپیہ سکہ ہند جو میں نے سیٹھ کروڑی مل سے اس وعدے کے ساتھ لی تھی کہ انتخابات جیتنے کے بعد محکمۂ بلدیہ میں سب سے پہلا جو ٹھیکہ کا کام نکلے گا وہ انہیں دلاؤنگا اور سب سے پہلا جو "دستِ غیب" جو مجھے ملے گا اُس میں سے مبلغ سو روپیہ مع سود آپ کو واپس کرونگا۔ ہائے!! میں سیٹھ کروڑی مل کا قرض کیسے چکاؤں۔

بھائیو! اس غم کے علاوہ ایک ضمنی غم یہ بھی ہے کہ آپ لوگ میرے ہار جانے پہ مجھے طرح طرح سے "دنیا رہے" ہیں یعنی مجھے "طعنے" دے رہے ہیں یعنی ایک تو نقصان مایہ و دیگر شماتت ہمسایہ۔ لهذا بھائیو! میں بذریعہ ندا آپ سب سے پُر درد اپیل کرتا ہوں کہ جناب آپ لوگ مجھے "قیمتی" ووٹ تو نہ دے سکے اب ازراہِ ہمدردی سب لوگ چندہ کر کے کم از کم ایک ایک روپیہ والے سو نوٹ ہی دے دیں تاکہ میں سیٹھ کروڑی مل کا قرض چکا دوں۔ اور دوسری ذیلی گذارش یہ ہے کہ مجھے طعنے دینا چھوڑ دیں!!

بھائیو! مجھے ادائی قرض کی فکر سے چکر آرہا ہے بس خدا ہی حافظ ہے ——— !!"

ایکزار نوری میٹر پہ ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ ایک ہارے ہوئے امیدوار صاحب کا ڈکلاریشن رہے تھے۔ اب ہماری نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے ——— جئے ہند۔

ایک مومنہ کی وفات

یہ خبر نہایت حزن و ملال اور گہرے رنج و الم کے ساتھ سُنی گئی کہ عمدۃ الحکماء حکیم میر داور علیصاحب متولی بارگاہ مبارک کی شریک حیات نے (۸۷) سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

جوں ہی انتقال کی خبر شہر میں پھیلی خویش و اقارب و احباب بہ تعداد کثیر بارگاہ مبارک میں جمع ہونے لگے دس بجے تک ایکہزار سے زائد مومنین کا اجتماع عمل میں آیا اور میت بہ شکل جلوس دائرۂ نور الہدیٰ کی طرف لیجائی گئی نماز جنازہ کی قیادت مولوی سید ریاض الدین حیدر صاحب نے کی

مرحومہ میر عباس علی صاحب منصبدار مرحوم کی بیٹی، مولوی سید محمد حسین صاحب ایڈوکیٹ اور مرحوم مولوی سید علی صاحب ایڈوکیٹ کی بہن تھیں۔ مرحومہ کربلائے معلیٰ اور مشہد مقدس کے زیارات سے مشرف ہو چکی تھیں پابند صوم و صلوٰۃ تھیں۔ مرحومہ نے اپنی یادگار دنیا میں دو فرزند اور تین دختر چھوڑی ہیں آپ کے فرزند اکبر میر ابوالقاسم صاحب اور فرزند اصغر میر عسکر علیصاحب ہیں خدا مرحومہ کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے

ناظرین شیراز مرحومہ کی روح کو ایک سورۂ فاتحہ سے شاد کام فرمائیں

امریکہ میں صدارتی چناؤ

امریکہ کی ڈیموکریٹک اور ری پبلکن پارٹیاں ۱۱ اور ۲۵ جولائی کو بالترتیب صدارت کے لئے امیدواروں کے انتخاب کے سلسلے میں جب اپنے اپنے کنونشن منعقد کریں گی تو ریاستوں کے ابتدائی انتخابات میں کنونشن کے لئے اندازاً ۴۰ فیصد ڈیلیگیٹ منتخب ہو چکے ہوں گے۔ اب تک امریکہ کی (۱۶) ریاستوں اور کولمبیا کے ضلع ابتدائی انتخابات عمل میں آ چکے ہیں۔ پہلا انتخاب مارچ میں اور دوسرا جون میں ہوا۔ ریاستوں کی گورنری اور امریکی سینٹ و ایوان نمائندگان کے لئے پارٹیوں کے نمائندے بھی ان ابتدائی انتخابات میں چنے جاتے ہیں۔ ڈیموکریٹک پارٹی کے لیڈروں میں سے صدارت کی امیدواری کے لئے جن اشخاص کا نام خاص طور پر لئے جا رہے ہیں ان میں سینیٹر جان کینیڈی، سینیٹر سٹوارٹ سائمنگٹن، سینیٹر لنڈن جانسن اور ایڈلائی سٹیونسن (۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۶ء کے سابق امیدوار صدارت) شامل ہیں۔ ری پبلکن پارٹی کی طرف سے امریکہ کے موجودہ نائب صدر رچرڈ نکسن کو ابتدائی انتخابات میں بلامقابلہ صدارت کا امیدوار چنا گیا ہے۔ یہ ابتدائی انتخابات پارٹی کی نمائندگی کرنے والے امیدواروں کے انتخابی عمل کے سلسلے میں پہلا قدم ہوتے ہیں۔ ان میں اس بات کا فیصلہ نہیں ہوتا کہ سیاسی عہدوں پر کون تعینات ہوگا۔ اس کا فیصلہ نومبر کے عام انتخابات میں ہوگا۔ عام قاعدے کے مطابق ابتدائی انتخابات میں پارٹی کے صرف وہی شخص ووٹ دے سکتے ہیں جو رجسٹرڈ ممبر ہوں۔ ابتدائی انتخابات کب اور کیسے ہوں گے؟ اس کے متعلق ہر ریاست اپنے اپنے قواعد و ضوابط بناتی ہے۔ ہر ریاست کے قواعد و ضوابط مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح نیشنل کنونشن میں بھیجے جانے والے ڈیلیگیٹوں کی تعداد بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ انتخاب میں جو لوگ حصہ لیں گے وہ کنونشن کے ان ڈیلیگیٹوں کو جو صدارتی امیدوار کی نمائندگی کرتے ہوں۔ اپنی پسند کے مطابق ووٹ دیں گے۔ ڈیلیگیٹوں کے جس گروپ کو زیادہ ووٹ ملتے ہیں وہی کنونشن میں شامل ہو سکتے ہیں۔ بہرحال ریاستوں کے ابتدائی انتخابات میں چنے جانے والے ڈیلیگیٹوں کی چھوٹی سی اقلیت ہی ان ترجیحات کی پابند ہوتی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ڈیلیگیٹ جس خاص امیدوار کو ووٹ دینے کا فیصلہ کئے بیٹھے ہوتے ہیں اس کو نظر انداز کر کے کسی دوسرے امیدوار کو ووٹ دیتے ہیں۔ ابتدائی انتخابات کا سلسلہ سنہ ۱۹۰۵ء میں شروع ہوا جب وسکونسن ریاست نے ایک قانون منظور کیا جس کے تحت نیشنل کنونشن کے لئے ڈیلیگیٹوں کو براہ راست منتخب کرنا قرار پایا۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں دو سٹیٹوں نے ڈیلیگیٹوں کا انتخاب شروع کر دیا اور ساتھ ہی پارٹی کی طرف سے نامزد کئے جانے والے امیدوار صدارت کے متعلق اپنی اپنی ترجیحات اور پسندیدگی کا بھی اظہار کرنے لگے۔ اس سے پہلے صدر کو نامزد کرنے والے کنونشنوں میں شرکت کے لئے ڈیلیگیٹ ریاستی یا ضلع پارٹی کے کنونشنوں یا ریاستی پارٹی کی کمیٹیوں کی طرف سے چنے جاتے ہیں۔ ابتدائی انتخاب کا مقصد یہ تھا کہ صدارت کے لئے ہر امیدوار کو پارٹی کے ممبر چنیں گے۔ محض سیاسی لیڈر یا مفاد خصوصی رکھنے والے اراکین نہیں۔ سیاسی اقتدار کی بنیادوں کو زیادہ وسیع بنانے کی کوشش سے یہ مراد تھی کہ ووٹروں کو پارٹی کے اندر مختلف صدارتی امیدواروں میں سے انتخاب کرنے کا اختیار دیا جائے۔ اگرچہ ان ابتدائی انتخابات سے صدارتی امیدوار کی طاقت کا کچھ اندازہ ہو جاتا ہے تاہم یہ اکثر بے نتیجہ ہوتے ہیں اور ان سے لازمی طور پر اس بات کا فیصلہ نہیں ہوتا کہ صدارت کے لئے پارٹی کا نامزد کون شخص ہوگا

قطعہ

من نہ دانم کہ چہ افسانہ بود — پر ز بادہ ہمہ پیمانہ بود
محفلِ عیش و مسرت گفتہ — گرد شمع ہمہ پروانہ بود

(آمدہ از زندگی باغ)

ایک وجہ یہ ہے کہ بیشتر ریاستوں میں اب بھی پارٹی لیڈر اور ریاست میں پارٹی کے سرگرم کارکن ہی نیشنل کنونشن کے لئے ڈیلی گیٹوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ اسے ڈیلی گیٹوں کے انتخاب کا ریاستی کنونشن کا طریقہ کہا جاتا ہے۔ ذیلی طور پر صدارتی امیدوار اپنی پارٹی کی طرف سے نامزدگی صرف ابتدائی انتخابات میں کامیابی کے ذریعہ ہی حاصل کرسکتا ہے۔ بہرحال اس کے لئے امیدوار کو زبردست مہم چلانی پڑتی ہے اور یہ امر یقینی نہیں کہ کنونشن میں اسے بالآخر نامزدگی حاصل کرنے میں کامیابی ہو۔ اس کے نتیجے کے طور پر صدارتی امیدوار کا نام عام طور پر صرف انہی ابتدائی ریاستی انتخابات میں درج کیا جاتا ہے جہاں اس کے حامیوں کو یقین ہو کہ کنونشن کے نتائج امیدوار کے وقار اور ہردلعزیزی میں اضافہ کریں گے اور امیدوار کو کثیر تعداد میں ووٹ حاصل ہوسکیں گے۔ ابتدائی انتخاب میں اکثر شدید شکست کے باعث امیدوار پارٹی کی نامزدگی سے محروم ہو جاتا ہے۔ انتخابات کے متعلق تجربہ رکھنے والے ماہرین اسباب کی کئی وجوہ بتاتے ہیں کہ ابتدائی انتخاب میں کسی امیدوار صدارت کی کامیابی عوامی پسند و ترجیح کی یقینی شہادت کیوں نہیں ہوتی۔ اول۔ اس لئے کہ ووٹروں کی ایک قلیل سی تعداد ہی ابتدائی انتخابات میں حصہ لیتی ہے (۲) عام پولنگ کے وقت ریاست کی مضبوط تنظیم ہی اپنے امیدوار کے حق میں عموماً ووٹ کھینچ لیتی ہے۔ (۳) ان ماہرین کا کہنا ہے کہ صدارتی امیدواری کے مقابلے کے لئے وقت، محنت اور اخراجات اتنے بھاری ہوتے ہیں کہ ایک امیدوار صرف ایک دو بار ہی اس کے لئے کھڑا ہوسکتا ہے۔ اور اس طریقے سے چنے ہوئے ڈیلی گیٹوں کی صرف تھوڑی سی تعداد ہی کسی امیدوار سے پختہ وابستگی رکھتی ہے۔ حکومتوں کا مطالعہ رکھنے والے بعض ماہرین کا یقین ہے کہ بہت سے صدارتی امیدواروں کے متعلق آخری پسند پر اس رائے عامہ کا اثر بھی پڑتا ہے جو تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد عام

گیلپ پول کے ذریعہ کنونشن کی طرف سے نامزدگی سے پہلے حاصل کی جاتی ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود جہاں بھی ابتدائی انتخابات ہوتے ہیں وہاں سیاسی لیڈروں کے لئے یہ دلچسپی کا ایک عظیم واقعہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان سے کم سے کم مقامی سطح پر مختلف امیدواروں کی ہردلعزیزی کا مقابلتاً پتہ چلتا ہے اس کے علاوہ ان سے ملک بھر میں امیدواروں کے متعلق پسندیدگی اور ترجیحات کا رُخ بھی ظاہر ہوتا ہے۔

قطعہ

دُرِ صدف قطرۂ نیساں رفتہ | رنگِ گُل ہم بہ خیاباں رفتہ
بہ رسمِ خورشش شعلے عثمان | بین نوایں شاہ شہیداں رفتہ

(آمدہ از نذری راغ)

تھامس جے مارشل!

امریکہ میں صدارتی انتخابات کے رجحانات

امریکی کانگریس کے اجلاس آج کل عموماً رات کو بھی ہو رہے ہیں۔ تاکہ ۴ر جولائی کے یوم آزادی سے پہلے پہلے قانون سازی اور دوسرے متعلقہ کام ختم کیے جائیں اور اس سے پہلے کہ سیاسی پارٹیاں اپنے اپنے کنونشنوں میں سنہ ۱۹۶۰ء کے صدارتی انتخاب کے لئے امیدوار نامزد کریں کانگریس کے اراکین کو ہفتہ بھر آرام کرنے کا موقعہ ملے۔ کانگریس کی کارروائی کو ختم کرنے کی سرگرمی اور جوش و خروش کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اس اعلان کا بھی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ چونکہ یہ انتخابی سال ہے لہذا یہ کہنا موزوں ہے کہ کانگریس اپنی کارکردگیوں کا جو کچھ بھی ریکارڈ تیار کرے گی اس کا اثر کنونشنوں اور بعد کی انتخابی مہموں پر ضرور پڑیگا۔ سینیٹ نے باہمی تعاون اور سلامتی کے جاپان۔ امریکہ معاہدے کی توثیق کی ہے۔ کانگریس کے اس طرح جلدی کام ختم کرنے اور اجلاس ملتوی کرنے سے بیشک اس کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس معاہدے کے متعلق کارروائی بہت دنوں سے التواء میں پڑی ہوئی تھی۔ اور صرف ٹوکیو میں اس کی توثیق کا انتظار تھا۔ سینیٹ کی اکثریت نے اس معاہدے کے حق میں ووٹ دیئے اور آئینی لحاظ سے جو دو تہائی ووٹ ضروری تھے۔ اس سے بھی زیادہ ووٹ ملے (یعنی ۹۰ حمایت میں اور ۲ مخالفت میں) اس طرح سینیٹ نے نہ صرف جاپان کی دفاعی امداد کے لئے ہی امریکی عزم کا اظہار کیا ہے بلکہ دونوں سیاسی پارٹیوں کی طرف سے حکومت کی خارجہ پالیسی کی حمایت کا ثبوت بھی بہم کیا ہے۔ جاپان اور امریکہ کے معاہدے کی توثیق اس وقت خاص طور پر اہم ہے کیونکہ اب ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں (اور ان میں تجربہ کار مشاہدین بھی شامل ہیں) جو انتخابی مہم کے سلسلے میں کئے گئے دوروں سے یہ پختہ تاثرات لے کر آئے ہیں کہ سنہ ۱۹۶۰ء کے امریکی ووٹر بیرونی دنیا سے امریکہ کے تعلقات میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس طرح صدارتی امیدواروں کی نامزدگی کا اس بات سے گہرا تعلق ہے۔ اگرچہ یہ محض تاثرات ہیں لیکن مشاہدین کو یقین ہے کہ جو اشخاص صدارت کے لئے نامزد ہوں گے۔ وہ اپنی انتخابی مہم میں خارجہ امور پر خوب بحث مباحثے اور زوردار تقریریں کریں گے۔ حالات سے ظاہر ہے کہ ڈیموکریٹ سینیٹر جان کینیڈی۔ جو ہر لحاظ سے پارٹی کے صدارتی امیدواروں کی صف اول میں ہیں۔ اور موجودہ نائب صدر رچرڈ نکسن جو ریپبلکن پارٹی کے واحد امیدوار ہیں۔ نے کنونشنوں کے انعقاد سے بیشتر ہی اپنی تقریروں میں امریکی خارجہ پالیسی ہی کو خاص موضوع بنایا ہوا ہے۔ اس کے اس کے علاوہ سینیٹ میں اکثریتی پارٹی (ڈیموکریٹک پارٹی) کے لیڈر لنڈن جانسن نے کچھ وقت سے پہلے کی نسبت زیادہ نکتہ چینی شروع کردی ہے۔ حالانکہ جب خروشچوف نے چوٹی کانفرنس ناکام بنائی تو ریپبلکن پارٹی پر جو شدید نکتہ چینی ہوئی اسے حد اعتدال پر رکھنے میں انہوں نے نمایاں حصہ لیا تھا۔ جیسا کہ ایک مشاہد نے کہا وہ خارجہ پالیسی کی مخالفت کسی قدر ضبط سے کر رہے ہیں۔ اب دونوں پارٹیوں کے امیدواروں نے نئے خیالات اور مباحثوں کے باب کھول دیئے ہیں۔ ڈیموکریٹک پارٹی اپنی نکتہ چینی کا نشانہ "خارجہ پالیسی کیا ہو کے بدلے کیسی" ہونی چاہئے کے موضوع کو بنا رہی ہے اور جو کام قابل قدر اور کرنے کے قابل ہیں۔ ریپبلکن انہیں نہایت

قطعہ

مانندِ شعلہ حُسن نگر پشت و رُو یکیست | مانندِ آئینہ تو نگر رُو بُرو یکیست
در معنی و مطالب و تشریحِ فائدہ | کینہ کہ بغض سینہ نگر جنگجو یکیست

(آمدہ (زندگی باغ))

چھوٹے پیمانے پر اور کسی ڈرامائی سرگرمی اور جوش کے بغیر کرتے ہیں۔ دفاعی امور کے سلسلے میں خارجہ پالیسی کس طرح عمل میں لائی جائے۔ اس سوال کا ایک منطقی نتیجہ ہے۔ جب سینٹ نے پچھلے ہفتے سلامتی بل کی کٹوتی میں ترمیم کرتے ہوئے اس میں ایک ارب ڈالر کا اضافہ کیا تو ڈیموکریٹ پارٹی (غیر نامزد امیدوار صدارت) سینیٹر لینڈن جانسن نے اس اضافے کو حق بجانب قرار دیا تھا۔ اس ہفتے ری پبلکن پارٹی نے دفاعی امور کے ایک خاص ماہر کو اپنی انتخابی مہماتی پارٹی میں شامل کیا ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ خارجہ اور دفاعی پالیسیاں ہی انتخابی مہم کا خاص موضوع ہوں گی۔ اس کے ساتھ ہی امریکہ کے داخلی امور سے متعلق جو بل منظور ہوتے ہیں اور ڈیموکریٹک کی اکثریت والی کانگریس نے اس بارے میں جو کچھ کیا ہے ووٹروں پر اس کا اثر بھی پڑے گا۔

اس وقت ذیل کے اہم سوال در پیش ہیں۔

ریاستی اسکولوں کے لئے عمارتوں کی تعمیر۔ دونوں ایوانوں نے کسی قدر اختلاف کے ساتھ اس سلسلے میں بل منظور کئے ہیں۔ لیکن کمیٹی کی کارروائی کے باعث ان میں رکاوٹ پڑی ہوئی ہے۔ ۶۵ برس سے اوپر کی عمر کے لوگوں کی طبی امداد کا بیمہ۔ کانگریس بظاہر اس بات کے حق میں ہے کہ اس سلسلے میں مرکزی سرکار ریاستوں کی امداد کرے لیکن اسے حکومت اور لازمی بیمے کے حامی ڈیموکریٹ ناکافی تصور کرتے ہیں۔ اب اس بل کی کنجی سینٹ کے ہاتھ میں ہے۔ ایوان نمایندگان اور سینٹ نے اجرتوں میں ایک ڈالر کے بدلے ۱۶۲۵ ڈالر کے اضافے کا بل منظور کیا ہے۔ یہ بجائے خود وزن دار مسئلے ہیں۔ لیکن ڈیل کے محرکوں کے لئے یہ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ مثلاً سینیٹر کینیڈی جنہوں نے کم سے کم اجرتوں کا بل پیش کیا تھا ان کے اور کانگریس کے لیڈروں کے لئے خاص کر سینٹ کے ڈیموکریٹ لیڈر لینڈن جانسن اور سینٹ کے صدر نائب صدر نکسن کے لئے بھی ان کی بڑی اہمیت ہے۔ قانون سازی کی اصلی قدر و قیمت سے قطع نظر اسکی سیاسی اہمیت کے باعث عام ووٹر اور کنونشنوں کے ڈیلی گیٹ کانگریس کے ہر ایک اقدام کا جائزہ لیتے رہتے ہیں کیونکہ قانون سازی کا ریکارڈ صدارتی امیدواروں کی نامزدگی پر گہرے طور پر اثر انداز ہوتا ہے اور آخر کار نومبر کے عام انتخابات میں نامزد امیدوار کی کامیابی یا ناکامی کا اس پر بھی انحصار ہے۔

قطعہ

مزے بھی خاک اڑاتے کسی کی محفل کے　　پہنچ بھی جاتے اگر ہم قریب منزل کے
کھلا نہ راز بھی سوز جگر کا سینہ میں　　فریب کھائے ہیں ہم نے بھی آجتک دل کے

(آمنہ از ندری باغ)

برطانوی خبریں

۱۹۳۵ء اور ۱۹۴۷ء کے درمیان ہندوستان سے متعلق

برطانوی پالیسی۔ بین الاقوامی امور کے طالب علم کی ریسرچ

اطلاع ملی ہے کہ انڈین اسکول آف انٹرنیشنل اسٹڈیز نئی دلی کے ریسرچ اسسٹنٹ مسٹر ایس۔ این کمار لندن اسکول آف اکنامکس میں اس بات کی تحقیق کر رہے ہیں کہ ۱۹۳۵ء اور ۱۹۴۷ء کے درمیان برطانیہ نے ہندوستان کے بارے میں کونسی پالیسیاں اختیار کی تھیں اور ہندوستان کی آزادی کے متعلق برطانوی باشندوں کی رائے کیا تھی۔ اس تحقیقی کام کے لئے برٹش کونسل نے مسٹر کمار کو وظیفہ عطا کیا ہے۔ وہ ہندوستانی امور سے وابستہ ممتاز شخصیتوں سے بھی تبادلۂ خیالات کر رہے ہیں۔ لیڈی اسٹیفرڈ کرپس مسٹر فلپ نوبل بیکر (ایم۔ پی۔) اور مسٹر آر۔ ڈبلو سورنسن ایم۔ پی سے وہ ملاقات کر چکے ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ میری ریسرچ کے بعض حقائق بہت دلچسپ ہیں۔ مثال کے طور پر یہ بات باعث حیرت ہے کہ برطانوی باشندوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہندوستان کی آزادی کے حق میں تھی۔

برطانوی باشندوں کی چائے نوشی

بین الاقوامی چائے کمیٹی کی تازہ ترین رپورٹ مظہر ہے کہ برطانیہ میں چائے کی کھپت ابھی تک دنیا میں سب سے زیادہ ہے لیکن نظریہ آرہا ہے کہ چائے کا ذائقہ اب کچھ پھیکا پڑ رہا ہے۔ گذشتہ سال برطانیہ نے اپنے استعمال کے لئے ۵۰۲،۶۰۰،۰۰۰ پونڈ وزنی چائے درآمد کی تھی جب کہ ۱۹۵۸ء اور ۱۹۵۷ء کی درآمدات ۵۷۴،۹۶۹،۰۰۰ پونڈ (وزن) اور ۵۵۵،۴۸۱،۰۰۰ پونڈ تھیں۔

برطانیہ میں مزدوروں اور کارخانہ داروں کے تعلقات

ہندوستانی عہدہ دار کے تاثرات!

میسور گورنمنٹ بنگلور کے اسسٹنٹ میر مسعود علی خان نے جو ان دنوں لندن میں لیبر نظم و نسق کا ایک کورس کر رہے ہیں، برطانیہ کی ٹریڈز یونین کانگریس کی بہت تعریف کی ہے۔ ایک نامہ نگار سے بات چیت کرتے ہوئے موصوف نے کہا ہے کہ "برطانیہ میں مزدوروں اور منتظمین کے درمیان مشترکہ صلاح مشورہ کا جو طریقہ رائج ہے وہ صنعتی تعلقات کا ایک صحیح آدرش ہے۔ ہم بھی ہندوستان میں یہ طریقہ اپنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس وقت گفت وشنید حکومت کی رہنمائی میں ہوتی ہے۔ ہائیڈ پارک میں جو تقریریں ہوتی ہیں ان پر میر مسعود نے اپنی حیرت کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ یہاں ہر شخص بغیر کسی ڈر کے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا ہے۔ سننے والے بھی خوب محظوظ ہوتے ہیں۔ آزادی تقریر اور لوگوں کا ردعمل اس بات کا مزید ثبوت ہے کہ برطانوی عوام سیاسی طور پر بہت پختہ ہیں۔

برطانوی ہوائی جہازوں میں ۵۰ لاکھ مسافروں نے سفر کیا

برطانیہ کی فضائی وزارت کی ایک رپورٹ مظہر ہے کہ ۱۹۵۹ء میں تقریباً ۵۰ لاکھ مسافروں نے برطانوی ہوائی جہازوں کے ذریعہ سفر کیا۔ یہ تعداد ایک سال قبل کی بہ نسبت ۱۸۰۲ فیصدی زیادہ ہے۔

قطعہ

قہقہہ بر روئے بستان می زنم | طعنہ بر گلہائے خنداں می زنم
بت تراشی نیست آساں اے جواں | آفریں بر بت پرستاں می زنم

(آمدہ از نذری باغ)

آندھرا یونیورسٹی کے ریڈر کی برطانیہ میں ریسرچ

آندھرا یونیورسٹی کے انگریزی کے ریڈر مسٹر کے۔ وشوا ناتھن کنگز کالج لندن یونیورسٹی میں اپنی ریسرچ مکمل کرنے والے ہیں۔ موصوف برٹش کونسل سے وظیفہ پر اکتوبر سنہ ۱۹۵۹ء میں برطانیہ گئے تھے۔ انہوں نے اس بات کی ریسرچ کی ہے کہ امکاٹ سے لیکر سمرسٹ مام تک کن انگریزی مصنفین نے ہندوستان کو اپنی "تھیم" بنایا ہے۔ مسٹر وشوا ناتھن نے بتایا ہے کہ بہت سے انگریز باشندوں کے لئے یہ انکشاف باعث حیرت ہے کہ اسکاٹ نے ہندوستان سے متعلق ایک ناول لکھا تھا۔

لندن میں رقص اور موسیقی کا بین الاقوامی میلہ مسز پنڈت افتتاح کرینگی

ٹریفیلگر اسکوئر میں واقع "سینٹ مارٹنز ان دی فیلڈز" نامی کا مٹ ہورگرجا گھر ۲۵ر جون تا ۳ر جولائی ایک بین الاقوامی فیسٹول منعقد کر رہا ہے جس کا سب سے دلچسپ حصہ رقص اور موسیقی کا ایک میلہ ہوگا۔ اس کے دوران میں ایک کرکٹ میچ بھی کھیلا جائے گا۔ ہندوستانی ہائی کمشنر مامور برطانیہ مسز وجے لکشمی پنڈت میلے کی رسم افتتاح ادا کریں گی۔ اس سے جو آمدنی ہوگی اس کا بیشتر حصہ برطانیہ میں مقیم سمندر پار کے طلبا کی امداد پر صرف کیا جائے گا۔

کوڑھ کا قلع قمع کرنا ممکن ہے

برطانوی انجمن کی رپورٹ

برٹش لیپرسی ریلیف ایسوسی ایشن کے چیرمن سر ایلن برنز نے بتایا ہے کہ ایک معقول عرصہ کے اندر کوڑھ کی بیماری کا قلع قمع کرنا ممکن ہے۔ موصوف مذکورہ انجمن کی سالانہ میٹنگ سے خطاب کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ اس وقت دنیا میں کوڑھ کے ۱۵،۰۰۰،۰۰۰ کیس ہیں۔ اس بیماری کے خلاف جنگ کی کامیابی کا انحصار سرمایہ کی فراہمی اور ایک اچھی تنظیم کے قیام پر ہے۔ نئی ادویات کی دریافت نے اس بیماری کا علاج آسان بنا دیا ہے۔ اگر مریض وقت پر علاج کرائیں تو ان کی شکل و صورت میں بھی کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔ علاج معالجہ کو بہتر بنانے سے متعلق ریسرچ جاری ہے۔ ٹیکہ وغیرہ سے تندرست اشخاص خاص کر بچوں کو اس بیماری سے محفوظ کر دینے کے امکان کی بھی تحقیق ہو رہی ہے۔ آگے چل کر سر ایلن نے بتایا کہ ہندوستان میں کوڑھ کے ۲،۰۰۰،۰۰۰ مریض ہیں۔ اور وہاں اس مرض کے خلاف بہت تسلی بخش کام ہو رہا ہے۔ برطانوی انجمن اس کام سے ازسرنو دلچسپی لے رہی ہے اور ہندوستان کو مدد دے رہی ہے۔

لندن میں ۲ لاکھ پونڈ کی لاگت سے نئے اسپورٹس مرکز کا قیام

ایک اطلاع مظہر ہے کہ لندن میں ایک بہت بڑا قومی تفریحی مرکز قائم کیا جائے گا جس پر تقریباً ۲ لاکھ پونڈ صرف ہوں گے۔ یہ مرکز ۳۶ ایکڑ رقبہ میں تعمیر ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ برطانوی نوجوان اسپورٹس اور ایتھلیٹکس میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔ مرکز کا انتظام جسمانی تفریح کی مرکزی کونسل کے ہاتھ میں ہوگا۔ وہ اسے وزارت تعلیم، لندن کاونٹی کونسل اور دیگر تنظیموں کی مالی امداد سے چلائے گی۔ نوجوانوں کو کھیل کود کی بہت سی سہولیات بہم پہنچائی جائیں گی۔ شاہ جارج ششم کی یاد میں یہاں ایک ۱۱ منزلہ ہوسٹل بھی تعمیر کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لئے شاہ جارج ششم فاونڈیشن نے ۱۰۰۰۰۰ پونڈ دیئے ہیں۔ امید ہے کہ مرکز سنہ ۱۹۶۲ء میں تیار ہو جائے گا۔

قطعہ

مُرغ بھی دام و قفس سے جو پریشاں نکلا | رنگ گُل سے بھی نیا آج گلستاں نکلا

بے وقوفوں کے لئے کہتا ہے یہ درس سُنو | واسطے رُشد و ہدایت کے دبستاں نکلا

(آمدہ از نذری باغ) (مکتب)

برطانیہ میں ہندوستانی انجینئر کا مطالعہ

برقی نظام کے کورس میں شرکت

بہار اسٹیٹ الیکٹری سٹی بورڈ کے الیکٹریکل ایگزیکیٹو انجینئر مسٹر ہری بنس لال ان دنوں برطانیہ میں کولمبو منصوبہ کی فنی تعاون کی اسکیم کے تحت ۱۸ ماہ کا ایک کورس کر رہے ہیں جو الیکٹرک پاور سسٹم کے بارے میں ہے موصوف اس وقت برٹش انسولیٹڈ کیلنڈرز کنسٹرکشن کمپنی سے تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ بعد میں وہ سنٹرل الیکٹری سٹی بورڈ اور علاقائی الیکٹری سٹی بورڈوں میں بھی کام کریں گے۔ مسٹر لال ماہ اپریل سے برطانیہ میں ہیں۔

نیویارک میں عظیم برطانوی نمائش

چند دنوں سے نیویارک میں برطانوی مصنوعات اور آرٹ کی چیزوں کی ایک عظیم نمائش شروع ہے جس کا مقصد امریکہ میں برطانوی اشیاء کو مقبول بنانا اور برآمدات کو فروغ دینا ہے۔ اتنی بڑی نمائش برطانیہ نے سمندر پار کے کسی ملک میں پہلے کبھی منعقد نہیں کی تھی۔ گذشتہ سال برطانیہ نے ۳۶۰،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ کی مالیت کا مال امریکہ (یو۔ ایس۔ اے) کے ہاتھوں فروخت کیا تھا۔

لندن میں مسودوں کی نیلامی

معلوم ہوا ہے کہ ۲۲ر جولائی کو لندن میں ۲۰ ویں صدی کے مسودوں کی ایک بہت بڑی نیلامی ہو رہی ہے جس میں ای۔ ایم۔ فارسٹر کے مشہور ناول "اے پیسج ٹو انڈیا" کا مسودہ بھی شامل ہے۔ یہ مسودے مصنفین نے لندن لائبریری [illegible] ہے جس میں ½ ۲ لاکھ سے زائد کتب موجود ہیں۔ مذکورہ مسودوں کے علاوہ ٹی۔ ایس ایلیٹ، گراہم گرین اور سمرسٹ مام کی تصانیف کے مسودے بھی نیلام کئے جائیں گے۔

برطانیہ کی تین استانیاں دنیا کے دورہ پر

لوک سنگیت ٹیپ ریکارڈ کریں گی!

ایک اطلاع مظہر ہے کہ تین برطانوی استانیاں شیلا کیلی، جل پراٹس اور جینی آیلمرٹن ابھی ابھی دنیا کے دورہ پر روانہ ہوئی ہیں جس کے دوران میں وہ افریقہ، آسٹریلیا، ایشیاء، امریکہ اور یورپ کے ۳۵ ملکوں (بشمول ہندوستان) کے لوک سنگیت ٹیپ ریکارڈ کریں گی۔ اُن کا یہ دورہ دو سال تک جاری رہے گا۔ اور وہ ۵۰،۰۰۰ میل کی مسافت طے کریں گی۔ جس گاڑی میں وہ سفر کر رہی ہیں اس میں ایک ریکارڈر کے علاوہ فوٹو گرافی کا ساز و سامان اور برطانیہ سے متعلق رنگین سلائڈوں کا ایک سیٹ بھی موجود ہے۔ اس سیٹ کی مدد سے وہ راستے میں برطانیہ کے بارے میں لیکچر دیں گی۔

قطعہ

شکوہ ہے کہ پریشاں دلِ ناشاد نہیں || مے کے پینے سے وہ ہوتا کبھی برباد نہیں
غلطی کہتی ہے انساں کو بتا کر آنکھیں || گھر کوئی عشق سے افسوس کہ آباد نہیں

(آمدہ از نذری باغ)

بین الاقوامی منظر

تخفیف اسلحہ سے متعلق روس کی نئی تجاویز

از قلم :- ڈبلو۔ این۔ ایورا

(نامہ نگار "ڈیلی ہیرلڈ" لندن)

وزیر اعظم کروشچیف نے تخفیف اسلحہ سے متعلق نئی تجاویز پیش کرتے وقت مغربی مدبرین پر ذاتی حملے بھی کئے ہیں۔ نہ جانے کیوں؟ تجاویز پیش کرنے کے اس انوکھے طریقے (جس سے شک وشبہ پیدا ہونا ضروری ہے) کے باوجود مغربی حکومتیں ان پر نہایت احتیاط سے غور کر رہی ہیں۔ پہلی نظر میں روسی تجاویز کیا تاثرات پیدا کرتی ہیں؟ بعض صورتوں میں یہ ابتدائی "کروشچیف پلان" سے کچھ بہتر ہیں۔ ان میں عملی تفصیل زیادہ ہے۔ یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ حکومت روس نے ترک اسلحہ کے ہر مرحلہ میں کنٹرول کی ضرورت تسلیم کرلی ہے۔ یہ بھی مان لیا گیا ہے کہ مکمل طور پر غیر مسلح دنیا میں بین الاقوامی پولیس کی ضرورت ہوگی۔ خواہ اس کی کچھ بھی شکل ہو۔ لیکن "پہلے مرحلہ" سے متعلق جو نئی تجویز پیش کی گئی ہے۔ اس سے یہ سب اچھی باتیں بے اثر ہو جاتی ہیں۔ یہ ایک ایسی تجویز ہے جو مغربی طاقتوں کے لئے قابل تسلیم نہیں ہوسکتی اور حکومت روس بھی اچھی طرح جانتی ہے کہ وہ اس کی تجویز کو منظور نہیں کریں گی۔ روس نے کہا ہے کہ پہلے مرحلہ میں ایسے تمام ذرائع ختم کر دیئے جائیں جو نیوکلیئر ہتھیاروں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے میں کام آسکتے ہیں۔ نیز تمام غیر ملکی فوجیں اپنی اپنی قومی سرحدوں کے اندر آجائیں۔ اور ہر قسم کے غیر ملکی اڈے و ڈپو ختم کر دیئے جائیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ روایتی ہتھیاروں اور فوجوں میں کسی قسم کی کمی کرنے سے پیشتر ہوگا۔ نتیجہ یہ کہ یورپ میں مغربی ممالک کی مدافعت نہیں ہوسکے گی۔ ناٹو ملکوں کا سارا دفاعی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ فرانس میں فرانسیسی فوجیں، ترکی میں صرف ترک فوجیں اور ڈنمارک میں صرف ڈینش فوجیں ہوں گی۔ یہ سب ممالک ایک دوسرے سے الگ تھلگ اور غیر منظم ہوں گے۔ اس حالت میں سوویٹ روس جو عظیم فوجی طاقت کا مالک ہے۔ جب چاہے ان پر حملہ کرسکتا ہے۔ وہی صورت حال پیدا ہو جائے گی جو ۱۹۴۸ء میں پیدا ہوئی تھی۔ اور جس کی وجہ سے مغربی یونین اور بعد میں ناٹو تنظیم عالم وجود میں آئی تھی۔ سوویٹ روس گذشتہ کئی برسوں سے ناٹو دفاعی تنظیم کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے اس نے کئی بار اپنی تجویزیں پیش کی تھیں۔ تجویزوں کی شکل وصورت مختلف ہوسکتی ہے لیکن مقصد سب کا ایک ہی ہے۔ اب ترک اسلحہ کے پہلے مرحلہ کے بارے میں اس نے جو تجویز پیش کی ہے اس کا بھی مقصد یہی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ نہ صرف راکٹ بلکہ ہوائی جہاز، آبدوزیں، جنگی جہاز غرض ہر ایسی چیز جو ایٹمی ہتھیار ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے میں کام آسکتی ہے، فوری طور پر ختم کر دی جائے۔ یہ اقدام کتنا ہی پسندیدہ کیوں نہ ہو۔ ابتدائی اقدام کے طور پر یہ قابل عمل نہیں۔

مختصر یہ کہ پہلے مرحلہ سے متعلق روسی تجویز کا ایک حصہ ناقابل تسلیم ہے اور دوسرا ناقابل عمل نظر آتا ہے۔ اور مایوس کن تصور یہ ہے کہ حکومت روس کی نظر میں یہ بہت ضروری ہے کہ تخفیف اسلحہ سے متعلق کسی سمجھوتے کی بنیاد اس کی تجویز کے یہ دونوں حصے بنائے جائیں۔

ایک عظیم سائنسی ادارہ "کالٹیک"

کیلی فورنیا کا ٹیکنالوجی انسٹی ٹیوٹ (جس کا مختصر نام "کالٹیک" ہے) امریکہ میں بنیادی سائنس کے غالباً قابل و فاضل ترین ماہرین کا مرکز ہے۔ پسیاڈونا میں اس کے چھوٹے سے احاطے میں چار سو سائنسدانوں پر مشتمل عملہ شاید ہمارے ایک نہایت شدید مسئلے کا جواب دینے کے قابل ہوسکے۔ یعنی ملک کی امکانی سائنسی تخلیقی قوت میں کس طرح اضافہ کیا جائے۔ "کالٹیک" امریکہ کے دوسرے ٹیکنیکل سکولوں اور کالجوں سے اس لحاظ سے مختلف ہے کہ اس میں صف اوّل اور انتہائی اہم قسم کی تحقیق پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ مثلاً اس ادارے کے ماہرین حیاتیات اور کیمیا دان آج کل نکلیو پروٹین کی ساخت اور عمل کا تعین کرنے کے لئے تحقیقی کام میں مصروف ہیں جو نسل کو جاری رکھنے کے بنیادی تخمی مادے کے بڑے بڑے سالمے ہیں۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش ہو رہی ہے کہ یہ سالمے اپنے جیسے دوسرے سالمے کس طرح پیدا کرتے اور اربوں ہا مخصوص قسم کے تخم پشت در پشت کس عمل سے جاری رہتے ہیں؟ "کالٹیک" میں آج سے ۲۰ برس پہلے کیمیا دان لائنس پالنگ نے اس تحقیق کی بنیاد ڈالی تھی۔ جب انہوں نے پروٹین کے سالموں کی ساخت اور خون کی کمی کی ایک بیماری "سیکل سیل اینیمیا" کی وجہ دریافت کرنے کے لئے تحقیق شروع کی تھی جسے پہلی بار "سالموں کی بیماری" تسلیم کیا گیا تھا۔

خلاء کی انتہائی بلندیوں سے سگنل!

ماؤنٹ ولسن اور پالومر رصد گاہوں میں علم سیارگان کے ماہرین کے لئے دنیا بھر کی دوربینوں کے احاطے کا ½ رقبہ مخصوص ہے جس سے اس کی وسعت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اب خلائی مطالعے کے لئے انہیں طاقتور معاون ملے ہوئے ہیں۔ کیلی فورنیا کے نزدیک بشپ میں سائنسدانوں کی ایک ٹیم نے دوہری ریڈیو دوربین نصب کی ہے جو ۱۹۵۹ء کے آخر سے کام میں لائی جارہی ہے۔ سائنسدان اس کے ذریعے خلاء کی ان انتہائی بلندیوں سے بھی کمزور سے کمزور سگنل وصول کرسکیں گے۔ جہاں تک انسان اپنے مصنوعی سیارے پہنچا سکا ہے۔ کالٹیک میں برقپاروں کی جدید طبیعیات کے متعلق جو تحقیق ہو رہی ہے اس کا بیشتر حصہ کالٹیک کے رابرٹ اے ملی کینز کی ابتدائی تحقیق سے وابستہ ہے۔ ان کے نزدیک ایک شاگرد کارل ڈی اینڈرسن نے مثبت الیکٹرون اور میو میسون دریافت کئے تھے۔ اور ان کے ہی ایک شاگرد چارلس لارنس نے اولین ایٹم شکن تیار کیا تھا۔ اور وہی پہلے شخص تھے جنہوں نے اس ایٹم شکن سے نیوٹران تیار کئے تھے۔ کالٹیک میں سائنس دان تھیوڈور وان کارمین کی نگرانی میں طاقتور راکٹوں کے متعلق ابتدائی تحقیق ہوئی تھی۔ وہ جس ایرو ناٹک لیبارٹری (فضائی تجربہ گاہ) کو بیس برس تک چلاتے رہے اب اس کی اتنی شاخیں بن چکی ہیں کہ یہ لیبارٹری ان کے مقابلے پر بہت چھوٹی معلوم ہوتی ہے۔ "کالٹیک" ان اداروں کو امریکہ خلائی اور فضائی نظامت کے اشتراک سے چلاتی ہے۔

زلزلوں کے متعلق تحقیق!

کالٹیک کی سیسمولاجیکل لیبارٹری زلزلوں کے متعلق تحقیق اور زمین کی اندرونی ساخت کی تحقیق کا عالمی [illegible] ہے۔ اس کا ایک زلزلہ پیما آلہ اس قدر حساس اور تیز [illegible]

قطعہ

گر یہ ممکن ہو۔ بہاراں دیکھ لیں ||| اور یہ شمع شبستاں دیکھ لیں
آرزو ہے جا کے ایران و عجم ||| ایک دن ہم بھی خراساں دیکھ لیں

(ماخوذ از نذری کا باغ)

ہے کہ بیسا ڈونا اور نیو یارک کے درمیان ایک کے چھوٹیں حصے کی فنتش سا بھی پتہ لگا سکتا ہے۔ پٹرول اور مٹی کے تیل کی تلاش، کے لئے جو موجودہ زلزلہ پیمائی طریق کار برتا جاتا ہے اس کے متعلق بنیادی مطالعہ بھی برسوں پہلے کالٹک کے ماہرین ارضیات نے ہی کیا تھا۔ کالٹک کا خصوصی مقصد صرف درسی تعلیم دینا نہیں بلکہ تحقیق اور کھوج کرنا بھی ہے اس طرح اس ادارے نے سائنسدانوں کی غیر معمولی تعداد کو تربیت دی ہے۔ اور نوبل انعام پانے والے بڑے بڑے نامور سائنسدان مثلاً اینڈرسن، پالنگ، ایڈورڈ میکلمن، ولیم شاکلے پیدا کئے ہیں۔ موخرالذکر نے ہی بیل لیبارٹریز میں وہ بنیادی تحقیق کی تھی جس سے ٹرانسسٹر کی دریافت عمل میں آئی تھی۔ کالٹک کی بدولت جنوبی کیلی فورنیا میں طرح طرح کی کثیر صنعتیں قائم ہو چکی ہیں۔ کالٹک سائنسدانوں کے لئے بڑی کشش کا باعث ہے۔ اس میں البرٹ آئن سٹائن اور نیلز بوہر جیسے سائنسدان بھی تحقیق کرنے، لیکچر دینے اور تبادلۂ خیالات کے لئے آتے رہے ہیں۔ مشہور سائنسدان فے مین نے ایک دفعہ کالٹک کو خیرباد کہہ کر دوسری جگہ کام کرنا شروع کیا لیکن کچھ وقت کے بعد نت نئی دریافتیں کرنے والے اس ادارے میں پھر واپس آ گئے۔ ۱۹۵۹ء کی ابتداء میں فے مین کو خلا سے متعلق ایک جوش انگیز دریافت میں شرکت کا موقعہ ملا۔ مصنوعی سیارہ پاینیر ۲ داغا جانے والا تھا۔ فے مین جیٹ پروپلشن لیبارٹری میں گئے تاکہ سیارے کی اڑان کی اطلاعات براہ راست حاصل کر سکیں۔ لیبارٹری میں وہ تیز رفتار "برقی دماغ" کی مشین کے پاس بیٹھ گئے اور مصنوعی سیارے سے جو معلومات اور اعداد و شمار اور مدار کے تعین کے متعلق جو خبریں نشر ہونے لگیں۔ انہوں نے پنسل کاغذ لے کر برقی دماغ کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

جب مشین کے جوابوں کے ساتھ فے مین کے اعداد و شمار اور جواب ملائے گئے تو وہ بالکل صحیح نکلے۔ اس طرح اس سائنسدان نے سب کو حیران کر دیا اور حساب دانی کا ایک نیا ریکارڈ قائم کیا۔ اپنی ہمت اور شہرت کے مقابلے میں کالٹک نمایاں طور پر چھوٹا سا ادارہ ہے۔ اس میں صرف ۷۰۰ انڈر گریجویٹ اور ۵۵۰ گریجویٹ طلبا ہیں۔ اس لئے سائنسدان یہاں ایک دوسرے کو ذاتی طور پر جانتے ہیں یہ سب لوگ تقریباً اتنے ہی رقبے میں کام کرتے ہیں جتنے پر چار شہری بلاک مشتمل ہوں۔

قطعہ

مئے کے پینے کو سکھا جاتے ہیں　||　عادت بد کو بڑھا جاتے ہیں
کون آ کر سحر و شام شنو　||　قبر پر پھول چڑھا جاتے ہیں

(آمدہ از نذری باغ)

لاشعور کی بیداری

از جناب تمکین کاظمی صاحب

انسان اپنے آپ کو ہمیشہ بے گناہ اور معصوم سمجھتا آیا ہے اور اپنے بڑے سے بڑے گناہ کو بھی نہایت ہی حقیر اہم اور معصومانہ تصور کرتا رہا ہے آپ چاہے کسی جیل خانہ میں جاکر وہاں جس خونی مجرم اور طویل سزا یاب قیدی سے پوچھیں وہ اپنے آپ کو بالکل بے قصور، معصوم اور بے گناہ ظاہر کرے گا اور اپنی سزا یابی کی وجہ پولیس کا ظلم یا دوستوں اور عزیزوں کی دشمنی ظاہر کرے گا۔

چنگیز، ہلاکو اور ہٹلر جیسے خونخوار بھی اپنے آپکو ہمیشہ رحمدل اور معصوم سمجھتے رہے۔ ہندوستان کا مشہور خونخوار امیر علی ٹھگ بھی اپنے آپ کو بڑا رحمدل سمجھتا تھا اسنے خون بہانا تیر احتیاط کرکے پھانسی کی ترکیب نکالی تھی جس کی وجہ سے انسان کی جان بڑی آسانی سے نکلتی تھی۔ گلا کاٹنا، گولی چلانا اور کسی ہتھیار سے وار کرکے خون بہانا اسکی نظر میں بڑا پاپ تھا

امریکہ کا مشہور قزاق اور قاتل دو بندوق والا کرولی جب محصور ہوگیا تو زخمی ہوکر گرفتاری سے پہلے اس نے اپنے خون سے یہ عبارت لکھی تھی "وہ میرے سینہ میں ایک دھڑکتا ہوا دل ہے جو رحم و کرم سے معمور ہے جس نے کبھی کسی کو کسی وقت بھی نقصان نہیں پہنچایا۔"

شکاگو کا ایک قزاق بل کیمون جو نہایت ہی ظالم خونخوار قاتل اور درندہ تھا یہ دعویٰ کرتا تھا کہ "میں نے اپنی عمر کا ایک خاص حصہ انسانوں کو راحت و آرام پہنچانے میں صرف کیا ہے ان کی خدمت کی ہے مگر اسکے معاوضہ میں مجھے کیا ملا۔ ذلیل اور بیرحمی حالت شکاری کے خوف سے بھاگے ہوئے شکار کی سی ہوگئی ہے اور مجھے فرار ہوکر پولیس سے جان چھڑانی پڑی۔"

امریکہ کا ایک اور مشہور قاتل ڈچ شولز جب پولیس کی گولیوں سے زخمی ہوکر گرفتار ہوا تو اس نے اخبار کے نمائندوں سے کہا کہ "میں ایک فیاض اور دریا دل شخص ہوں"

غدر کے واقعات اور خون ریزی پر کمپنی بہادر کے کارپردازوں کو مطلق افسوس نہ تھا بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے ہندوستان پر بڑا احسان کیا اور ہندوستان کی جان بخشی کی ہے، نادرشاہ نے بھی دہلی میں قتل عام کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو بڑا رحمدل، نیک اور رحمدل شخص تصور کیا تھا۔

اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص اپنے طرز عمل کو چاہے وہ کیسا ہی خراب کیوں نہ ہو اچھا بلکہ نہایت اچھا سمجھتا ہے۔ اگر آپ اسے باور کرانا چاہیں کہ یہ زیادتی تھی تو وہ بحث و تکرار، ضد و ہٹ دھرمی پر آمادہ ہوجاتے ہیں ایسی حالت میں اس سے بحث و مباحثہ، مناظرہ اور مجادلہ

کرنا اسس پہ طعن و تشنیع کرنا لعنت ملامت کرنا بالکل بے سود ہوتا ہے اور ایسی غلطی بڑی بڑی خرابیاں پیدا کردیتی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں جتنی بڑی بڑی اور ہولناک جنگیں ہوئیں ان میں دونوں فریق اپنے آپ کو حق پر تصور کرتے تھے چاہے آپ مہابھارت پر نظر ڈالیں یا صلیبی جنگوں پر، ہر جگہ یہی بات نظر آئے گی۔ بہرحال ہر شخص اپنے دماغ میں جو نقشہ جمالیتا اور دل میں جو خیال قائم کرلیتا ہے اس پر اتنا راسخ اور پکا ہوجاتا ہے کہ کوئی بھی اسکے خیالات میں تبدیلی پیدا نہیں کرسکتا، اسلئے بحث و مباحثہ تنقید اور طعن سے یہ باور کرانے کی کوشش کرنا کہ وہ غلطی پر ہے، کھلی ہوئی حماقت ہے اس سے بہتر یہ ہے کہ اسے اسکے حال پہ چھوڑدیا جائے اور اگر اسکی اصلاح ہی مقصود ہو تو دوسرا طریقہ استعمال کیا جائے جو بالکل نفسیاتی ہو

انگلستان کے مشہور افسانہ نویس ٹھامس ہارڈی پر جب سخت تنقیدیں ہونے لگیں تو اس نے بددل ہوکر افسانہ نگاری ہی چھوڑدی، اسیطرح انگریز شاعر چیسٹرٹن نے سخت تنقیدوں سے متاثر ہوکر خودکشی ہی کرلی تھی

کسی شخص کو راہ راست پر لانے کا طریقہ اس پر تنقید کرنا اور اسے قائل و معقول کرنا نہیں ہے بلکہ اس سے میل ملاپ، خلوص اور محبت بڑھا کر نامعلوم طریقہ سے اسپر اثرانداز ہوکر اسے ہموار کیا جاسکتا ہے آپکو معلوم ہے کہ ہندوستان میں صوفیائے کرام اور بزرگان دین نے کسطرح اپنا اخلاقی اثر اور روحانی اقتدار قائم کیا؟ انکا طریقہ بالکل نفسیاتی تھا، وہ پاک دل تھے، انکے دلوں میں کدورت نہ تھی محبت تھی وہ ہر ایک سے محبت کرتے اور ہر ایک ان سے محبت کرنے لگتا، دلی سے بیدرتک، اجمیر سے ناگورتک آگرہ سے گلبرگہ تک جتنی بڑی بڑی گنبدیں آپ کو نظر آتی ہیں وہ انہیں محبت کے بندوں کی ہیں جنھوں نے پہلے اللہ سے محبت کی اور پھر کائنات سے محبت کرنے لگے، مصنوع کی محبت صانع کی مسرت کا باعث ہوتی ہے اور وہ بھی خوش رہتے اور ان کا خدا بھی خوش رہا اور اس زمانے کے ہر مذہب و ملت کے لوگ بھی ان سے خوش رہے

گلبرگہ میں ایک مجذوب تھے رکن الدینؒ۔ جب حضرت سید محمد حسینی المعروف بہ بندہ نوازؒ گلبرگہ پہنچے تو ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور دو جیتل (سکۂ رائج الوقت) ہاتھ پر رکھ کر رکن الدین کو نذر دی سالہا سال سے رکن الدین دو زانو بیٹھے ہوئے تھے، ایک سالک کی نذر مجذوب بیٹھ کر کسطرح لیتا؟ رکن الدین کو بڑی دقت سے کھڑا ہونا پڑا پنڈلیوں اور رانوں کا گوشت ایک ہی نشست پر مدت سے بیٹھے بیٹھے آپس میں جڑ گیا تھا کھڑے ہوئے تو خون بہنے لگا رکن الدین نے کہا دو تولا " مقصود یہ تھا کہ نذر دینا بھی ضروری ہے تو لادے۔ بندہ نوازؒ کی نذر قبول ہوئی تو وہاں سے دو میل آگے جاکر طرح اقامت ڈال دی۔ یہیں اب خواجہ صاحبؒ کی خانقاہ ہے لوگوں نے پہلا جملہ رکن الدینؒ کے منہ سے " تولا " جو سنا تو یہی مشہور ہوگیا اور رکن الدینؒ تولہ کہنے لگے ایک برہمن ان کا معتقد تھا وہ بھی آکر پاس بیٹھ گیا، گلبرگہ کے ہندو ہر جمعرات کو رکن الدینؒ کی زیارت کے لئے آتے اور اپنے ساتھ روٹی ٹکڑا لاتے اور مریں بیوٹا کرکھا تے تھے

اترنے لگے تو گائے کا گوشت بھی لایا کرتے تھے جس سے پنڈت جی کو گھن آتی تھی اسلئے انہوں نے رکن الدین رحم سے عرض کیا کہ حضرت مجھے اس بات سے تکلیف ہوتی ہے تو حضرت نے زائرین کو گوشت لانے سے منع کر دیا نتیجہ یہ نکلا کہ آج تک گلبرگہ کے مسلمان درگاہ پر گوشت لیجانا تو بڑی بات ہے گوشت کھا کر بھی نہیں جاتے، اگر صبح جانا ہو تو رات ہی سے گوشت چھوڑ دیتے ہیں۔ دیکھئے! مجذوب نے کیا نفسیاتی جادو کیا کہ اسکا عمل یہ ہوا کہ پنڈت جی مسلمان ہو گئے اور عبداللہ نام رکھ لیا اور رکن الدین رحم کے پہلو ہی میں اب تک آسودہ ہیں، دیکھئے دلوں پر حکومت کرنے والے یوں دل موہ لیتے ہیں ان کی حکومت مستقل اور پائدار رہتی ہے اور جب تک انسان کے پہلو میں دل ہیں اسوقت تک قائم رہے گی۔

جب جابر و قہار بادشاہوں کے پاس ایسے لوگ تھے جنہوں نے ان بادشاہوں کو موم کی ناک بنا لیا تھا جسطرف چاہتے موڑ لیتے، اسکی وجہ کیا تھی؟ یہ بالکل معمولی بات تھی۔ ان لوگوں کو نفسیات پر عبور تھا اور وہ لوگ نفسیاتی طریقے پر کام نکال لیتے تھے۔ دھلی میں جب قتل عام ہو رہا تھا تو آصفجاہ (اول) وہیں موجود تھے انھیں انسانی خوں ریزی اور دھلی کی بربادی کا سخت صدمہ تھا۔ نادرشاہ سے کچھ کہنا سننا آسان نہ تھا مگر وہ اس خون خرابے کو برداشت نہ کر سکے اور تلوار نیام سے نکال کر گلے میں لٹکالی دونوں ہاتھ رومال سے باندھ لئے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے نادرشاہ کے سامنے جا کھڑے ہوئے ؎

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی
مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

سفید دستار (پگڑی)، سفید نیمہ جامہ، سفید براق سی داڑھی اور رنگت بھی ماشاءاللہ سرخ وسپید نور علیٰ نور کا مصداق۔ نادرشاہ بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا "بہ ریش سفیدت بخشیدم"۔ ادھر نادرشاہ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے اور ادھر آصفجاہ نے کڑک کر آواز دی "شاہ افتادر نے بخش دیا ہے قتل عام روک دو تلواریں بنیام کر لو" پھر کیا تھا ساری تلواریں ترک گئیں!

خاندان سامانیہ کے مشہور بادشاہ نصر بن احمد سامانی نے ایک دفعہ ہرات کا سفر کیا یاد رہیں جو ہرات کا مشہور نزہت گاہ ہے اسے بہت پسند تھا اسلئے بہار کا پڑاؤ وہیں پڑا، تمام دشت وصحرا چمن زار تھا۔ ان دلفریبیوں نے نصر کو ایسا لبھا لیا کہ سارہی بہار وہیں گذار دی جاڑے آئے تو میوؤں کی بہتات ہوئی اطراف میں (۱۲۰) قسم کے انگور ہوتے تھے جن میں تمریاں اور کلبخدی نہایت مشہور خوش مزہ، شاداب اور نرم ہوتے تھے، نصر صحرا سے اٹھکر آبادی میں جا رہا اور دردازیں جو ایک مشہور مقام ہے قیام کیا یہ مقامات نہایت آباد اور معمور تھے ہر طرف عالیشان قصر و ایوان اور ہر ایوان کے ساتھ خانہ باغ اور پائیں باغ تھے اسی زمانہ میں سیستان اور ماژندران سے میوؤں کی آمد ہونے لگی نصر نے جاڑے بھی گذار دیئے ہر دفعہ قصد کرتا تھا کہ اب کی بہار گذار نے پر روانہ ہو جاؤں گا مگر جب اپریل موسم گذرتا تو دوسرا زنجیر پا بنجاتا اسیطرح پورے چار برس گذر گئے امراء اور سپاہی تنگ آ گئے مگر کوئی بادشاہ سے عرض ومعروض کی جرأت نہیں کر سکتا تھا!

رودکی دربار رسا مانیہ کا مشہور شاعر اور نصر بن احمد کا مصاحب تھا لوگوں نے یہی سوچا کہ ہم تو بادشاہ کو یہاں سے کسی طرح نکال نہیں سکتے رودکی ہی سے خواہش کیجائے تاکہ وہ بادشاہ کو سمجھا منا کر یہاں سے لے چلے چنانچہ سارے امراء رودکی کے پاس پہنچے۔ رودکی، ہومر کیطرح مادر زاد اندھا اور بڑا پایہ کا شاعر تھا، نصر بن احمد اسے بہت چاہتا تھا ان لوگوں کا خیال تھا کہ رودکی بڑی تمہید کے بعد بادشاہ کو دو تین گھنٹے کی مغز پاشی کے بعد سمجھا منا کر یہاں سے چلنے پر آمادہ کر سکے گا اسلئے ان لوگوں نے پانچ ہزار اشرفیاں اس شرط پہ دینی قبول کیں کہ بادشاہ یہاں سے بخارا واپس ہوجائے

رودکی پیدائشی اندھا تھا اور آپ جانتے ہیں اندھے بڑے ہوشیار ہوتے ہیں، اس نے نصر کے سامنے کوئی لمبی چوڑی تقریر نہیں کی نہ ہی کوئی لمبا چوڑا قصیدہ کہا۔ پھر رودکی نے کیا کہا؟ اگلے روز جب وہ دربار میں پہنچا تو نصر بیٹھا شراب پی رہا تھا رودکی نے ساز لیا تھوڑا تاؤ کی دُھن میں سنانا شروع کیا ۔

بوئے جوئے مولیاں آید ہمے ۔ یادِ یارِ مہرباں آید ہمے
ریگِ آموی و درشتیہائے او ۔ زیرِ پایم پرنیاں آید ہمے
آبِ جیحوں با ہمہ پہناوری ۔ خنگ ما را تامیاں آید ہمے
اے بخارا شاد باش و شاد زی ۔ شاہ سویت میہماں آید ہمے
شاہ سرو است و بخارا بوستاں ۔ سرو سوئے بوستاں آید ہمے
شاہ ماہ است و بخارا آسماں ۔ ماہ سوئے آسماں آید ہمے

نصر کا یہ حال ہوا کہ ایک پاؤں میں موزہ پہن کر دوسرے موزے کے پہننے تک صبر نہ کر سکا اور اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر سرپٹ دوڑاتا ہوا، پوری ایک منزل پہ دم لیا اور وہاں پہنچ کر موزہ پہنا۔

آپ کو حیرت ہوگی کہ ان سیدھے سادھے شعروں نے اتنا غیر معمولی اثر کیا تھا؟ آپ ہی نہیں اکثر تذکرہ نویس اور مورخین مثلاً سمرقندی، مسٹر براؤن، شبلی نعمانی وغیرہ سبھوں نے حیرت ظاہر کی ہے کہ یہ ایک سیدھی سادھی نظم ہے نہ کوئی صنعت ہے نہ مضمون ہی خاص ہے اسکا اثر اسقدر کیوں کر ہوا؟

واقعہ یہ ہے کہ ہر کی طبیعت سے رودکی واقف تھا، بخارا کی دلفریبیاں نصر نے بھلا دی تھیں اب صرف ذہن کو بخارا کی طرف منتقل کرنے کی ضرورت تھی، رودکی نے ریگ آموی، آبِ جیحوں کا ذکر کرکے نصر کے ذہن کو بخارا کی طرف منتقل کر دیا اور پھر بخارا کو خوشخبری سنا کر کہ شاد رہ تیرا مہمان ہو رہا ہے نصر کے لاشعور کو جگا دیا، یہی نہیں بلکہ بادشاہ کو سرو اور بخارا کو بوستان، بادشاہ کو چاند اور بخارا کو آسمان کہہ کر اسکے لاشعور کی پوری صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر چھوڑ دیا۔ پھر کیا تھا! نتیجہ بالکل حسبِ مراد نکلا اور نصر نے ایک ہی پاؤں میں موزہ پہن کر گھوڑے کی باگ اٹھا دی

رودکی کسی ڈیل کارنیگی کے ادارے کا طالب علم تھا نہ ہی اس نے نفسیات کی کتابیں پڑھی تھیں، اسکو فطرت نے ساری باتیں سکھا دی تھیں اور وہ لوگوں کے جذبات کو ابھار کر اپنا کام نکالنے کے اصول سے واقف تھا اسلئے اس نے سیدھے سادھے چھ شعر کہہ کر اپنا کام نکال لیا

مدت ہوئی میں نے انگلستان کے کسی ڈرامہ نویس کے متعلق کسی رسالہ میں ایک قصہ پڑھا تھا کہ ایک بیوہ نے اسے خط لکھا کہ میرا اکلوتا بیٹا فلاں شہر میں ہے اور مجھے بالکل بھلا چکا ہے



نہ تو میرے پاس آتا ہے اور نہ خط ہی لکھتا ہے آپ کوئی صورت اس کے ملنے کی بتائیں تو عنایت ہوگی۔"

ڈرامہ نویس نے بجائے بڑھیا کو کوئی حب کا عمل بتانے یا اسکے بیٹے کو کوئی لمبا چوڑا خط سنانے کے ایک ڈرامہ ایسا لکھا کہ جسمیں ماں کی محبت پیش کی گئی تھی اور یہ ڈرامہ اسی شہر کی ایک ناٹک کمپنی کو اسٹیج کرنے کے لئے دیا جس شہر میں بیوہ کا لڑکا رہتا تھا۔ جب یہ ڈرامہ اسٹیج ہوا تو منجملہ اور لوگوں کے اس لڑکے نے بھی اسے دیکھا اور جیسے جیسے ڈرامہ دیکھتا گیا اس کا لاشعور بیدار ہوتا گیا بالآخر اسکی ماں کی یاد جو اسکے ذھن سے بالکل اتر گئی تھی پھر تازہ ہوگئی اور وہ اتنا متاثر ہوا کہ تھیٹر سے نکل کر اپنی قیام گاہ تک بھی نہ جا سکا سیدھا ماں سے ملنے کے لئے چل پڑا اور ماں کے پاس پہنچ کر رہا۔

ظاہر ہے کہ ڈرامہ نویس نے کوئی کرامت ظاہر کی تھی نہ معجزہ پیش کیا تھا اس نے ماں کی محبت سیدھے سادے طریقے سے پیش کر دی تھی اور وہی طریقہ اختیار کیا تھا جو ضرورت کا تھا اور اسکا اثر بھی وہی ہوا۔

قدرت نے انسان میں جو جو چیزیں ودیعت کی ہیں ان سے وہ کام بھی لیا کرتی ہے چنانچہ جب کبھی اللہ میاں کسی بھٹکے ہوئے کو راہ راست پر لانا چاہتے ہیں تو یہی طریقہ اختیار کرتے ہیں، شاید آپ یاور نہ کریں اسلئے ایک واقعہ سن لیجئے،

ابراہیم ادہم ایک بادشاہ اور نہایت متقی اور پرہیزگار تھے حکومت کے ساتھ ساتھ ریاضت بھی کرتے تھے آخر میاں کو یہ دورخی پسند نہ آئی۔ ایک روز ابراہیم محل میں بیٹھے عبادت کر رہے تھے کہ چھت پر کسی کے چلنے کی آواز آئی ابراہیم بہت حیران ہوئے کہ محل شاہی کی چھت پر رات کے وقت کون چڑھ سکتا ہے۔ وجہ استعجاب کیا تھا خود چھت پر جا پہنچے، دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص چھت کے کونے ٹٹول رہا ہے آپ نے حیرت سے پوچھا اماں! تم کون ہو؟ یہاں کیسے آگئے اور کیا کر رہے ہو؟ تو اس نے کہا میاں ابراہیم میرا اونٹ گم ہوگیا ہے، اسے ڈھونڈھ رہا ہوں،

ابراہیم کو بڑی حیرت ہوئی۔ کہنے لگے میاں! تم دیوانے معلوم ہوتے ہو، ارے اونٹ بھی کہیں چھتوں پر مل سکتے ہیں اس شخص نے جواب دیا ابراہیم! سچ کہتے ہو مگر کیس خدا بھی محلوں میں مل سکتا ہے؟ تم تاج و تخت و دنیا کے پردوں میں خدا کو ڈھونڈھ رہے ہو؟ ابراہیم کا لاشعور جاگ اٹھا اور انہوں نے نہ صرف محل کو چھوڑ دیا بلکہ سلطنت بھی چھوڑ دی پہلے وہ ایک چھوٹی سی سلطنت کے بادشاہ تھے جسے چھوڑ کر انہوں نے ساری خدائی کو اپنا لیا اور ایک عالم پر بادشاہت کرنے لگے،

آج ابراہیم ادھم کا نام جس عزت و احترام سے لیا جاتا ہے اس عزت و احترام سے کسی سلطان کا نام لیا جاتا ہے نہ خلیفہ کا۔

اس طرح لاشعور کو بڑی عمدگی سے بیدار کیا جا سکتا اور انسان سے اہم اور بڑے سے بڑا کام لیا جا سکتا ہے آپ جانتے ہیں حسن بن صباح نے اپنا ایک نیا مذہب بنا لیا تھا اور ایک خاص گروہ فدائیوں کا بنایا تھا جس کے

گونگا بن گیا تھا

رومانیہ کا ایک کسان جو کہ گذشتہ ۴۵ سال سے گونگا سمجھا جاتا تھا ۶۷ سال کی عمر میں بولنا شروع کر دیا ہے اس نے بتایا کہ اسنے جان بوجھ کر خود کو پہلی عالمی جنگ کے دوران گونگا بنا لیا تھا تاکہ فوج میں بھرتی نہ ہونا پڑے

بچہ ماں کے پیٹ سے دانت لیکر آیا۔

لندن میں ایک بچہ ماں کے پیٹ سے ایک دانت لیکر آیا۔ ڈاکٹروں نے اس دانت کو زچہ اور بچہ کے لئے خطرناک قرار دیا۔ ماں باپ دانت نکال دیئے جانے پر تیار ہو گئے ہیں۔ چھ دن کے بچہ کا یہ دانت نکال دیا گیا اب ماں اسے اپنا دودھ دے رہی ہے۔

چودہ ۱۴ سال میں انیس ۱۹ بچے

افریقہ کی ایک ۳۵ سالہ عورت نے ۱۴ سال میں ۱۹ بچوں کو جنم دینے کا ریکارڈ قائم کیا ہے اس عورت نے تین بار ایک ساتھ چار بچوں کو جنم دیا اور ایک بار ایک ساتھ دو بچوں کو جنم دیا اسکے آٹھ بچے ابھی تک زندہ ہیں۔



کہ

مسٹر خروشچیف نے بتایا کہ عالمی جنگ عنقریب شروع نہیں ہوگی۔
تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ "عن بعید" شروع ہوگی

کہ

مرکزی قوانین کا ہندی میں ترجمہ کرنے کے لئے مرکزی وزارت قانون ایک کمیشن قائم کرے گی
کیا ہماری قومی زبان میں ابتک قوانین کا بھی ترجمہ نہیں ہوا

کہ

اطالیہ کے نجومیوں نے پیش گوئی کی ہے کہ ۱۴ر جولائی کو قیامت آجائے گی
اور جواباً نگارستی ہٹ کے طور پر بیلدر کے نجومی صاحب نے کہا ہے کہ ۱۴ر کو قیامت نہیں آئے گی۔ اب اگر قیامت آجائے تو نہ ہی بیلدر کے نجومی صاحب رہیں گے اور نہ اطالیہ کے نجومی صاحبان۔ لہٰذا سچ اور جھوٹ کا فیصلہ کون کرے گا۔ اور اگر نہ آئے تو بیلدری صاحب کی فوقیت بہرحال ثابت ہوگی۔

کہ

کسان نے بدطرف فوجی طیارہ مار گرایا
یعنی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے

ہاتھوں بڑے بڑوں کو قتل کرادیا اور ایک ہنگامہ مچا دیا تھا وہ بھی اسیطرح کام چلاتا تھا
نفسیات کا مطالعہ نہایت دلچسپ ہوتا ہے اسکے لئے آپکو نہ تو علم نفسیات کی کتابیں پڑھنے کی ضرورت ہے اور نہ کسی ادارہ کے لکچر سننے کی۔ انسانی افعال و اعمال پر غور کیجئے اور نفسیات انسانی کا عملی مشاہدہ کرنے چلیے آپکی دلچسپی بڑھتی جائے گی اور آپ نفسیات کے رموز و نکات بآسانی سمجھنے لگیں گے

مہتمم ... پرنٹنگ پریس میں چھپ کر دفتر شہباز اردو ہفتہ وار ... سے شائع ہوا

علیؑ کا معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا | وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مثال آپ کو عثماںؔ یہی کہتا ہے ہر الفت | کوئی بابِ نجفؑ کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

ایڈیٹر:۔ سید صمصام شیرازی — مقام اشاعت:۔ چادرگھاٹ کیرط حیدرآباد (۲۳) انڈیا

جلد ۱۲ — روز جمعہ — ۱۵ جولائی ۱۹۶۰ء — ۲۰ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ — شمارہ (۳۶)

تقدیر کے ٹکڑے

ہوئے کیونکر لعینوں سے تنِ شبیرؑ کے ٹکڑے | کہ وہ تھے احمدِ مختار کی تصویر کے ٹکڑے
جسدِ سبطینؑ نے پایا تھا نصفا نصف حضرتؐ کا | حقیقت میں وہ تھے اس ماہِ پرتنویر کے ٹکڑے
جہنم میں نہ جائیگا کبھی یہ میرا دعویٰ ہے | پڑھیگا کبار بھی جو آیتِ تطہیر کے ٹکڑے
اٹھاتے تھے اسیری کی جو کڑیاں حضرتِ عابدؑ | تو انکی بیکسی پر روتے تھے زنجیر کے ٹکڑے
لبِ اخلاص سے دوں بوسہ رکھوں سر پہ آنکھوں پر | مجھے مل جائے گر شاہا تری تحریر کے ٹکڑے
چڑھا تھا جس گھڑی شمرِ ستمگر شہؑ کے سینہ پر | تو کر ڈالے کسی نے کیوں نہ اس خنزیر کے ٹکڑے

محمدؐ کے نگاہِ لطف کا صدقہ ہے اے عثماںؔ
جو ملتے جا رہیں تجھکو تری تقدیر کے ٹکڑے

برتاؤ علمبردار کا اپنے ماموں حسن علی مرزا عرف بھولے کیساتھ

فرمایا جبکہ اول الذکر یہاں نذری باغ میں تھا اور موٹر خانہ میں کام کرتا تھا تو ایک وقت ناچاقی ماموں بھانجے میں کام کے متعلق پیدا ہوگئی تھی تو میں دونوں کو بالمشافہ طلب کرکے ہر ایک کا بیان سنا تھا کہ وہ کس رنگ یا دلیل کے ساتھ ہے۔ خیر یہ تو سنا مگر اپنے دوران تقریر میں علمبردار نے ماموں کے رشتہ کا خیال پیش نظر رکھتے ہوئے جو کچھ اپنے اعذار بیان کیا۔ یہ ضرور قابل تحسین تھا بلکہ یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی جبکہ دونوں میں کام سے متعلق اتفاق نہیں تھا تو اس حالت میں بھی بغیر طیش میں آئے یا برائی بتائے اس لڑکے نے جو سنجیدہ گفتگو کیا اس کا اثر لئے بغیر میں نہیں رہ سکا۔

دیگر۔ اس میں شک نہیں کہ اس لڑکے کی طبیعت میں شر و فساد نہیں ہے گو ممکن ہے کہ بعض وقت بلا غور کئے حماقت کے کام کر جاتا ہو جو کہ دوسری چیز ہے۔ اس کے علاوہ چہرہ بھی اس کا شرافت کا بتاتا ہے غالباً یہ حکیم سید علی صاحب ایڈوکیٹ مرحوم کے نمونہ کا اثر ہوگا جو کہ مجسم شرافت تھے خدا مرحوم کی روح منور کو ریاض کربلائے معلی میں آسودہ رکھے کہ یہ اپنے امام دین برحق کے فدائی تھے اور اسی سلسلہ میں بیٹے سے معصوم اولاد کو سرسبزی نصیب ہو۔ یعنی کوثر علی۔ رضا علی۔ بچی زینب بیگم بی۔ دو لڑکے ایک لڑکی جو حدود نذری باغ میں پیدا ہوتے تھے (مکان مدرسہ عالیہ میں)

(آمدہ از نذری باغ)

مرقوم ۳ر جولائی سنہ ۱۹۶۰ء

قطعہ

نہ دارد کیف مے جام شکستہ || ستون دارد نہ این بام شکستہ
بہ بازار سے ہمہ سود و زیان ہم || نہ دارد شان زر خام شکستہ

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

برآمد از چمن گلہائے رنگین || نماید جلوہ ہم کردار و آئین
ہمہ سالِ چمن مسرور دیدہ || بہ سدرہ آمدہ چون مرغ شاہین

(آمدہ از نذری باغ)

ہمشیرگان طاہر علی متاہل خانہ زاد علاقہ بیسرم مقیم نیاز خانہ کنگ کوٹھی

متعلق نمبر ۳ بیاپرچ

فرمایا اسکے دو حقیقی بہنیں تھیں جو حبیب محمد کے قرابتداروں سے تھے ان میں ایک بڑی بہن حسین علی (پسر کلال نذیر الدین) کی زوجہ ہے (مقیم مدرسہ عالیہ) اور چھوٹی بہن قطب علی کی زوجہ ہے (پسر بشیر الدین مقیم مدرسہ عالیہ) مگر مجھے حیرت تو یہ ہے کہ قطب علی کی زوجہ بے حیا بنکر ہاشم علی (پسر سابق بریگیڈیر) کی آمدورفت کو اپنے مکان میں کیسے جائز رکھی۔ یعنے اگر اسکا شوہر بے حیا تھا تو کیا یہ بھی شوخ چشم تھی کہ روزانہ غیر جوان لڑکے کی دیدبازی پر فریفتہ ہوگئی تھی۔ مجھے افسوس ہے کہ اس زمانہ میں ذکور کو چھوڑکر اُناث بھی اسی قسم کے ہوتے ہیں جو اپنی زندگی بے حیائی سے بسر کرتے ہیں (مثل پیشہ ور مستورات) اور جب معاملہ ایسا ہے تو پھر طبقۂ شرفا سے اِن کو خارج کرنا چاہیئے۔ تاکہ مفت میں طبقہ کی بدنامی نہو۔ خلاصہ یہ کہ ہاشم علی بے وقوف کو اتنی عقل نہیں تھی کہ ایسے شرمناک کام کرکے اپنے باپ کے نام پر دھبہ لگاتا۔ مگر کیا کرے گا بے چارہ بچہ بنکر تعلیم و تربیت سے محروم ہوکر اس رنگ میں اپنی زندگی بسر کررہا تھا۔ افسوس صد افسوس۔

دیگر۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ زمانہ گذشتہ میں ان حالات کو دیکھتے ہوئے اسکے انسداد کے طرف یس۔ین۔ریڈی نے بھی دونوں کو مشورہ دیا تھا کہ ایسے مذموم حرکات سے دونوں کی بدنامی ہوگی ____ مگر اسکا کچھ اثر نہیں ہوا۔ آخر وہ وقت آیا کہ مجھے رازِ سربستہ کو آشکارا کرکے اِن دونوں چھوکروں کو چشم نمائی کرنی پڑی۔ ورنہ اگر ایسا نہ کرتا تو میرے گھر کی بدنامی ہوتی جس صورت میں یہ اُمور آشکارا ہوتے۔

مکرر۔ فرمایا اسی سلسلہ میں ایک واقعہ بیان کرنا ضروری خیال کرتا ہوں تاکہ ریکارڈ پر رہے وہ یہ تھا کہ اشرف بیگم زوجہ ہاشم علی (یعنے پسر سابق بریگیڈیر) کا آخریں حمل بنا اسقاط ہوا تھا جب کہ یہ مدرسہ کے مکان میں مقیم تھی۔ جنین ۵ یا ۶ ماہ کا ہونے سے اور وہ بھی شکم مادر میں فوت ہوکر خارج ہونے میں دقت کا سامنا تھا تو لیڈی ڈاکٹر جو وہاں برسرموقع موجود تھی (یہ وقت شب کا تھا درمیان دس اور گیارہ بجے کا) اسلئے بغرض مشورہ ڈاکٹر وا گھرے کو طلب کی۔ اور یہ اطلاع مجھے ملنے پر کیلئے موٹر

لیجانے کا حکم دیا اور ٹیلیفون سے بھی واگھرے صاحب کو آگاہ کیا کہ وہ فوراً وہاں آجائیں تو مناسب ہے۔ چنانچہ یہ وہاں جب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہاشم علیؓ مکان میں نہیں ہے۔ یہ دیکھکر ان کو حیرت ہوئی کہ یہ کیا معاملہ تھا (اوس وقت یہ عصر سے قطب علیؓ (پسر بشیر الدین) کے مکان میں اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ گویا اوس کو اسکا احساس نہیں تھا کہ اوس کے گھر میں کیا کیس (Case) ہو رہا تھا۔ مگر جب اونھوں نے دریافت کیا کہ لڑکی کا شوہر کہاں ہے تو ملازمین نے کہا کہ وہ دوسرے قریب کے مکان میں ہے۔ اتنے میں ہاشم علی کو خبر ہوئی کہ واگھرے صاحب اوسکے مکان میں آگئے ہیں تو یہ سنکر دبکتے دبکتے اپنے مکان میں آیا منھ چھپا کر کہ واگھرے صاحب اگر اسکی غیر موجودگی کی وجہ دریافت کریں گے تو وہ پریشان تھا کیا جواب دے گا۔

بہرحال واگھرے صاحب نے کہا کہ ایسے وقت جبکہ اس کی زوجہ کی حالت تشویشناک تھی (اسقاط کی وجہ سے) شوہر کا زوجہ کے نزدیک رہنا ضروری تھا۔ یہ سنکر اس بیہودہ نے کہا کہ زوجہ کی ایسی تکلیف دہ حالت اوس سے نہیں دیکھی گئی اس لئے بازو کے مکان میں چلا گیا تھا۔ حالانکہ یہ بیان اس دروغ گو کا سراسر حقیقت سے کوسوں دور تھا اور محض بہانہ تراش کر کے ایسا جواب دیا تھا۔ خیر شب تو گذر گئی۔ مگر جب صبح ہوئی تو واگھرے صاحب حسب عادت نذری باغ آکر (کیونکہ یہ روزانہ آتے ہیں) شب گذشتہ کا جو واقعہ تھا مجھ سے بیان کیا تو میں نے اصل واقعہ سے ان کو آگاہ کیا تو یہ سنکر ان کو تعجب ہوا کہ اس چھوکرے کا کیسا مذموم برتاؤ تھا۔ اپنی زوجہ کے ساتھ جو حد درجہ قابل افسوس تھا۔ خلاصہ یہ کہ اشرف بیگم ہرگز اس کے لئے موزوں نہیں تھی۔ اور اگر کوئی تھی تو وہ شوخ چشم ہوتی تاکہ دونوں کا نباہ ہوتا۔ مگر یہاں جوڑ درست نہ ہونے سے طلاق سے تفریق ہوئی۔ بہرحال۔ **اَلخَیرُ فِیمَا وَقَع**

مرقوم ۱۲ر جولائی سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

ہے سیاہی شب دیجور سے بھی
شیخ بیزار ہوئے نور سے بھی

کہتی ہے عید امیری عثمان
بیٹی عشرت سے انگور سے بھی

(آمدہ از نذری باغ)

تصفیہ مجوزہ نسبت فاطمہ بیگم بہ محمد علی پسر ذکی خوشنویس

فرمایا یہ لڑکے کا کہنا تھا کہ وہ اس وقت درد گردہ میں مبتلا ہے۔ لہذا صحت اس کی نسبت موقع بحث میں نہیں آسکتی تاآنکہ اس کو کامل صحت نہ ہو لے جس کو طویل عرصہ درکار ہے۔ یہ ضرور ایک حد تک صحیح ہے اور قابل غور ہے۔

دوم اس کا کہنا ہے کہ نسبت کا اعلان نظام گزٹ میں یوم عاشورہ ہوا تھا اس لئے بھی وہ یوم مصائب اس کی زندگی کے لئے سازگار نہیں ہوسکتا۔ یعنے بعد ختم ایام عزا ہوتا تو زیادہ بہتر تھا۔ مگر اول کے اس خیال سے مجھے اتفاق نہیں ہے باین وجہ کہ مذہب اسلام میں جو چیز جائز قرار دی گئی ہے (یعنے عقد) وہ کسی دوسرے وجوہ سے ناجائز یا نامبارک نہیں سمجھی جاسکتی کہ شئے حلال ہمیشہ حلال رہے گی۔ اور شئے حرام ہمیشہ حرام رہے گی۔ البتہ ایام عزا محرم میں شادیاں یا خوشی کے تقاریب نہیں ہوسکتے کہ زوجین کا بناؤ سنگار ہوتا ہے۔ یا گانا بجانا یا گلپوشی وغیرہ یا اسی قسم کی چیزیں ہوتی ہیں جو آداب محرم کے منافی ہے مگر اس کو اس حد پر رکھتے ہوئے۔

دوسرے لوازمہ شادی کو ترک کرتے ہوئے صرف فریقین کا اگر عقد ایجاب و قبول ہوتا ہے تو یہ نکاح ناجائز نہیں سمجھا جاسکتا۔ خصوص آزاد مشربوں کے ہاں۔ بہرحال لڑکی فاطمہ بیگم کو کسی دوسرے لڑکے کو بروقت دیا جائے گا (مثل برادر زمرد بیگم منکوحہ کاظم جاہ مرحوم) کہ محمد علی کے لئے بھی یہ لڑکی موزوں نہیں تھی اون خصوصیات رشتہ یا پرورش کے مدنظر جس کی صراحت نظام گزٹ میں ہوئی تھی۔ کیونکہ دنیا میں انسانی حیثیت سے مختلف مدارج ہوتے ہیں۔ یعنے یکساں نہیں ہیں۔ اس لئے کہا گیا ہے۔

خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد۔

سوم۔ خلاصہ یہ کہ بعض مذہبی مسائل نازک ہوتے ہیں جن کو سمجھنے کے لئے کافی علمی لیاقت اور عمر پختہ درکار ہے نہ کہ کم عمر یا کم لیاقت کے مدرسہ کے بچے کہ اس کے لئے وہ موزوں نہیں ہیں۔

چہارم۔ دوسرے طرف مذہب اسلام نے یہ نہیں کہا کہ محرم میں نکاح حرام یا ناجائز ہے۔ بلکہ عقد کی وقعت خود ارشاد نبوی سے ظاہر ہے (یعنے حدیث شریف سے) کہ آپ نے فرمایا جو شخص میری امت سے میری سنت کی پیروی کرنے سے انکار کرے گا تو وہ میری امت سے خارج سمجھا جائے گا۔ کیونکہ عقد کے ذریعہ میری امت میں جو اضافہ ہوگا (اولاد پیدا ہو کر) اس پر میں یوم قیامت فخر و مباہات کروں گا۔ الحاصل اس سے بڑھ کر عقد کی اور کیا وقعت ہوسکتی ہے جبکہ خود یہ حدیث موجود ہے فریقین

کے کتب میں۔ پس اِن اُمور کو مانتے ہوئے عام طور پر دَوران ماہ عزا جو شادی نہیں ہوتی ہے (خصوصاً امامیہ مذہب میں) تاآنکہ یہ دو ماہ محرم و صفر ختم نہ ہو جائے۔) گو کثرت والے طبقہ کا خیال بعد عشرہ محرم جائز ہے (بغیر لوازمہ دھوم دھام) تو وہ محض اس خیال سے کہ شادی کے ساتھ عیش و عشرت کا لوازمہ ہوگا۔ یعنے زوجین کا بناؤ سنگار گلپوشی۔ گانا بجانا۔ یا اسی قسم کے دوسرے رسومات وغیرہ تو کہیں اس سے ماہ عزا کی بے حرمتی نہ ہو۔ یا سُوء ادبی نہ سمجھا جائے۔ اس حد تک یہ خیال ضرور درست ہے۔ مگر محمد علی پسر ذکی خوشنویس کم عمر ہونے سے یہ نکات کو نہیں سمجھ سکتا اور جو خیال میں آیا اپنے معروضہ میں لکھدیا۔ رہا یوم عاشورہ کی فضیلت یا احترام سے کس کو انکار ہے۔ ہرگز نہیں اور اس دن کیا واقعات حائلہ کربلا میں پیش آئے تھے اعداء کے طرف سے اور کس طرح زمین و آسمان آہ و بکا کئے تھے وہ بھی صحیح ہے۔ مگر یہاں بحث ہے تو صرف اسی قدر کہ آیا دوران ماہ عزا میں عقد یا نکاح جائز ہے یا نہیں۔ جس کی تشریح اوپر ہو چکی ہے۔ لہذا اس کے بعد مزید وضاحت بیکار ہے۔ اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ "اَلاَعمَالُ بِالنِّیَّات"

تمت شد

مرقوم ۱۲ر جولائی سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

بہ پیشگاہ فلک وقار شاہ ذیجاہ

شاہ حقیقت پناہ

بعد آستاں بوسی عرض ہے کہ ناچیز پر سرکار کے جو احسانات ہیں وہ ناقابل بیان ہیں نہ تو زبان میں اتنی طاقت ہے اور نہ قلم میں اتنا زور جو سرکار کے احسانات کا محاسبہ کر سکے۔ سرکار کی عطا کردہ مدت میں کافی غور و فکر کے بعد ناچیز اس نتیجہ پر پہنچا ہے جو الفاظ کا لبادہ اوڑھے ہوئے سرکار کے سامنے ہے امید کہ سرکار معاف فرمائیں گے۔

اسلام اور خصوصاً مذہب امامیہ میں ۱۰ محرم یوم عاشورہ کو جو اہمیت حاصل ہے سرکار اس سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ کام کبھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا جس کی ابتداء اس دن ہوئی ہو جو رسالتمآب کی گریہ و زاری کا دن ہے۔ وہ رشتہ نہ کبھی قائم رہ سکتا ہے اور نہ پھول پھل سکتا ہے جس کا اعلان اس دن ہوا ہو جس دن مدعت شعاروں نے لخت جگر رسیدۂ کونین کا رشتہ حیات قطع کیا اور نہ وہ مکان سرسبز و شاداب ہو سکتا ہے جس کی بنیاد بھی اس دن قائم کی گئی ہوں جس دن فاطمہ کے گھر کا چراغ گل ہوا ہے۔ یوم عاشورہ جس دن کہ گلشن رسیدہ کی کلی کلی غنچہ غنچہ خونی کفن پہنے ہوئے دریائے شہادت میں ڈوبا ہو کسی قسم کی دنیاوی منفعت کے لئے نیک فال ثابت نہیں ہو سکتا۔

دیگر۔ صحت کا جو عالم ہے وہ سرکار سے مخفی نہیں۔ وقفہ وقفہ سے درد گردہ جیسے امراض لاحق رہتے ہیں جس سے اس بات کا امکان ہے کہ امراض شدت اختیار کر لیں۔ زیادہ حد ادب خداوند ہمارے سرکار حق پرست کو صدہا سال بہ عزت و اقبال سلامت رکھے۔ بجاہ آل طہ و یٰسین (آمین)

خانہ زاد موروثی و پشتینی
محمد علی

المرقوم ۱۵؍محرم

نقل آمدہ از زندری باغ

بہ پیشگاہ فلک بارگاہ

خداوند نعمت بصد ادب عرض ہے کہ ہم دونوں نے غلام زادہ کو سرکار کی خدمت میں دے دیا۔ اور غلام زادہ کنگ کوٹھی مبارک میں ہی ہے نسبت، کا تعلق اسی سے ہے اس لئے کہ اس کی رفیق حیات بنیں گی۔ خدمت میں پیش کر دینے کے بعد ہمارا کیا تعلق رہتا ہے۔ پہلی مرضی تو پالنے پرورش کرنے والوں کی ہوتی ہے ہم تو کسی کام کے نہیں ہیں۔ مالک کی جیسی مرضی اور جیسی خوشی۔ ایک محمدؐ علیؑ کا ہی کیا ذکر ہے غلام کے اور اہلیہ کے لڑکی کے اور یتیم نواسوں کے سرکار ہی مالک و مختار ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ شکریہ ادا نہیں ہو سکتا چھوٹا منہ بڑی بات۔ الٰہی آفتاب دولت و عمر و اقبال درخشان باد بجاہ محمدؐ و آل محمدؐ۔ فقط

قدیم خانہ زاد موروثی و پشتینی
میر محمدؐ ذکی خوشنویس

مرقوم ۱۱ر محرم الحرام ۱۳۸۰ھ

نقل آمدہ از نذری باغ

احساس فرق مابین خوب و زشت

فرمایا اولادِ عہدہ داران کو چھوڑ کر (مقیم نذری باغ) کہ ان کے بڑوں کی حیثیت کچھ نہ کچھ زمانہ گذشتہ میں تھی اور اب ممکن ہے کہ انقلاب کی وجہ سے باقی نہ رہی ہو یا اس میں گھاٹا آیا ہو۔ دوسرے خانہ زادانِ نذری باغ (جبکہ چند کو مستثنیٰ کرتے ہوئے) کو اس کا احساس نہیں ہے کہ قسمت سے جو اونچی زندگیاں انکو نذری باغ میں ملی ہیں اس کے باوجود پھر اپنے جھونپڑوں کا خیال ان کے دل و دماغ سے نہیں گیا ہے کہ ذرا ذراسی بات کی وجہ سے یہ پھر وہاں بھاگنا (یعنے جانا) چاہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنا انکی موجودہ حیثیت (دورِ نذری باغ) کے منافی ہے۔ یا باعثِ توہین ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ پیدائش سے وہ جھونپڑوں میں رہے اور سن شعور کو پہنچے بعد نذری باغ کی ہوا کھائے۔ نظر بر آں اس خیال کا ترک کرنا ان کے لئے دشوار ہے۔

بقول ؎ "ماہما نیکہ چنان بود — ازان بود"

برخلاف اس کے اولادِ عہدہ داروں کا معاملہ دوسری نوعیت کا ہے۔ لہذا اگر گاہ گاہ وہ اپنے بڑوں کے گھر کی طرف راغب ہونے تو چنداں نئی چیز نہیں بلکہ اپنی جگہ کچھ نہ کچھ درست سمجھی جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ دُنیا میں نشیب و فراز موجود ہے یعنے یہ ایک دوسرے میں ضم نہیں ہوئے ہیں۔ بلکہ جُدا جُدا ہے۔ بمصداق کہ ہمیشہ گلاب کا درخت باغ میں لگایا جائے گا اور ببول یا املی کا درخت جنگل میں کہ دونوں کی قسم علٰحدہ ہونے سے مساوی نہیں ہوسکتے اور رنگ و بُو میں بھی مختلف ہیں ایک خوشنما دوسرا بدنما۔

مکرر اس زمانہ میں فارسی نوحہ سمجھنا مشکل ہے چہ جائیکہ عربی نوحہ۔ لہذا نذری باغ کے خانہ زادوں کو کہدیا ہے کہ آیندہ سے دیوڑہی کے مجالس میں نہ پڑھا جائے کہ اس کے سمجھنے والے اب دُنیا میں باقی نہیں رہے ہیں۔ البتہ علی حسین کے متوفی نانا کی ماتمی جماعت پڑھا کرتی تھی جس کا زمانہ اب ختم ہوچکا ہے۔ لہذا ہم کو زمانہ کا ساتھ دینا ضروری ہے۔ خلاصہ یہ کہ صرف فارسی کے نوحے پڑھے جائیں جو ہر طرح کافی ہیں۔

نکتہ۔ وہ خانہ زادان جن کے بڑے خاندان نظام کے قدیم نمکخوار تھے علاقہ بیسرم و گولکنڈہ ان کو یہ شرف حاصل ہے۔ وابستگی کا بالمقابل دوسرے چند خانہ زادوں کے جو کہ اس تعریف میں نہیں آسکتے ہیں لہذا یہ فرق مابین ہمیشہ رہے گا۔ گو نذری باغ میں سب کی حیثیت مساوی ہے۔ اور ایک کشتی کے سوار ہیں۔

مرقوم ۸ر جولائی سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

بہ سلسلۂ مضمون شائع شدہ در نظام گزٹ
زیر عنوان "غیر متاہل خانہ زادان نذری باغ"
(مورخہ ۵ جولائی سنہ ۱۹۶۰ء م ۱۰ محرم الحرام سنہ ۱۳۸۰ھ)

فرمایا وہ عبارت جو تحت مکرر لکھی گئی ہے جن میں محمد علی پسر ذکی خوشنویس کی نسبت سے متعلق جو کچھ لکھا تھا۔ یہ پرچہ اخبار پہلے اسکے باپ کے دیکھنے کے لیے بھیجا تھا۔ اور اس کا تحریری جو جواب آیا تھا وہ اسکے بیٹے کے دیکھنے کیلئے بھیجا تھا (دربار دو اخانہ جہاں یہ اس وقت مقیم ہے) یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اس کا ذاتی کیا خیال ہے۔ کیونکہ اس تجویز نسبت کا معاملہ اوسکی ذات سے تعلق رکھتا تھا۔ چنانچہ اوس نے اسی بارہ میں جو معروضہ لکھکر میرے ہاں بھیجا ہے اور اس کے بعد میں نے آزادانہ طریقہ پر اسکا جو تصفیہ کیا ہے۔ یہ مضمون آئندہ پرچہ ملاپ میں آرہا ہے (بشمول نقول تحریرات ہر دو پسر و پدر) اسکو سب آزاد مشرب اصحاب غور سے دیکھیں جو بے جا فریقین مذہب اسلام کی طرفداری کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ بجز کلمۂ حق کہنے کے۔ جسکی وجہ سے انکا کردار بلند و نمایاں ہے۔ لہذا سر دست جو کچھ لکھا ہے اس پر اکتفا کرتا ہوں۔ بہرحال اسکی حد تک معاملہ ختم ہو چکا ہے۔ اور بر وقت فاطمہ بیگم لڑکی کیلئے دوسرا موزوں لڑکا تجویز ہوگا جو حیثیت میں بڑا ہوگا۔ جس کی جلدی نہیں ہے۔

بقول — دیر آید درست آید

مرقوم ۱۰ جولائی سنہ ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

کردار ہر دو برادر بشیر الدین و نذیر الدین

عہدہ داران پرائیویٹ اسٹیٹ نظام

فرمایا مجھے خوب معلوم ہے کہ زمانہ گذشتہ میں یہ ہر دو جب دیوانی میں ملازم تھے تو ان کا ریکارڈ آف سروس وہاں اچھا نہیں تھا۔ اس کے بعد پولیس ایکشن جب ہوا تو یہ ہر دو وہاں سے وظیفہ پر علحدہ ہوئے۔ مگر محض پرورش کے خیال سے انکو مدد دینے کے خیال سے ہر دو کو اسٹیٹ مذکور میں ملازم رکھا گیا۔ مگر یہاں بھی جیسا کہ اطمینان بخش کام ان کا ہونا تھا وہ نہیں ہوا۔ اسکے سوا نذیر الدین کو عادت پڑ گئی ہے کہ ذرا ذراسی بات کی شکایت لیکر نذری باغ آتے خصوصاً کمیٹی انتظامی کے پریسیڈنٹ کی ہو یعنے دین یار جنگ کیا ان کے جانشین نواب علی صاحب کی۔ ... ہر دو کو متنبہ کیا ہے کہ اگر یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا تو پھر پرائیویٹ اسٹیٹ نظام میں بھی انکا رہنا دشوار ہو گا اپنے خدمت سے علحدہ کئے جائیں گے۔ لہذا حالات دنیا جو دگرگون ہیں ان پر نظر رکھکر ہر دو کو کام کرنا چاہیئے تاکہ نقصان نہ اٹھائیں اور نہ زمانہ گذشتہ کے واقعات کو سر میں جگہ دیں کہ یہ تقویم پارینہ بن چکے ہیں۔ لہذا کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے حرکات نازیبا کی وجہ سے اس کا اثر بد ان کی اولاد پر پڑے جو زیر سرپرستی نذری باغ ہیں۔ آخر میں یہ کہدینا بھی ضروری ہے تاکہ معاملہ صاف ہو کہ پرائیویٹ کمیٹی کا سینیر پوزیشن ہے جس کا فرض ہے کہ اپنے ماتحتین عہدہ داروں کے کام پر نظر رکھے یا اسکی تنقیح کرے۔ ورنہ وہ اپنے ادائے فرائض میں قاصر رہیں گے اور اس کی ذمہ داری ان پر عاید ہو گی۔

زیادہ۔ العاقل تکفیۃ الاشارہ

مرقومہ ۱۱/ جولائی ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

اعلان

(۱) موزوں نسبت حمزہ بیگم معمرہ ۱۸ سالہ دختر سابق ناظم پٹہ وصوبہ ارگلبرگہ (مقیم نذری باغ) بہ حیدر علیؑ معمر ۲۲ سالہ برادر خورد معین علیؑ (مقیم مدرسۂ عالیہ)

(۲) وموزوں نسبت محمودہ بیگم معمرہ ۱۷ سالہ دختر برادر لطف علیؑ (یعنی پدر معین علیؑ وقادر علیؑ) (مقیم محلہ پرنڈر گھاسٹ) بہ اکبر علیؑ معمر ۲۰ سالہ برادر خورد معین علیؑ (مقیم مدرسۂ عالیہ)

فرمایا یہ مضمون تفصیل سے جو لکھا ہے قابل دید ہے جو کہ آئندہ ہفتہ شیراز میں آرہا ہے جس کی داد غالباً صاحبان آزاد مشرب دینگے کیونکہ یہ آزادانہ رنگ میں ہے جسکی گواہی خود طرز تحریر دے رہی ہے بہرحال مذہب اسلام میں جو چیز جائز ہے وہ کسی حالت میں ناجائز نہیں سمجھی جاسکتی جو ساتھ ہی قید زمان ومکان سے آزاد ہے اور اسکی اہمیت مطابق حدیث نبویؐ جو ہے وہ متفقہ فریقین ہے۔ بہرحال مذہب اسلام کے یہ نازک مسائل ہیں جنکو سمجھنے کے لئے کافی علمی لیاقت اور پختہ عمر کی ضرورت ہے نہ کہ کم عمر یا کم علمی لیاقت کے لڑکے (جیسا کہ محمد علیؑ پسر ذکی خوشنویس ہے) جسکو مدرسہ کا اگر طالب علم کہا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا بلکہ ہر طرح موزوں ہے۔

دیگر دو ۲ لڑکے بعد عقد ماہ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ سے اپنے زوجگان کے ساتھ مدرسہ عالیہ کے میدان میں جو دو جدید تعمیر کردہ مکانات ہیں ان میں مقیم ہوں گے (قربت میں اپنے بڑے بھائی کے)۔

یہ لڑکے اور لڑکیاں سن رشد کو پہنچ چکے ہیں اور متاہل زندگی کے ہر طرح قابل ہیں۔

زیادہ۔ بہ طفیل امام کربلا زوجین کو یکجائی سازگار ہو اور ان کی زندگی کامیاب ثابت ہو۔ بعونہ وکرمہ۔

مرقوم ۱۲ر جولائی ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

بہ سلسلہ مضمون شائع شدہ امروزہ در نظام گزٹ

متعلق نسبت دو۲ اولاد عہدہ داران پرائیوٹ اسٹیٹ نظام

یعنے حیدر علے و اکبر علے (پسران نذیر الدین)

(مقیم مدرسۂ عالیہ)

فرمایا اسی سلسلہ میں یہ کہدینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ حمزہ بیگم دختر سردار نواز جنگ مرحوم سابق ناظم ٹپہ دصوبہ دار گلبرگہ کو اسکا بھائی جسکا نام ملک حسین ہے اور جو خانہ زادوں میں شریک ہے (اپنے چھوٹے بھائی نظام علی کیساتھ) جبکہ یہ ہر دو پہلے درجہ کے بدمعاش چھوکرے ہیں جو اپنے اعمال زبوں کیوجہ سے نذری باغ میں رہنے کے قابل نہیں تھے ان میں کا اول الذکر بھائی چاہتا تھا کہ اسکی بہن حمزہ بیگم کو ایک میسرم کے جوان کو دوں جسکا نام احتشام علی تھا جو یہ بھی خانہ زادوں میں شریک تھے غالباً اسوجہ سے کہ یہ دو بدمعاش لونڈوں کے درمیان دوستی یا میل ملاپ تھا جسکا ثبوت نذری باغ میں موجود تھا۔ درآنحالیکہ موخر الذکر بھی پہلے درجہ کا بدمعاش تھا جو نذری باغ میں رہنے کے قابل نہ تھا مگر ساتھ ہی اس کے ملک حسینؔ بیوقوف کو یہ خیال نہیں آیا کہ وہ ایسے الفاظ زبان سے کیسے نکالے گا جس سے اسکے مرحوم باپ کے پوزیشن کی توہین ہوتی ہو۔ بہرحال ہم نے جب اسکو سرزنش کی تو اسوقت اسکی آنکھیں کھلیں اور صحیح روشنی میں اس معاملہ کو دیکھکر سمجھا کہ اسکی کیا نوعیت تھی۔

۲ بہرحال نذری باغ کوئی ایسا کام نہ کرے گا جس سے قدیم نمکخواروں یا وابستگان کی اولاد کی بے عزتی ہوتی ہو ورنہ دنیا نذری باغ کے کاروبار کو اچھی نظر سے نہیں دیکھے گی یہ سمجھکر کہ یہاں ہر کام بلا غور و فکر اندھا دھند کیا جاتا ہے جس سے میرے گھر کی بدنامی ہوتی ہو۔ لھذا ان امور کا مجھے سدِ باب کرنا ضروری ہے درآنحالیکہ ایسے قماش کے بدکردار چھوکرے یہاں کئی آئے ہیں اور کئی گئے ہیں جس کی طرف کسی نے آنکھ بھی اٹھا کر نہیں دیکھا کہ یہ حشرات الارض تھے۔ جو کسی گنتی و شمار میں نہ تھے ــــ مرقوم ۱۳ر جولائی سنہ ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

نبیؐ کی مدح و ثنا دل سے جان سے نکلی | عجیب بحث بھی یہ این و آن سے نکلی
یہ کہتا جاتا ہے ذاکر بھی آج منبر سے | علیؑ کی مدحت زیبا بیان سے نکلی

(آمدہ از نذری باغ)

ترجمان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے — بیزرہ او تاہ حق آگاہ پیغمبر آغاز ہے
شیراز
ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

محکمہ حیوانات کیجانب سے خالص دودھ کی سربراہی

ڈائری ڈولپمنٹ افسر، محکمۂ حیوانات کے ایک پریس نوٹ میں بتایا گیا ہے کہ محکمہ حیوانات کیجانب سے یکم اگسٹ سنہ ۱۹۶۰ء سے، شہر حیدرآباد کے صارفین کو خالص اور جراثیم سے پاک و صاف دودھ سربراہ کیا جائیگا۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ ہمارے ملک میں دودھ اور گھی کی ندیاں بہا کرتی تھیں۔ جس دور کو رجعت پسند دور اور جاگیرداری نظام کہا جاتا ہے اس دور میں ایک روپیہ کو ایک سیر خالص مکہ کا گھی اور چار پیسے سکۂ حالی کو پاؤ سیر خالص دودھ ملا کرتا تھا لیکن آج اس روشن دور اور جمہوری نظام میں کھانے پینے کی کوئی چیز چار گنے اور تگنے دام دینے کے بعد بھی بغیر ملاوٹ کے نہیں مل سکتی۔ آجکل شہروں میں خالص دودھ حاصل کرنا تو جوئے شیر لانے کے برابر ہے اگرچہ ملاوٹ کے انسداد کے لئے قانون موجود ہے۔ ملک کے بہترین قانونی دماغوں نے جامع و مانع قانون بنائے ہیں لیکن نہ تو ملاوٹ کرنے والے ہی قانون کا احترام کرتے ہیں اور نہ حکومت کے عمال، خلاف ورزی قانون کی ترار واقعی نگرانی کرتے ہیں انسانوں کو جانوروں کی غذا دی جا رہی ہے اور قانون کے چلانے والے دیدہ و دانستہ خاموش ہیں۔ میٹھے تیل کے نام سے کڑوا تیل اور پامبارے کے بیجوں کا تیل علی الاعلان فروخت ہو رہا ہے اور خلاف ورزی قانون کی نگرانی کرنے والے تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ ملاوٹ کے خلاف صحافت اور عوام برابر چلا رہے ہیں لیکن قانون چلانے والے پنبہ در گوش ہیں۔ ملاوٹ کا کاروبار کرنے والے خود غرض اور انسان دشمن افراد کروڑوں انسانوں کو Slow Poison دے رہے ہیں شیر خوار بچوں اور بیماروں کو پوڈر کا دودھ، چربی کا گھی اور نقلی ادویات دئے جا رہے ہیں اور ملک کا محکمۂ صحت عامہ اور دوسرے متعلقہ محکمہ جات یا تو بے بس ہیں یا پھر جان بوجھ کر انجان ہیں۔ ان حالات میں محکمۂ حیوانات نے خالص دودھ کی حد تک جو پہل کی ہے

وہ ہر اعتبار سے ایک مستحسن اقدام ہے۔ بمبئی کی ملک کالونی اسکیم کی مثال ہمارے سامنے ہے وہاں کے تجربات سے اس سلسلہ میں کافی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے بمبئی میں حکومت کی نگرانی میں خالص اور جراثیم سے پاک دودھ کی سربراہی کی اسکیم ایک عرصہ سے کامیابی کے ساتھ چلائی جا رہی ہے اور دوسرے صوبہ جات بھی بمبئی کی مثال کو پیش نظر رکھتے ہوئے وسیع پیمانہ پر ڈائری فارم قائم کر رہے ہیں چنانچہ میسور میں حکومت نے دودھ کی سپلائی کے علاوہ شہد کی سربراہی کا انتظام بھی اپنی نگرانی میں لے لیا ہے

ہمارے شہر حیدرآباد میں ہر اچھے کام کی ابتدا تو ہو جاتی ہے حکومت بھی عوامی مفاد کے کاموں میں دل کھول کر پیسہ خرچ کرتی ہے لیکن چند دنوں کے بعد خود غرض، بد دیانت اور صرف اپنے مفاد کو عزیز رکھنے والے عناصر کی شمولیت سے ہر اچھی اسکیم ناکام ہو کر رہ جاتی ہے۔ سستے اناج کی دوکانوں ہی کو لیجئے۔ غریب عوام کے فائدہ کے لئے اچھی اسکیم ہے حکومت نے نیک نیتی سے اسکی ابتدا کی، حکومت نے لاکھوں روپئے کا مستقل نقصان برداشت کر کے سستے اناج کی دوکانیں قائم کیں لیکن اب بد دیانت اور خود غرض افراد کے عمل دخل کی وجہ سے یہ اسکیم ناکام ہوتی نظر آ رہی ہے حکومت کا منشاء غریب عوام کو فائدہ پہنچانا ہے لیکن اس سے غیر مستحق اشخاص مستفید ہو رہے ہیں

محکمۂ حیوانات کو ہمارا مشورہ ہے کہ اپنی اسکیم کو صحیح خطوط پر کامیابی کیساتھ چلانے اور شہریوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے کے لئے ڈائری فارم اور دودھ کے مراکز پر صرف دیانتدار افراد کو چن کر مامور کرے۔ اگر سوشیل تنظیموں یا سیاسی تنظیموں، محلہ واری کمیٹیوں یا بلدیہ وغیرہ کو اس کام میں دخل دینے کا موقع دیا گیا تو پھر عوام کو خالص دودھ کی بجائے دو نخالص دودھ ملنا شروع ہوگا اور ہمارے "قومی خدمتگذار" اور "سوشیل ورکرز" سرکاری بھینسوں کے دودھ کو شیر مادر سمجھ کر پی جایا کریں گے۔ ایک تو عوام بھی فائدے میں نہ رہینگے اور حکومت کو بھی نقصان ہوگا

ہمارا محکمۂ حیوانات دودھ کی سربراہی کے ساتھ ساتھ اگر اسی طرح مسکہ کی سربراہی کا انتظام بھی کرے تو موزوں ہوگا تاکہ عوام کو خالص دودھ کے ساتھ ساتھ خالص مسکہ بھی دستیاب ہو سکے۔

حضرت سکینہ بنت الحسینؑ

از مصور فطرت خواجہ حسن نظامی مرحوم

جب کربلا کا قتل عام ہو چکا جب امام حسینؑ بھی شہید ہو گئے جب رسول اللہؐ کے نواسہ کا خیمہ اکیلا رہ گیا اور وہاں کوئی رکھوالا باقی نہ رہا تو دشمنان دین یزیدی و کوفی خیمہ اہلبیت علیہم السلام کے اندر گھس گئے اور انہوں نے خیمہ کا اسباب لوٹ لیا انھوں نے رسول اللہؐ کے گھر کی عورتوں کے سروں سے چادریں بھی اتاریں انہوں نے بیکس عورتوں کو قیدی بنا لیا، انہوں نے امام حسینؑ کے بیمار لڑکے عابدؑ کے ہاتھ بھی رسی سے باندھ دیئے اور جب امام حسینؑ کی کم عمر معصوم لڑکی سکینہؑ کے ہاتھ رسی سے باندھنے لگے تو وہ بھولی بھالی ماری لڑکی ڈر کے مارے کونے میں چھپنے لگی اس نے اپنی پھوپی زینبؑ کی آڑ میں پناہ لینی چاہی گر ستمگر یزیدی باز نہ آئے انہوں نے یتیم بچی کو پکڑ لیا اسکے دو تین طمانچے مارے سکینہؑ طمانچے لگنے سے کانپنے لگی اس نے خونی کو فیوں کو ڈرتے ڈرتے دیکھا اور دونوں ہاتھ پھیلائے اور کہا ”اچھا اچھا مارو مت لو باندھ لو اب نہ مارنا کیا اب پھر مارو گے میں تو رسی سے ہاتھ بندھوائی ہوں میرے بابا جان تو مجھے پیار کیا کرتے تھے تم مارتے ہو۔ امی اماں مجھے بچانا، بابا جان کو بلانا بھائی علی اکبرؑ کو آواز دینا، دیکھو بھیا یہ مجھے مارتے ہیں انہوں نے میرے منھ پر طمانچے مار مار کر لال کر دیا۔ چچا عباسؑ بھی نہیں آئے جو گود میں اٹھا لیتے، پھوپی جان تم ہی کسی کو پکارو میرے ہاتھ ایسی زور سے نہ باندھو میرے ہاتھ دکھے جاتے ہیں میں کئی دن سے بھوکی پیاسی ہوں مجھے چکر آتا ہے“۔ یہ حسینؑ ابن رسولؐ کی بیٹی ہے یہ فاطمہؑ بنت رسولؐ کی پوتی ہے یہ پردیس میں لاوارث ہو گئی اسکو ظلم و ستم سے بچانے والا کوئی باقی نہ رہا۔ وہ دروازہ کو دیکھتی ہے کہ شاید باپ یا بھائی یا چچا یا کوئی غلام مدد کو آجائیگا مگر اسے کیا خبر کہ وہ تو سب باہر جنگل میں خون میں غرقاب پڑے ہیں اور آج کوئی اس بیکس کی مدد کو نہیں آسکتا ایک بیمار بھائی زندہ بچا ہے وہ بھی رسی سے بندھا کھڑا ہے ماں اور پھوپی کے ہاتھ بھی رسیوں سے باندھے جا رہے ہیں اور وہ بیچاریاں دم بخود روتی جاتی ہیں اور اپنے گھر کی حالت دیکھتی جاتی ہیں سکینہؑ کے حلق میں کانٹے پڑے ہوئے ہیں اس سے بات بھی کی جاتی اور غش چلا آتا ہے

رسول اللہؐ کے گھر والوں کی یہ بپتا دیکھو اس مصیبت کا نقشہ خیال میں جماؤ اور سوچو کہ حق اور سچائی کے لئے امام حسینؑ نے یہ سب کچھ برداشت کیا اور بتا دیا کہ اسلام کیسا سچا مذہب ہے جسکے رسولؐ کے نواسے نے اسلام کی سچائی کی خاطر ایسے ایسے دکھ سہے مگر حق بات کو نہ چھوڑا۔ تم بھی اسے پڑھنے والو جب ان غمناک واقعات کو پڑھو تو دل کو سمجھاؤ اسلامی دین سب سے اچھا ہے اور اسی کو قبول کرنا چاہیئے کیونکہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے اور اپنے بچوں کے خون سے دین اسلام کو قیامت تک کے لئے زندہ کر دیا

علامہ رشید ترابی کی ایک مجلس

خدا کی حمد وثنا اور محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود وسلام کے بعد

حیاتِ انسانی کا ایک مقصد اور واضح مقصد ہدایت ہے۔ ہدایت ناممکن جب تک ہدایت کرنے والا عادلِ حقیقی نہ ہو۔ بغیر عادلِ حقیقی خلقت انسانی کا مقصد کہ انسان صراط مستقیم کیطرف آگے بڑھے پورا نہیں ہوسکتا۔ ہدایت، منزل کی طرف نہیں ہوتی، راستے کیطرف ہوتی ہے۔ منزل وہی ہے جہاں سالک تھک کر بیٹھ جائے سالک کی منزل اضافی ہے سالک کی راہ مستقیم ہے لامحدود ہے۔ اس صراط مستقیم کیطرف ہدایت کرنے اور انسان کی خلقت کے مقصد کے لئے واجب الوجود نے رسول بھیجے۔ انبیاء کو مبعوث کیا۔ حق ہدایت تو اسی کو حاصل ہے لیکن انبیاء سے خطاب ہے کہ تم کو یہ حق دیا جاتا ہے کہ ہم حکم دیں، تم حکم کو انسانیت تک پہنچا دیں اسطرح کہ تم ہمارے قوانین و احکام کا آئینہ بن جاؤ۔ ابتداء آدمؑ، انتہا خاتمؐ یہ سلسلہ نیابت الٰہی اور سلسلۂ رشد و ارشاد و ہدایت اس طرح سے جاری رہا کہ علم کے معیار پر پیمانہ تھا۔ نبی علم خدا کا محافظ تھا پھر یہ سلسلۂ ہدایت اس ذاتِ گرامی تک پہونچا جسکی اُمت میں ہونے کا شرف آپ کو، ہم کو ہے۔ ادیانِ عالم پر ہمیں سبقت ہے کہ ہم خاتمؐ کی امت میں ہیں، ان لفظوں سے ایک نہایت اہم عنوان، نبوت صادقہ پر ہم بتدریج گفتگو کریں گے

کتنے ایسے شواہد ہیں جو اتفاق کررہے ہیں کہ کائنات میں موجودات ہیں، ایک ہی ایسی ہستی ہے جسپر خالقِ کائنات کو ناز ہے وہ انسانِ کامل واکمل ہے جو ہمارے سطحِ حیات میں صراط مستقیم دکھائی ایسا انسانِ کامل، اول سے جس کیلئے آغاز ہے اور ایک انجام ہے۔ آغاز یہ کہ کہا میری نماز عبادت زندگی اللہ ہی کے لئے ہے جو عالمین کا رب ہے میں پہلا مسلم ہوں، وہ پہلا مسلم جبکہ کائنات میں کوئی مسلم نہ تھا۔ اسلام پر ہے زمین و آسمان کا ہر ساکن، جو کچھ زمین و آسمان میں ہے چاند، سورج، کائنات کا ہر ذرہ، ہر شئے کی زندگی مسلمانی کے اعتبار سے مسلم ہے۔ یہ چاند تھا جو اول مسلم تھا کائنات نہ تھی نبی اول مسلم تھا۔ پہلا وہ مسلم ہے جسکے نور نے خلق ہو کے اپنے آپکو سپرد ذاتِ باری کیا۔ میری مرضی نہیں تیری ہے۔ اول المسلمین آغاز، خاتم النبین انجام۔ اگر کوئی تاریخ لکھنا چاہے تو یہ تاریخ احمدؐ ہوگی۔ اول المسلمین سے خاتم النبین تک۔ اولیت ہم نہیں جانتے کہ کس دن وہ اول ہے، آخری منزل بھی ہم نہیں جانتے کہ نبوت ختم ہوئی یا حقیقت محمدیہؐ ختم ہوئی۔ ہم دورِ ختمِ نبوت میں ہیں حقیقتِ محمدیہ باقی ہے کب تک باقی رہے گی معلوم نہیں۔ نہ آغاز معلوم نہ انجام معلوم، سفرِ حیاتِ ختمی مرتبتؐ ایک تاریخِ رحمت ہے اگر سمجھانا ہے تو آپکو جہل سمجھا نہیں سکتا۔ اسلئے کہ صحبت کے بغیر جلوہ ناممکن تاریخِ رحمت کو سمجھانا ہے تو بدون معلم ممکن نہیں۔

جن کے علم میں خداشناسی کی تعریف ہو آپ انہیں بغیر علم سمجھ نہیں سکتے، اگر پست ہے تو رسولؐ کی بلندی کا پا نہیں سکتے۔ بلندی، بلندی کو ظاہر کریگی

اس منزل پر اہم بنیاد متواتر ہوکر مستحکم ہو جاتی ہے۔ علم، علم رسولؐ جیسی بنیاد پر مقام خاتمیت ملا۔ ہمارا علم حصولی ہے نبیؐ کا علم حضوری ہے۔ ہم زانوئے ادب طے کرتے جاتے ہیں تب کہیں علم حاصل ہوتا ہے نبیؐ کو عالم نے علم دیا، خالق نے علم دیا۔ جہاں معلول کیطرف جاؤ گے علم ناقص ہوگا۔ لاکھوں معلول، کروڑوں معلول، کسی ایک معلول کو دیکھیے تو کسی نہ کسی نسبت سے علت سمجھ میں آئیگی۔ برقی روشنی کو دیکھا، مکان کو دیکھا، مکان کی نسبت سے علت سمجھ میں آنے کی کہ مکان بنانے والا ایسا ہوگا۔ معلول اجزاء کا علم ہے۔ جزء کل کی شناخت نہیں کر سکتا اسلئے معلول سے علت کی طرف علم حصولی سے لیکن ناقص۔ مگر جو علت کو پہچان لے تو کائنات کے معلول خود بخود اپنے آپ کو اسکی بارگاہ میں پہونچاتے ہیں۔ ذرہ ذرہ کو پہچاننا خود شناسی ضرور ہے لیکن معرفت ناقص۔ خالق کو پہچان کر تمام معلوم کرنا معرفت کامل ہے اشیاء خود سامنے حاضر موجود ہیں۔ ہیرا علم، علم حصولی۔ منزل ختم ہوتے ہی علم جو سرفراز کیا وہ علم حضوری تھا۔ ربّ العزت فرماتا ہے کہ ہم نے دیا، ہم نے بھیجا ہم نے انتخاب کیا۔ جب علم حضوری دیا تو تم خود حاضر، جو علت کو جانے معلول کو خود بخود پہچان لے، تم کو جانے کی ضرورت نہیں تم اپنی منزل پر اور ساری کائنات تمھارے سامنے

اے رسولؐ وہ کیا وقت ہوگا جب کہ ہر امت کا ایک شہید اور گواہی دینے والا محشر میں آئے گا۔ سارے شہیدوں پر تم بھی شہید ہو گے۔ ایک وہ شہادت کہ گلا تہہ خنجر آجائے ایک وہ جہاں اشیاء عالم علم حضوری میں آجائیں

تا کہ علم حضوری علت کو جان کر معلول کیطرف آرہے ہیں خالق کو پہچان کر مخلوق کی طرف آرہے ہیں علم حصولی و حضوری میں اہم فرق ہے علم حصولی وہ جہاں ایک علم کو دوسرے، دوسرے کو تیسرے سے کوئی لگاؤ ہر ربط معلوم نہو۔ انسان کا پتھر سے کیا ربط ہے، انسان کا ہواؤں سے کیا ربط ہے، انسان کا نباتات سے کیا ربط ہے؟ انسان کا حیوانات سے کیا ربط ہے؟ مجھے نہیں معلوم میں جزء سے کل کیطرف جا رہا ہوں جب تک کہ ربط اشیاء، ربط کائنات معلوم نہیں حلت و حرمت اشیاء کا حکم نہیں دیا جا سکتا اور وہی توڑ سکتا ہے جو ربط اشیاء کو بگڑتے ہوئے دیکھے درمیان میں کوئی اور حلال کو حرام کرنے کی کوشش کرے تو مقام خاتمیت سے واقفیت نہیں، بغیر وزن کے کوئی شئے نہیں۔ جس شئے کو جہاں رکھنا تھا عادل مطلق نے اسکے مقام پر رکھا خالق بہتر جانتا ہے کہ کونسی شئے کس مقام پر ہے۔ یہ وزن اشیاء کا علم، علم حضوری سے کسی انسان کامل کو عطا ہو جاتا ہے تو وہ جان سکتا ہے، پہچان سکتا ہے کہ کونسی چیز انسانیت کے لئے مضر ہے، کونسی مفید ہے، کونسی جائز ہے، کونسی ناجائز ہے اس منزل پر باوجود علم حضوری رکھتے ہوئے یہ کبھی نہیں کہے گا کہ یہ میرا حکم ہے بلکہ کہیگا۔ یہ خالق کا حکم ہے۔ پہونچانا میرا کام ہے، نیابت میں کر رہا ہوں، شریعت پر میں عمل کر کے دکھلانا چاہتا ہوں اب فکر اور بلند ہو رہی ہے تب تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا حکم ہے۔ کہتا ہے کہ خالق کا حکم ہے کوئی کہنے والا یہ کہکر بدل دے کہ میرا حکم ہے تو اسکے معنے ہیں کہ اس نے مقام خاتمیت کو نہیں پہچانا۔

اسلام میں حق تشریع فقط خدا کے لئے ہے۔ کہدو اے رسولؐ، اللہ کی طرف سے، تم چونکہ ربط عالم سے واقف ہو، علم حضوری دیا گیا ہے۔ انسانیت کے لئے ہدایت کی نیابت

تم کو عطا ہوتی ہے، تم نبیؐ ہو، تم نے جس چیز کو حلال کیا قیامت تک حلال، کسی کی مجال نہیں کہ عہد ختم نبوت میں رہتے ہوئے سنہ ۱۲ھ ہو سنہ ۱۹۶۰ء ہو جب تک دور ختم نبوت باقی ہے حلال محمدؐ کو حرام کر دے اور حرام محمدؐ کو حلال کر دے یہ فقط محمدؐ ابن عبداللہ کا حکم نہیں اللہ کا حکم ہے اگر کسی نے ایسا کیا تو پھر کہوں گا کہ اس نے مقام خاتمیت کو نہیں پہچانا۔

اگر یہ کہا جائے کہ اجتہاد کریں گے

اجتہاد ملت کے لئے مبارک، لیکن معصوم کی نص کی بنیاد پر ہو اور معصوم کے ربط خیال کے موافق ہو۔ اجتہاد کی بنیاد اطاعت معصوم ہے معصوم کی مخالفت میں اگر کوئی خطائے اجتہادی ہو تو وہ خطائے اجتہادی نہیں شرک ہوگا۔ خطائے اجتہادی یقیناً اجتہاد میں ممکن ہے۔ خطا کا امکان ہے اسلئے کہ علم حصولی پر جا رہا ہے اور معصوم کے حکم کو سمجھنے میں غلطی کر رہا ہے اس نے معصوم کے نص کے خلاف اجتہاد باطل۔ اسلئے جو منزل ختم سے حلال، قیامت تک حلال اور جو حرام، قیامت تک حرام اسکو علم حضوری، علم ربط اشیاء حاصل ہے۔ ہزاروں علوم سے واقف ہوکر منزل ہدایت پہ آیا ہے۔ ملت اسلامیہ کا تمدنی ان ہی تین ادوار تک محدود۔ تین دور، ایک دور تشریع، ایک تدوین، تیسرے اجتہاد۔ دور تدوین علم پیغمبر کی حفاظت، دین کی حفاظت، شرع کی حفاظت کا دور ہے۔ حفاظت وہی کرے گا جو خود محفوظ ہو، اسلئے دور تشریع و دور تدوین بغیر وجود معصوم کے ناممکن۔ دور تشریع سنہ ۱۳ھ سے اگرچہ اسکا آغاز ہو چکا تھا لیکن (۲۳) برس کا زمانہ گذارنا اور انتظار کرنا پڑا۔ دور تدوین سنہ ۱۱ھ سے سنہ ۲۶۰ھ تک اسکے بعد دور اجتہاد۔

لیکن دور تشریع وہ ہے کہ معصوم صاحب وحی ہو۔ دور تدوین وہ کہ معصوم نقل وحی کرے، دور اجتہاد وہ کہ معصوم کا وجود لازم بطور لازم نہیں۔

حق تشریع اسلام میں فقط ذات واجب کے لئے ہے ہدایت اسی کی طرف سے، انسانیت کو صراط مستقیم پہ پہونچانا اسی کا کام، صلاحیتوں میں فرق ہے۔ میرا علم حصولی، انکا حضوری انکی دعائیں رد نہیں ہوتیں، میری دعا ہمیشہ ریا، کی آمیزش کی وجہ سے غیر محفوظ۔ جب آواز دی ہدایت فرما، دعا قبول۔ محمدؐ ابن عبداللہ بڑھے، معرفت الٰہی لامحدود نہ مطلوب محدود نہ طالب کی طلب محدود۔ ماعرفناک حق معرفتک اور برابر دریائے معرفت الٰہی میں آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اس بلندی پر سے تشریع کا اعلان۔ جس بلندی سے تشریع کا اعلان ہے اسی بلندی سے شرع کی حفاظت ہو ورنہ تشریع و تدوین میں زمین آسمان کا فرق ہو جائے گا اسی بلندی سے تدوین بھی ہو منزل ختم نبوت پہ مسلسل آگے بڑھ رہے تھے اسیطرح حفاظت کرنیوالے بھی آگے بڑھ رہے تھے۔ مرگ، وسن، جست، ہجرت سوئے دوست۔ ہجرت کو دیکھئے، ترک عالم کو دیکھئے، ہجرت سوئے دوست کو دیکھئے۔ اسی ارتقاء کی منزل سے حفاظت کامل تھی یہ وہ تذکرہ ہے جسکا ذکر کرتے ہوئے ہم فخر محسوس کرتے ہیں اور وجد کرنے لگتے ہیں

ایسا شارع اور ایسا محافظ۔ شارع نے مکہ کو چھوڑا مدینہ کے لئے محافظ نے مدینہ کو چھوڑا طالب محبت کے لئے جب تک ان رگوں میں محمدؐ کا لہو باقی ہے اسوقت تک حلال محمدؐ حرام ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے، شریعت میں تغیر کو برداشت نہیں

کر سکتے۔ مقامات تشریح مقصود ہے

طفلان نازنین جگر گوشۂ خلیل
بنگر نیاز عشق کہ دل بند بوتراب

یہاں دینا آتا ہے۔ یہاں نیاز کی منزل ہے۔ مدینہ سے نکلتے وقت ہی شہید ہیں۔ کربلا پہنچ کر شہادت ظاہری کی تکمیل ہوتی ہے۔ حسینؑ آخری وقت بہن سے فرما رہے ہیں۔ ہمارا کام تھا مدینہ سے کربلا تک آنا۔ بہن تمہارا کام ہے اب کربلا سے کوفہ، کوفہ سے شام اور شام سے مدینہ جانا۔ احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے وہ خطبۂ غرا ارشاد فرمایا کہ دنیا نے دیکھ لیا۔ آخر رہائی کا حکم ملا۔ زینبؑ نے بھتیجے سے فرمایا سید سجادؑ سیدھے مدینہ نہ جانا۔ مجھے جا کر بھائی سے کہنا ہے کہ میں نے کیا خدمت انجام دی ہے۔ اس راستے سے چلو جس پر زمین کربلا واقع ہے۔ جابر ابن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ صفر کی ۲۰ تاریخ تھی کوئی سال ہو سنہ ۶۱ھ کہ سنہ ۶۲ھ جابر نے بھائی سے کہا جابر بہن قید سے چھوٹ کر آ رہی ہے بچوں کو اسیر دیکھ کر آ رہی ہے کہنا جابر، بھائی نے استقبال کو بھیجا ہے۔

دربار حسینی میں مجالس عزا

ہر روز بوقت شب دربار حسینی موقوعہ اندرون دیوڑھی نواب باقر نواز جنگ مرحوم حویلی قدیم میں مجالس عزائے حسینؑ منجانب ایرانیان مقیم حیدرآباد و سکندرآباد برپا ہو رہے ہیں۔ عمدۃ الواعظین آقای شیخ محمد منتظری جویبرد (ایران) کے ایک عالم اور فاضل متبحر میں مخاطب فرما رہے ہیں آقای موصوف چند روز اور حیدرآباد میں مقیم رہیں گے اگر آپ نے آقای موصوف کی خطابت نہیں سنی ہے تو آج ہی کوشش کیجئے کہ آپ کی خطابت میں فقہ بھی ہے اور اصول بھی ہے۔ معانی بھی ہے اور بیان بھی ہے۔ آپکی خطابت میں نہ صرف کشش ہے بلکہ اثر بھی ہے آپ کی خطابت میں جو جوش ولائے مولی الکونین ابوالحسنینؑ پایا جاتا ہے وہ سب سے زیادہ قابل قدر ہے

آپ مدینہ ہوٹل میں آقای حسینؑ نابلد کے یہاں [illegible]

مجلس سالانہ

۲۳ محرم سنہ ۱۳۸۰ھ روز دوشنبہ شام کے ۸½ بجے بلا انتظار پابندی وقت مقرر ہے

نیا مرثیہ حضرت قاسمؑ ابن حضرت امام حسن علیہ السلام

میرے والد جناب باقر رضوی صاحب امانت خانی گوش گزار سامعین فرمائینگے

اہل ذوق حضرات سے التماس ہے کہ بروقت تشریف لا کر خوشنود ہوں اور مجھے ممنون و متشکر فرمائیں

(ملتمس)

میر محمد صادق رضوی امانت خوانی

پتہ: دیوڑھی نواب عنایت جنگ [illegible]

نوٹ: مجلس ٹھیک ۸½ بجے شروع ہوجائیگی

بروقت تشریف آوری سے مکمل مرثیہ سماعت فرمایا جاسکے گا

حسینی سبیل اور ہم

از سید ناصر حسین صاحب رضوی بی۔ اے

عاشورہ محرم سنہ ۱۳۸۰ھ کو سبز رنگ کا ایک کارڈ ملا جس پر حسب ذیل عبارت طبع تھی

از کربلا

خصوصی پیام امام مظلومؑ

جمعہ ۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ وقت عصر

اپنے دوستوں کے نام

شیعتی ما ان شربتم ماء عذب فاذکرونی

اے میرے شیعو جب کبھی تم ٹھنڈا پانی پیا تو مجھے یاد کرلینا

او سمعتم بغریب او شہید فاندبونی

اور کسی غریب الوطن یا شہید کا حال سننا تو مجھ پر بین کرنا

تقسیم کنندہ

سید چراغ علی دارالشفاء

حسینؑ مظلومؑ کا یہ پیام صرف سنہ ۶۱ھ کو نشر ہو کر ۱۰ محرم سنہ ۱۳۸۰ھ ہی کو ہم کو نہیں مل رہا ہے بلکہ حسینؑ کا یہ پیغام جلتی ہوئی زمین اور تپتے ہوئے آسمان کے درمیان ۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ کو ایک ہولناک فضا میں پھیلا تھا اور اس وقت سے اب تک یہ فضا میں موجود ہے جس کو گوش شنوا نصیب ہوا اس نے یہ پیغام سن لیا۔ خدا توفیقات میں اضافہ کرے تقسیم کنندہ پیام سید چراغ علی صاحب کے کہ انہوں نے صفحہ قرطاس پر مومنین حیدرآباد کے سامنے پیش کر دیا

افوہ! کیا بلا کی گرمی تھی کربلا کے میدان میں عاشور کے دن اتنی گرمی کہ جانور بھی تاب نہیں لا سکتے تھے اور عمر ابن سعد نے حکم دیا تھا کہ اسکے گھوڑوں کے سموں پر پانی بہایا جائے تاکہ وہ تازہ دم رہیں اور جب جانوروں کے ساتھ اسکا یہ حال تھا تو اسکے سپاہی کتنے سیر و سیراب نہ ہونگے۔ ایک طرف تو یہ تازگی اور خوشحالی اور دوسری جانب خیمہ ہائے حسینؑ اور لشکر امامؑ میں تین روز سے پانی بند تھا۔ اطراف میں خندق کھود کر حفاظت کیلئے جو آگ روشن کی گئی تھی اسکی تمازت علحدہ تھی اور شعلہ زا آفتاب اور ریگستان کی آتش خیز گرمی الگ۔ اور مصیبت بالائے مصیبت یہ کہ میدان کارزار گرم تھا ایک ایک جاں نثار و فدائے حسینؑ غریب شوق شہادت میں پورے جوش و خروش کے ساتھ جاتا اور میدان جنگ میں جام شہادت نوش کرتا اور وہاں سے اسکی نعش خیمہ کے سامنے آتی اور بیبیوں اور بچوں میں کہرام مچتا۔ اندازہ کیجئے بیبیوں اور بچوں کے اس صدمے کا جو اپنے عزیزوں کی نعشوں کو زخموں سے چور اور خون آلود دیکھ کر ہوتا ہوگا۔ ان کیفیات میں تین روز کی بھوک پیاس معمولی چیز نہیں تھی بڑے سے بڑے باہمت اور بہادر شخص کا جگر آب ہو جائے اور دماغ دہواں بن کر اڑنے لگے اور ہوش و حواس غائب ہو جائیں۔ لڑنے اور مرنے کی طاقت ایک طرف اٹھنے بیٹھنے کی سکت بھی باقی نہ رہے مگر حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کی حق و صداقت و استقامت اور شوق لقائے باری میں وہ شدت تھی کہ ہر مجاہد میدان جنگ میں آکر راہ گم کردہ اشقیا سنگین دلان کو ہدایت کی تلقین کرکے تحفظ امامؑ کیلئے جنگ کرتا اور کافی اشقیا کو واصل جہنم کیلئے خود واصل

اور جب سب القاء عزیزان اہلبیتؑ بھوک، پیاس، گرمی، مصیبت، غم، درد اور کرب و بلا کی کیفیات سے گذر کر کربلا کی جلتی ریت پر سو گئے تو ایک ننھے سے مجاہد نے بھی اپنے جھولے میں انگڑائی لی اور تھک کر میدان میں آگیا اس ننھے سے مجاہد نے بات کرنے کے لئے ابھی زبان کھولی نہ تھی لیکن سینہ میں ایمان سے معمور دل اور منہ میں حق کی زبان رکھتا تھا اس نے ان انسانیت سے بیگانہ درندوں کے سامنے حق شناس زبان کو جسے اہل شر کی سنگین دلی نے خشک کر دیا تھا ہونٹوں پر پھیر کر بتلایا کہ دیکھو میں پیاسا ہوں اور رسولؐ کے نواسے کا بیٹا ہوں لیکن ان رسولؐ کا کلمہ پڑھنے والوں نے اسکی پیاس یوں بجھائی کہ ایک تیر سہ شعبہ سے اس ننھے مجاہد کا گلا چھید دیا اور جب یزید یا کا سب سے کمسن سپاہی بھی ظلم کا نشانہ بن چکا تو رسول خداؐ کا فرزند اور شبیہ خداؐ کا دل بند بہ نفس نفیس تنہا میدان میں آیا خیموں سے بچوں کی آواز العطش بلند تھی حسینؑ نے ایک یادگار خطبہ ارشاد فرمایا۔ وہ حسینؑ جس نے صبح سے داغ پر داغ سہے تھے جس نے راہ حق میں اپنا بھرا گھر لٹا دیا تھا اتمام محبت کیخاطر اعدائے دین سے پانی طلب کر رہا ہے اور جب ادھر سے مایوس کن جواب ملا تو اپنی مظلومی اور معرکہ آرائی جنگ کے پہلے یہ پیام قیامت تک آنے والے اپنے دوستوں کے نام فضا میں نشر کیا کہ اے میرے شیعو! جب تم ٹھنڈا پانی پینا تو میری پیاس کو یاد کر لینا۔ حسینؑ کی یہ آواز فضائے بسیط میں گونجی اور ہمیشہ کے لئے قائم ہو گئی۔ اب اس آواز کو ہر وہ شخص سن سکتا ہے جسکے دل میں حسینؑ کی محبت کا ریڈیو چالو ہو۔ اسلئے کہ آجکی سائنس کی دنیا نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ آوازیں اس فضائے بسیط میں محفوظ رہتی ہیں اور وہ آلہ جسے ریڈیو کہتے ہیں اثری لہروں کے ذریعہ ان آوازوں کو اپنے میں جذب کر کے نشر کرتا ہے تو یقیناً حسین مظلومؑ کی آواز بھی موجود ہے اور سنی جا سکتی ہے اور جب حسینؑ کی یہ آواز محبان حسینؑ نے سن لی تو ان پر کیا فرض ہوتا ہے؟ اگر وہ زمانہ ہوتا جبکہ علی الاعلان نام علیؑ و حسینؑ کا ہر کرنا جرم کہلاتا تھا تو خیر ٹھنڈا پانی پی کر وہ "صلوات اللہ علی الحسینؑ" اور "عطش منی" کو یاد کرتا۔ مگر آج جبکہ آزادی کا زمانہ ہے اور ہر قوم اپنے بزرگوں اور مشاہیر کی یادگاریں قائم کر کے دنیا کو ان سے روشناس کرانے کی کوشش کرتی ہے۔ شیکسپیئر کا مکان، جانسن کا قلم اور حضرت عیسےٰؑ کے گدھے کے سُم کو محفوظ اور ہر سال اسکی نمائش کر کے دنیا کو انکے علم و عمل سے واقف کرایا جاتا ہے تو یقیناً محبان حسینؑ کا بھی یہ فرض ہو جاتا ہے کہ نہ صرف پانی پی کر حسینؑ کی پیاس کو یاد کریں اور ان کے نام پر صلوات جاری کریں بلکہ حسینؑ مظلوم کی پیاس سے اہل عالم کو روشناس کرانے کے لئے جا بجا آب سرد کی سبیلیں قائم کریں۔ شیعیان حیدرآباد میں اسوقت اگرچہ کم لیکن پھر بھی قابل لحاظ تعداد ایسے دولتمندوں کی موجود ہے جنکے لئے بہت آسان ہے اگر وہ پورے شہر حیدرآباد میں ہر جگہ نہیں تو کم از کم اپنے مرکزی محلوں میں جدید وضع کی ٹھنڈے پانی کی سبیلیں دوامی طور پر قائم کریں۔ جب میں نے یہ تحریک اپنے عزیز دوست مولوی مرزا احمد صاحب کے سامنے رکھی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر ایسی کوئی سبیل قائم کیجائے تو سب سے پہلے میرا عطیہ دو سو روپے کا ہوگا۔ میں یہاں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مرزا احمد صاحب کوئی بڑے دولتمند نہیں اور سرمایہ دار نہیں ہیں البتہ انکے دل میں حسینیؑ ریڈیو لگا ہوا ہے اور اس آواز سے وہ متاثر ہیں۔

اسلئے اپنے امامؑ کے حکم کی تعمیل میں سب کچھ نثار کرنے کو تیار ہیں اس لئے ہر وہ مومن اور مومنہ جسکا دل حسینؑ کی اس آواز کو سن رہا ہے اسکا فرض ہو جاتا ہے کہ اپنے حسن عمل سے اس آواز کی عزت اور عظمت کرنے اور حسینی سبیلیں قائم کر کے دنیا کو یہ بتلائیں کہ ہم اپنے اس مظلوم آقا کے نام پر پانی پلاتے ہیں جسکو پیاسا شہید کیا گیا

اس تحریک کی صورت گری کے لئے مناسب ہوگا اگر کوئی ادارہ اس کام کو اپنے ذمے لے لے اور عطیے جمع کر کے سب سے دار الشفاء کی عمارت کے سامنے یا اسی عمارت کے کسی کمرے میں ایک اس قسم کا ٹھنڈے پانی کا سبیل قائم کرے جیسے ریذیڈنسی کے سامنے جدید وضع کا تعمیر کیا گیا ہے۔ "یادگار عطش حسینؑ" کے قیام کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ ہر مومن اور مومنہ دل کھول کر حصہ لے سکا اور اگر ایسا ہو تو ایک سبیل تو کیا شہر حیدرآباد میں کئی سبیلیں قائم ہو سکتی ہیں

سلام

از محمد عبد الغنی حامد

اک جلالی ایرن کران میں جب بجھ گئے حسینؑ	دم بخود تھے دیکھ کر منظر یہ اعدائے حسینؑ
ظلم و استبداد کی بنیاد ڈھانے کے لئے	کربلا میں جان دینے پہ اتر آئے حسینؑ
انقلابات جہاں ان کو ڈرا سکتے نہیں!	موت کی آغوش میں پلتے ہیں شیدائے حسینؑ
کربلا کو اک مقام حق بنانے کے لئے	شمع بن کر سا تھ پروانوں کو لائے حسینؑ
لاکھ کوشش کیجئے اور لاکھ پردے ڈالیے	چھپ نہیں سکتا کبھی دنیا میں شیدائے حسینؑ
کربلا کو رحمتوں نے لے لیا آغوش میں	رحمت عالم کی صورت بن کے جب آئے حسینؑ
مٹ گئے دنیا سے سارے دشمن آل رسولؐ	اور بڑھتے جا رہے ہیں روز شیدائے حسینؑ
کسقدر انسانیت کا تھا خیال و احترام	کربلا میں ہر شہید حق کے کام آئے حسینؑ
کر ہی دیتے ذبح ابراہیمؑ، اسمعیلؑ کو	تو نے روکا ہاتھ ان کا اے تمنائے حسینؑ

ناز دل پر اسلئے ہے حامد جانباز کو

"مورث غم دل میں ہے بیکر تمنائے حسینؑ"

مطبوعات موصولہ

مرر آف آندھرا پردیش (Mirror of Andhra Pradesh) سالنامہ۔ انگریزی۔ شری محمد علیخاں صاحب حسین کی ادارت میں شائع ہوا ہے۔ سرورق پر اعلیٰحضرت العالیہ کی خوبصورت تصویر شائع کی گئی ہے۔ اندرونی صفحات پر گورنر، وزراء اور مشاہیر کے فوٹو بلاک اور رادھا کرشنن، شری بھیم سین سچر، شری ڈی سنجیوا ریڈی کے۔ وی۔ رنگا ریڈی اور شری پرشوتم کے پانچ مختصر حالات زندگی شائع کئے گئے ہیں۔ یہ رسالہ آندھرا پردیش کے بارے میں ایک معلوماتی کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ آندھرا پردیش کی تعلیمی ترقی، صحت عامہ، معدنیات، بجٹ، ناگر جونا ساگر پراجکٹ مضامین سے اس رسالہ کی افادیت بڑھ گئی ہے۔ طلباء اور آندھرا پردیش کی سیاحت کرنے والوں کیلئے اسکا مطالعہ ضروری ہے۔ کاغذ اور طباعت اعلیٰ۔ قیمت ندارد۔ ملنے کا پتہ۔ (۱۹۲) ریڈ ہلز حیدرآباد

مجلس سالانہ

بتاریخ ۱۲ محرم الحرام سنہ ... شب کے ٹھیک (۱۰) بجے مجلس عزا منعقد ہوگی

(مقرر رہے)

آقای سید علی بمال حسینی لتیبتہ دی خیرآبادی فارسی نوحہ خوانی فرمائیں گے

مولوی سید اصغر حسین صاحب بیان فرمائینگے

بعد مجلس سواری علم مبارک حضرت سکینہ بنت الحسین علیہ السلام آگ پر سے گذرے گی۔ سہرا مبارک سید عابد حسین سوز خوان سرگروہ گروہ اصغری کے مکان واقع کھیت بالسٹی سے ... لایا جائیگا۔ حضرات مومنین با تمکین سے درخواست ہے کہ سہرا، مجلس عزا و سینہ زنی سے داعی کو ممنون فرمائیں۔ مستورات کیلئے زنانہ کے لئے پردہ اور لاوڈ اسپیکر کا انتظام کیا گیا ہے

قنبر علیؑ ولد رجب علیؑ شریک گروہ جعفریؑ

وکاظم علیؑ و ہاشم علیؑ ابنان قنبر علیؑ

مقام۔ الاوہ سرطوق مبارک دار الشفا مجلس بلا استطاعت ۱۲ بجے شروع ہوگی

(نوٹ) کرایہ سواری سے معاف فرمایا جائے



لڑکپن کی شجاعت

از سیدہ طاہرہ بیگم

حضرت علی علیہ السلام لڑکپن میں ایسے شجاع تھے کہ آپکی والدہ جنابہ فاطمہ بنت اسد سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ جب خانہ کعبہ میں علیؑ پیدا ہوئے تو میں نے ان کو قماط میں لپیٹا آپ نے اسے کھول کر پھاڑ ڈالا پھر دوسرے میں لپیٹا اسے بھی پھاڑ ڈالا پھر تیسرے میں لپیٹا اسے بھی قطع کر دیا۔ تب میں نے چار قماطوں میں جو پوستہ آہو سے تھے لپیٹا اور خوب مکرا کر باندھ دیا انھیں بھی پھاڑ ڈالا۔ تب پانچ قماطوں میں لپیٹا اور اوپر سے ایک چمڑے کا بھی باندھ دیا اور پھر ریشم کی ڈوری کے اور چمڑے کے تسمے سے ہاتھ پاؤں خوب کس کر باندھے اسوقت علیؑ نے ایک انگڑائی لی اور ایسا زور کیا کہ سب ڈوریاں ٹوٹ گئیں اور سب کپڑے پارہ پارہ ہوگئے اور بقدرت خدا گویا ہوکر فرمانے لگے کہ اے والدہ مہربان! آپ میرے ہاتھ نہ باندھیے

زرین اقوال

قابل شناس کی کثرت نہیں ہے برخلاف اسکے جاہل زیادہ ہیں جو لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں (سرکار علی نگاہ)

بلکہ کھلے رہنے دیجئے تاکہ میں اپنے ہاتھ دعا کے لئے آسمان کیطرف اٹھاسکوں۔

سوال وجواب

(محمد منان خاں — باغ امری)

سوال :- نفس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب :- نفس کی تین قسمیں ہیں :-

پہلے نفس امارہ ہے جسے نفس بہیمیہ بھی کہتے ہیں۔ وہ افعال قبیحہ فاحشہ کا حکم کرنے والا ہے جیسا کہ حق سبحانہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یقیناً نفس امارہ بدی کا حکم دینے والا ہے۔

دوسرے نفس لوامہ ہے جسے نفس سبعی بھی کہتے ہیں۔ جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے اور پھر متنبہ ہوتا ہے تو یہی نفس اسکو ملامت کیا کرتا ہے کہ کیوں تو نے یہ گناہ کیا اور کیوں تو نے اس عبادت اور طاعت خدا کو ترک کیا۔ کلام پاک میں خدا اس نفس کی قسم کھاتا ہے۔ لا اقسم بالنفس اللوامہ

تیسرے نفس مطمئنہ ہے یعنی نفس ناطقہ جو متصف بصفات کمال ہے اور بسبب پیروی عقل طاعت خدا و رضائے الٰہی پیدا ہے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور افعال قبیحہ کے ترک کرنے سے مطمئن رہتا ہے جیسے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اے اطمینان دلانیوالے نفس تو اپنے پروردگار کیطرف رجوع کر اس حال میں کہ تو اس سے خوش بھی ہے اور اس کا پسندیدہ بھی۔

یادِ ماضی

اگلے زمانہ کے اب نہ وہ حکیم ہیں اور نہ وہ طبیب جو قارورہ پر نظر ڈالتے ہی اسکے پورے اجزاء چاٹ جاتے تھے نبض دیکھکر مریض کے باپ دادا کا مرض بھانپ جاتے تھے اور کشتہ کھلا کر مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے

آجکل کے ڈاکٹروں کی تو یہ کیفیت ہے کہ مچھر اور مکھی سے گھبراتے ہیں، پسو اور چوہوں سے کانپتے ہیں، تشخیص کی یہ کیفیت کہ ڈاکٹر حیران ہیں کچھ بھی پتہ چلتا نہیں

مبتلا بیمار الذت دق ہیں ہے یا سل ہیں ہے

نبض کے بدلے بغل میں یا منھ میں تھرمامیٹر رکھ کر بخار کی تپش بتاتے ہیں۔ قارورہ کا چراغ جلا کر اسکی روشنی میں معدہ کے اجزاء ملاحظہ فرماتے ہیں اور وہ دوبارہ پکا انجکشن دیتے ہیں کہ جسم میں بجائے خون کے انجکشن کا مادہ جاتا ہے۔

اگلے زمانہ میں غذا اصلی، سستی اور کافی سے زیادہ ملتی تھی لوگ بیٹھے بیٹھے بکرا ہضم کر جاتے تھے اسوقت بکرے کے وہی دام تھے جو آج کل چوزے کے ہیں ذرب کھاتے تھے اور سانڈ بنے پھرتے تھے۔ اب دیکھو تو مصنوعی بھاجی، مصنوعی ترکاری، مصنوعی گھی، مصنوعی تیل، مصنوعی دودھ، مصنوعی مکھن کھاتے ہیں۔ تغذیہ برابر نہ ہونے سے خون پانی ہو جاتا ہے پھیپھڑے بیل مچھلی کی طرح سوکھ جاتے ہیں۔ نظر عینک کے اندر لٹکائی رہتی ہے اور قلب زمانہ کے انقلاب سے ماؤف ہوکر

قلا بازیاں کھاتا ہے اور بار بار یہ شعر گنگناتا ہے سہ

پہلے گھی سے بھاجی بنتی تھی اب بھاجی سے گھی بنتا ہے
پہلے عورت منتی تھی اب ساری عبادت منتا ہے

اسبابِ نحوست

(۱) جھوٹ بولنا	(۲) فقیر کو جھڑکنا
(۳) ماں باپ کو بُرا کہنا	(۴) بغیر بلائے دعوت میں جانا
(۵) اپنوں پر احسان نہ کرنا	(۶) مہمان کے آنے سے ناخوش ہونا
(۷) اپنی اولاد کو گالی دینا	(۸) امانت میں خیانت کرنا
(۹) مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا	(۱۰) اولاد پر سختی کرنا
(۱۱) استاد کی حقارت کرنا	(۱۲) بغیر دسترخوان بچھے کھانا کھانا



لڑکپن کی شجاعت

از سیدہ طاہرہ بیگم

حضرت علی علیہ السلام لڑکپن میں ایسے شجاع تھے کہ آپکی والدہ جنابہ فاطمہ بنت اسد سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ جب خانہ کعبہ میں علیؑ پیدا ہوئے تو میں نے ان کو قماط میں لپیٹا آپ نے انھوں نے پھاڑ ڈالا پھر دوسرے میں لپیٹا اسے بھی پھاڑ ڈالا پھر تیسرے میں لپیٹا اسے بھی قطع کر دیا۔ تب میں نے چار قماطوں میں جو پوست آہو سے تھے لپیٹا اور خوب مکڑا کر باندھ دیا انھیں بھی پھاڑ ڈالا۔ تب پانچ قماطوں میں لپیٹا اور اوپر سے ایک چمڑے کا بھی باندھ دیا اور پھر ریشم کی ڈوری سے اور چمڑے کے تسمہ سے ہاتھ پاؤں خوب کس کر باندھے اس وقت علیؑ نے ایک انگڑائی لی اور ایسا زور کیا کہ سب ٹوٹ پھوٹ گئیں اور سب کپڑے پارہ پارہ ہوگئے اور بقدرت خدا گویا ہو کر فرمانے لگے کہ اے والدہ مہربان! آپ میرے ہاتھ نہ باندھیئے

زرین اقوال

قابل شخص کی کثرت بیش ہے برخلاف اسکے بہادر زیادہ بیچ ہیں لیکر کے فقیر بنے ہوئے ہیں (سرکار حق آگاہ)

بلکہ کھلے رہنے دیجئے تاکہ میں اپنے ہاتھ دعا کے لئے آسمان کی طرف اٹھا سکوں۔

سوال وجواب

(محمد عثمان خان ۔ ...)

سوال :۔ نفس کی کتنی قسمیں ہیں ؟

جواب :۔ نفس کی تین قسمیں ہیں :۔

پہلے نفس امارہ ہے جسے نفس بہیمیہ بھی کہتے ہیں۔ وہ افعال قبیحہ فاحشہ کا حکم کرنے والا ہے جیسا کہ حق سبحانہ تعالے فرمایا ہے یقیناً نفس امارہ بدی کا حکم دینے والا ہے۔

دوسرے نفس لوامہ ہے جسے نفس سبعی بھی کہتے ہیں۔ جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے اور پھر متنبہ ہوتا ہے تو یہی نفس اسکو ملامت کیا کرتا ہے کہ کیوں تونے یہ گناہ کیا اور کیوں تو نے اس عبادت اور اطاعت خدا کو ترک کیا۔ کلام پاک میں خدا اس نفس کی قسم کھاتا ہے۔ لا اقسم بالنفس اللوامہ

تیسرے نفس مطمئنہ ہے یعنی نفس ناطقہ جو متصف بصفات کمالیہ اور بسبب پیروی عقل طاعت خدا و رضائے الٰہی پیدا ہے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور افعال قبیحہ کے ترک کرنے سے مطمئن رہتا ہے جیسے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اے اطمینان دلانے والے نفس تو اپنے پروردگا کیطرف رجوع کر اس حال میں کہ تو اس سے خوش بھی ہے اور اس کا پسندیدہ بھی۔

یادِ ماضی

اگلے زمانہ کے اب نہ وہ حکیم ہیں اور نہ وہ طبیب جو قارورہ پر نظر ڈالتے ہی اسکے پورے اجزاء چاٹ جاتے تھے نبض دیکھ کر مریض کے باپ دادا کا مرض بھانپ جاتے تھے اور کشتہ کھلا کر مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے

آجکل کے ڈاکٹروں کی تو یہ کیفیت ہے کہ مچھر اور مکھی سے گھبراتے ہیں، پسو اور چوہوں سے کانپتے ہیں، تشخیص کی یہ کیفیت کہ ڈاکٹر حیران ہیں کچھ بھی پتہ ملتا نہیں

مبتلا بیمارِ الفت دق میں ہے یا سل میں ہے

نبض کے بدلے بغل میں یا منھ میں تھرمامیٹر رکھ کر بخار کی تپش بتاتے ہیں۔ قارورہ کا چراغ جلا کر اسکی روشنی میں قطرہ کے اجزاء ملاحظہ فرماتے ہیں اور دوا دیا یا کیا انجکشن دیتے ہیں کہ جسم میں بجائے خون کے انجکشن کا مادہ رہ جاتا ہے۔

اگلے زمانہ میں غذا اصلی، سستی اور کافی سے زیادہ ملتی تھی لوگ بیٹھے بیٹھے بکرا ہضم کر جاتے تھے اسوقت بکرے کے وہی دام تھے جو آج کل چوزے کے ہیں خوب کھاتے تھے اور سانڈ بنے پھرتے تھے۔ اب دیکھو تو مصنوعی بھاجی، مصنوعی ترکاری، مصنوعی گھی، مصنوعی تیل، مصنوعی دودھ، مصنوعی مکھن کھاتے ہیں۔ تغذیہ برابر نہ ہونے سے خون پانی ہو جاتا ہے پھیپھڑے بیل کی طرح سوکھ جاتے ہیں۔ نظر عینک کے اندر لڑکھڑاتی رہتی ہے اور قلب زمانہ کے انقلاب سے منقلب ہو کر قلابازیاں کھاتا ہے اور بار بار یہ شعر گنگناتا ہے ؎

پہلے گھی سے بھاجی بنتی تھی اب بھاجی سے گھی بنتا ہے
پہلے عورت بنتی تھی اب ساری عبارت بنتا ہے

اسبابِ نحوست

(۱) جھوٹ بولنا	(۲) فقیر کو جھڑکنا
(۳) ماں باپ کو برا کہنا	(۴) بغیر بلائے دعوت میں جانا
(۵) اپنوں پر احسان نہ کرنا	(۶) مہمان کے آنے سے ناخوش ہونا
(۷) اپنی اولاد کو گالی دینا	(۸) امانت میں خیانت کرنا
(۹) مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا	(۱۰) اولاد پر سختی کرنا
(۱۱) استاد کی حقارت کرنا	(۱۲) بغیر دسترخوان کے کھانا کھانا

اسلام کے متعلق حکومت رُوس کی دورُخی

میونک۔ ۳۰ر جون۔ روسی علوم کے متعلق مقامی غیر سرکاری انسٹی ٹیوٹ کے صدر دفاتر کی طرف سے "بلیٹن" نامی ایک رسالہ شائع کیا جاتا ہے جس کی ایک حالیہ اشاعت میں بتایا گیا ہے کہ روس نے اسلام کے متعلق دورُخی پالیسی اختیار کر رکھی ہے۔ جہاں تک روس کے مسلم عوام کا تعلق ہے ان کے روبرو اسلام کے خلاف پراپگنڈا کیا جاتا ہے۔ اور جہاں تک مشرقی ممالک کا تعلق ہے وہاں اسلام کے حق میں پرچار کیا جاتا ہے۔ اس ادارے میں زیادہ تر وہ علماء کام کرتے ہیں جو روس کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ رسالے کے ایک مضمون میں بتایا گیا ہے کہ روسی پریس میں اسلام کے خلاف جو مضامین شائع ہوئے ہیں اور تاس نے روس کے مفتیوں کے جو بیانات نشر کئے ہیں وہ روس کی "دورُخی" کی واضح مثالیں ہیں۔ ادھر ۶ر مارچ کو آذربائیجان کے اخبار "بیکینسکی ربوچی" میں "اسلام کی رجعت پسندانہ نوعیت" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ادھر تاس نے سمندر پار کے اسلامی ممالک کے فائدے کے لئے اوفہ میں رمضان کی تقریب کے متعلق ایک پروگرام نشر کیا۔ مضمون میں اس رائے کا اظہار کیا گیا ہے کہ روسی مفتیوں کی امداد کے باوجود حکومت اسلامی ممالک کو یہ یقین دلانے میں کامیاب نہیں ہوسکی کہ روس اسلام کی جانب موافقانہ رجحان رکھتا ہے اور نہ ہی وہ اپنے ملک میں اسلامی عقائد کو نیست و نابود کرنے کے متعلق اپنی تحریک میں کامیاب ہوسکی ہے۔ مزید بتایا گیا ہے کہ حال میں روس کے اندر اسلام دشمن پراپگنڈے کا لب و لہجہ جتنا سخت ہوگیا ہے اتنا مابعد جنگ کے گذشتہ کئی برسوں میں کبھی نہیں ہوا تھا۔ کرغز کے ایک معلّم ایم زن بیف کے ایک مضمون کا حوالہ دیا گیا ہے جس کا عنوان ہے "خدا میں یقین نہ رکھو۔ یہ ایک فریب ہے"۔ مضمون میں روسی مصنف نے اسلام کے بارے میں یہ لکھنے کی جسارت کی کہ "وہ ایک ایسا مذہب ہے جس کی تعلیم سراسر رجعت پسندانہ ہے"۔ مشرق وسطی کے ممالک کو تیزی سے معلوم ہورہا ہے کہ روس کے اندر اسلام کے خلاف پراپگنڈا کیا جارہا ہے۔ مضمون کے آخر میں کہا گیا ہے "روس میں اسلام زور پکڑ رہا ہے"۔ یہ حقیقت اس امر سے عیاں ہے کہ غیر ممالک میں وقار گرنے کے باوجود حکومت نے اپنی مہم کو تیزی سے جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔

قطعہ

غنچہ ہر ایک رہا آج گُلِ تر بنکر
ابرِ نیساں کا بھی قطرہ رہا گوہر بنکر

کھنچی جاتی ہے یہی روز صفت بھی اُسکی
شیرِ غرّاں بھی رہا آج غضنفر بنکر

(آمدہ از نذری باغ)

تضمین برسلام مودت نظام فصاحت التیام شہزادہ والا شان معظم نواب جاہ بہادر شجیع بالقابہ الجلیلہ

از جناب فتح علی مرزا خان صاحب نسیم مچھلی بندر

غم میں سبط مصطفےٰ کے کون رو سکتا نہیں ‖ ہے وہ بدقسمت جو یہ موتی پرو سکتا نہیں
جب خیال آئے یہ غم انسان سو سکتا نہیں ‖ یاد سرور سے رہوں غافل یہ ہو سکتا نہیں
ہاتھ آئی ہے جو دولت اسکو کھو سکتا نہیں

جب حسینؑ منی قولِ احمدِ مختار ہے ‖ ان کی خوشنودی سے راضی ایزدِ غفار ہے
جن سے یہ بیزار ہیں اُن سے خدا بیزار ہے ‖ دامنِ جلاد کی اب شست و شو بیکار ہے
داغ ہے جو خونِ ناحق کا وہ دُھو سکتا نہیں

جو عزاداروں میں ہیں سبطِ رسول اللہ کے ‖ حشر کے دن وہ صلہ پائیں گے اِنکی چاہ کے
اشک ریزاں ہم ہیں غم میں فاطمہؑ کے ماہ کے ‖ خواب کیا آئے جو یاد آئیں مصائب شاہ کے
فرش پر کانٹوں کے انساں کوئی سو سکتا نہیں

پنجتن کا آسرا جب ہے تو پھر کیا خوف ہے ‖ راضی ہم سے کبریا جب ہے تو پھر کیا خوف ہے
مرتضیٰؑ مشکلکشا جب ہے تو پھر کیا خوف ہے ‖ ناخدا دستِ خدا جب ہے تو پھر کیا خوف ہے
میری کشتی کو کوئی طوفاں ڈبو سکتا نہیں

سچ ہے بیشک زیادہ مرتبے ہیں پائے اشک ‖ فہم انساں سے ہے برتر رتبۂ اعلائے اشک
کیا ہوا غم میں شہِ دیں کے اگر برسائے اشک ‖ رنگِ ماتم کیلئے ہو بارشِ خوں جائے اشک
دامنِ گل قطرۂ شبنم بھگو سکتا نہیں

بعدِ قتلِ سرورِ دیں بیبیوں کو دوستو ‖ لے چلے قیدی بنا کر دشمنِ دیں شام کو
جائے عبرت بے کسی شبیرؑ کی ہے مومنو ‖ شہ کے لاشہ پر ہو کوئی رونے والا یا نہ ہو
جوشِ غم سے آسماں کیا خوں رو سکتا نہیں

اے نعیم زار جب رحمت خدا کی ہے وسیع ‖ حشر کے دن ہوگی زہراؑ رونے والوں کی شفیع
دین و دنیا میں ترا رتبہ کرے خالق رفیع ‖ ذکر سے شبیرؑ کے تڑپا دیا تونے شجیع
یوں رگِ جاں میں کوئی نشتر چبھو سکتا نہیں

ایک اور نئے ذاکر کی حیدرآباد میں آمد

حیدرآباد:- گذشتہ پیشنبہ کو یزد (ایران) سے بذریعہ طیارہ آقای شیخ مہدی اسلامی مجالس عزا پڑھنے کے قصد سے وارد حیدرآباد ہوئے۔ طیران گاہ بیگم پیٹھ پر آقای سید علی رضا وزیری، آقای رحمت اللہ دانش، آقای علی آقا کاشانی، آقای عبدالصمد شکیبائی اور آقای ولی اللہ اخوان نے آقای موصوف کا استقبال کیا۔ آپ حیدرآباد میں گرانڈ ہوٹل یوسف بلڈنگ عابد روڈ میں مقیم اور آقای سید علی رضا وزیری کے مہمان ہیں۔

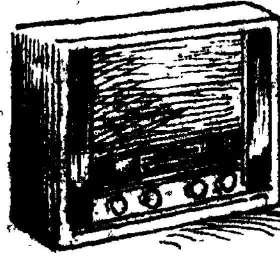
ایرانیان مقیم حیدرآباد و سکندرآباد کے عنایات سے دیکھا جا رہا ہے کہ گذشتہ چند سال سے حیدرآبادیوں کو برابر ہر سال اچھے اچھے ایرانی مقررین کے سننے کا موقع مل رہا ہے ہمیں توقع ہے کہ حضرت سید الشہداء ہمارے ایرانی بھائیوں کو ضرور اسکا اجر عطا فرمائیں گے

مجلسِ عزاء

حیدرآباد:- ۱۴ر محرم کو صبح کے (۹) بجے کوچۂ ایرانی میں منجانب نواب سید کاظم حسین صاحب واثق مجلس عزائے حسین برپا تھی۔ مومنین کی ایک کثیر تعداد مجلس عزا میں شریک تھی۔ جناب مولوی سید ضیاء الحسن صاحب مبلغ مدرسۃ الواعظین فرزند حجۃ الاسلام مولوی سید ابوالحسن الشہیر بہ میرن صاحب قبلہ طاب ثراہ نے فضائل و مصائب بیان فرمائے۔ ختم مجلس پر ایک خصوصی نشست میں بانی مجلس نواب سید کاظم حسین صاحب واثق نے اپنا تصنیف مرثیہ سنایا۔ سامعین میں قابل ذکر سید الشعراء نواب شہید یار جنگ بہادر بالقابہم تھے۔ سید الشعراء ہر مصرعہ پر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتے تھے۔ عزاداروں کے لئے دستر خوان نیاز بچھائے گئے۔ تقریباً دو بجے دن کے یہ مجلس اختتام کو پہونچی۔

(نامہ نگار خصوصی)

روحانی ریڈیو



ناشر :- مجذوب حیدرآبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے انکے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنیکی جرأت نہیں کر سکتے۔ ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہوجائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایکسٹرا نوری بیٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ روحانی قوالی اینڈ پارٹی سے اکبر الہ آبادی کی غزل سن رہے تھے جسکا مصرعہ تھا ؎

تبائیں کیا تمہیں اگسٹ کے بعد کیا ہوگا
پلاؤ کھائیں گے انگریز فاتحہ ہوگا

اب مشہور ماہر نجوم و واقف علوم، رمال صاحب کمال و عامل کامل علامہ شیخ فاضل عرف جھاڑو تا را۔ اطالوی صوفیوں کی پیشن گوئی ظہور قیامت پر تبصرہ فرمائینگے

علامہ شیخ فاضل :-

روحانی دنیا کے دوستو! صاحب "آتشکدہ" نے مشہور شاعر و ماہر نجوم انوری کے حالات زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ انوری نے محمود غزنوی کے دربار میں ایک مرتبہ پیش گوئی کی کہ فلاں تاریخ دنیا میں بادوباران کا ایک ایسا زبردست طوفان آئیگا کہ دنیائے اسلام کے لاکھوں آدمی ہلاک ہوجائینگے لاکھوں گھر بے چراغ ہوجائینگے۔

محمود غزنوی کے دربار میں انوری کے کئی مخالف تھے انہوں نے بادشاہ کے سامنے انوری کا مذاق اڑایا اور بادشاہ سے کہا کہ انوری کی بیان کردہ تاریخ بطور یادداشت لکھ لی جائے اگر اس مقررہ تاریخ پر طوفان نہ آئے تو انوری کو جھوٹی پیش گوئی کی سزا دیجائے غرض کہ انوری کی بیان کردہ تاریخ نوٹ کرلی گئی۔ متعینہ تاریخ آگئی لیکن اس دن اتنی ہوا بھی نہ چلی کہ جس سے ایک مٹی کا دیا گل ہو سکے۔ جب تاریخ مقررہ پر کوئی طوفان نہ آیا تو بادشاہ نے بھرے دربار میں انوری کو برا بھلا کہا اور محمود غزنوی کے مصاحبین اور درباری شعراء نے جی بھر کر انوری کا مذاق اڑایا۔ اس واقعہ کے تعلق سے انوری کی ہجو لکھی گئی چنانچہ ایک شاعر نے کہا ؎

باکاسہ الریاح تودانی و انوری

انوری نے بھی اس ہجو کا جواب لکھتے ہوئے "و" کو "نہ" سے بدل کر عجیب لطف پیدا کیا ؎

باکاسہ الریاح تو دانی نہ انوری

اس واقعہ کے بعد زمانہ گزر گیا نہ انوری باقی رہا نہ محمود غزنوی۔ لیکن بعد کے محققین اور مورخین نے تحقیق کے بعد اسکا انکشاف کیا کہ انوری نے جس تاریخ طوفان آنے کی

پیش گوئی کی تھی بہ ٹھیک وہی تاریخ تھی جس دن ہلاکو پیدا ہوا اور یہ وہی ہلاکو تھا جس نے اسلامی سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ لاکھوں ہی آدمیوں کو قتل کیا اور ہزاروں شہروں کو بے چراغ کر دیا۔ ان واقعات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انوری کی پیش گوئی ضرور حقیقت پر مبنی تھی۔ اُس کا نجومی حساب سچا تھا۔ اُسنے جس ممکن الوقوع حادثہ کو طوفان سے تعبیر کیا تھا وہ دراصل ہلاکو کی پیدائش تھی جو کسی طوفان باد و باراں سے کم نہ تھی۔

روحانی دنیا کے دوستو! انوری کے واقعہ کے پیش نظر اطالوی صوفیوں کے گرد گھنٹال سٹر برادر ایمان کی پیش گوئی کو غلط کہنا درست نہ ہوگا۔ بہت ممکن ہے کہ ۱۴ر جولائی کو کوئی ہلاکو صفات بچہ پیدا ہو اور وہ بڑا ہو کر دنیا پر قیامت ڈھائے یا بہت ممکن ہے کہ کوئی امید وارہ (مجلس بلدیہ کی امیدوارہ نہیں) ۱۴ر جولائی کو امید سے رہے اور ایک مقررہ مدت کے بعد ایک ایسے سپوت کو جنم دے جو دنیا میں قیامت برپا کرنے کا موجب بنے بہر حال یہ دنیا عالم امکان ہے اسمیں ہر چیز ممکن ہے اطالوی صوفیوں کی پیش گوئی چاہے سچی ہو یا جھوٹی لیکن اس پیش گوئی سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ جو لوگ آج کا کام کل پر چھوڑ دیا کرتے تھے وہ کل کا کام "آج" اور آج کا کام "ابھی" کرنے پر مائل ہوگئے ہیں۔ چونکہ لوگوں کو اپنی زندگی کا بھروسہ باقی نہیں رہا ہے اسلئے وہ چاہتے ہیں کہ اس جاتی دنیا کا آخری لطف رہ کر لیں۔ کیونکہ کل نہ تو منظر رہے گا اور نہ ناظر۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ اس چلتے ہوئے گھر کا بانسا ہی کھینچ لے۔ کیونکہ کل نہ تو بانس رہے گا اور نہ بجے گی بانسری۔ ہر شخص کی یہ خواہش ہے کہ اس بھاگتے ہوئے بھوت کی لنگوٹی ہی اتار لے کیونکہ کل نہ تو بھوت رہے گا اور نہ لنگوٹی۔ غرض کہ جس شخص کو جس فن میں مہارت حاصل ہے، جس کام سے اُسکو دلچسپی ہے وہ اپنا کام پوری مہارت اور دلچسپی کیسا تھ کل کی بجائے آج ہی انجام دے دینا چاہتا ہے۔ چنانچہ مرکزی حکومت کے (۲۰) لاکھ ملازمین جو ۱۴ر جولائی کے بعد بھی ہڑتال کر سکتے تھے لیکن کل کا کام آج کرنے کے نیک ارادے سے ۱۴ر جولائی سے قبل ہی ہڑتال کرنے پر مائل ہیں۔ ہمارے لیڈران قوم، جنکے متعلق اکبر الہ آبادی نے کہا تھا ؎

چو دُم برداشتم، لیڈر برآمد

اور ہمارے کھدر پوش کانگریسی نیتا جنکے متعلق کبیر داس نے پیش گوئی کی تھی ؎

مَن کالا، تَن اُجلا، بگلے کا سا بھیس
تو سے تو کاگا بھلا، اندر باہر ایک

اور ہماری مزدور تنظیموں کے کمیونسٹ رہنما، جن کے بارے میں کسی نے کہا ہے ؎

لیڈری کے لئے مزدوروں کو لڑواتے ہیں
ہند کا کھاتے ہیں اور روس کے گُن گاتے ہیں

غرض کہ یہ سب لیڈر، نیتا اور کامریڈ جو ٹھہر ٹھہر کر وقتاً فوقتاً، بالاقساط تقریر کرنے اور بیان دینے کے عادی تھے اب ۱۴ر جولائی والی قیامت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ایک ہی قسط میں ساری تقریر جھاڑ دینا چاہتے ہیں اور یکمشت

کل بیانات دے دینے پر مائل ہیں تاکہ کل قیامت آجانے کے بعد تقریر کرنے اور بیان دینے کی حسرت باقی نہ رہے چنانچہ جس اخبار کو اٹھا کر دیکھئے ان ہی نیتاؤں اور کامریڈوں کے بیانات اور تقاریر سے بھرا پڑا ہے۔ قسم قسم کے بیانات ہیں اور بھانت بھانت کی بولیاں۔ ایک کہتا ہے ہڑتالی حق بجانب ہیں دوسرا کہتا ہے غلطی پر ہیں۔ طرفہ یہ کہ دونوں کے پاس استدلال ہے۔ لطائف ہیں، اعداد و شمار ہیں، ٹھوس حقائق ہیں تائید کرنے والا بھی سچا اور تردید کرنے والا بھی۔ اجی اور تو اور ہمارے شہر حیدرآباد میں، بلدی انتخابات کی بارش میں جو مینڈک پیدا ہوگئے ہیں یعنی جو مقررین ابل آئے ہیں وہ بھی ۱۴؍ جولائی والی قیامت کے مدِ نظر اتنا ٹرّا رہے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ آج ٹرّا کر پھر کبھی نہ ٹرّائیں گے چنانچہ کل رات کا واقعہ ہے کہ کالی قبر کے قریب بلدیہ کی کسی منتخب شدہ امیدوارہ نے ایک ہز ماسٹرس وائس قسم کے کرایہ پر لائے ہوئے مقرر مقرر رات گئے تک ایسا ٹرّاتے رہے کہ محلہ والوں کی نیند اچاٹ ہوگئی۔ ان تقریر کرنے والے صاحب کا نہ تو "شین قاف" درست نہ تلفظ نہ لب و لہجہ۔ نہ تو ان کو مبتدا کا پتہ نہ خبر کی خبر۔ ہر دو منٹ کے بعد تکیہ کلام کے طور پر امیدوارہ کا نام لے رہے ہیں اور منہ سے جھاگ اڑاتے جارہے ہیں۔ جب تک ان مقرر صاحب کی زبانِ بے لگام نے چلنے سے انکار نہ کیا اور سماعت کرنے والوں کی قوتِ سماعی زخمی نہ ہوگئی وہ برابر ٹرّاتے رہے۔ ایک طرف ہمارے مقررانِ بے لگام کا یہ عالم ہے اور دوسری طرف ملک کے راشیانِ کرام قیامت آنے سے پہلے ہی یہ چاہتے ہیں کہ رشوت جسقدر بھی لے اور جہاں سے بھی لے حاصل کرلیں وہ رات دن یہ شعر گنگناتے رہتے ہیں اور بہتی گنگا میں ہاتھ دھو رہے ہیں ؎

لو جان بیچ کر بھی جو رشوت کا زر ملے
جس سے ملے، جہاں سے ملے، جس قدر ملے

چنانچہ لائف انشورنس کے کوئی ڈویژنل افسر صاحب نے جنکی تنخواہ ماہانہ "صرف" دو ہزار ہے۔ پانسو روپے رشوت لی۔ اور محکمہ انسداد رشوت ستانی کے عمال نے قیامت آنے سے پہلے ہی ان کو گرفتار کر کے عدالت حشر میں پیش کرنے کی بجائے یہاں کی عدالت میں پیش کرنے کا بندوبست کر دیا۔ محکمہ کمرشل ٹکس کے ایک اسسٹنٹ کمرشل ٹکس افسر صاحب اور دو انسپکٹروں نے شاہ علی بنڈہ کی کسی ہوٹل میں آخری بار اکتیس روپیہ بطور رشوت حاصل کر لیا کیونکہ انکو خوف تھا کہ کل قیامت آنے کے بعد پھر یہ رشوت لینے کا موقع باقی نہ رہے گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ضلع کریم نگر میں کوئی کمرشل ٹکس افسر صاحب ہیں جنکی یہ آرزو ہے کہ قیامت آنے سے پہلے ان کو نائب نظامت ملجائے چنانچہ وہ حصول نائب نظامت کی پیروی کیلئے ہفتہ میں دو بار دورہ کا بہانہ کر کے حیدرآباد آتے ہیں۔ آم کے آم، گٹھلیوں کے دام۔ انکو گورنمنٹ سے سفر خرچ اور بھتہ بھی مل جاتا ہے اور حصول نائب نظامت کی پیروی بھی ہوجاتی ہے۔ مختصر یہ کہ سیاسی لیڈر ہوں یا سرکاری عہدہ دار ہر ایک شخص کی یہ خواہش ہے کہ قیامت آنے سے پہلے اپنے دل کی آرزو نکال لے۔ زندہ لوگ تو بہرحال زندہ ہیں لیکن سنا ہے کہ مُردے بھی ۱۴؍ جولائی والی قیامت آنے سے پہلے اپنی تمام حسرتیں نکال لینا چاہتے ہیں چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ

انجمن مسجد الماس چادر گھاٹ کے بانی سیدی الماس کی قبر سے
ملاقوں کو یہ آواز آ رہی ہے ؎

ابھی مزار پہ احباب فاتحہ پڑھ لیں
پھر اس قدر بھی ہمارا نشاں رہے نہ رہے

ایکزار نوری بیگم ... روحانی لشکر گاہ سے بول رہے ہیں
آپ علامہ شیخ ابو الفضل جھاڑو تا برا سے تقریر سن رہے
تھے اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے ہمیں آیندہ
ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے ——— جئے ہند!

سلام

برق ...

یزید، عزم حسینی پہ فتح پا نہ سکا | [illegible]
ہزاروں کٹ گئے گو اسلام کے دعویدار | بجز حسین کوئی دین کو بچا نہ سکا
نبی کی آل لہو حسین دنیا میں | سوال ہے کہ کوئی بیعت پھر اٹھا نہ سکا
غم حسین کا عابد کے دل پہ تھا یہ اثر | کہ بھول کر بھی وہ تا زیست مسکرا نہ سکا
خدا شناس ہو کیسے جو خود شناس نہ ہو | وہ مجھکو پا نہ سکا جو کہ خود کو پا نہ سکا
کوئی بتائے وجہ اللہ کسکی ہیں تصویر | شبیہ نبی مصور اگر بنا نہ سکا
بعید ہو کے بلال و حسن قریب آئے | قریب ہو کے ابو جہل حق کو پا نہ سکا

تاریخ آئی کبھی اہل صدق پہ اے برق
گجر گجر کے ہماں ان سے کچھ بنا نہ سکا

برطانیہ کی خبریں!

ماہر تعلیم ڈاکٹر جھا ویلز کے دورہ پر!

ہندو یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر اور کامن ویلتھ تعلیمی رابطہ یونٹ کے ڈائرکٹر ڈاکٹر وی۔ ایس۔ جھا ۱۱ر جولائی سے ویلز کا دورہ شروع کریں گے جو چار روز تک جاری رہے گا۔ موصوف ویلز یونیورسٹی کے مختلف کالجوں اور ٹیچر ٹریننگ کالجوں کا معائنہ کرنے کے علاوہ تعلیمی ماہرین کے ساتھ تبادلہ خیالات بھی کریں گے۔ یہ یاد رہے کہ کامن ویلتھ تعلیمی رابطہ یونٹ کامن ویلتھ تعلیمی کانفرنس کی سفارشات پر قائم کیا گیا تھا۔ کانفرنس گذشتہ سال ماہ جولائی میں آکسفورڈ میں منعقد کی گئی تھی۔ یہ یونٹ کامن ویلتھ ملکوں کے درمیان تعلیمی تال میل کو فروغ دیتا ہے اور ایک دوسرے کی تعلیمی ضرورتوں کو پورا کرنے میں مدد دیتا ہے۔

برطانوی ہوائی جہازوں کی برآمدات

خریداروں میں ہندوستان کا تیسرا نمبر!

برطانیہ میں ہوائی جہاز بنانے والوں کی انجمن نے اپنی ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ چالو سال کے پہلے پانچ مہینوں میں جن ملکوں نے برطانوی ہوائی جہاز خریدے ان میں ہندوستان کا نمبر تیسرا تھا۔ ہندوستان نے زیر نظر عرصہ کے دوران میں ۳,۳۵۷,۰۰۰ پونڈ کی مالیت کے ہوائی جہاز برطانیہ سے درآمد کیے تھے۔ ارجنٹائن نے ۳,۸۱۳,۰۰۰ پونڈ۔ اور سوئٹزرلینڈ نے ۳,۴۷۹,۰۰۰ پونڈ قیمت کے ہوائی جہاز برطانیہ سے خریدے۔ ہندوستان کے بعد امریکہ (یو۔ ایس۔ اے) نیوزی لینڈ اور کنیڈا کا نمبر آتا ہے۔ برطانیہ کے فضائی انجنوں کے خریداروں میں ہندوستان کا نمبر چوتھا تھا۔ امریکہ، کنیڈا اور فرانس نے اس سے زیادہ فضائی انجن خریدے تھے۔

سماجی فلاح وبہبود کا ہندوستانی ماہر برطانیہ میں

سوشل سروسز کا مطالعہ!

معلوم ہوا ہے کہ انڈین سنٹرل سوشل ویلفیئر بورڈ کی گرانٹس کمیٹی کے چیرمین مسٹر مالک الف بلساره نے برطانیہ کی سماجی فلاح کی سروسز کا مطالعہ تقریب قریب مکمل کر لیا ہے موصوف کو برٹش کونسل نے اس مطالعہ کے لئے وظیفہ دیا تھا۔ برطانیہ میں اپنے قیام کے دوران میں مسٹر بلساره پنشن و قومی بیمہ کی وزارت، قومی امدادی بورڈ، وزارت صحت، وزارت مکانات، ہوم آفس کے شعبۂ اطفال اور سماجی سروس کی قومی کونسل کے ذمہ داروں سے تبادلۂ خیالات کر چکے ہیں۔ ان تنظیموں کے علاقائی دفاتر کے کام کا جائزہ لینے کے لئے وہ ملک کے مختلف علاقوں کا دورہ کرتے رہتے ہیں۔ ایک انٹرویو کے دوران میں انہوں نے بتایا ہے کہ میں پنشن و قومی بیمہ کی وزارت کے کام سے بہت متاثر ہوں۔ اس نے ۲ کروڑ سے زائد لوگوں کے ریکارڈ بہت اچھی طرح رکھے ہوئے ہیں۔ برطانیہ سماجی سروسز کا وسیع تجربہ رکھتا ہے اور میرا یہاں آنا میرے لئے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ مسٹر بلساره کی عمر ۶۰ سال ہے۔

للہ سیرانی اصل حق کا ترجمان اور صاحبانِ ذوق کا اخبار

قطعہ

یہ آب وتاب ہے دُرِ نجف میں ||| دُرِ غلطاں بھی بستہ ہے صدف میں (سیپی)
زوایدِ جتنے تھے اعداد کے بھی ||| یہ کیسے آ گئے دیکھو حذف میں (خارج)

(آمدہ از ندری باغبا)

[بر]طانوی صنعتوں میں کام کرنیوالی شادی شدہ [خو]اتین کی تعداد میں اضافہ! گھر کے کام سرانجام دینے

[…]دوسری جنگ عظیم سے قبل [… ع]لاوہ گھر سے باہر ملازمت کرنے والی شادی شدہ خواتین [کی تع]داد برطانیہ میں بہت کم تھی۔ مثال کے طور پر ۱۹۳۱ء میں [… صر]ف ۱۰ فیصدی مزدور طبقہ شادی شدہ خواتین پر مشتمل تھا [… ج]ن کاموں کے لئے عورتوں کو ملازم رکھا جاتا تھا وہ بہت [… ہ]وتے تھے۔ جنگ کے بعد عورتوں کے روزگار کا سارا ڈھانچا [تبدی]ل کیا ہے۔ صنعتوں اور تجارتی اداروں میں شادی شدہ [عو]رتوں کا تناسب اب کافی بلند ہے۔ تعلیم اور فنی تربیت نے […] کے لئے نئی راہیں کھول دی ہیں۔ گھر کے بہت سے کام اب [م]شینوں کی مدد سے سرانجام دیتا ہیں جس کے نتیجہ کے طور پر [… ا]ن کو گھر سے باہر ملازمت کرنے کے لئے کافی وقت مل جاتا ہے [… معی]ار زندگی کو بلند کرنے کے لئے وہ خود بھی کمانا چاہتی ہیں۔ [۱۹۵]۱ء میں برطانیہ کا ۲۲ فیصدی مزدور طبقہ شادی شدہ [عو]رتوں پر مشتمل تھا۔ اور اس وقت ان کی تعداد ۳۰ فیصدی [تک] پہنچ چکی ہے۔

نابیناؤں کی فلاح و بہبود کا کام

کامن ویلتھ سوسائٹی کی نمایاں کامیابی!

نابیناؤں کی فلاح و بہبود کو فروغ دینے والی رائل کامن [ویلتھ] سوسائٹی نے اپنی ۱۰ویں سالانہ رپورٹ میں بتایا ہے کہ [… ا]س کا کام اب ایک تحریک کی شکل اختیار کر رہا ہے اور کہ اس نے [… ا]پنی زندگی کے پہلے دس برسوں میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے

سوسائٹی کی ٹیمیں کامن ویلتھ کے مختلف ملکوں میں اندھے پن کے مسئلہ کا مطالعہ کرتی رہی ہیں۔ آنکھوں کی بڑی بڑی بیماریوں کی روک تھام کے منصوبے زیرغور ہیں۔ کامن ویلتھ کے آٹھ ملکوں میں نابینا کسانوں اور دستکاروں کے لئے تربیتی اسکیمیں جاری کی گئی ہیں جو مستقبل میں مشعل راہ ثابت ہوں گی۔ سوسائٹی کے عملہ کے ممبران نابیناؤں کی فلاح و بہبود سے متعلق صلاح و مشورہ دینے کے لئے کامن ویلتھ کے تقریباً چالیس ملکوں میں گئے ہیں۔ متعدد زبانوں کے بریل حروف تیار کر لئے گئے ہیں۔ ایک فنڈ قائم کیا گیا ہے جس میں سے ان لوگوں کو وظائف دیئے جاتے ہیں جو اندھے پن کی بیماری کو کم کرنے کے لئے کوئی ریسرچ کرنا چاہتے ہیں یا نابیناؤں کی فلاح کو فروغ دینے کے لئے تربیت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ سوسائٹی نے بمبئی کے قریب ایک تربیتی مرکز کے قیام میں مدد دی ہے۔

برطانیہ میں صفائی اور حفظان صحت کا اونچا معیار

ہندوستانی پبلک ہیلتھ انجینئر کا خراجِ تحسین

حکومت مغربی بنگال کے پبلک ہیلتھ انجینئر مسٹر سنتوش کمار گھوشال نے برطانیہ میں صفائی اور حفظان صحت کے بلند معیار کی بہت تعریف کی ہے۔ موصوف عالمی صحت ادارہ کے وظیفہ پر گذشتہ دو ماہ سے برطانیہ میں صحت عامہ کے مسائل اور ان کو حل کرنے کے طریقوں خصوصاً پانی کی بہم رسانی، گندے پانی کی نکاسی وغیرہ کے جدید ترین طریقوں کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ وسط اگست میں واپس ہندوستان سے قبل مسٹر گھوشال نیدرلینڈز، مغربی جرمنی اور یوگوسلاویہ بھی جائیں گے۔

قطعہ

صحنِ گلزار میں جب گُل کی سواری آئی ‖ سمجھے مرغانِ چمن بادِ بہاری آئی
سر میں زہاد کے یہ پی کے مئے خُم غدیر ‖ آج مستی بھی عجب طاری و ساری آئی

(مأخذ از زندگی باغ)

برطانوی سیاست میں نوجوانوں کا حصہ

ازقلم:- آرمانڈ گاڈفرے
(جرنلسٹ و فیچر رائٹر)

(۱)

برطانوی ہاؤس آف کامنز میں اس وقت ایسا عنصر کافی ہے جسے ہم "قریب قریب جوان" کہہ سکتے ہیں۔ اس کے ۶۳۰ ممبران میں سے متعدد ممبران کی عمر چالیس سال سے اور بعض کی تیس سال سے بھی کم ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر برطانوی نوجوان یہ دعوے کر سکتے ہیں کہ ایوان کافی حد تک اُن کے خیالات و نظریات کا مظہر ہے۔ کئی ہزار برطانوی نوجوان ۲۰ سال کی عمر کے بعد بلکہ اس سے بھی کم عمر میں سیاسی پارٹیوں سے ملحق تنظیموں میں شامل ہو کر پالیٹکس میں سرگرم حصہ لینا شروع کر دیتے ہیں۔ کنزرویٹو پارٹی کے ایک بیان کے مطابق ینگ کنزرویٹو آرگنائزیشن کے ممبروں کی تعداد ۱۵۰,۰۰۰ ہے۔ یونیورسٹیوں میں کام کرنے والی کنزرویٹو انجمنوں کے ۵,۰۰۰ ممبران اس کے علاوہ ہیں۔ ینگ کنزرویٹو آرگنائزیشن کی شاخیں تمام انتخابی حلقوں میں کام کر رہی ہیں۔ لبرل پارٹی کی یوتھ تنظیم "نیشنل ایسوسی ایشن آف ینگ لبرلز" ہے۔ لبرل طلباء کی بھی ایک یونین ہے۔ ان دونوں کے ممبروں کی مجموعی تعداد ۱۰,۰۰۰ ہے۔ تقریباً ایک ہزار لبرل ممبر شپ طلباء پر مشتمل ہے۔ لیبر پارٹی کی نوجوان تنظیموں نے کئی ارتقائی منزلیں طے کی ہیں۔ سنہ ۱۹۵۵ء میں لیبر نوجوانوں کی لیگ توڑ دی گئی تھی۔ کیونکہ لیبر پارٹی کے لیڈروں کے بیان کے مطابق یہ "غیر موثر اور بے مصارف" واقع ہوئی تھی۔ اس کی جگہ انتخابی حلقوں میں نوجوانوں کے شعبے قائم کئے گئے تھے۔ سنہ ۱۹۵۹ء میں ان شعبوں کے ممبران کی مجموعی تعداد تقریباً ۳۰,۰۰۰ تھی۔ پچھلے عام انتخابات کے بعد "نوجوان سوشلسٹ" نام کی ایک تحریک چلائی گئی تھی۔ اس کے ممبروں کی تعداد اس وقت تقریباً ۵,۰۰۰ ہے اور مستقبل میں اس میں اضافہ ہونے کی امید ہے۔ کنزرویٹو اور لیبر پارٹیوں کی نوجوان تنظیمیں سوشل تقاریب کا انتظام کرتی ہیں۔ اور ایسے جلسے بھی منعقد کرتی ہیں جو صرف سیاسی بحث مباحثہ کے لئے وقف ہوتے ہیں۔ انتخابی حلقوں میں کنزرویٹو پارٹی کی نوجوان تنظیمیں اپنے اخراجات خود برداشت کرتی ہیں۔ اور مرکزی فنڈ کو بھی روپیہ دیتی ہیں۔ اپنے امور کا کنٹرول اُن کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ لیبر پارٹی کی نوجوان تنظیموں پر پارٹی کا کنٹرول کچھ زیادہ ہے۔ کنزرویٹو پارٹی نے "بو گروپ" کی داغ بیل آج سے ۹ سال قبل ڈالی تھی۔ اس کا مقصد یونیورسٹی گریجویٹوں کو اس بات کی ترغیب دینا ہے کہ وہ پارٹی کے کام سے دلچسپی لیں۔ اس کے ممبران مطالعہ اور ریسرچ کر کے نئے تصورات پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس گروپ کی پہلی میٹنگ لندن کے ایسٹ اینڈ میں واقع "بو کانسٹی ٹیوشنل کلب" میں ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا نام "بو گروپ" پڑ گیا ہے۔ اس کا "کراس بو" نام کا اپنا ایک رسالہ بھی ہے جس میں بعض اوقات ایسی تجاویز پیش کی جاتی ہیں جو تقلید پسندی کی راہ سے بہت دُور ہوتی ہیں۔ اور جن کو دیکھ کر بعض ٹوری حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ گروپ کی جانب پارٹی کا رویہ ایک پمفلٹ سے ظاہر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ "ٹوری پارٹی کی صحت مندی کی ایک حوصلہ افزا نشانی بو گروپ کی موجودگی ہے۔" یہ گروپ ملکی امور اور پارٹی کی پالیسیوں سے متعلق ایک درجن

قطعہ

کوئی گُل آج تر و تازہ گلستاں میں نہیں
ایک پروانہ بھی اب شمعِ شبستاں میں نہیں
جب سے رخصت ہوئی یہ فصلِ بہارِ عثماں
مئے کشی حیف کسی رُوزِ زمستاں میں نہیں

(مآمدہ از نذری باغ)

...ریورٹیں مرتب کر چکا ہے۔

شخصی آزادی کی مانگ

تقریباً ایک سال ہوا لبرل پارٹی کے ۳۸ نوجوانوں نے "ادبیس گروپ" کی بنیاد رکھی تھی۔ گذشتہ ماہ جنوری اس نے "انتہا پسندوں کو دعوتِ فکر" نام کا پمفلٹ شائع کیا تھا جس میں قومیانے کی پالیسی پر حملہ کیا گیا تھا۔ ...ہتھیاروں کی مذمت کی گئی تھی۔ اور ہر قسم کی شخصی آزادی کی مانگ کی گئی تھی۔ لیبر پارٹی کا بو گروپ اور بو آر سی گروپ سے ملتا جلتا کوئی گروپ نہیں ہے۔ ۱۹۵۹ء میں ...ورڈ یونیورسٹی کے نوجوان گریجویٹوں کی ایک جماعت نے "یونیورسٹیز لیفٹ ریویو" نام کا ایک رسالہ جاری کیا تھا۔ اسی نام کا ایک کلب قائم ہو چکا ہے جس میں ہر ہفتہ بحث مباحثے ہوتے ہیں۔ یہ گروپ لیبر پارٹی کی پالیسی پر اکثر نکتہ چینی کرتا ہے۔ ایک اور سوسائٹی — فیبین سوسائٹی — کے ممبروں کی بہت بڑی تعداد نوجوانوں پر مشتمل ہے اور اس کی طرف سے شائع ہونے والے ہر تین پمفلٹوں میں سے دو پمفلٹ ۳۵ سال سے کم عمر کے ممبروں کے لکھے ہوتے ہیں۔

ایڈنبرا کا بین الاقوامی فلمی میلہ

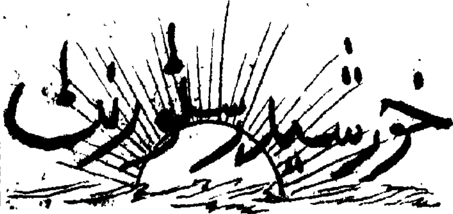
ایڈنبرا میں ۲۱ اگست تا ۱۰ ستمبر جو بین الاقوامی فلمی میلہ ہو رہا ہے اس میں ۳۰ سے زائد ممالک اپنی فلمیں داخل کر چکے ہیں۔ ان فلموں کو ان بڑے بڑے زمروں میں تقسیم کیا جائے گا ... ڈاکیومنٹری، فیچر، آرٹ، کارٹون، ٹیلی ویژن۔ میلہ کے سیکریٹری نے ایک انٹرویو کے دوران بتایا ہے کہ فلمیں دنیا کے تمام حصوں سے بھی بھیجی جا رہی ہیں۔

اور ہم آخری منٹ تک فلموں کا داخلہ منظور کرتے رہیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اعلیٰ قسم کی تازہ ترین فلموں کے درمیان مقابلہ ہو۔"

لندن میں ہندوستانی یوگی

اپنے فن کا مظاہرہ کرے گا

معلوم ہوا ہے کہ ہندوستانی یوگی بی۔ کے۔ ایس آئینگر ۱۳ر جولائی کو لندن یونیورسٹی کے سینٹ ہال میں اپنے فن کا مظاہرہ کریں گے۔ موصوف لندن میں اس فن سے دلچسپی لینے والے لوگوں کو تربیت دے رہے ہیں۔ ۲۲ر جولائی کو لندن کے ہیمپسٹیڈ ٹاؤن ہال میں ہندوستانی گویا سوامی ولبھ داس بھی اپنے فن کا مظاہرہ کریں گے۔ تین دیگر موسیقار ان کے ہمراہ ہوں گے۔ ان دونوں پروگراموں کا انتظام ایشین میوزک سرکل نے کیا ہے۔



قطعہ

بادِ نوروز بھی گلریز رہی | مئے بھی ساغر میں بہت تیز رہی
کہتا جاتا ہے عجم فخر سے آج | ہر طرف شہرتِ تبریز رہی

(آمدہ از زندگی باغ)

یہ سائنس کی دنیا

عظیم ترین آفتابی دوربین

جنوب مغربی امریکہ میں دنیا کی سب سے بڑی آفتابی دوربین ایک پہاڑی پر نصب کی جائے گی اور ۵ سو فٹ لمبے کنکریٹ کی سرنگ میں بڑے بڑے عکس انداز آئینے لگائے جائیں گے۔ امریکی نیشنل سائنس فاؤنڈیشن نے اس کے لئے ۸ م ل کھ ڈالر کی رقم دینے کا اعلان کیا ہے آیندہ دو مہینوں میں اریزونا میں کیٹ پیک نیشنل و آبزرویٹری میں اس کی ساخت کا عظیم کام شروع ہوجائے گا۔ میکسیکو کی سرحد پر دور افتادہ پہاڑ کی چوٹی دوربین نصب کرنے کے لئے بہت ہی موزوں جگہ تصور کی جاتی ہے۔ یہ دوربین اپنی نوعیت کی کسی بھی موجودہ دوربین سے چار گنا زیادہ طاقتور ہوگی۔ اس کا تین چوتھائی حصہ زمین کے نیچے ہوگا۔ ۲ سو فٹ حصہ ایک ایسے زاویے پر باہر نکلا ہوگا جسے اس۔۔ ۶۷ فٹ اونچے پہاڑ کی چوٹی پر دس منزلہ کنکریٹ کے بھاری برج سے سہارا دیا جائے گا۔ اس دوربین کے فوکس کرنے والے حصے کی لمبائی ۳ سو فٹ ہوگی جو ماؤنٹ پالومر کی عظیم دوربین سے بھی زیادہ ہے۔ اس غیر معمولی عکس گیر لمبائی کی ضرورت اس لئے پیش آئی تاکہ سورج کی زیادہ صاف تصویریں لی جائیں۔ اور ساتھ ہی اس کی روشنی کو بھی مدھم بنایا جا سکے۔ کیونکہ اس چندھیا دینے والی روشنی کو دھندلا بنانے سے پہلے ہی صاف تصویر اتاری جاسکے گی۔ واضح رہے کہ سورج کی روشنی کسی بھی روشن ترین ستارے سے دس ارب گنا زیادہ تیز ہے۔ اس دوربین کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہوگا کہ سرنگ کا جو حصہ کھلا رہے گا اور سورج کی حرارت کا براہ راست سامنا ہوگا اسے پانی سے ٹھنڈا رکھا جائے گا۔ اس کا درجۂ حرارت یکساں رہے گا تاکہ سورج کو دیکھنے میں کسی طرح کا دھندلا پن نہ پیدا ہو جائے۔ یہ دھند زمین سے اٹھنے والی گرم ہوا کے باعث پیدا ہوتی ہے اور اس سے فضا میں ایک طرح کی تھرتھراہٹ پیدا ہو جاتی ہے جس سے صاف نہیں دکھائی دیتا۔

دماغ میں تیزی لانیوالی اشیاء

کلکتہ یونیورسٹی کے ڈاکٹر اجیت کے مینی مشی گن یونیورسٹی (امریکہ) میں دماغی قوت میں تیزی لانے والی اشیاء کے متعلق تحقیق کر رہے ہیں اور پوسٹ ڈاکٹورل فیلو ہیں۔ انہوں نے فرما کولاجی کے سائنس پروفیسر ڈاکٹر ایڈورڈ ڈومینو کے ساتھ دماغ سے الگ کی ہوئی جھلی پر کیفین ( ) کے اثرات کی جانچ کی ہے اور اپنے تحقیقی تجربوں سے کچھ ثبوت فراہم کئے ہیں۔ دونوں ڈاکٹروں نے دیکھا کہ کیفین ایک ایسی عجیب دوا ہے جو دماغ میں تیزی لاتی ہے لیکن اس کے ساتھ تیزی لانے والی کسی اور چیز سے مزید تیزی کی روک تھام بھی کرتی ہے یعنی یہ دماغی تیزی کو حد سے نہیں بڑھنے دیتی۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ کافی کے ایک پیالے میں جتنی کیفین ہوتی ہے وہ کافی ہے دوسرے پیالے کے اثرات کو جزوی طور پر تقریباً تین گھنٹے تک روکے رکھتی ہے اور اس طرح دماغ میں غیر ضروری تیزی نہیں آتی ڈاکٹر مینی کا بیان ہے کہ کافی کے ایک پیالے میں ایک سو ملی گرام کیفین ہوتی ہے۔ یہ بہت جلدی اثر کرتی ہے۔ تقریباً ۲۰ منٹ کے اندر اندر اس کا اثر ہوتا ہے جو ڈیڑھ

قطعہ

دنیا کے کام کے بھی قرینے گزر گئے ‖ بام عروج کے بھی تو زینے گزر گئے
کیا خاک جانے زاہد ناداں بہار گل ‖ پی کر نہ مے کو آج مہینے گزر گئے

(آنند از نذری باغ)

دو گھنٹے تک جاری رہتا ہے۔ اس کے بعد یہ اثر تیزی سے جاتا رہتا ہے۔

ہند میں ایک ہی تار کے ذریعہ برقی رو کا نیا تجربہ!

دھنباد میں بہار انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کے دو سائنسدانوں نے بجلی کے امریکی انجینیروں کو بتایا کہ دور دراز دیہی علاقوں میں بجلی پہنچانے کا ایک غیر معمولی اور کفایت شعارانہ طریقہ استعمال کیا جانے گا اور یہ ہندوستان میں خود آپ کی نازک صورت حالات کو بہتر بنانے میں اس کی بڑی اہمیت ہوگی۔ برقی رو پہنچانے کا مجوزہ طریقہ یہ ہے کہ ایک ہی تار کے ذریعے جسے زمین میں اتار کر واپسی رو پیدا ہوگی اور اس طرح صرف ایک ہی تار سے مطلوبہ مقام پر کم لاگت پر بجلی پہنچائی جا سکے گی۔ اسی قسم کا طریقہ کار نیوزی لینڈ، آسٹریلیا اور مغربی کینیڈا میں بھی رائج ہے اور اب ہندوستان میں بھی سائنسدان ایک ہی تار کے ذریعہ بجلی پہنچانے کا اولین تجربہ کرنے لگے ہیں۔ کم گنجان علاقوں میں اس طریقے سے بجلی مہیا کرنے پر بہت کم لاگت آئے گی۔ جو موجودہ برقی تاروں کے ذریعہ بجلی پہنچانے کے مقابلے میں ۲۵ سے ۳۰ فیصد تک کم ہوگی۔ کھمبوں کا سامان بھی کم لگے گا۔ اور مکانوں میں بجلی کی فٹنگ کرنے پر بھی تھوڑی لاگت آئے گی۔ اس طرح دیہی لوگوں کو بہت سستے داموں پر بجلی مل سکے گی۔ توقع ہے کہ یہ تجربہ ہر پہلو سے کامیاب رہے گا۔

ایک راکٹ اور دو مصنوعی سیارے

ایک کی بجائے دو کی پرانی کہاوت کو اس خلائی دور میں نئے معنی کا جامہ پہنایا گیا۔ انہی دنوں امریکی سائنس دانوں نے ایک ہی راکٹ کے ذریعہ دو مصنوعی سیارے مدار پر پہنچائے۔ یہ نیا کامیاب تجربہ کیپ کینا ویرال فلوریڈا میں عمل میں آیا۔ اس اہم کارنامے کی سائنسی اہمیت کے متعلق کسی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا جا سکتا۔ یہ سچ ہے کہ امریکہ اور روس دونوں نے بیک وقت دو دو مصنوعی سیارے داغے ہیں لیکن اب تک دوسرا ہمیشہ ہی بیکار رہا ہے خود دوسرے مرحلے پر ناکام رہے۔ امریکہ کا یہ جدید ترین کامیاب کارنامہ ایک بالکل الگ کہانی پیش کرتا ہے۔ سب سے اوپر کے راکٹ پر ایک بڑا اور اس کے اوپر ایک چھوٹا سا مصنوعی سیارہ رکھا گیا تھا۔ یہ دونوں سیارے مطلوبہ مرحلے پر پہنچ کر راکٹ سے الگ ہوئے اور پھر ایک اور دھماکے نے ان دونوں مصنوعی سیاروں کو بھی ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ چھوٹا سیارہ بڑے سیارے سے کٹ کر اوپر کی طرف اڑ گیا۔ دونوں مصنوعی سیاروں کو صحیح معنوں میں "جہازران" تصور کیا جا سکتا ہے۔ ان کا مقصد ہی سمندری، خلائی، اور آسمانی جہازرانی میں مدد کرنا ہے۔ خاص کر بڑا مصنوعی سیارہ ٹرانزٹ ایسے خلائی جہازوں کے پورے نظام کا پیشرو ہے جس سے ہر موسم میں سمندری اور ہوائی جہازوں اور بالآخر خلائی جہازوں کے سفر کے متعلق صحیح صحیح معلومات حاصل ہو سکیں گی۔ اب تک امریکہ نے جتنے مصنوعی سیارے داغے ہیں موجودہ جدید ترین مصنوعی سیاروں سمیت ان کی تعداد ۲۱ تک پہنچتی ہے اور خلا میں اس وقت تک کل ۲۶ مصنوعی سیارے پہنچائے گئے ہیں۔ ان میں سے گیارہ مصنوعی سیارے ابھی مدار پر گھوم رہے ہیں۔ ایک سیارے سے معلومات ابھی تک نشر ہو رہی ہیں۔ ان کے علاوہ امریکہ سورج کے گرد مدار پر دو مصنوعی سیارے پہنچا چکا ہے۔ روس نے صرف ایک مصنوعی سیارہ آفتابی مدار پر اور ایک راکٹ چاند میں پہنچایا ہے امریکہ کا آفتابی مصنوعی سیارہ ۲½ کروڑ میل سے بھی زیادہ بلندی تک جا پہنچا ہے جو ایک بے مثال تاریخی کارنامہ ہے۔

قطعہ

آسماں پر چمکتا تارہ ہے ‖ باغ میں بھی عجب نظارہ ہے
شاذ ہر کام کے لئے دیکھو ‖ آج تسبیح و استخارہ ہے

(آلہ از نذری باغ)

پال۔ ایل۔ فورڈ

تخفیفِ اسلحہ کا امریکی پلان اور روس

(۱)

جنیوا میں تخفیف اسلحہ کانفرنس سے جب سوویٹ بلاک کے پانچ ملکوں کے نمایندے اُٹھ کر چلے گئے تو وہ جانتے تھے کہ امریکہ تخفیف اسلحہ کے سلسلے میں ایک نیا اور اہم پلان پیش کرنے والا ہے۔ ان حالات میں ہوسکتا ہے کہ کمیونسٹوں نے یہ کارروائی جان بوجھ کر کی ہو۔ تاکہ امریکہ بین الاقوامی کھی ڈ کو گھٹانے کے لئے تخفیف اسلحہ کی جو کلیدی تجویزیں پیش کرنے والا ہے ان میں رکاوٹ ڈالی جائے۔ اگر ماسکو یہی امید رکھتا تھا تو یہ بے سود تھی کیونکہ امریکہ نے اس صورت حال کے باوجود جنیوا میں اپنی تجویزیں پیش کیں اور ساتھ ہی دنیا کے پریس اور ریڈیو سٹیشنوں کو تفاصیل مہیا کیں۔ اس طرح امریکہ کی تجویزیں ساری دنیا کے سامنے آگئیں۔ اگر جنیوا کانفرنس کے التوار کے بعد بھی سوویٹ بلاک کانفرنس میں واپس آنے سے انکاری رہا تو امریکہ اپنی تجویزیں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پیش کرے گا۔ موجودہ امریکی پلان میں تخفیف اسلحہ کا مسئلہ حل کرنے میں پیش قدمی کے بھاری امکانات پائے جاتے ہیں۔ اس میں امریکہ کی طرف سے بات چیت کے انداز میں اہم توازن پایا جاتا ہے جس سے دس ملکوں پر مشتمل کانفرنس میں تخفیف اسلحہ کے سلسلے میں حقیقی پیش قدمی ہوسکتی تھی۔ اگر کمیونسٹ کانفرنس سے واک آؤٹ نہ کر گئے ہوتے تو امریکہ پچھلے سوموار کو یہ نئی تجویزیں پبلک کے سامنے نہ رکھتا بلکہ جنیوا کانفرنس میں پیش کرتا جنہیں مغرب کی چار اتحادی حکومتوں یعنی برطانیہ، فرانس، کینیڈا اور اٹلی، کی سرپرستی بھی حاصل تھی۔ جب امریکہ کی یہ تجویزیں پانچ ملکوں کی طرف سے مشترکہ طور پر پیش کئے جانے پر غور ہو رہا تھا۔ کمیونسٹ نمایندے سوویٹ روس کی اجنمائی میں کانفرنس سے باہر جا رہے تھے۔ امریکی تجویزوں کا بنیادی خاکہ ۱۹ مارچ کے پانچ ملکوں پر مشتمل اتحادی پلان سے کسی حد تک مشابہ ہے جس میں کہا گیا تھا کہ تخفیف اسلحہ تین مرحلوں میں عمل میں لائی جائے اور قدم بہ قدم معائنوں کے ذریعہ اس کی تصدیق کی جایا کرے۔ بہرحال ۲ر جون کی روسی تجویز کے جواب میں کئی نئی اہم تجویزیں پیش کی گئی تھیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

اوّل۔ وہ اصول قبول کیا گیا تھا جو اصل میں فرانس نے پیش کیا تھا اور جسے ۲ر جون کی روسی تجویزوں میں نمایاں طور پر شامل کیا گیا تھا۔ ایٹمی ہتھیاروں کو گرانے اور لیجانے والے ذرائع مسدود کئے جائیں۔ یعنی میزائلوں، راکٹوں، اور ہوائی جہازوں۔ آبدوز جہازوں۔ اور ہوائی اڈوں وغیرہ پر پابندی لگائی جائے۔

دوئم۔ ایٹمی ہتھیار بردار ذرائع پر کنٹرول کے لئے فوری اقدامات شروع کرنا اور موقع پر جاکر اتفاق و تصفیہ کے مطابق میزائلی اڈوں، ہوائی اڈوں، آبدوزوں اور دوسری متعلقہ بحری بندرگاہوں کا معائنہ کرنا۔ منظم بین الاقوامی معائنے کی عدم موجودگی میں بھی امریکہ اس بات کے لئے تیار ہے کہ سوویٹ مشاہدین امریکی میزائلی اڈوں مثلاً کیپ کینا ویرال کا معائنہ کریں۔ بشرطیکہ روس بھی اپنے میزائلی اڈوں کے معائنے کی اجازت دے۔

سوئم۔ عام تخفیفِ اسلحہ کے نصب العین

قطعہ

وقت فرقت کا جاں گداز ہے کیا	نہیں کھُلتا ہے آج راز ہے کیا
پنج اوقات میں سنو یہ ذرا	شیخ کی دیکھ لے نماز ہے کیا

(آبدہ از زندری باغ)

کی تکمیل کی جائے۔ یعنی تمام مسلح فوجوں اور ہتھیاروں کو ترک اور منسوخ کر دیا جائے۔ اور صرف ایسی فوجیں وغیرہ رہنے دی جائیں جو بین الاقوامی امن یا فوج کے لئے مقصود ہوں یا ملکی باشندوں کی اندرونی سلامتی کے لئے ضروری ہوں۔

چہارم ـــ تخفیف اسلحہ کی کسی بھی تجویز کے متعلق ٹیکنیکل مطالعہ کرنا جو کسی بھی مرحلے پر تخفیف اسلحہ سے تعلق رکھتی ہو۔ اس سے پہلے اتحادیوں کی پوزیشن یہ تھی کہ آزاد ملکوں نے جو پلان پیش کیا ہے اس کی صرف پہلی حد و تجویزوں کی روشنی میں تجویزوں کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ ایسی کانفرنس کی کامیابی کے لئے فنی تحقیق و مطالعہ نہایت اہم ہے۔ مثال کے طور پر جنیوا میں ایٹمی تجربوں پر پابندی کی نگرانی سے متعلق بات چیت میں جو پیش قدمی ہوئی ہے وہ کبھی بھی ممکن نہ ہوتی اگر ایٹمی تجربوں پر کنٹرول کے امکان کا تعین کرنے کے لئے ابتدائی ٹیکنیکل کانفرنس نہ ہوتی۔ کمیونسٹوں کے فنی مقاصد خواہ کچھ ہوں یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ چونکہ روس امریکہ کی نئی تجاویز کا سامنا نہیں کر سکتا تھا اس لئے اس نے یہ قدم اٹھایا۔ ذمہ داری سے احتراز کرنے کی خواہش کے سلسلے میں شاید اس سے بہتر ثبوت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ روسیوں کے پلان کے جواب میں امریکہ ایسا نیا پلان پیش کرنے والا تھا جس پر زیادہ سنجیدہ بات چیت کی ضرورت تھی مگر روسیوں نے بات چیت اسی سے دوری اختیار کر لی۔

ہندوستان میں تعلیمی و معلوماتی کتابوں کی بڑھتی ہوئی مانگ

اس میں کوئی شک نہیں کہ کاغذی جلد والی کم قیمت کی کتابوں کی اشاعت نے کتابوں کی دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ حال ہی میں لندن میں نیشنل بک لیگ کی طرف سے ایک نمائش منعقد کی تھی جس میں ۱۶ ملکوں نے کاغذی جلد والی کتابیں پیش کی تھیں۔ اس قسم کی برطانیہ میں جو کتابیں شائع ہو رہی ہیں، ان کی سالانہ فروخت تقریباً ۷ کروڑ ہے۔ پینگوئن کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ ۱۹۳۵ء میں مسٹر (اب سر) ایلن لین نے شروع کیا تھا۔ اور اب اس قسم کی کتابیں بہت سے ملکوں میں شائع ہو رہی ہیں۔ گذشتہ سال برطانوی کتب فروشوں نے جتنی کتابیں فروخت کیں ان میں سے ۴۰ فیصدی سے زائد کتابیں برآمد کی گئی تھیں۔ غیر ممالک میں صرف "پینگوئن" کتابوں کی بکری ۵۵ لاکھ تھی۔ برطانیہ کی تین سب سے بڑی فرموں نے ۱۹۵۹ء میں تقریباً ۳ کروڑ ۱۰ لاکھ کتابیں فروخت کیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مغربی افریقہ اور ہندوستان میں کاغذی جلد والی کم قیمت تعلیمی معلوماتی کتابوں کی مانگ بہت زیادہ ہے۔

قطعہ

دل کو مرے بے انتظار ہے کیوں — شکل سیماب بیقرار ہے کیوں
دیکھ کر آپ محترم کو — آج ہر ایک سوگوار ہے کیوں

([illegible])

پس منظر

تخفیف اسلحہ کا مسئلہ — امریکی اور روسی پلان

اب کہ روسی بلاک کے واک آؤٹ کے نتیجے کے طور پر جنیوا کی تخفیف اسلحہ کانفرنس ملتوی ہو گئی ہے۔ تخفیف اسلحہ کے اہم مسئلہ سے متعلق امریکہ اور روس کی پوزیشن جاننے کے لئے دونوں فریقوں کے موقف کا موازنہ مفید ثابت ہوگا۔ ایسا موازنہ محض کوئی علمی مشق نہیں ہے کیونکہ اب کہ روس نے جنیوا بات چیت کو ناکام بنا دیا ہے تخفیف اسلحہ کا مسئلہ بلاشبہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں زیر بحث آئے گا جس کا اجلاس ستمبر میں ہو رہا ہے۔ روس نے ۲ جون کو جو تازہ ترین پلان پیش کیا تھا امریکہ اس کے جواب میں ۲۷ جون کو جنیوا میں اپنا پلان پیش کرنے والا تھا۔ لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ کمیونسٹوں نے امریکی پلان کو دیکھا تک نہیں۔ اس سے پہلے کہ یہ تجویز پیش کی جاتی وہ کانفرنس سے اٹھ کر چلے گئے۔ حالانکہ انہیں بتایا گیا تھا کہ امریکہ اس روز اپنی تجویز پیش کر رہا ہے۔ صورت حالات یہ ہے کہ دونوں فریقوں کے دستورکار میں متعدد امور پر مشابہت پائی جاتی ہے۔ چونکہ ان کے نظریوں میں ابھی تک وسیع اختلافات موجود ہیں اس لئے آئندہ بات چیت کو عظیم چیلنج کا سامنا ہے۔ تاہم اگر روسی بلاک اس کام کے لئے ڈٹ جائے تو ان اختلافات کو دور کیا جا سکتا ہے۔ دونوں فریقوں میں پانچ کلیدی امور پر مشابہت پائی جاتی ہے۔

اوّل۔ دونوں فریق تسلیم کرتے ہیں کہ فوجوں اور ہتھیاروں کو بڑے پیمانے پر ختم کیا جائے۔

دوئم۔ دونوں فریق تخفیف اسلحہ کے بعد امن کو برقرار رکھنے کے متعلق بین الاقوامی مشینری کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ (لیکن اس مشینری کی تشکیل اور کارکردگی کے متعلق ان میں اختلافات پایا جاتا ہے)

سوئم۔ دونوں فریق ایٹمی ہتھیار "گرانے کے ذرائع" میزائلوں، ہوائی اڈوں، ہوائی جہازوں اور جہازوں وغیرہ کی طرف کافی توجہ دیتے ہیں (لیکن ان میں ان ذرائع پر کنٹرول کے اقدامات کی توثیق اور اوقات پر اختلاف پایا جاتا ہے)

چہارم۔ دونوں فریق تسلیم کرتے ہیں کہ ایٹمی ہتھیاروں کی ذخیرہ اندوزی کو روکنے کا مسئلہ اہم ہے اور اس پر غور ہونا چاہیئے۔

پنجم۔ دونوں فریق تسلیم کرتے ہیں کہ اتحادی سمجھوتہ کو تخفیف اسلحہ کے پلان کی تعمیل میں اہم رول ادا کرنا چاہیئے۔

مگر چار امور ایسے ہیں جن پر دونوں فریقوں میں بنیادی اختلافات موجود ہیں۔

اوّل۔ آزاد دنیا نے ایک بتدریج دستورکار اختیار کرنے کا جو سمجھوتہ دیا ہے امریکہ نے اسی کے مطابق اپنی نئی تجویز پیش کی ہے جو کہ اس خیال پر مبنی ہے کہ حکومتوں میں اعتماد صرف اس طرح قائم ہو سکتا ہے کہ آئندہ قدم اٹھانے سے پہلے یقین کر لیا جائے کہ پہلا قدم واقعی مکمل ہو چکا ہے۔ اس کے برعکس روسی پلان مختلف دستورکار پر مبنی ہے اور اس میں کہا گیا ہے کہ پہلے قدم ہی میں دنیا کے بیشتر میزائلوں، فوجی ہوائی جہازوں اور بحری جنگی کشتیوں کو تباہ کر دیا جائے۔

دوئم۔ کنٹرول اور معائنے کے بنیادی معاملے کے بارے میں امریکی پلان میں آزاد دنیا کے اس اصول کی حمایت کی گئی ہے کہ موثر نگرانی کے لئے تمام ضروری ذرائع کا معائنہ کیا جائے اس کے برعکس روسی پلان میں معائنہ

قطعہ

رنگِ گل کو گلاب میں دیکھا	کیف کو بھی شراب میں دیکھا
شرحِ بابِ نجفؑ میں اے عثماں	رمز کو بھی کتاب میں دیکھا

(آگرہ انذوری باغ)

کارخانوں اور بندرگاہوں جیسے مخصوص رقبوں تک محدود ہے۔ روسیوں کی رائے ہے کہ جب تک تخفیف اسلحہ عمل میں نہ آجائے خفیہ کارروائیوں کی تلاش کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ دوسرے الفاظ میں معائنے کے لئے پہنچ کی آزادی نہایت محدود ہوگی۔ کوریا کی جنگ کے بعد معائنے کے بارے میں روس کے دستور کار کی یہی بنیاد رہی ہے اور بنیادی طور پر یہ دستور کار موزوں معائنے کے واقعی معیاروں کے خلاف ہے۔

سوئم ـــ نئی تجویز ایسے اقدامات پر مشتمل ہے جن سے اچانک حملوں کو روکا جا سکتا ہے (ہوائی اور بری معائنے ہوائی جہازوں کی پروازوں کے متعلق اطلاع اور ریڈار اور دوسرے برقیاتی آلوں کے استعمال کے ذریعے) ان اقدامات کا مقصد یہ ہے کہ ہتھیاروں میں تخفیف کے پیچیدہ معاملے پر سمجھوتے کے امکان سے پہلے ہی اچانک حملوں کے خطرہ کو فوری طور پر کم کیا جائے۔ روسی تجویز میں ایسے اقدامات کو نظر انداز کیا گیا ہے جن سے اچانک حملوں کا خطرہ دور ہو سکے۔

چہارم ـــ امریکہ اور آزاد ممالک کا دستور کار عملی ہے۔ جس میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ کسی بھی ممکن اولین اقدام پر سمجھوتہ کر کے تخفیف اسلحہ کا آغاز کیا جا سکتا ہے روسی دستور ابھی تک یہ ہے کہ تمام سمجھوتوں کو قبول یا مسترد کیا جائے۔

امریکہ اور آزاد ملکوں کا دستور کار اس یقین کلی پر مبنی ہے کہ تخفیف اسلحہ کی اشد ضرورت ہے اور کہ جہاں تک ممکن ہو اولین اقدامات جلد کئے جائیں۔ جن ابتدائی اقدامات کا مسودہ دیا گیا ہے ان کی فہرست بلا شبہ طویل ہے اور وہ حسب ذیل ہے۔

(۱) میزائل داغنے والے جن مقاموں اور ہوائی د[اڈوں] بحری اڈوں کے متعلق باہمی سمجھوتہ ہو جانے ان کا موقعہ پر معائنہ۔ یہ سمجھاؤ جسے امریکی تجویز میں شامل کیا گیا ہے آزاد دنیا کی اس مہم کی توثیق کرتا ہے جو وہ ہتھیاروں پر کنٹرول کے متعلق ٹھوس اقدامات فوری طور پر عمل میں لانے کے سلسلے میں شروع کرنا چاہتی ہے۔

(۲) اچانک حملوں کی روک تھام کے متعلق اقدامات

(۳) خلاء میں اجتماعی ہلاکت کے ہتھیار جمع کرنے پر پابندی

(۴) ایٹمی ہتھیاروں کے مسالے کی تیاری پر پابندی۔

(۵) میزائل داغنے کی تجویزوں کے متعلق پیشگی اطلاع

(۶) مروّجہ ہتھیاروں اور فوجوں میں کمی کا آغاز

امریکہ اور آزاد ممالک کے دستور کار کے تمام بڑے پہلوؤں کا مقصد خاص طور سے جنگ کی روک تھام کرنا ہے۔ اس تجویز کے ابتدائی مرحلے میں اچانک حملوں کی روک تھام کے اقدامات سے جنگ چھڑنے کا خطرہ کم ہو جائے گا۔ درمیانی مرحلے میں ہتھیاروں میں تخفیف اور اس کے موزوں معائنے سے کسی بھی ملک کی طاقت اتنی نہیں رہ جائے گی کہ وہ جنگ شروع کر سکے۔ آخری مرحلے میں امن برقرار رکھنے والی بین الاقوامی مشنری اپنی طاقت سے کسی بھی تصادم کو کچل سکے گی۔ اس پس منظر میں جنیوا کانفرنس میں برطانوی نمائندے ڈیوڈ آرمسبائی گور کی رائے کو جاننا باعث دلچسپی ہوگا۔ تخفیف اسلحہ کمیٹی کی حالیہ نشستوں میں یہ واضح ہو گیا تھا کہ روس اپنی نئی تجاویز کے بنیادی امور کے متعلق سوالات کا جواب دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ چنانچہ اب اس نے کوشش کی ہے کہ مغربی اتحادیوں کی نئی جوابی تجاویز کو سنا ہی نہ جا سکے۔ تاہم نئی تجاویز کو عوام کی نگاہ سے چھپائے رکھنے کے متعلق روس کی کوششیں ناکام ہوں گی کوئی بھی شخص امید کر سکتا ہے کہ روس کو (برطانوی نمائندے کے الفاظ میں) جلد اپنی انتہائی غیر ذمہ دارانہ کارروائی کا احساس ہوگا اور وہ تخفیف اسلحہ کی مساعی میں ایک بار پھر شامل ہو جائے گا۔

قطعہ

گُل کو بھی نو بہار میں دیکھا ‖ دل کو بھی کب قرار میں دیکھا
جملہ اوصاف میں علی کو بھی ‖ مردِ میدان ہزار میں دیکھا

(آمدہ از نذری باغؔ) (لائلپور)

فائدہ

از جناب تمکین کاظمی صاحب

دنیا میں جن لوگوں سے آپکو واسطہ پڑتا ہے اور جن لوگوں سے آپکو کام لینا ہے ان کی پسند طبیعت، رجحان کا خیال کیجئے تو پھر آپکی کامیابی یقینی ہے ورنہ ناکامی میں کوئی شبہ نہیں آپ کو چاہے آئسکریم پسند ہو یا چائے، چاہے آپ سافی کے رسیا ہوں یا دمٹو کے۔ مگر جب آپ مچھلیاں پکڑنے جائیں تو آپکی آئسکریم، چائے اور دمٹو پر مچھلی نہیں آئیگی وہ اپنا من بھاتا کھاجا ہی پسند کرے گی اور اسی کو کھائے گی اور آپ کو مجبوراً آٹا یا کیچوے ہی گل (کانٹے) پر لگانا پڑے گا

کسی نے لائڈ جارج سے پوچھا کہ آپکے ساتھی ولسن، لینڈوئن، کلیمن شا جیسے لوگ تو ناکام رہے اور اکثر گوشہ نشین ہو گئے مگر آپ اتنک برسر اقتدار ہیں اسکی کیا وجہ ہے؟ تو لائڈ جارج نے جواب دیا اسکی وجہ یہ ہے کہ میں نے وہی کیا جو مچھلی پکڑنے والے کرتے ہیں۔ میں نے عوام کو ان کا من بھاتا کھاجا دیا اور وہ میرے مسخر ہو گئے یہی میری کامیابی کا راز ہے

دنیا میں ہر شخص اپنی اور صرف اپنی ضروریات پیش نظر رکھتا ہے اسے دوسروں سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، آپ کے اغراض و مقاصد سے دوسروں کو کوئی دلچسپی نہیں وہ پہلے اپنے مفاد کی فکر کرتے ہیں ان کے مفاد میں آپکا فائدہ بھی ہو جائے تو اور بات ہے اسی لئے ہمیشہ ایسی ترکیب سوچئے کہ وہ دوسروں کو فائدہ پہنچانیوالی ہو اور ان کے ساتھ ہی ساتھ آپکو بھی فائدہ پہنچ جائے تو آپ یقیناً کامیاب رہیں گے

مشہور ہے کہ محرم میں حضور غفران مکان پنج محلہ پر رونق افروز تھے نیچے زنگ (سوانگ) ہو رہے تھے شہزادے شہزادیاں سب ہی ساتھ تھے سامنے تماشائیوں کا مجمع تھا ایک نو عمر بچہ اپنی انگلی پر بلبل بٹھائے کھڑا تماشہ دیکھ رہا تھا ایک کمسن شہزادے کی نظر بلبل پر پڑی تو پسند آگیا اور شہزادہ بلند اقبال بلبل کے لئے مچلنے لگے، لوگ دوڑے اس بچہ کو روپے اشرفیاں دیکر بلبل لینا چاہا مگر اس نے اشرفیوں کے عوض میں ایک آنہ کا بلبل نہ دیا۔ افسر جنگ کو معلوم ہوا تو انہوں نے بچہ کو بلوایا اور چار چھ بسکٹ اسکی طرف بڑھا کر کہا یہ لے کر بلبل دو گے؟ بچے نے بسکٹ لے لئے اور خوشی خوشی بلبل حوالہ کر دیا، حضور مرحوم کو اس معصوم کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اسے بہت کچھ سرفراز فرمایا یہ بالکل نفسیاتی معاملہ تھا۔ بچہ بھلا اپنے ذاتی شوق کے سامنے اشرفیوں اور روپیوں کی کیا قدر کرتا لیکن بسکٹ البتہ اس کا من بھاتا کھاجا تھا اسلئے اس نے بسکٹ لیکر بلبل دے دیا

اگر آپ کا بچہ سگریٹ پینے لگے اور آپ چاہتے ہوں کہ وہ سگریٹ نوشی ترک کر دے تو آپ اسے بھی چوڑی نصیحت اور ڈانٹ ڈپٹ سے سگریٹ نوشی سے باز نہیں رکھ سکتے۔ چاہے آپ نکوٹین کے مضر اثرات پر تحریر دیں چاہے تندرستی کی خرابی پر تقریریں کریں یا تمباکو نوشی کا اثر عمر گھٹاتا ہے کہہ کہہ کر

علق سکھا ہیں مگر بچہ سگریٹ پینا نہ چھوڑے گا۔ بخلاف اس کے اگر آپ باتوں باتوں میں بچہ کو یہ باور کرا دیں کہ آپ بڑے اچھے اسپورٹ مین تھے، ہاکی، کرکٹ، فٹ بال اور دوسرے کھیل نہایت عمدگی سے کھیلتے تھے، رننگ کی دوڑ اور دوسرے کھیلوں میں ہمیشہ اوّل آتے تھے، مگر جو ہی سگریٹ کی عادت پڑ گئی سانس پھولنے لگا اور آپ نہ تو ان کھیلوں میں حصہ لینے کے قابل رہے اور نہ موٹے ہی ہیں۔ اس پر آپ کا بچہ غور کریگا اور خود بخود سگریٹ چھوڑ دے گا

حال ہی میں ملّی جامی نامی ایک ایرانی پہلوان حیدرآباد آئے تھے۔ میرے دوست مرزا سیف علی بیگ کے بچے صبح دیر سے جاگتے اور کھانا کم کھایا کرتے تھے۔ انہوں نے ان بچوں کو ملّی جامی کے کرتب دکھائے اور کہا تم لوگ بھی جلد اٹھا کرو اور تھوڑی سی ورزش کرلو اور خوب کھایا کرو تو ایسے ہی بن جاؤ گے چنانچہ اس تماشے کے دیکھنے کے بعد سے مرزا کے لڑکے نہ صرف صبح اوّل وقت جاگتے بلکہ ورزش بھی کرلیتے اور کھانا بھی خوب کھاتے ہیں ان کا وزن دن بہ دن بڑھتا جا رہا ہے۔ آپ نے اب تک جو کچھ کیا ہے وہ کسی نہ کسی خواہش ہی کے تحت کیا ہے اگر کسی کار خیر میں کوئی بھاری چندہ دیا ہے تو اپنے نام و نمود اور ثواب کی خواہش میں دیا ہے۔ ڈاکٹر خواجہ معین الدین مرحوم حیدرآباد کے ایک نیک دل بزرگ تھے انہیں تکہ مدینہ کے غرباء سے سچی ہمدردی تھی بیچارے بڑے خلوص سے نہ صرف خود روپیہ بھجواتے بلکہ عزیز و اقارب، دوست احباب سے چندہ بھی دلواتے تھے بار لوگوں نے اسے بھی شہرت کا ذریعہ بنا لیا ایک مشہور پیر و گدی نشین بزرگ نے پندرہ بیس روپے کرایہ کا ایک مکان وقف کرکے وہ شہرت دی کہ سارا حیدرآباد گونج گیا۔ پروفیسر اعجاز آسٹر یٹ نے سچ کہا ہے "ہماری جیسی خواہش ہوتی ہے ویسا ہی فعل ہم سے سرزد ہوتا ہے اسی مقصد کو رالف والڈو ایمرسن نے یوں ادا کیا ہے "چاہے کسی زبان میں گفتگو کیجائے مگر ہم جیسے ہونگے ویسے ہی الفاظ ہماری زبان سے ادا ہوں گے" یہ ماہران نفسیات اور علماء کے اقوال تھے ہندوستان کی جاہل بوڑھیاں اسی بات کو اپنی طرز میں کہتی ہیں

"جیسی نیت ویسی برکت"

ہر کام میں ہماری خواہش، ہمارا جذبہ، ہمارا رجحان کام کرتا رہتا ہے اگر آپ کسی شخص سے مطلق ہمدردی نہ رکھتے ہوں اور نہ آپکے دل میں اسکی عزت و احترام ہو مگر صرف کام نکالنے کی غرض سے بھیگی بلی بن کر آپ اسکے پاس جائیں اور لچھی ہی چکنی چپڑی باتیں کریں اسکے دل پر آپ کوئی اثر نہیں چھوڑ سکیں گے کیونکہ آپکو اس سے ہمدردی یا دلچسپی نہیں ہے اور آپ اس کے مداح اور بہی خواہ بھی نہیں اور جو غرض آپ لیجا رہے ہیں وہ صرف آپکی ذاتی غرض ہے اسمیں اس شخص کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ اسکی دلچسپی کا معاملہ ہے اسلئے آپکی ناکامی یقینی ہے

بخلاف اسکے آپ اس شخص کے حالات، خصائل اور چال چلن دلچسپیوں سے واقف ہوجائیں اور اپنے دل میں اس کے لئے جذبہ ہمدردی پیدا کریں آپ خود اس سے دلچسپی لینے لگیں اور اسکی دلچسپیوں میں آہستہ آہستہ شریک ہونے لگیں تو آپ صد فیصد کامیاب ہونگے۔ دنیا میں جتنے لوگوں نے کامیابی حاصل کی ہے وہ سب اس حقیقت سے واقف تھے کہ دوسرے کی خواہشات اور جذبات کو پیش نظر رکھ کر کام کیا جائے تو

کامیابی یقینی ہے

اینڈریو کارنیگی اسکاٹ لینڈ کا ایک مفلس لڑکا تھا اس نے ایک آنہ فی گھنٹہ اجرت پر کام شروع کر کے دنیا کے بڑے آدمیوں کی صف میں جگہ پائی اور آخر میں ۱۲ کروڑ ۵۰ لاکھ ڈالر کی عظیم الشان خیرات کی ہے وہ صرف چار سال معمولی تعلیم پا سکا تھا مگر "لوگوں کے فراہم کرنے اور عوام سے کام لینے کے اصول" سے معلوم تھے کارنیگی کی صلاحیت کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے کہ ایک عزیزہ کے دو لڑکے ایک یونیورسٹی میں پڑھتے تھے جنھوں نے ایک مدت سے اپنی ماں کو خط بھی نہیں لکھا تھا بیچاری ماں ممتا کی ماری ان بچوں کا خط نہ آنے سے پریشان تھی۔ کارنیگی سے اس نے یہ شکایت کی تو کارنیگی نے کہا کہ میں شرطیہ ان لڑکوں سے بغیر خواہش کئے خط منگوا سکتا ہوں چنانچہ سو ڈالر کی بازی لگائی گئی اور کارنیگی نے جس سے ان لڑکوں کا رشتہ تھا ایک مختصر خط ان کے نام لکھا جس میں اِدھر اُدھر کی باتیں تھیں اور آخر میں یہ جملہ لکھ دیا تھا کہ میں تم دونوں کے لئے دو چیک الگ الگ پانچ پانچ ڈالر کے بھیج رہا ہوں مگر نہ تو چیک اسکے ساتھ ہی رکھے اور نہ علحدہ ہی بھجوائے اس خط کے پہنچتے ہی جواب آیا جو پیارے چچا سے شروع ہو کر چیک نہ ملنے کی اطلاع پر ختم ہوتا تھا

امریکہ کے مشہور ماہر عملی نفسیات ڈیل کارنیگی نے اپنا ایک دلچسپ قصہ بیان کیا ہے کہ ہر سال موسم سرما کے آغاز پر نیویارک کے ایک بڑے ہوٹل کے رقص کے ہال میں بیس روز تک کارنیگی کی تقاریر ہوا کرتی تھیں اور کئی سال سے یہ معمول جاری تھا۔ ایک سال جوں ہی موسم سرما کا آغاز ہوا اور کارنیگی نے تقریروں کے انتظامات شروع کئے تو ہوٹل کے منیجر نے اطلاع دی کہ اس جگہ کا کرایہ جو کارنیگی استعمال کیا کرتا تھا تگنا بڑھا دیا گیا ہے۔ تقاریر کے اشتہار پوسٹر پروگرام چھپ کر تقسیم تک ہو چکے تھے ظاہر ہے کہ تین گنا کرایہ ادا کرنے کے لئے کارنیگی کسی طرح تیار نہ تھا مگر ہوٹل کے منیجر کو اسکی کیا پروا تھی وہ اپنا فائدہ دیکھ رہا تھا کوئی اور مغلوب الغضب شخص ہوتا تو بپھر جاتا اور یا تو جا کر منیجر سے لڑتا یا دوسرے ہوٹل میں انتظام کر لیتا مگر کارنیگی آخر کارنیگی تھا اس نے نہایت سنجیدگی سے دو دن تک اپنے غصہ کو فرو کیا اور جب طبیعت پر غصہ غالب نہ رہا تو منیجر سے ملاقات کی اور کہا آپکی شکایت کرنا میں نہیں چاہتا کیونکہ اپنے مالک کا فائدہ کرنا آپ کا فرض ہے مگر آپ نے جو اسقدر اضافہ کر دیا ہے اسکے نفع و نقصان پر بھی غور کر لیجئے یہ کہکر کارنیگی نے کاغذ کا ایک تختہ لیا اور اسکے بیچ میں ایک لکیر کھینچ کر ایک خانہ نفع اور ایک نقصان کا بنا دیا اور اسے اس طرح بھرا

نفع	نقصان
رقص کا وہ ہال جو آپ مجھے کرایہ پر دیا کرتے تھے اُسے کسی رقص و سرود کے جلسے کے لئے دے کر آپ زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ جلسۂ تقریر سے زیادہ کرایہ رقص و سرود کی محفلوں کے لئے مل سکتا ہے اسلئے آپ	مجھ سے زیادہ کرایہ حاصل کرنے کی کوشش میں آپ یہ کرایہ بھی کھو دیں گے کیونکہ میں اتنا زیادہ کرایہ ادا نہیں کر سکتا اسلئے مجھے دوسری جگہ تلاش کرنی پڑیگی میرے جلسۂ تقریر میں بڑے بڑے مشہور اور تعلیم یافتہ لوگ آتے ہیں جن کی وجہ سے آپکے

بیکار دو رٹک یہ باتیں مجھے تقاریر کے لئے دیں تو آپ کا بڑا نقصان ہوتا ہے

ہوٹل کی شہرت خود بخود ہوتی ہے اگر آپ کسی اخبار میں پانچ ہزار ڈالر خرچ کرکے اشتہار بھی چھپائیں تو بھی جسقدر معززین میری تقریر میں آتے ہیں ان سے زائد آپ کسی طرح نہیں بلا سکتے

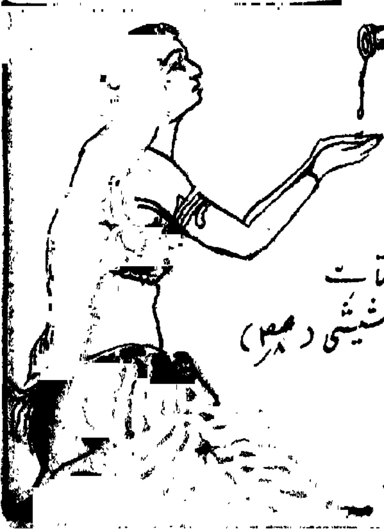
کارنیگی نے یہ کاغذ ہوٹل کے منیجر کے حوالہ کرکے اس سے خواہش کی کہ اسے پڑھ کر غور کرکے جواب دے اور خود چلا آیا، نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے ہی روز منیجر نے کارنیگی کو اطلاع دی کہ بجائے تین سو فیصد اضافے کے پچاس فیصد اضافہ پر یہ حقہ آپ ہی کو کرایہ پر دیا جائیگا

دیکھا آپ نے ڈیل کارنیگی نے کس عمدگی سے کام نبالیا اس نے اپنا نفع پہلے بتا دیا اور اسکے بعد ہوٹل کا نقصان بھی بتا دیا، ہوٹل کا جو نفع ان تقاریر کی وجہ سے بصورت تشہیر ہو رہا تھا وہ واقعی غیر معمولی تھا اسلئے منیجر نے اسکی اہمیت محسوس کی اور پچاس فیصد اضافہ پر معاملہ ہوگیا

کاربرآری ایک فن ہے اسکو وہی شخص عمدگی سے حاصل کر سکتا ہے جو انسانی تعلقات کو خوشگوار بنانا جانتا ہو۔ ہنری فورڈ نے سچ کہا ہے کہ "کامیابی حاصل کرنے کی اگر کوئی کلید ہے تو دوسروں کے زاویۂ نظر کو سمجھنے اور اسکے اور اپنے زاویۂ نظر سے جملہ حالات پر غور کرنے کی قابلیت کا پیدا کرنا ہے" یہ بڑی بدھی سادھی بات ہے ہر شخص اسکو سمجھ کر اس پر عمل کرکے کامیاب ہو سکتا ہے، ۹۹ فیصد اسکو چھوڑ کر کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں اسلئے ناکام رہتے ہیں۔

یہی اصول میل ملاپ، دوستی محبت، خط و کتابت، خرید فروخت ہر معاملہ میں کامیاب رہا ہے انکوں کاروباری ایسے ہیں جو ان اصولوں سے قطعاً ناواقف ہیں، انکی دانست میں گلے کی رگیں پھلا کر خوفناک آواز میں بھیانک چہرہ بنا کر گاہک سے گفتگو کرنا بڑی خاص بات ہے اسپر عمل کرتے اور اپنی ناکامی پر روتے ہیں، ہزاروں وکیل محض اسلئے ناکام ہیں کہ وہ نہ تو اپنے موکل کے نقطۂ نظر کو سمجھتے ہیں اور نہ حکام عدالت کے۔ جس کا نتیجہ ان کی ناکامی ہے۔ بیشتر ڈاکٹروں اور حکیموں کا بھی یہی حال ہے یا تو نہایت خشونت آمیز لہجہ اختیار کرکے مریض کو پریشان کر دیتے ہیں یا اتنے متین اور کم گو بنجاتے ہیں کہ اشاروں میں مریض سے گفتگو ہوتی ہے اور پھر سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑی حذاقت کی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مریض غیر مطمئن چلا جاتا ہے اور پھر کبھی ان کی صورت تک نہیں دیکھتا

میرے دوستوں میں اس وقت تک ایسے بیسوں حضرات موجود ہیں جو مثالاً پیش کئے جا سکتے ہیں، ایک صاحب باقاعدہ حکیم اور خاندانی طبیب ہیں، سرکاری حکیم تھے، مگر ملازمت چھوڑ کر خانگی مطب کرتے ہیں، تجربہ خاصا اور سوجھ بوجھ اچھی ہے مگر طبیعت میں ایک قسم کا اجنبی پن ہے مریض سے کھلتے نہیں نہایت ہی مختصر اور غیر تشفی بخش گفتگو کرتے ہیں جسکی وجہ سے اس حذاقت کے باوجود ان کا مطب ناکام ہے، بخلاف ان کے ایک اور صاحب ہیں جو کچھ ادھر ادھر کے نسخے اور اپنے ذاتی مطالعہ کی بدولت حکیم بن گئے، ایسے بید سے علاج کر لیتے ہیں، سنجیدہ اور لکھے پڑھے لوگ کم



رجوع ہوتے ہیں مگر جہلاء اور غریب طبقہ بہت آتا ہے اور یہ
کہ اپنی الٹی سیدھی طب بگھار کر وہ لچھے دار گفتگو اور اپنا ایسا
پروپگنڈہ کرتے ہیں کہ مریض گرویدہ ہی ہو جاتا ہے نتیجہ یہ ہے
ان کا مطلب کامیاب ہے

ڈیل کارنیگی نے اپنا ایک واقعہ لکھا ہے کہ "میں فلاڈلفیا
کے ایک ناک، کان اور گلے کے ماہر امراض کے پاس گیا تھا اس
نے میرے گلے کے غدود دیکھنے سے پہلے ہی میرا پیشہ دریافت کیا
اسکو میرے مرض کے ازالہ سے بالکل دلچسپی نہ تھی اور نہ مرض
کے علاج اور میری مدد ہی کا کوئی خیال تھا اسکو صرف یہ فکر تھی
کہ وہ مجھ سے کس قدر فیس زیادہ سے زیادہ اینٹھ سکتا ہے
اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اُسے پھوٹی کوڑی بھی مجھ سے نہ مل سکی اس
بداخلاق ڈاکٹر سے مجھے نفرت پیدا ہو گئی اور میں اسپر حقارت
کی نظر ڈالتا ہوا اسکے مطب سے باہر چلا آیا"

مریض کا پیشہ معلوم ہو جائے تو معالج اسکے کاروبار
اور مصروفیات کو پیش نظر رکھ کر تشخیص کر سکتا ہے اس لئے معالج
کے لئے مریض کا پیشہ یا کاروبار معلوم کرنا ضروری ہے مگر چند
سوالات کے بعد ضمنی طور پر اسکو بھی دریافت کیا جا سکتا ہے
اگر اول ہی پیشہ کے استفسار سے کیا جائے تو ظاہر ہے کہ معالج کی
نیت معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ شخص تشخیص کیا طرح نہیں بلکہ جلبِ منفعت
کا طریقہ ڈھونڈ رہا ہے، کیا ایسا معالج کامیاب ہو سکتا ہے؟

آج جسقدر ڈاکٹر، وکیل، سیلزمین اس طریقے پر
کام کر رہے ہیں سب ناکام ہیں۔ بڑے ڈاکٹر اور وکیل جنہوں
نے ابتداء انسانیت سے کی اور مدتوں عوام سے عمدہ تعلقات
رکھے آج منھ پھیر لیا ہے محض اپنی سابقہ شہرت و نام آوری
کی وجہ سے اب بھی چل رہے ہیں مگر وہ بھی کامیاب نہیں کہلا سکتے
لوگ ان کے پاس بہ کراہت پہنچتے ہیں اور مجبوراً ان سے ملتے
ہیں چند سال کے بعد یہ بھی غیر ہردلعزیز اور ناکام ہو جائینگے

انسان میں جبتک کُل انسانیت یعنی دوسرے انسان
کی محبت نہ ہو وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ آپ آج ہی سے اپنا
طرز بدل لیجئے، ہر ایک سے محبت و خلوص کا برتاؤ کیجئے ہر ایک
کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کی کوشش کیجئے پھر دیکھئے چند ہفتے کے
اندر اندر ہی آپ اپنے آپ میں نمایاں تغیر پائیں گے اور
آپکی ہردلعزیزی کی دھوم مچ جائے گی۔

غرباء کے آخری رسومات انجام دینے والے اداروں کے لئے خوشخبری

فرم ہذا نے اپنی جدید اسکیم کے سلسلہ میں حسب ذیل اداروں کو
فی ادارہ مبلغ (۹) ہزار روپے کی امداد دینا طے کیا ہے

پس

ذمہ دار عہدہ داران ادارہ جات ذیل اپنے نام و پتے
فوری روانہ فرمائیں تاکہ اسکیم ہذا میں انہیں شریک کر کے
رقم کا بندوبست کر دیا جا سکے

(۱) ادارہ کریا کرم
(۲) انجمن خادم المسلمین
(۳) معتمد صاحب کمیٹی دائرہ میر مومن صاحب قبلہ رح

میر باسط علی خاں
مصنف "دکھی کسان"
پروپرائٹر ایم۔ سی۔ سی گلزار حوض۔ حیدرآباد



کہ اسسٹنٹ ڈویژنل منیجر (ترقیات) کو مبینہ رشوت لیتے وقت گرفتار کر لیا گیا
بیان کیا جاتا ہے کہ موصوف کی ماہانہ تنخواہ "صرف" دو ہزار روپے تھی اب بھلا بیچارے رشوت نہ لیں گے تو اس قلیل تنخواہ میں اپنا پیٹ کسطرح پالیں گے

کہ مسٹر دورے سوامی اسسٹنٹ کمرشیل ٹیکس افسر اور مسٹر گنڈے راؤ انسپکٹر کمرشیل ٹیکس کو مبینہ رشوت لیتے وقت ایک ہوٹل میں گرفتار کر لیا گیا
تعجب ہے کہ کمرشیل ٹیکس افسران سیل ٹیکس کا بقایا وصول نہیں کر سکتے لیکن رشوت آسانی سے وصول کر لیتے ہیں

کہ ڈپٹی چیف منسٹر مسٹری رنگا ریڈی کو موصوف کی ڈائمنڈ جوبلی کے سلسلہ میں پھر ایک بار روپوں میں تولا جائیگا
لیکن چاہیئے تو یہ تھا کہ موصوف کو سر آغا خاں کی طرح ہیروں اور پلاٹینم میں اگر نہیں تو کم از کم سونے میں تولا جاتا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عام بیروزگاری اور گرانی نے حیدرآباد کے مالدار لوگوں کے پیٹ تنگ کر دیئے ہیں اس لئے وہ سونے میں تولنے کی جراءت نہ کر سکے نہ جانے ہمیں اس موقعہ پر مفتی سید محمد عباس کا یہ شعر کیوں یاد آتا ہے ؎

با ہمہ سنجیدگی ، بی قدر و مقداریم ما
چون ترازوئے دیار قحط بی کاریم ما

کہ جرمنی کے ماہرین نفسیات ریکارڈوں کے ذریعہ پاگلوں کا علاج کر رہے ہیں
لیکن ہمارے ہندوستان میں تو لوگ فلمی ریکارڈ سن سن کر پاگل ہوتے جا رہے ہیں۔

کہ کانگریس کمیٹی کے جنرل سکرٹری نے بتایا کہ مرکزی ملازمین کی مجوزہ عام ہڑتال سے غذائی صورتحال متاثر ہوگی
جنرل سکریٹری صاحب کے اس نئے انکشاف پر حکومت ہند کو چاہیئے کہ وہ موصوف جنرل سکریٹری صاحب کی خدمت میں نوبل پرائز پیش کرے

کہ موٹے پن کو دور کرنا امریکہ میں ایک اہم مسئلہ ہے۔ اور ہمارے یہاں دبلے پن کو دور کرنا ایک مسئلہ ہے
سچ ہے۔ ہر قومے و ہر رستے

کہ نرمل عادل آباد کا سرکاری دواخانہ اور زچگی خانہ بغیر ڈاکٹر اور لیڈی ڈاکٹر کے چل رہا ہے
حکومت کو چاہیئے کہ وہ فوراً ڈاکٹر صاحب اور لیڈی ڈاکٹر صاحبہ کو رخصت ما قبل وظیفہ دے دے تاکہ دواخانہ حسب حال ان کے بغیر چلتا رہے اور حکومت کے اخراجات میں کفایت بھی ہو

کہ آسام میں سرکاری زبان کے جھگڑے میں (۲) افراد زخمی ہو گئے
معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آسام کی سرکاری زبان بہت ہی "تیز" ہے جب ہی تو لوگ زخمی ہو گئے۔

کہ جن سنگھ کے ٹکٹ سے کھڑے ہوئے تمام امیدوار بلدی الکشن میں ہار گئے جن میں سے تین کی ضمانتیں ضبط ہو گئیں اور ایک جن سنگھی امیدوار نے افضل گنج سے صرف (۲۱) ووٹ حاصل کیئے۔
ہم سمجھتے ہیں کہ یہ (۲۱) ووٹ بھی امیدوار صاحب کے اہل خاندان کے ہونگے۔

کہ بلدی انتخابات میں شری رحمت علی (کانگریس) کو اپنے حریف کے مقابلہ میں صرف (۴۲) ووٹ کم ملے
اگر (۴۲) کے آگے ایک صفر بڑھا دیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ (۴۲۰) ووٹ کم ملے۔

کہ متحدہ شہری کمیٹی کانگریس کا ساتھ دے گی
یعنی "اجتماع ضدین" کی عملی مثال پیش کی جائے گی۔

علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا
دفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
سنا کر آپ کو غمگیں یہی کہتا ہے ہر اک
در بابِ نجفؑ کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا



شیراز

ایڈیٹر:۔ سید صمصام شیرازی

مقام اشاعت:۔ چادرگھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴
روز جمعہ
۲۲ جولائی
سنہ ۱۹۶۰ء
م
۲۶
محرم الحرام
سنہ ۱۳۸۰ھ
شمارہ
(۳۷)

سلام

(مطلع) ہیں اشکبار لالہ و ریحاں چمن کے ساتھ
بادِ بہار روتی ہے مُشکِ خُتن کے ساتھ

اُلفت ہماری ابنِ علیؑ کے لئے سُنو
قائم ہے دیکھ آج بھی تو جان و تن کے ساتھ

بہہ کر خُمِ غدیر سے اعلانِ جانشین (رقائم)
مستی بڑھائی اُسنے شرابِ کہن کے ساتھ

گُل بھی سیاہ پوش ہیں کہتی ہے یہ صبا
ماتم کُناں ہے لالۂ نعماں چمن کے ساتھ

لالہ اُگل رہا ہے جو یہ خُون منہ سے آج
بُلبُل بھی کرتی آہ و فغاں نسترن کے ساتھ

لعلِ یمن بھی مار کے سینہ کو حسرتا
آنسو بہائے جاتا ہے دُرِّ عدن کے ساتھ

(مقطع) مخصُوص ہو گیا ہے یہ غمگیں بہ کیا کہوں
ماتم حسینؑ ابنِ علیؑ کا دکن کے ساتھ
(لائق یزدی)

سخت مشکل ہے ہاشم علی پسر سابق بریگیڈیر برادر حبیب محمد سید کے عقد ثانی میں کہ زوجہ اول اشرف بیگم کا طلاق مشہور ہوگیا ہے

قرآیا جو وجوہ طلاق کے تھے وہ پوشیدہ نہیں رہے بلکہ آشکارا ہوگئے۔ لہذا اس کو دیکھتے ہوئے کوئی شخص اپنی لڑکی اس بدنہاد چھوکرے کو دینے پر تیار نہ ہوگا۔ بقول۔ اگلا گرا پچھلا ہوشیار۔ لہذا نہ کوئی حیثیت دلالہ اس کام کے لئے آگے بڑھے گا اور نہ پسر م کا جوان کہ یہی خیال خام نے اسکے سر میں سما کر اس کو آج یہ روز بد دکھایا کہ اسکی اچھی خاصی زندگی ۵ یا ۶ سال کی چشم زدن میں برباد ہوگئی۔ لہذا انھیں امور کو پیش نظر رکھتے اسکے باپ سے کہا ہے (بتوسط حبیب محمد) کہ وہ خود کوئی لڑکی اس کے لئے چاہے قرابت سے ہو یا جان پہچان اشخاص کی تجویز کر کے مجھے اطلاع دیں اور ساتھ ہی ہر چیز کو اس چھوکرے پر ظاہر کریکے اور اگر ممکن ہو تو لڑکی کی تصویر بتا کر اس کا عندیہ دریافت کریں قبل عقد تا کہ پھر کوئی خرابی نہ پیدا ہو

نوٹ۔ آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اشرف بیگم گو جوان پسر م کی لڑکی تھی (جنکی دادی نور آدہ بیگم زوجہ احمد بن جان نثار یار جنگ مرحوم تھی۔ اور یہ لوگ طبقہ شرفا سے تعلق رکھتے ہیں اور بمنزلہ الضرورت ان کی آمد و رفت نذری باغ میں ہے) تاہم اس کا چہرہ جاذب نظر تھا۔ اور بعض طبقہ کے اصحاب نے اسکو دیکھکر کہا کہ بہت کم ایسی خوبصورت لڑکیاں نظر آتی ہیں۔ چاہے بڑے گھر کی ہوں یا چھوٹے گھر کی۔ اس سے بحث نہیں

خلاصہ یہ کہ جب اس لڑکی کے دو تین حمل اسقاط ہوئے تھے تو اس بیہودہ کی زبان سے یہ جملہ نکلا تھا کہ کاش وہ مر جاتی تو بہتر تھا بعوض اسکے زندہ رہی۔ لہذا اب اس حرکت سے بہ آسانی قیاس ہوسکتا ہے کہ ہاشم علی بد مزاج کے لئے ہرگز موزون نہ تھی بلکہ اگر میں اسکے عوض کسی دوسرے ذی کیرداد لڑکے کیا تھا اسکا عقد پڑھ دیا تو زن و شوہر کی زندگی چین و آرام سے بسر ہوتی اور ان مصائب کا سامنا نہ ہوتا۔ مگر افسوس کہ غیب کی خبر کس کو تھی کہ اسکا انجام یہ نکلیگا اور لڑکی کی زندگی برباد ہوگی۔

دیگر میرے خیالات ہاشم علی کی ماں کے نسبت بھی اچھے نہیں ہیں جو غالباً اپنے بیٹے کے خیالات فاسدہ کی وہ تائید کرتی تھی اور سنا ہے کہ اسکا وطن حیدرآباد نہیں ہے بلکہ بیرون ملک سے ہے "اسلئے معاملہ نور علی نور تھا" یعنی اس کو یہاں کے یا نذری باغ کے تہذیب یا ہمدردی ہوگی جبکہ وہ اس ملک سے نہ تھی بلکہ اجنبی تھی یعنی بنگلور سے از خاندان ڈاکٹر لطیف سعید مرحوم جو نذری باغ کی تربیت میں رہے جنکے ذاتی صفات سے متعلق میں نے اپنے خیالات لکھکر نظام گزٹ یا شیراز میں شائع کیا تھا۔ خدا مرحوم کو مغفرت نصیب کرے۔

مرقومہ ۲۰۔ جولائی سنہ ۱۹۶۰ء (آمدہ از نذری باغ)

مُعاملہ نکاح شبیر علیؑ برادر علمبردار پسران حکیم سید علی صاحب ایڈوکیٹ مرحوم

فرمایا یہ ہونے کے قبل یہ ہر دو بھائی ایک مکان میں (در مدرسۂ عالیہ) رہتے تھے جبکہ دونوں کی متاہل زندگی نہیں ہوئی تھی۔ مگر جب اول الذکر کا عقد ہو چکا تو میں نے علمبردار سے کہا کہ یہ کم سن ہے ناتجربکار اور ابھی اسکی گھرداری ہوئی ہے لہذا وہ شبیر علیؑ کو (جو اوسی محلہ میں تھا بھائی کے مکان کے محاذی) اسکو وقتاً فوقتاً متاہل زندگی کسطرح سے میاں بیوی کی بسر ہونا چاہیئے اوس کے گھر میں آمد و رفت رکھکر وہ مشورہ دے۔ اور دوسرے اُمور متعلقہ کی نگرانی بھی کرے۔ یہ سُنکر علمبردار نے مجھ سے کہا کہ سرکار ابتک کے حالات دُوسرے تھے غیر متاہل زندگی کے۔ اور اب اوسکے گھر میں (یعنے شبیر علیؑ کے) زوجہ آگئی ہے۔ لہذا اوس کی آمد و رفت اسکے گھر غیر مناسب نہیں ہے گو وہ اگر اوس کا بھائی تھا تو وہ دوسری چیز تھی اس کے علاوہ اگر وہ ایسی آمد و رفت رکھے گا تو دنیا اس کو کس نظر سے دیکھے گی۔ لہذا وہ بے ضرورت ایسی پیچیدگیاں پیدا کرنا نہیں چاہتا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے چونکہ وہ گھرداری کے قبل مجرد اوس کے ساتھ یعنے بڑے بھائی کے مکان میں رہتا تھا۔ اب بھی سرکار اوس کو اجازت دیں کہ غذا بضرورت علمبردار کے گھر میں آیا جایا کرے تو زیادہ بہتر ہوگا وغیرہ

یہ سُنکر اس لڑکے کی دُور اندیشی پر میں نے آفرین کہا اور اوس کی تجویز کے مطابق کام کرنے کے لئے شبیر علیؑ سے کہدیا۔ چنانچہ ایسا ہی عمل ہوتا تھا۔ الحاصل یہ قصہ تو یہاں ختم ہوا۔ مگر کہنا ہوں دُنیا میں ایسے کم عمر لڑکے بھی ایسے حزم و احتیاط کو پیش نظر رکھکر کام کرتے ہیں جیسا کہ علمبردار نے کیا تھا۔ برخلاف اسکے افسوس یہ ہے کہ دُوسرے طرف ہاشم علیؑ پسر بریگیڈیر اور قطب علیؑ پسر بشیرالدین کے گھر کے کیا حالات تھے وہ لکھکر شیراز میں بیان کیا تھا جس کی تکرار کرنا یہاں نہیں چاہتا ہوں کہ حد درجہ شرمناک تھے۔ بقول۔

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

مرقوم ۲۰ رجولائی سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از ندری باغ)

قطعہ

کیسا پوشیدہ راز ہے اپنا ‖ جائے پستی فراز ہے اپنا
کسی کو معلوم کیا ہے پردہ میں ‖ کس سے راز و نیاز ہے اپنا

(آمدہ از ندری باغ)

معاملہ پرورش معصوم اولاد چاہے اولاد عہدہ داران صرفخاص ہوں

جو گنتی میں چند ہیں یا اولاد خانہ زادان جو گنتی میں زائد ہیں

فرمایا فی جوڑہ ازدواجی (یعنے زن و شوہر) کا اذوقہ جو کچھ مقرر ہوا ہے ٹرسٹ میں اوس میں گنجایش اتنی نہیں ہے کہ والدین اپنی اولاد کے معاملات کو سنبھالیں۔ لہذا اس کے مدنظر صرف اولاد کی حد تک اس بار کو مربی و سرپرست نے خود اٹھا لیا ہے تاکہ اس وجہ سے والدین کو اپنی زندگی کرنے میں سہولت حاصل ہو۔ درآنحالیکہ ٹرسٹ میں تھوڑی بہت گنجایش رکھی گئی ہے۔

دوم یہ سب لڑکوں کی زندگیاں نذری باغ میں درجہ اول کی ہیں جسکے وہ چند سال سے عادی بن گئے ہیں۔ لہذا اس پیمانہ سے گری ہوئی زندگیوں کو یہ برداشت نہیں کرسکنے کہ طرز رہایش ان سب کی اس نوع کی ہے کہ چند سال سے اسکے یہ خوگر بن گئے ہیں۔ چنانچہ یہی وجوہ تھے کہ انکے خیالات میں بھی بلندی پیدا ہوگئی ہے۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ کس خوشگوار ماحول میں یہ اسوقت ہیں اور اسکی نوعیت کیا ہے۔ البتہ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں مربی و سرپرست نے اس قسم کی زندگیاں ان کو عطا کیا یعنے اسکو اونچا نہ کرنا تھا۔ بلکہ متوسط درجہ کی رکھنا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا میرے لئے ناممکن تھا ورنہ اگر انکو مثل ملازمین کی زندگی دیتا تو میرے مشہور آفاق گھر کی توہین ہوتی جسکو میں کسی حالت میں برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ چاہے زمانہ انقلاب کا ہوتا یا نہ ہوتا یہ میرے خیالات پر اثر انداز نہ ہوتا۔ خیر اب جو کچھ ہوگیا ہے اس میں میں کم و بیشی نہیں کرسکتا بجز اس کہ موجودہ پیمانہ کو بحال رکھوں۔

آخر میں فرمایا اگر میں یہ کہوں تو میری غلطی ہوگی کہ ان لڑکوں کے معاملات میں وسعت نظر سے کام لیا تھا جس سے سب واقف اصحاب کو انکار نہیں ہوسکتا کہ ہر چیز مثل آئینہ سامنے موجود ہے۔ بقول۔ عیاں را چہ بیاں۔

مرقوم ۲۰ر جولائی ۱۹۶۰ء (آمدہ از نذری باغ)

ذاکری محمد علیؑ پسر ذکی خوشنویس

(مقیم بڑا دواخانہ نذری باغ)

فرمایا دو چار سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ اس کے باپ کی زبانی سنکر کہ یہ اپنے محلّہ کے چند گھروں میں (نزد مسجد اثنا عشری) ایام عزا محرم میں منبر پر بیان کرتا ہے میں نے دیکھنے کے لئے یہ کیسا ہے ایک وقت بڑی دیوڑہی کی مجلس میں) اور ایک وقت نیاز خانہ مسجد جودی میں سُنا تھا تو وہ ایک حدتک اچھا تھا (اسکی معلومات کی حد تک) مگر اس کے ساتھ ہی وہ اس قابل نہیں ہے کہ بڑے مجالس میں جہاں قابل سامعین کا کثیر مجمع ہو۔ منبر پر بیان کرے کیونکہ اعلیٰ اسکی لیاقت اس میں پیدا نہیں ہے۔ بہرحال اگر اس کو ذاکر ہی بننا تھا تو اس کی مشق کرکے یہ پیشہ اختیار کرنا مگر مشکل یہ ہے کہ یہ آسان نہیں ہے بلکہ دُشوار ہے۔

دیگر میں نے اس کا بھی احساس کیا ہے کہ اس کے مذہبی خیالات محدود ہیں یعنے اس میں وسعت نظر نہیں ہے۔ بایں وجہ کہ اس ماحول میں اس کی پرورش نہیں ہوئی تھی۔ لہذا جبتک یہ بات نہ پیدا ہو کوئی آزاد مشرب بنکر نہیں نکلتا۔ کیونکہ جس قسم کی آب و ہوا میں یہ سانس لے گا اسی کا اثر اس کے خیالات پر پڑے گا۔ خلاصہ یہ کہ اس انقلاب کے زمانہ میں ہر قوم و مذہب و ملت میں مذہب سے دُوری ہوتی جارہی ہے اور مذہب صرف برائے نام رہگیا ہے یا جس فرقہ سے اس کا تعلق ہو اس کا نام لیوا بنکر اپنی زندگی بسر کر رہا ہے اور جبکہ ہر ایک اپنے وسائل زندگی کی تلاش میں سرگرداں ہے تو ان حالات میں مذہب کے طرف کون توجہ کرے گا جبکہ زمانہ گذشتہ جو اس کے لئے موزوں تھا وہ انقلاب عالمگیر کی وجہ سے باقی نہیں رہا ہے بلکہ نظریاً دل و دماغ سے غائب ہے۔ خدا فضل کرے۔

مرقوم ۲۰؍جولائی سن۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

شادی ہوئی ہے آج عجب دھوم دھام سے || محفل تھی عیش کی بھی بپا صبح و شام سے
پردہ میں چھپ کے تابکے رہتا یہ رات دن || جلوہ عروس کا بھی نمایاں ہے بام سے

(آمدہ از نذری باغ)

تبصرہ بر معروضہ زوجہ قطب علیؑ پسر بشیر الدین عہدہ دار صرفخاص

(پیش شدہ نذری باغ)

فرمایا گذشتہ ہفتہ شیراز میں اسی مسئلہ مذکورہ سے متعلق نذری باغ کا مضمون شائع ہوا تھا (جو کہ حقائق پہ مبنی تھا) اوسی سلسلہ میں یہ آیا تھا جسکی نقل شیراز میں طبع ہو رہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ معروضہ میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ حقائق کے سراسر خلاف ہے جسکا ثبوت لیس۔ ین۔ ریڈی کے ریکارڈ پر ہے متعلق محلات پولیس جسکو غلط کہنا احمقوں کا کام ہے یہی نہیں اگر ضرورت ہوگی تو متماثل حیثیت کے لڑکے جو اسی حلقہ میں رہتے ہیں۔ وہ گواہی دینگے کہ ان سب کے مکانات ایک دوسرے کے محاذی ہیں۔ کیا دنیا میں رشتہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک اپنا گھر دار چھوڑ کر دوسرے کے گھر میں اپنی آمد و رفت کا اڈہ بنائے دن رات۔ دوسرے طرف مکان کی چار دیواری میں کیا کیا ہوتا ہے گھر کے باہر کے لوگوں کو کیا معلوم ہو۔

دوم اگر ہاشم علی تعلیمی مشورے لینے قطب علیؑ سے آتا تھا تو پہلے لینے اور دینے والے کی علمی قابلیت کونسی ایسی تھی جو مسلمہ ہو۔ اسکے علاوہ کیا ہاشم علیؑ کا استاد اس کام کے لئے موجود نہیں تھا کہ وہ یہ کام پڑوسی سے لیتا۔ حتی کہ شب اسقاط حمل کا واقعہ اشرف بیگم کا (زوجہ ہاشم علی) وہ تو مستند تھا ڈاکٹر واگھرے کا بچشم خود دیکھا ہوا۔ الحاصل چھوکری کے معروضہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اعذار لنگ ہیں اور حقائق کی پردہ پوشی کیگئی ہے جو سراسر ناقابل قبول ہیں اسکے علاوہ یہ بھی مضحکہ خیز ہے کہ اپنے ہاتھوں مشتبہ حالات پیدا کرنا اور اسکے بعد پاکدامنی کی قسم کھانا یہ عجیب و غریب منطق ہے نہ دیدہ نہ شنید۔

بہر حال معروضہ کا جواب دیدیا کہ آئندہ سے ایسے لغو معروضہ داخل ہونگے تو اسکا نتیجہ بد ظاہر ہوگا بلکہ قطب علیؑ اور اسکی زوجہ کو نذری باغ سے خارج کردیا جائیگا

دیگر ہاشم علیؑ کو چند ماہ قبل اوسکے یہی حرکات نازیبا کی وجہ سے اسکے بڑے بھائی کے ہاں پاکستان اپنے صرفہ سے بھجوا رہا تھا جو کہ وہاں ملازم تھا (جبکہ اسکی زوجہ کا طلاق ہوگیا تھا) اور اسکا علم اوسکے باپ بریگیڈیر کو تھا مگر مزید ایک موقع دیا کہ اگر اسکے بعد وہ اپنے کردار بد کی اصلاح کرلیگا تو پھر حیدرآباد سے یقیناً روپوش ہوجائیگا یہ سمجھکر کہ وہ نذری باغ میں رہنے کے قابل نہیں ہے۔ آخر میں ایک فقرہ لکھکر اپنی تحریر ختم کرتا ہوں کہ ہاشم علیؑ کا چہرہ اوسکی عمر کم ہونے سے جاذب نظر ہے بہ نسبت چہرہ قطب علیؑ جو نہ صرف عمر میں اس سے بڑھا ہے بلکہ دور انحطاط عمر میں قدم رکھا ہے لہذا یہ تقابل سے میرا کیا مقصد ہے بہت ہی نا شناس انکا یہ سمجھ جائینگے کہ اسمیں کیا رمز پوشیدہ ہے لہذا اسکی تشریح کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ بقول

نہو شیخا سخنی دانا دگر دانستنی آید۔

مرقومہ ۲۰ ربیع الثانی (آمدہ از نذری باغ)

۴۸۶
۴۹۲

معروضہ ادب

پیر و مرشد۔ ادباً عرض کرتی ہوں کہ باندی اخبار شیراز مورخہ ۲۰ محرم بروز جمعہ پڑھی۔ جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام لکھا ہے۔ اور انہیں کی یہ باندی نام لیوا ہے۔ انہیں کی روح پاک کی قسم کھا کر عرض کرتی ہوں کہ ہاشم علی پانچ چھ سال تک میرے مکان کے بازو مکان میں مقیم رہا اس عرصہ میں اس کا آنا جانا میرے مکان میں بالکل نہ تھا۔ ہاشم علی کے مدرسہ عالیہ سے چلے جانے کے چند روز قبل جو رمضان کا مہینہ تھا چند روز تک میرے شوہر کے پاس روزہ کھولکر آتا تھا۔ تھوڑی دیر صحن مکان میں کرسیوں پر بیٹھکر تعلیمی مشورہ لیا کرتا تھا۔ کیونکہ میرے شوہر قطب علی ایف اے ہیں۔

ف ۲۔ میرے شوہر کی غیر موجودگی میں کبھی نہیں آیا اس لئے کہ قطب علی باہر آنے جانے کے عادی نہیں ہیں۔ مگر دیکھنے والوں نے اس واقعہ کی سرکار کو جو اطلاع دی آنے جانے کی حد تک تو صحیح تھی۔ لیکن اور لوگوں نے جو واقعات سرکار سے بیان کئے وہ بالکل غلط ہیں۔

ف ۳ اس بارہ میں حلف کرنے تیار ہوں نہا کر گیلے بالوں سے قرآن شریف لیکر بیٹھی ہوں سرکار کسی کو روانہ فرمائیں تو ان کے سامنے حلف لے لونگی۔ ہاشم علی میرے رشتہ کا بھائی ہے۔ پہلے بھی بھائی تھا اور اس وقت بھی بہ خدا سگے بھائی کی طرح ہے۔ جو حقیقی بات تھی اپنے مالک سے حلفاً عرض کری ہوں۔ سرکار مالک مختار ہیں زیادہ حد ادب۔ فقط

فدویہ باندی نور النساء بیگم زوجہ قطب علی مقیم مدرسہ عالیہ
بتاریخ ۴ محرم ۱۳۸۰ھ م ۱۹ جولائی ۱۹۶۰ء
نقل آمدہ از نذری باغ

قطعہ

ہوئی ہے نہر رواں آج حوضِ کوثر سے ||| ملا ہے قطرۂ شبنم بھی غنچۂ تر سے
ہوا میں کہتا ہے گلشن مثالِ بادِ سحر ||| اُڑی ہے بلبلِ شیدا بھی آج تو پر سے

(آمدہ از نذری باغ)

مخمّس

۴۸۶/۲۹۲

بر منقبت حضور پُر نور حضرت والا علیٰ اقدس اطال اللہ عمرہٗ و اقبالہٗ

(از غلام صادق علیؒ)

بظاہر ہو چکے تھے جسمِ پُر تنویر کے ٹکڑے
مگر حق بات تو یہ تھی اُڑے تھے خنجر کے ٹکڑے
نہ کیونکر ہو گئے خود آپ ہی شمشیر کے ٹکڑے
ہوئے کیونکر لعینوں سے تنِ شبیّر کے ٹکڑے
کہ وہ تھے احمدِ مختار کی تصویر کے ٹکڑے

مجسّم شاہ دینِ حق تھے آئینہ رسالت کا
قد و خالِ شہ والا تھا سب نورِ حقیقت کا
نہیں ممکن بشر پیدا ہو اِس شکل و شباہت کا
جسد سبطین نے پایا تھا نصفا نصف حضرت کا
حقیقت میں وہ تھے اس ماہِ پُر تنویر کے ٹکڑے

غلامِ شبّر و شبّیر پر سایہ خدا کا ہے
جو اِن کا ہے قسم اللہ کی وہ سب میں اعلیٰ ہے
ذرا ناصح میری سُن لے اگر کچھ کہنے آیا ہے
جہنم میں نہ جائیگا کبھی یہ میرا دعویٰ ہے
پڑھے اِکبار بھی جو آیتِ تطہیر کے ٹکڑے

غم و کلفت سے تھے کیا کیا ہراساں حضرتِ عابدؑ
ہر اک منزل پہ بھی تنہا تھے نالاں حضرتِ عابدؑ
رہے محبوسِ زنداں، پا بجولاں حضرتِ عابدؑ
اُٹھاتے تھے اسیری کی جو کڑیاں حضرتِ عابدؑ
تو ان کی بے کسی پر روتے تھے زنجیر کے ٹکڑے

مرا بخت رسا ہو جائے یا وَرا سے میرے سرور
بلندی پر ابھی آ جائے میرا طالعِ انور
یہ قولِ صدق ہے شاہد ہے میرا خالقِ اکبر
لبِ اخلاص سے بوسہ دوں رکھوں سر پہ آنکھوں پر
اگر مل جائے اے شاہا تری تحریر کے ٹکڑے

شہ دیں مطمئن تھے ہر ستم کو سہہ کے سینے پر
گہن آیا تھا جیسے آسمانی مہ کے سینے پر
بٹے آزار تھا کم بخت بد خو راہ کے سینے پر
چڑھا تھا جس گھڑی شمرِ ستمگر شہ کے سینے پر
تو کر ڈالے کسی نے کیوں نہ اس خنزیر کے ٹکڑے

یہ کچھ تو ہے جو ہر سو تذکرہ تیرا ہے آغا خاں
نہ جانے کس کے تو دربار میں رہتا ہے آغا خاں
نہ جانے کونسے جلووں پہ تو شیدا ہے آغا خاں
محمد کی نگاہِ لطف کا صدقا ہے آغا خاں
جو ملتے جاتے ہیں تجھ کو تری تقدیر کے ٹکڑے

(آرہ از ندرت باغ)

شرحِ حقیقت

فرمایا قادر علیؑ برادر معین علیؑ (مقیم محلہ پرنالہ گھاٹ) کی سابقہ زوجہ کا واقعہ جو سامنے تھا (حیدر علیؑ کی دختر دیدار النساء بیگم کا جسکا خلع بہ معافی زرِمہر ہوگیا تھا جس کو کچھ عرصہ ہوتا ہے) حمزہ بیگم کی ماں اپنی لڑکی قادر علیؑ کو دینے پر راضی نہیں تھی کہ وہ خائف تھی کہ کہیں اسکی لڑکی کو بھی ایسی مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اسکے بعد میں چاہتا تھا کہ قادر علیؑ کو اسکے چچا عثمان علیؑ (برادر لطف علیؑ) کی لڑکی دوں جس کا نام محمودہ بیگم تھا۔ مگر اس لڑکی کے والدین بھی معاملہ مذکورہ کیوجہ سے خائف تھے اسلئے وہ راضی نہیں ہوئے (لڑکی کی ماں کا نام حسینی بیگم ہے جو نذری باغ میں آمد و رفت رکھتی ہے)، اسکے سوا مجھے معلوم ہوا کہ ایک زمانہ سے ان دونو بھائیوں کے آپس کے تعلقات اچھے نہیں تھے کہ ایک کے گھر میں دوسرے کی آمد و رفت نہیں تھی۔ نظر بر آں ان سب رکاوٹوں کو دیکھتے ہوئے قادر علیؑ کو بیسرم کی لڑکی دینے پر مجبور ہوا جس کا نام ریحانہ بیگم تھا۔ جسکا عقد بھی ہوچکا ہے۔ دوسری طرف پہلو کے جو جوڑے ہوتے ہیں وہ ایک دن آپس میں مل کر رہتے ہیں۔ جب کہ یہ مقدر میں ایسا لکھا ہوا ہو۔ بہر حال یہ معاملہ ختم ہوا۔ اور اب صرف یہ ہونا ہے کہ قادر علیؑ سلامت روی سے اپنی زندگی بسر کرے تاکہ آیندہ وہ پھر مشکلات میں نہ پھنسے کہ حالات دنیا بدلے ہوئے ہیں۔ لھذا ہر چیز میں حزم و احتیاط کی سخت ضرورت ہے اور میں نے اس کے گھر کی نگرانی کا بھی انتظام کردیا ہے اور اس سے مچلکا لیا ہے کہ آیندہ وہ اپنی زندگی نیک روشی سے بسر کرے گا

آخر میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ گو ریحانہ بیگم بیسرم کے جمعدار کی لڑکی ہے مگر صورت شکل اور کردار کے مدِنظر یہ ہر طرح سے قادر علیؑ کے لئے موزوں تھی جسکو سینئر پرنسز نے دیکھکر اسکی تعریف کئے تھے۔ الحاصل خدا کو جو منظور تھا وہ آخر ہوکر رہا۔ زیادہ

تمت بالخیر

مرقوم ۱۴ر جولائی سنہ ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

آج کیوں پھول گلستاں میں نہیں
آب بھی تو دُرِ غلطاں میں نہیں

خونِ دل خونِ جگر کے مانند
رنگ بھی لعلِ بدخشاں میں نہیں

(آمدہ از نذری باغ)

پابندی ایامِ عزائے محرم در کربلائے معلّٰی

(صرف دو ماہ محرم و صفر)

فرمایا شہید یار جنگ سے مجھے معلوم ہوا جو کہ کئی دفعہ زیارت کئے تھے کہ وہاں یکم محرم سے یکم ربیع الاول تک یہ پابندی ہے۔ (نہ کہ مزید ۸ ربیع الاول تک جس کا رواج صرف ہندوستان میں ہے) یعنے اون کا کہنا تھا کہ ہمیشہ ۱۰ ماہ تک۔ از یکم ربیع الاول تا آخر ذی الحجہ گنبد اطہر پہ سرخ رنگ کا پھریرا اڑتا رہتا ہے جو کہ علامت ہے شہادت امام ہمام کی۔ اور صرف دو ماہ محرم و صفر سیاہ رنگ کا پھریرا جو سوگ کی علامت ہے۔ یعنے خلاصہ یہ کہ وہاں یکم ربیع الاول سے سب امور حسب عادت جاری رہتے ہیں اور سوگ برخاست ہو جاتا ہے

اس کے بعد کہا ہندوستان میں جو مزید (۸) یوم بڑھا دیئے جاتے ہیں تو ۵ ربیع الاول کو شہادت امام دوم ہے۔ اور ۸ ربیع الاول کو شہادت امام یازدھم ہے تاکہ یہ دو مواقع بھی ایام عزاداری میں شریک ہو جائیں تو پھر ۹ ربیع الاول سے چھٹی ہو جاتی ہے۔

ف۲ فرمایا یہ تو صاحب موصوف کا بیان تھا مگر میرا عقد جب دولہن پاشاہ مرحومہ کے ساتھ ہوا تھا زمانہ گذشتہ میں (جبکہ مرحوم سرکار بقید حیات تھے) تو وہ بعد اربعین ۲۰ صفر تھا یعنے ۲۱ صفر ۱۳۲۴ ہجری کو۔ مقررہ لوازمہ نشاط کے ساتھ عدن باغ میں جبکہ خود بدولت موجود تھے اور اسی غرض سے دو دن تک کنگ کوٹھی میں قیام کئے تھے۔ جبکہ عام طور سے سوگ کا زمانہ اربعین تک خیال کیا جاتا ہے نہ کہ اس سے زائد مدت کیلئے۔ خصوصاً کثرت والے طبقہ کے ہاں۔ اور نظام مرحوم سرکار کا خاندان حنفی المذہب تھا جو کہ پوشیدہ نہیں۔ بلکہ آشکارا ہے اور جس سے انکار نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد فرمایا گو میرے گھر میں پابندی ۸ ربیع الاول تک ہے کسی خوشی کی تقریب نہ ہونے کے لئے۔ مگر تاہم میرے خیال میں اگر کبھی عند الضرورت عقد یا کوئی تقریب ۲۱ صفر کو ہو جائے جبکہ زیادہ طویل المدت تک انتظار ممکن نہ ہو تو چنداں قباحت نہیں ہے۔ یعنے صاحبانِ آزاد مشرب اس کو اس حد تک سوء ادبی یا منافی ایام عزا نہیں سمجھیں گے۔ بشرطیکہ موقع ایسا ہو۔ جبکہ ایسا کرنے پر مجبوری محسوس ہو۔

بہرحال یہ مختلف خیالات ہیں انسان کے اور ہر شخص چاہے وہ فریقین سے ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا چاہے عمل کرنے کے لئے مجبور نہیں بلکہ آزاد ہے وبس۔

بہ تاریخ نفقد مذکور ۱۶ اپریل ۱۹۰۶ء

مرقوم ۱۶ جولائی ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

اعلان

موزوں نسبت فخر تاج بیگم معمرہ (۱۷) سالہ (دختر حسین علیؒ خان مرحوم از خاندان ہز ہائنس آغا خان مرحوم) بہ غلام علیؒ معمرہ ۲۰ سالہ نبیرہ خورد صارم جنگ جاگیردار مرحوم و برادر خورد غلام عسکری مقیم مدرسہ عالیہ۔ اس لڑکی کی ماں جس کا نام زینب بیگم ہے جو کہ بگی خانہ کے قریب میں مکان ہے وہاں مقیم ہے۔ اسکے علاوہ اس کا کم سن بچہ جس کا نام آغا اسمٰعیل علیؒ ہے معمرہ ۱ سالہ لائن بائز میں شریک ہے مقیم موٹر خانہ نذری باغ۔ اور اس کی چھوٹی بہن معمرہ ۱۲ سالہ مقیم نذری باغ ہے جس کا نام ... بیگم ہے۔ یہ سب بچے میرے زیر سرپرستی ہیں کہ ان کا باپ عہدہ دار تھا پرائیویٹ اسٹیٹ نظام میں۔

یہ اول الذکر لڑکی وجیہہ ہے اور اس کا نجی چہرہ ہے۔ بعد عقد غلام علیؒ جدید تعمیر کردہ مکان مدرسہ عالیہ میں مقیم ہوگا۔ جبکہ بعد ختم ایام عزا زمانہ قریب ہیں۔ اس کا عقد ہوگا تاکہ بڑے بھائی کی قربت میں رہے۔ اور ساتھ ہی اس کی ساس بھی اپنی بیٹی کے مکان میں موجودہ مکان سے جو کہ عارضی ہے منتقل ہو جائے گی۔ کیونکہ چند سال پیشتر غلام عسکری کی ساس بھی اپنی بیٹی شہر بانو بیگم اور داماد کے گھر میں تھی مگر بعض وجوہ سے اس وقت وہاں نہیں ہے بلکہ اپنی دوسری شادی شدہ لڑکی کے گھر میں ہے (یعنے فیاض علی خاں مرحوم سابق جاگیردار کے مکان میں در حدود رزیڈنسی)۔

ف۲۔ خلاصہ یہ کہ یہ سب لوگ امامیہ مذہب سے ہیں اور نیک کردار ہیں۔ اور انقلاب زمانہ کی وجہ سے قابل امداد ہیں۔ کہ ان سب کا تعلق طبقہ شرفا سے ہے جنکو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ مرحوم حسین علیؒ خان آغا ناصر یار جنگ مرحوم کا بیٹا ہے (مثل محمود علیؒ مقیم محلہ برندر گھاٹ) زیادہ بہ طفیل شاہ شہیدان کربلا یہ ایک جائی زوجین کی سازگار ثابت ہو۔ اور ساتھ ہی بار آور بنی۔ بعونہ وکرمہ۔

دیگر یہ حسن اتفاق ہے کہ دونوں بھائیوں کی زوجگان ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو مماثل حیثیت کے ہیں

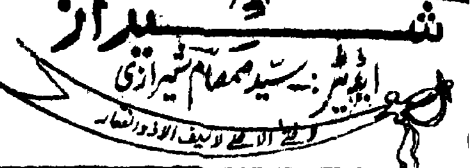
(منقول از نظام گزٹ) مرقوم ۱۷ر جولائی ۱۹۶۰ء

موجودہ (۱۴) لڑکے مقیم مدرسہ عالیہ

فرمایا چند سال قبل یہ کم عمری کی وجہ سے لائن بازی میں شریک تھے۔ مگر اب سن شعور کو پہنچکر سن رشد کو پہنچ رہے ہیں۔ اور کردار کے لحاظ سے بھی اچھے ہیں۔ چنانچہ ان کی مجھے فکر ہے۔ ان کے لئے اذوقے مقرر کرنے کی (بتوسط ٹرسٹ) اور ساتھ ہی ان کے ازدواجی جوڑے تجویز کرنے ہیں کہ اس وقت بعض لڑکے ہم عمر لڑکیوں سے منسوب بھی ہوچکے ہیں۔ اور بقیہ وہ بھی اسی تعریف میں آنے والے ہیں۔ لہٰذا اگر حزم و احتیاط کے ساتھ یہ لڑکے اپنی زندگی بسر کریں تو ان کو بھی وہی چیزیں زمانہ قریب میں ملکر رہیں گی جو ان کے عمر میں بڑے بھائیوں کو ملی تھیں یعنی لوازمہ متاہل زندگی۔ جس سے میں غافل نہیں ہوں بلکہ باخبر ہوں۔ بشرطیکہ نیک روشی سے یہ رہیں اور اپنے کردار سے میرے لطف وکرم کا خود کو مستحق بنائیں کیونکہ اس وقت یہ سبزۂ نوخیز ہیں جو کل بڑے جھاڑ بننے والے ہیں اور یہ روزانہ سلام کے لئے پابندی سے آتے ہیں کیونکہ یہ میری نظر کے سامنے ہیں اور یہ چیز ان کے حق میں ایک دن مفید ثابت ہوکر رہے گی۔ بقول۔ دیر آید۔ درست آید

مرقوم ۱۸ر جولائی ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)



خطیب منبر سلونیؑ

کا ارشاد مبارک ہے کہ خدا کی قسم میں نے تمہارے بیت المال سے اپنی ذات پر کچھ خرچ نہیں کیا۔

عوامی حکومت کی پیشانی کا داغ

ایک مقامی خبر رساں ادارے کے حوالہ سے مقامی روزناموں میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ۱۲ ؍ جولائی کو رگھونا تھ نامی ایک نوجوان کلیہ اناث کے قریب راستہ چلتے ہوئے لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اور آنے جانے والوں کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ راہ گیروں کے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ مسلسل فاقوں سے نڈھال ہے یہ معلوم کر کے چند لوگ کھانا لانے کے لئے دوڑے لیکن کھانا لانے سے قبل ہی وہ تڑپ تڑپ کر اس دنیا سے چل بسا۔" حیدرآباد کی تاریخ کے اوراق اُلٹتے جایئے، شخصی حکومت کے دور میں کئی بڑے بڑے قحط آئے، وبائیں آئیں، موسیٰ ندی کا سیلاب آیا لیکن کبھی بھی کسی آنکھوں نے نہیں دیکھا کہ کسی انسان نے مسلسل فاقہ کشی کے باعث سڑک پر دم توڑ دیا ہو۔

آج شخصی حکومت باقی نہیں رہی، جاگیردارانہ نظام ختم ہو چکا۔ دیسی ریاستوں کا وجود باقی نہیں۔ ہم آزاد ہو چکے اب عوامی اور جمہوری حکومت ہے۔ عوامی حکومت زیادہ اگاؤ کی مہم پر کروڑوں روپیہ خرچ کر چکی ہے اور کر رہی ہے۔ طریقۂ کاشت میں عصری طریقے اختیار کئے گئے ہیں۔ بہت سارے بنجر علاقے زیر کاشت لائے گئے ہیں۔ کروڑوں روپیہ کے صرفہ سے آبپاشی کے سینکڑوں بند بنائے گئے ہیں۔ کسانوں میں زمین تقسیم کی گئی ہے عوام کے ہمدرد اور بہی خواہ، عوام کی جانب سے عوام پر حکومت کر رہے ہیں۔ ان سب تدبیروں، کوششوں اور منصوبوں کے باوصف شہر حیدرآباد میں آندھرا پردیش کے صدر مقام میں ایک انسان، ایک نوجوان انسان، مسلسل فاقوں کی تاب نہ لا کر مر جائے۔ یہ واقعہ عوامی حکومت کی پیشانی پر ایک بدنما داغ نہیں تو اور کیا ہے !؟

شہر حیدرآباد میں کئی رفاہی اور سیاسی انجمنیں ہیں جو عوام سے لاکھوں روپیہ چندہ وصول کرتی ہیں۔ حیدرآباد میں سینکڑوں عوام کے خادم اور انسانیت کے ہمدرد موجود ہیں سینکڑوں سوشیل ریفارمر ہیں۔ عالیشان بنگلے نیا نئے اور پچاس پچاس ہزار کی موٹروں میں دندناتے پھرنے والے کانگریسی وزراء موجود ہیں۔ ان سب کی موجودگی میں اس "روشن دور" میں ایک انسان فاقہ کشی سے مر جائے —— کیا یہ آزادی، جھوٹی آزادی نہیں؟ کیا عوامی حکومت کے یہ نمایندے خودغرض اور مفاد پرست نہیں ——!؟ حکومت غیر ضروری عمارتیں، کھیل کے میدان اور تھیٹر بنانے پر کروڑوں روپیہ خرچ کر رہی ہے۔ ناچنے اور گانے کی سرپرستی پر کروڑوں روپیہ برباد کیا جا رہا ہے۔ عوامی وزراء عمارتوں کے افتتاح کے لئے دورے کر کے بھتہ اور سفرخرچ کے عنوان سے لاکھوں روپے برباد کر رہے ہیں —— اور ہزاروں تعلیم یافتہ نوجوان بیروزگار ہیں۔ ہزاروں بیروزگار نوجوان فاقہ کشی میں مبتلا ہیں۔

حکومت چاہے عوامی ہو یا شخصی، جمہوری ہو یا آمرانہ، جس حکومت میں عوام کو روزگار اور روٹی نہ مل سکے وہ حکومت کبھی بھی اچھی کہلائی جانے کی مستحق نہیں۔ نہیں معلوم آج رگھوناتھ کی طرح کتنے ہی نوجوان ہیں جو فاقہ کشی میں مبتلا ہیں؟

کیا ان حالات میں ہماری حکومت کا یہ فرض نہیں کہ وہ تھیٹروں، کھیل کے میدانوں اور ناچنے گانے کی سرپرستی میں جو روپیہ برباد کر رہی ہے اُس کو عوام کو روزگار دلانے اور دستی صنعتوں پر صرف کرے ——!

علامہ رشید ترابی کی ایک دوسری مجلس

خدا کی حمد و ثنا اور محمدؐ و آل محمدؐ پر درود و سلام کے بعد

سلسلۂ کلام آپ کو یاد ہوگا۔ زندگی دنیا بغیر لذت کے
نہیں، لذت کی تین قسمیں ہیں۔ لذت جسمانی و بدنی، لذت نفسی
لذت عقلی۔ لذت جسمی و بدنی اکل و شرب کی تکمیل۔ لذت نفسی
طلب جاہ و اقتدار۔ ان دونوں میں انسان کیسا تھ حیوان شریک
ہے۔ تیسری لذت طلب علم۔ علم و ادراک کی تلاش میں نکلنا،
شرافت علم کو جاننے کے لئے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ
ہمارے ہا ... میں ہمیشہ موجود ہے یا معدوم۔ موجود کو معدوم
پر شرف ... ، موجود فانی ہے یا غیر فانی یعنے قوت نمو ہے
یا نہیں، نا ... حاسہ ہے یا غیر حاسہ۔ حاسہ کو غیر حاسہ پر
شرف ہوگا ... اب حاسہ عاقل ہے یا جاہل، عاقل با علم ہے
یا جاہل۔ ... کو شرف ہے صاحب علم اشرف ہوگا۔
... موجودات علوم کئی قسم کے ہیں۔ علم امراض، علم النفس
و آفاق و ... علم کا موضوع جیسے جیسے اشرف ہوتا جائے گا
علم کی شان ... بلند ہوتی جائے گی۔ سب سے زیادہ اشرف علم خدا
شناسی ... کائنات میں اشرف ترین وہ ہوگا جسکو علم خدا
شناسی ہو ... عالم عقل میں، بشریت میں، کائنات میں ایک ہی
انسان ہے ... جس علم کا دارا ہے۔ وہ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ

ہے۔ عالم اشرف ترین صفات علم۔ عالم اشرف ترین موجودات۔
عالم علم خدا شناسی ہے۔ عالم وہ جسکو علم خدا شناسی تحصیل سے
نہیں آیا۔ علم کی دو قسمیں ہیں۔ علم حصولی، علم حضوری۔ یہ علم
کائنات میں کسی کو اس شان سے عطا نہیں ہوا۔ یہ منزل ہے علم
حضوری کی کہ ہر شئے حاضر۔ علم خدا شناسی انبیاء مؤثر سے
آثار تک ہوتا ہے اور علم خدا شناسی لئے آثار سے مؤثر کو معلوم
کرنا اس منزل پر بیجا نہ ہوگا۔ اگر میں ایک دعا کے چند جملے آپکے
سامنے تلاوت کرنے کی عزت حاصل کروں جو اسقدر جمیل ہیں
کہ انہیں بطور درس پڑھنا چاہیے۔ حسینؑ ابن علیؑ بارگاہ رب العزت
میں یوں عرض کرتے ہیں "میرے پروردگار کیا تیرا غیر بھی ظاہر
سمجھا جا سکتا ہے۔ تو کہاں ہے کہ تیری بارگاہ میں دلیل بنا کر
لاؤں۔ وہ آنکھیں اندھی ہو جائیں جو تجھے نہیں دیکھ سکتیں اس
بندہ مومن کے کاروبار برباد ہو جائیں جسکو تو نے اپنی محبت سے
کچھ نہ دیا۔ اس نے کیا پایا جس نے تجھ کو کھویا۔ میرے پروردگار
اس نے کیا کھویا جس نے تجھ کو پایا"۔ اب وہ منزل ہے جس کو
استدلال میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ عرض کرتے ہیں "میرے
پروردگار تو نے اپنے آپکو ہر شئے میں بھجوایا کہ میں نے ہر
چیز میں تجھکو دیکھا"۔ دعا طویل ہے سلسلہ جاری ہے "پہلے
تجھ کو دیکھا۔ تیرے واسطے سے اشیائے عالم کو دیکھا۔"
علم حصولی وہ کہ آثار و علل سے۔ خالق کائنات بعد
اس منزل میں ایک ہستی کائنات میں فائز ہے جسے خدا نے
چن لیا اپنے امر کی حفاظت کے لئے اگر واقعی لذت عقلی کی
طلب ہے اور انسان منزل طلب علم میں آگے بڑھنا چاہتا ہے
تو سیر کمال کے حصول کے لئے اپنی آنکھوں سے اسلام کے ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعۂ تاریخ

بتقریب قیام فرمائی عالیجناب نواب کاظم نواز جنگ بہادر المعروف بہ علی پاشاہ دام اقبالہٗ

"بہ قصر عثمان کاٹیج"

زالطاف شہ عثمان علی خاں آصف سابع　٭　علی پاشاہ بہ قصر پر شکوہ و پر جلال آمد
چو کردم فکر تاریخ نزولش اندر آں ایوان　٭　ز طبتم فادخلوہا خالدین الیوم سال آمد
—— ۱۹۶۰ء ——

گذرانیدہ سید کاظم حسین قمر عابدی سلمہٗ

۲۴ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ م ۲۴ جون سنہ ۱۹۶۰ء　　(آمدہ از نذری باغ)

مادیت سے بلند ہو کر دیکھنا چاہیئے۔ جب ہم مادی نظر سے دیکھتے ہیں تو اسے مادیت میں کھینچ لانا چاہتے ہیں۔ بہت سی فکر کی بلندیاں اسی میں سربسبز ہوتی ہیں۔ آپ کو اپنے امر کا محافظ کہا جاہلیت کی تعریف قرآن نے یہ کی ہے۔

اے رسولؐ ان کے طرف میں ابھی تک ظن جاہلیت ہے۔ کہتے ہیں ہمارا بھی کچھ اسمیں دخل ہے۔ کہدو اے رسولؐ امر، اللہ کے لئے ہے۔ امر الٰہی میں کسی کو دخل نہیں۔ جو دخل دے اسکی جاہلیت ثابت۔ آیت کی تنزیل بھی سن لیجئے۔ کب نازل ہوئی، کہاں نازل ہوئی۔ کس بارے میں نازل ہوئی۔ سب متفق ہیں کہ جنگ احد کے دن رسولؐ نے فرمایا کہ اس مقام سے نہ ہٹنا۔ اپنی جگہ پر بیٹھے رہنا۔ انھوں نے جگہ چھوڑ دی۔ اور بھاگتی ہوئی فوج کا پیچھا کیا۔ بھاگی ہوئی فوج پہاڑوں کے پیچھے سے پلٹ پڑی اور لوگ گھر گئے جنگ مغلوبہ ہوگئی جو کچھ بچ گئے وہ آئے اور بہت دیر سے آئے اور کہا۔ یا رسول اللہؐ آپ اپنے رازمیں ہم کو شامل کیوں نہیں کرتے دل کھول کر باتیں کیوں نہیں کرتے، انجام سے واقف کیوں نہیں کرتے۔ کہو امر اللہ، اللہ کے لئے ہے۔ حکم اس کی طرف سے، اطاعت تمہاری طرف سے، امر حق میں مداخلت، جاہلیت۔ یہ قرآن مجید کی اصطلاح ہے۔ امر جب اللہ کیلئے ہو تو محافظ امر کون ہے؟ امر، اللہ کے لئے ہے۔ صاحب امر وہی جو اسکی طرف سے آئے، منتخب ہو۔ صاحب امر وہ جو امر الٰہی کو عوام تک پہونچائے اور اپنے ضمیر کو دخل نہ دے۔ اپنی خواہش، اپنی آرزو اور اپنی تمناؤں کو دخل نہ دے صاحب امر وہ جو امر کا محافظ ہو۔ یہ نہیں کہ خدا نے یہ کہا۔ میں یہ کہہ رہا ہوں

یہ سمجھنے کا حق نہیں۔ امر حق کے مقابل اجتہاد نہیں ہوگا۔ دور تشریع وہ جہاں صاحب امر معصوم، دور تدوین وہ جہاں وہ محافظ رہے۔ دونوں میں فرق یہ کہ صاحب تشریع حامل وحی ربانی۔ اور تدوین میں محافظ امر الٰہی۔ ہر قدم پر یہ کہے کہ یہ روایت میں اپنے جد سے کر رہا ہوں راوی کوئی اور نہیں۔ روایت کے سلسلہ میں کوئی غیر معصوم نہیں۔ زمانہ دور تدوین میں وہ یہ نہیں کہتا کہ میں کہتا ہوں۔ وہ یہ کہتا ہے کہ صاحب تشریع نے پیغمبر اسلامؐ میرے جد نے یہ کہا جسکی وجہ سے تشریع و تدوین میں اختلاف نہیں آیا۔ تدوین کے بعد جب زمانہ اجتہاد کا آیا تو اجتہاد معصوم کی بنیاد ہو تو ایسی صورت میں انتشار پیدا نہیں ہوتا فکر میں اختلافات نہیں ہوتے فکر ایک ہوتی ہے جو آپ نے کہا وہی بیٹے نے کہا، وہی پوتے نے کہا۔ اول نے جو کہا آخر نے وہی کہا سلسلۂ فکر میں یگانگت و ہم آہنگی ہے جہاں اسطرح کی ہم آہنگی پائی جاتی وہاں میں سمجھتا ہوں انسان کو بڑے غور و خوض کے بعد اس سلسلہ فکر کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے یہی وہ منزل فکر ہے جسکو ہم نبوت صادقہ کا پہلا شاہد سمجھتے ہیں یعنی سلسلۂ فکر کا ہم آہنگ ہونا اور ایک ہی راستہ پر چلنا۔

ایک طرف تو یہ سلسلہ اور ایک طرف سلسلۂ فکر یہ ہے کہ اتنے راویوں نے سنا کسی نے بیٹھے ہوئے، کسی نے کھڑے ہوئے دیکھا۔ مسجد میں دیر سے آیا مکمل عمل کو نہیں دیکھا۔ کوئی مسجد کے باہر تھا سن کر دوسروں سے نقل کیا جو سنا تھا پوری طرح نقل نہ کر سکا۔ نتیجہ یہ کہ سب میں اختلاف ہو گیا جنہوں نے روایات کو رسولؐ تک پہونچایا لیکن اختلاف موجود۔ کیوں؟ اسلئے کہ نگاہ معصوم سے نہیں دیکھا۔ فہم معصوم سے علم معصوم

سے استخراج نہیں کیا۔ زمانہ اور آگے بڑھا اب اجتہاد نص معصوم پر نہو سکا۔ ایک ہی عمل میں اسقدر اختلاف تھا کہ کس قول پر اجتہاد ہو۔ کسی مجتہد نے اس قول پر اور اس مجتہد نے اس قول پر اجتہاد کیا ایک کی بات دوسرے سے ٹکرائی ایک قول دوسرے سے ٹکرایا۔ زمانہ بڑھتے بڑھتے بہتر فرقے ہوگئے ہر فرقہ کا مکتب فکر (School of thought) بدل گیا سب کا دعویٰ یہ کہ ہم رسولؐ کے پیرو۔ ایک جگہ اختلاف ہی اختلاف، ایک جگہ اتحاد ہی اتحاد۔ یہ تھی وہ سلسلۂ فکر، اتحاد فکر۔ موقع ملتا تو ایک ایک تاریخ سے آشکار کرتا۔ مختصر یہ کہ ۱۱ھ میں دنیا سے پیغمبر اسلامؐ کا سایہ اٹھ گیا۔ ۱۱ھ تک ظاہری یا باطنی طور پر جتنی خدمت ہو سکتی تھی وہ باب مدینۃ العلم نے کی یہ کہکر کہ اس دن موجود تھا جب کوئی نہ تھا میں نے اٹھتے ہوئے بیٹھتے ہوئے، سفر میں، وطن میں، ہجرت میں، جنگ میں، صلح میں، خوشی میں، غمی میں، ہنستے ہوئے، مسکراتے ہوئے دیکھا ہے مجھ سے بہتر کوئی جان نہیں سکتا۔ ادھورا نہیں دیکھا مکمل دیکھا ہے اب ایسے دیکھنے والے نے روایت کی اپنے بیٹے حسنؑ سے حسنؑ کا زمانہ ختم ہوا ۵۰ھ انہوں نے حسینؑ سے روایت کی۔ زمانہ ختم ہوا ۶۱ھ حسینؑ نے زین العابدینؑ سے۔ زمانہ ختم ہوا ۹۴ھ زین العابدینؑ نے محمد باقرؑ سے۔ زمانہ ختم ہوا ۱۱۴ھ محمد باقرؑ نے جعفر صادقؑ سے۔ زمانہ ختم ہوا ۱۴۸ھ جعفر صادقؑ نے موسیٰ کاظمؑ سے۔ زمانہ ختم ہوا ۱۸۳ھ موسیٰ کاظمؑ نے علی رضاؑ سے۔ زمانہ ختم ہوا ۲۰۳ھ علی رضاؑ نے محمد تقیؑ سے۔ زمانہ ختم ہوا ۲۲۰ھ محمد تقیؑ نے علی نقیؑ سے۔ زمانہ ختم ہوا ۲۵۴ھ علی نقیؑ نے روایت کی حسن عسکریؑ سے زمانہ ختم ہوا ۲۶۰ھ اور دور تدوین ختم۔ یہ تھی تدوین فکر میں یگانگت۔ امام حسن ابن عسکریؑ سے روایت محمد یحییٰ بن یعقوب کلینی، شیخ صدوق، شیخ مفید، ابو جعفر احمد ابن حسن طوسی، شہید اول تک۔ شہید اول نے پیغام پہنچایا ملا محمد باقر مجلسی تک ۱۱۱۲ھ۔ انکے بعد فیض کاشانی، شیخ مرتضیٰ شیخ محمد جواہر، سرکار میرزا تک۔ سرکار میرزا نے پہنچا اصفہان بروجردی تک ۱۳۸۰ھ۔ یہ ہے سلسلۂ فکر ۱۱ھ سے ۱۳۸۰ھ تک، اگر اجتہاد ہے تو معصوم کے کلام پر۔ اگر تدوین ہے تو معصوم کے ارشاد سے۔

نبوت صادقہ کے لئے پہلا شاہد ہے اسلئے باقی ہے محافظ جانتے تھے کہ ان کی ذمہ داری کیا ہے۔ اسی لئے کسی معصوم نے اختلاف نہیں فرمایا۔

جس کسی عمل یا عقیدہ کو اس گروہ میں یا شیعہ کی کسی نہ کسی کتاب میں ایک آدھ روایت نظر آئیگی کوئی عقیدہ ایسا نہیں ہے جسکی بنیاد خواہش نفس پر ہو۔ مداخلت پر ہو۔

مثال کے طور پر امام مالک علیہ الرحمۃ کے پیرو فرماتے ہیں کہ کوئی روایت ایسی نہیں جس سے نماز کی حالت میں ہاتھوں کو کھلے رکھنے کے بجائے باندھ رکھتے تھے۔ ان کے راویوں نے رسولؐ کو ہاتھ باندھ کر پڑھتے ہوئے دیکھا ان کے عقاید ہی ایسے ہیں جہاں نفس رسولؐ پر بنیاد امر ہے۔

۱۱ھ سے ۱۳۸۰ھ تک کہیں آپس میں اختلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ الانبیا زہے۔ اسکی روح رواں کیا ہے؟ کوئی معصوم شکار خواہشات نفس نہیں۔

پیغمبرؐ کی ذات گرامی جو فخر موجودات، اشرف کائنات اول ما خلق، صبح ازل، صاحب ابد۔ نور مجسم، فیض اکمل ہے

رحمت للعالمین ہے، اس ذات کا خیال اپنے نفس پر کبھی نہ کیا یہ
سمجھ کر کہ وہاں بشریت تھی۔ اتنا سمجھ لو کہ کیسی بشریت تھی؟ منطق
میں انسان کی تعریف کیا ہے؟ یہ کہ وہ حیوان ہے مگر ناطق۔ اس
ناطق کے لفظ نے حیوانیت سے اٹھا کر انسانیت کو بلند کر دیا فصل
ناطق نے نوع حیوان کو پست کر دیا۔ اگر ایک بھائی دوسرے بھائی کو
حیوان کہے تو لڑنے لگے گا۔ آپ نے کہا کہ حیوان ناطق ہے جہاں
منطقی فصل آئی، جنس بدلی، نوع بدلی۔ اسی طرح نبی بشر۔ قرآن
نے فرق بتلا دیا۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ۔ تعریف
ظاہر ہوگئی۔ فرق نمایاں ہوگیا کیا پھر بھی بشر سمجھو گے؟ جب
اپنے آپ کو حیوان نہیں سمجھتے تو نبیؐ کو بشر سمجھنے کا حق کیا ہے؟
آپ بھی بشر ہیں نبیؐ کو بھی بشر جانتے ہیں۔ وما ارسلنک الا
رحمۃ للعالمین کسی بشر کو ایسا بھی دیکھا ہے؟ یہ بشر عالمین
کے لئے لطف، رحمت۔ ایسا بشر انبیاء پر شہید، خدا پر گواہ۔ اس
شان کا بشر کہ جب قرآن مجید میں توصیف ہوتی ہے تو پتہ چلتا ہے
وما یتخذ الرسول من بعد ماجاءت...... الخ
محمد رسولؐ سے بگاڑ کر بیٹھے۔ ہدایت کے ظاہر ہو جانے کے بعد صاحبان
ایمان کے راستے سے ہٹ کر چلے، ہماری توفیق ہدایت نہیں کرتی
توفیق ہدایت پھوٹے تو ہدایت قدرت چھوڑ دے

اے حبیب وہ مجھ سے نہیں تجھ سے منہ موڑ کر جا رہا
ہے۔ چاہے وہ مجھے بار بار پکارے، سجدہ پر سجدہ کرے مگر
میرے حبیب وہ بندگی پسند نہیں جس میں تو نہیں۔ یہ آپ ہی جیسا
بشر تو ہے۔ اس منزل کا انسان آپ ہی جیسا بشر ہو سکتا ہے نا؟
رسولؐ نے اس محلہ میں مسجد بنا دی۔ ہم اس محلہ میں مسجد بنائیں گے
خدا نے فرمایا، اے حبیب! جو مسجد تجھ سے ہٹ کر بنے
ہمارا گھر نہیں (سورۂ توبہ) مسجد ضرار کا بیان دیکھئے۔ ایسا انسان
کامل آپ جیسا بشر ہے؟ یہی دھوکہ ہوا۔ اٹھا وجو کر میں ہم سے
اور یوحیٰ الیّ کو چھوڑ دیا۔ نفس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر عمل پر
تبصرہ شروع ہوگیا۔ بیٹھتے ہیں تو کیوں؟ کھڑے ہیں تو کیوں؟
وہاں دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیوں کیا؟ ان کو گود میں
کیوں اٹھایا؟ ان کو کعبے میں اپنے کاندھوں پہ کیوں سوار کیا؟
بچوں کے لئے اونٹ کیوں بن گئے؟ پشت پر سوار ہو جانے پر
نماز میں تاخیر کیوں کی؟ ہر عمل تبصرہ کی منزل پر آگیا دنیا بشریت
کی منزل کو جانتی تو کبھی نہ پوچھتی۔ اختلاف کی منزل بنا دی،
اختلافات کیوں ہیں بتلا رہا ہوں۔ کہ نبیؐ کو فقط بشر جانا جس نے
رسولؐ کی اطاعت کی کسی استثنا کے بغیر ومن یطع اللہ
قرآن مجید میں کسی مقام پر منزل شریعت میں اتباع الٰہی نہیں
ہے۔ اطاعت اور اتباع الگ الگ چیزیں ہیں۔ اطاعت وہ
کہ ہر حکم پر سر جھکا جائے۔ اتباع وہ جہاں سمجھ میں نہ آئے
کسی کا عمل سمجھائے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ پیغمبرؐ تو اطاعت کا
حکم لائے ہیں، پیغام پہونچانے آئے ہیں۔ مقصد خدا سے
محبت سمجھ لیا۔

ذات واجب اور تم عاشق! محبت کرنے لگے مجھکو
پہچان نہ سکو! سکو چاہو گے کیا؟ آواز آئی کہہ دو اے رسولؐ
مسجد کے گوشوں میں بہت سے دیوانے جمع ہوگئے ہیں۔ اللہ کی
محبت کا دعویٰ ہے تو میری اطاعت کرو۔ منزل فکر اور بلند
ہوئی۔ تم دوست نہیں رکھ سکتے۔ یہاں لفظ اتباع استعمال
ہوا کہ میری پیروی کرو۔

(باقی آئندہ)

بائیبل کے اوراق میں واقعۂ کربلا کا تذکرہ!

مولوی سید حسین صاحب رضوی

بائیبل میں اکثر مقامات پر علاوہ جناب رسالتمآب و علیؑ کے شہید اعظم حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق بھی پیشنگوئیاں مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہیں۔ عیسائی حضرات ان میں سے اکثر پیشنگوئیوں کو جناب عیسیٰ علیہ السلام پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی جناب عیسیٰؑ پر پوری نہیں اترتی بلکہ ذبیح کربلا سید الشہداء جناب امام حسینؑ ہی پر وہ تمام پیشنگوئیاں صادق آتی ہیں۔ ان پیشنگوئیوں میں سے چند کو ہم اس جگہ نقل کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین ہمارے اس بیان کی تصدیق کر سکیں۔

شہادت

خداوند عالم نے حضرت موسیٰؑ کی معرفت رسول موعود کی پیشنگوئی کے ساتھ ساتھ بنی اسرائیل کو ایک اہم شخصیت یعنی شہید اعظمؑ سے بھی روشناس کرا دیا تھا چنانچہ عاشورہ کی یادگار منانے کے لئے بنی اسرائیل کو یہ ہدایت دی گئی تھی

"اور تمہارے لئے یہ ایک دائمی قانون ہوگا کہ ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ کو تم اپنی اپنی جانوں کو دکھ دینا اور اس دن کوئی خواہ دیسی ہو یا پردیسی جو تمہارے بیچ بود و باش رکھتا ہو کسی طرح کا کام نہ کرے کیونکہ اس روز تمہارے واسطے تم کو پاک کرنے کیلئے کفارہ (قربانی) دیا جائیگا۔ تم اسدن اپنی اپنی جانوں کو دکھ دینا یہ دائمی قانون ہے (احبار باب (۱۶) آیت ۲۹ تا ۳۱)

ایک دوسرے مقام پر یہ الفاظ ہیں:-

اور خداوند نے موسیٰؑ سے کہا کہ اسی ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ کو کفارہ (قربانی) کا دن ہے (یعنی اس دن قربانی دیجائیگی) اس روز تمہارا مقدس مجمع ہو اور تم اپنی اپنی جانوں کو دکھ دینا اور خداوند کے حضور آتشین قربانی گذراننا تم اسدن کسی طرح کا کام نہ کرنا کیونکہ وہ کفارہ کا دن ہے جسمیں خداوند تمہارے خدا کے حضور کفارہ دیا جائیگا جو شخص اسدن اپنی جان کو دکھ نہ دے وہ اپنے لوگوں میں سے کاٹ دیا جائیگا (یعنی وہ اس امت کا فرد نہ رہیگا اور اسے مرتد سمجھا جائے) اور جو شخص اس دن کسی طرح کا کام کرے اسے میں اسکے لوگوں سے فنا کر دونگا۔ تم کسی طرح کا کام مت کرنا تمہاری سکونت گاہوں میں پشت در پشت سدا یہی آئین رہیگا یہ تمہارے لئے خاص سبت کا دن ہو۔ اسمیں تم اپنی اپنی جانوں کو

دکھ دینا۔ تم اس مہینہ کی نویں تاریخ کی شام سے دوسری شام تک اپنا سبت ماننا" (احبار باب ۲۳۔ آیت ۲۶)

ان دونوں عبارتوں سے دو باتیں معلوم ہوئیں اوّل یہ کہ ایک کفارہ (قربانی) لوگوں کے پاک کرنے کے لئے دیا جائیگا یعنی لوگ اُس شہادت عظمیٰ کے ذریعہ حق و باطل میں تمیز کر سکیں گے اور راہ راست پر آ جائینگے۔ دوسرے یہ کہ کفارہ ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ کو دیا جائے گا

ہم اس مقام پر "ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ" کی تشریح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہودیوں کے بارہ مہینوں کی موجودہ ترتیب یہ ہے۔

1. Tisri, 2. Hesvau, 3. Kislevau
4. Tebet, 5. Sebat, 6. Adar
7. Vedar, (یہ لوند کا مہینہ ہے) 7. Nisau
8. Yiar, 9. Sevau, 10. Tamuz
11. Ab. 12. Elub.

مگر انبیا رنے بنی اسرائیل کے زمانہ میں سال کا آغاز نیسان (Nisau) سے لیا جاتا تھا۔ یہود نے اپنا سال قبل از جناب موسیٰؑ تشریف میں ماہ تسرین (Tisri) سے شروع کرنا اختیار کیا پھر موسیٰؑ کے حکم سے سال کا آغاز ماہ نیسان سے کرنے لگے پھر اسے چھوڑ کر ماہ تسرین ہی سے آغاز سال مانا گیا یہ آخری تبدیلی ۳۵۰ء میں ہوئی تھی (رحمۃ للعالمین از قاضی محمد سلیمان صفحہ ۴۵۲، ۴۵۴)

1. Kisau, 2. Yiar, 3. Sevau, 4. Tamuz
5. Ab, 6, Elub, 7. Tisri.

سیرۃ النبی جلد (۵) صفحہ ۲۰۶ پر ہے ہے

یہودیوں میں بھی روزہ فرض ہے چنانچہ عام طور پر یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی میں چالیس دن روزہ رکھنا اچھا سمجھتے تھے لیکن چالیسویں دن کا روزہ ان پر فرض ہے جو ان کے ساتویں مہینہ (تسرین) کی دسویں تاریخ کو پڑتا ہے اور اسی لئے اسکو عاشورہ (دسواں) کہتے ہیں۔

اور اسی عاشورہ کو مسلمان بھی عام طور پر روزہ رکھا کرتے تھے مگر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشور کا روزہ متروک ہوا چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں قریش عاشور کا روزہ رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ بھی رکھتے تھے جب مدینہ میں تشریف لائے تب خود بھی عاشور کا روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا لیکن جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشور کے دن کا روزہ ترک کر دیا گیا اب جو چاہے رکھے جو چاہے نہ رکھے

(بخاری شریف جلد اول۔ حدیث نمبر ۱، ۲۲)

گویا "ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ" سے مراد "یوم عاشور محرم" ہے جسکی یادگار قائم کرنے کے لئے بنی اسرائیل کو یہ تمام ہدایات دی گئی تھیں۔

مقام شہادت

یہ کفارہ یا قربانی کس مقام پر دیا جائیگا اسکے متعلق بائیبل کا بیان ہے:۔

کیونکہ خداوند رب الافواج کیلئے شمالی سرزمین میں دریائے فرات

کے کنارے ایک ذبیحہ مقرر ہے"

(یرمیاہ - باب (۴۶) آیت ۱۰)

بس یہ کفارہ قربانی یا ذبیحہ فرات کے کنارے یہودی
ہیئوں کے حساب سے ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ کو ہونا چاہیئے
نیز یہ کچھ ایسا المناک اور دردانگیز واقعہ تھا کہ اس کی یادگار
منانے کے لئے ایک مخصوص طریقہ مقرر کیا گیا اور آیندہ نسلوں
کو بھی یہ سوگ اسی طرح برابر مناتے رہنے کی تاکید کی گئی۔

سالِ شہادت

آگے چل کر بائیبل میں ایک پیشگوئی اور ہے جو بظاہر
اس واقعہ شہادت سے متعلق نہیں معلوم ہوتی لیکن نتیجہ میں
سوائے اسکے اور کسی واقعہ کا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ لکھا ہے:-

"اے دانی ایل تو اپنی راہ لے کیونکہ یہ باتیں آخری
وقت تک بند و سربمہر رہیں گی۔ اور بہت لوگ پاک
کئے جائینگے (یعنی بہت سے لوگ راہ حق پائیں گے)
اور صاف و براق ہوں گے لیکن شریر شرارت کرتے
رہینگے اور شریروں میں کوئی نہ سمجھے گا پر دانشور سمجھیں
گے اور جسوقت دائمی قربانی موقوف کیجائے گی اور
وہ اُجاڑنے والی مکروہ چیز نصب کیجائیگی ایک ہزار
دوسو نوے دن ہونگے"

(دانی ایل باب ۱۲- آیت ۹)

ایک دوسری کتاب میں "وہ اجاڑنے والی مکروہ چیز
نصب کیجائے گی" کی بجائے "وسیم شہزادے کے قتل کئے" کے الفاظ
ہیں۔ ہر حال اگر دونوں ہی کو صحیح سمجھ لیا جائے تو نفس واقعہ پر کوئی
اثر نہیں پڑتا

یہ صاف ظاہر ہے کہ دائمی قربانی کے موقوف ہونے کے ۱۲۹۰
دن کے بعد کوئی غیر معمولی واقعہ جس ... علوم الٰہی کے
ذریعہ اسکا اسی شدومد کے ساتھ یا ... جیز ہو کر رہ
جاتی ہے۔

دائمی قربانی (یعنی وہ قربانی جو انبیائے بنی اسرائیل کی
شریعت کے بموجب بیت المقدس میں ادا کیجاتی تھی) واقعہ اسیری
بابل کے بعد موقوف ہو گئی۔ اسیری بابل کا واقعہ سنہ ۳۵۶۰ آدمی
یا سنہ ۶۰۱ ق۔م میں رونما ہوا۔ جب بیت المقدس شاہ بابل
بنوکد نضر ثانی کے ہاتھوں مسمار ہوا اور وہ تمام اسرائیلیوں کو جو
اس شہر میں آباد تھے قید کرکے بابل لے گیا۔

اس سال یعنی سنہ ۳۵۶۰ آدمی یا سنہ ۶۰۱ ق۔م کے ۱۲۹۰
دن کے اردگرد تاریخ کسی مشہور واقعہ کا پتہ نہیں دیتی جس پر کہ
پیشگوئی کا اطلاق ہو سکے لہٰذا اب ضرورت ہوئی کہ دن کی مقدار
معلوم کیجائے

اہلِ علم اور جغرافیہ دان حضرات پر یہ بات بخوبی روشن
ہے کہ دن کی مقدار دراصل مختلف حصص ارض پر کم و بیش ہے
خط استوا پر دن ۲۴ گھنٹے کا ہوتا ہے جبکہ قطبین پر یہی دن ایک
سال کا ہوتا ہے لہٰذا اب ۱۲۹۰ دن کو ۱۲۹۰ سال قرار دے
کر شمار کیا جائے تو واقعہ مذکور سنہ ۳۵۶۰ آدمی + ۱۲۹۰ یعنی سنہ ۴۸۵۰

آدمی میں آخر سنہ ۶۰ھ یا اوائل سنہ ۶۱ھ ہوتا ہے اور تاریخ اسلام سے واقفیت رکھنے والے حضرات پر روشن ہے کہ آخر سنہ ۶۰ھ میں یزید پلید تخت نشین ہوا اور شروع سنہ ۶۱ھ میں واقعہ کربلا کا ہولناک واقعہ رونما ہوا جس میں امام حسین علیہ السلام دریائے فرات کے کنارے عاشور محرم کو شہید کیے گئے۔

پس وہ "اجاڑنے والی مکروہ چیز" خلافت یزیدی ہو سکتی ہے جو سنہ ۶۰ھ میں نصب کی گئی اور مسیح شہزادے کے قتل سے مراد شہادت حسینؑ ہی ہے

اب سنہ عیسوی سے بھی اسکو شمار کر کے دیکھ لیا جائے ہم بتا چکے ہیں کہ سنہ ۶۰۱ ق۔م میں دائمی قربانی موقوف ہوئی لہذا یہ واقعہ سنہ ۶۰۱ ق۔م + ۱۲۹۰ یعنی سنہ ۶۹ء میں رونما ہونا چاہیئے مگر ایسا نہیں ہے

وجہ یہ ہے کہ سنہ ۳۲۴ء تک کلیسا میں سنین قمری رائج رہے لہذا وہاں تک تو حساب درست رہا۔ اس سال قسطنطین نے سنین شمسی رائج کرنا چاہے جس کی تعمیل سنہ ۳۰۵ء سے قبل نہ ہو سکی جبکہ مذکورہ بالا پیشگوئی پوری ہونے میں صرف ۳۴۰ سال باقی رہ گئے تھے اس سال میں سے ۳ فیصد (سنین شمسی و قمری کا فرق) یعنی تقریباً دس سال کم کر دیئے گئے گویا اس واقعہ کو اب بجائے سنہ ۶۹۰ء کے دس سال قبل سنہ ۶۸۰ء میں رونما ہونا چاہیئے اور یہی صحیح ہے دیکھئے "تاریخ زوال و تباہی روم" از گبن صفحہ ۴۶۹ مطبوعہ لندن جسکے بموجب واقعہ کربلا سنہ ۶۸۰ء میں ظہور پذیر ہوا

دانی ایل نبی کی متذکرہ بالا پیشگوئی کا ذکر جناب عیسیٰ علیہ السلام نے بھی کیا ہے جب جناب عیسیٰؑ نے اپنے شاگردوں کو اس دنیا میں اپنی دوبارہ آنے کی خبر ان الفاظ میں دی کہ

"میں تم سے کہتا ہوں کہ اب سے مجھے ہرگز نہ دیکھو گے جب تک نہ کہو گے کہ مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے (یعنی میری دنیا میں دوبارہ آمد اس وقت تک نہ ہوگی جب تک کہ خدائے بیتیں ہدایت یعنی رسول موعودؐ کا ہمنام (محمدؐ ثانی) امام مہدی آخرالزمانؑ کا ظہور نہ ہو جائے)"۔ (متی باب ۲۳ آیت ۳۹)

تو شاگردوں نے سوال کیا کہ ہم کو یہ تو بتا دیجئے کہ یہ باتیں ہونگی کب؟ اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہوگا؟

یسوع مسیحؑ اسپر جواب دیتے ہیں:-

خبردار کوئی تم کو گمراہ نہ کر دے (یعنی وقت کا تعین نہیں ہو سکتا) کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں۔ اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ خبردار گھبرا نہ جانا کیونکہ ان باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے لیکن اسوقت (دنیا کا) خاتمہ نہ ہوگا بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہونگے اور بہتیروں کو گمراہ کریں گے (آثار تو ملتے جلتے آجکل کے زمانے میں اور نبی اور مسیح کے دعویدار بھی بہت ہو چکے ہیں منجملہ ان کے ایک مثال مسیح قادیان کی ہمارے سامنے ہے) اور بے دینی کے بڑھ جانے سے بہتیروں کی محبت ٹھنڈی پڑ جائے گی مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائیگا اور بادشاہی کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی تاکہ سب قوموں

کے لئے گواہی ہو تب خاتمہ ہوگا (یعنی دنیا کا خاتمہ یا قیامت آنے سے قبل حکومت الٰہیہ یا اسلامی سلطنت کا شرق و غرب عالم میں پھیل جانا اور سب قوموں کا ایک مذہب پر آجانا ضروری ہے اور اسی زمانہ میں حضرت عیسیٰ ہمنام رسول موعود یا امام مہدی کے ساتھ ظہور فرمائیں گے (متی باب ۲۴ آیت ۱۴ تا ۱۴)

چونکہ ان الفاظ سے بھی تعین زمانہ نہیں ہو سکتا تھا اور نہ معمولی خاص نشان ہی بتایا گیا تھا۔ لہذا مزید تفصیل بتائی گئی:۔

پس جب تم اس اجاڑنے والی مکروہ چیز کو جسکا ذکر دانی ایل نبی کی معرفت ہوا مقدس مقام میں کھڑا دیکھو (یعنی جب وہ زمانہ آجائے کہ خلافت رسول اللہ پر مقدس عہدے پر یزید پلید متمکن ہو جائے اب زمانہ کا تعین ہو گیا کیونکہ کم از کم سنہ ۶۰ھ یا سنہ ۶۸ھ تک تو پتہ چل ہی گیا جسکے بعد ان نشانات کو تلاش کرنا باقی رہ گیا جنھیں جناب عیسیٰ پہلے بیان فرما چکے ہیں اور اب یہ سلسلہ بیان میں آرہا ہے) تو جو یہودیہ میں ہوں وہ پہاڑوں پر بھاگ جائیں جو کوٹھے پر ہو وہ اپنے گھر کا اسباب لینے کو نیچے نہ اترے اور جو کھیت میں ہو وہ اپنا کپڑا لینے کو پیچھے نہ لوٹے مگر افسوس ان پر جو ان دنوں میں حاملہ ہوں اور دودھ پلاتی ہوں (عجب نہیں جو یہ اشارہ حضرت رباب والدہ ماجدہ حضرت علی اصغر کیجانب ہو کیونکہ بقولے انہوں نے امام کے ساتھ اسوقت سفر کیا جب حضرت علی اصغر صرف (۴۱) دن کے تھے)۔

پس دعا کرو کہ تم کو جاڑوں یا سبت کے دن بھاگنا نہ پڑے کیونکہ اسوقت ایسی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے اب تک نہ ہوئی نہ کبھی ہوگی (بیشک شہادتیں بہت پیش آئی تھیں لیکن اس نوعیت کی شہادت جیسی حسینؑ نے پیش کی اسکی نظیر تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی)

اور اگر وہ دن گھٹائے نہ جاتے تو کوئی بشر نہ بچتا مگر برگزیدوں کی خاطر وہ دن گھٹائے جائینگے (یعنی اگر بنی امیہ کا دور جلد ختم نہ ہو جاتا تو مومنین و صالحین بالکل فنا ہی کر دیئے جاتے مگر ائمہ اہلبیت یا آل رسول کے صدقہ میں بنی امیہ کے دور حکومت کو کم کر دیا جائے گا) اسوقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا (یعنی اسوقت بھی میری آمد نہ ہوگی بلکہ ایک عرصہ کے بعد جب ہمنام رسول موعود کا زمانہ آجائے گا) کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے بڑے نشان اور عجیب کام کر دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر لیں (یعنی کچھ تم میں ایسے بھی ہونگے جو معجزات بھی دکھائیں گے لیکن بقول عیسیٰ وہ ہونگے جھوٹے۔ اب تو نبی قادیان کے لئے کوئی دلیل ثبوت باقی رہتی نظر نہیں آتی۔ دیکھو میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے پس اگر وہ تم سے کہیں کہ دیکھو وہ (ہمنام رسول یا امام مہدی) بیابان میں ہے تو باہر نہ جانا دیکھو وہ کوٹھریوں میں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوند کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے ایسے ہی ابن آدم (یہاں ہمنام رسول موعود ہونے کی بناء پر امام مہدی کو بھی ابن آدم کہا گیا ہے) کا آنا ہوگا جہاں مردار ہے وہاں گدھ

جمع ہو جائیں گے (مطلب یہ کہ تم فکر نہ کرو جب وہ یعنی امام مہدیؑ آئینگے تو شرق و غرب عالم خود ہی مسخر ہو جائیں گے اور تم کو کسی سے بتانے یا سمجھانے کی اور بھجوانے کی ضرورت باقی نہ رہے گی ہر شخص خود جان لے گا کہ یہ امامؑ ہیں

(متی باب ۲۴ آیت ۱۰ تا ۲۸)

اسکے بعد جناب مسیحؑ نے پھر اسی مقام سے اپنی تقریر پر روشنی ڈالی جو واقعہ کربلا کے بعد ہوگا کیا کیا تا کہ لوگ اس زمانہ کو پہچان لیں۔ آپ فرماتے ہیں :-

اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد (یعنی واقعہ کربلا کے بعد ہی) سورج تاریک ہو جائیگا اور چاند اپنی روشنی نہ دیگا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمان کی قوتیں ہلا دی جائینگی (تاریخ اسلام جاننے والے حضرات ان واقعات کی تصدیق بآسانی کر سکیں گے) اور اسوقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دیگا (یعنے شہادت حسینؑ کے بعد ہی رسول اسلام کی صداقت ظاہر ہوگی کہ رسول موعود بھی سچا اور انکے لائے ہوئے احکام بھی سچے۔ اور اسکا خدا بھی سچا کیونکہ اگر ان میں صداقت نہ ہوتی تو رسولؐ کا عزیز نواسہ ان کی گودیوں میں دن رات پلا۔ بلا وجہ اپنا گھر نہ لٹا دیتا یا دوسرا اشارہ اس سے یہ بھی ہو سکتا کہ اس واقعہ شہادت حسینؑ کے بعد اب وہ نشانیاں ظاہر ہونا شروع ہونگی جو میں ظہور امام مہدیؑ کے متعلق بتا چکا ہوں۔ ان کو تم دیکھتے رہنا اور اسوقت زمین کی سب قومیں چھاتی پیٹیں گی (یعنے ہر قوم و ملت کے لوگ شہادت حسینؑ سے متاثر ہو کر اپنے اپنے حوصلہ اور رسم و رواج کے مطابق ماتم و عزاداری کریں گے) اور

ابن آدم (ہمنام رسول یا امام مہدیؑ) کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی (یعنی ظہور امامؑ ہوگا) اور وہ نرسنگے کی بڑی آواز کیساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ (فرشتے) اسکے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اس کنارے سے اس کنارے تک جمع کرینگے۔ (یعنی تمام مومنین صالحین اور مقدس لوگوں کی رجعت ہوگی اور وہ پھر اس دنیا میں لائے جائینگے تا کہ امامؑ زمانہ کو اور اسکی شان حکومت کو دیکھ کر لطف اندوز ہوں اور اپنے صبر کا پھل اٹھائیں جناب عیسےٰؑ کی آمد بھی اسی وقت ہوگی)

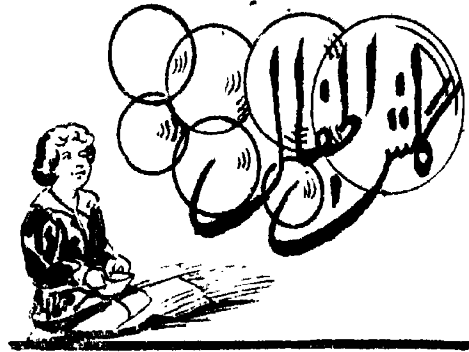
(متی باب ۲۴ آیت ۲۹ تا ۳۱)

جناب عیسےٰ علیہ السلام اپنے اس بیان کے بعد ایکدفعہ پھر زور دے کر فرماتے ہیں :-

(لوگو) میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک یہ سب باتیں نہ ہولیں یہ نسل (بنی آدم) ہرگز تمام نہ ہوگی۔ آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔

لیکن اس دن اور اس گھڑی (آمد ہمنام رسول موعود امام مہدیؑ کہ جن کے ساتھ میرا آنا مقدر ہے) کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ (چونکہ جناب عیسیٰؑ کی دوبارہ آمد بہ حیثیت امت محمدیؐ کے ہونے کو تھی لہذا آنجنابؑ نے جناب محمد مصطفےٰؐ کو باپ کہکر پکارا ہے) یعنی رسول موعود ہی جانیں کہ یہ سب کب وقوع پذیر ہوگا لہذا اب تم انکے آنے تک صبر کرو۔ وہی آکر تم کو اسکی بابت صحیح معلومات فراہم کرے گا (متی باب ۲۴ آیت ۳۴ تا ۳۶)

ختم شد



چند قاتلانِ امام حسینؑ

از سیدہ طاہرہ بیگم

(۱) حرملہ ابن کاہل۔ یہ عمر ابن سعد کے ہمراہیوں میں تھا اس نے ہی تیر سہ شعبہ سے پہلوئے امام حسینؑ اور حلقوم علی اصغرؑ کو چھیدا

(۲) حصین بن نمیر۔ یہ بھی عبداللہ ابن زیاد کے ہمراہیوں میں تھا اسنے امام ہمامؑ کے دہن مبارک پر تیر مارا تھا۔

(۳) عمر بن سعد۔ یہ امیر مختار کا بہنوئی تھا۔ اس ملعون نے پہلا تیر لشکر امامِ ہمامؑ پر پھینک کر سب کو گواہ بنا کر کہا تھا کہ دیکھو سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے

(۴) اسحٰق بن اشعث۔ یہ عبداللہ کاہل کی بیوی کا بھائی تھا اس ملعون نے بعد شہادت امام حسینؑ جسم مطہر کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا تھا

(۵) شمر لعین وہ شقی تھا جسنے امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے ابن زیاد کو بہت شہ دی تھی اور اپنے دست نجس سے بوسہ گاہ نبویؐ پر چھری چلائی تھا۔

(۶) سنان ابن انس۔ اس نے امام حسینؑ کے نیزہ مارا تھا اور امام مظلومؑ کی لاش مطہر کیساتھ بے ادبی کر کے انگوٹھی اور زرہ آتاری تھی

(۷) حکم بن طفیل وہ ملعون تھا جس نے حضرت عباسؑ علمدار کے فرق مبارک پر عمود مار کر زخمی کیا تھا اور اسی صدمہ کے سبب حضرت عباسؑ گھوڑے سے زمین پر تیورا کے گرے تھے۔

(۸) عمر وبن حجاج۔ یہ ملعون فوج ابن سعد کا سردار تھا اور اس نے امام حسینؑ پر تلوار چلائی تھی

زرّین اقوال

مذہب اسلام کے نازک مسائل سمجھنے کے لئے کافی علمی قابلیت اور پختہ عمر کی ضرورت ہے (سرکارِ حق آگاہ)

(۹) مرہ ابن منقذ۔ یہ ملعون قاتلان حضرت علی اکبرؑ میں سے ایک تھا اس ملعون نے ہمشکل پیمبرؐ کی پشت مبارک پر نیزہ مارا تھا

(۱۰) یزید بن ظہر۔ یہ ملعون حبیب ابن مظاہر کا قاتل تھا

(۱۱) حارث بن عمران یہ ملعون عابس شاکری نامی امام حسینؑ کا قاتل تھا

(۱۲) عثمان مرادی۔ یہ ملعون عبدالرحمن بن مسلم کا قاتل تھا

(۱۳) خولی۔ یہ ملعون فوج ابن سعد کا امیر تھا اور اسنے وقت آخر امام مظلومؑ کے حلقوم پر تیر مارا تھا جس سے امام مظلومؑ کی حالت تغیر ہو گئی تھی علاوہ ازیں اس مردود ازلی نے حضرت عثمان ابن علیؑ کو شہید کیا تھا اور اسی نے فرزند رسولؐ کا سر نوک نیزہ پر بلند کر کے تکبیر کہی تھی نیز اہلبیتؑ کی ردائیں اور زیورات اسی نے چھینی تھیں

(۱۴) حارث بن نوفل۔ اس ملعون نے حضرت ام کلثومؑ کی ردا چھینی تھی

(۱۵) حارث بن بشیر۔ یہ شخص بھی قاتلانِ امام مظلومؑ میں سے تھا

(۱۶) عبداللہ ابن اسد۔ یہ وہ ملعون تھا جسنے خیمۂ امامؑ کو آگ لگائی

(۱۷) مالک بن بشیر۔ یہ شخص بھی قتلِ امامؑ میں شریک تھا

روانگی

(•)

یزد ایران کے مشہور و معروف واعظ عمدۃ الواعظین آقای شیخ محمد منتظری اور جناب مستطاب آقای شیخ مہدی اسلامی جو چند روزہ قیام کے لئے حیدرآباد آئے تھے دوشنبہ کو بعزم وطن بمبئی روانہ ہو رہے ہیں۔ گذشتہ یکشنبہ کو آقایان مذکور کے اعزاز میں مدینہ ہوٹل میں بجانب آقای حسین ضابطہ اور شنبہ کو گرانڈ ہوٹل میں بجانب آقای علی آقا کاشانی ایک پر تکلف ظہرانہ ترتیب دیا گیا تھا۔ اول الذکر مدینہ ہوٹل میں آقای حسین ضابطہ کے اور ثانی الذکر گرانڈ ہوٹل میں آقای سید علی رضا وزیری کے مہمان ہیں۔ جناب آقای رحمت اللہ دانشؔ نے ان ہر دو علمائے عالیقدر کو دو جامعہ عثمانیہ دکھلایا۔ جامعہ عثمانیہ کو دیکھکر صاحبان معزز نے بیساختہ کہا کہ اس شان کی جامعہ پوری دنیا میں نہیں۔ اس پر راقم الحروف نے کہا کہ یہ آپکی صحیح تنقید ہے یہ ہمارے سرکار حق آگاہ (حضور نظام) کی زندہ جاوید یادگار ہے۔ "انا مدینۃ العلم و علیؑ بابھا" کو سر طغرہ دیکھکر صاحبان معزز نے کلمۂ تحسین و آفرین زبان پر جاری فرمایا۔ مولوی عبدالقادر صاحب صدر جامعہ اور یزدانی صاحب صدر کتابخانہ جامعہ نے آقایان موصوف کا پذیرائی فرمائی۔

یک خط — و — جوابش

14.7.60

سر دبیر گرامی مجلۂ وزین شیراز آقای سید صمصام شیرازی

بدینوسیلۂ خاطر محترم را رنجہ میدارد. از اینکہ بنامۂ مورخۂ ۹-۵-۲۰۰۵ اینجانب، ترغیب اثر دادہ و چکیدہ ہای قلم فاضل محترم آقای تمکین کاظمی را، در مجلۂ شریفۂ شیراز، منتشر نمودید۔ صمیمانہ تشکر می کنم، و نیز از آنجا کہ رہبری افکار مردم و روشن ساختن اوضاع عمومی بر عہدۂ صاحبان قلم و روزنامہ نگاران ہست از اینرو استدعا می کنم بعرائض زیرین این بندہ توجہ نمودہ، قرین مسرت و امتنانم فرمائید۔

رجوع شود بہ شمارہ (۳۵) شیراز مقالۂ آقای تمکین کاظمی تحت عنوان "لاشعور کی بیداری" آن اشعاریکہ رودکی شاعر نابینای ما سرودہ و می گوید "بوی موی مولیان آید ہمی" این مولیان کیست، کہ این اندازہ مورد علاقہ و توجہ نصر بن احمد سامانی بودہ است و تا نیاً "آب جیحون با ہمہ پہناوری + خنگ ما را تا میان آید ہمی" این کلمۂ "خنگ" یعنی چہ و مطلبش چیست؟ روشنم فرمائید، بیش ازین تصدیع وجود مبارک را، از طریق ادب دور دانستہ، خیر و عافیت شما را از خداوند توانا خواہانم۔

با تقدیم احترامات صادقانہ
احمد علی دہقانی۔ کیبٹے فرود سگا۔ دیر پورہ

دانشمند محترم حضرت مکرم آقای احمد علی دہقانی

جواباً عرض میشود کہ در مقالۂ آقای تمکین کاظمی بعنوان "لاشعور کی بیداری" اشعار رودکی کہ نگاشتہ شدہ است مصرع اولین را بجائے "بوئے جوئے مولتان آید ہمی" "بوئے موئے مولیان آید ہمی" غلط طبع شدہ است۔ دیگر اینکہ خنگ بمعنی اسپ تیز رفتار است، شاعر می گوید کہ دریائے جیحون با وجود این پہناوری تا کمر اسپ تیز رفتار ما می آید یعنی پایاب است

با تقدیم احترامات شائستہ
سید صمصام شیرازی
مدیر "شیراز"

پس منظر

تخفیف اسلحہ کانفرنس اور سوویت روس کا

(۱)

ایسا دکھائی دیتا ہے کہ روسیوں کے طور طریقوں میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔ جب مارشل اسٹالن سوویٹ یونین کے سیاہ و سفید کے مالک تھے تو ان کے نمائندے بین الاقوامی کانفرنسوں سے آئے دن واک آؤٹ کیا کرتے تھے۔ اب کہ نکتیا کھروشچیف کرتا دھرتا بن گئے ہیں۔ ان کے مقرر کردہ روسی نمائندوں نے بھی بین الاقوامی کانفرنسوں سے واک اوٹ کرنے کی عادت اپنالی ہے۔ پیرس میں جب سربراہوں کی کانفرنس شروع ہوئی تو مسٹر کھروشچیف نے اس سے واک اوٹ کیا۔ حق تو یہ ہے کہ انہوں نے کانفرنس شروع ہونے سے پہلے ہی کانفرنس سے علٰحدگی اختیار کرلی۔ اور اب جنیوا کانفرنس سے روسی نمائندوں نے واک اوٹ کر دیا ہے۔ حالانکہ اس کانفرنس میں تخفیف اسلحہ ایسے اہم ترین مسئلہ پر بات چیت ہو رہی تھی۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ روسی وزیر اعظم اور ان کے ساتھی زیادہ سے زیادہ لوگوں کو الجھن میں ڈال لینے کا تہیہ کیے بیٹھے ہیں۔ مثال کے طور پر اس تفاوت کو زیر غور لائیے جو مسٹر کھروشچیف کے قول اور فعل میں پایا جاتا ہے۔ انہی دنوں بخارسٹ میں تقریر کرتے ہوئے روسی وزیر اعظم نے اس بات پر زور دیا کہ بین الاقوامی کمیونزم کو "پرامن وجود باہمی" کے جھنڈے تلے منظم ہونا چاہیئے۔ انہوں نے بین الاقوامی معاملات کے بارے میں "نرم" رویہ اختیار کرنے کی تلقین کی اور "سخت" رویہ کو مسترد کر دیا۔ انہوں نے تخفیف اسلحہ کی ناگزیر ضرورت کو تسلیم کیا اور لینن کے اس نظریئے کو قصۂ پارینہ قرار دیا کہ کمیونزم اور کیپٹلزم کے درمیان "بھیانک تصادم" ناگزیر ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے جنیوا کانفرنس کے روسی ڈیلی گیشن کو ہدایت بھیجی کہ وہ تخفیف اسلحہ کی بات چیت سے الگ ہو جائے۔

اس واک آوٹ سے قطع نظر روسیوں کے اعلان کی یہ ستم ظریفی بھی ملاحظہ فرمائیے کہ وہ تخفیف اسلحہ کا مسئلہ اب اقوام متحدہ میں لے جائیں گے۔ روسیوں کے سلسلۂ واک آوٹ کی ابتدا اقوام متحدہ ہی سے ہوئی تھی۔ اور تو اور انہوں نے خود اقوام متحدہ میں یہ اعلان کیا تھا کہ تخفیف اسلحہ کے مسئلہ کو حل کرنے کی بہتر سعی غالباً اس ادارہ سے باہر کی جاسکتی ہے۔ اور دس ملکوں پر مشتمل تخفیف اسلحہ کمیٹی اقوام متحدہ سے باہر خاص طور پر اس لیئے قائم کی گئی تھی تاکہ ماسکو کی خواہش کے مطابق ایسی کانفرنس بلائی جائے جس میں آزاد ملکوں کے مساوی نمائندگی حاصل ہو۔ چنانچہ سوویٹ یونین کو یہ بڑی رعایت دی گئی کہ وہ پانچ کمیونسٹ ممالک کے نمائندے کانفرنس میں بھیج دے۔ جہاں ایک طرف آزاد ممالک کے پانچ نمائندے تھے وہاں دوسری طرف کمیونسٹ بلاک کے بھی اتنے ہی نمائندے بات چیت میں شامل کیئے گئے تھے۔ کیوں ــــ؟ اس لیے کہ واشنگٹن۔ لندن اور پیرس کی حکومتوں نے محسوس کیا تھا کہ اگر روسیوں کو مساوی نمائندگی دی جائے تو شائد وہ زیادہ سنجیدگی سے بات چیت کریں۔

ماسکو ابھی تک یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ تخفیف اسلحہ کی کامیابی کا خواہاں ہے۔ لیکن اس کے باوجود روسی ڈیلیگیشن کو ایک ایسے مرحلہ پر جنیوا کانفرنس سے علٰحدگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ جب امریکہ کانفرنس میں تخفیف اسلحہ سے متعلق اپنی نئی تجاویز پیش کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ فرانس کے ڈیلیگیٹ جوئس موش نے روسی ڈیلیگیشن

قطعہ

عجیب رنگ ہر اک پھول کا گلاب میں تھا || سرور و کیف پیئے بادہ کش شراب میں تھا
بیاں میں ذات علیؑ کے کہ کیا صفت تھی عیاں || ہر ایک رمز نہاں آج یہ کتاب میں تھا

(آمدہ از نذری باغ)

گیشن نے اس اقدام کو ایسی حرکت قرار دیا ہے جس کی بین الاقوامی معاملات میں مثال نہیں ملتی۔ بہرحال ایک بات صاف ہے۔ وہ یہ کہ اگر روسیوں کا قطع تعلق سچ مچ فیصلہ کن اور حتمی ہے تو تخفیف اسلحہ کی بات چیت کی تاریخ میں یہ ایک نئے دور کا آغاز ہے۔ جہاں تک اتحادیوں کا تعلق ہے انہیں روسیوں کے اقدام سے سخت افسوس بلکہ صدمہ پہنچا ہے۔ شائد ایسا نہیں ہونا چاہئیے۔ کیونکہ روسیوں کے طور طریقے نئے نہیں۔ پیرس میں کھروشچوف نے جو مظاہرہ کیا اس کے پیش نظر جنیوا کانفرنس کے اس انجام کا اندازہ لگانا غالباً مشکل نہیں تھا۔ امریکی ڈیلی گیشن کے لیڈر فریڈرک ایم ایٹن نے صورت حال کو اختصار کے ساتھ ایسے انداز میں پیش کیا ہے جو موجودہ حالات میں ضبط کی بہترین مثال تصور ہو سکتی ہے۔ انھوں نے کہا ــــ مجھے یقین ہے کہ روسیوں نے اسی مقصد سے اپنا ڈیلی گیشن واپس جنیوا بھیجا تھا۔ جس مقصد سے وہ پیرس گئے تھے وہ یہ تہیہ کر چکے تھے کہ وہ بات چیت نہیں کریں گے۔ بلکہ اس میں رکاوٹ ڈالیں گے۔ وہ کسی فیصلہ پر پہنچنے کے مقصد سے نہیں بلکہ فیصلہ کو روکنے کے مقصد سے یہاں آئے تھے۔ جس طرح مسٹر کھروشچوف نے سربراہوں کی کانفرنس کو تارپیڈو کر دیا۔ اسی طرح روسیوں نے دس ملکوں کی جنیوا کانفرنس کو ناکام بنا دیا۔ ظاہر ہے کہ وہ کسی ایسی سنجیدہ بات چیت کو ناکام بنانے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں جس میں باہمی اختلافات کو دور کیا جا سکتا ہے۔ جنیوا کے منظر میں آج اگر کوئی حوصلہ افزا بات نظر آتی ہے تو وہ امریکہ برطانیہ، فرانس۔ کنیڈا اور اٹلی کا یہ عزم ہے کہ وہ سوویٹ یونین پر تخفیف اسلحہ کے تئیں سنجیدہ رویہ اختیار کرنے کی ضرورت واضح کرنے کی کوششیں برابر جاری رکھیں گے چنانچہ پانچوں اتحادی ملکوں نے بات چیت کو معقول عرصہ تک جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس امید کے ساتھ کہ شائد روسی اپنے اس اقدام پر نظر ثانی کریں جو انہوں نے جلد بازی میں کیا ہے۔

دو مجلسیں

۲۳ محرم کو رات کے ۸½ بجے حسینیہ فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر میں منجانب نواب میر محمد صادق صاحب رضوی امانت خانی مجلس سالانہ منعقد تھی نواب میر محمد باقر صاحب باقر امانت خانی نے نیا مرثیہ در حال شہادت شہزادہ قاسم ابن حسن علیہ السلام گوش گزار سامعین فرمایا در و دیوار حسینیہ سے "احسنت" کی صدا بلند تھی۔

۲۵ محرم الحرام صبح کے ۹ بجے شریعت کدہ مولوی سید عبد اللہ صاحب اعلیٰ اللہ مقامہٗ واقع کوچہ ایرانی مجلس عزاء منجانب نواب سید عبد الوہاب صاحب فرزند مولوی سید عبد اللہ صاحب۔ اعلی اللہ مقامہٗ۔ منعقد تھی۔ حضرت سید ابو الحسن الشہیر بہ میرن صاحب قبلہ طاب ثراہ کے فرزند مولوی سید ضیاء الحسن صاحب مبلغ مدرسۃ الواعظین لکھنو نے فضائل و مصائب سید الشہداء محققانہ انداز میں بیان فرمائے۔ بعد ختم مجلس عزاداران حسینی کے لئے پر تکلف دسترخوان بنام "نذر حسینؑ" چنے گئے تقریباً ایک ہزار مومنین تبرک سے مستفیض ہوئے اللہم زد فزد۔

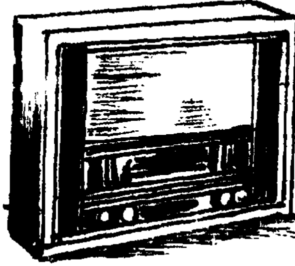
قطعہ

یہ نقش فانی جو دنیائے بے ثبات میں تھا
عجیب زہر ملا آب بھی فرات میں تھا

نظر بھی چاہیئے دیکھئے کہاں ہے پوشیدہ
ہر ایک دشمن سبط رسولؐ گھات میں تھا

(آمدہ از نذری باغ)

روحانی ریڈیو



ناشر :- مجذوب حیدرآبادی

> یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے انکے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہوجائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایکہزار فوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ سازوں پر ناساز حیدرآبادی کا مستزاد سن رہے تھے جسکے چند شعر یہ تھے ؎

طبقۂ عمّال کا پھر مائلِ ہڑتال ہوا ۔ جینا جنجال ہوا
فکر آٹے کی ہوئی اور غم دال ہوا ۔ ملک کنگال ہوا
تم کو ہڑتال سے کیا فائدہ جانِ ہوا ۔ امن پامال ہوا
ہائے اے ظلم و کشتی تیرا ابتر حال ہوا ۔ عقل کا کال ہوا
یہ کدورت بھری نفرت بھری تقریروں سے ۔ اور تخریب دلنے

لیڈروا زہر میں ڈوبے ہوئے ان تیروں سے سینہ غربال ہوا
عرصۂ حشر بنا ملک کا گوشہ گوشہ ۔ اور چپہ چپہ
فرطِ افلاس سے پھر دلیس کا صوبہ صوبہ ۔ رشکِ بنگال ہوا
اب جناب مبصر صاحب مرکزی ملازمین کی ہڑتال پہ تبصرہ نشر فرمائیں گے

جناب مبصر صاحب :-

ہمارے وطن ہندوستان جنت نشان میں جب تک کہ سیاسی پارٹیوں کا وجود نہ تھا، عملی ہڑتال تو ہڑتال، ہڑتال کے نام سے تک کسی کے کان آشنا نہ تھے۔ ہڑتال کا لفظ صرف طبی لغات اور قرابا دین میں ملا کرتا تھا جیسے ذیل میں درج ہوتا۔ ہڑتال سادہ، ہڑتال ورقی از معدنِ خام، مکلس و محرّق، سمِ قاتل۔

ہڑتال بمعنی "Strike" ہمارے ملک میں کبھی مستعمل ہی نہ تھا۔ لیکن جب سے سیاسی پارٹیاں وجود میں آئیں، ہڑتال کی بیماری عام ہوگئی۔ کانگریس ہو یا کمیونسٹ پارٹی، مزدور تنظیمیں ہوں یا ملازمین کی انجمنیں، جب تک ان سیاسی پارٹیوں اور لیڈروں کا وجود نہ تھا، نہ تو ملک میں ہڑتال ہوتی تھی نہ توڑ پھوڑ، نہ انتشار نہ خلفشار۔ ان حقائق کی روشنی میں اگر کوئی یہ کہے تو غلط نہیں کہ ہڑتال کی یہ لعنت ہمارے نیتاؤں اور لیڈروں ہی کی لائی ہوئی ہے ؎

اے بادِ صبا این ہمہ آوردۂ تست

آزادی سے پہلے ہڑتال کے حربے کو غیر ملکی حکمرانوں کے خلاف استعمال کیا جاتا تھا لیکن اب اس عوامی دور میں ہڑتال کے حربے کو عوام ہی کی جانب سے عوامی حکومت کے خلاف

استعمال کیا جاتا ہے ۔ بالفاظ دیگر ہم اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرنے لگے ہیں ؎

تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

ہونٹ بھی اپنے اور دانت بھی اپنے والا معاملہ ہے ملازمین کو ہڑتال پر اکسانے والے بھی ہمارے ہی سیاسی لیڈر ہیں ۔ اور ہڑتال ہوجانے کے بعد بلبلانے اور مفاہمت کروانے والے بھی یہی لیڈر ہیں ۔ ساری خرابی کا سبب غیر نہیں بلکہ اپنے ہی ہیں ؎

ہر کس از دست غیر نالہ کند
سعدی از دست خویشتن فریاد

اسوقت ہڑتال کے تعلق سے ملک میں دو مکتب خیال ہیں ایک ہڑتال کے مؤید، دوسرے ہڑتال کے مخالف، طرفہ ماجرا یہ کہ دونوں کے پاس دلائل ہیں ۔ ان کا نمبر ہیں، براہین ہیں اور اعداد و شمار ۔ ایک مکتب ہڑتال حق بجانب سے دوسرا کہتا ہے ہڑتال غیر آئینی ہے ، غلط ہے ، ہڑتال کی تائید اور تردید میں دیئے ہوئے مختلف او متضاد بیانات کو پڑھ کر ٹھنڈے دل سے غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ ہر مکتب خیال کے نمائندے اور ہر بیان باز لیڈر نے صرف اپنے مفاد کی عینک سے واقعات اور حالات کا مشاہدہ کرتے بیان دیا ہے ۔ کسی نے بھی عوامی مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے دل اور ضمیر کے عدسوں سے بنی ہوئی عینک آنکھوں پر لگا کر حالات کا مشاہدہ کرنے اور دل کی بات زبان پر لانے کی جراُت نہیں کی ۔ عرفی نے کیا بات کہی ہے ؎

از عینک شیشہ ہیچ نکشاید ہیچ
لختی ز جگر تراش و بر دیدہ بنہ

یہ بات دو اور دو چار کیطرح مسلّم ہے کہ موجودہ ہڑتال کی ایک دبی ہوئی چنگاری کو ہوا دینے اور بھڑکتی ہوئی آگ میں تبدیل کرنے والے ہمارے مفاد پرست، ناعاقبت اندیش لیڈر ہی ہیں ۔ اگر یہ لیڈر غریب ہندوستانیوں کے حال پر رحم کرکے تقریر بازی، انجمن سازی، ہنگامہ نوازی اور افترا پردازی سے پرہیز کریں تو نہ صرف موجودہ ہڑتال کی آگ ہی سرد پڑ جائے بلکہ آئندہ کے لئے بھی ہڑتال کے سارے امکانات ختم ہوجائیں ؎

یہ آئے دن کے فسادات ختم ہوجائیں
زباں کی تیغ کو لیڈر اگر غلاف کریں

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرکزی ملازمین کی ہڑتال واجبی تھی یا غیر واجبی ۔ اگر ہم قبل از قبل واجبیت یا غیر واجبیت کا فیصلہ کرکے آگے بڑھیں تو ہم کسی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے ۔ صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ غیر جانبدار ہوکر کامل احتساب نفس کے ساتھ جانچ کریں میں میں نے جب "ولفاہم" کی عینک لگا کر "غیر جانبداری" کے چراغ کی لو بڑھا کر "اپسا" کی خوردبین سے حالات کا جائزہ لیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ :-

(۱) ملازمین کو ہڑتال نہیں کرنا چاہیے تھا
(۲) ملازمین کو ضرور ہڑتال کرنا چاہیے تھا

(۱) ملازمین کو تنخواہ اور گرانی الونس میں اضافہ کے لئے اسلئے ہڑتال نہیں کرنا چاہیئے کہ ہمارا ملک غریب ہے

ہماری قومی آمدنی قلیل ہے، موجودہ حالات میں ہماری حکومت اپنے ملازمین کو اس سے زیادہ تنخواہ اور الونس نہیں دے سکتی۔ حکومت کی آمدنی کا زیادہ تر حصہ منصوبہ بندی میں لگا ہوا ہے۔ یہ منصوبے پایۂ تکمیل کو پہنچنے کے بعد اگر ہم نہیں تو ہماری آیندہ نسل ضرور اس سے فائدہ حاصل کرے گی، ملک سے بیروزگاری اور گرانی دور ہو جائے گی، خوشحالی کا دور دورہ ہوگا اسلئے ان حالات میں ہڑتال کرنا ملک کے معاشی حالات کو ابتر سے ابتر بنانے کے مترادف ہوگا

(۲) ملازمین کو ضرور ہڑتال کرنا چاہیئے لیکن تنخواہ اور گرانی الونس میں اضافہ کے لئے نہیں بلکہ ملک سے رشوت ستانی، بے ایمانی، ناانصافی، اقربا پروری، فرقہ داریت، چوربازاری اور ملاوٹ کو دور کرنے کے لئے خودغرض وزراء، بے ایمان اور چور عہدہ داروں کی رشوت ستانی کا پردہ چاک کرنے، اُن کو عبرتناک سزا دلانے اُن کو اقتدار کی کرسیوں سے ہٹانے کے لئے ہڑتال کرنا چاہیئے۔ قومی زندگی کے ہر شعبہ میں پھیلی ہوئی بے ایمانی کے انسداد کے لئے ہڑتال کرنا چاہیئے۔ قانون کا عدم احترام اور ناانصافی کے خلاف ہڑتال کرنا چاہیئے کانگریسی وزیروں کی اقربا پروری اور احباب نوازی کے خلاف ہڑتال کرنا چاہیئے۔ فرقہ واریت پھیلا کر اپنی سیاسی دوکان چمکانے والے لیڈروں کے خلاف ہڑتال کرنا چاہیئے۔ کانگریس کے فنڈ میں بڑے بڑے چندے دینے اور بلیک دھڑلے چوربازاری کرنیوالے دشمنِ قوم عناصر کے خلاف ہڑتال کرنا چاہیئے، خودغرض، بے ایمان اور انسانیت دشمن ملاوٹ کے کاروبار کرنے والوں کے خلاف ہڑتال کرنا چاہیئے۔ وزراء کی بڑی بڑی تنخواہوں اور بھتوں کے خلاف ہڑتال کرنا چاہیئے

یاد رکھیئے! جب تک ملک میں خودغرض، چور اور رشوت کمانے والے باقی ہیں ملازمین کی تنخواہوں اور گرانی الونس میں دس گنا اضافہ بھی اگر کیا جائے تو معاشی پریشانی ہی دور ہو سکتی ہے اور نہ ملازمین خوشحال ہو سکتے ہیں۔ دیش کو خوشحال بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ رشوت خوار لیڈر اور بے ایمانوں کو حکومت سے ہٹانے کے لئے ہڑتال کیا جائے اس مقصد سے ہٹ کر صرف اپنی تنخواہ بڑھانے کے لئے ہڑتال — ایک خودغرضی سے زیادہ اور کچھ نہیں!

ایکزارنوری میٹر پر ہم روحانی لشکر گاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی جناب مبصر صاحب ہڑتال پر تبصرہ فرما رہے تھے اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ ہمیں آیندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔ جے ہند

سیتی ہے بنتِ شاہِ کربلا زنداں میں
رو رہے ہیں اہلبیتِ مصطفیٰؐ زنداں میں



ماتم بنت الحسین علیہ السلام

بتاریخ ۲ صفر المظفر سنہ ۱۳۸۰ھ بوقت (۷) بجے شام در حسینیہ فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر دام اقبالہ

مجلس عزاء و سینہ زنی و سواری علمِ مبارک مقرر است

عمدۃ الذاکرین جناب مولوی میر اقبال علی صاحب بیان خواہند فرمود

امید کہ از شرکت حقیر را سرفراز خواہند فرمود۔ اجرکم علی اللہ

معہ وضعہ

عباس مشہدی غریب سرگروہ گروہ جعفری ابن آقا سید محمد علی مشہدی عرف علی آقا مرحوم و مغفور
برادر زادہ حقیقی حاجی آقا سید محمد جعفر المشہدی مرحوم و مغفور سرگروہ گروہ جعفری

رباعیات از ذاکر آل یٰسین سید سجاد حسین صاحب نگینہ

(۱)

آیا ہوں کہ مر جاؤں تری اُلفت میں
مرتا ہوں کہ جاں پاؤں تری اُلفت میں
کر فضل کہ معراجِ مودّت مل جائے
مولاؑ مرے کیا لاؤں تری اُلفت میں

(۲)

اے رب کے ولی علیؑ امامی ربی
اے عبدِ خدا نبیؑ کے حامی ربی
ڈرتا ہوں ترے عدل سے رحمت فرما
اللہ کے اے اسمِ گرامی ربی

(۳)

کیا ذات ہر اک نبیؑ نے پائی تیری
دیتا ہے مصیبت میں دُہائی تیری
خالق کو جو کامل ہے بھروسہ تجھ پر
دو جگ میں ہے یا علیؑ خدائی تیری

(۴)

واللہ حسینؑ نفسِ یزداں واللہ
دیہمِ فنشِ عقول حیراں واللہ
ہر قطرۂ خونِ پاکِ اُو ہمہ اوست
غیرش نبود ز راہِ عرفاں واللہ

پس منظر

امریکہ کا صدارتی انتخاب اور کھروشچیوف

(۱)

یہ حوصلہ افزا بات ہے کہ روسی وزیر اعظم نکیتا کروشچیوف نے بالآخر آزاد انتخابات کے تصور کی تصدیق کی۔ درست ہے کہ وہ سوویٹ یونین میں یا اس کے کسی تابع ملک میں ایسے انتخابات کی اجازت دینے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن وہ کم سے کم یہ تو محسوس کرتے ہیں کہ امریکہ میں آزاد انتخابات بالکل ٹھیک ہیں۔ مسٹر کھروشچیوف نے یہ اظہار بین الاقوامی کمیونزم کے لیڈروں کو مخاطب کرتے ہوئے کیا جو پچھلے دنوں بخارسٹ میں جمع ہوئے تھے۔ بلاشبہ کھروشچیوف نے یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ امریکہ کے صدارتی چناؤ پر اثر انداز ہونے کی کوششیں جاری رکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ (یاد رہے کہ صدارتی چناؤ آئندہ نومبر میں ہو رہا ہے) روسی وزیر اعظم نے یہ اشارہ کیا کہ وہ امریکہ میں کس قسم کا صدر چاہتے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق امریکہ کا نیا صدر ایسا آدمی ہونا چاہئے جو ان غلطیوں کو درست کر سکے جو امریکہ کی موجودہ حکومت سے سرزد ہوئی ہیں۔" اور یہ غلطیاں کیا ہیں؟ دنیا بھر میں کمیونزم کی پیش قدمی کی مخالفت۔ مسٹر کھروشچیوف نے صدر آئزن ہاور کو اپنا سب سے بڑا نشانہ بنایا ہے۔ وہ یہ حقیقت نہیں سمجھتے کہ دنیا بھر میں لاکھوں کروڑوں لوگوں کے لئے آئزن ہاور کا نام ہی امن کا ضامن ہے نہ ہی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسٹر آئزن ہاور کی رہنمائی ہی کی بدولت جزوی طور پر کمیونسٹوں کا پھیلاؤ روکا جا سکا ہے۔ لیکن اگر مسٹر کھروشچیوف اس وقت برسر اقتدار ہوتے جب مسٹر آئزن ہاور کے پیشرو مسٹر ٹرومن امریکہ کے صدر تھے۔ تو وہ ان سے بھی اتنے ہی بگڑ بیٹھتے۔ کیونکہ مسٹر ٹرومن بھی کمیونزم کے اتنے ہی زبردست مخالف تھے۔ دراصل انہوں نے ہی اس ضرورت پر زور دیا تھا کہ آزاد اقوام کو کوریا پر کمیونسٹوں کے حملے کی مخالفت کرنی چاہئے۔ جہاں تک شمالی اوقیانوسی معاہدہ ــــ ناٹو ــ کا تعلق ہے مسٹر ٹرومین نے اس کی تشکیل میں اہم کردار انجام دیا تھا۔ اسی تنظیم کی بدولت ہی یورپ میں مغرب کی طرف روسی پیش قدمی ختم ہو سکی۔ اتنا ہی نہیں مسٹر ٹرومن کی ہدایت کے تحت امریکہ کے ... ہی نے روسی فوجوں کو ایران سے نکلنے پر مجبور کیا تھا۔ یہ مسٹر ٹرومن ہی تھے جنہوں نے یونان کو امریکی امداد دینے کا حکم دیا تھا جب وہاں کمیونسٹ گوریلا جنگ ہو رہی تھی۔ ان کی ہدایت پر ہی یورپ کی اقتصادی بحالی کے لئے مارشل پلان معرض وجود میں آیا تھا۔ اور انہی کی قیادت میں امریکہ نے برلن کی ناکہ بندی کو ناکارہ بنا دیا تھا۔ اس سلسلے میں یہ بات کو بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ مسٹر ٹرومن ڈیموکریٹک پارٹی کے نمائندے تھے جو مسٹر آئزن ہاور کی ری پبلکن پارٹی کی سیاسی حریف ہے۔ اصل میں روسی وزیر اعظم امریکہ کی صدارتی کرسی پر ایسے آدمی کو دیکھنے کے خواہاں ہیں جسے وہ خوفزدہ و مرعوب کر سکیں۔ لیکن انہیں صدارت کے امیدواروں میں ایسا ایک بھی آدمی نہیں ملے گا۔ ڈیموکریٹ ہو یا ری پبلکن، مسٹر آئزن ہاور کا جانشین کمیونسٹوں کے پھیلاؤ کا اتنا ہی زبردست مخالف ہوگا جتنا کہ موجودہ صدر یا مسٹر ٹرومن تھے۔ جو شخص بھی امریکہ کے سیاسی منظر اور اس کی سب سے بڑی شخصیت سے واقف ہو اسے اس بارے میں رتی بھر شبہ نہیں ہو سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ گھریلو معاملات اور بعض بین الاقوامی امور کے متعلق اختلافات ہوں؛ لیکن اس بات پر سبھی متفق رہیں گے کہ آزاد دنیا کو کمیونزم سے بچائے رکھنا انتہائی ضروری

قطعہ

ہر طرف سبزہ اُگا ہے دیکھ لے برسات سے ‖ ہوتی ہے بارش بھی دیکھو تو مسلسل رات سے
دابے رکھا تھا جو اعدا نے بھی زیر زمیں ‖ ہو گیا بیدار دل بھی اور جگر آسا گھات سے

(رشک)

(...)

ہے۔ جہاں تک امریکنوں کا تعلق ہے وہ کسی ایسے امیدوار کو برداشت نہیں کریں گے۔ جس کا خیال اس کے برعکس ہو اس کا ثبوت قریباً قریباً ہر ہفتے اس سروے کے نتائج سے ملتا ہے جو ملک بھر میں رائے عامہ جاننے کے لئے کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ امریکہ کے لوگوں یا ان کے لیڈروں کی اس خواہش میں کسی قسم کی کمی ہوئی ہے کہ امن کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔ امریکی آزادی اور امن کے برابر خواہاں ہیں اور وہ ساری دنیا میں امن چاہتے ہیں۔ اور یہی وہ منزل ہے جسے حاصل کرنے کے لئے ہر امیدوار پورے جوش و خروش اور طاقت سے اپنی کوششیں جاری رکھنے کا حلف اٹھا چکا ہے۔ اس سلسلے میں اس بات کو دماغ میں رکھنا چاہیئے کہ امیدوار جاہے کتنا ہی سرگرم ہو۔ انتخاب کے بعد اُسے اور اس کے رفقاء کار کو نئی حکومت کے برسر اقتدار آنے سے پہلے اہم مسائل سے متعلق پالیسیوں۔ ریکارڈوں۔ ضروری اطلاعات اور پس منظر سے واقف ہونے کا پورا پورا موقعہ دیا جائے گا۔ (یاد رہے کہ نئی حکومت جنوری میں کام شروع کرے گی) کل صدر آئزن ہوور نے اپنی پریس کانفرنس میں واضح طور پر یہ وعدہ کیا (دیر کہا) کہ میں اپنے جانشین کے ساتھ ذاتی طور پر ملنے اور تفصیل سے بات چیت کرنے کو تیار ہوں۔ اس طرح جو بھی امریکہ کا نیا صدر منتخب ہوگا اسے کسی بھی ایسی تجویز یا تجاویز کے پس منظر سے اچھی طرح واقف کرایا جائے گا جو اچانک مسٹر کروشچوف اس کے سامنے رکھیں اور جس کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے۔ البتہ ایک بات یقینی ہے۔ وہ یہ کہ اگر مسٹر کروشچوف ایمانداری سے پرامن وجود باہمی کے خواہاں ہیں تو اس کی تکمیل مشکل نہیں۔ اگر وہ سچ مچ چاہتے ہیں کہ دنیا میں کشیدگی اور تناتنی ختم ہونی چاہیئے تو وہ

امریکہ کی موجودہ یا آئندہ حکومت اور دوسری متعلقہ حکومتوں کے ساتھ مل کر اپنی نیک نیتی کا مظاہرہ کرسکتے ہیں۔ بین الاقوامی کانفرنسوں سے واک آؤٹ کرنا یقیناً روس کے نیک ارادوں کا ثبوت نہیں۔ نہ ہی ان کوششوں سے یہ ثبوت ملتا ہے جو بقول صدر آئزن ہوور روس کی طرف سے امریکہ کے معاملات خاص کر آئندہ انتخابات پر اثر انداز ہونے کی غرض سے کی جارہی ہیں۔

قطعہ

چمکا ہے دین حق کا رسالتمآب سے
عظمت بھی دونوں بھائی کی عثماں میں کیا کہوں

پھیلا ہے علم دین کا بھی بوتراب سے
معلوم ہوگیا ہے یہی بس کتاب (مقدس) سے

پس منظر

کیوبا اور امریکہ!

امریکی حکومت اور امریکی عوام اقتصادی جارحیت کو لاطینی امریکہ کے لوگوں۔ جن میں کیوبا کے لوگ بھی شامل ہیں۔ کے ساتھ دوستی کی سپرٹ کے برعکس تصور کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ متواتر اشتعال انگیزی اور امریکی شہریوں کی جائداد کی ضبطی کے باوجود حکومت امریکہ نے ایسی کوئی بھی کارروائی کرنے سے احتراز کیا ہے جسے دور سے بھی "اقتصادی جارحیت" کا نام دیا جا سکتا ہے۔ حکومت امریکہ یہ تسلیم کرتی ہے کہ کسی بھی خود مختار حکومت کو جائداد ضبط کرنے کا حق حاصل ہے اگر اسے یہ یقین ہو کہ اس سے عوام کو فائدہ ہوگا لیکن یہ کارروائی لازمی طور پر قانون اور ضابطے کے مطابق ہونی چاہیئے۔ اسی اصول کے مطابق امریکہ اس حق پر زور دے رہا ہے کہ اگر دنیا کے کسی بھی حصے میں امریکنوں کے ساتھ ناجائز سلوک ہو رہا ہو تو اسے انہیں بچانے کے لئے قانون کے مطابق ضروری کارروائی کرنے کا پورا پورا حق ہے۔ اور اس کارروائی کو "اقتصادی جارحیت" کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ اگر سیدھے سادے طریقے سے بھی ان کارروائیوں کا جائزہ لیا جائے جو کیوبا کی موجودہ حکمران ٹولی نے کی ہیں تو اس بات کا پتہ چلے گا کہ "اقتصادی جارحیت" دراصل کہاں شروع ہوئی ہے۔

(۱) کیوبا کے حکام نے امریکی شہریوں کی پرائیویٹ جائدادوں، زمینوں، مکانوں، عمارتوں۔ بینکوں میں جمع روپے اور دوسرے مال و اسباب کو ضبط کر لیا ہے۔ اس میں اصلی مالکوں کے حقوق کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا۔ اور انہیں کسی طرح کا موزوں اور منصفانہ معاوضہ بھی نہیں دیا گیا۔ یہاں تک کہ ان امریکی مالکوں کو نوٹس اور رسیدیں دیئے بغیر نکال دیا گیا۔ اس طرح بہت سی صورتوں میں ان امریکنوں کی عمر بھر کی محنت اور سرمایہ ایک ہی ضرب میں تباہ کر دیا گیا ہے اور انہیں اس سے محروم کر دیا گیا ہے۔ جہاں قیمتیں لگائی بھی گئی ہیں وہ جائداد کے مقابلے میں بہت ہی قلیل اور کم ہیں۔ اور ان کی ادائی ہی کیوبا کے لمبے عرصے کے بانڈوں کے ذریعہ کی جائے گی۔

(۲) یکطرفہ طور پر بہت زیادہ ٹیکس لگائے گئے ہیں۔ اور اس میں متعلقہ پارٹیوں کو سماعت کا موقعہ بھی نہیں دیا جاتا۔ اس طرح امریکنوں کا دس کروڑ ڈالر سے بھی زیادہ سرمایہ خطرے میں پڑ گیا ہے۔

(۳) کسی قانونی اور باضابطہ اختیار کے بغیر امریکی پٹرولیم کمپنیوں کے ریکارڈ کیوبا کی فوج نے ضبط کرتے ہیں۔ جو سالہا سال کی لگاتار محنت، وسیع اور بھاری اخراجات پر مبنی تحقیق اور پیمایش کا نتیجہ تھے۔

(۴) امریکی بیوپاریوں کو ضرورت سے زیادہ غلہ رکھنے پر مجبور کیا گیا اور یکطرفہ طور پر اجرتیں بڑھا دی گئیں جس سے بہت سے تجارتی ادارے دیوالیہ بنا دیئے گئے۔

(۵) جن امریکنوں کی جائداد ضبط کی گئی ہے انہیں قانونی یا حکومتی ضابطے کے تحت اپنے حق میں انصاف کرانے اور ضروری چارہ جوئی کرنے کے ذرائع سے محروم کر دیا گیا ہے اور کیوبا کے ججوں کو دھمکیاں دی گئی ہیں کہ اگر انہوں نے ان لوگوں کی درخواستیں قبول کیں اور ان کے اس حق کو تسلیم کیا تو ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

(۶) مال وغیرہ برآمد کرنے والے امریکنوں کو رقمیں ادا کرنے کی ممانعت کی گئی ہے حالانکہ ان کی بڑی بڑی رقمیں بقایا ہیں۔ انہیں کہا گیا ہے کہ جب تک وہ کچھ

قطعہ

جلوہ بھی لطف کا نگاہ میں ہے　||　دبدبہ اور تختِ جاہ میں ہے
کہتا جاتا ہے ماتمِ شبیر　||　شان بھی جامۂ سیاہ میں ہے

(آمدِ لندن ظریفانہ)

کم از کم ہی مالیت کا مال کیوبا میں نہ لاتے رہیں جتنا وہ پہلے لایا کرتے تھے۔ انہیں بقایا رقمیں ادا نہیں کی جائینگی اس طریقے سے چھوٹے چھوٹے بیوپاریوں کو ایک ایسی حکومت کی مالی امداد پر مجبور کیا جا رہا ہے جو بظاہر خود بھی بیوپاریوں کے خاتمے پر تلی ہوئی ہے۔

(۷) کیوبا میں جو امریکی لوگ اجرتوں پر کام کرتے ہیں انہیں انصاف اور مساوات کے اصولوں سے محروم کیا گیا ہے اور انہیں حکومت کی مقرر کی ہوئی اجرتوں میں کیوبا کی موجودہ حکومت کو جبریہ ٹیکس یعنی جزیہ کٹوتی محصولوں کی صورت میں ادا کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ جزیہ ادا کرنے سے انکار کرے تو اس کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔

(۸) جو امریکی شہری کیوبا سے رخصت ہونا چاہتے ہیں انہیں اپنا معمولی گھریلو سامان بھی اپنے ساتھ لیجانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

(۹) امریکی بیوپاریوں کو باہر سے خام مال لانے پر مجبور کیا جاتا ہے اور مالک کمپنیوں کو کوئی معاوضہ نہیں دیا جاتا۔ انہیں دھمکی دی جاتی ہے کہ حکم عدولی کی صورت میں حکومت خود مداخلت کرے گی۔ اور کیوبا میں ان کی جائداد تصرف میں لائیں گی۔

(۱۰) امریکیوں کی جائداد پر سرکاری قبضہ کرنے کی نیت سے کارخانوں، کمپنیوں اور تجارتی اداروں میں حکومت اپنے آدمی داخل کر دیتی ہے جو بالآخر ان کمپنیوں کے خلاف جھوٹے مقدمے بناتے ہیں۔ مثلاً الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ محنت کش طبقے کے خلاف ہیں۔ ان کی مالی حالت بگڑی ہوئی ہے انتظامی قرضے یا لئے جاتے ہیں۔ ٹیکس ادا نہیں کرتے وغیرہ وغیرہ غرض کہ اسی طرح کے الزامات سے ان کمپنیوں پر قبضہ کرنے کے بہانے تلاش کئے جاتے ہیں۔

موجودہ کیوبائی حکومت کے یہ طریقے کمیونسٹوں اور مطلق العنان ڈکٹیٹروں کے بعض بدترین طریقوں اور ہتھکنڈوں کی یاد دلاتے ہیں۔

لندن میں کامن ویلتھ آرٹسٹوں کے فن پاروں کی نمائش

لندن کی روڈ اسٹاک گیلری میں بت تراشی اور مصوری کی ایک نمائش شروع ہوئی ہے جس میں چار کامن ویلتھ آرٹسٹوں نے اپنے فن پارے پیش کئے ہیں۔ نمائش کی رسم افتتاح ہندوستانی ہائی کمشنر مامور برطانیہ مسز وجے لکشمی پنڈت نے ادا کی تھی۔ اپنی افتتاحی تقریر میں مسز پنڈت نے مذکورہ گیلری کو اس بات پر مبارکباد دی کہ اس کی بدولت کامن ویلتھ ملکوں کے آرٹسٹ ایک جگہ جمع ہو کر اپنے فن کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ ہندوستانی ہائی کمشنر نے اس بات پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا کہ اب بہت سی ہندوستانی خواتین بھی آرٹ کے میدان میں داخل ہو رہی ہیں۔ لندن کی نمائش میں ہندوستان کی دو خاتون آرٹسٹوں نے اپنی تخلیقات پیش کی ہیں۔ ان میں ایک تو برطانیہ و یورپ میں ہندوستان کے کمشنر جنرل برائے معاشی امور کی بیوی مسز ملی سوامی ناتھن اور دوسری نئی دلی کی مسز جینتی چاولہ ہیں۔

قطعہ

کیسی یہ آج خمر ناب بنی ‖ کس کے ہاتھوں سے یہ شراب بنی

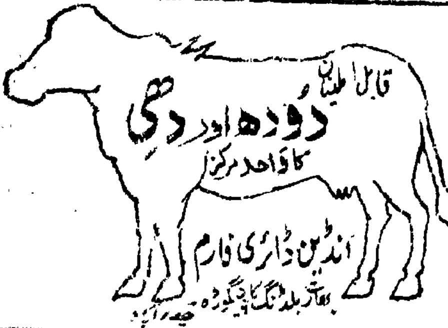
لکھے جاتے ہیں یہ حروف قلم ‖ لکھتے لکھتے عجب کتاب بنی

(آمدہ از نذری باغی)

برطانوی معیشت کا حال

ماہ جون کے آخری دنوں میں حکومت برطانیہ نے اشیا اور سرمایہ کی مانگ کم کرنے کے لئے بعض دور رس اقدامات کا اعلان کیا تھا۔ اس نے بنک شرح ایک فیصدی بڑھا کر چھ فیصدی کر دی تھی۔ اس سے قبل بنکوں سے کہا گیا تھا کہ وہ پہلے سے زیادہ رقم بنک آف انگلینڈ میں جمع کرائیں مقصد یہ ہے کہ صنعتوں اور پرائیویٹ افراد کو زیادہ قرض نہ مل سکے۔ حکومت نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ سال ۶۲-۱۹۶۱ء میں پبلک سیکٹر میں سرمایہ کاری کی سطح اتنی ہی رکھی جائے جتنی کہ اس سال ہے۔ حکومت کے ان اقدامات کی وجہ بالکل واضح ہے۔ پچھلے کچھ مہینوں سے برطانیہ کی اقتصادی سرگرمیاں بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہی تھیں۔ کارخانہ دار اپنے اسٹاک دھڑا دھڑ جمع کر رہے تھے۔ پرچون کاروبار زوروں پر تھا قسطوں پر اشیا بیچنے کا سلسلہ بھی بہت بڑھ گیا تھا۔ مزدوروں کی قلت محسوس کی جا رہی تھی۔ علاوہ ازیں برطانوی درآمد میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہو رہا تھا۔ اور برآمدات اس حقیقت کے باوجود کہ بین الاقوامی تجارتی حالات سازگار تھے، کافی طور پر نہیں بڑھ رہی تھیں۔ حکومت اقتصادی سرگرمیوں کے پھیلاؤ کو ضبط میں لانا چاہتی ہے تاکہ اشیا کی قیمتیں بڑھنے نہ پائیں۔ اور زیادہ اشیا برآمد کی جا سکیں اس کی پالیسی پر کئی قسم کے اقتصادی رجحانات اثر انداز ہوئے ہیں۔ لیکن اہم ترین وجہ غالباً یہ ہے کہ برطانوی برآمدات میں اتنا اضافہ نہیں ہوا جتنی کہ حالیہ مہینوں میں امید کی جا رہی تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ گھریلو مارکیٹ کی مانگ ابھی تک بہت زیادہ ہے۔ برطانیہ کا اقتصادی نظام مخلوط قسم کا ہے۔ بعض اقتصادی سرگرمیاں حکومت کے اپنے ہاتھوں میں ہیں اور یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ اس کی یہ سرگرمیاں اشیا کی مانگ میں بے حد اضافہ کر دیتی ہیں۔ اگر حکومت کوئلہ اور بجلی کی بہم رسانی، مکانات، ایٹمی پاور، سڑکوں کی تعمیر، شہریوں کی تعلیم وغیرہ پر روز بروز زیادہ روپیہ خرچ کر رہی ہو اور اس کے ساتھ ہی ساتھ پرائیویٹ صنعتوں میں سرمایہ کاری کی رفتار بہت تیز ہو تو معیشت پر بوجھ پڑنا ایک لازمی بات ہے۔ سنہ ۱۹۵۹ء کی آخری سہ ماہی میں سرکاری سرمایہ کاری سنہ ۱۹۵۸ء کی آخری سہ ماہی کی سرمایہ کاری سے ۱۴ فیصدی زیادہ تھی۔ اس سال بھی اس میں خاصا اضافہ ہو رہا ہے۔ اگلے سال حکومت اس اضافہ کی روک تھام کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ حکومت کو مستقبل کے بارے میں اپنا اندازہ لگانا پڑتا ہے اور اس اندازے کی بنیاد پر وہ فیصلے کرتی ہے۔ اسے اپنی پالیسی کو حالات کے مطابق ڈھالنا پڑتا ہے۔ اگر اس سال بعد میں یہ محسوس کیا گیا کہ معیشت کو ابھارنے کی ضرورت ہے اور نہ کہ اس پر مزید پابندیاں لگانے کی تو حکومت کے پاس ایسے کئی اقتصادی ہتھیار ہیں۔ جن کی مدد سے وہ اپنا یہ مقصد حاصل کر سکتی ہے۔

(جون کنگز لے، ماہر معاشیات)



قطعہ

کیسا یہ بیمار بھی اچھا دوا سے ہو گیا || شعبدہ بھی کیسا یہ دست شفا سے ہو گیا
شکر ہے عثماںؔ کہ آخر دیکھتے ہی دیکھتے || کام اپنا آج تائید خدا سے ہو گیا

(آمدہ از نذری باغ)

جان کیری گن

امریکی جھنڈے میں پچاسواں ستارہ

۴ر جولائی کو امریکہ بھر میں پچاس ستاروں والا جھنڈا لہرایا جا رہا ہے۔ گزشتہ برس ۴۹ ستاروں والا جھنڈا سرکاری طور پر پہلی بار فلیڈیلفیا کے آزادی ہال میں لہرایا گیا تھا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں شروع میں ۱۳ ستاروں والا جھنڈا لہرایا گیا تھا۔ جب کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ ۱۳ ریاستوں پر مشتمل تھا۔ جھنڈے کا ۴۹ واں ستارہ اس حقیقت کا مظہر ہے کہ الاسکا اب امریکی یونین کی ۴۹ ویں ریاست بن چکا ہے۔ ۱۹۱۲ء میں ایریزونا امریکہ کی ۴۸ ویں ریاست بنا تھا۔ اس کے بعد جھنڈے میں پہلی بار تبدیلی ۱۹۵۸ء میں عمل میں آئی تھی۔ لیکن کچھ عرصہ سے خود ارادیت کی قوتیں اتنی تیزی سے سرگرم عمل ہو گئی ہیں کہ اب ۴۹ ستاروں والے جھنڈے کی جگہ ۵۰ ستاروں والا جھنڈا عمل میں آرہا ہے جو ۴ر جولائی کو پہلی بار آزادی ہال پر لہرایا جائے گا۔ کیونکہ قانون کے تحت یہ لازم ہے کہ کسی ریاست کے امریکی یونین میں شمولیت کے بعد ہی نیا جھنڈا پہلے پہل آزادی ہال پر لہرایا جانا چاہیئے۔ جھنڈے کا پچاسواں ستارہ ہوائی کی نمائندگی کرتا ہے جو پچھلے سال ریاستہائے متحدہ امریکہ میں شامل ہوئی۔ اس کے پیش نظر امریکی عوام اس ۴ر جولائی کا یوم آزادی نہایت جوش و خروش کے ساتھ منا رہے ہیں۔ مقررین اپنے سامعین کو ۱۸۴ برس پہلے کی ۴ر جولائی کی یاد دلائیں گے۔ جب آزادی کی دستاویز کی منظوری سے امریکی نوآبادکاروں کو حکومت کے متعلق خود ارادیت کا حق ملا تھا۔ وہ الاسکا اور ہوائی کے عوام کو بھی زندگی، آزادی اور تلاش مسرت کے متعلق اس دستاویز کے اصولوں کی یاد دلائیں گے۔ اس تاریخی موقعہ پر آزادی ہال میں ایک بھاری تقریب منعقد ہو رہی ہے جس میں ہزاروں اشخاص حصہ لیں گے۔ اس سے آزادی کے متعلق فلیڈیلفیا کی سالانہ ہفتہ وار تقریب اختتام پذیر ہو جائے گی۔ لیکن شائد یہ تقریب الاسکا اور ہوائی کی ریاستوں میں زیادہ جوش و خروش اور دھوم دھام سے منائی جائے گی۔ گذشتہ برس ۴ر جولائی کو الاسکا کے بازاروں میں آتشبازی کی گئی تھی۔ گھڑیال بجائے گئے تھے۔ اور رقص و موسیقی کے مظاہرے ہوئے تھے چونکہ الاسکا کے عوام پر ریاستی امور کی ذمہ داریاں آپڑی ہیں اس لئے ممکن ہے کہ ان کے جوش و خروش میں قدرے کمی آجائے لیکن چونکہ انکی ۴۲ سالہ امنگیں پوری ہو گئی ہیں۔ اس لئے یہ معقول وجہ خیال کی جاتی ہے کہ الاسکا کے لوگ اپنی ریاست کی دوسری سالگرہ کا زیادہ جوش و خروش سے خیر مقدم کریں۔ اس بار ہوائی سب کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے جس کی مختلف نسلوں پر مشتمل آبادی نے دوسرے سابقہ علاقوں کے باشندوں کی مانند جو اب امریکی یونین کا حصّہ بن چکے ہیں۔ ثابت کر دیا ہے کہ وہ ریاستی امور کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ریاست کے درجے کے متعلق ہوائی کے عوام کی امیدیں گزشتہ ۲۱ر اگست کو بر آئی تھیں۔ اس مختصر عرصے میں ثابت ہو گیا ہے کہ ان کی امیدیں حق بجانب تھیں۔ سرزمین امریکہ کے صنعت کاروں، تاجروں اور سیاحوں نے ۵۰ ویں ریاست میں غیر معمولی دلچسپی لی ہے۔ اور جزیرے کے عوام ہوائی کی سیاسی بلوغت کے اقتصادی اور سیاسی نتائج پر غور کر رہے ہیں۔ اس یوم آزادی کے متعلق ان کی خوشی قابل فہم ہے

قطعہ

دُنیا کا رنگ دیکھ لے شام و پگاہ میں
ہم نے بھی سر کو رکھ دیا ہے سجدہ گاہ میں
ننکرپہ نُورِ سبطِ پیمبر کا چرخ پر
چمکا ہے آفتاب بھی ابرِ سیاہ میں

(آمدہ از نذری باغ)

آئین سٹائن کے نظریۂ اضافیت کا نازک خلاء پُر ہو گیا!

(۱)

پچھلے دنوں امریکی ماہرین طبیعیات اور ریاضی داں اس نئی یادگاری تھیوری کے اعلان سے چونک اٹھے جس میں الیکٹرانوں اور پروٹونوں کی ساخت کی توجیہ کی گئی ہے۔ کولمبیا یونیورسٹی کے ماہر طبیعیات اور اس تھیوری کا تجربہ رکھنے والے ڈاکٹر لائینڈ ڈموز نے کہا کہ اس دریافت سے آئین سٹائن کے نظریۂ اضافیت کا ایک نازک خلاء پر ہو گیا ہے۔ اگرچہ یہ تھیوری صرف ریاضی کے خشک اعداد و شمار کی زبان ہی میں بیان کی جا سکتی ہے تاہم الیکٹرونوں اور پروٹونوں کو کشش ثقل سے بنڈل سمجھ کر اس کی کچھ تشریح ہو سکتی ہے۔ ڈاکٹر موز نے کہا کہ اس قسم کے نمونے میسر آنے سے سائنس دان مادّے کی بنیادی خاصیت اور فطرت سمجھنے کے قابل ہو سکیں گے۔ نئی تھیوری سے نیوٹن کی کشش ثقل کی تین سو برس پرانی تھیوری کا بھی بحث و اعتراض کا موضوع بننے لگی ہے۔

چھ ارب میل دور ستارے کی تصویر

علم طبیعیات میں ایک اور پیش قدمی بھی عمل میں آئی ہے۔ ماؤنٹ پالومر دوربین کے ذریعہ ۶۔ ارب میل دور ستارے کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ اس سے پہلے صرف ۲ ارب میل کے فاصلے پر واقع ستارے کی تصویر لی جا سکتی تھی۔ جو ستارہ اب دریافت ہوا ہے یہ بظاہر زمین سے روشنی کی نصف رفتار کے حساب سے دور بھاگتا ہوا جا رہا ہے۔ امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کے سالانہ اجلاس میں ذیل کی طبی دریافتوں اور ایجادوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

- ایک ایسی دوا دریافت ہوئی ہے جو ان جلکٹوں کو گلا کر دیتی ہے جو رگوں میں خون جمنے سے بنتے ہیں۔ اس سے پہلے جلکٹے بننے سے ہزارہا لوگ یا تو موت کا شکار ہو جاتے تھے یا عمر بھر کے لئے ناکارہ ہو جاتے تھے۔ بعض صورتوں میں ان جلکٹوں کو اپریشن سے نکالا جاتا تھا۔

آنکھ کی رسولی!

ایک ایسی مشین بنائی گئی ہے جس سے آنکھوں پر شعاعیں ڈالی جاتی ہیں۔ جن کی گرمی سے آنکھ کی رسولی پگھل جاتی ہے۔ پتلی پر جو جھلی چھا جاتی ہے اُسے بھی ختم کر دیتی ہے۔ اور بینائی صاف ہو جاتی ہے۔

- ایک نازک اور حساس آوزار تیار کیا گیا ہے جس سے آنکھ کی ایک بیماری "گلوکوما" کا ابتدائی مرحلے ہی پر پتہ لگ سکتا ہے۔ آغاز میں یہ مرض قابل علاج ہوتا ہے سابق اوزاروں کے مقابلے میں یہ زیادہ درست اور استعمال کرنے میں آسان ہے۔ اس سے مریض کو بھی کچھ تکلیف نہیں ہوتی۔
- تابکار عناصر یا ذرّے سے دل کی بیماری کے حملے کا پیش از وقت پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ چھاتی پر تابکاری کی جانچ کرنے والا آلہ رکھ کر دل کے خانوں میں خون کے دورے کی رفتار دیکھی جاتی ہے۔

خوف اور غصّے سے فالج!

اس بات کا پہلی بار سائنسی ثبوت ملا ہے کہ خوف اور غصّے سے فالج کا حملہ ہو سکتا ہے۔ حیوانوں پر تجربوں سے

قطعہ

پھیلی خوشی ہے آج جو یہ شب برأت ہے	درجہ بڑا ہے زہد کا صوم و صلوٰات سے
کہتا ہے یہ فریضۂ حج بھی جہاں سے آج	اسلام پھیلا جاتا ہے دل کے ثبات سے

(آملہ از نذری باغ)

پتہ چلا ہے کہ غصے یا خوف کی ہیجانی حالت میں ایڈرنالین ہارمون خون میں داخل ہوتے ہیں۔ اس سے دماغ کی دریدیں اور رگیں سکڑ جاتی ہیں جس کے باعث خون دماغ میں داخل نہیں ہو سکتا اور فالج کا حملہ ہو جاتا ہے۔

● سائنسدانوں نے تحقیق سے پتہ لگایا ہے کہ جسم میں ایسے قدرتی مادّے پیدا ہوتے ہیں جن سے اولاد پیدا نہیں ہونے پاتی۔ امریکی ہندوستانی اور ڈچ سائنسدانوں نے بعض جوڑوں میں ایسے مادّے پائے کہ جن کے باعث صحت مند ہونے کے باوجود وہ اولاد پیدا نہ کر سکے۔ یہ مادّہ بظاہر مرد کی قوت تولید کو تلف کر دیتا ہے۔

● پرڈیو یونیورسٹی میں بین الاقوامی مباحثہ کے دوران ذیل کی دریافتوں کا ذکر کیا گیا۔

(۱) جسم میں پروٹین کیونکر بنتی ہے اس کا پتہ لگایا گیا ہے۔ ایک موروثی کیمیاوی مادّہ۔ ربونیو کلیک اسڈ ( ) پروٹین تیار کرنے والے اجزاء کو خلیوں کے پاس پہنچا دیتا ہے اور وہ ان میں جذب ہو کر جسم کا جزو بن جاتے ہیں۔ عملی تجربے سے ایک تھیوری کی تصدیق ہوئی ہے کہ جسم کے کیمیاوی عمل پر قابو پانے سے کینسر (سرطان) کے مرض کا انسداد ہو سکتا ہے۔ کینسر کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ یہ خلیوں کی نشو و نما میں اپنے ردّ عمل سے پیدا ہوتا ہے جو اس قدر شدت سے بڑھ جاتے ہیں کہ یہ مرض کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ دلیل دینے والے سائنسدانوں نے بتایا کہ سخت تجرباتی حالت میں پہلی بار کینسر کے ٹشوؤں (ریشوں) اور خلیوں کو واپس اپنی ابتدائی صورت میں لاسکا ہے اور اس طرح مرض پر قابو پا لیا گیا ہے۔ یہ تجربہ ایک پودے پر کیا گیا تھا اور اب حیوانوں اور پھر انسانوں پر تجربہ کیا جائے گا

برطانیہ میں روزگار کی صورت حال

وزارت محنت کی سالانہ رپورٹ!

برطانیہ کی وزارت محنت کی سالانہ رپورٹ میں، بتایا گیا ہے کہ گذشتہ سال ملک میں صنعتی سرگرمیوں کی رفتار بڑی تیزی سے بڑھتی رہی تھی۔ ماہ نومبر میں برسر روزگار لوگوں کی تعداد ۰۰۰، ۳۸۵، ۲۲ تک پہنچ گئی تھی جو کہ ایک ریکارڈ ہے۔ سال کے شروع میں تقریباً ۰۰۰، ۶۲۱ بے روزگار درج کئے گئے تھے۔ لیکن سال کے اختتام تک تقریباً ۰۰۰، ۳۰۰ لوگوں کو روزگار مہیا کر دیا گیا تھا۔ عام طور پر سال کے آخری مہینوں میں بے روزگاری بڑھ جاتی ہے لیکن دسمبر ۱۹۵۹ء میں برسر روزگار لوگوں کی تعداد پہلے کسی بھی سال کی بہ نسبت زیادہ تھی۔

قطعہ

نکھرا گلوں کا رنگ ہے فصل بہار میں
عنبر بھی ہلکے رہ گیا مشک تتار میں

گنتی یہ بھی جاتی ہے قسمت سے ہر گھڑی
واحد عدد بھی رکھتا ہے وقعت ہزار میں

(آموختہ نوری پانی)

دلّی کے نزدیک کواپریٹو تربیتی ادارہ

کل ہند کواپریٹو یونین نے ایک پُر امنگ سکیم شروع کی ہے جس کے تحت سرگرم کارکنوں کی ایک بڑی تعداد کو بڑے زور و شور سے باہمی تعاون و امداد کے اصولوں کی تربیت دی جا رہی ہے۔ ہندوستان بھر میں کام کرنے والی ۱۹ کواپریٹو تنظیمیں اس یونین سے الحاق رکھتی ہیں۔ یونین میں ایسی ایسی کواپریٹو تنظیمیں شامل ہیں جو دستی کھڈیوں کا کپڑا تیار کرنے اور ناریلوں کی پیداوار، ٹرانسپورٹ، آگ اور عام بیموں، منڈیوں میں شہد اور موم کی فروخت اور کسانوں کو قرض دینے والے بینکوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ ممبر سوسائٹیاں مختلف قسم کے کاروبار اور سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ ان میں ایک بات مشترک ہے۔ یہ کہ یہ تنظیمیں کواپریٹو ملکیت کے اصولوں پر کام کرتی ہیں اور باہمی تعاون اور امداد کے طریق کار کو فروغ دینے کے لئے اپنے آپ کو وقف کئے ہوئے ہیں۔ کامیاب کواپریٹو تحریک کے لئے پہلی ضرورت عمدہ تربیت یافتہ اور سچی لگن سے کام کرنے والے معلموں اور تربیت دینے والے ماہرین کی دستیابی ہے۔ اس مقصد کے لئے کل ہند کواپریٹو یونین نے چندر نگر میں ۵ ہفتے کے تربیتی نصاب کے اجراء سے اس اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ یہ جگہ گوڑگانواں سڑک پر دہلی سے ۲۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس وقت تک ۲۲۶ معلموں کو کواپریشن کے تین اہم مرکزی اصولوں کی تربیت دی جا چکی ہے۔ یعنی قانون سازی (امداد باہمی کے قواعد و ضوابط مرتب کرنا وغیرہ وغیرہ) رکنیت کی تعلیم (امداد باہمی کے انجمنوں کے رکن بنانے کے طریقوں کی تربیت) اور تعلقات عامہ (عام پبلک سے تعلقات اور ربط پیدا کرنا)۔ تربیت مکمل کرنے کے بعد یہ طلباء اپنے اپنے ضلعوں کو روانہ ہو جاتے ہیں۔ اور جو کچھ عملی سبق انہوں نے سیکھے ہوتے ہیں ان کی روشنی میں مقامی رقبوں میں کواپریٹو تحریک کو فروغ دیتے اور تقویت پہنچاتے ہیں۔ یونین کا ارادہ ہے کہ آئندہ چند مہینوں میں فی۔ ۳۵۰ طلباء کو تربیت دیکر اپنا نشانہ مکمل کر لے۔ اس طرح ہندوستان کے ہر ضلع کے لئے ایک ایک تربیت یافتہ معلم یا ہدایت کار مہیا ہو جائے گا۔ اس تربیتی پروگرام میں امریکی ٹیکنیکل کواپریشن مشن (ٹی۔ سی۔ ایم) کل ہند کواپریٹو یونین کی امداد کر رہا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے اس نے کواپریٹو تحریک کے متعلق صدر آئزن ہوور کے ان تبصروں کو بھی زیر نظر رکھا ہے جن میں انہوں نے کہا ہے کہ "کواپریٹو تحریک کے ذریعہ کسانوں کے بہت سے اقتصادی مسئلے حل ہوئے ہیں اور اس طرح اپنے آپ کو بھی اور ملکی معاشی کو بھی مضبوط اور خوشحال بنایا ہے۔"

امریکی اقتصادی سرگرمیوں خاص کر زرعی پیداوار بڑھانے اور منڈیوں میں مال کی فروخت کے سلسلے میں کواپریٹو تحریک کا خاصہ بڑا حصہ ہے۔ کسانوں کی کوئی دس ہزار کواپریٹو انجمنوں کے تقریباً ۸۰ لاکھ ممبر ہیں۔ کل زرعی کاروبار کا تقریباً ۱/۵ حصہ زرعی مارکیٹنگ ایسوسی ایشن کواپریٹو سوسائیٹوں کے ذریعہ عمل میں آتا ہے۔ لیکن بعض صورتوں میں کواپریٹو انجمنوں کا حصہ زیادہ ہے۔ مثلاً کرین بیریز (۷۵٪) ناریلوں کا ۵۰٪ سیبوں کا ۳۳٪ چاولوں کا ۴۰٪، مکھن کا ۴۰٪ اور گوداموں کے اناج کا ۴۰ فیصد حصہ کواپریٹو کے ذریعہ فروخت ہوتا ہے۔ امریکی ٹیکنیکل کواپریشن مشن کے کواپریٹو

قطعہ

فلک پہ جلوہ جو یہ آفتاب کا چمکا || تو شب میں نورِ مہِ لاجواب کا چمکا
یہ کہتا جاتا ہے خامہ مدادِ نورنگ سے || خلاصہ ذہنِ رسا سے کتاب کا چمکا

(آمدہ از نذری باغ)

ممبر شپ ایجوکیشن ایڈوائزر (کو اپریٹو انجمنوں کے رکن بنانے کی تربیت دینے والے مشیر) مسٹر جان ایچ ہیکین گل ہند کو اپریٹو یونین کے ساتھ پچھلے دو برس سے کام کر رہے ہیں۔ انھوں نے ایک ملاقات میں کہا کہ "اگر میں یہ پیشین بینی کر سکتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں کو اپریٹو تحریک کا مستقبل بہت روشن ہے اس میں بھاری امکانی قوت ہے اور کارکنوں میں بھی اس تحریک کو مضبوط بنانے اور فروغ دینے کا بڑا جوش اور سرگرمی پائی جاتی ہے۔" مسٹر ہیکین نے ۳۵ برس پہلے ضلع ایجنٹ کے طور پر کام شروع کیا تھا۔ (یہ عہدہ ہندوستان کے بلاک ڈیولپمنٹ افسر کے مساوی ہے) اور اسی زمانے سے امریکہ میں زرعی کو اپریٹو تحریک سے وابستہ ہیں۔ آپ چندر نگر کے تربیتی ادارے میں طلباء کو تربیت دیتے، کو اپریٹو مسائل پر بحث مباحثوں اور عملی تجربے کرانے میں حصہ لیتے اور اپنے مشوروں سے مستفید کرتے ہیں۔ آپ اس بات پر خاص طور پر زور دیتے ہیں کہ کو اپریٹو انجمنوں کے ممبروں کو یہ محسوس کرانے کی ضرورت ہے کہ یہ انجمنیں ان کی اپنی ہیں اور انہیں کامیاب بنانے میں اُن کا اپنا فائدہ ہے۔ کو اپریٹو انجمن جمہوریت کی عملی صورت ہے۔ اور اس کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ اس کے ممبر اسے اپنی ملکیت سمجھتے اور اس میں اپنی شراکت محسوس کرتے ہیں۔ یا نہیں۔ اسی طرح ذاتی طور پر مشاہدہ کرنے اور عملی طور پر ہاتھ سے کام کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔ زیر تربیت طلباء عملی طور پر دیکھتے ہیں کہ کو اپریٹو انجمن کے ممبروں کا اجلاس کس طرح بلانا چاہیے۔ اجلاس میں صدر یا سکریٹری ممبروں کو بتاتے ہیں کہ انہیں کس طرح کام کرنا چاہیئے۔ اور ان کے لئے کیا کچھ مفید ہے

ممبروں کا فرداً فرداً خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ انہیں آرام سے بیٹھایا جاتا ہے۔ انہیں سوسائٹی کی کارگزاری پر رائے زنی اس کی اصلاح اور بہتری کے لئے تجویزیں پیش کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ جیسا کہ مسٹر ہیکین سمجھتے ہیں۔ "یہ بات لازمی ہے کہ ممبروں کو اپنے دل کی بات ظاہر کرنے کی ترغیب دی جائے۔ تاکہ سب کا نکتۂ نگاہ معلوم ہو سکے اور سوسائٹی اچھی طرح کام کرنے کے قابل ہو۔ اس کا بہترین طریقہ ہے کہ ممبروں کو چھوٹے چھوٹے گروہوں میں اکٹھا کیا جائے۔ جہاں وہ کھلے بندوں اپنے خیالات کا اظہار کریں کیونکہ کو اپریٹو انجمنیں بھی جمہوریتوں کی طرح اپنے اپنے ممبروں کی سوجھ بوجھ اور مفاہمت کے تناسب سے ہی پنپتی ہیں۔ مختصر یہ کہ کل کو اپریٹو یونین نے جو تربیتی پروگرام جاری کیا ہے وہ کو اپریٹو تحریک کا ایک اہم حصہ ہے تاکہ ہندوستان امداد باہمی کی انجمنوں کی ترقی اور کامیابی یقینی ہو جائے۔

قطعہ

شمیم گُل بھی صبا کہتی ہے چمن میں رہی
ادھر بھی بُوئے بنفشہ عجب سمن میں رہی

یہ کہتی جاتی ہے بلبل بھی صحنِ بُستاں میں
بہارِ گُل کی بھی آمدیہ نسترن میں رہی

(آمدہ از نذری بانو)

اِن سے بچئے

از جناب تمکین کاظمی صاحب

بدکلامی بدکلامی کہتے ہیں بُرا کہنے اور گالی دینے کو، بدگوئی اور گالی کا رواج محض دل آزاری کی غرض سے ہوا ہے اسکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بُری بات کہکر دل دُکھایا جائے۔ کسی نے مرزا غالب کو گالی لکھ بھیجی تھی جس پر بگڑ کر انہوں نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے کہ اس شخص کو گالی دینی بھی نہیں آتی پھر گالی کی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ بچہ کو ماں کی گالی دی جاتی ہے جوان کو جورو یا بہن کی اور بوڑھے کو بیٹی کی۔

اس سے منشا غالبا یہ ہے کہ جس عمر میں جو جذبات شدید ہوتے ہیں انہیں اُکسا کر دل آزاری کرنا مقصد ہے۔ بچہ چونکہ ماں کو زیادہ چاہتا ہے اسلئے ماں کی گالی سے اُس کے جذبات کو برانگیختہ کیا جاتا ہے اور اس سے بے انتہا دل آزاری ہوتی ہے، اسیطرح جوانی میں بہن یا بیوی سے بڑی محبت ہوتی ہے اور ان دونوں کی بیحرمتی کو آن ناموس شکنی سمجھتا ہے اسلئے ان دونوں سے کسی بُرائی کا انتساب تکلیف دہ اور جذبات میں ہیجان پیدا کرنے والا ہوتا ہے، بڑھاپے میں بیٹی کے متعلق بُرے الفاظ سُن کر بھی اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی بچپن میں ماں اور جوانی میں بہن یا بیوی کے متعلق سُننے سے ہوتی ہی

یہ تو تھا گالی کا فلسفہ مگر لوگوں کو جو گالی بکنے کی عادت پڑجاتی ہے وہ عموماً ذلیل صحبت اور گندے ماحول کا نتیجہ ہوتی ہے یہ عادت بڑی آسانی سے پڑتی اور بڑی مشکل سے چھوٹتی ہے، بدنصیبی سے والد مرحوم کے ایک دوست کا تکیہ کلام ایک مختصر سی گالی تھی جس سے سن سن کر یہ گالی میں نے بھی سیکھ لی تھی اور بچپن ہی میں تتلا کر گالی دینا شروع کر دیا تھا والد کے بعض احباب خصوصاً تنز کی مجھے چھیڑ کر یہ گالی سُنا کرتے تھے بچپن میں تو مجھے اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکا۔ والد کی ڈانٹ اور والدہ کی ڈپٹ ہی تک معاملہ رہا مگر جوان ہو کر اس گالی کے کارن مجھے بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ اب بھی بعض دفعہ بلا ارادہ یہ گالی میرے منہ سے نکل جاتی ہے جس سے مجھے بے انتہا کوفت، شرمندگی اور تکلیف ہوتی ہے

بعض بڑے لوگوں کی زبان پر بھی گالیاں چڑھ گئی تھیں کام چور اور بدمعاش نوکروں پر خفا ہوتے ہوتے اکثر لوگ گالی کے عادی ہو جاتے ہیں چنانچہ امراء میں یہ عادت اسی طرح پڑ جاتی ہے۔ فوج اور پولیس کے عہدہ دار اس کی کبھی پروا نہیں کرتے ان کی زبان پر گالیاں عام طور پر ہوتی ہیں، بعض شاعروں، ادیبوں اور لیڈروں کی زبان بھی اسی سے آلودہ رہی ہے۔ اکثر بزرگوں کی زبان پر میں نے اس ناہنجار کا چٹخارا پایا ہے نام نہیں لونگا اسلئے کہ سہ

خطائے بزرگان گرفتن خطاست

بچپن اور نوجوانی ہی میں زیادہ تر گالی گلوج کی عادت پڑجاتی ہے اگر اس زمانہ میں احتیاط کیجائے اور زبان کو روکا جائے تو یہ عادت چھوٹ سکتی ہے اس عادت کو چھوڑنے کا

آسان طریقہ یہ ہے کہ وہ صحبتیں ہی ترک کر دی جائیں جن میں گالی گلوچ ہوتی ہے

حدیث شریف میں منافق کی جو صفتیں گنائی گئی ہیں ان میں سے ایک گالی بھی بکنا ہے مرزا صائب نے کیا اچھی بات کہی ہے سے

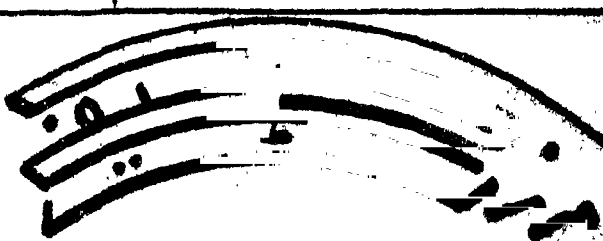
دہمن خویش بدشنام میالا صائب ۔ کین زر قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

بہرحال گالی اور بدگوئی بہت بری بات ہے اس سے بچنا ہر شریف آدمی کے لئے لازمی ہے، بدکلامی کے ساتھ ہی ساتھ بدگوئی بھی عام ہوگئی ہے جہاں کسی کا ذکر آیا اور لوگ خواہ مخواہ اسکی برائیاں کرنے لگے چاہے اس شخص سے ذاتی طور پر واقفیت بھی نہ ہو، اصولاً کسی کی بدگوئی نہ کرنی چاہیئے، چاہے وہ اس شخص ہی کیوں نہ ہو، اگر آپ کو کسی سے ذاتی طور پر نقصان پہنچا ہو اور آپ محض جذبۂ انتقام سے متاثر ہو کر ایسا کر رہے ہوں تو ایک بات بھی ہو سکتی ہے اگر آپ اسے معاف کر دیں اسکی زیادتی کو بھول جائیں تو یہ آپکی بلند اخلاقی، بلند کرداری اور روحانی ترقی ہوگی ورنہ اس بدگوئی پر آپ کو کوئی ملزم نہ ٹھہرا سکے گا بشرطیکہ آپ صرف وہ واقعات بیان کر دیں جن سے آپکو نقصان پہنچا ہو مگر ایسی صورت میں کہ جب کہ آپ کو کسی سے کوئی نقصان نہ پہنچا ہو اور نہ آپ اس سے زیادہ واقفیت ہی رکھتے ہوں۔ بدگوئی کرنے لگیں تو یہ بدترین حرکت ہوگی اور بدقسمتی سے یہ بات عام ہو گئی ہے جہاں چار آدمی مل کر بیٹھیں کسی نہ کسی کی بدگوئی شروع ہو جاتی ہے

ہم نے اکثر ایسے نوجوانوں کو بدگوئی کرتے سنا ہے جو بظاہر نیک اور اچھے گھرانے کے تعلیم و تربیت یافتہ بھی ہیں مگر تفریحاً یا مشغلۂ بیکاری کے طور پر بدگوئی کئے جاتے ہیں۔ یہ عادت بہت بری ہے، گناہ بے لذت اسی کو کہتے ہیں۔ اسکی عادت کی بدولت آدمی ہمیشہ گھاٹے میں رہتا ہے اور اپنے بہترین دوستوں کو کھو دینے کے علاوہ اچھے لوگوں کی دوستی سے نہ صرف محروم ہو جاتا بلکہ دشمنوں کی ایک جماعت بھی تیار کر لیتا ہے اسلئے اس عادت کو کوشش کر کے چھوڑیئے اور اپنی زندگی سدھار لیجئے۔

اگر کسی صحبت میں بدگوئی ہو رہی ہو اور آپ وہاں جا بیٹھیں تو اسمیں قطعاً حصہ نہ لیجئے بلکہ ان لوگوں کو منع کیجئے ورنہ خود وہاں سے سرک جائیے یہ عادت رفتہ رفتہ اتنی بڑھ جاتی ہے کہ بدگوئی کے بغیر چین ہی نہیں پڑتا۔ پہلے غیروں کی پھر دوستوں اور عزیزوں کی اور آخر میں ماں باپ بیوی بچوں کی تک بدگوئی کرنا پڑتا ہے بعض لوگ بڈھے ہوگئے ہیں مگر ان میں یہ عادت راسخ ہوگئی ہے جہاں بیٹھتے ہیں بدگوئی کرتے ہیں اسلئے لوگ ان سے بہت ڈرتے اور سخت نفرت کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ مسلمان سب سے بہتر ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ بدکلامی اور بدگوئی کے ساتھ ہی ساتھ بدگمانی بھی ہے جو ایک اخلاقی بیماری ہے جس شخص کو اپنے آپ پر بھروسہ نہ ہو یا جسکے کردار اور اخلاق میں خامیاں ہوں وہ عام طور پر بدگمان ہوتا ہے اور ہر شخص سے متعلق بدگمانی کرتا ہے۔ بدگمان شخص کبھی بھی مطمئن نہیں رہ سکتا۔ ہر شخص سے ڈرتا اور ہر ایک کے متعلق گمان بد رکھتا ہے چونکہ وہ خود قابل بھروسہ نہیں ہوتا




اسلئے کسی پر بھروسہ نہیں کرتا ایسا شخص نہ تو کسی کا دوست ہو سکتا ہے اور نہ کسی کو دوست بنا سکتا ہے اس سے نہ عزیز و اقارب ہی خوش رہ سکتے ہیں اور نہ بیوی بچے ہی، یہ نہایت ہی بری اور بڑی خطرناک غفلت ہے اپنی زندگی سنوارنا ہے تو بدگمانی سے دور رہیئے۔

غیبت، بدگوئی سے بد تر ہے۔ بدگوئی اور غیبت میں فرق ہے، بدگوئی ہر شخص کو برا کہنے اور بلا تحقیق بغیر جانے بوجھے آشنا نا آشنا کی برائی کرنے کو کہتے ہیں اور غیبت صرف ملنے جلنے والوں کی ہوتی ہے۔ غیبت اور بہتان میں بہت ہی کم فرق ہے ایک حدیث شریف میں اسکی تشریح یوں کی گئی ہے

حضورؐ نے فرمایا "لوگو! تمہیں معلوم ہے غیبت کیا چیز ہے؟" پھر فرمایا "تمہارا اپنے (دینی) بھائی کو ایسی بات سے یاد کرنا جو اسے ناخوش کرے (غیبت ہے)"۔ کسی نے عرض کیا "اگر میرے بھائی میں وہ بات موجود ہو جو میں کہتا ہوں؟" تو ارشاد ہوا "اگر اسمیں وہ بات پائی جاتی ہے جو تو کہتا ہے تو بیشک غیبت ہے اور اگر اسمیں وہ بات نہیں ہے جو تو کہتا ہے تو یقیناً تو نے اسپر بہتان اٹھایا ہے"

حدیث شریف میں آیا ہے کہ زانی کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتا ہے، مگر غیبت کرنے والے کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔ ان برائیوں سے جو نہایت بے لذت اور بدترین برائیاں ہیں اپنے آپکو بچایئے!

اکڑ فون آج کل ایک عام مرض اکڑ فون ہو گیا ہے جسے دیکھو یہ رتا اینٹھتا پھرتا ہے گویا ہفت اقلیم کی بادشاہت ہی مل گئی، چاہے کوئی طالب علم ہو یا کسی کا حقیر ملازم مگر اکڑ فون کا یہ عالم کہ شداد اور ہامان بھی اس کے آگے مات ہے، یہ بے مائیگی اور پست فطرتی کی دلیل ہے اپنے احساس کمتری کو اسطرح چھپانے کی کوشش کیجاتی ہے کہ

ہم چو من دیگرے نیست!

چونکہ ایسے لوگ خاندانی، علمی، مالی اور دنیوی اعتبار سے حد درجہ پامال ہوتے ہیں اور ان میں کوئی بات قابل ستائش نہیں ہوتی اسلئے اکڑ فون سے اپنے آپ کو دھوکہ دے لیتے ہیں کہ ہم بڑے ہیں۔

دنیا کے تمام مذاہب میں ایسے لوگوں کی مذمت کی گئی ہے اسلام نے بھی ایسے لوگوں کو دھتکارا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جو اظ اور اکڑ کر چلنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا (جواظ سنگدل اور درشت مزاج کو کہتے ہیں) ظاہر ہے کہ اکڑ فوں کرنے والا سنگدل بھی ہوگا اور درشت مزاج بھی، ورنہ شریف اور نیک دل آدمی اس قسم کا ہو ہی نہیں سکتا عجز اور فروتنی اسکی طبیعت میں ہوتی ہے۔

مدت ہوئی کہ لنگم پلی کے میلے میں بچوں کے لئے کھلونا خریدنے میں بھی جا پہنچا، ایک میرے ملاقاتی بزرگ اپنے نواسوں پوتوں کو ساتھ لئے میلہ دکھلاتے پھر رہے تھے: وہ بچے ادھر ادھر ہو رہے تھے مجھ سے علیک سلیک ہوئی تو ان بزرگ نے دو بچوں کو میرے ساتھ کر دیا ہم بچوں کو میلہ دکھاتے پھر رہے تھے کہ ایک صاحب مجسم اکڑ فون ٹوپیڈ کی شیروانی پہنے دھوپ کی عینک لگائے اڑنے بھینسے کی طرح گردن اٹھائے بڑی ہی رعونت کیساتھ سامنے سے گذرے، جوں ہی ان بزرگ نے اس مجسم

گرگوں کو دیکھا تو بے ساختہ فرمایا میاں! یہ کوئی کم ذات معلوم ہوتا ہے یا زود ہی ایک اور بزرگ بیٹھے تھے انہوں نے کہا آپ کا خیال صحیح ہے اسکا باپ کوچوان ہے۔ ایک صاحب جو یہ گفتگو سن رہے تھے کہنے لگے اسکا نام یہ ہے اس گفتگو میں رفتہ رفتہ چھ سات راہرو شریک ہوگئے اور دیر تک اسی کے متعلق گفتگو ہوتی رہی، اگر یہ شخص اتنا اکڑ کر نہ چلتا تو لوگوں کی نظریں بھی نہ پڑتیں اور نہ کوچوان زادگی بحث میں آتی اسکی اکڑفوں نے نہ صرف اس کی کم ظرفی کا بھانڈا پھوڑ دیا بلکہ حسب ونسب بھی ظاہر کردیا

اسطرح لوگ اپنے ہاتھوں آپ بدنام ہوتے اور اپنی اصلیت ظاہر کرتے ہیں۔ شریف آدمی اکڑفوں سے کام نہیں لیتا اسمیں عجز و انکساری، فروتنی اور خاکساری ہوتی ہے اسلئے اس بری عادت سے بچنے کی کوشش کیجئے اگر خراب صحبت کیوجہ سے یہ کمزوری پیدا ہو جائے تو اسے فوراً دور کیجئے

چھچھورپن خفیف الحرکتی اور چھچھورپن بُری بات ہے، کسی کو منہ چڑا دینا، کسی کی نقل اتارنا، بہت نازیبا ہے۔ بظاہر یہ ایک دل لگی معلوم ہوتی ہے مگر اس سے نتائج بہت بُرے نکلتے ہیں۔ اس مذموم عادت سے بچنا چاہیئے۔

میں نے کبھی کوئی ایسی حرکت نہیں کی مگر اس الزام سے بچ نہ سکا کیونکہ ایک چھچھورے نوجوان میرے شاگرد تھے ان کی وجہ سے مجھے بدنام ہونا پڑا، اسکی تفصیل یہ ہے کہ نواب چھتاری جب یہاں صدراعظم ہوکر آئے تو جلد ہی مجھے کچھ معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے بہت خفا ہیں۔ ایک عرصہ تک اس خفگی کیوجہ نہ معلوم ہوسکی، بالآخر میرے ایک عنایت فرما نے جو اُن کے پاس ذمہ دارانہ حیثیت سے کام کرتے تھے مجھے بتایا کہ آپ نے 'مصنوعات ملکی کی نمائش' میں نواب صاحب کے پیچھے چل کر ان کی نقل اتار رہا ہے اور لال خانی پٹھانوں کا قصہ بھی لوگوں کو سنایا ہے اسلئے نواب صاحب آپ سے بے انتہا خفا ہیں

واقعہ یہ تھا کہ اس سال میں نے نمائش کے احاطے میں تک قدم نہیں رکھا تھا اور نہ کبھی نواب صاحب کو پیدل چلتے دیکھا تھا اور اگر دیکھا بھی تو میری کیا شامت آئی تھی کہ جو اسطرح نقل کرتا، مزید تفصیلات میں نے دریافت کیں تو معلوم ہوا کہ نواب صاحب کے کوئی مصاحب جو اُن کے پیچھے تھے ان حرکات کو دیکھ رہے تھے اور انہوں نے اس شخص کا نام جو یہ حرکات کر رہا تھا دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ تمکین کاظمی ہے۔

اب فرمائیے! میرے لئے کیا چارہ کار تھا، ان صاحب سے ملنا چاہا تو معلوم ہوا وہ یو۔ پی چلے گئے۔ مدت تک یہ معمہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میرے خلاف کوئی سازش کیگئی تھی یا اتفاقی بات تھی، بہرحال اسکا الجھن میں سال ڈیڑھ سال گذر گیا، ایک روز میرے ایک دوست راستہ میں مل گئے جنہوں نے میرے ساتھ میرے شاگرد تسکین عابدی کو دیکھا تو کہنے لگے آپ اس قسم کے چھچھورے لوگوں کو ساتھ کیوں رکھتے ہیں؟ یہ لڑکا بہت ہی چھچھورا ہے۔ میں نے پوچھا کیا چھچھورپن کیا اس نے؟ تو انہوں نے بتایا کہ مصنوعات ملکی کی نمائش میں اس نے نواب صاحب چھتاری کی اسطرح نقل کی تھی اور یہ یہ کہا تھا، یہ سن کر میں نے تسکین سے پوچھا تو انہوں نے اقرار کیا کہ واقعی ایسا ہوا تھا اب معاملہ میری سمجھ میں آگیا، ان کی چھچھوری حرکات دیکھ کر مصاحب نے ان کا نام دریافت کیا ہوگا، ورکسی نے تسکین کہدیا ہوگا

اور جب مصاحب نے نواب صاحب کو یہ واقعہ سنایا اور اس چھوٹے کا نام بتانا چاہا تو لیکن ذہن سے اتر گیا اور ایک بدنام کا نام جو کوشش زد تھا ان کے منہ سے نکل گیا۔ اب میں اس واقعہ کی صفائی بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ مجھ رسوائے انام کا نام سن کر نواب صاحب نے میری بدنامی کی داستان بھی سنی ہوگی اور مجھے جھالر کا سا نٹا بنا کر پیچھے لگا لینا پسند نہیں کیا ہوگا اسلئے میرے درپئے آزار نہیں ہوئے اب اگر انھیں یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ شخص تمکین نہیں بلکہ لکین ہے تو ممکن ہے کچھ نقصان پہنچا دیتے اسی ڈر سے میں نے خاموشی اختیار کی مگر نواب چھتاری کی خفگی کی وجہ سے مجھے خاصا نقصان پہنچا۔ اعظم الامراء ارسطو جاہ مدار المہام دکن کی سوانح عمری میں نے بڑی محنت سے لکھی تھی جسے سر اکبر نے بہت پسند کیا تھا اور مختلف اصحاب سے اسکے متعلق رائے دریافت کرنے کے بعد طباعت کے لئے امداد دینا ہی چاہتے تھے کہ جنگ چھڑ گئی اور سر اکبر نے اختتام جنگ پر امداد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ چھتاری صدارت میں پھر میں نے کارروائی تازہ کی تو نواب صاحب نے مارے غصہ کے نامنظور کر دی اسطرح نہ صرف میری کتاب کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا بلکہ میری ترقی کے مواقع بھی ہاتھ سے نکل گئے کیونکہ بیشتر عہدہ دار جانتے تھے کہ صدر اعظم مجھ سے خفا ہیں اور میری ترقی ان کی ناخوشی کا باعث ہوگی۔

دیکھئے ایک چھوٹے سے چھچھورپن کی حرکت میرے لئے کتنی خطرناک ثابت ہوئی اس چھچھورپن سے تمکین کو تو کچھ فائدہ نہیں ہوا مگر میں بدنام ہو گیا۔ اگر میں محتاط ہوتا اور ایسے چھچھوروں سے ربط ضبط نہ رکھتا تو مجھے یہ نقصان نہ پہنچتا۔ آپ بھی احتیاط کیجئے نہ تو خود چھچھورپن اختیار کیجئے اور نہ چھچھوروں سے دوستی یا ملاقات رکھئے

(باقی آئندہ)



حسب عادت قدیم ۲۹ محرم الحرام شام کے ۵½ بجے

مجلس عزائے سالانہ مقرر ہے

مومنین بروقت شرکت فرما کر ممنون فرمائیں

خادم سید سجاد حسین نگین

پتہ :- 22.4.94 کوچہ کمبل پوش اندرون یاقوت پورہ



۷ صفر المظفر لغایۃ ۱۵ صفر المظفر مجلس عبادت خانہ بوقت ۹ ساعت شب مجلس عزائے سالانہ مقرر ہے

عمدۃ الذاکرین مولوی میر اقبال علی صاحب زیدی بیان فرمائینگے

امیدواران تشریف آوری

فرزندان جناب مولوی ناہید صاحب قبلہ

پتہ :- ۲-۲۴- اے کلاس مکان آرائش۔ کمیت بالسٹی۔



انجمن اتحاد الشعراء کا تیسرا اجلاس ۱۰ر جولائی کو منعقد ہوا
ہم سمجھتے ہیں کہ اس اجلاس میں شعرائے کرام اس مسئلہ پر غور فرمائے ہونگے کہ قیامت معشوق کی قامت سے برپا ہوتی ہے یا اطالوی صوفیوں کی بیان کردہ چٹان کے گرنے سے ــــ !؟

ضلع میدک کے کمیونسٹ کارکنوں نے کمیونسٹ پارٹی سے مستعفی ہو کر کانگریس میں شرکت کا اعلان کیا۔
"دلدل سے نکلے، کھائی میں پھنسے"
شاید اسی موقع پر کہا جاتا ہے

لندن میں دنیا کے ماہرین جمع ہو کر بچوں کے جرائم کے بارے میں غور کریں گے
ہماری رائے میں اس اجتماع میں نیویارک سے کن فلمسازوں کو بھی مدعو کیا جانا چاہیئے جو جرائم اور جنسیات پر فلمیں بناتے ہیں۔

مسٹر مسعود احمد خورشید اور مسٹر جے نارائن نے کمیونسٹ پارٹی کو استعفےٰ دے دیا۔ ؎
این ہم رفت و آن ہم رفت
درپئے جانان جان ہم رفت
رفتن دہ رفتن دہ رفتن دہ

بھارت سرکار کی ناچ اور سنگیت کی پارٹی سرکاری خرچ پر منگولیا کے دورے پر روانہ ہوئی
تھرکنے اور کولھے مٹکانے والے سرکاری صرف پر غیر ممالک کو جا سکتے ہیں لیکن ہندوستان کے سینکڑوں ذہین طالب علم سرکاری خرچ پر اعلےٰ تعلیم کے لئے مغربی ممالک کو جانے ترستے ہیں

منگلور کے (۳۰) اکالیوں نے کانگریس میں شریک ہونے کا فیصلہ کیا ہے
چلئے! کانگریس کی آمدنی میں بحساب فی اکالی ۴ر جملہ ایک سو بیس آنے کا اضافہ ہوا۔

روس کے وزیر خارجہ مارشل مالینکو نے کہا کہ مغربی جنگبازوں کا مقابلہ کرنے کے لئے روس کو جنگی تیاریاں بڑھانی پڑیں گی۔
یعنے بہ تحفیف اسلحہ کی پیش رفت ہے۔

روس نے کانگو کے آزاد ہوتے ہی، معاشی اور فنی امداد کا پیشکش کیا ہے
کیونکہ "ماہی تازہ بایں کرم ہمی خورد ــ!"

سینا پور میں ایک جوان مرد، عورت نے بیک وقت ایک نہ دو پورے چار بچوں کو جنم دیا ؎
آفریں باد بریں ہمت مردانۂ تو

لندن میں دس لاکھ کبوتر وہاں کی بلدیہ کے لئے ایک مسئلہ بن گئے ہیں۔
ہم سمجھتے ہیں کہ یہ "امن کے کبوتر" ہونگے

بغداد کے ایک مصنف شیخ سلیمان کے گھر میں چوری ہوئی، چور تمام قیمتی مال و اسباب اٹھا کر لے گئے پولیس نے شیخ سلیمان کا بیان لیتے ہوئے دریافت کیا کہ جو وقت آپ کے گھر میں چوری ہوئی آپ کہاں تھے اور کیا کر رہے تھے؟ شیخ سلیمان نے جواب دیا: میں اپنے کتب خانہ میں بیٹھا تھا اور اپنی کتاب "اب چوروں کا وجود نہ رہیگا" کا مسودہ درست کر رہا تھا۔

مرکزی ملازمین کی مشترکہ مجلس عمل کے چیئرمین کے نام ایک سربمہر لفافہ "کمیٹی" کے نام سے روانہ کیا گیا جس میں لے
ہم سمجھتے ہیں کہ لفافہ کر بھوانے نے قاصد کے کان میں کہا ہوگا ؎
این سربمہر نامہ بآں مہرباں رسان
کس را خبر مکن کہ کجا می فرستمت

علیؓ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مٹا کر آپ کو عثماں یہی کہتا ہے ہر اک سے کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

ایڈیٹر:۔ سید صمصام شیرازی مقام اشاعت:۔ چادر گھاٹ ہیڈ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴
روز جمعہ ۲۷ مئی ۱۹۶۰ء
۲ ۳۰ ذیقعدۃ الحرام ۱۳۷۹ھ
شمارہ (۲۹)

غزل

(مطلع)

مدح و توصیف کہ در لیل و نہارے کردیم
جانِ ما بر رخِ شبّیر نثارے کردیم

خوردہ صہبائے غدیرے زکفِ پیرِ مغاں
این چہ مستی تو نگر ما بہ بہارے کردیم

کوچہ گردی کہ ندانیم چہ چیز است نیست
بر درِ بابِ نجف ما کہ قرارے کردیم

از کفِ این و دگر آں ہمہ آزاد شدیم
ہمتے کردہ نگر تو کہ چہ کارے کردیم

(مقطع)

شیوۂ بندگیٔ ما کہ عیاں شد عثماں
این چہ اعلان کہ از کلکِ نگارے کردیم

عزاداری امام کربلاؑ

فرمایا چند سال قبل جبکہ عاشور خانہ جات تعمیر ہوئے تھے تو اوس وقت ضرورت محسوس کر کے چند ماتمی گروہ کو بُلایا جاتا تھا جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ اس میں ہمہ قسم کے اشخاص شریک رہنے سے وقتاً فوقتاً فتنے رُونما ہونے شروع ہوئے یا ہمہ قسم کے مضامین اخبارات میں طبع ہوئے یا گلی کوچوں میں اس کے تذکرے ہوئے۔ ان حالات کو دیکھ کر مناسب یہی سمجھا کہ اس طریقہ کو مسدود کر دیا جائے۔ دُوسرے طرف جب خانہ زادوں کا معاملہ درپیش ہوا تھا تو قریب قریب سب لڑکے نوحہ پڑھنا اور مہذب طریقہ سے ماتم کرنا شروع کیئے۔ ایسی حالت میں جب گھر کے بچے یہ کام بخوبی انجام دے سکتے ہیں تو پھر غیروں کو جن کے کردار پر بھروسہ نہیں ہوسکتا اون کو بُلانے کی کیا ضرورت ہے؟

الحاصل جب سے یہ طریقہ رائج ہُوا تو سب خرابیاں دفع ہوگئیں اور اب کام اطمینان طریقہ پر چل رہا ہے۔

دیگر یہ عزا خانہ زہرا میں جب مجالس ہُوتے ہیں تو جو شخص چاہے یہاں شریک ہوسکتا ہے۔ مگر باوجود کسی قسم کی ممانعت نہ ہونے کے بہت کم لوگ شریک ہوتے ہیں جن کا عدم وجود برابر ہے۔ اس کے سوا پہلے عشرہ محرم میں چو طرف مجالس ہونے سے یہ لوگ مختلف جگہ شریک ہوتے ہیں اس لئے بھی یہاں اون کو شریک ہُونے کا موقع نہیں ملتا۔ خلاصہ یہ کہ کوئی شریک ہوں یا نہ ہُوں مراسم عزاداری گھر والوں سے پُورے ہو جاتے ہیں تو پھر دوسروں کو دعوت دینے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے علاوہ میرے گھر کے مجالس میں شریک ہونے والوں کے لئے چند شروط و قواعد مقرر ہیں۔ لہذا جب تک ان اُمور کی پابندی نہ ہوگی باہر والے آ بھی نہیں سکتے۔

خلاصہ یہ کہ حالات دُنیا بدلے ہُوئے ہیں لہذا ان کو سامنے رکھ کر کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ بے ضرورت کوئی فتنہ یا شور و شغف برپا نہ ہو۔ جس کا انسداد از حد ضروری ہے۔

مرقوم ۲۲ مئی ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

مُربی وسرپرست کا عزم بالجزم

فرمایا حال میں یعنے دو تین ماہ کے عرصہ میں جتنے صاحبزادیاں نذری باغ کا عقد ہوا ہے صرف انہیں کی حد تک مجھے دیکھنا ہے کہ مابین فریقین کس قسم کی متاہل زندگی رہتی ہے۔ اور اگر احیاناً کوئی غیر خوشگوار بات پیدا ہوگی جس میں شوہران بے قصور سمجھے جائیں تو اوس صورت میں مجبوراً مجھے دوسرا انتظام کرنا ہوگا جیسا کہ صاحبزادگان مکان گاف کیلئے کیا تھا تاکہ لڑکوں کی زندگی مصیبت میں نہ پڑے۔ دوسرے طرف اولاد کا معاملہ ہے۔ لہذا تاریخ عقد سے کم از کم دو سال یا زیادہ سے زیادہ تین سال گزرے بعد بھی نتیجہ اچھا برآمد نہ ہوگا تو اوس وقت بھی محض اولاد کی خاطر مجھے دوسرا انتظام کرنا ہوگا۔ کس لئے کہ مذہب اسلام میں عند الضرورت ایک سے زائد نکاح کی اجازت ہے۔ بہر حال جیسے حالات پیش آئیں گے اوس کے مطابق کام ہوگا۔ اس لئے سردست جس قدر ضرورت تھی چند سطور لکھ کر اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔ تاکہ معاملہ صاف ہوجائے کہ میرا ارادہ کیا ہے اور کیا بر وقت کرنیوالا ہوں۔

نوٹ میرے خیال میں یہ لڑکے خوش قسمت ہیں کہ ان کے سُود و بہبود کا اس قدر خیال خسر کو ہے کہ بغیر کسی تحریک یا درخواست وہ ان امور پر نظر رکھتا ہے۔ ہاں ایک بات دامادوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ نیک کردار رہ کر خسر کے دل میں جگہ پیدا کریں تو اوسوقت یہ چیز اونہیں کے حق میں مفید ثابت ہوگی۔

مرقوم ۲۴؍مئی ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

آغا شیخ ابوالقاسم خراسانی

فرمایا گو انکو میں ایک زمانہ سے جانتا ہوں جنکے والد آغا محمد علیؒ صاحب خراسانی تھے جو کہ مجتہد تھے۔ تاہم نزدیک سے انکو جانچنے کا مجھے موقع نہیں ملا تھا جیسا کہ چند ماہ سے حاصل ہے تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ ذی علم ہونے کے علاوہ طبیعت میں سنجیدگی ہے۔ اور رفتار و گفتار میں ثقہ پن ہے۔ اور ساتھ ہی یہ ضرور زمرۂ وفاداروں میں ہیں۔ یعنی برعکس اسکے یہ اون اشخاص میں نہیں ہیں جو ہوا کا رُخ دیکھ کر چلتے ہیں یا بندۂ زر کہلاتے ہیں۔ اس کے سوا انکی طبیعت میں قناعت بھی ہے اور شور و شغف سے بالکل علیحدہ ہیں جس کا ثبوت مجھے امور مذکورہ سے مل گیا ہے۔ اور یہ بھی سمجھتا ہوں کہ عدن باغ کے صاحبزادوں کو عربی و فارسی کی تعلیم دینے کے لئے ان سے بہتر مجھے کوئی دوسرا شخص نہیں مل سکتا۔

بہرحال مجھے امید ہے کہ یہ بچے ایک دن اپنے اوستاد سے علمی فیض حاصل کرکے اوستاد کا نام نکالینگے کہ میں نے جو کچھ سوچ سمجھکر تعلیم کا انتظام کیا تھا وہ ایک دن ضرور بہتر نتائج پیدا کرے گا۔

بعونہ و کرمہ۔

مرقوم ۲۲ مئی ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

حلمی افندی قدیم نمکخوار کا مضمون

فرمایا زمانۂ قریب میں نذری باغ کے حالات سے متعلق جس کا اس کو علمی مشاہدہ ہے کہ یہاں اسکی آمد و رفت ایک زمانہ سے ہے (علاوہ اسکے ۴ یا ۵ سال سے اس کا کم سن بچہ جس کا نام علی محمد ہے زمرۂ خانہ زادوں میں شریک ہے) بلا رنگ آمیزی یا چاپلوسی یا طلب منفعت جو کچھ حالات ہوں گے وہ آزادی سے بیان کرے گا جبکہ زمانہ شناس یا حق گو اصحاب اس کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔

دیگر زمانۂ قریب میں یعنے ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۸۰ھ میں اس کے بچہ کا عقد بھی ہونے والا ہے جس کی نسبت بھی ہو چکی ہے اور اس کے قیام کے لئے مدرسۂ عالیہ میں (در نشیب) مکان بھی تعمیر ہو چکا ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ نیک کردار ہے اور نذری باغ کے قواعد مقررہ کی پابندی کرتے ہوئے اپنی زندگی خاموشی سے بسر کر رہا ہے اور طبیعت میں فتنہ و شر نہیں ہے جو کہ خود اس کے بشرہ سے ظاہر ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ اچھا لڑکا ہے

مرقوم ۲۳ رمئی سنہ ۱۹۶۱ء ——————

(آمدہ از نذری باغ)



لغزشِ قلم صمصام شیرازی مدیر شیراز ہفتہ وار

فرمایا پرچہ شیراز مورخہ ۲۰ رمئی سنہ ۱۹۶۰ء زیر عنوان "یاد رکھیئے" پر صفحہ ۱۲ آغا اسد اللہ نجفی کو جس بھاری بھرکم لقب سے یاد کیا گیا ہے اسکے وہ دراصل مستحق نہیں تھے بلکہ دوسرے جید علماء یا مجتہدین تھے جنکا پایہ دنیائے علم و فضل میں نمایاں تھا۔ لہذا آئندہ سے ایسے امور پر غور کرکے اونہیں القابات سے اون کو نوازا جائے جس کے لئے وہ موزوں ہوں۔ کیونکہ بے ضرورت ایسے الفاظ لکھنے سے چاپلوسی معلوم ہوتی ہے۔

بقول "ہر القاب گران ہر کسے موزون نبود"

مسکو ر مولوی اصغر حسین صاحب جب کبھی بغرض صیغۂ نکاح دیوڑھی آئیں تو اپنے کمسن بچہ کو ساتھ نہ لائیں کہ ایسے موقعوں پر معصوموں کی موجودگی مناسب نہیں ہے البتہ اگر مجلس عزا ہو تو وہ بات دوسری ہے۔ اس کا خیال رہے۔

(منقول از نظام گزٹ) ———— مرقوم ۲۲ رمئی سنہ ۱۹۶۰ء

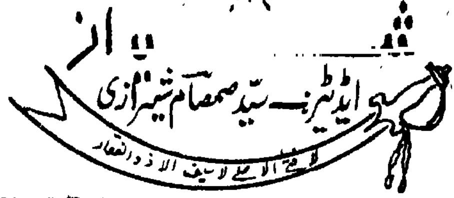
فرائض بزرگِ خاندان مکمل

فرمایا شکر ہے کہ میری لڑکیوں کو ذی کردار شوہر ملے (اچھے خاندانوں کے) جبکہ لڑکوں کو عزت ملی کہ میرے خاندان سے وابستہ ہوگئے (ازدواجی رشتہ سے) اور لڑکیوں کو قسمت سے وہ شوہر ملے جو ان کے حق میں ایک نعمت تھی وبس۔

مکرر آئندہ سے صمصام شیرازی علی پاشاہ کو میر داماد نہ لکھیے شیراز میں بلکہ پاشاہ داماد لکھیے جو کہ بہتر اور موزون لقب ہے۔

(منقول از نظام گزٹ) ———— مرقوم ۲۳ رمئی سنہ ۱۹۶۰ء

ترجمان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے ☆ خیرخواہ شاہ حق آگاہ یہ شیراز ہے



سیلس ٹیکس

آقای رستم کیانی صدر انجمن مالکان ہوٹل و شیرینی فروشان کیجانب سے انجمن کے جلسۂ عام مورخہ ۱۸ رمئی سنہ ۱۹۶۰ء کی قرارداد جو باتفاق آراء منظور ہوئی تھی بغرض اشاعت ہمیں موصول ہوئی جو "شیراز" مورخہ ۲۰ رمئی میں شائع ہو چکی ہے

سیلس ٹیکس کے تعلق سے مالکان ہوٹل و شیرینی فروشان کو آئے دن جو مشکلات پیش آتے ہیں اور بعض غلط اندیشی، جلد بازی یا اپنے حدود اختیارات سے متجاوز ہونے والے اور غیر معاملہ فہم عہدیداروں کیوجہ سے جو غیر ضروری پیچیدگیاں اور مشکلات کھڑے کئے جاتے ہیں اس کے پیش نظر، انجمن کی قرارداد اس قابل ہے کہ اسپر کمشنر سیلس ٹیکس اور وزیر فینانس غور کریں۔

یہ عجیب بات ہے کہ ہمارا ملک ایک، دستور ایک، لیکن اسکے باوصف ہر صوبے میں دستور کے تعبیرات جدا جدا اور قانونی دفعات کا نفاذ الگ الگ، چنانچہ بمبئی میں چائے اور مشروبات پر سیلس ٹیکس نہیں ہے اور اشیائے خوردنی پر اندرون ایکرو پیہ فروخت کی حد تک سیلس ٹیکس معاف ہے لیکن آندھرا پردیش کا باوا آدم ہی نرالا ہے یہاں نہ صرف چائے اور مشروبات پر سیلس ٹیکس ہے بلکہ اشیائے خوردنی پر چاہے اسکی فروخت ایکروپیہ سے کم ہی کیوں نہو سیلس ٹیکس عائد کیا گیا ہے پھر لطف کی بات یہ ہے کہ "شیرینی" کو کھانے پینے کی اشیاء میں شامل کیا گیا ہے حالانکہ کھانے پینے کی اشیاء کی فہرست میں چاول، روٹی، کلچے، ڈبل روٹی اور سالن وغیرہ ہی آسکتے ہیں کیونکہ روزانہ عادتاً پیٹ بھرنے کے لئے کوئی شخص مٹھائی استعمال نہیں کرتا بلکہ کبھی کبھار یا کسی تقریب وغیرہ میں مٹھائی استعمال کرتا ہے اس اعتبار سے مٹھائی کو کھانے پینے کی اشیاء میں شامل کرنا قانون کی غلط تعبیر کے سوا اور کچھ نہیں

دستور ہند انسانوں کی طبقاتی تقسیم نہیں کرتا دستور کے سامنے

خطیب منبر سلونی

ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا کا علم کلیات اور جزئیات پر حاوی ہے اور وہ ہر چھوٹی سی چھوٹی بات کا عالم ہے۔

چھوٹا اور بڑا سب برابر ہیں لیکن اسکو کیا کیا جائے کہ سیلس ٹیکس کے ارباب اقتدار دستور کو سمجھتے ہی نہیں چنانچہ ہوٹل اور مٹھائی کے کاروبار پر (۲۵) ہزار تک فی روپیہ دو پیسے ٹیکس اور زائد از (۲۵) ہزار بیوپار پر فی روپیہ تین پیسے ٹیکس عائد کیا گیا ہے چاہئے تو یہ تھا کہ General Goods کیطرح Commercial Taxes کی عام شرح سے دس ہزار سے زیادہ (Turnover) پر فی روپیہ دو پیسے ٹیکس لیا جاتا تاکہ مساوات برقرار رہے اور دستور ہند کی روشنی میں ہر تاجر کیساتھ (چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا) مساوی سلوک ہو۔

قانون سیلس ٹیکس کی رو سے ہر تاجر کو اپنے Monthly Turnover یا Annual Turnover کی بابت Return داخل کرنیکا پابند کیا گیا ہے جب مالکان ہوٹل و شیرینی فروشان اپنے حقیقی بیوپار کے لحاظ سے ریٹرن داخل کرتے ہیں تو غیر معاملہ فہم عہدیداران سیلس ٹیکس محض اپنی کارگذاری دکھانے کے لئے تاجر کے نقصان کا احساس کئے بغیر تخمینی درج شدہ Turnover کو ڈیوڑھا یا دگنا کر کے Assessment کرتے ہیں طرفہ یہ کہ Turnover کو ڈیوڑھا یا دگنا کرنے کے معقول وجوہات تک ظاہر نہیں کئے جاتے ستم بالائے ستم یہ کہ تاجر اس حکم کے خلاف کوئی اپیل بھی نہیں کر سکتا کیونکہ سیلس ٹیکس ٹریبونل میں اپیل داخل کرنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ مشخصہ محصول کامل ادا کر کے اپیل داخل کیجائے جب تک محصول ادا نہو اپیل نمبر پر نہیں آتی کم سرمایہ سے تجارت کرنیوالے بیوپاری نہ تو ڈیوڑھا اور دگنا محصول داخل کر سکتے ہیں اور نہ اپیل کر سکتے ہیں۔ ایسے بیوپاری عموماً اپنا دیوالیہ نکال کر دوکان بند کر کے بیٹھے رہتے ہیں حکومت نے سیلس ٹیکس ٹریبونل کو انصاف رسانی کے لئے مقرر کیا ہے لیکن قبل از اپیل کامل ٹیکس ادا کرنے کی ناممکن العمل شرط کیوجہ سے اکثر بیوپاری انصاف سے محروم ہی رہتے ہیں

اگر حکومت کو واقعی انصاف رسانی مقصود (اور حقیقت میں ہے) تو حکومت کو چاہئے کہ ٹریبونل کے شرائط میں سے اپیل سے پہلے ٹیکس ادا کر دینے کی شرط کو منسوخ کر دے۔

اپیل کے سلسلہ میں یہ امر بھی تاجروں کے لئے تکلیف دہ ہے کہ کامل ٹیکس ادا کر کے اپیل کرنے اور اپیل میں تاجر کے موافق فیصلہ ہونے کے بعد زائد ادا شدہ ٹیکس واپس نہیں کیا جاتا بلکہ آئندہ سال کے حساب میں محسوب کیا جاتا ہے یا کسی اور تاجر کے حساب میں محسوب کرایا جا سکتا ہے جب زائد جمع شدہ ٹیکس کی واپسی کے لئے عہدیداران سیلس ٹیکس کو

توجہ دلائی جاتی ہے تو یہ جواب ملتا ہے کہ Refund کے تحفہ زیر طبع ہیں طبع ہونے کے بعد زائد ٹیکس واپس کیا جائیگا لیکن برسوں گذرنے کے بعد بھی Refund کی نوبت نہیں آتی

محکمۂ سیلس ٹیکس کیجانب سے Evasion C.T.O.S اور اسٹاف کا تقرر کیا گیا ہے لیکن دیکھا یہ جا رہا ہے کہ Evasion C.T.O.A ہمیشہ اپنے حدود اختیارات کو پھاندنے کی غیر قانونی کوشش کرتے ہیں۔ انکا یہ کہ تاجروں کی جامہ تلاشی لیجاتی ہے، ان سے تحکمانہ گفتگو کیجاتی ہے اور ان کے پلوجایاٹ کے مقامات پر جوتے پہن کر داخل ہوتے ہیں۔ اور ان کے یہ عہدیدار سیلس ٹیکس کے قانون کی نگرانی کرنے کی بجائے تاجروں کو پریشان کرنا اور ستانا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔

جہاں تک عہدیداران سیلس ٹیکس کے ناروا سلوک اور بے قاعدگیوں کا تعلق ہے موجودہ کمشنر سیلس ٹیکس سے تاجر حلقوں کو عام طور پر یہ توقع ہے کہ ان کے دور کمشنری میں مذکورہ بالا تمام بے قاعدگیاں دور ہو جائیں گی اور جہاں تک قانون سیلس ٹیکس کے دفعات میں ترمیمات کا تعلق ہے ہم وزیر فینانس کو اس خصوص میں متوجہ کرتے ہیں کہ وہ شری مرارجی ڈیسائی مرکزی وزیر فینانس کے حالیہ تجاویز کی روشنی میں سیلس ٹیکس کے قانون میں ترمیمات کر کے تاجر طبقہ کی عام بے چینی کو دور کریں۔

دست برداری

میں نے انتخابات بلدیہ حلقہ دارالشفاء کے سلسلہ میں نواب سید حسن پاشاہ صاحب (صدر اسٹیٹ شیعہ کانفرنس) کے حق میں دست برداری کا فیصلہ کیا ہے لہذا میرے وہ تمام دوست احباب جنھوں نے مجھے اپنا قیمتی ووٹ دینے کا وعدہ کیا تھا وہ براہ کرم نواب سید حسن پاشاہ صاحب کو اپنا قیمتی ووٹ دے کر انہیں کامیاب اور مجھے مشکور فرمائیں کانگریس نے حلقہ دارالشفاء کے لئے نواب سید حسن پاشاہ صاحب کو ٹکٹ دیکر انتہائی دوراندیشی اور تدبر کا ثبوت دیا ہے

۲۵ رمئی سنہ ۱۹۶۰ء سید محمد امام شیرازی

سلسلۂ مضمون شائع شدہ مورخہ ۲۰ رمئی ۱۹۶۰ء سنہ در شیراز متعلق نسبت زمرد بیگم

فرمایا اس اعلان کے بعد چند عرائض نذری باغ میں پیش ہوئے ہیں جن میں طلبگار لڑکوں کی عمریں (۳۰) کے اندر بتائی گئی ہیں۔ دوم جو حالات لڑکوں کے بیان ہوئے ہیں انکی پہلے چھان بین ہونا ہے کہ یہ کہاں تک صحیح ہے۔ اسکے سوا انکا میڈیکل بورڈ سے صحت سے متعلق سرٹیفکیٹ پیش ہونا ہے۔ اسکے علاوہ بکمشت (ضمنی ۵ ") نقد بابتہ زر مہر معجل کیا ادا ہوگا اور کردار سے متعلق اطمینان کسطرح سے دیا جائیگا تحریری اور آیا طلبگار کی کوئی ذاتی جائداد یا آمدنی کسی قسم کی ہے یا نہیں جبتک ان اہم امور کی چھان بین ہو کر نتیجہ اطمینان بخش ثابت ہو نذری باغ کوئی کام نہیں کرسکتا کہ اس معاملہ کی اہمیت بڑھی ہوئی ہے دوسرے طرف بغیر یہ منازل طے ہوئے کسی کو کوئی قطعی جواب نہیں دیا جاسکتا کہ آجکل حالات دنیا کیسے بدلے ہوئے ہیں یہ بھی سامنے ہے لہذا جو کام وہ حزم و احتیاط کیا جائیگا تاکہ کسی لغزش سے زمرد بیگم لڑکی کی زندگی تباہ نہ ہو

مرقومہ ۲۶ رمئی سنہ ۱۹۶۰ء (آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

جز صدق زباں سے کبھی بولا نہیں جاتا | کم ظرف کو میزاں میں بھی تولا نہیں جاتا
جز سامنے آسکے جو ہے ہمراز کسی کا | ہر راز کو تو دیکھ لے کھولا نہیں جاتا

(آمدہ از نذری باغ)

لاجواب قربانی

از ڈاکٹر رادھا کمد مکرجی پروفیسر تاریخ

تاریخ جن عظیم ترین کرداروں سے واقف ہے ان میں امام حسین علیہ السلام بھی ہیں۔ فانی ہوکر لافانی تک پہونچ جانا محدود ہوکر لامحدود کو پالینا یہی انکی زندگی تھی۔ وہ تھے تو ایک فرد مگر انہوں نے اپنی ہستی کو وسعت دیکر پوری کائنات بنا دیا اسطرح وہ فانی انسانیت کی مجسم امید بن گئے ہیں ان کی زندگی بتاتی ہے کہ انسان کسطرح دیوتا ہوسکتا ہے۔ امام حسینؑ نہ کسی عہد کے ہیں نہ کسی ملک کے۔ ارضی حد بندیاں انکی عظمت کو محدود نہیں کرسکتی ہیں۔ وہ تمام قوموں اور تمام زمانوں کے ہیرو ہیں۔ یہہ کیوں؟ اسلیئے کہ وہ اس بلند ترین معیار حق کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے جو تمام نوع انسانی کے دل میں مستقل طور پر گھر کئے ہوئے ہے اسی کے لئے جئے اور اسی کے لئے مرے۔ انکے لئے حق یا دین کی کتابوں میں پڑھ لینے کے لئے نہ تھا نہ اسلئے تھا کہ فرصت کے لمحوں میں اطمینان کے ساتھ اسے سوچا جائے حق تو اسلئے ہے کہ اسے اپنی زندگی بنا لیا جائے اسے اپنی روح میں مشتعل رکھا جائے حق امام حسین علیہ السلام کے خون میں جاری تھا اور انکے نظام ہستی کا ایک لازمی جزو تھا حق کو گوشت پوست والی زندہ چیزوں کیطرح مادی طور پر سمجھنا چاہیئے یہ نہ ہونا چاہیئے کہ وہ ہمارے مفہوم ذہنی کا ایک جزو بن کر رہ جائے چاہیئے کہ زندگی کا ہر لمحہ حق ہو جاہیئے کہ اسمیں دم بھر کے لئے بھی لغزش نہو۔ چاہیئے کہ بالکل اسی کا ہو رہے امام حسینؑ حق کا ایسا شعلہ بنکر چمکے جس سے نور بھی پھیلا اور حرارت بھی۔ انکی شجاعت کی حرارت نے انکے دشمنوں کو جلا کر خاک کر دیا انکی بے مثال شخصیت کا ضوفشاں نور آج بھی خیال کی دنیا کو روشن کئے ہوئے ہے ذیل کی چند تفصیلات سے ظاہر ہوگا کہ امام حسینؑ کیونکر اپنے تمام افکار و اعمال میں ایک انسان کامل ٹھہرتے ہیں انکے والد بزرگوار حضرت علیؑ کی شہادت انکے حصہ میں آئی تھی حضرت علیؑ نے اپنی زندگی اس مقدس مقصد کے لئے وقف کردی کہ رسولؐ کے اصولوں کے مطابق کرۂ ارض پر حق و انصاف کی حکومت قائم کر دیں مگر انکے دشمنوں کی طاقت بہت زیادہ تھی۔ ۲۷ رجنوری سنہ ۶۶۱ء کو مسجد کوفہ میں نماز کیحالت میں قاتل کے ایک وار نے انکا کام تمام کردیا

انہوں نے اپنے بیٹوں کو تاکید کردی تھی کہ طاقت کے خلاف حق کی جنگ کو جاری رکھیں

تخت خلافت جو خالی ہوگیا تھا اسکے لئے اہل کوفہ کی متفقہ رائے سے امام حسنؑ کا انتخاب کیا گیا مگر ابھی انہیں اپنی فوجوں کو از سر نو ترتیب دینے کا وقت بھی نہیں ملا تھا کہ دشمنوں کی فوجیں ان پر چھا گئیں اور انھیں امیر معاویہ کو خلافت سپرد کرکے مدینہ میں خانہ نشین ہونا پڑا۔ معاویہ کے بعد بدکردار یزید نے خلافت کو غصب کرلیا اس شخص کی بد اطواری اور بے نوشی پورے اسلام کی نفی کی تھی اسکے عہد میں حالات تیزی کیساتھ خراب ہوتے چلے گئے۔ اب اسلام کی قسمت پر غور کرنے کے لئے امام حسینؑ ہی صرف ایک مسلمان رہ گئے تھے اس تدبر غور و فکر میں انھیں نہ دن کو چین تھا نہ رات کو نیند، آخرکار انہوں نے طے کرلیا کہ جو کچھ بھی ہو میں غاصب یزید کی سنگین فوجوں کا مقابلہ کرکے حق کی قربان گاہ پر اپنی جان کی قربانی پیش کرونگا۔ عقیدے کی ناقابل مقابلہ طاقت نے انھیں اکسایا اور انہوں نے اپنے عزیزوں عورتوں اور بچوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کو لیکر مدینہ سے کوچ کیا انہوں نے کربلا کے بیابان میں اپنے خیمے نصب کئے۔ دشمن نے دریائے فرات سے پانی لینے کے ذرائع مسدود کر دیئے انفرادی مقابلہ میں بنی فاطمہؑ کی قوت ناقابل شکست تھی کیونکہ اسمیں قادر مطلق کی دی ہوئی حرارت شامل تھی۔ لیکن دشمن کے تیراندازوں نے ایک محفوظ فاصلے سے ایک ایک کرکے سب کو قتل کرڈالا یہانتک کہ رسولؐ کو نواسہ دین کا تنہا محافظ رہ گیا زخموں سے جاں بلب ہوکر انہوں نے لپنے کو مشکل دریا تک پہونچایا کہ ایک بوند پانی سے اپنا حلق تر کرلیں لیکن دشمن کے تیراندازوں نے اسکی بھی اجازت نہ دی۔ انہوں نے انکے بیٹوں اور بھتیجوں کو انکے آغوش میں قتل کرڈالا۔ تب انہوں نے زندگی سے ہاتھ دھو کر یزیدیوں پر آخری حملہ کرکے انہیں ہر طرف پیچھے ہٹا دیا لیکن زخموں کی کثرت سے امام حسینؑ غش کھا کر زمین پر گر پڑے قاتل کا مجمع دوڑ پڑا اور انکا سر کاٹ لیا انکی لاش کو پامال کرڈالا اور انکی تذلیل کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا

اصول کی پیروی میں ایسی زبردست قربانی تاریخ میں اپنا جواب نہیں رکھتی امام حسین علیہ السلام انسانیت کے ایک بڑے ہیرو ہیں جنکی یاد کو ہر زمانے اور ہر ملک میں منانا چاہیئے وہ اب بھی ایک زندہ طاقت ہیں جن سے مناسب موقعوں میں ہم کو مدد مانگنا چاہیئے جنکی یاد ہم کو اسیطرح منانا چاہیئے جسطرح فطرت اپنے موسموں کی یاد مناتی ہے غیر فانی عظمت کے اعزاز میں یادگاروں کا تقریبوں کو گردش میں رہنا چاہیئے سورج کیطرح چاند کیطرح، موسموں کیطرح، مد و جزر کیطرح اسی باقاعدگی کیساتھ اسی تکرار کیساتھ یہی طریقہ ہے جس سے فانی انسان اپنے اندر غیر فانی جلوہ دیکھ سکتا ہے۔

میکند

از :- آقای سید علی رضا حسینی نسب یزدی

درغمش تا سیل خون از چشم ما سر میکند | عالمی را یکزمان در خون شناور میکند
دین و دل برد از کف ما آن نگار بی وفا | رفت و آمد با رقیبانِ بد اختر میکند
بر نیامد از سنانِ گیو در جنگ پشن | آنچه با ما لشکرِ مژگانِ دلبر میکند
کشتی ظلم بشر افتاده در دریای حرص | کس نداند کجا این ملک لنگر میکند
عاقبت با دستِ مظلوم ستمکش روزگار | خاک غم در کاسہ فرقِ ستمگر میکند
اصل نورانی بدست آور کہ آخر میرود | از رخِ مس آن سفیدی را کہ مسگر میکند

ہر کہ را باشد حسینی ذرہ ای در کالبد
جوہرِ علم و ہنر او را توانگر میکند

مرکزی سیرۃ الزہرا کمیٹی کی صدارت پر آقای حسین ضابط کا انتخاب

حیدر آباد۔ ۲۵ مئی۔ مرکزی سیرۃ الزہرا کمیٹی کے جلسہ انتظامی۔ منعقدہ ۲۲ مئی سنہ ۶۰ء میں متفقہ طور پر آقای حسین ضابط معتمد مالیہ کو صدارت کیلئے منتخب کیا گیا۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے کیا گیا مرحوم صدر جناب سید سعد اللہ صاحب قادری ایڈیٹر اخبار سلطنت کے ایصال ثواب کیلئے فاتحہ خوانی کے بعد قرارداد تعزیت منظور کی گئی۔ معتمدی مالیہ پر مولوی میر چراغ علی صاحب رضوی اور نظامت پر نواب سید احمد صاحب حقیقی داعی زادہ نواب سالار جنگ ثالث مرحوم کا انتخاب عمل میں آیا۔ جلسہ انتظامی نے سالانہ جشن عقد علیؑ و زہراؑ کے لیے بتاریخ ۲ رذ الحجہ م ۲۹ مئی سنہ ۶۰ء ۸ ساعت شب بمقام حسینیہ فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر مقرر کرنے سے اتفاق کیا

آخر میں منتخب صدر نے جگر گوشہ رسولؐ حضرت فاطمۃ الزہرا صلواۃ اللہ وسلامہ علیہا کی مقدس سیرت اور اس پیام کو جو اسلامی سرمایہ ہونے کے علاوہ معاشی، معاشرتی اور اخلاقی فلسفہ کا سرچشمہ ہے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچانے کے لئے سعی مسلسل کا عہد لیا۔

معتمد عمومی مولوی مرزا ابو الحسن صاحب تبریزی کے شکریہ کے بعد جلسہ کی کارروائی ختم کیگئی۔

یادداشت نماز عید اضحیٰ دربار حسینی واقع اندرون احاطہ دیوڑھی نواب یاور نواز جنگ مرحوم حویلی قدیم میں بروز عید ٹھیک ۹ بجے صبح ہوگی

بسم اللہ الرحمن الرحیم



جشن عقد مبارک

مخدومہ کونین و مولائے متقیان

زیر انتظام مرکزی سیرۃ الزہرا کمیٹی

بتاریخ ۲ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ م ۲۹ مئی ۱۹۶۰ء روز یکشنبہ بوقت (۸) ساعت شب حسینیہ فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر میں مقرر ہے۔ امید کہ حضرات بپابندی وقت تشریف لاکر خادمان کمیٹی کو ممنون فرمائینگے

نظام العمل

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی	عنوان	وقت مقررہ
۱	جناب رضا حسین صاحب	قصیدہ خوانی	۱۰
۲	جناب کیپٹن عباس عابدی صاحب	قصیدہ عقد علیؑ و زہراؑ	۱۰
۳	مولوی سید غلام حسین رضا آغا صاحب قبلہ	جشن عقد مبارک	۳۰
۴	جناب باقر امانت خانی صاحب	قصیدہ	۱۰
۵	مولوی سید محمد صادق صاحب قبلہ نجفی	فضائل مخدومہ کونین	۳۰

چشم براہ

حسین ضابطہ
صدر سیرۃ الزہرا کمیٹی

سید احمد
خادم خصوصی سیرۃ الزہرا کمیٹی

سرکارِ حق آگاہ کی صاحبزادی عصمت النساء بیگم صاحبہ کا عقد مبارک

۲۰ مئی ۱۹۶۰ء کو سرکار حق آگاہ کی صاحبزادی عصمت النساء بیگم صاحبہ کا عقد مبارک صاحبزادہ نواب نظام علیخاں صاحب فرزند صاحبزادہ نواب واصف علیخاں صاحب کے ساتھ کنگ کوٹھی مبارک میں انجام پایا۔ (۱۰) بجے سرکار حق آگاہ کی سواری نذری باغ سے ہمراہ حضرت شہزادی پاشاہ صاحبہ رونق افروز کنگ کوٹھی مبارک ہوئی۔ **پاشاہ داماد** صاحبزادہ نواب کاظم نواز جنگ بہادر (علی پاشاہ) نے استقبال شاہانہ کی عزت حاصل کی۔ ذیلی مراسم کی انجام دہی کے بعد محفل عقد منعقد ہوئی دولھا کیطرف سے صمام العلماء مولوی آقای شیخ ابوالقاسم صاحب قبلہ اور منجانب عروس امام الجمعۃ والجماعت مولوی سید اصغر حسن صاحب قبلہ نجفی نے صیغۂ نکاح جاری کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اختتام عقد پر سرکار حق آگاہ نے دولھا کی گل پوشی کی اور دولھا نے قدمبوس ہوکر نذر گذرانی اس پر سرکار حق آگاہ نے انھیں دعا سے سرفراز فرمایا۔ دولھا کے والد بزرگوار نے سرکار حق آگاہ کیخدمت میں قدم بوس ہوکر نذر پیش کرنے کی عزت حاصل کی۔ محفل عروسی میں اراکین خاندان سرکار حق آگاہ کے علاوہ نواب زین یار جنگ بہادر، مولوی تراب علیصاحب دالس پریذیڈنٹ انجمن اشرف الحاج مولوی عبدالستار صاحب معتمد پیشی اور خان بہادر سی۔ بی تاراپور والا معتمد ٹرسٹس اور دیگر عہدیداران پرائیوٹ اسٹیٹ بھی شریک تھے۔ مشہور فوٹوگرافر راجہ دین دیال اینڈ سنس نے مختلف زاویوں سے محفل عقد کی متعدد تصویریں لیں۔ سرکار محفل کے لئے پُر تکلف اٹ ہوم کا انتظام تھا اسی سلسلہ میں ایتام الغرباء نامپلی اور دارالیتامیٰ دارالشفاء کے بچوں کے لئے مسجد جودی میں دسترخوان چنے گئے تھے

ہم ادارہ "شیراز" کیجانب سے سرکار حق آگاہ کیخدمت فیضدرجت میں نہایت ادب واحترام کے ساتھ "مبارک شادی دختر ترا سرکار حق آگاہ" عرض کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں۔ خداوند عالم بطفیل چہاردہ معصومین علیہم السلام سرکار حق آگاہ کو شہزادگان بلند اقبال و شہزادیان فرخندہ فال کے سروں پہ صدوسی سال سلامت و باکرامت رکھے اور سرکار کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

ہم کو چاہیئے کہ ہم اپنے سرکار حق آگاہ کی جیتی جاگتی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے عید برات اور شادی بیاہ میں ہر طرح کی سادگی کا مظاہرہ کریں۔ سرکار حق آگاہ نے سادگی کو بلاوجہ اختیار نہیں کیا اس عمل کا حقیقی مقصد یہی ہے کہ ہم اپنے سرکار کے عمل کو اختیار کریں تاکہ اسراف سے بچا جاسکے جو برائیاں پیدا ہوتی ہیں اس سے محفوظ رہ کر ناقابل برداشت معاشی پریشانیوں کا شکار ہونے سے بچ جائیں۔ اسی لئے تو دل سے دعا نکلتی ہے

رہے تاجِ ولا ترے سر پہ ~~~ چودہ معصوم ہوں ترے یاور
با دولت شوکت و دولت اجلال ~~~ تو سلامت رہے صدوسی سال (سید صمصام شیرازی)

قطعہ

ملی ہے مجھ کو یہ تعبیر آج خواب سے بھی ||| ملی ہے لذت عیش و طرب شراب سے بھی
یہ کہتی جاتی ہے تعلیم مجھ سے مکتب میں ||| ملا ہر ایک ادب مجھ کو شیخ و شاب سے بھی

(آمدہ از نذری باغ)

ڈاکٹر جان ٹی ریڈ

میرا وطن — دوسروں کی نظروں میں

(۱)

میں اس ہفتے ایک کتاب پڑھ رہا ہوں جو طبیعت کو ابھارتی ہے لیکن ساتھ ہی اس سے کچھ کوفت بھی ہوتی ہے اس کتاب کا نام ہے "ہم دوسروں کی نظروں میں" یا "امریکہ دوسرے ملکوں کی نگاہوں میں"۔ یہ کوئی بیس ملکوں کی ممتاز ہستیوں کے ایسے مضامین کا مجموعہ ہے جنہوں نے امریکہ کی سیاحت کے بعد ان مضامین میں اپنے تاثرات بیان کیے ہیں۔ اور امریکہ کے متعلق اپنے ہموطنوں کی عام رائے پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ مجموعی طور پر امریکنوں کے مطالعہ کے لئے یہ ایک صحت مندانہ تصنیف ہے۔ ان بیرونی مشاہدین نے جو تعریف یا نکتہ چینی کی ہے۔ اس سے ہماری تہذیب کے ایسے مختلف پہلوؤں پر تازہ بصیرت حاصل ہوتی ہے جن کے متعلق ہمیں مشکل سے آگاہی ہے یا جنہیں ہم ایک مسلمہ امر سمجھتے ہیں۔ بے شک مجھے اس مجموعہ مضامین کے اس باب سے خاص دلچسپی پیدا ہوئی جو ایک ہندوستانی مسٹر اے' ڈی گوروالا نے لکھا ہے۔ ان کے خیالات دوستانہ اور بالمقصد معلوم ہوئے۔ ہندوستانیوں اور امریکنوں کی بعض یکساں خصوصیتوں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ دونوں ملکوں کے لوگ مہمان نواز، خوش باش اور سماجی میل ملاپ کے وقت بے تکلف اور آپس میں باتیں کرنے کے مشتاق ہوتے ہیں۔ بہر حال ان دونوں کی فطرت کی گہرائیوں میں ایک طرح کی غمناک فکر مندی سی پائی جاتی ہے۔ دونوں قومیں تحت الشعوری طور محسوس کرتی ہیں کہ زندگی میں کچھ معنی ہونے چاہئیں اور یہ معنی حاصل کرنے کی کوشش کی فرد بعض اوقات نہایت عجیب مقامات اور نہایت غیر اغلب حالات میں ظاہر ہوتی ہے۔ امریکی کردار کا یہ ایک ایسا عنصر ہے جس تک شاذ ہی کسی غیر ملکی کی گہری نگاہ گئی ہے۔ اور یہ بات بڑی فرحت بخش ہے کہ ایک ہندوستانی نے ہی اُسے بھانپا ہے۔ ایک اور صفحے پر مسٹر گوروالا کسی قدر کم وقت آمیز لہجے میں امریکی لوگوں کی زندگی کی یکسانیت کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ ایسی خصوصیت ہے جس پر بہت سے مشاہدین اتفاق کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ یہ تقریباً ایک فرسودہ بات بن گئی ہے۔ اگرچہ بعض امریکی نقادوں نے بھی امریکی کردار اس مبینہ خصوصیت پر بحث کی ہے پھر بھی ہم میں سے اکثر اپنے تجربے کی روشنی میں حیران کن پاتے ہیں۔ میں اس پر جسقدر بالمقصد طور پر ہو سکتا ہے تبصرہ کروں گا۔ بے شک امریکہ میں اس اکتا دینے والی یکسانیت کے متعلق تاثرات کا ایک خاص سبب رسل و رسائل کے ذریعہ وسیع اشتہار بازی ہے۔ ریڈیو سننے، ٹیلی ویژن دیکھنے، بورڈوں پر چسپاں کیئے ہوئے اشتہار پڑھنے، میگزین وغیرہ کے مطالعہ سے جو متواتر فقرے اور نعرے ذہنوں پر نقش ہوتے ہیں اور جس کثرت سے امریکہ میں اشتہار بازی ہوتی ہے اس سے یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ امریکی لوگ مصنوعی انسان ہیں اور یہ سچی بات ہے کہ جن اشیاء کی اشتہار بازی ہوتی ہے انہیں کارخانوں میں لاکھوں لوگ [illegible] کرتے ہیں۔ اور غالباً کیلی فورنیا میں ایک آدمی [illegible] پیسٹ (دانت صاف کرنے کا منجن) استعمال [illegible] جو نیو یارک میں رہنے والا شخص۔ فلوریڈا کا ایک نوعمر (فرانس یا ہندوستان کے نوعمروں کی مانند) وہی کوکا کولا پیئے گا جو منسوٹا کا لڑکا پیئے گا۔ اسی وجہ سے

قطعہ

مثالِ حیدر و صفدر کوئی جہاں میں نہیں | مماثلت بھی کوئی اُن سے عزو شاں میں نہیں
ہمیشہ ملکے رہے ایک رُوح دو قالب | سوائے نامِ علیؑ کوئی بھی اَذاں میں نہیں

(آمدہ از نذری باغ)

امریکنوں کے گھر اندرونی طور پر ایک دوسرے سے مشابہ ہوتے ہیں۔ لیکن غالباً جرمنی اور جاپان کے گھروں سے زیادہ نہیں۔ یقیناً یہ ایک سطحی معاملہ ہے۔ غیر صنعتی سماجوں میں بھی روزمرہ کی زندگی کے رہنے سہنے اور تفریح میں اکتا دینے والی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ لیکن جو بات اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے کہ کیا لوگ ذہنی اور روحانی طور پر بھی معیاری بنتے جا رہے ہیں۔ اس میں بھی جلد یا زمانہ تجزیہ سے غلط یا کم سے کم جزوی جواب مل سکتا ہے — امریکہ میں بھی اکثر ملکوں کی طرح بلا شبہ بعض مشترک نظریے پائے جاتے ہیں جن کی اکثر لوگ حمایت کرتے ہیں۔ امریکہ کی غالب اکثریت جمہوریت میں مشترک یقین رکھتی ہے۔ اور اسے لوگوں کے اتحاد اور اکٹھے رہنے کا ممکن العمل اور باثر طریقہ سمجھتی ہے۔ یہ اور باقی دوسرے مشترک نظریے ایک ایسے ملک کو متحد بنانے کے لئے ضروری ہیں جس میں بیسیوں نسلوں اور قومیتوں کے لوگ بستے ہیں لیکن اس بنیادی یکسانیت کے درکنار امریکی انتہا پسندانہ طور پر انفرادیت پسند ہیں۔ وہ اپنے مذہبی اعتقادات، آرٹ، موسیقی اور ادب میں اپنے ذوق اور شوق، فاضل وقت صرف کرنے کے طریقوں، بڑے آدمیوں کے متعلق اپنی رائے کے اظہار اور دوسری کئی باتوں میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ وہ سیاسی امیدواروں۔ دینیات، بُددھ مت، بچوں کی تعلیم دینے کے طریقوں اور دوسرے درجنوں موضوعات پر لامتناہی طور پر اور بعض اوقات اچھی خاصی گرما گرمی سے بحث کرتے ہیں۔ اس وجہ سے میری طرح اوسط امریکی کسی قدر ناراض ہو جاتا ہے جب کوئی سیاح اسے صدق دلی سے سماج کو اکتا دینے والی یکسانیت کا حامل قرار دیتا ہے۔

برطانیہ میں ہندوستانی انجینئر کا مطالعہ
کولمبو منصوبہ کے تحت کورس

ساؤتھ ایسٹرن ریلوے (انڈیا) کے ڈسٹرکٹ میکینکل انجینئر مسٹر بی۔ ایس چودھری ان دنوں کولمبو منصوبہ کی فنی تعاون کی اسکیم کے تحت برطانیہ میں انجن سازی کے کارخانوں کی تنظیم کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ ایک انٹرویو کے دوران میں موصوف نے بتایا ہے کہ ان کارخانوں میں کام کرنے والے لوگ اپنے اپنے میدان میں خود فیصلے کرتے ہیں۔ اور بظاہر اُن کے کام کی نگرانی کوئی نہیں کرتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ دلچسپی اور خوشی کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

سائنسی آلات کی صنعت
برطانوی جنگ کے بعد نمایاں ترقی کا ریکارڈ

برطانیہ میں سائنسی آلات تیار کرنے والوں کی طرف سے ٦٣٥ صفحات کا ایک گائیڈ شائع کیا گیا ہے جس میں اس صنعت کے حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور خریداروں کو ضروری معلومات مہیا کی گئی ہیں۔ گائیڈ کے پچھلے ایڈیشن کی سات ہزار کاپیاں ستر سے زائد ملکوں کو بھیجی گئی تھیں۔ گائیڈ میں بتایا گیا ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد اس صنعت نے بے حد ترقی کی ہے مذکورہ انجمن ۔ ۱۵ فرموں کی جن میں تک بھگ ....، ۔ ۴ لوگ کام کر رہے ہیں۔ نمائندگی کرتی ہے۔ یہ فرمیں سال میں ۸ کروڑ ۔ ۵ لاکھ پونڈ کا کاروبار کرتی ہیں۔

قطعہ

دِل کو سُرور آگیا سُن کر نوید سے ‖ پھیلی خوشی ہے آج سنو یوم عید سے
افسانۂ محبّت و اُلفت زہے نصیب ‖ طے آج ہوگیا ہے یہ گفت و شنید سے

(آمدہ از نذری باغ)

آندھرا بننے سے پہلے آندھرا بننے کے بعد!

(صحافت میں استعمال ہونیوالی چند اشیاء کی حد تک اعداد و شمار)

کل ۔ یعنے بہت زیادہ دنوں کی بات نہیں بلکہ سنہ ۱۹۵۶ء میں حیدرآباد میں اخباری کاغذ جانا کی قیمت کیلئے بازار فی ریم (۱۰ـ) دس روپے تھی

آج ۔ ردی اخباری کاغذ کی قیمت فی ریم (۲۲ـ) بائیس روپے ہے

کل ۔ طباعت کے اخراجات فی پتھر (۴ـ) چار روپے ہوتے تھے

آج ۔ طباعت کے اخراجات فی پتھر (۱۰ـ) دس روپے ہیں

کل ۔ کاپی نویس کو فی جز (۵ـ) پانچ روپے دینا پڑتا تھا

آج ۔ کاپی نویس کو فی جز (۱۰ـ) دس روپے دینا پڑتا ہے

کل ۔ اخبار تقسیم کنندہ کو ماہانہ (۱۰ـ) دس روپے دینا پڑتا تھا

آج ۔ اخبار تقسیم کرنے والے کو ماہانہ (۳۰ـ) تیس روپے دینا پڑتا ہے

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

کہئے! ہم آج خوشحال ہیں یا کل خوشحال تھے آج کا دور روشن دور ہے یا گذشتہ "کل" کا دور روشن دور تھا

اطلاع عام برائے شرکاءِ انجمن مالکان ہوٹل و شیرینی حیدرآباد

ذریعہ ہذا جمیع شرکاء انجمن مالکان ہوٹل و شیرینی کو مطلع کیا جاتا ہے کہ میونسپل کارپوریشن بلدہ کے خلاف مختلف عنوان کے متعدد ٹیکسس وصول حاصل اور اسمیں من مانی اور خلاف آئین دن دونی زیادتی اور بعض عمال سررشتہ کے غیر شائستہ عمل کے انسداد و رفع شکایات اور ہر منزل انصاف میں چارہ کار قانونی وصول واد رسی کیلئے میر احمد علیخاں صاحب جو اسی میونسپل کارپوریشن کے عرصۂ دراز تک وکیل و مشیر قانونی رہ چکے ہیں اب انجمن ہذا نے بہ حیثیت مشیر قانونی وایڈوکیٹ خدمات حاصل کئے ہیں ۔ لہٰذا اس خصوص میں پیشہ وران ٹیکس، سالانہ فیس لائسنس، کسی اور دادہ میں کوئی اور بہ عنوان مختلفہ حاصل کردہ فیس یا ٹیکس کے سلسلہ میں کوئی عذر یا عمال محکمہ کے کسی طرز و طریقہ کی نسبت شکایات ہوں وہ انجمن ہذا میں فوری رجوع ہو جائیں تاکہ رفع شکایات میں تیزی سے اقدام شروع کر دیا جائے اور سالہا سال سے اس قسم کے استحصال کا سدباب ہو سکے

سید محمد حامد زیدی

معتمد انجمن مالکان ہوٹل و شیرینی حیدرآباد

اعلیحضرت حضور نظام پر ایک ایڈوکیٹ کا عاید کردہ الزام غلط اور بے بنیاد ثابت ہوا

(سٹی پولیس نے چیف سٹی مجسٹریٹ کو اپنی رپورٹ پیش کر دی)

تین سو خانہ زادوں اور خانہ زادیوں (۵۰) صاحبزادوں اور صاحبزادیوں اور محل کے کئی ملازمین نے بیانات دیئے

حیدرآباد۔ ۲۰ مئی۔ حیدرآباد سٹی پولیس نے کل مسٹر بی بھاسکر راؤ چیف سٹی مجسٹریٹ کو اپنی رپورٹ پیش کر دی جس میں بتایا گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت حضور نظام پر مسٹر بی۔ جی کیسکر ایڈوکیٹ کا عاید کردہ یہ الزام ثابت نہیں ہوا کہ حضور نظام نے کنگ کوٹھی میں تقریباً تین سو مرد اور عورتوں کو حبس بیجا میں غلاموں کی طرح رکھا ہے۔

مسٹر کیسکر نے دفعہ ۱۹۰ ضابطہ فوجداری کے تحت عدالت کو ۲۷ اپریل سنہ ۱۹۵۴ء کو اطلاع دی تھی کہ حضور نظام نے جو اس وقت ریاست حیدرآباد کے راج پرمکھ تھے۔ اپنے محل کو حقیقی معنوں میں جہنم میں بدل دیا ہے جہاں کم سے کم تین سو عورتیں (۱۰۰) مرد اور لاتعداد چھوٹے لڑکے اور لڑکیوں کو غلاموں کی طرح رکھا ہے۔ اور ان کی موت وحیات پر حضور نظام ہی کو اختیار حاصل ہے۔ ان بدقسمت اشخاص کو اپنے مسائل میں اپنی کوئی مرضی نہیں ہے۔ یہ عورتیں وہ ہیں جنہیں بطور تحفہ پیش کیا گیا، اغوا کیا گیا یا خرید لیا گیا ہے۔ ان کا تعلق مختلف طبقات و مذاہب سے ہے۔ اور تمام غیر مسلموں کو زبردستی مسلمان بنایا گیا ہے۔

پولیس کی تحقیقات کورٹ کو توال بلدہ نے چیف سٹی مجسٹریٹ کی ہدایت کے مطابق ان الزامات کی تحقیقات کر کے عدالت کو رپورٹ پیش کرنے کے لئے مسٹر ہمنت لے نائیڈو مددگار کوتوال کو مقرر کیا تھا مسٹر نائیڈو نے دو الزامات یعنی حبس بے جا اور ان اشخاص کو غلاموں کی طرح رکھنے پر تحقیقات کیں۔ انہوں نے تقریباً ۳ سو خانہ زادوں اور خانہ زادیوں تقریباً (۵۰) صاحبزادوں اور صاحبزادیوں نیز محل کے کئی ملازمین کے بیانات قلمبند کئے۔

پس منظر یہ تحقیقات جو ۳ مئی کو شروع ہوئی تھی کل مکمل ہوئی اور فوراً ہی عدالت کو پیش کر دی گئی کیونکہ رپورٹ پیش کرنے کی آخری تاریخ ۲۰ مئی تھی۔ مسٹر کیسکر کی یہ شکایت ایک عرصہ سے مختلف منازل سے گذرتی رہی۔ اپریل سنہ ۱۹۵۴ء میں اس کو مسترد کر دیا گیا جبکہ کوتوال بلدہ نے اعتراض کیا تھا کہ حضور نظام چونکہ ریاست حیدرآباد کے راج پرمکھ اور دستوری صدر رہیں اس لئے انکے خلاف کوئی تعزیری کارروائی نہیں کی جا سکتی۔ لیکن اس وقت

قطعہ

دیکھکر رتبہ علیؑ کا دل میں جلتے ہی رہے	دیکھتے ہی دیکھتے یہ ہاتھ ملتے ہی رہے
مشغلہ گو رہ گیا بیکار بن کر آخرش	این و آں میں آج دل بھی تو بہلتے ہی رہے

(آمدہ از ندوی باغ)

سے چیف سٹی مجسٹریٹ نے تحقیقات کا حکم دیتے ہوئے کہا تھا کہ یہ معافی صرف اس عہدہ پر فائز شخص کو حاصل ہے نہ کہ اس عمارت کو جس میں وہ مقیم ہے۔

ہائیکورٹ کا فیصلہ اس کے خلاف حضور نظام نے ہائیکورٹ سے رجوع کیا جس نے موصوف کی حمایت میں فیصلہ سنایا۔ مسٹر کیسکر نے سپریم کورٹ میں درخواست پیش کی اور چونکہ اس اثنا میں حضور نظام حیدرآباد کے راج پرمکھ نہیں رہے اس لئے سپریم کورٹ نے چیف سٹی مجسٹریٹ کو حکم دیا کہ وہ مسٹر کیسکر کی مہیا کردہ اطلاع پر کارروائی کریں۔ اس کے مطابق پولیس کو رپورٹ پیش کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔

ازالۂ غلط فہمی

از:۔ عون افندی سرگروہ گروہ ہاشمی حضرت ابوالفضل العباسؑ

بتاریخ ۷ ار مئی سنہ ۱۹۶۰ء محکمہ خفیہ پولیس بلدہ (جرائم) کے عہدہ داروں کے طلبی پر میں دفتر کمشنر پولیس بلدہ پر گیا تھا جہاں کسی معاملہ میں میرا بیان قلمبند کیا گیا۔ اس واقعہ سے میرے دوست واحباب و نیز اقارب میں غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ جس کو صاف کرنا میں ضروری خیال کرتا ہوں۔

خفیہ پولیس کے عہدہ داروں نے مجھسے کسی مقدمہ کے سلسلے میں کنگ کوٹھی کے خانہ زادوں کے حالات اور واقعات دریافت کئے۔ میں جواب دیا کہ جہاں تک مجھے علم ہے خانہ زادان نذری باغ بہت آرام و آسایش سے ہیں۔ جن کو اپنے گھروں میں نہ یہ آرام میسر ہو سکتا تھا اور نہ ممکن تھا۔

اس کے بعد خفیہ پولیس کے عہدہ داروں نے مجھسے دریافت کیا کہ میرے ہاشمی گروہ ابوالفضل میں اور اعلیحضرت کے مابین کوئی اختلافات ہونے تھے یا کیا۔ اور کیا ابھی وہ قائم ہیں وغیرہ۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ معمولی اختلافات مذہبی معاملوں میں اکثر ہوا ہی کرتے ہیں لیکن اس سے سرکار سے ہماری وفاداری پر رتی بھر بھی کوئی اثر نہیں پڑتا۔

بہرحال اسی قسم کے مجھ سے سوالات ہوتے رہے اور میں نے صاف صاف جوابات دیکر عہدہ داران خفیہ پولیس بلدہ کو مطمئن کر دیا جو جو الزامات کنگ کوٹھی کے متعلق تراشے گئے اور تراشے جاتے ہیں اوسمیں کوئی اصلیت نہیں ہے بلکہ حسد کا نتیجہ ہے۔ میرا تعلق بالراست کنگ کوٹھی سے کسی قسم کا نہیں ہے تاہم جس حد تک مجھکو معلومات ہیں اوس حد تک حسب صراحت یا وضاحت کر دیا ہوں۔ یہ بھی میں نے صاف کر دیا کہ میں بی جی کیسکر صاحب ایڈوکیٹ سے واقف ہوں اور نہ کبھی میرا ان سے کسی قسم کا ربط رہا ہے۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے بی۔ جی۔ کیسکر صاحب سے کنگ کوٹھی کے متعلق کسی قسم کی گفتگو کیا ہوں تو وہ سراسر جھوٹ ہے۔ فقط۔

۱۹ ار مئی سنہ ۱۹۶۰ء (منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

مدتوں عشق و محبت کے پیام آتے رہے ‖ لب پہ میرے دیکھ لے کس کس کے نام آتے رہے

اک علی ہی تھے نبیؐ کے صہر اور عمزاد بھی ‖ یوں تو دنیا میں بہت قائم مقام آتے رہے

(آمدہ از نذری باغ)

پال ۔ ایل فورڈ!

جاسوسی کا الزام ۔ پس منظر

واشنگٹن ۔ ۱۲ مئی ۔ روسیوں کا بیان ہے کہ انہوں نے روس کے وسط میں سوردلووسک کے نزدیک ایک امریکی ہوائی جہاز مار گرایا ہے ۔ اس انوکھی واردات کی تہہ تک پہنچنے کے لئے دونوں ملکوں کے سیاسی نظاموں کا موازنہ کرنا ضروری ہے ۔ امریکہ ایک "کھلا سماج" ہے ۔ اگر وہاں آزادی کو برقرار رکھنا مقصود ہے تو اس میں بعض خامیاں ناگزیر ہیں ۔ مثال کے طور پر کانگریس کو وہ تمام اطلاعات ملنی چاہئیں جن کی اسے ملکی بجٹ پر اپنا اقتدار رکھنے کے لئے ضرورت ہے پریس سے کوئی بڑی بات چھپانا ناممکن ہے ۔ امریکہ کے کسی بھی حصے کے صحیح نقشے آسانی سے دستیاب ہیں ۔ امریکہ میں جو نظام رائج ہے اس میں صنعتی مقامات، فوجی ٹھکانوں، فوجوں کی تعداد، پیداوار اور دوسری اقتصادی باتوں کے متعلق معلومات آزادی سے شائع کی جا سکتی ہیں ۔ درحقیقت غیر ملکی جاسوسوں کو یہاں وہ اطلاعات حاصل کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی جو عام طور پر روس میں حاصل نہیں کی جا سکتیں ۔ کئی بار امریکہ پر محض اس لئے نکتہ چینی کی گئی کہ اس نے اطلاعات کی اس آزادانہ فراہمی پر پابندی نہیں لگا لی ۔ اس کے برعکس روس ایک "بند سماج" ہے جو آہنی پردہ کے پس پشت ان تمام حقائق کو لمبے عرصے سے چھپا رہا ہے یعنی وہاں خفیہ پولیس کا دور دورہ ہے ۔ پریس اور ریڈیو پر حکومت کا کنٹرول ہے اور اقتصادی اعداد و شمار غلط انداز میں پیش کئے جاتے ہیں ۔ یہ بذات خود کوئی نئی بات نہیں ۔ لیکن کافی عرصے سے یہ دلیل دی جا رہی ہے کہ روس میں ایک نئی بلکہ ڈرامائی طور پر ایک نئی بات عمل میں آئی ہے ۔ اس نئی بات کا ماخذ وہ رازداری ہے جس سے روس کچھ عرصہ سے فائدہ اٹھانے لگا ہے ۔ چنانچہ اس نے فوجی طاقت کے متعلق اپنی رازداری سے فائدہ اٹھا کر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو میزائلی حملوں کی دھمکیاں دینی شروع کر دی ہیں ۔ ظاہر ہے کہ اس دور میں ایٹمی حملوں سے لاکھوں زندگیاں آناً فاناً تباہ ہو سکتی ہیں ۔ یقیناً کوئی بھی ملک خواہ اس نے کتنا ہی مصمم ارادہ کیوں نہ کر رکھا ہو کہ وہ کبھی جنگ کا آغاز نہیں کرے گا ۔ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر اس صورت حالات کو قبول نہیں کر سکتا ۔ اور [illegible] انتظار نہیں کر سکتا ۔ بیٹھا رہے اور اس پر وار ہو جائے (یعنی پرل ہاربر کی واردات کا اعادہ ہو) چنانچہ لمبے عرصے سے یہ سوال دریافت کیا جا رہا ہے کہ نیست و نابود کرنے والے اچانک حملے کے امکان کو روکنے کے لئے کیا کچھ کیا جا سکتا ہے ؟ ۔ سرسری طور پر کئی راہیں کھلی ہوئی معلوم ہوں گی ۔ اگرچہ کئی بار مطالبہ کیا گیا ہے تاہم امریکہ آزادی کے ساتھ ان اہم معلومات کی فراہمی کا فیصلہ نہیں کر سکا ۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب اس قسم کی اطلاعات کو شائع کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی لیکن کیا یہ مسئلے کا جواب ہے ؟ خود امریکہ کی رازداری سے اچانک حملہ کرنے کے متعلق روس کی صلاحیت کو کم کرنے میں مدد نہیں ملے گی ۔ شائد روسی تب اس بات سے ڈریں گے جس سے وہ آج جانتے ہیں کہ انہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ یعنی وہ امریکہ کی طرف سے اچانک حملے سے ڈریں گے اور اس صورت حال سے روس کی احتمالی جنگ کی روک تھام

قطعہ

حیف ہے اک کوئی تنکا بھی نشیمن میں نہیں
دانہ اک گندم خالص کا بھی خرمن میں نہیں

اُڑ گئی سمتِ نجف یا کہ خراساں کی طرف
رُوحِ پاکیزہ کو بھی دیکھ لے مدفن میں نہیں

(آمدہ از نذری باغ)

کی بجائے حوصلہ افزائی کا زیادہ امکان ہے۔ لہٰذا امریکہ کے لئے رازداری اختیار کرنا ایک بے معنی روش ہوگی۔ لیکن اس سے بھی کہیں زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اگر امریکہ بھی اپنے ارد گرد آہنی پردہ ڈال لے تو آخر میں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ امریکنوں کو ایک ایسے حکومتی نظام کے تحت رہنا ہوگا جس سے وہ قطعاً نفرت کرتے ہیں — دوسرے الفاظ میں امریکہ کو رازداری کی ضرورت کی آڑ میں اپنی آزادی، اپنے عقائد اور ان نظریوں کو ترک کرنا ہوگا جن پر اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ یہ بلاشبہ نہ صرف ایک ناممکن اور نہایت بات ہے بلکہ اعترافِ شکست کے مترادف بھی ہے۔ تب پھر کیا اقدام کیا جاسکتے؟ صرف اسی نا رسولات سے حقیقی سلامتی اور امن کی امید ملتی ہے کہ دونوں طرف سے رازداری ختم کی جائے یا کم از کم اس حد تک ختم کی جائے کہ اس سے اچانک حملہ ہی ناممکن ہو جائے۔ انہی خیالات سے متحرک ہو کر امریکہ نے پچھلے برسوں میں کئی تجویزیں پیش کیں۔ جیسے "کھلے آسمانوں کی تجویز" فوجی ٹھکانوں کے متعلق معلومات کا تبادلہ، اچانک حملے کے خلاف معائنے کے خطوں کا قیام، امریکہ اور روس میں زمینی انسپکٹروں کی تقرری، تخفیفِ اسلحہ اور ایٹمی تجربوں کا التوا اور اس کے ساتھ ہی توثیق و بین الاقوامی کنٹرول کے نظام کا قیام۔ اگر روسی شکایت کرتے ہیں کہ امریکہ نے محض فوجی معلومات فراہم کرنے کے لئے یہ تجاویز پیش کی ہیں تو اس کے جواب میں بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ توثیق اور کنٹرول کے اقدامات صرف روس ہی میں نہیں بلکہ امریکہ میں بھی کرنے کو کہا گیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ معائنے کے اقدامات کی بات امریکہ کے لئے اتنی نئی نہیں ہوگی جتنی روس کے لئے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ اس سے امریکہ نہیں بلکہ روس ان ذرائع سے محروم ہو جائے گا جنہیں بروئے کار لا کر وہ اکثر دنیا کو میزائلی حملوں کی دھمکیاں دیتا رہتا ہے

لیکن یہ تمام باتیں اصل مقصد کے علاوہ ہیں۔ اصل مقصد کی بڑی بڑی باتیں یہ ہیں کہ (۱) روس نے اب تک کسی قسم کے معائنے کے نظام کو مسترد کر دیا ہے۔ اور (۲) اس دور میں جب میزائلی حملے کے کسی بھی امکانی شکار کو ۳۰ منٹ سے زیادہ وقت کے لئے انتباہ نہیں ملتا۔ بچاؤ کی واحد امید ان خفیہ اطلاعات پر مبنی ہے جو امکانی حملے کے ماخذ کے قریب اور اس حالت میں روسی علاقے میں فراہم کی جاتی ہیں۔ یہ ہے بنیادی مسئلہ جسے امریکہ نے حل کرنا ہے۔ چونکہ روس معائنے کے بین الاقوامی نظام کی تجاویز کو متواتر مسترد کرتا آیا ہے اس لئے امریکہ نے اس مسئلے کو صرف اس طریقے سے حل کیا۔ جو باقی رہ گیا تھا۔ یعنی اس کے ہوائی جہازوں نے جاسوسی کی غرض سے اڑانیں کیں۔ باقی باتیں غیر متعلقہ ہیں۔ ۱۹ویں صدی کا یہ ضابطہ کہ ہر شخص جاسوسی میں مصروف ہے لیکن کوئی بھی اس کے متعلق بات نہیں کرتا۔ اب رفتہ رفتہ متروک ہو رہا ہے۔ جلد ہی نگرانی کرنے والے مصنوعی سیارے زمین کے گرد گھومیں گے اس کے علاوہ جب جاسوسی کا ذکر چلتا ہے تو روسی ہی میں جو صاف ضمیر سے اس سلسلے میں شکایت نہیں کر سکتے۔ ایسی بہت سی وارداتیں ہوئی ہیں۔ جن میں روسی ایجنٹوں کو آسٹریلیا، کینیڈا، خود امریکہ اور دوسرے ملکوں میں موقع پر پکڑا گیا ہے یہ تمام باتیں اور یو۔۲۔ ہوائی جہاز کے متعلق بہت سے دوسرے سوالات پردۂ اسرار میں چھپے ہوئے ہیں۔ لیکن بنیادی سوال یہ ہے کہ آج اجتماعی تباہی سے تحفظ حملے سے پہلے ہو سکتا ہے حملہ شروع ہونے کے بعد نہیں۔ آج امریکی یو۔۲ سے مشن ایسی جاسوسی سرگرمیاں بقا کی لازمی شرط ہیں۔ بلاشبہ کوئی بھی شخص یہ دلیل دے سکتا ہے کہ دنیا اور روس کے لئے اس حقیقت کو سمجھنے کا یہ سنہری وقت ہے کہ دونوں اطراف میں معائنے کا نظام عالم جدید کے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے۔

قطعہ

مثالِ خضرؑ بھی آبِ حیات ملکے رہا | شبِ برات کو حکمِ نجات ملکے رہا
جُدا بھی ہو نہیں سکتے کہ غیر منفک تھی | ہمیشہ ذات سے نورِ صفات ملکے رہا

(آمدہ از نذری باغ)

یہ سائنس کی دنیا

خول میں متواتر سات دن اور سات راتیں

امریکی ہوائی فوج نے ایک ایسے تجربے کی کامیابی کا اعلان کیا ہے جس میں ایک شخص نے ایک خول میں جو اندر سے بند تھا ایک ہفتہ گذارا۔ اس خول میں وہ قطعاً ایک کیمیکل کے ذریعہ آکسیجن حاصل کرتا تھا۔ یہ تجربہ ڈیٹن (اوہایو) کے نزدیک رائٹ ایئر ڈویلپمنٹ مرکز میں کیا گیا اور یہ اس پروگرام کا ایک حصہ ہے جو امریکہ نے انسان بردار خولوں کو مصنوعی ستاروں کے ذریعہ خلاء میں بھیجنے کے سلسلے میں تیار کیا ہے۔ اس تجرباتی خول میں ایک ایسا عمل شامل تھا جس سے اس کے اندر بیٹھے انسان کا پیشاب اور سانس کے بخارات پینے کے پانی میں منتقل ہو جاتے تھے۔ تاہم اس تجربے میں صرف چھ اونس ایسا پانی پیا گیا۔ یقین کیا جاتا ہے کہ یہ اپنی قسم کا پہلا تجربہ تھا۔ اتنا طویل المیعادی تجربہ اس سے پہلے کبھی نہیں کیا گیا۔ اس خول میں ایک انجینئر کو داخل کیا گیا تھا۔ جب اُسے باہر نکالا گیا تو ہوائی فوج کے ڈاکٹروں نے اُسے "فٹ" قرار دیا۔ اس نے بتایا کہ اسے معمولی درد پشت کے سوائے کوئی خاص تکلیف نہیں ہوئی۔ خول میں سات دن اور سات راتیں متواتر رہنے سے وہ ورزش نہیں کر سکا جس سے اُسے درد پشت کی شکایت ہوئی۔ یہ خول نو فٹ لمبا اور سات فٹ چوڑا تھا۔ اور ایٹلس میزائل کے اگلے سرے سے مشابہت رکھتا تھا۔

بادلوں کے متعلق دلچسپ انکشافات

موسموں کی جانچ کرنے والے امریکی مصنوعی سیارے ٹائرس اول نے سطح زمین پر بادلوں کی سطح کے متعلق دلچسپ انکشافات کئے ہیں۔ یہ مصنوعی سیارہ یکم اپریل سنہ ۱۹۶۰ء کو داغا گیا تھا۔ تب سے اس کے دو ٹیلی ویژن بادلوں کے مختلف علاقوں کی . . . ے سے زیادہ تصویریں بھیج چکے ہیں۔ ان میں انتہائی دلچسپ انکشاف یہ ہے کہ بادل بھنور کی مانند چکر کھا کر جمع ہو جاتے ہیں اور آندھیوں کے ساتھ اُن کا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ بعض چکروں کا قطر ۱۵۰۰ میل سے زیادہ ہوتا ہے۔ ان تصویروں سے پہلی بار پتہ چلا ہے کہ غیر منطقہ حارہ کی آندھیاں بھی منطقہ حارہ کی آندھیوں کی مانند ہیں۔ اس سے پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ ایسے چکردار بادل صرف منطقہ حارہ کے طوفانوں اور آندھیوں میں پائے جاتے ہیں۔ موسمیاتی محکمے کے افسر اعلیٰ ریچلڈر فر کا بیان ہے کہ ان تصویروں کا باقاعدہ معائنہ شروع کر دیا گیا ہے۔ توقع ہے کہ آنے والے چند مہینوں میں

تمام قسم کے فضائی حملوں کے متعلق۔ ایسے موسموں سے لیکر طوفانوں کی ابتداء تکمیل اور حتمی انتشار تک پیشگوئیاں کی جا سکیں گی۔ امریکہ میں معائنے کے بعد یہہ تصویریں دوسرے ملکوں کے سائنسدانوں کو بھیجی جائیں گی۔

مصنوعی ستارہ اور جہازرانی

امریکی بحریہ کا مصنوعی سیارہ ٹرانزٹ عالی کامیابی سے خلاء میں داخل ہوگیا ہے۔ یہ سیارہ چکر کاٹتا ہوا خلاء کی طرف بڑھا تھا۔ ۳۶۔ انچ دائرے کا یہ مصنوعی ستارہ پہلے ایک منٹ میں ۱۷۰ چکر کاٹتا تھا اور بعد میں اس کے چکروں کی تعداد ایک منٹ میں چار ہوگئی۔ یہ تجربہ امریکی بحریہ کی طرف سے کیا جا رہا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ اس تجربے کا دوسرا بڑا مقصد بھی پورا ہوگیا ہے۔ اور اس سے جو اطلاعات نشر ہو رہی ہیں۔ اُن سے اس کے مدار کا صحیح صحیح پتہ لگ سکے گا۔ مدار کے متعلق صحیح معلومات سے جہازرانوں کو مستقبل میں اپنے سفر یا اڑان میں بھی صحیح صحیح مقام کا پتہ چل سکے گا۔ اور جہازرانی میں بہت سی سہولتیں حاصل ہوں گی۔ ۵ء۲۶۳ پونڈ وزنی یہ مصنوعی سیارہ ۱۳ اپریل کو داغا گیا تھا۔ توقع ہے کہ یہ تقریباً ۱۶ مہینے تک مدار میں رہے گا۔ اس کے چار ریڈیو ٹرانسمیٹر کیمیائی اور شمسی بیٹریوں سے کام کرتے ہیں۔ شمسی بیٹریاں تب تک کام کرتی رہیں گی جب تک مصنوعی ستارہ خلاء میں موجود رہے گا۔

خلائی جہازوں کے معائنے کیلئے سرنگیں

امریکہ میں ایک ایسی سرنگ قریب الاختتام ہے جس میں آواز کی رفتار سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ ہواؤں کو گذارا جائے گا۔ اس سرنگ میں مستقبل کے راکٹوں کا ایسے حالات میں معائنہ کیا جائے گا جو بیرونی خلاء کے کنارے پر پائے جاتے ہیں۔ یہ سرنگیں جن میں آواز کی رفتار سے تیز اور آواز کی رفتار کے برابر ہواؤں کو گزارا جائے گا۔ خلائی سفر کے بعض مشکل مسئلوں کو حل کرنے میں مدد دیں گی۔ یہ یونٹ ان عظیم ترین ۲۲ سرنگوں اور تجرباتی خانوں میں سے ہیں جو تلا ہوما (ٹینسی) کے نزدیک ۴۱ ہزار ایکڑ کے آرنلڈ انجینئرنگ ترقیاتی مرکز میں بنائے گئے ہیں۔ اس غیر فوجی مرکز کو امریکی ہوائی فوج ان ہوائی جہازوں اور خلائی راکٹوں کا اڑان سے پہلے معائنہ کے لئے استعمال کرتی ہے جو پُرامن تحقیق اور قومی دفاع کے لئے بنائے گئے ہیں۔ یہ سرنگیں ہمہ گیر نوعیت کی ہیں۔ جو مشین ان سرنگوں کو بجلی مہیا کرتی ہے وہ شاندار اتنی بڑی ہے کہ پہلے کبھی نہیں بنائی گئی۔ یہہ مشین سمندری ہواؤں کے جھونکوں سے لیکر خلاء کے سرے میں پائے جانے والے طوفانوں تک کے برابر ہوا کی رفتار میں تیزی و سستی پیدا کر سکتی ہے سائنسدان

ایک لاکھ فٹ سے بھی زیادہ بلندی تک راکٹوں کی مصنوعی پروازیں دیکھ سکیں گے۔ جس سے معلوم ہو سکے گا کہ وہ زمین کی فضا سے کیونکر باہر جاتے ہیں۔ اور اس میں کیونکر دوبارہ داخل ہوتے ہیں۔ ان ہوائی جہازوں کو جن ہواؤں میں سے گزرنا ہوگا۔ ٹرانسونک یونٹ میں ان کی رفتار ۱۰۰۰ میل فی گھنٹہ اور سپرسونک یونٹ میں ۳۰۰۰ ہزار میل فی گھنٹہ ہوگی۔ ان تجربوں سے ہوائی جہاز کے عمل کا تعین کرنے، قیمتی وقت کی بچت کرنے اور زندگی کا تحفظ کرنے میں مدد ملے گی۔ یہ ۴۸۳ فٹ لمبی مشین ویسٹنگ ہاؤس الیکٹرک کارپوریشن نے بنائی ہے۔ اور یہ ۲۱۶۰۰۰ ہارس پاور پیدا کرتی ہے اس میں ۸۳۰۰۰ ہارس پاور کی ۲۲۵ ٹن کی دو موٹریں ساتھ ساتھ رکھی ہوئی ہیں۔ اور ۲۵ ہزار ہارس پاور کی دو ایسی موٹریں ہیں جن سے مشین کام شروع کرتی ہے۔ دونوں بڑی موٹروں میں ۱۲۲ ٹن کے راٹر ہیں۔ جو ایک منٹ میں ۶۰۰ بار گردش کرتے ہیں۔ چونکہ یہ مشین بہت شور پیدا کرتی ہے اس لئے تجربہ کرنے والی مشین ۴۱ ہزار انچ کے الگ تھلگ مرکز میں نصب کی گئی ہیں۔ جو ہوائیہ کی تحقیق و ترقی سے تعلق رکھتا ہے۔ زیادہ تر تجربے رات کو اس وقت کیے جائیں گے جب بجلی گھروں پر کم بوجھ ہوتا ہے تاکہ ہوا پیدا کرنے والی مشین کو چلانے کے لئے بھاری مقدار میں بجلی مہیا کی جا سکے۔

●۔ زندگی اور نسلی نظام کو سمجھنے کے تجربے

کولمبیا یونیورسٹی کے دو سائنسدانوں نے دریافت کیا ہے کہ انسانوں کی مانند پودوں کو بھی دوائیوں کی لت پڑ جاتی ہے۔ اس دریافت سے زندگی اور نسلی نظام کی نوعیت کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد ملے گی۔ سائنسدانوں نے معلوم کیا ہے کہ ایک خلیے والے پودے پر سٹریپٹو مائی سین کے استعمال سے ایک حیرت انگیز نسلی نظام عمل میں آیا۔ لیکن یہ پودا سٹریپٹو مائی سین کا اس قدر عادی ہو گیا کہ جب اسے یہ دوائی ملنی بند ہو گئی تو وہ مر گیا۔ اس تحقیق و مطالعہ کے متعلق ڈاکٹر روتھ سیجر نے جراثیمیات کے ماہروں کی میٹنگ میں اپنی رپورٹ پیش کی۔ یہ تحقیق و مطالعہ کولمبیا یونیورسٹی میں انجام دیا گیا جہاں کوبے یونیورسٹی جاپان سے آنے والے ایک سائنسدان ڈاکٹر یوشی ہیروسوبو نے اس کام میں مدد دی۔ یہ تحقیق، نسلی نظاموں کے متعلق ایک طویل المیعادی تحقیق کا حصہ ہے۔ جو امریکہ کی پبلک ہیلتھ سروس اور نیشنل سائنس فاونڈیشن کے مشترکہ اہتمام سے عمل میں لایا جا رہا ہے۔

●۔ زہرہ میں پانی کی موجودگی

امریکہ کی آبزرویٹیکل سوسائٹی کی میٹنگ میں ڈاکٹر جان سٹرانگ نے بتایا کہ نومبر ۱۹۵۹ء میں سطح زمین سے تقریباً ۱۵ میل کی بلندی پر انسان بردار غبارے سے زہرہ کے جو ریکارڈ تیار کئے گئے تھے ان کا مطالعہ کرنے والے سائنسدانوں نے زہرہ کی فضا میں پانی کے بخارات کی پیمائش کی ہے۔ یہ زہرہ پر پانی کی پہلی علامت ہے۔ زہرہ کی فضا میں پانی کی جو مقدار پائی گئی ہے وہ زمین کی بیرونی فضا میں پائی جانے والی پانی کی مقدار سے چار گنا ہے۔ اور یہ پانی اتنی ہی اونچی سطح پر ہے جتنی سطح پر زمین کے بادل۔ چند سائنسدانوں کا خیال ہے کہ زہرہ میں بعض قسم کی زندگی موجود ہو سکتی ہے۔

قطعہ

محمدؐ کا خلیفہ جز علیؑ کوئی نہیں دیکھو　　بجز عمزاد کے حقا ولی کوئی نہیں دیکھو
یہ کس کی ثنا میں اتری ہے پوچھو تم بھی فرقاں سے　　کہ آیت اسطرح ہرگز جلی کوئی نہیں دیکھو

(آمدہ از نذری باغ)



زرین اقوال

ہر شخص بندۂ زر بنا ہوا ہے اور ہوا کے رُخ پر چلنے والا ہے

(سرکار حق آگاہ)

ستارۂ بلندی

بچو! کہتے ہیں "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" جو درخت آگے چل کر پھلتا پھولتا ہے اسکے پتوں پر شروع ہی سے تر و تازگی اور نکھار نمایاں ہوتا ہے۔ اسی طرح جو بچے مستقبل میں بڑے آدمی بنتے ہیں وہ بچپن ہی سے ذہین اور ہوشیار، اچھی صفات اور عادات کے حامل ہوتے ہیں ایک بار تم سب اپنی اپنی پڑھائی لکھائی کا جائزہ لو اور اپنی روزمرہ صفات اور عادات پر غائرانہ نظر ڈالو اور اسکے بعد دیکھو کہ تم نیکی اور ترقی کے راستہ پر گامزن ہو یا نہیں۔ جو بچے بڑے ہو کر ترقی کرتے اور بڑے آدمی کہلاتے ہیں ان میں بچپن ہی سے یہ عادتیں اور صفتیں ہوتی ہیں۔

(۱) وہ ہمیشہ سچ بولتے ہیں اور جھوٹے آدمی کی صحبت میں نہیں رہتے

(۲) پڑھنے لکھنے میں اپنی جماعت کے تمام بچوں میں افضل و ممتاز رہنے کی کوشش کرتے ہیں

(۳) پڑھنے لکھنے کے علاوہ، وقت کی پابندی کے ساتھ کھیلوں میں بھی تندہی سے حصہ لیتے ہیں

(۴) وقت پر سوتے اور وقت پر اٹھتے ہیں

(۵) بزرگوں کا کہنا کبھی نہیں ٹالتے

(۶) صفائی اور صحت کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں

(۷) اپنا کام ہمیشہ اپنے ہاتھ سے کیا کرتے ہیں جیسے جوتے کو پالش کرنا، بستر کا لگانا اور سی دھونا، کو میز پر یا الماری میں سلیقہ سے جمانا۔ اپنا بستہ صاف کرنا وغیرہ

اوپر بتائے ہوئے عادات و اطوار میں بتاؤ تم میں کون کون سی باتیں موجود ہیں، اگر ان میں سے ایک بات بھی چھوٹ گئی ہے تو تمھیں آج ہی سے اپنا لینا چاہیئے تاکہ تم آئندہ چل کر مشہور اور مقبول آدمی بن سکو اور دنیا تمھیں بڑا آدمی کہہ سکے۔ جن بچوں میں اوپر بتائی ہوئی ساری کی ساری باتیں پائی جائینگی وہ ایک نہ ایک دن ضرور ترقی کرینگے اور دنیا والے ان کی صورت دیکھتے ہی پکار اٹھیں گے۔

بالائے سرش ز ہوشمندی

می تافت ستارۂ بلندی

صحیح جواب روانہ کرکے شیراز مفت حاصل کیجئے

ایک غلطی بھی ہو تو ایک سال کے لئے صحیح جواب بھیجنے والوں کے نام اخبار شیراز ہفتہ وار بلا قیمت جاری کیا جائے گا (ادارہ)

اصلی نام کیا ہیں ــــ؟

سرکار حق آگاہ، شہزادہ نواب اعظم جاہ بہادر، شہزادہ نواب معظم جاہ بہادر، شہزادہ نواب مکرم جاہ بہادر، شہزادہ نواب مفخم جاہ بہادر

یہ القاب کن کے ہیں ــ؟

۱۔ امیر اعظم۔ ۲۔ سید الشعراء۔ ۳۔ فخر قوم۔ ۴۔ عماد العلماء ۵۔ شاعر اہلبیتؑ۔

یہ کتابیں کس نے لکھی تھیں ــ؟

۱۔ نصاب الصبیان ۲۔ گلستاں و بوستاں ۳۔ یوسف زلیخا۔ ۴۔ شاہنامہ ۵۔ انوار سہیلی

یہ کون تھے ـــــ؟

۱۔ غیاث الدین بلبن	۶۔ جہانگیر
۲۔ علاؤالدین خلجی	۷۔ نورالنساء
۳۔ رضیہ سلطانہ	۸۔ بیرم خان
۴۔ التمش	۹۔ نعمت خان عالی
۵۔ محمد تغلق	۱۰۔ نادر شاہ

آزاد سمالی لینڈ کی تعمیر و ترقی

(از قلم :۔ کلفرڈ اسمتھ)

برطانیہ نے اپنے ماتحت علاقوں کو آزادی دینے کی جو پالیسی اختیار کی ہوئی ہے اس کے نتیجہ کے طور پر برطانوی سمالی لینڈ ۲۶ رجون کو آزادی حاصل کرے گا۔ یہ فیصلہ اس کانفرنس میں ہوا ہے جو ابھی ابھی لندن میں ختم ہوئی ہے۔ اس میں برطانوی وزیر نوآبادیات مسٹر آئن میکلوڈ اور برطانوی سمالی لینڈ کے چار منتخب وزرا نے شرکت کی تھی۔ مسٹر محمد حاجی ابراہیم اگل نے جو سمالی لینڈ وفد کے لیڈر تھے، اس بات پر اپنی خوشی کا اظہار کیا ہے کہ اُن کا ملک یکم جولائی سے پہلے ہی آزاد ہو جائے گا۔ یہ وہ تاریخ ہے جب وہ اور اُن کے ساتھی اپنے ملک کا الحاق ہمسایہ ملک سمالیہ کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔ حالیہ کانفرنس کے دوران میں مسٹر محمد حاجی ابراہیم نے کہا تھا کہ "حکومت برطانیہ نے ہماری فلاح و بہبود کو فروغ دینے کے لئے جو کام کیا ہے اس کی ہم قدر کرتے ہیں"۔ واضح رہے کہ برطانیہ اور سمالی لینڈ کے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں۔ برطانیہ دوستی کا حق برابر ادا کرتا رہے گا۔ مسٹر میکلوڈ نے آزادی کے پہلے سال کے دوران میں سمالی لینڈ کو ۵۰۰۰۰۰ پونڈ امداد دینے کی تجویز پیش کی ہے۔ اس میں سے نصف رقم ترقیاتی اسکیموں پر صرف ہوگی۔ علاوہ ازیں برطانیہ اس ملک کی فوجوں کی تربیت کے لئے برطانوی افسران کی خدمات مستعار دیگا آزادی کے بعد بھی کچھ عرصہ تک برطانیہ کے سول افسران ملک میں خدمات سرانجام دیتے رہیں گے۔ امداد کی ان پیشکشوں سے ظاہر ہے کہ سمالی لینڈ کوئی خوشحال ملک نہیں ہے اور یہاں تربیت یافتہ لوگوں کی کمی ہے۔ چنانچہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ برطانیہ کا یہ زیر حمایت علاقہ آزادی حاصل کرنے کی دوڑ میں مشرقی افریقہ کے دیگر برطانوی علاقوں سے آگے کیسے نکل گیا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہاں کی آبادی میں نسبتاً زیادہ یک رنگی پائی جاتی ہے۔ تقریباً سب باشندے مسلمان ہیں۔ کینیا کی طرح وہ نسلی مسائل سے دوچار نہیں۔ سمالی لینڈ کو جلد آزادی ملنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کا ہمسایہ ملک سمالیہ یکم جولائی کو آزاد ہو رہا ہے اس پر اقوام متحدہ کی طرف سے اٹلی حکومت کرتا رہا ہے۔ سمالی لینڈ سے یہ زیادہ بڑا اور زیادہ خوشحال علاقہ ہے۔ لندن کانفرنس میں شرکت کرنے سے قبل برطانوی سمالی لینڈ کے لیڈر غیر سرکاری دورہ پر موگا ڈیشو (سمالیہ کی راجدھانی) گئے تھے اور انہوں نے سمالیہ کی حکومت سے بات چیت کی تھی اور فیصلہ کیا تھا کہ وہ دونوں ملکوں کو ملا کر ایک "وحدانی" جمہوری اور پارلیمنٹری ری پبلک" قائم کریں گے۔ موگا ڈیشو کانفرنس کے بعد سمالی لینڈ کی آزادی کے امکانات پر سوچ بچار کرنے کے لئے وہ

لندن گئے۔ لندن کانفرنس اُن کی اپنی درخواست پر منعقد کی گئی تھی۔ برطانوی شمالی لینڈ اور سمالیہ کے مجوزہ الحاق کے پیش نظر بعض سمالی باشندوں نے قدرتی طور پر بعض دیگر ملکوں کی سمالی اقلیتوں کو بھی اپنی یونین میں شامل کرنے کے متعلق سوچنا شروع کر دیا تھا۔ اس تصور کو ان ملکوں خصوصاً ایتھوپیا نے شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا۔ جہاں تک برطانیہ کا تعلق ہے، وزیر اعظم ہیرلڈ میکملن نے واضح کر دیا ہے کہ برطانیہ کسی ایسے دعوے کی جس کا فرانسیسی شمالی لینڈ یا کینیا یا ایتھوپیا کی علاقائی سالمیت پر اثر پڑتا ہو، حمایت نہیں کرے گا۔ اگر متعلق حکومتوں اور متعلقہ باشندوں کی خواہش ہو تو اس معاملہ پر غور ہو سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

لیڈی ماؤنٹ بیٹن کی روغنی تصویر ہندوستانی مصور کی طرف سے تحفہ۔!

ایک ہندوستانی مصور کے فیض سے رومزے نام کے برطانوی شہر کو ایک ایسی قیمتی چیز مل گئی ہے جو اسے اپنے ایک نہایت عزیز اور ممتاز شہری کی سدا یاد دلاتی رہے گی۔ یہ چیز ایک بڑے سائز کی روغنی تصویر ہے جو مصور ایس۔ این۔ سوامی نے بنائی ہے اسمیں مرحومہ لیڈی ماؤنٹ بیٹن کو سفید لباس میں سینٹ جون ایمبولنس بریگیڈ کی سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے ایک بچے سے باتیں کرتے دکھایا گیا ہے۔ تصویر کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اسے ایک ایسے فوٹو سے تیار کیا گیا ہے جو لیڈی ماؤنٹ بیٹن کی اچانک موت سے چند روز قبل ملایا میں لیا گیا تھا۔ ہندوستانی مصور کی بنائی ہوئی یہ تصویر وزیر اعظم نہرو نے برطانیہ سے روانہ ہونے سے قبل رومزے کے میئر کو پیش کی تھی۔ اسے اب سٹی کونسل کے دفتر میں ایک نمایاں جگہ پر لٹکایا جائے گا۔

برطانیہ میں طباعت کا انسٹی ٹیوٹ قائم کرنے کا منصوبہ

برطانیہ میں طباعت (پرنٹنگ) کا ایک انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جا رہا ہے جس کا مقصد اس صنعت کے معیار کو بلند کرنا ہے۔ یہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ اس صنعت میں ایسے لوگوں کی کمی ہے جو طباعت کی جدید تکنیکوں سے کام لے سکیں مجوزہ انسٹی ٹیوٹ طباعت کے اعلیٰ معیاروں کی روشنی میں امیدواروں کا امتحان لیا کرے گا۔

برطانیہ کی طرف سے نائجیریا کو امداد

ایک نئے معاہدہ کے تحت برطانیہ نائجیریا کو آزادی کے بعد ایک کروڑ بیس لاکھ پونڈ قرض دیگا۔ یہ قرضہ بیس سال کے دوران قسطوں میں چکایا جائیگا۔ یہ یاد رہے کہ نائجیریا اس سال یکم اکتوبر کو آزاد ہو رہا ہے۔

ٹیلی ویژن ـــــ تعلیم کا نیا ذریعہ

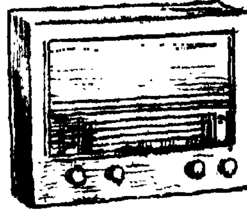
تعلیمی پسماندگی کے خلاف جو مہم شروع ہے، تعلیم کے روایتی طریقے اس کی فوری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اب موزوں نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین تعلیم اب ٹیلی ویژن کو اس مقصد کے لئے استعمال کرنے کے تجربے کرنے میں مصروف ہیں۔ ہندوستان ہی کی مثال لیجئے۔ اندازہ ہے کہ یہاں کے لاکھوں، کروڑوں ان پڑھ بالغوں کو ٹیلی ویژن سسٹم کے ذریعہ سات بنیادی زبانیں سکھائی جاسکتی ہیں۔ اور فی کس دس سینٹ سے بھی کم لاگت آئے گی۔ ذیل کے مضمون میں انہی تجربوں پر کچھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

یہ جدید ٹیلی ویژن کا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔؟ واشنگٹن کونٹی (مغربی میری لینڈ) کے طلبار اپنی جماعت میں بیٹھے تھے کہ ٹیلی ویژن کے ذریعہ ویت نامی آرٹ کے نمونوں کی بھرپور تصاویر، ہندوستان کی ترقی پر خود ایک ہندوستانی نوجوان کی بحث، انڈونیشی ناچ کی خوبصورتی اور حسن اور اس قسم کے کئی دوسرے مناظر ان کی آنکھوں کے سامنے آگئے۔ جس پروگرام کے تحت امریکی طلبا یہ سب کچھ دیکھ سکے۔ اس کا عنوان تھا۔ "پڑوسیوں کے ساتھ ایک ملاقات" جس میں اُن ۳۵ نوجوان ڈیلی گیٹوں میں سے سات نے حصہ لیا جو ۱۹۶۰ء کے نیویارک ہیرلڈ فورم کے سلسلے میں یہاں آئے تھے۔ پروگرام دیکھنے والوں کی تعداد ۱۸۰۰۰ سے زائد تھی جو امریکہ بھر کے اسکولوں کی ساتویں، اور آٹھویں جماعتوں کے طلبار اور طالبات پر مشتمل تھی۔ امریکہ میں ایک ہفتے میں چار دفعہ ایک ایک گھنٹہ کے لئے کونٹی پبلک اسکول سسٹم کے ساتویں اور آٹھویں درجہ کے طلبار کے لئے ٹیلی ویژن کے پروگرام کا انتظام کیا گیا ہے جس کے دوران میں طلبار کو انگریزی اور سوشل سٹڈیز سے متعلق مضامین پر پروگرام دکھائے جاتے ہیں۔ طلبار یہ پروگرام اپنے اپنے آڈیٹوریم میں بغور دیکھ لیتے ہیں۔ پروگرام کا انچارج ایک خاص ٹیلی ویژن ٹیچر ہوتا ہے پروگرام کے خاتمہ پر طلبار کو تقریباً ۳۵۔ ۳۵ کے گروپوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جو ٹیلی ویژن پر دیکھے گئے پروگرام پر بحث کرتے ہیں۔ ان مباحثوں میں طلبا کے ٹیچر بھی شامل ہوتے ہیں۔ واشنگٹن کونٹی اسکول سسٹم کے تعلیمی نصاب میں ٹیلی ویژن سے جو فائدہ اٹھایا جارہا ہے، یہ اس کی محض ایک مثال ہے۔ ہر درجہ کے طلبار کو ہر ہفتے ٹیلی ویژن کے ذریعہ کوئی نہ کوئی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ تجرباتی منصوبہ ستمبر ۱۹۵۶ء سے چالو ہے۔ اور ہر جگہ ماہرین تعلیم اور معلموں کی نگاہیں اس کے نتائج کا جائزہ لے رہی ہیں۔ دنیا میں تعلیمی پسماندگی کے خلاف جو جہاد شروع ہے

روائتی تعلیمی طریقے اُس کی فوری نوعیت کو پورا کرنے کے لئے اب موزوں نہیں۔ چنانچہ اِس عالمی مسئلہ کو ٹیلی ویژن کے ذریعہ حل کرنے کا امکان دنیا کے ہر براعظم کے ماہرین تعلیم کی توجہ کا مرکز بن گیا ہے۔ ہندوستان ہی کی مثال لیجئے۔ اندازہ ہے کہ لاکھوں بالغوں کو ٹیلی ویژن سسٹم کے ذریعہ سات بنیادی زبانوں میں پڑھنا لکھنا سکھایا جاسکتا ہے اور کہ ایک آدمی کی تعلیم پر دس سینٹ سے کم لاگت آئے گی۔ فورڈ فاونڈیشن کی ایک گرانٹ کے تحت چار امریکی پچھلی سردیوں میں ہندوستان آئے تھے جنہوں نے حکومت ہند کے ساتھ ٹیلی ویژن کے ذریعہ ہندوستان کے ان لوگوں کو جو اَن پڑھ ہیں' زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے سوال پر بات چیت کی۔ ایشیاء' آفریقہ' یورپ اور امریکہ میں بھی اِس طریق تعلیم کے تجربات کئے جارہے ہیں۔ امریکہ کے ۵۶۰ سے زیادہ اسکولی اضلاع اور تقریباً ۱۲۰ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اب اس طریق تعلیم پر عمل ہورہا ہے۔ واشنگٹن کونٹی پراجکٹ اس سلسلے میں سب سے بڑا اور وسیع منصوبہ ہے۔ امریکہ کے تقریباً تمام حصوں اور سمندر پار ملکوں میں ہر سال تقریباً ڈھائی ہزار اشخاص اس پراجیکٹ کے عمل کو دیکھ لیتے ہیں۔ اور عام طور پر ٹیلی ویژن پروگرام پر مدعو ہوتے ہیں۔ اگر ٹیلی ویژن نہ ہوتا تو واشنگٹن کونٹی کے ۱۷ ہزار طلباء کیلئے دوسرے ملکوں کے بارے میں واقفیت حاصل کرنا کیسے ممکن تھا۔؟ واشنگٹن کونٹی کے منصوبہ کی میعاد پانچ سال ہے

جس کا اہتمام فورڈ فاؤنڈیشن اور ریڈیو الیکٹرانیکس' ٹیلی ویژن مینوفیکچرنگ ایسوسی ایشن نے مل کر کیا ہے واشنگٹن کونٹی کو اِس تجربے کے لئے کیوں منتخب کیا گیا۔ اس کی ایک جزوی وجہ اس کا رقبہ' مختلف صنعتیں اور دیہاتی علاقوں میں کھیتی باڑی کی گوناگونی ہے۔ کونٹی میں جو واشنگٹن سے اندازاً ۷۰ میل کے فاصلہ پر ہے' چالیس ہزار کی آبادی ہے۔ یہ منصوبہ ہیگرسٹاؤن میں زیر تجربہ ہے جس کی بناء پر اس کا نام ہیگرسٹاؤن رکھا گیا ہے۔ شروع شروع میں چھوٹے پیمانے پر اس کا تجربہ کیا گیا جو ہر سال وسیع ہوتا رہا ہے۔ کونٹی کے ۴۳ سکولوں کو ایک تار کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔ اِس طرح ہیگرسٹاؤن کے آرٹ میوزیم' لائبریری اور دیگر کمیونٹی مراکز کو اسی سسٹم سے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔ اکثر پروگرام ٹیلی ویژن مرکز سے نشر ہوتے ہیں۔ مرکز دو معمولی ایک منزلہ عمارتوں پر مشتمل ہے جو ہیگرسٹاؤن کے تعلیمی ہیڈ کوارٹر کے پیچھے ہے۔ دوسری عمارت میں پانچ سٹوڈیوز' ایک فلم لائبریری و پراجیکشن کا کمرہ' چند ایک دفاتر اور ماسٹر کنٹرول کمرہ ہے' پانچوں سٹوڈیو بیک وقت بھی پروگرام پیش کرسکتے ہیں۔ پانچوں کے لئے ٹیلی ویژن پر خاص پروگرام پیش کرسکتے ہیں۔ پانچوں کے لئے ٹیلی ویژن پر خاص پروگرام پیش کئے جاتے ہیں' جن میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ انکم ٹیکس کے ریٹرن (   ) کس طرح ترتیب دیئے جاتے ہیں۔

روحانی ریڈیو



ناشر — مجذوب حیدرآبادی

> یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنیکی جراءت نہیں کرسکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے　　(ایڈیٹر)

ایکبزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ مشہور جغرافیہ عالم — معاف کیجئے! ستیاح عالم مسٹر واسکوڈی گاما آنجہانی کے برادر نسبتی مسٹر ساری گاما کے پوتے پروفیسر پادعانی سا این جہانی کا لکھا ہوا تحقیقاتی مقالہ سن رہے تھے جس کا عنوان تھا "تلنگی ادب کا جغرافیہ" — جیسا کہ ہم نے قبل ازین اعلان کیا ہے ہمارے آیندہ پروگرام میں علامہ مورخ خاں کی بہو ڈاکٹر تاریخ جہاں اپنا تحقیقاتی مقالہ سنائینگی جسکا عنوان ہے "ہندی زبان عہد قبل تاریخ میں" ہمیں امید بلکہ آشا ہے کہ آپ یہ مقالہ سننے کے لئے ماہی بے آب کیطرح بیقرار اور کباب سیخ کیطرح پہلو بدلتے رہینگے

یہ روحانی ریڈیو ہے اس سے ہندوستانی معیاری وقت کے مطابق ٹھیک پونے آٹھ بجے ہیں، اب آپ مسٹر بے خبر نادان پوری کی زبانی منتخب خبریں سنیں گے:-

نئی دہلی — چین اور ہندوستان کے درمیان کھیلا جانیوالا ہفت روزہ کبڈی کا فائنل آج برابری پر ختم ہوگیا۔ چین کی جارحانہ ٹیم کے کپتان مسٹر چو۔ این۔ لائی اور ہندوستان کی صلح پسندانہ ٹیم کے کپتان مسٹر نہرو تھے۔ ٹیلیویژن کامنٹری میں بتایا گیا ہے کہ چین کے کھلاڑیوں نے اپنے کھیل کے دوران نہایت ہی "لونڈی" اور دھاندلی کا مظاہرہ کیا کئی بار ایسا ہوا کہ چینی کھلاڑی گویا ڈنکے کی چوٹ ہندوستانی حدود میں آکر "چو چو" کرنے لگے تو ہندوستانی کھلاڑیوں نے انہیں نہایت ہی کشادہ آغوشی کے ساتھ اپنی گرفت میں لے کر معانقہ کیا۔ مگر، چینیوں نے اپنا "دم ٹوٹ" جانے کے باوجود ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے مرغ کی ایک ٹانگ کے اصول پر، ناک سہلاتے ہوئے، اپنی شکست قبول کرنے سے انکار کیا (یہاں آپ اعتراض کریں گے کہ چینیوں کی ناک کہاں ہوتی ہے — میں کہتا ہوں کہ ہوتی ہے۔ اگرچہ کہ بہتی عاشق کیطرح موہوم اور کمر یار کیطرح معدوم!) رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ایک بار ہندوستانی کپتان نے چینی کپتان کو گویا اونٹ کی درمیانی لکیر کے قریب بالکل پچھاڑ کر ایسا دبوچ لیا کہ چینی "چیں چیں" کرنے لگے لیکن چاروں شانے چت ہوجانے کے باوجود چینی کپتان نے یہ کہکر اپنی ہار ماننے سے انکار کردیا کہ ان کی ٹانگ اونچی ہے بیان کیا جاتا ہے کہ چینی

کھلاڑی، گرفت سے بچنے کے لئے اپنے جسموں پر "ایلوٹ ازڈی" کا تیل لگا کر آئے تھے ایلوٹ ازڈی کا تیل ملنے سے اُن کو یہ فائدہ ہوا کہ جب کھیل کے دوران دیگر ممالک کی رائے عامہ کا ابر اُٹھا اور ہلکی ہلکی بارش ہوئی تو جیفوں کے جسم پر چکنے گھڑے کیطرح پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ٹکا۔ بلکہ تمام پانی ان کے جسموں پر سے پھسل گیا بہرحال کبڈی کا یہ فائنل ہار جیت کا فیصلہ ہوئے بغیر برابری پر ختم ہوگیا ہندوستانی ٹیم کے کپتان نے اعلان کیا ہے کہ ممکن ہے کہ کبڈی کے اس کھیل کے قطعی فیصلہ کے لئے وہ آیندہ کبھی اپنی ٹیم کیا تو بیکنگ روانہ ہوجائے

ماسکو — آج مسٹر خروشچیف نے روس کی مشہور "ووڈکی" شراب کا ایک گھونٹ لیکر، مونچھ یا سہلاتے ہوئے سرکاری اور غیر سرکاری طور پر اعلان کیا کہ مارشل ورشلوف، روس کے صدارتی عہدے سے مستعفی ہوگئے یا مستعفی کر دئے گئے۔ مسٹر خروشچیف نے لگے ہاتھوں اس سلسلہ میں یہ بیانِ صفائی بھی پیش کیا کہ مارشل ورشلوف نے چند روز قبل بنی خرابیٔ صحت کے باعث صدارت کے عہدے سے سبکدوشی کی درخواست کی تھی تو م کے آگے نہیں۔ بلکہ نکیتا خروشچیف کے آگے استعفیٰ پیش کرتے ہوئے انہوں نے نہایت ہی سوز و گداز کیساتھ یہ قطعہ سنایا تھا ؎

ہوش و حواس و تاب و تواں لوق جا چکے
اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

آگے چل کر وزیراعظم روس نے کہا کہ اگر وہ روسی پارلیمان، عرف خروشچیف اینڈ کمپنی پرائیوٹ لمیٹڈ کے آگے اپنا اپنا استعفیٰ پیش نہ کرتے تو انھیں "یا بہ دستِ دیگری دست بدستِ دیگری" کے امبولنس میں لٹا کر بیت المعذورین بھیجا دیا جاتا کیونکہ ان کی عمر شریف بیس کم سو برس ہوچکی ہے۔ وزیراعظم سے جب پوچھا گیا کہ ورشلوف اپنی صحت اور آپ کی مصلحت کے اعتبار سے اور کتنے دن بقید حیات رہ سکیں گے تو وزیراعظم نے کہا کہ اس سوال کا جواب دینا کمیونزم اصول کے خلاف ہے۔ بہرحال۔ ایک عینی شاہد اور دایتہ کا نوٹ سننے والے گواہ کا بیان ہے کہ جب مارشل ورشلوف کرسیٔ صدارت کو الوداع کہہ کر جانے لگے تو انکی زبان پر یہ مصرعہ تھا ؎

اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

بعد کی اطلاع میں کہا گیا ہے کہ نکیتا خروشچیف نے اپنے ایک یارِ غار کامریڈ لیونڈ بریزنیف کو کرسیٔ صدارت پر براجمان کردیا ہے

لندن — بھارت کے پردھان منتری جواہر لال نہرو جو ابھی بھارت ہی میں تھے اور چند منٹ پہلے چیانگ کائی شیک کے رقیب مسٹر چو این لائی سے "دو گفتند و شنید" میں معروف تھے پھر سے اُڑ کر لندن پہنچ گئے لندن میں وہ اس کانفرنس میں حصہ لیں گے جس میں دنیا کے سارے بڑے بڑے وزیر سر جوڑ کر بیٹھیں گے اور باتوں کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ بنائیں گے۔ دنیا کے بڑے وزیروں کی اس اٹھک بیٹھک سے دنیا کی خوشحالی کے بڑے بڑے اندیشے اور عدم خوشحالی کی چھوٹی چھوٹی توقعات وابستہ ہیں۔ بہرحال — موجودہ سیاسی حالات کے پیش نظر ابھی وثوق کیساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا، بیٹھے گا بھی، یا شُتر غمزے ہی دکھاتا پھرے گا۔ یعنی یہ مجوزہ کانفرنس کب، کہاں اور کیوں کر منعقد ہوگی —!؟

قطعہ تاریخ تقرر نواب مہدی نواز جنگ بہادر بعہدہ گورنری گجرات

از مصورِ شعر نواب میر محمد باقر صاحب امانت خانی

آتا ہے وقت جب دمِ بننے ہیں کام سارے
ذاتی لیاقتوں کا بجتا رہا ہے ڈنکا

بندوں کی عزتیں ہیں بیشک عطائے داور
چھپتے نہیں ہیں ہرگز حسنِ عمل کے جوہر

روحِ صفی نے باقر خوش ہو کے یہ صدا دی
مہدی بنے ہیں اپنے گجرات کے گورنر

۱۳ ۰ ۷۹

نوٹ:- صفی سے مراد مولوی مرزا بہادر علی صاحب قبلہ مرحوم بانی مدرسہ باب العلم اور عبادت خانہ ہے

اور اگر بفرض محال منعقد بھی ہوگی تو یہ قیاس کرنا اڑتی چڑیا کے پر گننے کے برابر ہے کہ سارے جہاں کا درد اپنے جگر میں لے کر آنیوالے ان وزیروں کی بات چیت شروع ہو کر ختم ہوگی یا ختم ہو کر شروع ہوگی یا بالفاظ دیگر یوں شروع ہوگی کہ کبھی ختم ہی ہنو یا یوں ختم ہوگی کہ جیسے کبھی شروع ہی نہ ہوئی تھی۔

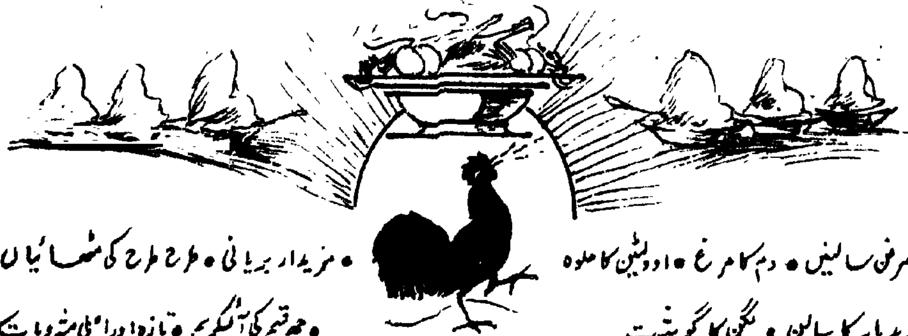
ماسکو۔ سوویٹ روس کے بے خبر حلقوں میں، معاف کیجئے باخبر حلقوں میں قیاس آرائی کیجا رہی ہے کہ مسٹر خروشچیف مجوزہ اور متوقع چوٹی کانفرنس میں سیرے ہی سے حصّہ نہ لیں گے کیونکہ ان کے سر پر نہ تو چوٹی ہے اور نہ بال۔ یعنے مسٹر خروشچیف گنجے ہیں (لوگ کہتے ہیں کہ گنجے کے ناخن نہیں ہوتے لیکن مسٹر خروشچیف گنجے ہونے کے باوصف ایک نہ دو پورے بیس تیز تیز ناخن رکھتے ہیں) اس سلسلہ میں ایک مکتب خیال کا بیان ہے کہ روس میں امریکی ہوائیہ کے حالیہ جاسوسی واقعہ کی بناء پر ان کو چوٹی کانفرنس پر یک سر موافقت نہیں اسلئے وہ چوٹی کانفرنس میں شریک ہنوں گے اور اگر بادل ناخواستہ شریک بھی ہوگئے تو بہت ہی غصّہ میں رہینگے اور ان کے وفور غصّہ کی وجہ سے چوٹی کانفرنس کی چوٹی کٹ جائیگی یا صحیح محاورہ میں ناک اور چوٹی کٹ جائیگی یعنی کانفرنس ناکام ہو جائیگی۔ صاف بات یہ ہے کہ چوٹی کانفرنس کے ذریعہ امن کے گیسو سنوارنا ہو تو چوٹی کانفرنس کے لیڈروں کو چاہیئے کہ وہ روغن گیسو دراز کی ایک ایک بوتل اور ایک ایک کنگھا اپنے ساتھ رکھیں۔

لندن۔ ہندوستان کے پردھان منتری نے کل رات صحیفہ نگاروں سے بات چیت کے دوران میں کہا کہ چین نے تبت میں بغاوت پیدا کرنے کی ذمہ داری ہندوستان پر عائد کی ہے۔ اسپر صحیفہ نگاروں نے پنڈت جی سے سوال کیا:۔

"آپکے خیال میں ایران کے صوبہ قزوین میں زلزلے اور بحرالکاہل میں طوفان کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟" وزیر اعظم نے اس سوال پر کچھ دیر سکوت اختیار کرنے کے بعد جواب دیا کہ اگر آپ یہ سوال مسٹر چو این۔ لائی سے کرتے وہ ضرور اسکا جواب دیتے اس وقت پر ایک چینی صحیفہ نگار نے (جو نہیں معلوم وہاں کیسے پہنچ گیا) اپنی ناک کھجاتے ہوئے جواب دیا۔ یقیناً زلزلے اور طوفان کی ذمہ داری بھی ہندوستان پر عائد ہوتی ہے

ہم خبریں یہاں تک نشر کرنے پائے تھے کہ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ چوٹی کانفرنس منقطع کر دی گئی یا چوٹی قطع کر دی گئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ چوٹی کانفرنس کی ناک کب قطع کیجاتی ہے مسٹر خروشچیف نے چوٹی کانفرنس سے مثویہ ہو اختلاف کرتے ہوئے چوٹی کانفرنس کی شرکت سے انکار کر دیا ہمارے خیال میں مسٹر خروشچیف نے "چوٹی" کو سانپ سمجھ لیا جب ہی تو وہ اس ناگن سے کترا کر چلے گئے۔

اب خبرار نوری کا چیٹر پہ ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں خبریں ختم ہوئیں اسکے ساتھ ساتھ ہمارا پروگرام ساعت ہوا اب ہمیں آیندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے ——— ہفتہ بخیر



برطانیہ کی خبریں

ہندوستانی بحریہ کیلئے برطانوی جنگی جہاز

معلوم ہوا ہے کہ "بیاس" نام کا طیارہ شکن جنگی جہاز برطانیہ میں تیار ہو چکا ہے اور وہ جلد ہندوستانی بحریہ کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ یہ جہاز کمانڈر بی۔ سی۔ کیو رستے کے ماتحت ہوگا۔ اور اس کا عملہ ۱۱ افسران اور ۱۹۹ بحری جوانوں پر مشتمل ہوگا۔ عملہ کے بہت سے ممبران کو برطانیہ میں مخصوص تربیت دی گئی ہے۔

آل انڈیا ریڈیو کے عہدیدار کی برطانیہ میں تربیت

آل انڈیا ریڈیو مدراس کے پروڈیوسر (تامل زبان) مسٹر ایم۔ پی۔ سوما سندرم متعدد دیگر ملکوں کے ریڈیو افسران اور منتظمین کے ہمراہ لندن میں۔ بی۔ بی۔ سی کی طرف سے شروع کئے گئے ایک کورس میں حصہ لے رہے ہیں بی۔ بی۔ سی اس سال پہلے بھی اسی قسم کا ایک کورس منعقد کر چکی ہے۔ تربیت پانیوں کو بی۔ بی۔ سی کے نشریاتی طور طریقوں سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ ریڈیو آرٹ، ریڈیو بات چیت، منگیزین پروگرام اور اسی قسم کے متعدد دیگر موضوعات پر لیکچر دیئے جاتے ہیں۔ تربیت پانیوں کو عملی شغلوں میں بھی حصہ لینا پڑتا ہے۔ مذکورہ کورس چھ ہفتے کا ہے اور ۲۲ر جون کو ختم ہوگا۔

ٹریڈ مارکوں اور پیٹنٹ ایجادوں کا تحفظ لندن میں کانفرنس

پتہ لگا ہے کہ ۳۰ر مئی تا ۴ر جون لندن میں ڈیوک آف ایڈنبرا کے زیر سرپرستی ٹریڈ مارکوں۔ پیٹنٹ ایجادوں اور صنعتی ڈیزائنوں کی بین الاقوامی انجمن کی ۲۴ ویں کانگریس منعقد ہوگی۔ جس میں ۴۰ سے زائد ملکوں (بشمول ہندوستان) کے نمائندے شرکت کریں گے۔ کانگریس میں بعض دیگر موضوعات کے علاوہ صنعتی ڈیزائنوں کے بین الاقوامی تحفظ، ایجادوں، ٹریڈ مارکوں کی حفاظت کی تجویزوں اور ایجادات کو پیٹنٹ کرانے کے قوانین میں یکسانیت پیدا کرنے کے مسئلہ پر تبادلۂ خیالات ہوگا۔

برطانوی ٹرسٹ کی جانب سے ہندوستانی سائنسداں کو وظیفہ

بیٹ میموریل فیلوشپس نام کے برطانوی ٹرسٹ نے ڈاکٹر جمشید رستم ٹاٹا کو ایک وظیفہ عطا کیا ہے۔ جس کی مدد سے وہ لندن کے انسٹی ٹیوٹ برائے طبی ریسرچ میں اپنی تحقیقاتی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں گے۔ موصوف گذشتہ ۳ سال سے وہاں ریسرچ کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر ٹاٹا بمبئی یونیورسٹی اور انڈین انسٹی ٹیوٹ آف سائنس (بنگلور) کے ڈگری یافتہ ہیں۔ امریکہ اور فرانس میں مطالعہ کرنے کے بعد وہ برطانیہ گئے تھے۔

اپنا بنانا

از جناب تمکین کاظمی صاحب

ڈیل کارنیگی نے نیویارک پوسٹ آفس کے ایک رجسٹری کرنے والے اہلکار کی مصروفیت پر رحم کھا کر اسکے بالوں کی تعریف کی تھی اور اس تعریف سے وہ اہلکار بہت خوش ہو گیا تھا، یہ تذکرہ میرے ذہن میں تھا کہ ایک روز مجھے راشننگ آفس سے اپنا کارڈ بدلوانے کی ضرورت پڑی دفتر میں پہنچا تو پورا دفتر میرے لئے اجنبی تھا راشننگ آفیسر تو میرے ملاقاتی تھے مگر اس روز وہ غائب تھے اور دوسرے لوگ بے پرکے ہیں اور ایک سے ایک بدخلق نظر آرہے تھے میں نے پورے دفتر کا ایک چکر لگائی ایک نوجوان بہت پیارا دبلا پتلا نہ صرف ناخن لال کئے ہوئے بلکہ ہونٹوں پر لالی تھا اور وہ بڑی جمائے بیٹھے تھے مجھے یہ انکی لپ اسٹک تھی ادا بہت پسند آئی اور میں نے ان سے پوچھا "میاں! یہ ہونٹ دل فگار کرنے کے لئے کیا کم تھے جو آپ نے ناخن بھی لال کر لئے؟" میاں صاحب شرماتے لجاتے مسکرا کے رہ گئے اور تھوڑی ہی دیر میں مجھ سے اتنے مانوس ہو گئے کہ نہ صرف مجھے اپنی کرسی پر بٹھا کر میرا کارڈ دے دیا بلکہ میری خاطر مدارات بھی کی اسطرح میرا کام بہ آسانی نکل گیا، ان سے مراسم بھی ہو گئے جو اب تک ہیں اب نہ تو انکے ہونٹ خون چکاں ہیں اور نہ انگلیاں دل فگار، مگر محفل عیش میں اور سرراہے ملاقاتیں ہو جاتی ہیں۔

اگر آپکے چند جملوں سے کسی کی دل افزائی ہوتی ہے اور آپکا کچھ خرچ نہیں ہوتا تو پھر آپ بخل کیوں برتتے ہیں؟ اگر آپ لوگوں کے محاسن اجاگر کر کے دکھائیں اور ان کی سچی تعریف کریں اور ہر شخص کی دل افزائی کرتے جائیں اور اسمیں اسکی اپنی نمایاں شخصیت کا احساس پیدا کرا دیں تو آپکے دوستوں کا حلقہ دن بدن وسیع سے وسیع تر ہوتا جائیگا اور آپکے مداح اور خیر خواہ دن بدن بڑھتے ہی جائینگے بقول ولیم جیمس "انسان فطرتاً تعریف و توصیف کا بہت زیادہ خواہشمند واقع ہوا ہے" آپ اسکی خواہش کیوں پوری نہیں کرتے؟

ہزاروں سال پہلے یہی تعلیم [illegible] نے ایران میں اور کنفیوشس نے چین میں، گوتما بدھ نے ہندوستان میں، حضرت عیسیٰ نے کوہ جودی پر اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں دی تھی

زحمت نہ ہو تو، تکلیف فرمائیے، براہ مہربانی، [illegible] شکریہ، عنایت، نوازش، مہربانی جیسے [illegible] اگر آپ [illegible] استعمال شروع کریں تو آپ دیکھیں گے کہ کیا عجیب و غریب اثر ہوتا ہے۔

ہاں کیں سے تو آپ واقف ہی ہونگے [illegible] ناول نویس تھا۔ ایک معمولی لوہار کا بیٹا تھا [illegible] کی تعلیم [illegible] کی تھی مگر مرنے کے وقت دنیا کے متمول ترین مصنفین میں اسکا شمار ہوتا تھا۔ آپ جانتے ہیں یہ درجہ کسطرح حاصل ہوا تھا؟ [illegible] روزیٹی کی نظموں [illegible] ہمیشہ سے دلچسپی تھی [illegible] اور روزیٹی کی تمام نظمیں یاد کی تھیں، ایک روز اس نے روزیٹی کی شاعری پر ایک تعریفی مضمون لکھا اور روزیٹی کو بھجوا دیا، روزیٹی کو یہ مضمون اتنا پسند آیا اور اس

نے بالکین کو اپنا معتقد بنا لیا اور اسکے ساتھ رہ کر بالکین آسمان ادب کا درخشاں ستارہ بن گیا

اگر روزیٹی کی تعریف بالکین نے دل کھول کر نہ کی ہوتی اور اسکے دل میں روزیٹی کی عزت و محبت نہ ہوتی تو بالکین کبھی کامیاب بن سکتا تھا اور نہ ہی روزیٹی اسکو پسند کرتا نہ اپنا معتقد بناتا نہ بالکین کو یہ غیر معمولی درجہ حاصل ہوتا، یہ صرف کرشمہ ہے کچھ قدردانی اور نیک خیالی کا۔

ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ آپ کو دوسروں سے برتر اور بہتر سمجھا جائے وہ چینی ہو یا جاپانی، ہندوستانی ہو یا عرب، اگر آپ اسے دوستی کے اپنے خیال پر قائم رہنے دیں اور اسکے پندار کو ٹھیس نہ لگائیں تو آپ کا کیا نقصان ہوگا؟ آپ اسے خیالی صنم خانہ میں رہنے دیجئے اسکے بت پندار کو نہ توڑیے، پھر دیکھئے وہ آپکا کسطرح دوست بن سکتا ہے

میں نے مولانا احمد سعید امیر جماعت احمدیہ کی شاگردی کی ہے اور ایک ایسے بزرگ کی شاگردی بھی کر چکا ہوں جنھیں لوگ خارجی کہتے ہیں مگر نہ تو مولانا احمد سعید نے مجھے قادیانی بنانا چاہا اور نہ خارجی بزرگ نے اپنا ہم عقیدہ بنانے کی کوشش کی اب بھی میرے بہترین دوستوں میں اہل حدیث، ہندو اور برہمن ہیں۔ نہ تو میں نے کبھی ان کے مذہب پر نکتہ چینی کیا اور نہ انہوں نے میرے مذہب سے بحث کی ہے۔

...... مجھ میں کچھ ...... مذہبی بحث ...... کی ہمت نہیں

ڈزرائیلی نے بڑے پتہ کی بات کہی ہے کہ "انسان سے اسکے ذاتی صفات کی نسبت بات چیت کرو تو وہ گھنٹوں باتیں

کرتا رہے گا" اسلئے اگر آپ دوسروں کو اپنانا چاہتے ہوں تو دوسروں کی نمایاں شخصیت کا احساس انہیں عمدگی سے کرائیے جیسے انکی کوئی خوبی ہو آپ اسے آگاہ کیجئے اور ان کے کاروبار میں دلچسپی لیجئے اور ہمدردی کیجئے تو پھر وہ آپ کے ہیں۔

فرانس کی عدالت العالیہ میں ایک مقدمہ پیش تھا جج اپنی جیوری کے ساتھ مقدمہ کی سماعت کر رہا تھا، ملزم کیطرف سے فرانس کا مشہور وکیل لاشاؤ بحث کر رہا تھا۔ لاشاؤ کی دھواں دھار تقریر ایسی قابل دلچسپ اور دلکش تھی کہ جج، جیوری اور تماشائی سب متاثر تھے، البتہ جیوری کا ایک رکن جو مقدمہ کی تفصیلات سے ذاتی طور پر واقف تھا لاشاؤ کی موشگافیوں سے قطعاً متاثر نہ تھا کیونکہ وہ حقیقت حال سے باخبر تھا اسلئے سمجھ رہا تھا کہ کسطرح حقیقت پر قانون کے پردے اور دلیلوں کے غلاف چڑھائے جا رہے ہیں۔ اسنے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ لاشاؤ سے متاثر نہ ہو کر حق و انصاف کا ساتھ نہ دیگا۔ لاشاؤ کی سحر بیانی جاری رہی۔ پندرہ منٹ سے آدھا گھنٹہ اور آدھے گھنٹے سے پون گھنٹہ ہو گیا سب لوگ عش عش کرنے لگے مگر جیوری کا یہ رکن ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا لاشاؤ ہر ایک چہرے کا جائزہ لے رہا تھا اور کون کتنا متاثر ہے محسوس کر رہا تھا، جب اسنے اس رکن جیوری کو غیر متاثر اور اپنا مخالف پایا تو اسے متاثر اور مسخر کرنے کا دوسرا طریقہ اختیار کیا اتفاق سے اس رکن جیوری کے منہ پر دھوپ پڑ رہی تھی اور وہ گھڑی گھڑی اپنا چہرہ پیچھے ہٹاتا جا رہا تھا۔ تقریر کرتے کرتے لاشاؤ نے اپنا سلسلۂ کلام روک کر جج سے درخواست کی "مہربانی فرما کر عدالت کے دریچے کا پردہ چھوڑ دینے کا حکم دیجئے کیونکہ دھوپ آ رہی ہے اور فلاں جیوری کے رکن کو تکلیف ہو رہی ہے" یہ کہکر پھر لاشاؤ نے سلسلۂ تقریر شروع کر دی۔ اب لاشاؤ

سکے ہر فقرے پر یہ مخالف رکن مسحور ہو رہا تھا اسکی باچھیں کھلی جا رہی تھیں اور ہر گھڑی فخر و مسرت تشکر و عزت کی نظر سے لاٹ ڈو کو دیکھا جاتا تھا

تھوڑی دیر کے بعد رائے شماری ہوئی تو جیوری کے اس رکن نے سب سے پہلے ملزم کی رہائی کی رائے دی، یہ تھا ایک ادنے کرشمہ اثر پذیری کا اور تسخیر کا، جج اور ارکان جیوری متفق تھے صرف ایک رکن کی مخالفت سے اس مقدمہ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا۔ اگر وہ مخالف والے دیتا تو بھی لاٹ ڈو کی جیت ہی تھی، مگر لاٹ ڈو نے جو ایک کامیاب بیرسٹر اور ایک اعلیٰ درجہ کا نفسیات دان تھا ایک شخص کو بھی مخالف رہنے نہ دیا اور اس بھٹکے ہوئے کو بھی راہ پر لگا لیا

سکندر جب تسخیر عالم کے ارادے سے کوچ کرنے لگا تو اس نے ارسطو سے پوچھا۔

"میں نے جو ارادہ کیا ہے اور جس میدان میں قدم رکھا ہے اسمیں دوست اور دشمن ہر دو ملیں گے ان سے کسطرح نپٹ سکتا ہوں؟"

ارسطو نے جواب دیا "حتی الامکان دشمن انگیزی نہ کرو، دوستوں کو ذلیل و خوار نہ کرو، اگر کوئی دشمن ہو جائے تو اسے اپنی طرف مشغول رکھو اور دلنوازی سے دوست بناؤ، دوست کی عزت کرو تا کہ دوستی سے پھر نہ جائے"

سکندر نے پھر خواہش کی کہ اور کچھ فرمایئے تو ارسطو نے کہا "دشمن سے غافل نہ رہنا چاہیے وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو، جبتک چرب زبانی اور شیریں کلامی سے کام نکلتا رہے درشت کلامی نہ کرو"

اگر آپ بھی عملی تسخیر کرنا چاہتے ہوں تو اس باب کو غور سے دیکھئے اور اسپر عمل کیجئے یہی تسخیر قلوب کا عمل ہے اور اسی سے دنیا مسخر ہوتی ہے اقبال نے بڑی حیرت سے کہا ہے ؎

الٰہی سحر ہے پیرانِ خرقہ پوش میں کیا ؟
کہ اک نظر میں جوانوں کو رام کرتے ہیں

پیرانِ خرقہ پوش کی نظر میں یہی سحر ہے کہ وہ نہ صرف یا ودود کا ورد کرتے اور یا مقلب القلوب کا ذکر کرتے بلکہ اپنے دل کو محبت و عشق سے معمور کر لیتے اور ہر ایک سے محبت و شفقت سے پیش آتے انکی دلجوئی کرتے اور دلافزائی سے انہیں اپنا بنا لیتے ہیں مصحفی اور رنگ یلدی بھی حیران ہے کہ ؎

ہمیں معشوق کو اپنا بنانا تک نہیں آتا
بنانے والے آئینہ بنا لیتے ہیں پتھر سے

چاہے اقبال ہوں یا مصحفی دونوں ہی نفسیات دان نہ تھے اس میدان کا مرد صرف ایک داغ ہی ہو سکتا ہے جسنے فخر سے کہا ؎

وہ تندخو ہیں تو اے داغ کچھ نہیں پروا
مزاج بگڑے ہوئے سینکڑوں سنوارے ہیں

اور داغ نے واقعی اپنی نفسیات دانی اور قوت تسخیر سے اپنی زندگی کامیاب اور کامران بنائی تھی، دنیا میں غیر کو اپنا بنانا کمال ہے اور جو لوگ اس فن سے واقف ہیں وہ عملی انسان ہیں اور ان کی زندگی نہایت کامیاب رہتی ہے آپ اگر اس فن میں کمال پیدا کرنا چاہتے ہوں تو سب سے پہلے اپنے اخلاق و عادات درست کیجئے، نشست و برخاست میں یکسانیت اور طبیعت میں صلاحیت پیدا کیجئے، لطف و مدارات کو شیوہ بنا لیجئے، حافظ شیرازی نے اس دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے ؎

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف است
با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

اسپر اگر آپ عمل کریں تو دشمن دوست بن جائینگے

(باقی آئندہ ۔۔۔۔)

جان ٹی ریڈ

ہند اور امریکہ میں مفاہمت

دہلی کے بہت سے ڈپلومیٹ تجارت کو فروغ دینے سیاسی رجحانات کا تجزیہ کرنے اور اقتصادی پروگراموں کو ترقی دینے کے متعلق اپنے مختلف فرائض کی انجام دہی میں سخت دوڑ دھوپ کر رہے ہیں یہ تمام کوششیں قابل تعریف اور لازمی ہیں لیکن میرے جیسے ایک کلچرل اتاشی کے لئے اپنے امریکیوں کی صحبت باعث مسرت ہے جنہیں ہندوستان یا امریکہ کے درمیان ثقافتی تعلقات کو فروغ دینے میں مصروف ہیں۔ نیو کالج نیو یارک کے پروفیسر چارلس ایلیسن پچھلے چھ ماہ سے ہندوستان میں مقیم ہیں اور ڈراما کی فنون کو ترقی دینے کے کام میں قیصری علوم کے ہندوستانی طلباء سے تعاون کر رہے ہیں انہوں نے ہندوستان کے دیہات میں روایتی دیہی ناٹک منڈلیوں اور تبلیوں کا کھیل دیکھا ہوا ان کی تجربات جوش و خروش سے بیان کئے اس کے علاوہ وہ دہلی میں حال میں منعقدہ ایک مباحثہ (سیمینار) سے بھی نہایت متاثر ہوئے جس میں ماہرین نے عصر حاضر کی تعمیری فن تعمیر کے مسئلوں پر بحث کی انہوں نے خود بھی اس مباحثہ میں حصہ لیا۔ پروفیسر ایلیسن نے ہندوستانی زندگی کے بعض پہلوؤں کی شان و شوکت کا مشاہدہ کیا ہے اور اس سے متاثر ہو کر انہوں نے یہ نتیجہ کیا تھا کہ وہ اس شان و عظمت کی ایک بار اپنے ساتھ لیتے چلے چنانچہ انہوں نے اپنے لئے ایک عمدہ ہندوستانی تانگہ خریدا ہے جسے وہ اپنے وطن امریکہ (نیو یارک) لیجائیں گے۔ ایک اور امریکن مجھ سے بات چیت کر رہے ہیں سے بہتر مشغلہ کی توجہ ان فلموں پر مرکوز ہو رہی ہے جو ہندوستانی زندگی سے متعلق کچھ تعلیمی فلمیں بنانے کے لئے آئے ہیں یہ ایشیائی سوسائٹی کی طرف سے بھیجے گئے ہیں انہیں جوش و خروش سے اپنا کام انجام دے رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ہمارے طلباء ان کی مساعی سے مستفید و لطف اندوز ہوں گے ہندوستان آنے سے پہلے انہوں نے ہندوستانی موضوعات پر بھی ایک فلم بنائی تھی جس کا نام تھا ”آنکھوں اور بانسری“ اسے امریکہ کے بعض عجائب گھروں میں دکھایا گیا اور اس میں طرز و رنگ کی چھوٹی چھوٹی تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ تصاویر کی مدد سے انہوں نے ایک خوبصورت رنگین داستان فلم بند کی جس میں ان کی محبت اور کرشن کی داستان بیان کی گئی ہے۔ ایک تیسرا امریکن جس نے اپنے قیام کی دلچسپ داستان بیان کی وہ ہندوستان میں لطیفہ لے کر آیا ہے وہ علم تعمیرات کا گریجویٹ ہے

اور آج کل کئی ماہ تک ہندوستان کے مندروں اور ان کی طرز تعمیر کا مطالعہ کیا ہے اور اسے ہندوستان بھر کے مندروں کی کچھ تصویریں ملی تھیں جو اس نے مجھے دکھائیں۔ ان میں سے بعض تصویریں نہایت خوبصورت ہیں اس لئے نہیں کہ ان کا موضوع نہایت دلکش ہے بلکہ اسلئے کہ فوٹو گرافر نے بڑی لگن اور محنت سے انکی خوبصورتی کی عکاسی کی ہے۔ یہ نوجوان نہ صرف تصویروں کا پلندہ بھر کر اپنے ساتھ لیجا رہا ہے بلکہ فن تعمیر میں نئی طرز کے امکانات کے متعلق نئی نئی تجویزیں بھی اپنے ہمراہ لیجا رہا ہے ایسے ہی لوگوں کی انفرادی کوششوں پر نگہت کا رول مصوروں اور پروفیسروں کی بدولت ہند اور امریکہ کے درمیان ثقافتی مفاہمت کا پل تعمیر کرنے کا کام دھیرے دھیرے عمل میں آ رہا ہے۔

سید صمصام شیرازی
ایک تاریخ گو کی حیثیت سے

(از سیدہ طاہرہ بیگم)

(۱)

بہ حیثیت صحیفہ نگار، بہ حیثیت مورخ، بہ حیثیت طنز و مزاح نگار، بہ حیثیت تذکرہ نویس، بہ حیثیت ہجو نگار، بہ حیثیت شاعر اور بہ حیثیت ذاکر سید صمصام شیرازی کے کئی ایک روپ ہیں۔ وہ ایک زمانہ تک اپنی ادارت میں اردو، فارسی زبان میں "سید الاخبار" ہفتہ وار نکالتے رہے جس کی پیشانی پر یہ شعر درج رہا جو آج بھی زبان زد خاص و عام ہے ؎

دشمن باطل ہے یہ حق کا علمبردار ہے
خیر خواہ ملک و مالک سید الاخبار ہے

اب ایک عرصہ سے وہ اردو اور فارسی میں "شیراز" ہفتہ وار نکال رہے ہیں۔ جو نہ صرف ہندوستان و پاکستان بلکہ ایران، مصر، عراق، عرب، افریقہ، جرمنی اور لندن میں بھی پڑھا جاتا ہے ان تمام ممالک میں "شیراز" کے قدردان موجود ہیں "شیراز" کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اخبار "شیراز" اعلیحضرت حضور نظام کا سچا خدمت گزار اخبار رہا ہے اس کے اداریہ پر لکھا ہوا یہ شعر ہر ہفتہ اپنے عہد وفا کی تجدید کرتا ہے اس اخبار کو اعلیحضرت حضور نظام کی سرپرستی اور قلمی معاونت کا عزت حاصل ہے۔

ترجمان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے
خیر خواہ شاہ حق آگاہ یہ شیراز ہے

بہ حیثیت مورخ صمصام شیرازی نے "یادگار سلور جوبلی" جیسی وقیع تاریخ بارہ جلدوں میں لکھی۔ سید الاخبار اور شیراز میں چھپے ہوئے مضامین موصوف کے طنز و مزاح کے کامیاب نمونے ہیں۔ موصوف کی دوسری کتابیں "باغ دلکشا" اور "مستنصر عالم" ڈرامہ کی ...

ایک تذکرہ نویس کی حیثیت سے موصوف کے نام کو برقرار رکھنے کی ضامن ہیں۔ جو لوگ آج سے تقریباً پینتیس برس پہلے انہیں منبر پر بہ حیثیت ذاکر سن چکے ہیں۔ وہ ان کے انداز خطابت کو جانتے ہیں اگرچہ کہ ان کی مادری زبان "فارسی" ہے لیکن یہ "اردو" کو اہل زبان کی طرح نہایت فصیح بولتے اور لکھتے ہیں۔ بہ حیثیت شاعر انہوں نے اردو اور فارسی میں نوحے، سلام، مرثیے، قصیدے، مثنوی، ہجو، ہزل اور غزل غرض کہ تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی فرمائی۔ لیکن یہاں صرف ان کی تاریخ گوئی پیش نظر ہے۔

صمصام شیرازی کی تاریخ گوئی کی ابتدا زمانہ طالب علمی سے ہوتی ہے۔ شروع ہی سے انہیں فن تاریخ میں مہارت حاصل ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۳۴۶ھ میں جب موصوف گورنمنٹ ہائی اسکول چادر گھاٹ میں زیر تعلیم اور زیر نگرانی مدرس مرحوم محمد مادر ماڈیو کہ مکتب ال ... تو اس وقت بغرض تقسیم انعامات مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر آنجہانی پیشکار و سابق صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی تشریف لائے تھے۔

مہاراجہ آنجہانی کی تشریف آوری کے سلسلے میں صمصام شیرازی نے فی البدیہہ پہلی بار یہ تاریخ کہی تھی۔

چون نوید آمد صدر دکن
سید صمصام در مکتب شگفت
سال استقبال بہر یادگار
خیر مقدم شاد والاجاہ گفت

۱۳۴۶ھ

آنجہانی مہاراجہ ان کی اس بدیہہ گوئی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور انہیں شاد تخلص عطا کر کے بطور صلہ ایک اشرفی دی۔ مہاراجہ آنجہانی کی اس حوصلہ افزائی کی بدولت صمصام شیرازی کا آج تاریخ گو شعراء کے صف اول میں شمار ہے۔

سنہ ۱۳۵۳ھ میں جب نواب یوسف علی خان سالار جنگ ثالث مرحوم سفر یورپ سے واپس حیدرآباد تشریف لائے تو صمصام شیرازی نے یہ تاریخ کہی تھی۔

یوسف والا بہ صحت جلوہ گر شد در دکن
مقدمش یا رب مبارک باد بہر اہل وطن
مقدمش را سال در ہجری بہ خوشی صمصام گفت
یوسف رونق فزود آمد ز یورپ در دکن

۱۳۵۳ھ

اِس تاریخ پر نواب سالار جنگ بہادر نے پچاس روپیہ صمصام شیرازی صاحب کے نام روانہ کئے۔ لیکن انہوں نے یہ کہتے ہوئے رقم واپس کردی کہ میں نے کسی صلہ کے لئے یہ تاریخ نہیں کہی ہے۔ لیکن نواب سالار جنگ کسی کو دیکر پھر واپس لینے والے نہیں تھے انہوں نے رقم مکرر روانہ کرتے ہوئے تاکیداً کہلا بھیجا کہ رقم وصول کرلی جائے چنانچہ قبول کرلی گئی۔

صمصام شیرازی نے نواب سالار جنگ بہادر کی ایک سالگرہ کے موقع پر جو تاریخ کہی تھی وہ درج ذیل ہے :-

شوال کے مہینے میں بدر تمام ہے	دی ہی خبر کہ آمد یوسف دقار ہے
چشم و چراغ ہے یہی مختار ملک کا	ذی جاہ و ذی جلال ہے ذی اقتدار ہے
نواب میر یوسف علی خان کے رخ	جو دوسخا سے حاتم طے شرمسار ہے
اقبال و عمران کی الٰہی دو چند ہو	اہل ولا کے لب پہ یہ سیل دہنا رہے
سرسبز و شاد و خرم آباد یہ رہیں	خواہش ہماری تجھ سے یہی کردگار ہے

صمصام سال جشن گرہ کا برائے نذر
لکھ۔ آج خوب سالگرہ پُر بہار ہے

۱۳ ھ ۵۳

اس تاریخ سے خوش ہوکر نواب صاحب مرحوم نے سید الشعراء نواب شہید یار جنگ بہادر کو (۲۵۰) روپیے یہ کہہ کر دیئے کہ یہ رقم بطور صلہ صمصام شیرازی کو پہنچا دی جائے چنانچہ سید الشعراء نے اسی روز یہ رقم صمصام شیرازی کو پہنچا دی۔

یوں تو صمصام شیرازی نے سینکڑوں تاریخیں کہی ہیں مگر اعلیحضرت حضور نظام اور خانوادہ شاہی کے تعلق سے شادی اور غم کے ہر موقع پر فارسی اور اردو نظموں کے علاوہ متعدد تاریخیں کہہ کر اپنی عقیدت اور وفا کیشی کا ثبوت دیا ہے۔ حقیقت میں سچی وفا کوشش وہی ہے جو خوشی کے موقع پر شادمان اور غم کے موقع پر ملول ہو۔ ان تاریخوں میں صمصام شیرازی کے فن کی بلندی اور ان کا خلوص دونوں نمایاں ہیں۔ حقیقت میں فنکار کا خلوص ہی وہ چیز ہے جو اس کے فن کو دوام بخشتا ہے تاریخیں ملاحظہ ہوں۔

عقد شہزادگان والا شان
ہوگئے کتخدا بفضل اللہ
نیس میں اعظم و معظم جاہ
خوب صمصام نے کہی تاریخ
عقد شہزادگان خلق پناہ

۱۳ ھ ۵۰

نیس سے حیدرآباد بعالم شیر خوارگی شہزادہ نواب مکرم جاہ بہادر کی آمد پر

در دکن شہزادہ فرخ سیر خوش آمدہ	ابن اعظم جاہ فرخندہ گہر خوش آمدہ
پنجشنبہ بست و چہارم ماہ صوم وقت عصر	از دیار دور در وطن با کرّ و فر خوش آمدہ
خرم و سرسبز شد باغ دکن از مقدمش	نغمہ آرا از طرب بر برگ بر خوش آمدہ
مرحبا اہلاً و سہلاً اے چراغ دودمان	می دمد ہر دم صدا دیوار و در خوش آمدہ
قلب سلطان دکن شد از ورودش باغ باغ	نور چشم شاہ را نور نظر خوش آمدہ
از رہِ صدق و صفا بہر مکرم جاہ ما	خوش بخوان اے طوطی خوش نغمہ گر خوش آمدہ

مقدمش را سال اے صمصام در معجم بگو
بارک اللہ در دکن رشک قمر خوش آمدہ

۱۳ ھ ۵۲

وفات نواب صلابت جاہ مرحوم

یوم جمعہ نیمہ ذیقعدہ وقت عصر آہ	شد بغم شاہ نشہ مابتلا در حسرتا
یعنی از مرگ صلابت جاہ جنت بارگاہ	داغ شد دل خسرو ذیجاہ را وا حسرتا
وادر لغا نور عین دوم عفرانمکان	در بہار زندگی کردہ قضا وا حسرتا
گرچہ رفت پیش نبی و آل و اصحاب کرام	با دل خرم ولی نا کتخدا او وا حسرتا

گفت صمصام حزین در معجمہ سال وفات
رفت از دنیا صلابت جاہ ما وا حسرتا

۱۳ ھ ۵۲

تاریخ وفات صنعت معجمہ میں کہی گئی ہے جسمیں ایک لفظ بھی بھرتی کا نہیں ہے۔

وفات احمد النساء بیگم مرحومہ

مبتلائے آبلہ گشتہ ازین دار فنا	رفت ہمشیر حقیقی صلابت جاہ آہ
یوم شنبہ غرہ ذی الحجہ وقت عصر شد	رحلت احمد النساء بیگم غم جانکاہ آہ
زین غم بنت جناب آصف غفرانمکان	شد دوبارہ مبتلائے غم شہ ذیجاہ آہ

گفت اندر معجمہ صمصام سال ارتحال
خواہر شاہ دکن واصل بحق شد آہ آہ

۱۳ ھ ۵۲

اعلیحضرت بندگانعالی کی سلور جوبلی کی تاریخ

ہو مبارک تجھکو اے شاہ خوش اختر جوبلی
اس مبارک رسم کی ہے آج گھر گھر جوبلی

اس خوشی کا سال اے صمصام شیرازی یہ کہہ
ہے ہمارے آصف ہفتم کی سلور جوبلی

۱۳ ھ ۴۴

تاریخ تعمیر اڈریس ہال درباغ عام

آصف سابع نظام الملک سلطان العلوم	مفخر نوشیرواں ظل الٰہی شہریار
ذات شاہی پر نہ ہو کیوں ناز اہل ملک کو	آج عالم میں کہاں ہے کوئی ایسا تاجدار
علم و دانش کا شغف رکھتے ہیں سلطان العلوم	علم و دانش کو ہے سلطان دکن پر افتخار
شہر مکہ میں مدینہ میں عراق و روم میں	ہیں دعا گو آصف ہفتم کے بیحد و شمار
بہر آل پاک احمدؐ تا ابد زندہ رہے	یا الٰہی حیدرآباد دکن کا تاجدار
اس شہ عالی کے زریں دور میں باغ دکن	بن گیا تعمیر و آرائش سے باغ پر بہار
کیسے کیسے ہو گئے تعمیر قصر و امکنہ	حیدرآباد دکن کا بڑھ گیا ہے وقار
حکم محکم سے شہنشاہ ہمایوں فال کے	بن دیکا ہے ایک اڈریس ہال فخر روزگار
میں نے ادرہا تفنن اے صمصام ملکر فکر کی	ہو گیا اک مادہ گویا دست موقع آشکار

سن کے مصرع اس سے میں نے بلا کہا آباد باد
"آصف ہفتم کی سلور جوبلی کی یادگار"

۱۳ ھ ۵۴

تاریخ وفات نواب جواد جاہ مرحوم

اے وائے بہر اہل دکن غم بہم شدہ	امروز سلالۂ عثمان بہ غم شدہ
از دل قرار در غم ہجر پسر برفت	چشم مبارک شہ ما آہ نم شدہ
دہ ماہ چون گزشت ز عمر شریف شاہ	جواد جاہ راہی ملک عدم شدہ
جواد جاہ لخت دل خسرو دکن	چون در حضور اعلیٰ عالی ہم شدہ

صمصام سال معجمہ این گفت فی البدیہہ
جواد ما روانہ باغ ارم شدہ

۱۳ ھ ۵۵

تاریخ انتقال مادر دکن نور اللہ مرقدہا

جز خدا نمی ماند در جہاں کسی باقی	کل من علیہا فان خالق زماں فرمود
خاتم خجستہ خو، بی بی شگفتہ رو	در مہ ربیع الاول رحلت از جہاں فرمود
ہمدم یتیماں آہ، یاور غریباں آہ	ہستی شریف خود از جہاں نہاں فرمود
خدمتش بطیب دل در زمان بیماری	موت پرستاران شاہ مہرباں فرمود

سال انتقال او زدر قسم چون صمصام
مادر دکن رحلت آہ از جہاں فرمود

۱۳ ھ ۶۰

تعمیر عزا خانہ زہراؑ

بیاں تعریف تیری ہم سے کیا ہو اے شہ عثماں	تو عاشق ہے محمدؐ کا تو وارفتہ ہے تقویٰ کا
عزاداری میں شاہ کربلا کی حصہ لیکر	بنایا خوب سودا تو نے اپنے دین و دنیا کا
تری ہر ایک مشکل کو کریں مشکل کشا آساں	کرے رب العلیٰ مقصد پورا تیرے اعدا کا
بہت اچھی جگہ کی منتخب بہر عزاداری	مقام پر فضا بلدہ کنارہ رود موسیٰ کا
عزا خانہ بنا کر اپنے دار السلطنت میں تو	ہوا ہے مستحق خوشنودی حسنین و زہراؑ کا
بیاد مادر عالی بہ حکم آصف سابع	عزا خانہ بنا ہمدوش جب عرش معلیٰ کا

کہا صمصام شیرازی نے سنہ تعمیر کا اک
قلم نے توجہ کر کے یہ عزا خانہ ہے زہراؑ کا

۱۳ ھ ۶۰

دیگر تاریخ عزا خانہ زہراؑ

بنوایا ہے کیا خوب شہنشاہ دکن نے	ماتم کدہ بے مثل بتول عذراؑ کا
رحمت کی انا کے تاتی میں سدا ہیں	فردوس میں محل عالی کا ہوا ہے
لب اسکو نظر آنے لگا گنبد گردوں	رفعت کو عزا خانہ کی جس جس نے دیکھا
تعمیر کی بنیاد اسی روز پڑی ہے	جس روز کہ واقع ہوئی پیدائش بتولؑ

صمصام نے تعمیر کی تاریخ یہ کی رقم
ہم پایہ فردوس عزا خانہ زہراؑ

۱۳ ھ ۶۰

دیگر تاریخ تعمیر عزا خانہ زہراؑ

کرد عزا خانہ زہراؑ بنا	شاہ دکن میر و عثمان
خانہ صمصام پے سال گفت	[illegible]

۱۳ ھ ۶۰

تاریخ وفات نواب کاظم جاہ مرحوم

بست و دوم از محرم بود دہ شنبہ بود	رفت محمد زدہ در غم فرزند شاہ ما
گفت صمصام حزیں منقوط سال انتقال	کرد رحلت از جہاں در دہ کاظم جاہ ما

۱۳ ھ ۷۰

تاریخ انتقال پر ملال حضرت مہد علیا نواب شمس اعظم النساء بیگم ملکۂ دکن
مادرِ حقیقی شہزادگانِ والاشان بالقابہم

از وفات مادرِ شہزادگان چشم | چشم شد خونبار گشت و شد اندوہگین
ملکۂ دکن حیف مات کردہ ارتحال | این خبر شد باعث غم بہر صمصام حزین
زائر قبر رسولؐ و حامی بیت الشرف | نیک سیرت نیک طینت با وفا پاک دین
بیگم با بندہ قسمت بی بی عصمت مآب | مہر گردون امارت آہ شد زیر زمین
اے شریک زندگی آصف جہ ہفتم بہ تو | می رسد آواز طبتم فادخلوہا خالدین
شاہِ حق آگاہ را یا رب بدہ صبر جمیل | بہر زہرا و علی و سبطین و ختم المرسلین

گفت اندر سعی صمصام سال ارتحال
بانوی شاہ دکن شد داخلِ خلد برین

۱۳۷۴ھ

تاریخ صحتیابی اعلیحضرت بندگانعالی در صنعت توشیح

ف ۸۰ فخرِ عالم میکند بر سلطنت سرکار ما | آفرین صد آفرین بر ہمت سرکار ما
ر ۲۰۰ رونق بزم سعادت گرد میر او لا | شاہ حق آگاہ واللہ حضرت سرکار ما
ق ۱۰۰ فخر ہم شکر فریدوں نازش نوشیرواں | از ہمہ عالم فزوں تر شوکت سرکار ما
د ۴ دم درستی و لطف و بخشش عدل و فضل و جود | عالم طے ہم نباشد صورت سرکار ما
غ ۱۰۰۰ عالمی شرمندۂ احسان بی پایان او | قابل تقلید عالم سیرت سرکار ما
ب ۲ بہر زہرا بہر احمدؐ بہر سبطین و علیؑ | روز افزوں باد یا رب دولت سرکار ما
ش ۳۰۰ شد شگفتہ خاطر اہل وفا از انبساط | چون بگوش آمد نوید صحت سرکار ما
ا ۱ اے صبا از جانبم صد دعا و صد سلام | عرض کن با صد ادب در خدمت سرکار ما
م ۴۰ میکند صمصام شیرازی دعا صبح و مسا | تا ابد آباد بادا عزت سرکار ما
خ ۶۰۰ خسرو ما زندہ باد و لطف او پاینده باد | بارالہا آفتاب عزتش تابندہ باد

۱۳۷۷ھ

انور عنایت اللہ

سمجھوتہ

افراد مقبول احمد — باپ
بیگم مقبول — ماں
سہیل — بیٹا
ستارہ — بیٹی
اور عصمت — بہو

(زمانہ یہی آپ کا اور ہمارا)

{متوسط گھرانے کا ایک کمرہ۔ اس کمرے میں تین دروازے ہیں اور دو دریچے ایک دروازہ اندر کیطرف سے بند ہے دوسرے دونوں دروازے کھلے ہوئے ہیں ان میں سے ایک اس کمرے کو عصمت کی خواب گاہ سے ملاتا ہے اور دوسرا برآمدہ میں کھلتا ہے دریچے اور دروازوں پر رنگین پردے لگے ہیں جنکا رنگ شائد کثرت استعمال سے اڑ گیا ہے کمرہ سستے قسم کے فرنیچر سے سجایا گیا ہے دیواروں پر چند تصویریں آویزاں ہیں ایک طرف بند دروازہ سے قریب ایک بڑی میز ہے جو شاید ابھی ابھی خریدی گئی ہے اسپر بک کیس ہیں درجنوں بھرا اردو اور انگریزی کتابیں رکھی ہیں دیوار پہ پرانے قسم کی گھڑی ٹنگی رہی ہے اس وقت چھ بج رہے ہیں کمرے میں روشنی ہو رہی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شام کے چھ بج رہے ہیں پردہ اٹھنے پر مقبول احمد نظر آتے ہیں جو ایک آرام کرسی پہ بیٹھے شام کا انگریزی اخبار پڑھ رہے ہیں عمر تقریباً ساٹھ سال، سر کے بال سفید ہیں آنکھوں پر عینک ہے، کرتا پائجامہ پہنے ہوئے ہیں انگلیوں کے درمیان جلتا ہوا سگریٹ ہے}

بیگم مقبول :- (مضطرب ہیں) ارے جمن - او جمن نہ جانے کمبخت کہاں مرگیا (بیگم برآمدہ کیطرف سے کمرے میں داخل ہوتی ہیں)

مقبول :- (اخبار پر سے نگاہیں ہٹائے بغیر) کیا ہوگیا؟ جمن کو شاید سہیل نے کہیں بھیجا ہے

بیگم :- یہ تو مجھے معلوم ہے لیکن میرا خیال تھا کہ اب تک لوٹ آیا ہوگا۔ کمبخت جہاں جاتا ہے وہیں مر جاتا ہے۔

مقبول :- آجائے گا۔ اس سے تمہیں ایسا کونسا کام پڑ گیا ہے

بیگم :- جی کوئی خاص کام نہیں۔ صرف راشن والے کے یہاں سے ابتک آٹا نہیں آیا شکر کا بھی کچھ انتظام نہ ہو سکا۔ دھوبی کے یہاں سے ابتک کپڑے نہیں آئے۔ تمہیں کیا! تم بیٹھے اخبار پڑھا کرو (مقبول اخبار ایک طرف رکھنے کے بعد چشمہ اتار کر میز پر رکھتا ہے)

مقبول :- (انگڑائی لے کر) اب کہو بیگم! تمہیں مجھسے کیا شکایت ہے (یوں جیسے بیگم کی خفگی سے بیزار ہو) آٹا نہیں آیا تو اس میں پریشانی کی کونسی بات ہے دوکان رات کے آٹھ بجے تک کھلی رہتی ہے میرے کپڑوں کی بھی ایسی کوئی جلدی نہیں۔ کل جمعہ آجائیگا جمن - اب رہا چینی کا مسئلہ - تو سہیل سے کہدونگا وہ کل اسکا انتظام کردیگا اسکا ایک دوست راشننگ میں افسر ہوگیا ہے



اگر آپ نے

پیراڈائز کیفے اینڈ پراویژن اسٹور

مہاتما گاندھی روڈ سکندرآباد دلی - پی فون نمبر (۷۱۱۵)

میں

کھانا نہیں کھایا ہے اور چائے نہیں پی ہے تو آپ کھانوں اور چائے کے حقیقی ذائقہ سے واقف ہی نہیں۔ صحت اور قوت بخش غذاؤں، مفرح قلب و دماغ مشروبات و آئسکریم کا لطف پیراڈائز کیفے میں تشریف لاکر اٹھائیے اور ضروریات کی ہر چیز ہمارے پراویژن اسٹور سے واجبی دام پر خرید فرمائیے

(وہ عینک دوبارہ لگاکر اخبار اٹھالیتا ہے)

بیگم :— جی ہاں! سہیل فکر دکر دیں گے انہیں ابھی سے فرصت ملے تب نا؟ دن بھر دفتر میں رہتے ہیں تام کو گھر آتے ہیں تو بیدھے بیوی کے کمرے میں، گھنٹوں کھسر پھسر ہوتی ہے پھر چپکے سے ٹہلنے چلے جاتے ہیں مجھ سے تو باتیں کئے اسے ہفتہ ہوگیا —!

مقبول (بات کاٹ کر) شی — شی —!! تمہیں ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں وہ آخر بچے ہی ہیں انکی عمر ہی کیا ہے آہستہ آہستہ ذمہ داریوں کا احساس ہو جائیگا شادی کو صرف چھ مہینے تو ہوئے ہیں ابھی کچھ دن انھیں آزادی کے سانس لینے دو بیگم!

بیگم :— جی ہاں بچے ہیں اس عمر میں ہمارے ہاں کی لڑکیاں ڈیڑھ دو بچوں کی مائیں بن جاتی ہیں!

مقبول :— (فوراً) میرا خیال ہے چولھے پر کوئی چیز جل رہی ہے — تمہیں بو نہیں آئی؟

(بیگم ہوا میں سونگھنے کی کوشش کرتی ہیں اور پھر چیختا ہیں)

بیگم :— ہائے اللہ — قیمہ جل گیا — خدا غارت کرے اس مجن کے بچے کو!

(وہ تیزی سے چلی جاتی ہیں۔ مقبول مسکراتا ہے اور وہ دوبارہ اخبار کا مطالعہ شروع کر دیتا ہے۔ برآمدہ کی طرف سے سہیل اور عصمت داخل ہوتے ہیں کمرہ میں مقبول کو دیکھتے ہیں تو لمحہ بھر کیلئے رُک جاتے ہیں اور پھر تیزی سے خوابگاہ کی طرف بڑھتے ہیں)

مقبول :— (اخبار پڑھتے ہوئے بغیر نظر اٹھائے) سہیل! مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔

(دونوں فوراً رک جاتے ہیں۔ سہیل باپ کو دیکھتا ہے پھر عصمت کو اندر جانے کا اشارہ کرتا ہے)

مقبول :— بیٹھ جاؤ سہیل! (وہ قریب صوفہ پر بیٹھ جاتا ہے مقبول اخبار رکھ دیتا ہے) آج تم جلد لوٹ آئے!

سہیل :— عصمت کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے ابا جان!

مقبول :— طبیعت ٹھیک نہیں ہے! تم نے اپنی امی سے بھی کہا! تمہیں غفلت سے کام نہیں لینا چاہیئے بیٹے! بہو پرائے گھر کی لڑکی ہے اگر خدانخواستہ اسکی طبیعت زیادہ بگڑ گئی تو ہم کسی کو منھ تک نہیں دکھا سکیں گے

سہیل :— معاف کیجئے اباجان! اس گھر میں نہ کسی کو میری فکر ہے اور نہ کسی کے پاس عصمت کے بارہ میں کچھ سننے کے لئے وقت ہے پھر ایسی معمولی معمولی سی باتوں کے لئے امی کا وقت کیوں ضائع کروں؟ (وہ اُٹھ کر جانے لگتا ہے)

مقبول :— بیٹھ جاؤ سہیل!

سہیل :— معاف کیجئے اباجان! عصمت کمرہ میں تنہا ہے

مقبول :— (خفیف سی درشتی سے) بیٹھ جاؤ تم — بہو کو اکیلے کمرہ میں کوئی کھا نہیں جائیگا (سہیل بیٹھ جاتا ہے) میں دیکھ رہا ہوں آجکل تم میں بہت سی تبدیلیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ آج پہلی بار تم نے میرے سامنے بہکی بہکی باتیں کیں، مجھے معلوم ہے تم نے عمداً ایسا نہیں کیا لیکن بیٹے (نرمی سے) جانتے ہو تم نے مجھے کتنا دکھ پہنچایا ہے؟

سہیل :— معاف کیجئے اباجان! میں سخت شرمندہ ہوں آج صبح سے خود میرے سر میں ہلکا ہلکا سا درد ہے آج دفتر سے آنے کے بعد میں نے عصمت کو خلاف معمول بہت خاموش دیکھا تو مجھے سخت کوفت ہوئی

تین دن سے وہ بیمار ہے لیکن کسی نے پوچھ کر بھی نہیں دیکھا اس گھر کے ماحول نے اسے بیچین کر کے رکھ دیا ہے ابا جان!

مقبول :- تو اب یہ بھی اس گھر میں شکایتیں پیدا ہوگئی ہیں!! (وہ کچھ سوچ رہا ہے)

سہیل :- (باپ کی سنی بغیر) کاش وہ مجھے اپنا ہمراز بناتی مصیبت تو یہ ہے کہ وہ کسی سے کچھ نہیں کہتی ابا جان! کسی کی شکایت نہیں کرتی بس ہمیشہ آزردہ رہتی ہے اسکی یہ بیماری اسی اداسی کا نتیجہ ہے ابا جان ——!

مقبول :- ہم!!! (سوچتے ہوئے) میں دیکھ رہا ہوں سچ مچ عصمت اس گھر میں خوش نہیں!

سہیل :- میں بھی اس نتیجہ پر پہونچا ہوں ابا جان! اسی لئے کل سے سوچ رہا ہوں دفتر سے قریب ایک مکان لے لوں

مقبول :- (حیرت سے) سہیل ؟؟؟

بیگم :- (عقب میں) اب آیا ہے کمبخت تو؟ ساری ہنڈیا جل کر خاک ہوگئی تو لو لے نواب صاحب، اس گھر کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے (وہ یہ کہتے ہوئے کمرہ میں آجاتی ہے)

مقبول :- (اداس لہجہ میں) تو تم بھی تنگ آگئی ہو اس گھر سے؟ (ٹھنڈی سانس لیکر) جو جسکا جی چاہے کرد

بیگم :- (پریشان ہوکر) کون اس گھر سے تنگ آگیا ہے؟ تم کیا کہہ رہے ہو!؟

مقبول :- سہیل دفتر سے قریب علیحدہ مکان لے رہا ہے

بیگم :- (حیرت سے) علیحدہ مکان لے رہا ہے؟ آخر کیوں؟

(وہ بیٹے کو دیکھتی ہے جو خاموش بیٹھا دانتوں سے ناخن کاٹ رہا ہے) اوہ اب سمجھی تو نوبت اب یہاں تک پہونچ گئی؟ مجھے پہلے ہی شک تھا۔ یہ دن رات کی کھسر پھسر — یہ سازشیں آخر رنگ لاکر ہی رہیں — جاؤ بیٹے جاؤ — شوق سے علیحدہ مکان لے لو اور اپنی بیوی کے ساتھ جاؤ اور ہمیں چھوڑ جاؤ — اب رہ گئے ہم دونوں۔ ہم ہیں کسی نہ کسی طرح زندگی کے دن پورے کرلیں گے تمہیں ہماری مصیبتوں سے کیا؟ تمہیں اپنے حلوے مانڈے سے مطلب ہے۔؟

مقبول :- چپ ہوجاؤ۔ تم اس مسئلہ کو نہیں سمجھ سکتیں!

بیگم :- جی ہاں! میں نہیں سمجھ سکی لیکن تم تو سمجھ گئے ہونا! میں شروع ہی سے چیختی آئی ہوں کہ لاڈلی کو سر نہ چڑھاؤ لیکن میری کوئی سنے تب نا۔ جی وہ میری کہاں ہو نہیں — بیٹی ہے اس گھر کی زینت اب دیکھ لیا نا۔ خاندان کی ناک نے تمہارے اس لائق بیٹے کو ایسا سبق پڑھایا کہ آج برخوردار علیحدہ مکان لے رہے ہیں

سہیل :- (جذباتیت سے) وہ سچ مچ خاندان کی ناک ہے امی! یہ اور بات ہے کہ آپ لوگوں نے اسکی قدر نہیں کی اور اسے گھر کی ملازمہ سمجھا

بیگم :- لو اور سن لو۔ ہم نے انکی بیگم صاحبہ کو گھر کی ملازمہ سمجھا خدا ایسی اولاد نہ دیتا تو اچھا تھا آج لائق بیٹے اپنی بیوی کی حمایت میں والدین کی خوب عزت کر رہے ہیں

سہیل :- آپکے جو جی میں آئے کہئے امی! آپ لوگوں نے میری بیوی کی خوب قدر کی وہ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی ہے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے

آپ لوگوں نے اس سے برتن منجھوائے، کپڑے دھلوائے، چولھا پھنکوایا اس سے جی نہ بھرا تو دن رات طعنے دئے گئے۔ میں کہتا ہوں صبر کی بھی آخر کوئی حد ہوتی ہے امی!

بیگم :- (جھنجھلا کر) ارے واہ۔ ارے لڑکے واہ۔ کسی نے تیری بیوی سے کپڑے دھلوائے؟ وہ ایک دن بیر لتابی غائب رہیں تو میں نے ذرا اُٹھا دو پیٹھ دھونے کے لئے کہدیا تھا جو خدا کے فضل سے دو دنوں کے بعد دھو پایا گیا۔ اور میں کہتی ہوں تمہاری چہیتی بیگم نے ایک دن چولھا پھونکا تو آخر کس پر احسان کیا؟ آخر میں اسے پکا پکا کر جو کھلاتی ہوں۔ اس دن یاد رہی بیمار پڑ گیا تو غلطی سے میں نے بیگم صاحبہ کو ہنڈیا دیکھنے کے لئے کہدیا تھا جسکے آج یوں طعنے دئے جا رہے ہیں

مقبول :- (افسردگی سے) بس اب چپ ہو جاؤ۔ ان باتوں سے کیا فائدہ۔ اگر تمہاری بہو اور بیٹے اس گھر میں اپنا دم گھٹتا محسوس کرتے ہیں تو وہ شوق سے علیحدہ مکان لے سکتے ہیں آج تک اس گھر میں سب آزاد رہے۔ اس گھر میں آج تک کسی کی آزادی پر پابندیاں نہیں عائد کی گئیں انہیں نہ روکو بیگم یہ جہاں رہیں اچھے رہیں۔ ہمارے لئے بس یہی کافی ہے۔

(وہ اٹھ کر دریچے تک جاتا ہے اور باہر دیکھنے لگتا ہے سہیل اپنے باپ کے خیالات کی تہ تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ناکام رہتا ہے۔ ماں کا غصے سے برا حال ہے۔ لیکن مقبول کی خاموشی سے متاثر ہو کر وہ بھی خاموش رہنا بہتر سمجھتی ہے وہ کمرہ سے چلی جاتی ہے۔ کمرہ میں خاموشی ہے۔ یکایک خوابگاہ کا پردہ ہٹا کر عصمت اسٹیج پر آ جاتی ہے لیکن مقبول کو دیکھ کر وہیں رک جاتی ہے)

مقبول :- (آہستہ سے) آؤ بیٹی! ڈر کر کیوں رک گئیں؟ (مڑ کر سہیل سے) میں چلتا ہوں سہیل دیکھو ٹمن کپڑے لایا بھی یا نہیں؟ (وہ دروازہ کی طرف مڑتا ہے سہیل کچھ کہنا چاہتا ہے لیکن پھر کچھ سوچ کر رک جاتا ہے مقبول اپنے ہونٹوں پر افسردہ مسکراہٹ لئے دونوں کو دیکھتا ہے اور چپ چاپ کمرے سے چلا جاتا ہے)

سہیل :- بیٹھ جاؤ عصمت۔ (وہ بیٹھ جاتی ہے (سہیل اس کے قریب ہو کر صوفہ پر بیٹھ جاتا ہے)

عصمت :- میں اپنے کمرہ میں تھی۔ ڈائلوگس سن رہی ہوں سہیل! انہوں نے اتنی مجھ سے کیوں خفا ہیں آج تک بھی یہ نہ کہا کہ حکم صادر نہیں کی ہوگا "میں نے زندگی بھر نہیں کہا تھا وہ صرف آنکھ ہوتی کے لئے کیں پھر بھی وہ مجھ سے نفرت کیوں کرتی ہیں سہیل؟

(وہ بے حد اداس نظر آتی ہے)

سہیل :- میں خود نہ سمجھ سکا عصمت۔ لیکن خدارا تم مجھ پر بھروسہ رکھو میری محبت پر بھروسہ رکھو۔ میں تمہیں ہمیشہ خوش دیکھنا چاہتا ہوں تم جب سے یہاں آئی ہو ہمیشہ افسردہ رہتی ہو مجھے اس سے سخت تکلیف ہوتی ہے عصمت۔ آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے۔ بتاؤ عصمت؟

عصمت :- (دھیمے لہجہ میں) میں خود نہیں جانتی کہ مجھے کیا ہو گیا ہے مجھے یہاں ہر طرح کا آرام ہے۔ پیار بھرا ماحول اور محبت کرنے والا شوہر اور!!

سہیل :- (فوراً) دن رات صلواتیں سنانے والی خود غرض ساس!

عصمت :- نہیں نہیں سہیل! یہ نہ کہو۔ آخر وہ ہماری بزرگ ہیں۔ کل تک میں بھی ان کے بارے میں ایسی ہی باتیں سوچا کرتی تھی لیکن اب وہ بات نہیں رہی سہیل! جب سے مجھے اس کا احساس ہو گیا ہے کہ جلد میں خود بھی ماں بننے والی ہوں تو بہت سے تصورات بدل گئے ہیں۔ مجھ میں ایک عجیب سی تبدیلی پیدا ہو گئی ہے سہیل!

سہیل :- (خوشی سے بے اختیار) عصمت!! سچ عصمت؟

عصمت :- (لجا کر جھکا کر) ہاں سہیل (سہیل اسے لپٹا لیتا ہے)

سہیل :- (پیار سے) میری اچھی عصمت!- آج میں بہت خوش ہوں ڈیر۔ کیا امی اور ابا اس راز سے واقف ہیں؟

عصمت :- نہیں!

سہیل :- بخدا میں تمہیں کبھی اداس نہیں رہنے دونگا

عصمت :- (افسردگی سے) کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں اپنی مرضی سے اداس رہتی ہوں؟ دل میں چاہتی تو ہوں کہ ہمیشہ خوش رہوں لیکن جانے کیوں یہاں میرا بالکل جی نہیں لگتا سہیل۔ جب تک تم دفتر سے نہیں لوٹتے وقت کٹتا ہی نہیں۔ میں نے کئی بار کوشش کی کہ امی کی جھڑکیوں کی ان کی صلواتوں کی پرواہ کئے بغیر ہنسی خوشی زندگی گزار دوں لیکن اکثر ان کی ہلکی پھلکی طنزیہ باتوں کے جواب میں میرے منہ سے بھی کچھ نہ کچھ نکل جاتا ہے اور پھر امی غصے میں سارے گھر کو سر پر اٹھا لیتی ہیں۔ میں کوشش کے باوجود اپنی کمزوریوں کو ابھی تک دور نہیں کر سکی سہیل!

سہیل :- میں اسکے لئے تمہیں ذمہ دار نہیں ٹھہراتا

عصمت :- (ٹھنڈی سانس لے کر) لیکن امی تو مجھے قصوروار سمجھتی ہیں۔ شادی سے پہلے میں نے ارمانوں کی ایک عجیب دنیا بسا رکھی تھی سہیل! میں اپنے گھرانے کو صحت مند کرتے دیکھنا چاہتی تھی جہاں سہانے خوابوں میں کھو جاتا۔ میں سوچتی تھی وہ

وہ دن دور نہیں جب میرا بھی اپنا گھر ہوگا جسکی میں مالک ہوں گی جہاں میں امّی کی طرح حکومت کر سکونگی جہاں مجھ پر کسی طرح کی پابندیاں نہیں ہونگی۔ لیکن یہاں آنے کے بعد ——!! (وہ رک جاتی ہے اور کھوئے کھوئے سے انداز میں گھڑی کو دیکھنے لگتی ہے جو دیوار پر ٹک ٹک کئے جا رہا ہے)

سہیل :— (آہستہ سے) یہاں آنے کے بعد تمھاری تمام آرزوئیں ختم ہوگئیں تمھاری حسین تمناؤں کا گلا گھونٹ دیا گیا

عصمت :— (حسرتناک لہجہ میں) نہ گھر ہی میرا ہوا اور نہ گھر والے میں اپنے گھر کی مالک تو کیا ملازمہ بھی نہ بن سکی شوہر ضرور میرے ہیں لیکن میں ان کی نہیں ہوں مجھ پر ہر طرح کی پابندیاں عائد ہیں اور —— اور شائد یہی وجہ ہے کہ میں یہاں دم گھٹتا محسوس کرتی ہوں سہیل! (برآمدہ کیطرف سے بیگم اور مقبول احمد کے بولنے کی آوازیں یکایک سنائی دیتی ہیں وہ اسیطرف آرہے ہیں)

سہیل :— امّی اور ابا آرہے ہیں شائد

(وہ کچھ ہٹ کر بیٹھ جاتا ہے مقبول اور بیگم اسٹیج پر آتے ہیں ان کے ساتھ ستارہ ہے)

ستارہ :— (گھٹے ہوئے گلے میں) بھائیجان!!

(وہ تیزی سے آگے بڑھ کر بھائی سے لپٹ جاتی ہے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی ہے)

سہیل :— (پریشان ہوکر) بات کیا ہے ستارہ؟ تم یکایک بغیر اطلاع دیئے کیسے آگئیں؟ لطیف کہاں ہیں؟

بیگم :— (غصّہ سے) خدا غارت کرے اس بدمعاش کو!!

مقبول :— خدا کے لئے صبر سے کام لو بیگم! یوں اسے کوسنے سے کیا فائدہ؟

بیگم :— میرے دل کو ٹھنڈک تو ہوگی

سہیل :— (کچھ نہ سمجھ کر) آخر بات کیا ہے ابا جان؟

مقبول :— لطیف دوسری شادی کر رہا ہے سہیل۔ اسنے ستارہ کو میکے بھیج دیا ہے

سہیل :— (غصہ سے) بدمعاش کہیں کا —— اسے یہ آخر کیا سوجھی؟ یہ یکایک لت ہو کیا گئی؟

بیگم :— کیا ہوا؟ اس رذیل کا دماغ خراب ہوگیا جسدن سے میری بچی گئی ہے ان کنگالوں کے یہاں اسے پل بھر کو بھی چین نہیں ملا وہ گھر کی مالک تو کیا ملازمہ بنی رہی اس سے برتن دھلوائے گئے، برتن منجھوائے گئے، مسالہ پسوایا گیا —— توبہ!! میری پھول سی بچی کے ذرا ہاتھ تو دیکھو سہیل —— مسالہ پیستے پیستے چھالے پڑ گئے ہیں (وہ ستارہ کی ہتھیلیاں دکھاتی ہیں ستارہ صوفے پر بیٹھے رو رہی ہے عصمت اسے دلاسہ دے رہی ہے)

مقبول :— میں یہ ماننے کیلئے تیار نہیں کہ اسمیں ستارہ کا کوئی قصور نہیں ستارہ سے ہو نہو ایسی غلطیاں ضرور ہوئی ہونگی جنکی وجہ سے لطیف نے یہ قدم اٹھایا۔

ستارہ :— (روتے ہوئے) یہ آپ کب تک معتبیں جھیلتی ابا جان؟ وہاں جاکر میں نے خود کو گھر کی ملازمہ سے بدتر پایا۔ مجھے امید تھی کہ کم از کم میں اپنے شوہر پر حکومت کرسکوں گی لیکن لطیف تو بس اپنی امّی کے ہیں آپ کو یہ سنکر حیرت ہوگی امّی۔ انہوں نے آج تک مجھے اپنی تنخواہ لاکر نہیں دی

بیگم :— تنخواہ لاکر نہیں دی؟ اے لو —— تو کیا کمبخت اپنی ماں کو دیا کرتا ہے

ستارہ :— ہاں امّی۔ تنخواہ خود لے کر اپنی مرضی سے خرچ کرنیکی آرزو میرے دل ہی میں رہ گئی یہ سب باتیں مجھ سے برداشت نہ ہوسکیں اور ایک دن میں نے صاف صاف کہدیا کہ میں اس گھر کی مالک ہوں ملازمہ نہیں اسپر وہ بہت بگڑے کہنے لگے اس گھر کی صحیح مالک امّی ہیں اور ہم سب صرف ان کے فرمانبردار ہیں مجھ سے صرف اتنی غلطی ہوئی کہ میں نے غصّہ میں انکی امّی کو برا بھلا کہا جسپر ماں بیٹے بہت ناراض ہوئے اور انہوں نے مجھے میکے بھیج دیا (وہ دوبارہ رونے لگتی ہے عصمت اسے دلاسہ دیتی ہے اور اسے اپنے ساتھ لیجاتی ہے)

قطعہ

جہاز غرق ہوا جب قریب ساحل کے	دکھائی دی بھی نہ لیلےٰ قریب محمل کے
نشاط و عیش بھی غائب ہے آج جام کیساتھ	بجھی ہے شمع بھی دیکھو قریب محفل کے

(آمد از نذری باغ)

سہیل:— دیکھ لیا نا امّی! میرا خیال ٹھیک نکلا

مقبول:— ستارہ نے سخت حماقت کی۔

بیگم:— اے لو — اب تم بھی چلے میری بچی کو قصور وار ٹھہرانے؟ ستارہ نے ٹھیک ہی تو کیا تھا آخر اسکے دل میں بھی آرزوئیں ہیں ارمان ہیں۔ آخر وہ کب تک اپنے ہی گھر میں ملازمہ بنکا رہتی؟

سہیل:— اب آیا یہ مسئلہ آپکی سمجھ میں؟ میں پوچھتا ہوں آخر عصمت اس گھر میں کب تک ملازمہ بنی رہے گی امّی؟

بیگم:— لو اور سن لو۔ اب چھوٹی کے بھی پر نکل آئے (مقبول سے) سن رہے ہو تم؟ اب میں کھٹکنے لگی ہوں انکی نظروں میں۔

مقبول:— (آہستہ سے) یہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے جسطرح تمہاری ستارہ کے دل میں حکومت کرنے کی آرزو ہے ویسی ہی آرزو عصمت کے دل میں بھی ہوگی آخر وہ بھی انسان ہے اسکے پہلو میں بھی جوان دھڑکتا ہوا دل ہے

بیگم:— (غصہ سے) اب تم بھی لگے ہو انکی طرفداری کرنے؟ ٹھیک ہے۔ اس گھر میں سب اچھے ہیں ایک میں ہی بری ہوں خدا مجھے موت بھی تو نہیں دیتا (وہ رونے لگتی ہے)

مقبول:— (اکتا کر) اب تم سے کون بحث کرے میری باتیں سمجھے بغیر خود کو — کوسنے لگیں۔

بیگم:— (بگڑتے ہوئے لہجہ میں) خود کو نہ کوسوں تو اور کیا کروں میرا اس دنیا میں اب ہے کون؟ — ایک بیٹا تھا وہ بھی نالائق نکلا، بیوی کے اشاروں پر ناچ رہا ہے کمبخت!

سہیل:— (غصہ سے) جو جی میں آئے کہئے امّی! میں نے سچی باتیں کہیں تو آپکو بری لگ گئیں ہم دونوں واقعی برے ہیں امّی! اسی لئے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ اب علیحدہ گھر لے کر رہوں گا میں جا رہا ہوں اسکا فوری انتظام کرنے (وہ دروازے کیطرف بڑھتا ہے)

مقبول:— (آہستہ سے) سہیل!!!

(وہ پل بھر کے لئے رک جاتا ہے لیکن پھر فوراً تیزی سے چلا جاتا ہے)

مقبول:— (آہستہ سے) دیکھ لیا نا تم نے؟ آخر وہ چلا گیا اب سے چند گھنٹوں کے بعد اس گھر میں ہم تنہا رہ جائینگے بیگم! شاید ستارہ بھی اب ہمارے ساتھ رہنا پسند نہ کرے

بیگم:— (جل کر) جانے دو اس کمبخت کو بھی۔ انہوں نے ہی تو اسے پال پوس کر بڑا کیا ہے ہم کون ہوتے ہیں اسکے؟

مقبول:— (افسردگی کیساتھ) یہ تم کہہ رہی ہو؟ ان کے چلے جانے کے بعد کیا یہ گھر رہنے کے لائق بھی ہوگا؟ گھر کی رونق تو بچوں سے ہوتی ہے جب یہاں بچے ہی نہیں ہونگے تو یہ گھر — گھر نہیں قبرستان معلوم ہوگا جہاں انسان نہیں بیقرار روحیں بھٹکتی پھرتی ہیں

(وہ اٹھ کر دریچے تک جاتا ہے اور باہر دیکھنے لگتا ہے)

مختصر سا وقفہ

بیگم:— (ڈرتے ڈرتے) کیا وہ سچ سچ ہمیں چھوڑ جائینگے

مقبول:— ہاں! اب وہ یہاں سے جا کر ہی رہینگے میں سہیل سے خوب واقف ہوں — ضدی — ان کے چلے جانے کے بعد ہماری زندگی بے کیف ہو جائیگی اور جب کبھی اندھیری راتوں میں ہمیں بچوں کی یاد ستائے گی تو بے اختیار ہم ایکدوسرے کو تباہی کا ذمہ دار ٹھہرائینگے بیگم! خود تمہارا دل تمہیں ملامت کریگا بیگم —!

بیگم:— (بگڑتے ہوئے لہجہ میں) تم بھلا مجھے ہی ذمہ دار ٹھہرا رہے ہو

مقبول:— ہاں! کیونکہ حقیقت یہی ہے۔ مجھے معلوم ہے تم نے جان بوجھ کر یہ نہیں کیا۔ یہ ایک فطری بات ہے لیکن پھر بھی اس تباہی کی ذمہ داری تم پر آتی ہے۔ تم عصمت سے عمر میں بہت بڑی ہو تم میں اس سے زیادہ ایثار اور قربانی کا جذبہ ہونا چاہئے تھا لیکن افسوس کہ اس نے تم سے زیادہ قربانیاں دیں

بیگم:— (آہستہ سے) تمہیں نہیں معلوم وہ مجھے کتنی عزیز ہے آخر وہ میری بھتیجی ہے لیکن تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ شادی کے بعد وہ کسقدر بدل گئی ہے

مقبول:— تم غلط کہہ رہی ہو! شادی کے بعد وہ نہیں بدلی بلکہ تمہاری

قطعہ

جو بسر ہو گئی یہ بستر پہ پانی کی　||　ہوئی ہے ختم بھی روداد اس کہانی کی
پڑے ہیں غش میں جو ہوش آئی تو بیخودی چھائی　||　نہ آئی کان میں آواز لن ترانی کی

(آمد از نذری باغ)

نگاہیں بدل گئیں شادی سے پہلے وہ صرف تمہاری بھتیجی تھی اب وہ تمہاری بہو بھی ہے شادی سے پہلے اس گھر پر تمہارا راج تھا تم اس گھر میں بلا روک ٹوک حکومت کرتی تھیں لیکن شادی کے بعد عصمت یہاں آئی تو اپنی حکومت کی بنیادیں کھوکھلی ہوتی محسوس ہوئیں۔ تمہارا فرمانبردار بیٹا اب اپنی بیوی کا تم سے زیادہ خیال رکھنے لگا اب ہر بات میں وہ تم سے مشورہ لینے کے بجائے اپنی بیوی سے مشورہ لینے لگا تم دونوں کی حالت ایک ہی مملکت میں دو حکمرانوں کی سی ہو گئی اور تم جانتی ہو گی ہی ایک ملک میں دو حکمران اس وقت تک نہیں رہ سکتے جب تک ان میں سے کوئی ایک قربانی نہ دے

بیگم: (افسردگی سے) اب ان باتوں سے کیا فائدہ — میں کب سے خوب واقف ہوں — ضدی۔ وہ یہاں سے جا کر ہی رہے گا اسے کیا اسکے بوڑھے والدین اسکی جدائی میں جئیں یا مریں

مقبول: — تم غلط کہہ رہی ہو بیگم!! اب بھی وقت ہے خدا کے لئے سمجھ سے کام لو عصمت بڑی حساس لڑکی ہے اگر تم نے اسکے جائز حقوق اسکے حوالے کئے تو وہ خود بخود تمہارے قدموں پر جھک جائیگی وہ تمہاری بھتیجی ہے تو کیا ہوا؟ ہمارا گھر اسکے لئے نیا ہی ہے اسکے دل اور دماغ پر اب بھی میکہ چھایا ہوا ہے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنے گھر کا ماحول اتنا شاندار بنائیں کہ وہ میکے اور سسرال کے فرق کو محسوس ہی نہ کر سکے تم نے اپنے زمانہ میں اس گھر پر حکومت کی بیگم! اب یہ نوجوانوں کا زمانہ ہے اب تمہارا یہ فرض ہے کہ تم انکے راستے سے ہٹ جاؤ اور انہیں ایسا موقع دو کہ وہ آزادی سے اپنی آرزوئیں پوری کر سکیں (قدموں کی چاپ — عصمت داخل ہوتی ہے)

عصمت: — معاف کیجئے امی! باتیں مجھ سے ہو گئیں۔ میں نے ستارہ بہن کے کھانے کا انتظام کر دیا ہے بیچاری صبح سے بھوکی ہیں جب تک وہ ہمیں کچھ بھی ہے مجھے پکانا ہو گا ممن کو میں نے بازار بھیجا ہے (گھڑی کی طرف دیکھ کر) آٹھ بج رہے ہیں میرا خیال ہے کہ اگر آپ اور ابا جان بھی ستارہ بہن کے ساتھ کھانا کھا لیں تو بہتر ہوگا وہ بیچاری پریشان ہیں اس وقت آپ دونوں کے قرب کی انہیں بڑی ضرورت ہے

(مقبول معنی خیز نظروں سے بیوی کو دیکھ کر مسکراتا ہے)

مقبول: — اور تم بیٹی؟ تم بھی ہمارے ساتھ کھا لو۔

عصمت: — میں ٹھہر کر کھا لونگی ابا جان! اس وقت تک سہیل بھی آجائیں گے

بیگم: — وہ پتہ نہیں کب لوٹے گا — ب — بیٹی! (ہچکچا کر) میرے خیال میں تم بھی ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔

عصمت: — لیکن وہ اس وقت گئے کہاں؟ (مقبول اور بیگم خاموش رہنا بہتر سمجھتے ہیں)

عصمت: — کیوں امی؟ وہ گئے کہاں؟؟

مقبول: — (کھانس کر) وہ گھر کی تلاش میں گیا ہے بیٹی! وہ تمہیں آج ہی اپنے علیحدہ مکان میں لیجانا چاہتا ہے۔

عصمت: — مجھے لیجانا چاہتے ہیں؟ (پریشان ہو کر) لیکن کیوں؟ — اوہ! اب سمجھی۔ انکی حرکتیں بھی کبھی کبھی بڑی نرالی ہوتی ہیں گھر میں مصیبت زدہ بہن پریشان ہے اور وہ علیحدہ گھر کی تلاش میں گئے ہیں۔ خوب!! وہ آئیں تو ان سے کہہ دیجئے گا امی! میں یہ گھر چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی یہیں رہونگی ستارہ بہن کو ہم سب کی بڑی ضرورت ہے

بیگم: — (رکتے ہوئے گلے میں) بیٹی!! (وہ جذبات سے بے قابو ہو کر آگے بڑھتی ہے اور عصمت کو گلے سے لگا لیتی ہے) معاف کر دو بیٹی!

عصمت: — آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں امی۔ سارا قصور میرا ہے اگر میں [illegible] آزردہ نہ رہتی تو شاید یہ رنجش ہرگز پیدا نہیں ہوتی — قصور میرا ہے مجھے معاف کر دیجئے امی! (دفعتاً سہیل تیز تیز اسٹیج پر آتا ہے)

سہیل: — گھر کا انتظام ہو گیا ہے عصمت! ارشد کی ممی لاہور گئی ہوئی ہیں انکا فلیٹ فی الحال خالی ہے جب تک ہمیں علیحدہ گھر —! (وہ یکایک رک جاتا ہے اور عصمت کو امی کی بانہوں میں دیکھتا ہے) عصمت!

عصمت: — معاف کرنا سہیل میں تمہارے ساتھ نہیں جا رہی ہوں تم کہیں نہیں جا رہے ہیں ستارہ بہن، امی اور ابا کو پریشانیوں میں چھوڑ کر جانا انسانیت نہیں

سہیل: — (حیرت سے) عصمت؟؟؟

(مقبول قہقہہ لگاتا ہے — پردہ اچانک گرتا ہے) ختم شد

قطعہ

راز و نیاز ہوتے ہیں ہر خوابگاہ میں ‖ نعرے بھی لگ رہے ہیں ہر اک خانقاہ میں
معلوم کس طرح ہو یہ انساں کو آخرش ‖ دن بھی گزرتے جاتے ہیں شام و پگاہ میں

(آمدہ از ندا کا بلاغ)



کہ جاسوسی طیارے کے حادثہ کے بارے میں امریکی سکریٹری آف اسٹیٹ مسٹر ہرٹر خاموش ہیں
سمجھدار ہیں تب ہی تو خاموش ہیں ورنہ موجودہ حالات میں مسٹر ہرٹر کی ہر بات "ٹیڑی" سمجھی جائے گی۔

کہ معتمد امور خارجہ پاکستان نے امریکی عہدیداروں سے اپیل کی ہے کہ یو ٹو جاسوسی طیارے کی اڑان کو اتنے دن ہوگئے ہیں مگر امریکہ نے غذائی اور مالی امداد کے وعدے کو پورا نہیں کیا ہے
اگر وہ جلد از جلد اپنے اس وعدے کو پورا نہ کرے تو آیندہ سے امریکہ اپنی بندوق سے روس کو نشانہ بنانے کے لئے پاکستان کا کاندھا استعمال نہیں کر سکے گا۔

کہ بھاکڑا ڈیم میں آگ لگ گئی
"تماشہ ہے پانی میں چنگاریاں ہیں"

کہ جلڈرنس فلم سوسائٹی کی فلم "بابو نے کہا تھا" میں مسٹر مرار جی ڈیسائی نے بھی کام کیا
کام نہیں کیا — یوں کہیئے — اداکاری کی

کہ ایک عورت جسکو پہلے سے چار بچے ہیں بیک وقت مزید چار بچوں کو جنم دے کر انتقال کر گئی۔
سمجھ میں نہیں آتا کہ اس موقع پر اس عورت کے شوہر کو پرسہ دیں یا مبارک کہیں۔

کہ بیدر میں ۱۰ سالہ کانگریسی اقتدار کا خاتمہ ہوگیا اور شہری کمیٹی نے بلدیہ بیدر پر اقتدار حاصل کر لیا
اب دیکھنا یہ ہے کہ حیدرآباد کے لوگو منتخبہ بلدیہ کا مال کب تک غیر منافی ہے

کہ محکمہ ٹاؤن پلاننگ کے عملہ کو ماہ اپریل کی تنخواہ اب تک نہ ملی
محکمہ ٹاؤن پلاننگ کے عملہ کو ہمارا مشورہ ہے کہ وہ چند اور صبر کریں اور حسب ذیل محاورے خشوع و خضوع کے ساتھ دہراتے رہیں
"دیر آید درست آید"
Haste makes waste.

کہ متحدہ شہری کمیٹی کے انتخابی نشان "ترازو" کو کمشنر بلدیہ نے منسوخ قرار دیا ہے
ہم سمجھتے ہیں کہ "ترازو" میں "پاسنگ" ہوگا جبھی تو یہ منسوخ کی گئی

کہ دیہرپورہ منڈل کانگریس کمیٹی کے ایگزیکیٹو ممبر مسٹر پی ایل کانگریس سے علیحدہ ہو کر مجلس اتحاد المسلمین میں شامل ہو گئے۔
انتخابات جیتنے کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا

صیفہ برقی مشین پریس میں چھپ کر دفتر شیر اردو ہفتہ وار چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد دکن (انڈیا) سے شائع ہوا۔

علیؑ کی معنوی پیغمبری ... آتیں سمجھا — وفورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مثال آپ کے عثمان یہی کہتا ہے ہر آن — کوئی بابِ نجفؑ کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی — مقام اشاعت:- چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴ — روز جمعہ ۱۲ اگسٹ ۱۹۶۰ء — م ۱۸ صفر المظفر ۱۳۸۰ھ — شمارہ (۴۰)

سلام

(مطلع)

ہوئے ہشیار جب مکر و دغا سے
کھلا ہے بھید بھی ظلم و جفا سے

علیؑ کو فاطمہؑ کو اور حسنؑ کو
قرابت تھی محمدؐ مصطفےٰ سے

چلی آوازِ نوحہ یومِ عاشور
گلوں کے کان میں بادِ صبا سے

حسینؑ ابنِ علیؑ کو کربلا میں
بہت الفت تھی حضرت مصطفےٰؐ سے

یہ زائر کہتے ہیں بعدِ سفر آج
خراساں بن گیا موسیٰ رضاؑ سے

مریضوں کو یہ کہتا ہے مطب آج
ملی صحت بھی تو خاکِ شفا سے

(مقطع)

نظامِ آصفِ سابع کو دل سے
عقیدت ہے امامِ مرتضےٰؑ سے

مرقومہ ۱۰ اگسٹ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

ضمیمہ مضمون شائع شدہ در نظام گزٹ مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۶۰ء

(متعلق صعوبتیں برموقع حج حجاز)

فرمایا میر خانہ نذری باغ کے ایک متوسط درجہ کے عہدہ دار جو کہ وظیفہ یاب ہیں یہ بھی بغرض حج وزیارت اس سال گئے ہوئے تھے جو چند تبرکات لیکر نذری باغ آئے تھے تو برسبیل تذکرہ میں نے وہاں کے حالات دریافت کیا تو کہا سرکار گرمی کی ایسی شدت تھی جو بیان یا برداشت سے باہر تھی خصوصاً کوہ عرفات پر جس سے متعدد حاجی یا لو لگنے سے یا پیچش سے۔ یا ٹائیفائیڈ سے ہلاک ہوئے۔ اس کے علاوہ راستہ کی زحمتیں بسوں میں سفر وہ بھی (Sun Stroke) تکلیف دہ تھا کہ راہ ہموار نہ ہونے سے یعنی پہاڑوں کا اُتار چڑھاؤ ایسا تھا جو ناقابل برداشت تھا چنانچہ وہ کہتے تھے کہ مصائب کے زد میں مثل دوسروں کے وہ بھی آگئے تھے یعنی ٹائیفائیڈ میں مبتلا ہو گئے تھے کہ ان کی جان بری کی امید کم تھی مگر فضل ہوا (یہ کسیقدر معمر تھے اور جہاں دیدہ تھے)

یہ قصہ سنکر میں نے کہا کہ یہی ایسی زحمتیں ہیں کہ بجز غریب غربا بیچارے بھر کم گھر کے افراد انکو برداشت نہیں کرسکتے کہ ان چیزوں سے اونکو اونکی تمام عمر میں سابقہ نہیں پڑا تھا اور نہ ایسے غیر خوشگوار ماحول میں وہ پرورش پائے تھے کہ عادت کو بھی بڑا دخل ہے جس کو طبیعت ثانیہ کہا جاتا ہے۔ (Habit is the Second nature) بہرحال باوجود ان مصائب کے جنکو قسمت میں حج وزیارت سے مشرف ہونا لکھا ہوتا ہے وہ اس سے کسی نہ کسی طرح سے مستفیض ہوتے ہیں چاہے اس راہ میں وہ زندہ رہیں یا نہ رہیں وہ دوسری چیز ہے۔

دیگر اونکی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سال کم وبیش دو لاکھ حاجی تھے جس میں سے کم وبیش ۳ یا ۴ سو انہیں مصائب مذکورہ کا شکار ہوئے تھے یعنے انتقال کر گئے تھے اور جو بیمار پڑکر صحت یاب ہوئے اونکو بھی اچھی خاصی کوفت کا سامنا کرنا پڑا۔ بہرحال مذہب کے ادائے فرائض میں آرام وغیر آرام۔ یا راحت یا غیر زحمت کوئی چیز نہیں اور جو زیادہ پیش نظر نہیں رہتی ہے۔ اِلّا اوس صورت میں کہ دوسرا طبقہ ہو جس کی تشریح اوپر بیان ہو چکی ہے۔ لہذا اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔

(آمدہ از نذری باغ) مرقوم ۱۰ راگست ۱۹۶۰ء

قطعہ

دل کو آکر مرے تڑپا بھی گئے | ڈہانک کر منھ کو وہ شرما بھی گئے

زہد و تقوی سے کنارہ کر کے | آج ہم جام کو چھلکا بھی گئے

(آمدہ از نذری باغ)

تشریح حیثیت اشرف بیگم از علاقہ میسرم سابق زوجہ ہاشم علی پسر سابق بریگیڈیر سید احمد

(مقیم زیر سرپرستی نذری باغ)

فرمایا زمانہ گذشتہ میں جبکہ مکان گاف سے صاحبزادوں کے عقد ہو رہے تھے حویلی قدیم میں (نبل پولیس اکش) اور وقت اگر یہ لڑکی مذکورہ دوسرے لڑکیوں کے ساتھ میرے سامنے آتی بشرطیکہ یہ سن رشد کو پہنچکر متاہل زندگی کے قابل سمجھی جاتی تو میں ضرور دوسرے مماثل حیثیت کے لڑکیوں کے ساتھ اسکو بھی انتخاب میں شریک کر لیتا کہ اسوقت جتنے منکوحہ صاحبزادوں کے ہیں اونکی حیثیت بھی کم و بیش یہی ہے جو طبقہ شرفاء سے تعلق رکھتے ہیں۔ ورنہ اگر یہ بات پیدا نہ ہوتی تو آج انکو موجودہ پوزیشن مکان گاف میں نہ ملتا۔ اور نظام کی بہوئیں نہ کہلاتیں۔

خلاصہ یہ کہ باوجود اس کے جو کچھ کہ بیان ہوا ہے اگر لڑکی کا سابق شوہر ہاشم علی ہو یا اسکے قرابتدار جنکی نظر میں لڑکی کی کوئی قابل توجہ حیثیت نہیں تھی بلکہ گری ہوئی تھی تو اونکا ایسا سمجھنا جو خیال خام سے زیادہ نہ تھا نذری باغ کے خیالات پر کچھ اثر نہ ڈالتا اور نہ لڑکی آج نذری باغ میں نظر آتی۔ بہرحال جبکہ اسکے معاملہ کی یکسوئی ہو چکی ہے تو مناسب سمجھا کہ اوس قصہ نامرضیہ طلاق کے ساتھ یہ چند سطور بھی ریکارڈ پر رہیں جو اپنی تشریح آپ کر رہے ہیں۔ جو دوسری طرف مربی و سرپرست کے قلم کے لکھے ہوئے لڑکی کے خاندان کے لئے مایۂ ناز و شرف بھی ہیں۔

بہ قول۔ کلاہ گوشۂ دہقان بہ آفتاب رسید۔

مرقوم ۱۰ راگست ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

رفع غلط فہمی خانہ زادان مقیم نذری باغ

فرمایا ان کو عہدہ داروں کی لڑکیاں یں نہیں دے سکتا تا آنکہ انکی حیثیت مماثل اول الذکر نہ ہو ورنہ یہ ازدواجی جوڑے نہ موزوں ہونگے اور نہ ان کا دکھاوا اچھا ہوگا۔ اس کے علاوہ عہدہ داروں کی حیثیت زمانہ گزشتہ میں اپنی حد تک کچھ نہ کچھ تھی۔ گو انقلاب کی وجہ سے یہ غائب ہوگئی ہو یا اسمیں گھاٹا آیا ہو مگر برخلاف اسکے وہ لڑکے جو اس تعریف میں نہیں آسکتے ان کی حیثیت تو نہ اول کچھ تھی اور نہ اب کچھ ہے یعنے اگر لو فرضا کچھ ہے بھی تو کوئی گنتی وشمار میں نہیں آسکتی۔

دیگر مجھے افسوس ہے کہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے قادر علی (برادر خورد معین علی مقیم محلہ پر بینڈ رگھا رٹ) کو میسرا کی لڑکی دینا پڑا ورنہ اگر دختر حیدر علی کا واقعہ پیش نہ آتا تو دوبارہ اسکے عقد کی ضرورت نہ پڑتی مگر خیر جو کچھ ہوا وہ ٹھیک ہوا۔

مکرر دو چار عہدہ داروں کی لڑکیاں اسوقت زیر سرپرستی نذری باغ ہیں مگر سردست جلدی نہیں ہے ان کی عمروں کے لحاظ سے لہذا بر وقت ان کے لئے بھی موزوں جوڑے تجویز ہونگے یعنے عہدہ داروں کے لڑکے۔

آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ واصف علی لڑکا جو کہ زمرد بیگم منکوحہ کاظم جاہ کے خاندان سے ہے (مقیم نذری باغ) اسکی حقیقی بہن سکینہ بیگم کو چاہا تھا کہ اگر ممکن ہو تو بڑے گھرانے میں دوں (کیونکہ لڑکی کے قرابتدار بھی اپنی جگہ کچھ نہ کچھ حیثیت رکھتے ہیں جس سے انکار نہیں ہوسکتا) مگر قسمت نے یاوری نہیں کی اس لئے معاملہ نہ بن سکا۔ خیر بر وقت اس کے لئے بھی اگر ممکن ہوگا تو لڑکی کو کچھ نہ کچھ مزید پوزیشن ملکر رہے گا جس کی تشریح بر وقت کروں گا کہ یہ موقع اس کیلئے نہیں۔ زیادہ۔ خدا غیب سے اس کو یہ شرف دے جس کی وہ ضرور مستحق ہے (نذری باغ کی نظر میں) بعونہ وکرمہ۔ کہ میں نے اس کے بڑوں سے اس کا وعدہ کیا ہے۔

مرقوم ۱۰ اراگست ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

ریکارڈ گزاران ساکنین نذری باغ

(چاہے اولاد عہدہ داران ہوں یا خانہ زادان اس سے بحث نہیں)

فرمایا ہر ایک کا جس نوعیت کا رہا ہے چاہے خوب یا زشت میرے قلم کا لکھا ہوا دفتر پیشی نذری باغ میں موجود ہے جس کا انگریزی میں ترجمہ ہو کر دفتر ٹرسٹ میں بھی میری دستخط سے دیا گیا ہے۔ یعنے وہی مضامین جو کہ نظام گزٹ میں ہوں یا شیراز میں شائع ہوئے ہیں۔ لہذا کہیں اس چیز کو فراموش نہ کر دیا جائے کہ یہ چیزیں رفت و گذشت ہو گئیں ہیں۔ نہیں بلکہ ہر چیز از جز و تا کل مثل پر موجود ہے۔

بمصداق داشتہ آید بکار

دیگر اس معاملہ کو چھوڑتے ہوئے جتنے عرائض روزانہ چاہے زمانہ گذشتہ کے ہوں یا حالیہ نذری باغ میں پیش ہوتے ہیں اسکی مثل بندی ہو کر دفتر پیشی میں دہرے ہوئے ہیں۔ اور وقت ضرورت میری طلبی پر چند منٹ میں دفتر پیشی میرے ملاحظہ میں پیش کرتا ہے۔ لہذا میرا خیال ہے کہ جس طریقہ پر میرے دفتر پیشی کا انتظام ہے شاید کسی اور جگہ ایسا نہ ہو۔ یعنے اسمیں ابتری ہو۔ یا امثلہ مکمل نہ ہوں یا بے ربط سلسلہ کے ساتھ نیم درون و نیم برون مثلوں کی تیاری ہوئی ہو۔ مگر دفتر پیشی کو ناز ہے کہ ان امور میں اوسکا نمبر اوّل ہے کہ ہر چیز با ضابطہ با قاعدہ یہاں موجود ہے۔ جو دوسری جگہ یہ نظر نہ آئے گا۔ اور سب سے بڑی خوبی یہہ ہے کہ میرے قلم کے لکھے ہوئے نوٹ ان امثلہ پر شامل ہیں جو نفس معاملہ کی شرح کرتے ہیں وہ بھی واضح طور پر جس میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے۔

مرقوم ۱۰ اگست سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

بارِ غم کو بھی اٹھایا جاتا || آنکھ کو ہم سے ملایا جاتا
کہہ کے زمزم ہے یہ عیدوں میں کبھی || شیخ کو بادہ پلایا جاتا

(آمدہ از نذری باغ)

اجرائی اذوقے برائے متاہل اولادِ عہدہ داران صرفِ خاص۔

(جو گنتی میں چند ہیں مقیم نذری باغ)

فرمایا اس کا اب وقت آگیا ہے کہ اسی ماہ اگست ۱۹۶۰ء سے تقسیم شروع ہونے والی ہے اسی طریقہ پر جیسا کہ کثیر التعداد خانہ زادوں کے نام ہوئی تھی جس کو چند ماہ کا عرصہ ہوتا ہے۔ مگر دوسری طرف اس کے علاوہ مجھے ان لڑکوں کو دوسری شکل میں مدد دینا ہوگا کہ بغیر اس کے ان کا کام نہیں چل سکتا (جس طرح سے کہ خانہ زادوں کو دی گئی تھی) اور ۶ ماہ کے عرصہ میں معلوم ہو جائے گا بعد امتحان کہ یہ گھرداری کر سکتے ہیں یا نہیں وہ بھی اس رنگ کی جس کے برسوں سے یہ عادی بن گئے ہیں۔ مگر دوسروں کی جمع ہو گئی ہے اور کہتے ہیں کہ اگر سرکار ہم کو دوسری سہولتیں نہ دیتے تو یہ کام قطعاً ہم سے ناممکن تھا در آں حالیکہ سرکار نے ہماری کم سِن یعنی معصوم اولاد کی پرورش کی ذمہ داری خود اٹھاتے ہیں جس کے ہم سب وابستگان عمر بھر ممنون و متشکر رہیں گے۔

یہ سن کر میں نے کہا کہ گو ان کا کہنا ایک حد تک ضرور قابل غور اور صحیح ہے تاہم انکو گھر چلانے کی صلاحیت بھی خود میں پیدا کرنا چاہیئے کہ زمانہ کے حالات دگرگوں ہیں۔ لہذا انکو اطمینان رکھنا چاہیئے کہ ان کی طرز زندگی پر میری نظر رہے گی اور عند الضرورت ان کو ضرور مشورہ اور مدد دوں گا کہ یہ سب لڑکے میرے خاندان سے وابستہ ہو چکے ہیں اور میرے گھر نذری باغ کو اپنا گھر سمجھتے ہیں جس کے ساتھ ان کا سود و بہبود قدرت نے اپنے مصالح کے تحت وابستہ کر دیا ہے۔ مگر ایک شرط کے ساتھ یہ ممکن ہے کہ یہ سب نیک کردار رہ کر مجھکو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھیں تو سب مشکلات ان کے انشاء اللہ آسان ہوتے رہیں گے۔ لہذا خائف رہنے کی ضرورت نہیں۔

مرقوم ۱۰؍ اگست ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

یاد کیا رہتی یہ دنیا بھی تو قائم نہ رہی ‖ مہر و الفت کو بھی دیکھو تو یہ دائم نہ رہی
روزہ غائب جو ہوا دورِ خمر (شراب) کے باعث ‖ آج دنیا میں بھی کچھ وقعتِ صائم نہ رہی

(آمدہ از نذری باغ)

نذری باغ کو آیندہ کی دردِسری سے نجات

فرمایا دو عمزاد برادر آپس کے (S.H.B. و H.M.) اور ایک ابن عمزاد برادر (H.A.) کے معاملہ کی یکسوئی ہو چکی دو کی حد تک البتہ ایک کا معاملہ اسوقت میرے زیرِ غور ہے جسکا تصفیہ قریب میں ہو جائیگا۔ سچ ہے دنیا کی مثل کہ اپنے پرائے میں فرق ضرور ہے یعنے یہ دو یکساں نہیں ہیں بلکہ جدا جدا۔ ایسی حالت میں نذری باغ میں وہ افراد رہیں جو ہمرنگ ہوں تاکہ وقتاً فوقتاً غیر خوشگوار واقعات وقوع میں نہ آئیں۔

رہا خانہ زادوں کا معاملہ تو ان کے بڑے نظام کے نمکخوار تھے اور اسی ذریعے دونوں چاہے یہ ہوں یا ان کی اولاد وابستہ ہیں۔ نظر برآں ان کی حد تک دنیا کی وہ مثل صادق آتی ہے۔ یعنے

ما بندۂ الطافِ شما حلقہ بگوشیم

اسی لئے جب معاملہ اس نوعیت کا ہے تو ان کے آقا و مالک کو ان کا زیادہ خیال رکھنا چاہیے بہ نسبت دوسروں کے جنکا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ البتہ اولاد عہدہ داران صرف خاص اس تعریف سے خارج ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو کچھ یہ لکھا ہے اس کی تشریح کسی موزوں وقت آیندہ شیرازہ میں کروں گا تاکہ اس مسئلہ پر مزید روشنی پڑے۔ لہذا سردست جلدی نہیں۔ بقول "دیر آید۔ درست آید"

مرقوم ۱۱؍اگست ۱۹۶۰ء (آمدہ از نذری باغ)

ترجمان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے ✻ خیر خواہِ شاہِ حق آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر: سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

۱۵ر اگسٹ

آج ۱۲ر اگسٹ ہے آج سے تین دن بعد ہم آزادی کا چودھواں سالانہ جشن منائیں گے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم نے چودہ سال کی اس مدت میں زراعت، صنعت و حرفت، تجارت، تعلیم، قومی صحت غرض کہ قومی زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں ترقی کی ہے۔ لیکن اپنے وطن سے سچی محبت رکھنے والا اور انسانی خوشحالی کا مقدس جذبہ اپنے دل میں رکھنے والا کوئی شخص یہ کہنے سے نہیں جھجکتا کہ ہم حیات کی ہر موڑ پر قومی زندگی کے ہر شعبہ میں اور بھی نمایاں تر ترقی اس سے کم مدت میں کرتے اگر اقتدار کی اعلیٰ کرسیوں پر نااہل، مفاد پرست اور خود غرض عناصر کا قبضہ نہ ہوتا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کانگریس کی صحیح رہنمائی، مسلسل جدوجہد اور انتھک سعی کی وجہ سے ہندوستان کو آزادی کی نعمت نصیب ہوئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بلا خوف تردید یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آزادی ملتے ہی جب اس عظیم ملک کا نظم و نسق اور اقتدار کانگریس کے ہاتھ میں آیا تو چند ایسے عناصر کانگریس میں پیدا ہو کر اقتدار پر قابض ہو گئے جنہوں نے ہمیشہ قومی مفاد پر اپنے مفاد کو ترجیح دی۔ جنہوں نے قابو پا کر اقتدار کے نشہ میں وہ سب کچھ کیا جس کو رشوت ستانی، خیانت، تغلب، اقرباپروری، احباب نوازی، اور چوربازاری کی سرپرستی کا نام دیا جاتا ہے۔ انتہا یہ کہ یہ کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ خود کانگریس نے کانگریسیوں کی بے اعتدالیوں، بے ضابطگیوں اور شکایتوں کی چھان بین کے لئے ایک ٹریبونل قائم کرنے کی ضرورت کو محسوس کیا۔ یعنے بالفاظ دیگر دبی زبان میں یہ تسلیم کر لیا کہ کانگریس میں

خطیب منبر سلونی ؑ
کا ارشاد مبارک ہے کہ مخلوقات کے نقائص خالق کے کمال کا پتہ دیتے ہیں۔

ایسے عناصر داخل ہو گئے ہیں جنکے افعال و اعمال کی عدالتی تحقیقات اور انسداد کی ضرورت ہے۔

مہاتما گاندھی نے آزادی سے قبل ایک مرتبہ کہا تھا کہ ہمارا معاشرہ غریب کو غریب تر اور امیر کو امیر تر بنا رہا ہے۔ یہ کتنی شرم کی بات ہے کہ آزادی کے بعد آج بھی وہی استحصال اور وہی غصب جاری ہے۔ آج ایک کانگریسی وزیر کا لڑکا استحقاق اور صلاحیت کے بغیر ملک کے ہر مقابلہ میں، ہر انٹرویو میں چاہے وہ ملازمت کے لئے ہو، کسی قومی اعزاز کے لئے ہو یا اعلیٰ تعلیم کے لئے ہو۔ محض اثرات کی بناء پر منتخب ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک اوسط درجے کے شخص کا لڑکا صلاحیت، استحقاق اور میرٹ Merit کے باوجود نہ تو اعلیٰ تعلیم کے لئے منتخب ہو سکتا ہے اور نہ اعلیٰ ملازمت کے لئے۔ ہمارے طریقۂ حکومت کو اور ہمارے سماج کو سوشلسٹ سماج اور سوشلسٹ طریقہ حکومت بنانے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ لیکن سوشلسٹ سماج جب ہی بن سکتا ہے جب اقتدار زیادہ سے زیادہ غیر مرکوز ہو۔ جب استحصال، ناانصافی اور بے ایمانی ختم ہو جائے۔ جب حکمران جماعت میں دوسروں کیلئے ایثار کا جذبہ پیدا ہو۔ شری راجگوپال چاری نے اپنی ایک حالیہ تقریر میں اس حقیقت کو بے نقاب کیا ہے کہ جمہوریت میں کوئی ایک جماعت موروثی طور پر گدی نشین نہیں ہوتی۔ اگر عوام موجودہ کانگریسی حکومت کو غیر کارکرد اور نااہل سمجھتے ہیں تو وہ بہت ہی آسانی سے ان کو اقتدار سے ہٹا سکتے ہیں۔ شری راجگوپال چاری کا یہ جملہ عوام کے موجودہ احساسات کا صحیح آئینہ دار ہے۔ ابھی پانی سر سے اونچا نہیں ہوا ہے ابھی وقت ہے کہ برسر اقتدار جماعت صحیح تنقیدوں کے آئینہ میں اپنے چہرہ کے دھبوں کو دیکھے۔ اور آئینہ پر چیں بہ جبیں ہونے کی بجائے اپنے چہرہ کے دھبوں کو صاف کرے۔

دوسری سیاسی جماعتوں کو بھی چاہئے کہ وہ محض تنقید ہی کرنے اور کانگریس کی برائی بیان کرنے

باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۲

فضیلت اربعین زیارت

از آیۃ اللہ فی الانام حجۃ الاسلام حضرت آقا حاجی شیخ محمد حسن صاحب قبلہ نجفی
(مجتہد العصر والزمان)

اگرچیکہ شہادتین کا اقرار کرنا اور آخرت پر اعتقاد رکھنا اسلام کو ضروری ہے لیکن پورا اسلام جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ اسکے ارکان پر بھی پورا پورا ایمان ہو حقیقت میں ارکان اسلام پر ایمان لانا روحانی سرمایہ ہے جو کہ اعتقاد پیدا کر کے دل کو منور کرتا ہے اور انسان کو مومن بنا کر اطاعت گذار ہونے پر تیار کرتا ہے۔ ایسا انسان ارکان ایمان پر عمل کرنے اور اسکے حقوق کو ادا کرنے میں خصوصاً حق ولایت کی ادائیگی میں نہ سستی کرتا ہے اور نہ کسی کی پروا کرتا ہے اور ارکان ایمان جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے نماز، روزہ، حج، زکواۃ، ولایت۔ ولایت سے مطلب محبت اہلبیتؑ ہے اسے خداوند عالم نے رسالت کی اجرت قرار دیا ہے۔ پس محبت اہلبیتؑ اجرت رسالت ہونیکی وجہ سے کوئی عمل عبادت اسکے بغیر قابل قبول نہیں ہوتی۔ پس جو شخص اسلام کا دعویٰ تو کرتا ہو مگر اسکے دل میں محبت اہلبیتؑ نہیں تو ایسا شخص حقیقت اسلام اور روحانیت ایمان سے محروم ہوتا ہے، جب وہ دنیا سے جاتا ہے تو بغیر ایمان کے جاتا ہے۔ قل لا اسئلکم علیہ اجرا المودۃ فی القربیٰ۔

یعنی (اے رسولؐ) تم کہدو کہ اس تبلیغ و رسالت کا ذوی القربیٰ کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتا (سورۂ شوریٰ آیت ۲۳) نازل ہوئی تو صحابی حضرت رسولؐ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ وہ کون آپکے اقرباء ہیں؟ جنکی محبت و رسالت کی اجرت قرار دی گئی ہے آپ نے فرمایا۔ علیؑ، فاطمہؑ اور انکی اولاد (حسنؑ وحسینؑ)۔

ابتدائے اسلام سے لیکر اب تک تمام علمائے اہل اسلام متفق ہیں کہ مذکورہ آیت اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ اور حضرت رسولخداؐ نے ان چاروں۔ علیؑ وفاطمہؑ حسنؑ وحسینؑ کو اپنے اہلبیتؑ کے عنوان سے بار بار ظاہر کیا۔ نزول سورہ۔ آیت تطہیر بھی تلاوت فرمائی۔

اکثر علمائے اہل سنت نے بھی اپنی اپنی تفاسیر اور کتابوں میں لکھا ہے کہ آیت مودۃ انہی چاروں بزرگواروں (اہلبیتؑ) کی شان میں نازل ہوئی ہے چنانچہ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر جلد دوم صفحہ ۳۰۳ میں امام جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر درمنثور جلد نمبر (۱) ص ۷۰۱، امام فخرالدین رازی شافعی نے اپنی تفسیر کبیر جلد ہفتم ص ۴۰۶، نظام الدین نیشاپوری نے غرائب القرآن میں، امام طبری محمد ابن جریر شافعی نے جامع البیان میں جلد (۲۵) ص ۱۶، جاراللہ زمخشری محمد ابن عمر نے تفسیر کشاف جلد سوئم ص ۶۷، ترمذی نے کتاب جامع ص ۶۷، شیخ سلیمان حنفی نقشبندی نے ینابیع المودت ص ۱۰۶، ابو بکر شہاب الدین شافعی حزرمی کتاب رشفت الصادی ص ۳۲، محی الدین طبری نے ذخائر العقبیٰ فی المناقب ذوالقربیٰ ص ۲۵، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علمائے اہل سنت نے متفقہ طور پر اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے کہ مذکورہ آیت ان ہی بزرگواران (اہلبیتؑ) کی شان میں نازل ہوئی ہے اور بتایا ہے کہ محبت اہلبیتؑ اسلامی فرائض میں سے ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ محبت اہلبیت

اور ولایت اہلبیتؑ رکن ایمان ہے چنانچہ ابو بکر حزنی شافعی نے شفعت الہادی ص۳۱ پر روایت بیان کی ہے کہ انسان تب تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اسکے دل میں علیؑ اور ان کے اہلبیتؑ کی محبت موجود نہ ہو۔ اور دوسری روایت میں جس کو فریقین نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے کہ حضرت رسولخداؐ نے ارشاد فرمایا ہے اپنی اولاد کی تربیت، محبت علیؑ و اہلبیتؑ اور تعلیم قرآن پر کیجئے اور طبری نے مجمع البیان میں بیروت میں چھپی ہوئی جلد پنجم ص۲۹ حضرت رسولخداؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص صفا اور مروا کے درمیان میں ہزار برس، ہزار برس، ہزار برس تک عبادت کرے یہاں تک کہ وہ سوکھی ہوئی مشک کے مانند ہو جاوے مگر ہمارے (اہلبیتؑ) کی محبت اسکے دل میں نہ ہو تو خدا اس کو مقعد کے بل آتش جہنم میں ڈال دیگا پھر آنحضرتؐ نے آیت مودت تلاوت فرمائی۔ پس اسی سبب مودت ذوالقربیٰ و محبت خاندان رسالتؐ رکن اسلام اور درحقیقت ایمان ہے اور اسپر اعتقاد رکھنے کے علاوہ اسپر عمل کرنا بھی ہمارا فرض ہے اسلئے کہ محبت کے معنے صرف یہ نہیں کہ اسکا اظہار کیا جاوے بلکہ لازمی بات یہ ہے کہ اسکے آثار بھی ظاہر کئے جائیں۔ پس اندرونی محبت تب ہی مفید ہوسکتی ہے جب کہ ظاہر میں اس کے آثار بھی نمودار ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل میں موجود شدہ محبت اہلبیتؑ کو موقع پر عملاً ظاہر کرنا واجب ہے۔ اہلبیتؑ کو یاد کرنا، ان کے مبارک نام پر خیرات کرنا، انکے حقوق و فضل کو ادا کرنا، انکی اولاد کے ساتھ نیکی کرنا، ان کے فضائل و مناقب سننا، اور سنانا، چھاپنا اور چھپوانا اور اسکی تشریح اور تبلیغ کیطرف خود بھی توجہ دینا اور دوسروں کو توجہ دلانا، محبت اہلبیتؑ کی نشانیاں ہیں۔ دوستداران اہلبیتؑ کو چاہیے کہ وہ ان بزرگواروں کو ہمیشہ یاد کریں اور ان پر درود و سلام بھیجیں۔ درود کی اہمیت کو دیکھئے کہ اسکے بغیر نماز قبول ہی نہیں ہوتی۔ (۵) وقت کی نمازوں میں (۹) درود واجب کئے گئے ہیں۔ اتنی حد تک وہ واجب ہے کہ اگر اسکے پڑھنے کو جان بوجھ کر ترک کیا جائے تو نماز باطل ہوجاتی ہے اسکے علاوہ جب کبھی نام رسولؐ سنا جائے تو اسوقت آنحضرتؐ اور انکے اہلبیتؑ پر درود پڑھنا واجب ہو جاتا ہے

پس! معنی محبت یہی ہیں کہ موقعوں پر اسکے آثار کو ظاہر کیا جائے۔ حضرت رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن عاق والدین اور شرابی اور ہمارا نام سن کر درود نہ پڑھنے والے یہ لوگ میری ملاقات سے محروم رہیں گے۔ اہلبیتؑ کے لئے خاص حقوق ہیں جو مسلمانوں پر خدا نے قرار دیئے ہیں منجملہ انکے یہ ہیں۔ کہ ان کا توسل اختیار کیا جائے اور ان پر درود و سلام بھیجا جائے اور انکی زیارت کیجائے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ ہر امامؑ کے لئے اپنے محبوں اور شیعوں پر خاص عہد ہے۔ جو انکی قبر کی زیارت کئے بغیر پورا نہیں ہوتا۔ یہی سبب ہے کہ شروع میں شیعان آل محمدؐ زیارت کے بڑے پابند تھے اور اسکے لئے تکلیفوں کی کوئی پروا نہیں کرتے تھے اور اسکے بارے میں خصوصاً زیارت امام حسین علیہ السلام کے متعلق بہت سی روایتیں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضرت رسولخداؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی معرفت کے ساتھ حسینؑ کی زیارت کرے تو اسکو ہزار حج اور ہزار عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ اور فرمایا کہ جان لو کہ جس نے حسینؑ کی زیارت کی گویا میری زیارت کی۔

اس نے خدا کی زیارت کی۔ یعنے خدا کی رحمت سے مالامال ہوا۔ اب خدا پر لازم ہے کہ اس پر عذاب آتش جہنم نہ کرے اور یہ بھی جان لو کہ اس (امام حسینؑ) کے قبہ میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور اس کی مٹی میں شفا ہے اور ائمہ ان کی ذریت سے ہوں گے۔ اور حضرت محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے شیعوں کو ہدایت دو کہ وہ حسینؑ کی زیارت کو جائیں اس لئے کہ زیارت قبر حسینؑ کرے حق تعالیٰ اس کی عمر دراز کرتا ہے اس کی روزی کو بڑھاتا ہے اور اسے بری موت سے بچاتا ہے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اگر تم میں سے کوئی تمام عمر حج کرے اور زیارت امام حسینؑ نہ کرے تو گویا وہ حقوق رسولؐ میں سے ایک حق ترک کر دیتا ہے اور حق رسولؐ خدا کی طرف سے ہر مسلمان پر فرض ہے اور فرمایا کہ جو شخص فساد، ریا، خود نمائی، اور تکبر کا خیال نہ لاتے ہوئے زیارت حسینؑ کو جائے تو اس کے سارے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے کہ پانی سے کپڑا پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ اور خدا اس کے ہر قدم اٹھانے اور رکھنے پر حج و عمرہ کا ثواب لکھتا ہے۔ اور فرمایا کہ کسی شخص کو سزاوار نہیں ہے کہ وہ چار ماہ کی زیادہ مدت سے زیارت قبر حسینؑ ترک کرے، اور غنی سال میں دو مرتبہ اور غریب ایک مرتبہ امام حسینؑ کی زیارت کرے ہارون بن خارجہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جو شخص قدرت رکھنے کے باوجود جان بوجھ کر امام حسینؑ کی زیارت کو ترک کرے اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا وہ جہنمی ہے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا جو شخص اپنے آپ کو ہمارا شیعہ گمان کرے مگر مرتے دم تک زیارت قبر حسینؑ نہ کرے تو (جان لو کہ وہ ہمارا شیعہ نہیں ہے) اور اگر وہ جنت میں جائے گا بھی تو اس کی حیثیت اہل جنت کی مہمان کی سی ہوگی۔ الغرض زیارت امام حسینؑ کے بارے میں بہت سی روایتیں وارد ہوئی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہر روز خصوصاً شب جمعہ مستحب ہے اسکے علاوہ اور مخصوص اوقات ہیں۔ جن میں زیارت حسینؑ کی تاکید کی گئی ہے جیسے کہ ماہ رجب کی پہلی شب اور دن ماہ رجب المرجب کے ۱۵ کا دن۔ ماہ شعبان المعظم کی پندرھویں رات (شب برأت) اور دن ماہ رمضان المبارک خصوصاً پہلی اور شب ہائے قدر۔ عید الفطر کی رات اور دن عرفہ (ذی الحجہ کی نویں) رات اور دن، عید قربان کی رات ماہ محرم خصوصاً عاشورہ کی رات اور دن، حسینؑ کے چہلم کے دن خاص طور پر زیارت امام حسینؑ بجا لانے کے بارے میں روایات وارد ہوئی ہیں اور امام حسن عسکریؑ سے روایت ہے کہ مومن کی (۵) علامتیں ہیں۔ رات اور دن میں ۵۱ رکعت نمازوں (پنجگانہ اور ان کی نوافل) کا پڑھنا، داہنے ہاتھ میں انگوٹھی کا پہنا، سجدہ میں منہ کو زمین پر ملنا۔ ہر نماز میں سوروں کی بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنا اور چہلم میں قبر امام حسینؑ کی زیارت کرنا۔ پیارے بھائیو اور بہنو! سب سے پہلے جس نے شہادت امام حسینؑ کے بعد زیارت قبر حسینؑ کی اور وہ صحابی بزرگ جناب جابر ابن عبد اللہ انصاری تھے۔ شہادت امام حسینؑ کے بعد عالم اسلامی بہت غمزدہ

ہو چکا تھا۔ اور بستیوں پر مختلف مصائب ڈھائے جاتے تھے۔ اس کے باوجود جناب جابر محبت اہلبیت کے مقابلے میں یزیدی استبداد و غلبہ کی پروا نہ کرتے ہوئے۔ بنی ہاشم وغیرہ کے کئی لوگوں کے ساتھ جانب کربلا روانہ ہوئے۔ اور چہلم کے دن وہاں پہنچے اور بعد میں اہلبیت بھی شام سے واپس کربلا تشریف لائے۔ اور ان کی جناب جابر سے ملاقات ہوئی۔ اور قیامت کا عالم برپا ہوا۔ ان سب نے کچھ وقت گریہ و زاری میں بسر کیا۔ پس مناسب ہے کہ دوستان اہلبیت رسولؐ چہلم کی رات اور دن کو یوم غم سمجھیں اور اسے رنج و غم میں بسر کریں۔ اور اسی دن زیارت امام حسینؑ بجا لائیں۔ جیسے کہ جناب جابر اور ان کے دوستوں نے زیارت کی۔ نیز حضرت امام جعفر صادقؑ سے بھی اسی دن زیارت قبر حسینؑ کے متعلق روایت وارد ہوئی ہے۔ زیارت سے پہلے غسل کرنا اور زیارت کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔ اگر کربلائے معلیٰ جانا ممکن نہ ہو تو جہاں کہیں بھی ہو وہاں سے امام حسینؑ کے روضہ کی جانب منھ کر کے زیارت بجا لائے "عطیہ" جو جناب جابر کے ساتھ تھے روایت کرتے ہیں کہ ماہ صفر کی بیسویں تاریخ کو جب ہم "غاضریہ" (کربلا) پہنچے تو جابر نے سب سے پہلے آب فرات سے غسل کیا پھر پاک و صاف لباس زیب تن کیا اور مجھ سے خوشبو طلب کی میرے پاس "سعد" (ایک قسم کی خوشبو) تھی میں نے انہیں پیش کیا انہوں نے اپنے جسم پر ملا۔ پھر برہنہ پا مزار حسینؑ کی طرف چلے جب قبر کے سرہانے نزدیک پہنچے تو وہاں کھڑے ہو گئے اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ اور بے ہوش ہو گئے اور جب ہوش میں آئے تو زیارت میں مصروف ہوئے۔

محترم بھائیو اور بہنو! خاندان رسالت کے دوستو محبت اہلبیت میں صرف حضرت رسول خدا اور ائمہ ہدیٰ ہی کی پیروی کرو اور ہرگز ہرگز اپنے خیال سے کسی جگہ کو مزار مت بناؤ۔ اور جو جگہ کے معجزوں کے نام سے مشہور ہے اس کے متوالے اور دیوانے مت بنو۔ ایسا دارو بدعت سے بچتے رہو۔ حضرت رسولؐ اکرم ارشاد فرماتے ہیں کہ بہترین ہدایت ہدایت محمدؐ ہے۔ اور بہترین کتاب کتاب خدا ہے۔ اور بدترین چیز نئی بنی ہوئی چیز ہے۔ (جیسے مذہب اور اعتقاد میں داخل کیا جائے) ہوشیار ہو جاؤ کہ بدعت گمراہی کا سبب بن کر رہتی ہے۔ اور ہر گمراہی کا انجام (بالآخر) آتش جہنم ہے۔ پیارے بھائیو اور بہنو! مذہب کو اس طرح زندہ کرو کہ مذہب کے اوپر کوئی داغ نہ لگنے پائے اور دشمن اس کا مذاق نہ اڑائے اور نہ کہے کہ یہ کیسی قوم ہے جو ہر جگہ اپنے خیال سے مزار بنا لی رہتی ہے۔ ایسے موقع پر علمائے دین کا فرض ہے کہ وہ قوم کی صحیح رہنمائی کریں۔ چنانچہ حضرت رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کبھی بدعت ظہور پذیر ہو تو عالم کو چاہیئے کہ وہ اپنا علم ظاہر کرے (حق بات سمجھا دے) اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس پر عذاب کی لعنت ہے۔

بقیہ اداریہ

کی بجائے خود عوام سے تعلق سے ٹھوس کام انجام دیں۔ ملک کے ترقیاتی اور خوشحالی کے کاموں میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں اور اُن کی صحیح رہنمائی کریں۔

جشن آزادی کے اس مبارک موقع پر اگر ہر شخص یہ عہد کر لے کہ وہ معاشرہ کی بہتری کے لئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے گا تو یقیناً ہمارا ملک ہر سال خوشحال سے خوشحال تر ہوتا جائے گا۔

علامہ رشید ترابی کی ایک اور مجلس

خدا پر حمد و ثنا اور محمد و آل محمد پر درود و سلام کے بعد

کائنات کا ذرہ ذرہ متحرک ہے۔ ہر ذرہ کی فطرت میں حرکت ہر ذرہ کی خلقت میں حرکت کو ودیعت کر دیا گیا ہے، وہی حرکت اسکا اپنا سفر حیات ہے کل فی فلک یسبحون۔ ہر چیز اپنے دائرہ پر تیرر ہی ہے، ہر چیز اپنے مرکز پر متحرک ہے۔ قل کل متاعی۔ کیونکہ ہر شے اپنے وقت معلوم تک اجل مسمیٰ تک متحرک رہے گی۔ والشمس تجری۔ آفتاب اپنے مستقر کیطرف جاری ہے، متحرک ہے۔ یہی مقدرات عظیم و علیم سے ہے۔ ذرہ سے آفتاب تک، تراب سے ثریا تک، ارض سے سما تک، ہر چیز متحرک ہے۔ لہو کی ایک ایک بوند حرکت کو ثابت کرتی ہے، حرکت کے بغیر کچھ نہیں، حرکت میں طلب ہے اور طلب بغیر مطلوب کے ثابت نہیں، طلب کے لئے مطلوب کا ہونا لازم، طلب اسی وقت جبکہ مطلوب ہو، یہ نہیں کہ طلب پہلے ہو اور مطلوب بعد، ظاہر ہے کہ آفتاب کو پیدا کیا ہے اسمیں حرکت ہے تو آفتاب کے وجود سے پہلے مطلوب کا ہونا لازم، طلب اگر ہے تو طلب کے آثار و انجام یہ اعلان کرتے ہیں کہ وجود مطلوب طالب سے پہلے ہونا چاہیے

وجود مطلوب کو طلب کرنے والوں سے پہلے، طلب کرنے والوں کے ساتھ ساتھ اور طلب کرنے والوں کے بعد پاتے ہیں، کوئی نہ تھا تو وہ تھا، کچھ نہ رہے گا تو وہ رہیگا اور اگر کچھ ہے، موہوم خیال و گمان میں تو آ سکے، ساتھ یا فقط مطلوب ہی خیال میں رہے، اس کائنات کو بیکار نہیں بنایا گیا۔ صاحبان عقل کی تعریف قرآن اسطرح کررہا ہے

الذین یذکرون اللہ ... صاحبان عقل وہ ہیں یوذکر الٰہی بجالاتے ہیں۔ کبھی کھڑے ہوکر۔ کبھی بیٹھ کر، کبھی پہلو بدل کر راتوں میں فکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس کائنات کو بیکار نہیں بنایا۔ کائنات بے مقصد نہیں، سوال یہ ہے کہ مقصد پہلے ہے یا کائنات پہلے ہے؟۔ اگر مقصد پہلے نہیں اور کائنات پہلے ہے تو فعل عبث اور بیکار، منزل تک پہونچنا چاہتے ہو تو مقصد کو پہلے ماننا پڑیگا

موالید ثلاثہ: جماد، نبات، حیوان اور اسکی حد آخر پر انسان۔ جماد میں جمود، نبات میں نمو، حیوان میں قوت ارادی اور انسان میں قدرت معلوم۔ انکے دائرے میں کوئی ایسی ہستی ہے جو مقصد خلقت قرار پائے، پتھر کو مقصد نہیں بنایا، اسلئے کہ اعلیٰ ہوتے ہوئے ادنیٰ میں مقصد نہیں۔ بلندیوں کے ہوتے ہوئے پستیوں میں مقصد نہیں۔ نبات کے نمو کے سامنے، جماد کے جمود کے سامنے اشرف ہی مقصد ہوگا ارذل نہیں۔ حیوانیت میں قوت ارادی موجود ہے اسلئے نبات مقصد خلقت نہیں، جبتک انسانیت کی حیات شاعرہ موجود، حیوان مقصد خلقت نہیں ہوسکتا۔ اگر انسانیت کی حیات شاعرہ موجود تو کیا یہی انسان جو ظالم بھی ہے، مظلوم بھی، عالم بھی ہے جاہل بھی، خدا کو ماننا بھی ہے بھلا دینے والا بھی، احسان فراموش اور محسن بھی، تو بھلا

ان میں سے کون محمد ابن عبداللہ ہے ؟ موالید ثلاثہ کی موجودگی میں اگر انسان مقصد خلقت ہوسکتا ہے اگر وہی سب کچھ ہے اور اگر انسان مقصد خلقت آدمؑ و عالم ہے تو ان انسانوں میں کوئی ایسی ہستی موجود قرار پائے گی جسمیں کوئی نقص و برائی نہو اور جس سے کوئی اشرف و اعلیٰ نہ ہو، شرافت بالاختتام ہو جائے نقائص کا نام نہ ہو، گمان و شبہ بھی کسی کمزوری کا، کوتاہی کا، کمی کا نہ ہو۔ ایسی ہستی کو نگاہیں ڈھونڈتی ہیں جسپر شرافت ختم ہو۔

طریقۂ معاشرت، عادات، اخلاق، خصلتیں، کرامتیں صداقت کا جوہر ختم ہو جائے، جتنے بھی صفات کا تصور ذہن انسانی میں آسکتا ہے ہر صفت دہیں ختم ہو، اسی کو مقام خاتمیت کہتے ہیں۔ اسی منزل خاتمیت پر جو ہستی ہوگی وہی مقصد آدمؑ و عالم، اسکا وجود اگر مقصد ہے تو خلقت سے پہلے ثابت، خلقت کیا تھا ثابت، خلقت کے بعد ثابت، وہی مطلوب ہے۔ حرکت اشیاء و عالم کی اسی کیطرف ہونا چاہیئے کیونکہ وہ مقصود اول ہے، بعد خلق ہونے والوں کو اسی کیطرف جانا چاہیئے۔

ارادوں کی راہیں اسی کیطرف، یہاں یہ احتمال ہوتا ہے کہ خدا کا ذکر تو نہیں۔ ذکر خدا نہیں، خدا خالق ہے، ذکر اس کمال بندگی کا ہے کہ مقصد خلقت بنے، مطلوب الٰہی قرار پائے، کمال بندگی مجرد نہ رہے بلکہ مجسم بن کر آئے اسکا کمال ہر دور اور ہر وقت میں رہے

اسلئے ایک ایسی حقیقت کا وجود ثابت ہے جو اول ہو ہمہ گیر ہو، ہر جگہ ہو، خالق نہ ہو بندہ ہو۔

خالق کو کیا سمجھ سکتے ؟ خالق خیال و گمان سے باہر ہے جہاں تعریف پہونچ سکتی ہے، جہاں فنا کی حد تک وہ منظر ہے منظر نہیں۔ اسلئے سالک ہر دور میں اسکا وجود دیکھتا ہے۔ مطلوب ہوا اور اپنی طرف دنیا کو نہ بلائے یہ ناممکن۔ اگر کوئی مقصد خلقت، کائنات و مطلوب، آدمؑ و عالم ہو تو لازم ہے کہ وہ بلائے اپنی طرف لیکن خود میری طرف نہ آئے۔ ہر دور میں، ہر وقت میں، ہر زمانہ میں آواز دیتا رہے کہ ادھر آؤ ورنہ عقل انسانی ناقص، جذبات قوی، بھٹک جانے کا ہر وقت امکان، اسلئے وحی کی ضرورت ثابت۔ فقط یہ نہیں کہ وحی آئے بلکہ یہ کہ جسپر وحی آئے وہ بلائے۔ کون پکارتا ہے؟ جسکو اذن ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

سراجاً منیرا۔ ہم نے تجھ کو رسول نہیں بھیجا، مگر مبشر و نذیر بنا کر، اللہ کیطرف بلانے والے، تجھ کو بنایا ایک چمکتا ہوا روشن آفتاب۔ کون ہے وہ مقصد اور اسکی طرف دعوت دینے والا اسکے اذن سے ؟ شفاعت کے لئے اذن، اطاعت کے لئے اذن، رسالت کے لئے اذن، دعوت کے لئے اذن۔ کیسے عجیب گفتگو ہے۔ داعی الی اللہ باذنہ۔ کوئی داعی نہیں بن سکتا۔ قرآن کو اسلام مانتا ہے تو پھر اسلام کا ماذون ہونا، اذن پایا ہوا ہونا ثابت، ثابت ہوتی ہے کہ اللہ نے اذن دیا تھا اپنے حبیب کو، اگر اس سلسلہ دعوت کو جاری رکھنا ہے تو سلسلۂ علم کو بھی جاری رہنا ہے، سلسلہ دعوت کا جاری کا ہونا لازم مقصود ہے تو مقصود کا وجود لازم، پکارنے والا لازم تو اذن بھی لازم

اور سلسلۂ اذن بھی لازم، سلسلۂ اذن کا کیا طریقہ ہے؟ میری منزل آگئی ہے۔ مختصر یہ کہ اسلام میں اذن سب سے پہلے کس کو ملا؟ خدا کہتا ہے کہ محمدؐ ابن عبد اللہ کو اذن ملا۔ آیت قرآن تلاوت کر چکا ہوں، داعیاً الی اللہ۔ اذن جو دیا گیا اسی کو دیا جو اسیر۔ خواہشات نفسانی، غلام خواہش بشری نہیں، جو اپنی مرضی و خواہش نہیں رکھتا، ایسے ہی بندہ کو اذن دیا گیا جو اشرف ترین صفات علم کا حامل۔ مرکز کائنات، خود محفوظ، دنیا کی حفاظت کرنے کا دعویٰ کرے، خود معصوم ہو، دوسرے دنیا کو راہ ہدایت بتلائے، صاحب اذن اوّل پیغمبر اسلام۔ اگر سلسلۂ دعوت کو باقی رہنا ہے تو سلسلہ اذن کو باقی رہنا ہے۔ ہم نہیں جانتے ہیں کہ خدا کیسے حکم دیتا ہے۔ ملک کیا فرمان لاتا ہے؟ ہم نے ملک کو مجسّم نہیں دیکھا، مگر ہم نے اس کے آنے کو مان لیا۔ ہم کو کہدیا گیا کہ یہ خواہش نفس سے بات نہیں کرتا اب سلسلۂ اذن کیسے معلوم ہو؟ اسطرح کہ اذن پایا ہوا۔ اگر کسی کو اذن دیدے تو اسی کو کہتے ہیں نص معصوم۔ پھر اذن پانے والا اذن دیدے تو سلسلۂ دعوت بھی باقی اور سلسلۂ اذن بھی۔ یہ ہے نبوت صادقہ کا دوسرا شاہد۔

اسی اذن اور اسی دعوت پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اس منزل فکر پر دعوت حق کو ثابت کرنا ہے، حق کی آواز بلند، داعیاً الی اللّٰہ موجود۔ لیکن پکارنے والا کوئی اور بھی ہے ارشاد باری ہے۔ جب بندگی کی منزل پر آنا تو اس پکارنے والے کیطرف دھیان نہ دینا، پکارنے والا الشیطان۔ خدا چاہتا ہے کہ شیطان کے پنجے سے تم کو بچائے۔ شیطان کو شکایت کس بات کی ہے؟ شکوہ اللہ سے کیا ہے؟ پکارتا کون ہے؟

قدرت پر اعتراض نہیں، بلکہ نگت پر اعتراض نہیں، اس کی عظمت میں شک نہیں۔ اتنی سی بات پر شکوہ کہ اقتدار تو نے اسکو (آدمؑ) کو کیوں دیا؟ عظمت کی قسم کھا کر کہا ہے، یہ کہہ کر چلا ہے کہ اب سب کو بہکا دوں گا۔ لیکن شیطان اپنی حدود سلطنت سے واقف ہے، اپنی قوت کا احساس ہے، کہہ رہا ہے لاغوینھم اجمعین الا عبادک المخلصون.. الخ سب کو بہکا دوں گا لیکن ان کو نہیں جنکی نیتیں خالص ہیں۔ عبادت کے لئے نیت کا اخلاص لازم۔ وہ جانتا تھا کہ خالص بندے اسکے پنجہ میں نہ آئینگے۔ بہکاتا کس واسطے ہے؟ وقال الشیطان..... الخ شیطان کہتا ہے، اللہ نے جو وعدہ کیا وہ سچا اور جو میں نے وعدہ کیا وہ وعدہ جھوٹا ہو چکا۔ ماکان ان اللہ وعدکم والخلق۔ میری سلطنت و اقتدار و حکومت تم پر نہ تھی، میں نے تم کو پکارا، تم نے لبیک کہا، جواب دیا۔ میں کیا کروں؟ آج کے دن مجھے ملامت نہ کرنا اپنے نفسوں پر لعنت کرنا۔ شیطان دامن بچا کے چلا۔ ماننے والے یہ سمجھ رہے تھے کہ آخری دن کسی نہ کسی استدلال سے خود کو بچا لے گا، منطق کچھ کام آجائے گی۔ نار سے خلقت، روز اوّل تو منطق تھی، اس نے دامن بچا لیا، میری خطا ہی کیا تھی، میں نے فقط پکارا تو تمہارے کان بہرے تو نہ تھے، حق بھی تو پکار رہا تھا۔ اگر میں تنہا پکارنے والا ہوتا اور تم چلے آتے تو میں قابل ملامت تھا، میں ذمہ دار تھا، لیکن حق کی آوازیں ہر طرف بلند رہیں۔ عناصر، مرکبات، اجسام، اولیاء، انبیاء، اوصیاء سب کی آوازیں بلند تھیں، مگر تم ایسے بھولے نکلے کہ اتنی آوازوں پر نہیں صرف میری آواز پر

پر لبیک کہا۔ میں قابل ملامت نہیں، آج اپنے نفسوں پر ملامت کرو۔ شیطان بہت جاننے والا ہے، راز ہائے قدرت کو جانتا ہے، عمر بہت بڑی ہے۔ بڑی قدیم مخلوق ہے، فراخ دال قدرت بھی ہے، مگر آتا ہے فقط سلسلہ اقتدار میں، باوجود اس عقل و منطق کے یہ نہیں کہتا کہ خیر و شر تیری طرف سے ہے یہ راستہ نہیں بتلاتا، یہ منطق کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آتی، باوجود ان ساری چیزوں کے جاننے کے وہ تو یہی کہتا ہے، مجھے ملامت نہ کرنا، اپنے نفسوں پر ملامت کرنا، میری کوئی سلطنت نہیں، حدود سلطنت یہ کہ فقط دعوت، ایک طرف یہ پکارہے، ایک طرف داعیؑ الی اللہ باذنہ۔ دونوں میں فرق کیا ہوا؟ وہ اذن سے پکارتا ہے، یہ بغیر اذن کے پکارتا ہے، یاد رکھئے! جو بغیر اذن کے پکارے وہ دعوت نہیں، اپنے نفسوں پر ملامت کرتا ہے کہ ہم گئے کیوں؟ بغیر اذن پکار رہا تھا اور قرآن کہہ رہا ہے کہ داعی الی اللہ۔ پکار رہا تھی اذن کے ساتھ۔ سلسلہ دعوت۔ اذن کو جاری رکھتا ہے، اگر دعوتِ حق مسلسل نہ ہو تو خلق محروم، ہدایت اسلئے کہ دعوت شیطانی مسلسل ہے۔ بے اذن کوئی پکار رہا ہے تسلسل باطل کے مقابل تسلسل حق چاہئے۔ داعی الی اللہ کو چاہئے کہ وہ بھی پکارتا جائے اور سلسلۂ حق کو مسلسل کرتا جائے، اسلئے غدیر خم کے میدان میں تسلسل دعوتِ حق، سلسلۂ اذن، پکارنے والی آواز جاری ہے مسلسل ہے۔ وہاں پکارنے پر دوڑنے والے اپنے آپ پر ملامت کریں گے، یہاں جانے والوں کو ناز ہے مطلوب کیطرف، مقصود کی طرف، سیر صحیح ہے، کمال سفر ہے، اذن حق سے بلا رہا ہے، دعوت حق جاری ہے۔ میں

اپنی منزل پر طوالت کا باعث نہیں ہوں۔ چند باتیں ہیں جن کو کانوں میں رکھنا چاہیے۔ انسان سجدے کرے، عبادت کرے بجا لائے، رات بھر جاگے، دن بھر روزہ رکھے، ساری باتوں کے باوجود اگر شرک کرے تو عمل حبط، باطل، ساری عبادتیں ختم۔ لئن اشرکت لیحبطن عملک۔ قرآن آواز دے رہا ہے، یا ایھا الذین آمنو لا ترفعوا اصواتکم... طرز ادا نبی کی آواز سے آواز اونچی نہ ہو اسلئے کہ داعی الی اللہ باذنہ۔ اسلئے ہر آواز کو تابع آواز نبی ہونا چاہئے۔ منزل اگر ذہن میں ہے تو پھر آسان ہے۔ پکارنے والے مختلف منزلوں سے، مختلف مقام سے آواز بلند کر رہے ہیں کہ آؤ، ادھر آؤ، حق کیطرف آؤ۔ اسکی آواز سے تابع ہو کر جتنی آوازیں بلند ہوں وہ سب حق کیطرف ہونگی، تکرار بے افادیت ہے۔ سورہ الشعراء کی آیتیں بار بار پڑھئے والشعراء یتبعھم الغاون۔ الم تر انھم فی کل واد یھیمون وانھم یقولون ما لا یفعلون۔ الا الذین آمنو و عملوا الصلحت و ذکروا اللہ کثیراً و انتصروا من بعد ما ظلموا۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں

اے رسول! کیا تم نے نہیں دیکھا؟ یہ ہر وادی میں گھومتے پھرتے ہیں، جو کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔ اغیار کی مذمت سن کر مسلمان بہت خوش ہوئے لیکن بدقسمتی قرآن پڑھنے والوں کی یہ کہ یہاں آیت ختم نہیں ہوتی۔ الا الذین آمنو و عملوا الصلحت، لیکن وہ جو صاحبان ایمان ہیں

جنہوں نے عمل صالح کیا اور کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرتے ہیں، جب ان پر ظلم کیا جا چکا تو انہوں نے بدلہ لیا۔ آیت یہاں ختم نہیں ہوتی بلکہ ارشاد ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ ظلم کرنے والے جان لیں گے کہ ان کو کس جگہ لوٹایا جائے گا

مظلوم کی فتح کا اعلان، مظلوم بھی اور فتح بھی؟ انتصار حیات، اعلانِ وجود اپنے آپ کو منوانا، اپنے ہونے کا ثبوت دینا، مظلوم کی نصرت اس طرح کیجئے تو وہ شعر میں کہنے والا ہر وادی میں گھومتا ہے، مظلوم کا انتصار کرتا ہے۔ اعلانِ حیات نے اعلانِ وجود کیا۔ یہ بھی آواز حق جو اذن کیا گیا تھا جاری رہی۔ انتصارِ مظلوم سنہ ۲۶ ہجری تک جاری۔ ادھر سے باطل پکارے، ادھر سے انتصارِ مظلوم پکارے۔ حق دکھائی نہیں دیتا، مظلوم کے پردے میں حق پہچانا جاتا ہے

انتصارِ مظلوم، لازم۔ اسلئے جو آواز فضا میں گونجی تاریخ میں نہ سہی، سماوات میں محفوظ رہے گی، سب کو سنائی دیگی بظاہر یہ کہتے ہیں کہ ہمارے کانوں تک نہیں پہونچی ۔ پہنچانے کے لئے کہ وہ آواز موجود ہے، کسی مظلوم کا انتصار ضروری ہے اور قرآن مجید نے سورۃ الشعراء میں انتصارِ مظلوم کو جملہ شاعری قرار دیا ہے۔ ظلم کرنے والے جان لیں گے کہ ان کو کس کروٹ پلٹایا جائے گا۔ ہر دور میں پکارنے والا اپنے اپنے طریقہ سے پکار رہا ہے، ایک آواز حق ہے جو باطل کے مقابل پکاری جا رہی ہے

اور باطل صرف ایک ہی مرتبہ پکار چکا کہ بیعت کرو، حق آج تک پکار رہا ہے۔ محراب و منبر سے شعر کے پیکر میں،

مسدس، مرثیہ، سلام، نوحہ، رباعی، نظم اور نثر پاروں کی صورت میں یہ پیغام سنایا جا رہا ہے، مطلب یہ کہ باطل کو وزن نہیں۔

انتصارِ مظلوم کیا ہے؟ حسینؑ کائنات پر چھا گئے ذرہ ذرہ میں چمک اٹھے، ارواح میں سما گئے، اجسام میں اتر گئے۔ کربلا والو! تمھاری نشانیاں، تمھاری روحیں تمام ارواح میں رچ گئیں۔ وہ قوت تھی اثر پذیری کی کہ ہر گوشۂ عالم میں نمایاں ہو گئی۔ فن تعلیم ہو کہ تدریس، کلام ہو کہ منطق، فلسفہ ہو کہ حدیث، کسی میں لطف نہیں آتا بغیر ان کے تذکرہ کے۔ عجیب منزل ہے۔ آج بھی کسی مقام پر جب باطل آستین چڑھاتا ہے تو حسینؑ کی قربانی کا تذکرہ کر کے مثالیں دی جاتی ہیں۔ اب تو ہم واقعی قابل ملامت ہیں کہ اس قدر انتصارِ مظلوم کے باوجود باطل کی آواز پر دوڑیں۔ واقعہ کربلا نے ان آوازوں کو مسلسل کر دیا۔ انتصارِ مظلوم جاری ہے آپکے پردے چاک کئے جلے عرض کروں اور دعا کروں۔ مجھے نہیں معلوم کہ ابو طالب کی موت پر کتنے مرثیے کہے گئے۔ واقعۂ کربلا کے بعد ادب میں اتنے الفاظ کا استعمال ہوا کہ شعریت کے بغیر غزل کہنے والوں کو لطف نہیں ملتا جب تک اس واقعہ کا ذکر نہ ہو مثال کے طور پر

چلنے میں نیر جنازے پہ جو آئے مجھے لیکر دفن کی حسرت
قبر تمھاری جیسی مرقد پہ آؤ بیٹھو جسا ہے نہ ٹھہرا

انتصارِ مظلوم ہے، قید خانہ زندان، سجدہ زیر خنجر، شمشیر ستم، کعبۂ محبت، نگاہ محبت، قربان محبت، یہ سارے اصطلاحات ادب کو کہاں سے ملے؟ یہ ہم تمھیں بتاتے ہیں

زیر شمشیر ستم میر تڑپنا کیسا ؟ —
سر بھی تسلیم محبت میں ہلایا نہ گیا

شعر میں یہ کس نے روح پھونک دی، جان ڈالدی؟ باطل تذکرہ، نہ کلام کو نہ تذکرہ کو زور دے گا. لیکن حق کا تذکرہ کلام کو بلند کرتا ہے. شاہی ممانعت کے باوجود فرزدق نے امام زین العابدین علیہ السلام کی شان میں قصیدہ لکھا. یہ بھی ایک شعارِ مظلوم ہے. جوان بیٹے کی میت پر حسینؑ ابن علیؑ کا جانا بھی شعارِ مظلوم. جوان بیٹے کی لاش پر اسطرح بین کرنا.
اے چاند! کیا چھوٹی سی عمر تھی تیری. جسطرح سحر کے وقت سے چمک کر غائب ہو جاتے ہیں، اسی طرح علی اکبرؑ تم میری زندگی میں آکر چلے گئے. یہ بھی انتصار. زینبؑ کا مرثیہ بھائی کی لاش پر، یہ بھی انتصارِ مظلوم ہے. امّ کلثوم کا مرثیہ ثابت ہے. جب قافلہ کو جلا کر لٹ کر مدینہ پہونچا ہے جناب سکینہؑ نے بھی مرثیہ کہا ہے. عابد بیمارؑ نے مرثیہ کہا ہے انا غریب و ذلیل فی دمشق ..... الخ. امام زین العابدین علیہ السلام کے شعر انتصارِ مظلوم ہے. یہ دعوت حق ہے. جو مرثیوں کے سلسلے، شعر و سخن کے ذریعہ سے برابر عوام تک پہونچ رہی ہے. کل کے دن کوئی نہ کہے کہ ہم نے نہیں سنا.
محرم کا زمانہ تھا. خراسان کی سرزمین تھی. دعبل خدمت امامؑ میں حاضر تھے. دعبل نے مرثیہ کہا جس شان سے مرثیہ کہا ہے امامؑ ہی جانتے ہیں. آ فاطمۃ ..... بشط فرات غریب کہا گیا. امامؑ کے سامنے. امامؑ نے بھی ایک شعر کا اضافہ کیا. اے فاطمہ! دیکھو آسمان کے تارے زمین پر بکھر گئے یہ انتصارِ مظلوم. میرا پیغام یہی ہے. اس آواز کو باقی رکھو

بزم حسینؑ میں جو کچھ کہا جاتا ہے اسکو سمجھنے کی کوشش کرو اسی میں حیات ہے، اسی میں زندگی ہے. کہیں کسی اور جگہ یہ درد نہیں ملے گا. تقریر کا آخری جملہ. جب قافلہ لٹ کر مدینہ آیا. بشیر کہتا ہے کہ میں نے جب شہزادی ام کلثوم کی آواز سنی تو فرما رہی تھیں.
مدینہ جدنا ..... مدینہ بڑی حسرتوں کے ساتھ ہم آئے ہیں. جب چلے تھے ہماری گودیاں بھری ہوئی تھیں اب واپس ہوئے ہیں تو ہماری گودیاں خالی ہیں.

مجلس عزائے ثانی زہراؑ

مرکزی کمیٹی سیدۃ الزہراؑ کی جانب سے ۱۴ صفر کو رات کے ۸½ بجے فخر قوم نواب عنایت جنگ بہادر کے حسینیہ میں مجلس عزا برپا تھی. اس مجلس کو پاکستان کے جوان سال ذاکر مولوی سید عباس حیدر صاحب بی اے نے مخاطب کیا. بیان اچھا اور مجلس کامیاب رہی اہل مجلس میں سے جن لوگوں نے علامہ رشید ترابی کی مجلس آج سے ۲۵ سال پیشتر سنی تھی ان کا کہنا یہ تھا کہ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ علامہ رشید ترابی بیان فرما رہے ہیں. مولوی سید عباس حیدر صاحب، مولوی سید حسن صاحب زیدی فرزند ڈاکٹر میر احمد علی صاحب زیدی کے داماد اور مرحوم آقائی شیخ سعادت علی کے نواسے داماد ہیں. اس لحاظ سے مولوی سید عباس حیدر صاحب، سید الشعراء نواب شمیم یار جنگ بہادر اور مولوی مرزا ہمایون علی بیگ صاحب کے قریبی عزیز ہوتے ہیں.

قطعہ

نام و نشانِ عشق مٹا ہے جہاں سے آج || قشقہ کا نام رہ گیا یادِ بتاں سے آج
زاہد بھی اور رند بھی عیدِ غدیر میں || بدمست ہو گئے ہیں مئے ارغواں سے آج

(آمدہ از نذری، نا)

شہادتِ عظمیٰ کا واقعاتی پس منظر!

از جناب ساجد رضوی صاحب!

واقعۂ شہادت امام حسین علیہ السلام کو تیرہ سو برس گذر چکے مگر یہ واقعہ اپنے ہمہ گیر اثرات اور عالمگیر تاثرات کی بنا پر آج بھی اتنا ہی نتیجہ خیز، بصیرت افروز اور حیات پرور ہے جتنا آج سے تیرہ صدیاں پہلے یعنی سنہ ۶۱ھ میں تھا۔

حسینؑ ابن علیؑ کا غم بلا قید زمان و مکان جذبۂ فطرت کی ایک مقدس ترین امانت ہے، شعور انسانی کے لئے ایک مایۂ ناز اور قابل فخر سرمایہ ہے۔ متمدن اقوام عالم کی زندگی کا اعلیٰ نصب العین ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حسینؑ ایک ایسے ضابطۂ حیات اور دستور زندگی کا نام ہے جس کو اپنا کر قومیں انسانی ارتقا کے معراج کو پا سکتی ہیں۔

دنیا کی تاریخ اور انسانی مشاہدہ آج اس بات کا گواہ ہے کہ کسی بھی مرنے والے سے ہمدردی محض اسکے ذاتی کارناموں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ مثلاً کسی مرنے والے کے خدمات اس کے گھر کی چار دیواری تک محدود ہوتے ہیں تو اس کا غم بھی اسی چار دیواری کی حد تک محدود ہوتا ہے۔ کوئی مرنے والا اپنے قبیلہ یا شہر کا محسن ہوتا ہے تو اس کا سوگ بھی اسی لحاظ سے اس کے خاندان، قبیلے یا پھر اس کے شہر کی حد تک منایا جاتا ہے۔ کوئی مرنے والا کسی ایک ملک کا رہبر ہوتا ہے تو اس کی خبر موت سنکر نتیجتاً پورا ملک بلا کسی پس و پیش کے غمگین اور سوگوار ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی مرنے والا تمام بنی نوع انسان کا بہی خواہ ہو اور ہر ذی حیات کا سچا ہمدرد اور خیر خواہ ہو تو لازماً فطری طور پر کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے غم میں اشک افشاں و چاک گریبان ہو جائے گا۔ تمام نوع انسانی اس کی خبر شہادت سنکر غمگین اور سوگوار ہو جائے گی۔ ہر ذی حیات اور ہر باشعور اپنے اس محسن اعظم کا غم منائے گا۔ اگر کوئی جماعت یا قوم اس کے برعکس عمل پیرا ہو تو اسی جماعت یا اس قوم کے اس عمل کو قانون فطرت کے خلاف سمجھا جائیگا قانون فطرت سے بغاوت اور اختلاف کو دنیا کے ہر دین ہر مذہب اور ہر ملت نے ناقابل معافی گناہ قرار دیا ہے۔

حسینؑ کسی خاص جماعت یا کسی خاص نکرد نظر رکھنے والے طبقہ کی ملک نہیں۔ وہ کائنات کے ہادی و رہبر ہیں۔ انسانیت کے محسن ہیں اور امام المشارق والمغارب ہیں۔ انہوں نے ہر دور اور ہر زمانہ کے لئے بلا تخصیص مذہب و ملت اور بلا تفریق رنگ و نسل کچھ ایسے حقیقت افروز، حریت پسند، حیات آفریں، آسان اور واضح ترین عملی نمونے پیش کئے کہ جب تک دنیا میں انسان باقی رہے گا حسینؑ کی یاد اور ان کے زریں کارنامے باقی رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ حسینؑ سے دنیا کی ہر قوم کو فطری طور پر ہمدردی اور خاص دلی عقیدت ہے اور انہیں کی پاکیزہ سیرت کی روشنی میں قوموں کے کردار سے اور مستقبل محفوظ ہوئے۔

حسینؑ کے درد میں ہر حساس کا دل تڑپتا ہے اور ساری دنیا اُن کے غم سے متاثر ہے اگر ہم شہادت حسینیؑ کے روحانی، اخلاقی، سماجی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی اور ادبی پہلوؤں اور گوشوں پر بلا تعصب سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر کریں تو ہم بآسانی اس حقیقت افروز نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ حسینؑ روز عاشور میدان کربلا میں تین دن کی بھوک اور پیاس کے عالم میں نہ صرف منصب رسالت و امامت کی نمائندگی کر رہے تھے بلکہ اسلامی اصول و قوانین قرآنی حقایق و بصائر اور احکام الٰہی کے تحفظ کے ساتھ ساتھ گم کردہ راہ انسانوں کو راہ حق و صداقت پر لانے کے لئے اپنے جگر کے خون سے جگہ جگہ نشان منزل بنا رہے تھے۔

اعلائے کلمۃ الحق کے لئے آپ نے باطل کی طاقت کے سامنے اپنا سر نہیں جھکایا۔ بلکہ مسکراتے ہوئے مردانہ وار اپنی اور اپنے گروہ کے پاکوں کی قربانیاں بارگاہِ احدیت میں پیش کر کے دین فطرت یعنی اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بچا لیا۔ وہ اسلام جو ساری دنیا کے لئے ایک مکمل پیام امن و سلامتی بھی ہے اور دین فطرت بھی۔ وہ اسلام جس نے انسانیت کو انسانوں سے روشناس کرایا دوسرے الفاظ میں تو این الہیہ کے

مجموعہ کا نام حسینؑ ہے۔

آج حسینؑ ہم میں نہیں ہیں مگر اُن کے عملی اقدامات ہمارے لئے مشعل راہ بنے ہوئے ہیں اور اُن کے بلندپایہ اخلاقی کارنامے قدم قدم پر آج بھی ہماری رہبری اور رہنمائی کر رہے ہیں۔ یہی فلسفۂ شہادت ہے اور اسی لئے ہم "حیات الشہدا" کے قائل ہیں۔ یہی قرآنی دعویٰ بھی ہے اور ہمارا ایمانی عقیدہ بھی۔

باطل اکثریت کے مقابل شہنشاہِ اقلیت حسینؑ ابن علیؑ نے ۶۱ھ میں کربلا کے میدان میں پرچم حق کو بلند کرکے اپنے نانا محمد مصطفےٰؐ کے دین کو بچا لیا۔ اور اپنے بھرے گھر کو لٹا کر، سروتن کی بازی لگا کر ساری دنیا کو دکھا دیا کہ ایسی عظیم الشان قربانی ابتدائے آفرینش سے آج تک نہ کبھی پیش ہوئی ہے نہ آیندہ کبھی پیش ہوگی۔

"حسینؑ نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی۔" اور عنوان جہاد بدل کر ظلم کا جواب مظلومی سے اور تشدد کا جواب عدم تشدد سے دے کر سرمدی فتح حاصل کرلی۔ دنیا کی نگاہوں نے دیکھ لیا کہ تشدد کو شکست فاش ہوئی اور عدم تشدد کو فتح و نصرت ملوکیت کی طاقتیں قابل نفرین قرار پائیں۔ حسینؑ اور حسینؑ کا الٰہی پیغام آج بھی عالم انسانیت کے لئے طرۂ امتیاز اور منارۂ نور ہے اور رہے گا۔

حسینؑ کے پیام "عدم تشدد" میں انسانی زندگی کے جملہ مسائل کا حل موجود ہے بشرطیکہ آدمی غور و فکر اور تفکر و تدبر سے کام لے۔

تھامس۔ جے مارشل۔

صدارتی انتخاب

ڈاکٹر ولسا فرری چانگ لی ہو (ہوائی) سے ایک ڈینیل سرجن ہیں۔ مسز ڈانس سی ہیلز لوکن (کنساس) کی ایک گرہستی خاتون ہیں۔ والڈ ایم۔ سمتھ سپر نگفیلڈ کے ایک ریٹائرڈ سیلز مین ہیں۔ جغرافیائی لحاظ سے اُن کے گھر ایک دوسرے سے ۰ ہزار میل دور ہیں۔ پیشے کے لحاظ سے بھی یہ اتنے ہی دُور ہیں۔ اُن کا آپس میں کبھی میل نہیں ہوا ہے اور غالباً ہوگا بھی نہیں۔ لیکن آج یہ ان ۳۱ سو سے زائد ڈیلی گیٹوں میں شامل ہیں جو شکاگو میں ری پبلکن کنونشن میں شرکت کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے اپنے علاقے کے لوگوں کے نمائندوں کی حیثیت سے وہاں بھیجے گئے ہیں تاکہ اس شخص کو نامزد کریں جس کے متعلق انہیں امریکہ کا نیا صدر بننے کی امید ہو۔ یہ ایک بھاری ذمہ داری ہے (اور ہر شخص اس میں اپنی عزت افزائی سمجھتا ہے) ان کی یہ ذمہ داری کئی مہینے پہلے سے شروع تھی۔ جب انہیں اپنی اپنی ریاستوں میں ضلع کنونشنوں کے لئے اور وہاں سے پھر نیشنل کنونشنوں کے لئے چُنا گیا تھا۔ شکاگو کے نیشنل کنونشن میں امیدوار صدارت کو نامزد کرنے کے بعد کنونشن برخاست ہو جب ختم ہوگا تو بھی ان کی یہ ذمہ داری ختم نہیں ہوگی بلکہ حقیقی معنوں میں ان میں سے ہر ایک کی ذمہ داری بڑھ جائے گی اور انہیں اپنے اپنے ضلعوں میں اپنی اپنی پارٹی کے امیدوار کے حق میں پوری سرگرمی سے انتخابی مہم چلانی پڑے گی۔ ڈاکٹر چانگ (ڈینیل سرجن) چینی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ اور اس بات میں پختہ یقین رکھتے ہیں کہ گورنمنٹ کا انتخاب ہر شخص کے فرائض میں داخل ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ہوائی کے علاقوں میں پچھلے چالیس برس سے ریاستی سیاسیات میں حصہ لے رہے ہیں۔ ڈاکٹر چانگ کا کہنا ہے کہ اصلی سرزمین سے کوئی ایک سو میل دُور ہوائی جزیرے میں بھی لوگوں کو یہ احساس ہے کہ آیندہ چار برس کیلئے ان کی حکومت کس طرح کی ہوگی۔ چونکہ میں یہاں ہوائی میں اپنے ضلع کی ری پبلکن پارٹی کے نمائندے کی حیثیت سے آیا ہوں میرا کام یہ ہے کہ بہترین امیدوار کو ٹکٹ دیا جائے۔ ہوائی سے ۱۲ نمائندے آئے ہوئے ہیں اور اگرچہ ہم کسی خاص نمائندے سے وابستہ نہیں تاہم ہم میں سے اکثریت مسٹر نکسن کی حمایت کریگی۔ ہوائی امریکہ کی تازہ ترین ریاست ہے اور ڈاکٹر چانگ اس بات پر بڑا فخر محسوس کر رہے ہیں کہ انہیں بھی ڈیلی گیٹ چُنے جانے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ مسز ہیلز کنساس ریاست کے چھوٹے ضلع سے کنونشن کے لئے پچھلے مارچ میں نمائندہ منتخب ہوئی تھیں۔ ان کے لئے یہ ایک بھاری عزت اور حیرت کی بات تھی۔ مسز ہیلز نے کہا کہ ہمارے ضلع لیڈروں کو معلوم تھا کہ میں سیاسیات میں مدت سے دلچسپی لیتی ہوں لیکن یہ توقع نہیں تھی کہ مجھے ڈیلی گیٹ چُنا جائے گا۔ اگرچہ مسز ہیلز اپنے کالج کے دنوں سے یعنی آج سے بیس برس پہلے سے سیاست میں حصہ لیتی آئی ہیں تاہم یہ پہلا موقعہ ہے جب انہیں ڈیلی گیٹ منتخب کیا گیا ہے۔ مسز ہیلز ایک بیٹے کی ماں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہر ایک امریکی ماں بلکہ ہر ایک شہری پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ انہیں بہترین حکومت حاصل ہو اور بہترین اشخاص اسے چلاتے ہوں۔ میں بھی اس کام میں اپنی استطاعت کے مطابق حصہ لوں گی۔" مسز موصوف نے بتایا کہ کنساس سے ۲۲ ڈیلی گیٹ منتخب ہوئے ہیں۔ ان پر یہ پابندی نہیں کہ وہ

قطعہ

این عیش و مسرت کہ برآ ہمہ عید است | این شکلِ حسین نیز نگر تو بہ دید است
اعلان کند فصلِ بہاران بہ عنادِل | (خوب) در دامنِ گلچین بہ چمن گل ہمہ چید است

([illegible])

صرف کسی خاص امیدوار کے حق میں ووٹ دیں۔ لیکن ہم میں سے اکثر نائب صدر نکسن ہی کو ووٹ دیں گے۔ حالانکہ دوسرے امیدواروں کے متعلق بھی دلچسپی پائی جاتی ہے۔ نائب صدر کی نامزدگی کے سلسلے میں ڈیلی گیٹوں میں مختلف خیالات پائے جاتے ہیں۔ لیکن اکثریت کا خیال ہے کہ نامزد امیدوار صدارت ہی کو اپنا ساتھی منتخب کرنے کی اجازت دی جانی چاہئے۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ کنونشن کے بعد آپ کیا کریں گی تو آپ نے کہا کہ جدوجہد کا آغاز اب ہوگا۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا کروں گی تاکہ آئندہ جنوری میں ہمارے ٹکٹ پر چنے جانے والا شخص ہی واشنگٹن میں صدارت کی کرسی سنبھالے"

سیلز میں : الزسمتھ اپنی ریاست کی ری پبلکن پارٹی کی طرف سے پچھلے موسم بہار میں ڈیلی گیٹ چنے گئے تھے وہ سیاسیات سے ہمیشہ دلچسپی لیتے رہے ہیں۔ پچھلے چند برسوں سے اس میدان میں زیادہ سرگرمی دکھانے لگے ہیں۔ اور نیشنل کنونشن میں پہلی بار شامل ہو رہے ہیں۔ مسٹر سمتھ کا اظہار ہے کہ امیدوار صدارت کو نامزد کرنے میں مدد دینا بڑی عزت ہے بہترین امیدوار کو نامزد کریں گے۔ ہم اس بات کی بھی ہمت کئے ہوئے ہیں کہ نومبر کے انتخاب میں اسے کامیابی حاصل ہو۔ ورماؤنٹ سے ہمارے جو ڈیلی گیٹ آئے ہیں انہیں اگرچہ کوئی ہدایت نہیں دی گئی ہے تاہم ہم مسٹر نکسن کے حق میں ووٹ دیں گے جو بہترین شخص ہیں"۔ ڈیلی گیشن کے ارکین جب سے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ نیویارک کے گورنر راک فیلر اور مسٹر نکسن دونوں کے حامی ان پر زور دے رہے ہیں۔ کہ وہ ان کے حق میں ووٹ دیں۔ ایک اور گروپ اگرچہ چھوٹا سا ہے لیکن وہ بھی موثر آواز رکھتا ہے یہ گروپ کوشش کر رہا ہے کہ ڈیلی گیٹ سینیٹر بیری گولڈ واٹر کے حق میں اگر صدارت کے لئے نہیں تو نائب صدارت کے لئے ووٹ دیں۔ اس جوش و خروش کے پس پردہ قابل اور ہوشیار مغز بڑی سنجیدگی سے اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جس کے لئے انہیں منتخب کیا گیا ہے۔ ری پبلکن پارٹی کے لئے اس کنونشن کی ایک خاص اہمیت ہے جس سے ہر ایک ڈیلی گیٹ آگاہ ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں آج سے ایک سو برس پیشتر ری پبلکن پارٹی کے اولین کامیاب امیدوار ابراہم لنکن امریکہ کے صدر چنے گئے تھے۔

قطعہ

این مژدہ جاوید بگوشے خبر آورد ‖ این بوئے چمن گفت صبا ہم سحر آورد
در موسم گلہا کہ عنادل ہمہ شادان ‖ این برگ دگر بار نگر تو شجر آورد

(آمدہ از نذر باغ)

دربار حسینی کی ایک مجلس

دربار حسینی میں ہر روز رات کے آٹھ بجے مجلس عزائے سیدالشہداؑ منجانب ایرانیان مقیم حیدر آباد و سکندر آباد برپا ہے۔ ایران زدوس نث ن کے جوان سال عالم اشرف العلماء آقای سید عبدالرضا مشکوانی مجلس کو مخاطب فرما رہے ہیں۔

ایرانیان مقیم حیدر آباد و سکندر آباد کے علاوہ مومنین حیدر آباد بھی آپ کا بیان سننے مجلس میں شریک ہو رہے ہیں عالم نہامہ مولوی سید عباس حسین صاحب قبلہ، آقای سید اسد اللہ رشتی سید ابو اعظین آقای سید شاہ عباس منصوی آل یسین، مولوی سید تقی حسن صاحب دقی اور کیپٹن سید محمد علی زیدی معتمد اسٹیٹ شیعہ کانفرنس پابندی کے ساتھ شریک مجلس ہو رہے ہیں۔ آقای مشکوانی پیغمبر آخر الزماں کے حالات زندگی نہایت شرح و بسط کے ساتھ سلیس اور عام فہم فارسی زبان میں بیان فرما رہے ہیں۔ مصائب سیدالشہداؑ بیان کرنے کا انداز خاص ہے موصوف کا بیان سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ حیدر آباد میں چند روز اور مقیم ہیں۔ مدینہ بلڈنگ کی تیسری منزل پر آپ کا قیام ہے آپ ممتاز ایرانی صاحب خیر تاجر آقای حسین ضابطین کی مہمان نوازی کی دھوم حیدر آباد کے باہر پہنچ چکی ہے کے مہمان ہیں۔

ملیکۃ العرب

آپ کا نام نامی خدیجہ تھا آپ خویلد کی بیٹی تھیں آپ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰؐ کی سب سے چہیتی اور پہلی زوجہ تھیں۔ جناب رسولؐ خدا نے آپ کی زندگی میں کوئی دوسرا عقد نہیں فرمایا۔ آپ پہلی عورت تھیں جو جناب رسولؐ خدا پر ایمان لائیں۔ رسولؐ خدا ہمیشہ آپ کی ذات ستودہ صفات پر فخر و مباہات کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔

"خدیجہ اس وقت جب سب لوگ مجھکو جھوٹا کہکر پکارتے تھے مجھ پر ایمان لائیں اور جبکہ سب نے ترک موالات کی انہوں نے اپنا مال میرے اوپر فدا کیا"

آپ ملیکۃ العرب کے لقب سے مشہور تھیں۔ تمام رؤسا عرب اور اشراف حجاز آپ کو اپنے حبالۂ عقد میں لانے کے خواہشمند تھے آپ نے سارے پیغامات کو رد کر دیا۔ یہ حقیقت پر مبنی نہیں کہ آپ ہمارے پیغمبر (محمد مصطفیٰؐ) کے عقد میں بعالم بیوگی آئیں آپ کے متعلق یہ کہنا کہ آپ بیوہ تھیں اور رسول اکرمؐ سے پہلے کئی شوہروں کے عقد میں آ چکی تھیں ایک بہت بڑی زیادتی ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ نے دوشیزگی کی حالت میں عرب کے غیر معروف اور غیر ممتاز اشخاص سے تو عقد کر لیا مگر بیوہ ہونے پر اتنی بلند ہو گئیں کہ شیوخ عرب اور اشراف قریش کے پیغامات قبول کرنا تو بڑی بات ان کی خواستگاری کو بھی در خور اعتنا نہ سمجھیں۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ آنحضرتؐ سے نکاح کے وقت جناب خدیجہؑ "دوشیزہ" تھیں آپ سے پہلے آپ نے کسی سے بھی عقد نہیں فرمایا سب پیغامات ٹھکراتی رہیں نہ صرف حجاز بلکہ تمام جزیرۃ العرب میں سوائے آنحضرتؐ کے کوئی ایسا نہ تھا جو آپ کے شوہر بننے کی اہلیت رکھتا ہو آپکی نظر انتخاب نے آنحضرتؐ کا انتخاب فرمایا البتہ آپ کا سن مبارک کچھ زیادہ ہو گیا تھا۔ آنحضرتؐ کی زوجہ بننے کے بعد آپ نہ صرف ملیکۃ العرب ہی رہیں بلکہ سیدۃ النساء العالمین ہو گئیں۔ شیخ ابو جعفر کی کتاب التلخیص، سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کی کتاب الشافی، ابن شہر آشوب مازندرانی کی کتاب المناقب شیخ مفید کے سرویہ، محمد بن عبد الرحمان اصفہانی کی کتاب البدیع، ابو القاسم کوفی کی کتاب الاستغاثہ اور عماد الدین حسن الطبرسی کی الکامل البہائی اس خصوص میں قابل ملاحظہ ہیں۔ صاحبان مذکور کی تحقیق ہے کہ جناب خدیجہ رسول اللہؐ کے عقد کے وقت "دوشیزہ" تھیں۔ آپ کی اکلوتی صاحبزادی جناب فاطمہ زہراؑ صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا تھیں۔



گلشن اطفال

امام علی رضا علیہ السلام

(از سیدہ طاہرہ بیگم)

آپ کا اسم مبارک "علی"، آپ کی کنیت شریف ابوالحسن۔ ابوالعلی، آپ کا لقب مظہر رضا، فی منقل رتبی، وفی ہے۔ آپ کے والد بزرگوار امام موسی کاظمؑ اور آپ کی والدہ اُم البنین ہیں۔ آپ ۱۱ ذیقعدہ ۱۵۳ھ روز جمعہ مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے ولادت کے زمانہ میں منصور دوانقی بادشاہ تھا۔ آپ کی بیوی مامون کی بیٹی اُم حبیبہ تھیں۔ آپ کے فرزند امام محمد تقی علیہ السلام ہیں۔ آپ نے ۵۵ سال کی عمر میں شہادت پائی بیس سال اور ۴ مہینے آپ نے امامت کی۔ ۱۷ صفر ۲۰۳ھ کو آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ مامون بن ہارون الرشید نے آپ کو زہر دغا سے شہید کیا۔ مشہد مقدس میں آپ کا مزار پاک ہے جو مرجع خاص و عام ہے۔
فی الحقیقت کہ

یک طواف مرقد سلطان علی موسی رضا
ہشت ہزار و ہشت صد و ہشتاد حج اکبر است

زرین اقوال

نوشتہ مقدر کو کوئی مٹا نہیں سکتا کہ وہ آخر ظاہر ہو کر رہتا ہے اس کا کیا علاج؟ (سرکار حق آگاہ)

رباعی

اللہ تعالے کے ولی ہیں شبیرؑ
فرزند نبیؐ جان علیؑ ہیں شبیرؑ
آدمؑ سے بھی پہلے تھے خلیفہ حق کے
واللہ امام ازلی ہیں شبیرؑ

(سید صمصام شیرازی)

اُلٹی منطق

از مولوی مرزا عصمت اللہ بیگ صاحب مرحوم

مولوی مرزا عصمت اللہ بیگ صاحب عصمت بڑے خوبیوں کے انسان تھے۔ مزاح سے خاص لگاؤ تھا۔ مزے مزے کی باتیں کرتے تھے زبان ٹکسالی تھی۔ گھنٹوں سننے کو جی چاہتا تھا۔ دہلی کے رہنے والے تھے حیدر آباد میں آباد ہو گئے تھے۔ اردو ادب میں ایک خاص مقام کے حامل تھے۔ مرحوم نہ صرف مزاحیہ نگار تھے بلکہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ مرحوم کا ظریفانہ کلام سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ فارسی سے بھی آپ کو دلچسپی تھی آرٹ میں بھی اچھا دخل رکھتے تھے۔ ۱۹۳۲ء سے ہماری مرحوم سے دوستی تھی۔ گھنٹوں مرحوم ہمارے مطبع میں گزارتے تھے مرحوم چونکہ خود ایک بلند پایہ طنز نگار اور مزاح نویس تھے اس لئے وہ ہمارے روحانی ریڈیو کے لٹریچر کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے تھے۔

مرزا فکر حیدر آبادی آپ کے فرزند ارجمند ہیں آپ نے اپنے والد مرحوم کا مزاحیہ کلام شیراز کے لئے بھیجنے کا ہم سے وعدہ کیا مگر ایک عرصہ سے بھیجوں نہ بھیجوں کی فکر میں ہیں خدا انہیں اس فکر سے نجات دے۔

(سید محمد مقام شیرازی)

ایک منطقی شام کے وقت گردن جھکائے اپنے خیالوں میں ڈوبا ہوا کچھ سوچتا چلا جا رہا تھا۔ سامنے ایک گہرا گڑھا تھا۔ پاؤں پھسلا اور اڑڑ دھم کر کے سر کے بل گرا۔ اور تہ میں جا لگا۔ اس کے باپ نے جب سنا تو بھاگتا بھاگتا۔ ہانپتا کانپتا گڑھے پر آیا اور آواز پر آواز لگانے لگا کہ چلو بیٹا نکلو اب کب تک کنوئیں میں پڑے رہو گے۔ مگر صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے میں۔ وہ تو اپنے خیالات میں غرق تھا اور تہ میں لٹکا ہوا اپنے اس (چاہ نشین) قلا بازی کھا جانے کے اسباب پر غور [illegible]

گرنے کے وجوہ اپنی زبان میں اس طرح بڑبڑا بڑبڑا کر ادا کر رہا ہے۔

"حرکتِ مرکزی نے سطحی دباؤ ڈال کر ہم سے
ہماری محور میں باہمی تناقض اور عارضی
انحراف پیدا کر دیا۔ اس سے قانون جاذبہ
کے تحت جس کو نیوٹن ثابت کر چکا ہے توازن
میں عمل انفراق و اتصال پیدا ہو گیا جس نے
تحت کی جانب ہمیں اتنا کھینچا کہ اس جمودی
مقام سے جسے کہ گڑھے کی تلینڈی کہتے ہیں
مزاحمت عمل میں آئی اور ہمارے سر کا تصادم
ہو گیا۔"

باپ سے اس کی یہ بحرانی کیفیت نہیں دیکھی گئی۔ وہ فوراً لپک کر ایک بڑی سی رسی لایا اور اُسے گڑھے میں ڈالکر سمجھانے لگا کہ بیٹا ہوش میں آ۔ جو ہوا سو ہوا اب اسے بھول جا اور اس کا سرا مضبوط پکڑ لے میں ابھی کھینچے اوپر کھینچ لیتا ہوں۔ منطقی لڑکے نے پوچھا کہ باوا جان! رسی کسے کہتے ہیں؟ باپ نے جواب دیا کہ بیٹا رسی وہ چیز ہے کہ کوئی گڑھے میں گرے اور خود نہ نکل سکے تو وہ اس کا سرا پکڑ کر اوپر آ جاتا ہے۔

منطقی بیٹے نے اسی طرح سر کے بل ٹکے ہوئے کہا کہ آپ کوئی ایسی میکانی تجویز بروئے کار کیوں نہیں لاتے جس کی برقی قوت یا متحرک چرخیوں کے نظام سے میں خود بخود باہر آ جاتا اور رسی کا سرا پکڑنے کی مصیبت سے بچ جاتا باپ نے جواب دیا کہ بیٹا! تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ ان چیزوں کے فراہم کرنے میں وقت اور روپیہ درکار ہے۔

منطقی بیٹے نے کہا کہ پہلے تو یہ بتائیے کہ وقت کے کیا معنے ہیں؟

باپ نے جواب دیا کہ وقت تو ایک ایسی نعمت ہے کہ جس کو میں تم جیسے بے کاروں پر صرف کرنا نہیں چاہتا اب برقی قوت کی فراہمی اور متحرک چرخیوں کی تیاری تک تم مزے سے یہیں پڑے رہو۔ اس لئے تم جیسے منطقیوں کے لئے اس سے بہتر اور کوئی مقام نہیں ہو سکتا۔ یہ کہہ کر باپ تو رفو چکر ہوا اور منطقی بیٹا گڑھے کی تہ میں اسی فکر میں پڑا رہا کہ گرنے کا کیا سبب ہے!!

منجانب انجمن مالکان ہوٹل و شیرنی فروشان حیدرآباد

واقعہ ۶ اگست سنہ ۱۹۶۰ء

جمیع مالکانِ ہوٹل و شیرنی و بیکریز و بسکٹ ورکس حیدرآباد

ذریعہ ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ محکمۂ بلدیہ سے متعلقہ ادارہ جات شریک انجمن ہذا کو جسقدر شکایات ہوں اسکے انسداد کیلئے سید احمد مہدی صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی ایڈوکیٹ کے انجمن ہذا مستقلانہ طور پر خدمات حاصل کی ہے چنانچہ بلدیہ میں کام جاری ہے مندرجہ یادداشت شکایات کے منجملہ بلدیہ سے فی الحال پیشہ ورانہ ٹیکس سے متعلق خواہش کی ہے کہ ایسے تجار جن کے علحدہ علحدہ جگہوں میں کاروبار ہیں یا ایک سے زاید کاروبار میں حصہ داریاں ہیں اونکا مواد مطلوب ہے اس صراحت و ثبوت کے ساتھ کہ انکی ماہانہ مجموعی آمدنی کیا ہے اگر کوئی انکم ٹیکس یا سیلس ٹیکس کا سالانہ ریکارڈ رکھا ہے تو وہ اسکے ذریعہ اپنے ماہانہ آمدنی کا تعین بخوبی کراسکتا ہے۔ اور اس خصوص میں بلدیہ میں ایک ہفتہ میں رجوع ہونے کی مدت دیگئی ہے جو بہت کم ہے تاہم اس سلسلہ میں توسیع مدت کے واسطے بلدیہ کو علحدہ تحریک کی گئی ہے۔

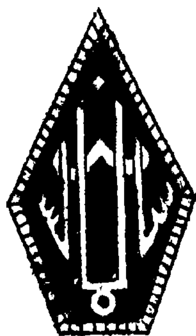
پیشہ ورانہ ٹیکس کا مجددہ منظورہ جدول یہہ ہے۔

ماہانہ آمدنی	محصول سالانہ	محصول ششماہی
۱۰۰ تا ۲۰۰ روپیہ	۶ روپیہ	۳ روپیہ
۲۰۱ تا ۳۰۰ "	۱۲ "	۶ "
۳۰۱ تا ۵۰۰ "	۱۸ "	۹ "
۵۰۱ تا ۸۰۰ "	۳۶ "	۱۸ "
۸۰۱ تا ۱۰۰۰ "	۷۴ "	۳۷ "
۱۰۰۱ تا ۱۵۰۰ "	۱۰۰ "	۵۰ "
۱۵۰۱ تا ۲۰۰۰ "	۱۵۰ "	۷۵ "
۲۰۰۱ تا ۲۵۰۰ "	۲۰۰ "	۱۰۰ "
۲۵۰۱ تا ...	۲۵۰ "	۱۲۵ "

انکے دیکھنے سے ہر ممبر انجمن ہذا بخوبی معلوم کر سکیگا کہ اسپر ملی نا آمدنی موجودہ محصول پیشہ عاید بھی ہو سکتا ہے یا نہیں کیونکہ سو روپیہ سے کم آمدنی پر محصول پیشہ عاید ہی نہیں ہوتا اور اگر کسی پر عاید ہوتا بھی ہے تو زاید تو حاصل نہیں کیا جارہا ہے یا حسب قلمدر آمد سابقہ تو وصول نہیں کیا جارہا ہے اگر کسی پر موجودہ اصول کے تحت عاید نہیں ہوتا یا اگر ہو بھی سکتا ہے تو بہت خفیف مگر اسکو نظر انداز کرکے سابقہ ہی تو وصول نہیں کیا جارہا ہے پس اس خصوص میں اگر کسی ممبر انجمن کو کوئی دقت واقع ہو یا کچھ استفسار کرنا ہو یا کسی قسم کے تعاون و رعایت کی ضرورت ہے تو وہ باوقات دفتر انجمن ہذا کے دفتر میں رجوع ہو کر رہبری و ہدایات حاصل کرسکتے ہیں۔ اور انجمن مناسب قرار دے گی تو وکالت کا بھی انتظام کریگی۔

سید محمد حامد زیدی جنرل سکرٹری

سرورِ کائنات مفخرِ موجودات حضرت محمد مصطفےٰ



۲۸ ر صفر المظفر شام کے (۶) بجے
بشریعت کردہ مولوی سید عبداللہ صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہٗ
واقع کوچہ ایرانی مجلس عزاء مقرر ہے
امیدوار سرفرازی
سید حسن پاشاہ

اسٹیٹ شیعہ کانفرنس

کانفرنس کا ایک ہنگامی اجلاس نواب سید حسن پاشاہ صاحب صدر اسٹیٹ شیعہ کانفرنس کے دولتکدہ پر ۷ر اگسٹ کو صبح کے ۱۰ بجے منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت نواب صاحب نے فرمائی۔ جلسہ کا آغاز عمدۃ الواعظین آقای سید شاہ عباس منصوری آل یٰسین کی قرأت سے ہوا۔ اس جلسہ میں ہندوستان کے مجتہد اعظم عمدۃ العلماء مولوی سید کلب حسین صاحب قبلہ لکھنوی، حضرت آقای سید اسداللہ رشتی، مولوی سید اصغر حسن صاحب قبلہ نجفی امام الجمعۃ والجماعت مسجد جعفری، مولوی آقا شیخ ابوالقاسم خراسانی، مولوی سید تقی حسن صاحب وفا معتمد ادارہ جعفریہ، نواب میر طاہر علی خان صاحب نائب صدر آل انڈیا شیعہ کانفرنس، مولوی سید باقر حسین صاحب ایڈوکیٹ، پروفیسر ڈاکٹر میر حسن علی، مولوی سید صادق صاحب، مولوی سید اعجاز علی صاحب وکیل ہائیکورٹ، مولوی سید ... علی صاحب تاباں، مولوی سید علی محمد صاحب، مولوی میر احمد علی صاحب مؤلف مصنف گولکنڈہ حیدری، سید عباس حسین صاحب زیکل انسپکٹر، مولوی میر عباس علی صاحب متولی کوہِ شریف، کیپٹن سید محمد علی صاحب زیدی معتمد اسٹیٹ شیعہ کانفرنس شریک تھے۔ اس اجلاس میں اوقاف میں غیر شیعہ حضرات کی دخل اندازی اور شیعہ نکاح نامہ جات کا تحفظ کیونکر ہو؟ کافی غور کیا گیا۔

ظہرانہ

۷ر اگسٹ دن کے ایک بجے مدینہ بلڈنگ کے تیسرے منزل پر جوان سال ایرانی عالم الحاج آقای سید عبدالرضا مشکواتی نے ساتھ تناول ماحضر کیلئے آقای حسین فنا یعطی نے عالم نامہ آقای سید عباس حسین رشتی، آقای سید محمد صمصام شیرازی، آقای سید احمد حسین کرمانی، مولوی سید تقی حسن صاحب وفا معتمد مدرسۂ جعفریہ دارالشفاء اور کیپٹن سید محمد علی صاحب زیدی معتمد اسٹیٹ شیعہ کانفرنس کو مدعو فرمایا تھا۔

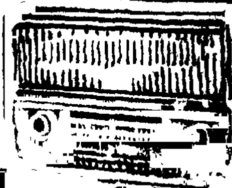
ایک مجلس!

۱۲ر صفر کو رات کے ۸½ بجے الاوہ ملا رضی مرحوم واقع اندرون کمان ایلچی بیگ منڈی میر عالم مجلس عزا منجانب مولوی سید ہادی علی پاشا صاحب برپا ہوئی۔ مجلس کا آغاز وزیر علی، کاظم علی، صمصام علی اور نثار حسین صاحبان کی مرثیہ خوانی سے ہوا۔ یہ مجلس جب "محفل یزید میں داخل حرم ہوئے" کے مرثیہ کے لئے مخصوص ہے۔ جب آخری مرثیہ خوان یہ شعر

کہدے کوئی علیؑ سے یہ ذار السّلام میں
زینبؑ کا داخلہ ہوا دربار عام میں

پڑھتا ہے تو اہل مجلس پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور وا حسینا کی آوازیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ مرثیہ خوانی کے بعد عمدۃ الذاکرین مولوی میر اقبال علی صاحب زیدی نے شعر مذکورہ بالا کو اپنے بیان کا عنوان قرار دے کر مصائب اہلحرم بعد شہادت سبط رسول اکرم نہایت اختصار اور پُر درد لہجہ میں بیان فرمائے ختم بیان پر ماتمی گروہ بال کا پُرجوش ماتم ہوا۔ بعد ختم سینہ زنی بانی مجلس نے شرکاء مجلس اور ماتمداران اثناعشریہ تشنہ و گرسنہ کے لئے نیاز کے دسترخوان چُنے۔ تبرک سے مستفیض ہو کر شرکاء مجلس گھر واپس ہوتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ خدا بانی مجلس کو سال آئندہ اس سے زیادہ حسینؑ کی عزاداری میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

روحانی ریڈیو



ناشر مجذوب حیدرآبادی

یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے انکے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنیکی جرأت نہیں کرسکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام، مقامات، اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے۔ (ایڈیٹر)

ایکہزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ بدحال خان قوال اینڈ پارٹی سے غالبؔ کی غزل سُن رہے تھے جس کا ایک شعر تھا ؎

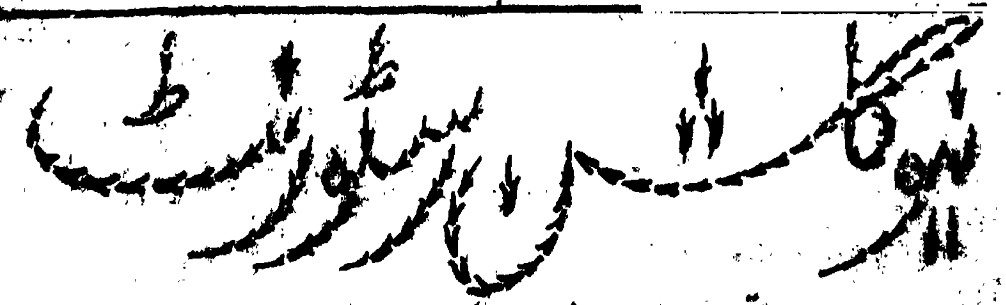
نکلنا خلد سے آدمؑ کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہوکر ترے کوچہ سے ہم نکلے

اب ۔۔۔ کوچہ سے ہم نکلے

ابھی ابھی ہمیں مریخ سے ایک کائناتی پیام وصول ہوا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ مشہور کائناتی سیّاح مسٹر ہیولا سانگ کے سگڑ پوتے کے سگڑ پوتے مسٹر آفاق ہلانگ جن کے جداعلیٰ تقسیم مریخ وکرۂ ارض (Partition of Mars & Terrestrial Globe) کے ہنگامہ میں بطور رنترلوتی مریخ میں آباد ہوگئے تھے۔ اپنی حالیہ سیاحت زمین کے بارے میں مریخی زبان میں ایک تقریر فرمائیں گے۔ جس کا ترجمہ دکھانہ (آٹومیٹک) ترجمہ دُنیا کی مشہور متداول (۳۵۳) زبانوں میں (بہ اخراج لندن یارک ہندی) مریخ کی نشرگاہ سے نشر ہوگا۔ چلئے اب ہم آپ کو مریخ لے چلتے ہیں ــــ کوئینگ کوئینگ زد زد زد ـــ یہ نشرگاہِ مریخ ہے۔ اس وقت کچھ بھی نہیں بجے ہیں۔ یعنے وقت کو "جامد" کردیا گیا ہے اور آگے بڑھنے سے روک دیا گیا ہے۔ اب آپ اپنی اپنی پسند کی زبانوں میں (بہ استثنائے ہندی) مشہور کائناتی سیّاح مسٹر آفاق ہلانگ کی تقریر سنیں گے۔

مسٹر آفاق ہلانگ:۔

ہمارے مقررہ پروگرام کے بموجب میں اور میری مفاقتی شریک شریمتی مُرغ کی ایک ٹانگ' خیال کی رفتار سے چلنے والی اڑن طشتری میں بیٹھ کر زمین پر' ایک جنگل میں اُترے زمین پر اُترتے ہی ہم نے سب سے پہلے "مانع انعکاس شعاع" طریقہ عمل سے اڑن طشتری کو انسانی نظروں سے پوشیدہ کردیا۔ تاکہ زمین پر رہنے والے آدمی اڑن طشتری کو دیکھکر پریشان نہ ہوں۔ اڑن طشتری کو نظروں سے غائب کردینے کے بعد ہم نے جنگل سے گزرنے والے ایک گڈریئے سے شہر کا نام دریافت کیا تو اُس نے بتایا کہ اس شہر کو اندھیرا پردیش کہتے ہیں۔ جب ہم نے ماحول پر نظر دوڑائی تو واقعی چاروں طرف اندھیرا نظر آیا جس سے یہ پتہ چلا کہ زمین پر رہنے والے آدمی ابھی تک مصنوعی سورج بنانے میں کامیاب نہیں ہوا ہے۔ جب ہی تو وہاں (۲۴) گھنٹوں میں (۱۲) گھنٹے دن رہتا ہے



متصل بادشاہی عاشورخانہ ہائیکورٹ روڈ حیدرآباد سے
جب کبھی آپ گزریں گے تو کباب کی سوندھی بُو سے آپ کو آواز آئے گی
کباب و نان اپرلفیہ ... نیو گلشن ہیا گرتو کباب ... ہی

اور بارہ گھنٹے رات۔ جنگل سے نکل کر "خود کار شہپر" کے ذریعے پرواز کرتے ہوئے جب ہم شہر میں پہنچے تو ایک عجیب چیز نظر آئی یعنی شہر کے سب لوگ سو رہے تھے معلوم ہوا کہ زمین پر رہنے والے آدمی اپنی نصف عمر سونے میں صرف کر دیتے ہیں۔ وہ مریخ کے انسانوں کی طرح سال بھر میں ایک بار "مصنوعی مکمل تنویم" سے صرف چند گھنٹوں کے لئے سکون اور آرام حاصل نہیں کرتے بلکہ ہر روز چھ سات گھنٹے غیر فطری طور پر سونے میں گزار دیتے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ اندھیرا پردیش کے اکثر لوگ کھدر کا لباس پہنتے ہوئے ہیں۔ ہم نے اس خیال سے کہ کوئی ہمیں مریخ کے لباس میں دیکھ کر اجنبی مخلوق نہ سمجھ لے، دو کھدر پوشوں کے جسم سے جو فٹ پاتھ پر سو رہے تھے، لباس اتار کر خود پہن لیا۔ اور اُن دونوں ننگ دھڑنگ کھدر پوشوں کو عمل مانع انعکاس شعاع کے ذریعہ انسانی نظروں سے پوشیدہ کر دیا۔ کھدر کے بے ڈھنگے اور خلافِ اصولِ حفظانِ صحت کپڑے پہن کر جب ہم آگے بڑھے تو سورج نکل رہا تھا یعنے زمین پر صبح ہو رہی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ ہزاروں آدمی اپنے اپنے بستروں سے اٹھ کر رفع حاجت اور غسل کرنے کے لئے میدانوں اور ندی کے کنارے جا رہے ہیں۔ ہمیں یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ زمین پر رہنے والا آدمی، بیلوں اور بکریوں کی طرح غلاظت خارج کرتا ہے۔ زمین والوں نے مریخ والوں کی طرح پسینے کے ذریعہ فضلہ کو خارج کرنے کا طریقہ معلوم نہیں کیا ہے۔ ــ اور حیرت یہ ہے کہ وہ بیلوں جیسا کر غسل کرنے کے لئے ندی پر آتے ہیں اور ندی کے پانی کو گندہ کر دیتے ہیں۔ مریخ والوں کی طرح اُن کے پاس شعاعی اور بھاپ کے متحرک خودکار غسل خانے ایجاد نہیں ہوئے ہیں۔ مریخ میں تو ایک بٹن دباتے ہی انسان شعاعی غسل خانے اور بھاپ کے غسل خانے میں پہنچ جاتا ہے جہاں ایک منٹ میں اس کے سارے مسامات صاف ہو جاتے ہیں۔ اور غسل کرنے میں جو وقت برباد ہوتا ہے وہ بچ جاتا ہے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ اندھیرا پردیش کی عورتیں اپنے اپنے مکانات کے صحن میں کوئی محلول چھڑک رہی ہیں۔ ہم نے خیال کیا کہ یہ شاید کوئی جراثیم کش محلول ہے ــــ لیکن قریب پہنچ کر جب ہم نے بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ عورتیں بھینس اور گائے کے فضلہ کو پانی میں ملا کر چھڑکاؤ کر رہی ہیں۔ یہ منظر دیکھتے ہی ہمیں متلی سی ہونے لگی۔ زمین پر ایک چیز ہمیں اور بھی عجیب و غریب نظر آئی وہ یہ کہ لوگ جابجا آگ روشن کر کے فضا کو کاربن سے مسموم کر رہے تھے اور اُس آگ پر آلو بونڈا، اٹلی سانبر وغیرہ پکا رہے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ زمین کے رہنے والے ابھی تک جانوروں کی طرح اناج، ترکاری اور پتے پالے منہ کے ذریعہ چبا چبا کر کھانے اور پکانے میں اپنا وقت برباد کرنے کے عادی ہیں ــــ مریخ والوں کی طرح وہ میووں کی روح اور ضروری وٹامن کا انجکشن ہفتہ میں ایک بار نہیں لیا کرتے۔ اس عمل کی بجائے وہ پکانے میں، چبانے میں، نگلنے میں اور فضلہ خارج کرنے میں اپنا وقت اور توانائی برباد کرتے ہیں۔ لوگوں کو اٹلی سانبر کھاتے اور بیلوں کی طرح جگالی کرتے ہوئے دیکھ کر جب ہم آگے بڑھے تو زمین پر ایک بڑی عمارت نظر آئی۔ ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ زمین

پر پایہ کھود کر مٹی اور پتھر سے عمارت بنائی جاتی ہے۔ مریخ کی طرح معلق اور متحرک عمارتیں وہاں نہیں ہیں۔ عمارت پر ایک سائن بورڈ آویزاں تھا جس پر لکھا ہوا تھا "ایور ویدک دوا خانہ" دوا خانہ کا وجود اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ زمین والوں نے ابھی تک امراض پر قابو حاصل نہیں کیا ہے۔ وہاں لوگ برابر بیمار ہوا کرتے ہیں اور ایور ویدک دوا خانوں کے ذریعہ انسانوں کو مرنے میں ممکنہ سہولت پیدا کی جاتی ہے ــــ دوا خانہ میں پہنچکر ہم نے دیکھا کہ ویدجی صاحب بیٹھے بیماروں کی نبض دیکھ رہے ہیں۔ اور خود کھانس کھانس کر علاج کے لئے آتے ہوئے بیماروں میں دمہ پھیلا رہے ہیں۔ ترپھلوں اور ماترلوں کے مرتبان کھلے ہوئے دھرے ہیں جن میں مکھیاں اور کروڑوں جراثیم داخل ہوکر امراض مرکب کے خمیرہ بنا رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی دوائیوں کو کھا کر بیمار یقیناً مریں گے۔ اس طرح انسانی زندگی کی مشکل خود بخود آسان ہوگی ــــ ہمیں یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ زمین پر رہنے والا انسان بیمار ہوتا ہے، بوڑھا ہوتا ہے، اور پھر غیر اختیاری طور پر مرجاتا ہے ــــ مریخ والوں کی طرح وہاں کبھی بھی بیمار نہ ہونے، ہمیشہ جوان رہنے، اور محض رضاکارانہ طور پر، ایثار کی نیت سے دوسروں کے لئے جگہ خالی کرنے کی خاطر اختیاری طور پر مرنے کا طریقہ زمین پر ابھی رائج نہیں ہوا ہے۔ ایور ویدک دواخانہ میں ہمیں ایک بیمار نظر آیا جس نے ویدجی صاحب کو اپنا نام این۔ لکشمی نارائن یعنی نائی لکشمی نارائن حال سکونت سلطان پورہ اور آبائی پیشہ اصلاح سازی بتایا۔ یہ شخص کسی جنسی مرض کا شکار تھا۔ ویدجی نے اس کے مرض کی کیفیت سنکر فرمایا کہ تم نہ تو مرد ہو نہ عورت، تمہاری جنس کا تعین نہیں ہوسکتا۔ ویدک طریقہ علاج میں تو اس بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے۔ عموماً ایسے بیماروں کو "گنگی برن" یعنے گنگا میں ڈوب کر مرجانے کی ہدایت دی جاتی ہے۔ گنگا کے لئے چونکہ الہ آباد جانا پڑتا ہے۔ اس لئے اگر تم طویل سفر سے بچنا چاہتے ہو تو مرگی نالے میں بھی ڈوب کر مرسکتے ہو ــــ ویدجی صاحب کی اس تشخیص اور طریقہ علاج سے یہ معلوم ہوا کہ زمین پر رہنے والوں نے اب تک اپنی پسند کی جنس اختیار کرنے کا طریقہ معلوم نہیں کیا ہے۔ وہ بغیر کسی option کے عمر بھر مرد یا عورت رہتے ہیں مریخ والوں کی طرح دونوں حیثیتوں سے زندگی کا لطف اٹھانے کے لئے سو برس تک مرد اور پھر سو برس تک عورت رہنے کا طریقہ انہوں نے ابھی تک معلوم نہیں کیا ہے۔

ایکسٹرا ٹوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ نشرگاہ مریخ سے مسٹر آفاق پھلانگ کے تاثرات سیاحتِ زمین سن رہے تھے۔ موصوف سیاحتِ زمین کے بارے میں اپنے باقی تاثرات آیندہ ہفتہ نشر فرمائیں گے۔ ہمیں آیندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے

(جھنجھنبد)

شیرازہ آپ کا اور صرف آپ کا اخبار ہے

معزز عدالت فوجداری بلدہ کے نظامت اوّل کا فیصلہ

حیدرآباد:- ۱۱ اگست ۱۹۶۰ء اطلاع ملی ہے کہ شری بی۔جی۔ کیسکر ایڈوکیٹ نے جو ۱۹۵۶ء میں تحت دفعہ ۱۹۰ ضابطہ فوجداری ہند عدالت فوجداری بلدہ میں یہ مخبری کی تھی کہ کنگ کوٹھی میں بہت سے اشخاص کو "جبراً غلام بنا کر رکھا گیا ہے وغیرہ" یہ کارروائی عدالت العالیہ حیدرآباد تک جا کر عدالت العالیہ نے "کنگ کوٹھی کو "راج بھون" قرار دے کر عدالت فوجداری مجاز تحقیقات نہ ہونے کے عذر سے کارروائی مذکور ختم کر دینے کی تجویز صادر فرمانے پر ہائیکورٹ کی اس تجویز کی ناراضی سے شری بی۔جی۔ کیسکر نے سپریم کورٹ میں مرافعہ دائر کرنے پر "سپریم کورٹ نے یہ تجویز صادر فرمائی تھی کہ" "چونکہ اب کنگ کوٹھی راج بھون باقی نہیں رہی ہے عدالت تحت اب بعد تحقیقات قانونی تجویز صادر کر سکتی ہے۔ سپریم کورٹ کے مذکور الصدر فیصلہ کی بناء پر" ناظم اول عدالت فوجداری بلدہ نے اس معاملہ میں بعد تفتیش عدالت میں رپورٹ پیش کرنے کیلئے کوتوال صاحب بلدہ کو حکم دیا تھا، چنانچہ ناظم صاحب اول عدالت فوجداری بلدہ کے مذکور الصدر حکم کی بناء پر کوتوال صاحب بلدہ نے بعد تفتیش عدالت موصوف میں یہ رپورٹ پیش کی کہ "شری بی۔جی۔ کیسکر نے مذہب ذب الزامات عاید کئے ہیں اور ان کے تائید میں کوئی محقق طور پر شہادت پیش کرنے سے قاصر رہا ہے اور نہ تفتیش پولیس میں کوئی ایسے واقعات پائے گئے"۔

ناظم صاحب اول عدالت فوجداری بلدہ نے رپورٹ پیشکردہ کوتوال بلدہ سے اتفاق فرماتے ہوئے اب اس کارروائی کو ختم کر دے کر مثل داخل دفتر کر دی جانے کا فیصلہ صادر فرمایا۔

وی. جے. الف کلنڈے

اُتر پردیش کی نئی زراعتی یونیورسٹی

جہاں بالکل نئے انداز سے تعلیم دی جا رہی ہے

اتر پردیش میں ہندوستانی نوجوانوں کو دیہی خدمت وقیادت کی تربیت دینے کے لئے یونیورسٹی تعلیم کا ایک نیا سسٹم شروع کیا گیا ہے۔ اگرچہ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ نوجوان مرد اور عورتیں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے ہندوستان کی اہم یونیورسیٹیوں کے دروازے کھٹکھٹا رہی ہیں تاہم ۲۵۰ چیدہ چیدہ طلباء ہی اتر پردیش کی نئی زراعتی یونیورسٹی میں داخلہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو ملک کی زرعی پیداوار بڑھانے کے کام کے لئے وقف کر دیا ہے۔ انہیں ایک ایسے بے مثل تعلیمی نظام کا پیشرو بننے کی غرض سے داخلے کے لئے شدید آزمائشوں میں سے گزرنا پڑا ہے جو موجودہ رسمی قسم کی تعلیم سے قطعی مختلف ہے اور جس کے متعلق فلسفی، مصنف ہربرٹ سپینسر نے "طنزاً" کہا تھا کہ "یہ سٹر فاد کی تعلیم ہے"۔ نئی یونیورسٹی ہمالیہ کے سایہ میں ترائی کے ریاستی فارم میں واقع ہے۔ یہ اس عظیم ضرورت کا جواب ہے کہ نوجوانوں کو ہندوستان کی زراعتی معیشت کے ڈھانچے میں پوری طرح سمانے کے لئے تعلیم دی جائے۔ مقصد یہ ہے کہ نوجوان کو سائنسی کھیتی باڑی اور اس سے متعلق دیگر مضامین کی ٹھوس تعلیم دی جائے اور نئی نئی معلومات کسانوں تک پہنچانے کے لئے تیار کیا جائے۔ دس برس پہلے ہندوستان کے نائب صدر ڈاکٹر ایس رادھا کرشنن کی صدارت میں یونیورسٹی تعلیمی کمیشن نے اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ "ملک کو جس تعلیم کی ضرورت ہے اور جو تعلیم ہمارے ہاں رائج ہے اس میں بہت بھاری فرق پایا جاتا ہے"۔ ماہرین تعلیم نے نئے نئے تصوروں کی ضرورت کو تسلیم کیا اور ان کی تلاش شروع کر دی۔ انہوں نے امریکہ کی لینڈ گرانٹ یونیورسیٹیوں اور کالجوں میں مفید قسم کی تعلیم دینے کے متعلق ایک آزمودہ اور کامیاب سسٹم پایا۔ لینڈ گرانٹ اداروں کا تعلیمی نمونہ ایسے نوجوانوں کو جو اپنے ملک کی دیہی اقتصادی حالت کو تقویت دے سکیں تربیت دینے کے متعلق ہندوستان کی ضرورت کے لئے مثالی طور پر موزوں ہے۔ ان اداروں نے امریکی زندگی میں اعلیٰ مقام حاصل کیا ہے کیونکہ انہوں نے ان لوگوں سے رابطہ قائم کر رکھا ہے جن کی وہ خدمت کرتے ہیں۔ وہ امریکی زراعت کی کایا پلٹنے میں اہم رول ادا کر رہے ہیں۔ اور ان کی بدولت ہی امریکی زراعت روایتی طریقوں کو ترک کر کے جدید سائنسی طریقوں سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ لینڈ گرانٹ کالجوں کی تحقیقی معلومات کے استعمال سے امریکی زراعت نے جو عظیم ترقی کی ہے اس سے خوراک اور کپڑے کی پیداوار میں دنیا بھر میں اولین مقام حاصل کرنے کے لئے امریکہ کو بڑی مدد ملتی ہے۔

بنیادی تصور

نئی یونیورسٹی کا بنیادی تصور لینے کے بعد حکومت اتر پردیش نے پہلی سی اور امریکی لینڈ گرانٹ کالجوں کے نمونے پر ایک زرعی یونیورسٹی کا خاکہ تیار کرنے کے لئے الی نوئس یونیورسٹی کے ڈین ایچ ڈبلیو ہنا کی خدمات حاصل کیں۔ محکمہ زراعت کے ڈائرکٹر اور دوسرے ریاستی افسروں نے ان سے تعاون کیا۔ ڈین ہنا کا خاکہ آج ایک حقیقت بن چکا ہے اور

قطعہ

نجفؑ پر سایہ گستر ہے عجب قندیلِ نورانی | چمن میں کرتی ہے بادِ صبا کیا رنگ افشانی
ذرا تو دیکھ لے چہرہ علیؑ کا کھول کر آنکھیں | قدم پر لوٹتی ہے عظمتِ تاجِ سلیمانی

(ماخوذ از نذری باغ)

ایک وسیع احاطے میں جو جوش و خروش سے گونج رہا ہے، شاندار عمارتیں اور تجربہ گاہیں بن چکی ہیں اور ایک معیاری یونیورسٹی وجود میں آگئی ہے جسے مستقبل کی امید کا نشان کہا جا سکتا ہے۔ اسے حسن اتفاق کہئے کہ ایک کم عمر یونیورسٹی کا وائس چانسلر بھی ایک کم عمر ہندوستانی ہے ان کا نام ہے مسٹری کے۔ اے پی سٹیونسن آئی۔ اے ایس جو یونیورسٹی کو عالم تخیل سے حقیقی دنیا میں لائے ہیں مسٹری سٹیونسن اپنے یونیورسٹی کے دنوں میں ایکسٹر کالج آکسفورڈ میں مجلس کے صدر تھے جو ایک ہندوستانی کے لئے ایک بڑا اعزاز تھا۔ علاوہ ازیں وہ ایشیاٹک سوسائٹی کلب کے بھی صدر رہے۔ وہ آج کل ایک بڑے بھائی کی مانند نوجوانوں کے ساتھ ملتے جلتے ہیں اور انہیں پڑھنے لکھنے، کام کرنے اور کھیلنے کی تحریک و ترغیب دیتے ہیں۔ اس اُبھرتے ہوئے ادارے کے نظم و نسق اور رہنمائی میں ۶۴ سالہ ڈاکٹر ڈبلیو دی لیمبرٹ شکری سٹیونسن کی امداد کرتے ہیں۔ جو ابھی حال تک نیبراسکا یونیورسٹی کے زراعتی کالج کے ڈین تھے۔ بین الاقوامی شہرت کے مالک دہقان زراعتی سائنسدان ڈین لیمبرٹ نیبراسکا یونیورسٹی کے امریکی وفد کے صدر تھے جو ایک نئی لینڈ گرانٹ قسم کی یونیورسٹی کے قیام کے لئے حکومت ٹرکی کی مدد کرنے کے لئے ٹرکی گیا تھا۔ وہ بہت سے دوسرے اہم وفدوں کے بھی لیڈر رہ چکے ہیں۔ اور اس پہلے امریکی وفد کے بھی صدر تھے جو وفدوں کے تبادلے کے سلسلے میں روس گیا تھا۔ یونیورسٹی میں مزید تین مشیر کام کرتے ہیں۔ اُن کے نام ہیں مسٹر رابرٹ سی ڈیب (ترائی فارم کے منتظم کے مشیر) ڈاکٹر پال ڈی بیمر (ویٹرنری میڈیسن کے ڈین کے مشیر) اور مسٹر ڈیمین آر ڈیب (پیوندی تکنیک کے ماہر) ان تمام نے دیہی یونیورسٹی کو کامیاب بنانے کے لئے ہندوستانی عملے کو پورا تعاون دیا ہے۔

ٹیکنیکل کوآپریشن مشن کی امداد

یہ امریکی ٹیکنیکل مشیر اس امداد کا حصہ ہیں جو ہندوستان میں امریکی ٹیکنیکل کوآپریشن مشن کی طرف سے یونیورسٹی اور فارم کو بہم پہنچائی گئی ہے جب یہ منصوبہ پہلے پہل شروع کیا گیا تھا تو ٹیکنیکل کوآپریشن مشن نے دیہی یونیورسٹی کی منصوبہ بندی میں امداد دینے کے سلسلے میں دو امریکی مشیروں کی خدمات حاصل کرنے کے لئے ۴۷،۰۰۰ ڈالر دیئے تھے۔ بعد میں اس نے کتابیں، سائنسی سامان، چار امریکی ماہرین اور چار مشیروں کی خدمات حاصل کرنے اور دو ہندوستانی معلموں کو امریکہ میں تربیت دلانے کے لئے ۴۲۴،۰۰۰ ڈالر دیئے۔ یونیورسٹی کے شاندار ہندوستانی عملے میں ایسے بھی لوگ ہیں جو امریکہ میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں زراعتی کالج کے ڈین ڈاکٹر آنند راؤ (رجرس یونیورسٹی کے وزٹنگ پروفیسر) بنیادی سائنسوں اور انسانیات کے ڈین ڈاکٹر کے بی گولکوٹا (مینی سوٹا یونیورسٹی کے پی۔ ایچ ڈی جنہوں نے بعد میں الی نوائس یونیورسٹی میں کام کیا تھا) اور ویٹرنری میڈیسن کے ڈین ڈاکٹر ایم۔ آر۔ ڈھاندا (جنہوں نے مشی گن یونیورسٹی سے ڈاکٹر کی ڈگری حاصل کی ہے) کے نام قابل ذکر ہیں۔ یہ اعلیٰ قابلیت کا حامل عملہ مستقبل کے متعلق بہت پر اُمید ہے۔ معلموں اور طلباء کے باہمی تعلقات۔ جن پر زور دیا جا رہا ہے۔ ایک ایسا بنیادی عنصر ہے جو کامیابی کی امید دلاتا ہے۔ یونیورسٹی کا نصاب امریکی سسٹم پر مبنی ہے جس سے مشاہدے اور تجربے کے ذریعے تعلیم اور دانش کو فروغ دینا مقصود ہے۔ تجزیہ و تشریح کرنے کے لئے طلباء کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اس سے زندگی کے متعلق گورو اور دیانتی کا نظریہ زیادہ وسیع، واضح

قطعہ

کسی کی جو نظر برہم نہیں ہے ‖ محبت میں مجھے کچھ غم نہیں ہے
حسینؑ ابن علیؑ کا آج بھی تو ‖ کہاں اور کس طرف ماتم نہیں ہے

(آمدہ از نذری باغ)

اندر روشن ہوتا ہے۔

محنت و مشقت کا پروگرام

کام کا پروگرام یونیورسٹی میں تربیت کا ایک لازمی جزو ہے۔ طلباء کو جسمانی مشقت کی عظمت کا احترام سکھایا جاتا ہے۔ یہ گاندھی جی کی تعلیم ہے۔ جس کی بہترین مثال انہی کی زندگی سے ملتی ہے۔ گاندھی جی نے جنوبی افریقہ میں ٹالسٹائے فارم قائم کیا تھا۔ اور یہ قاعدہ بنایا تھا کہ نوجوان طلباء فارم میں اپنے ہاتھ سے کام کریں اور معلم بھی ان کے دوش بدوش کام کریں۔ یو پی کی زراعتی یونیورسٹی میں اسی اصول پر عمل ہو رہا ہے جہاں طلباء نے ترائی کے کھیتوں، اس کے ڈیری اور مرغبانی کے فارموں میں کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ معلم طلباء کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔ ان کی رہنمائی کر رہے ہیں اور اس طرح نفسیاتی طور پر انہیں سمجھا رہے ہیں کہ وہ محنت سے کام کرتے ہوئے خوشی سے علم حاصل کریں۔ یہ دیکھنا ایک خوش کن منظر ہے کہ طلباء طلوع آفتاب کے وقت بیدار ہوتے ہیں جب مقدس ویدوں کے الفاظ میں "تمام ذہانت بیدار اور نمایاں ہوتی ہے" اور وہ اپنے مخصوص کاموں میں اپنی خفیہ طاقتیں لگا دیتے ہیں۔ ہفتے میں جتنے گھنٹے کام کرنا لازمی ہے طلباء کی بیشتر تعداد اس سے چار گھنٹے زیادہ کام کرتی ہے۔ ان میں جوش و خروش ہے۔ وہ جتنا کام کرتے ہیں اتنا ہی انہیں معاوضہ ملتا ہے یعنی وہ حصول علم کے ساتھ ساتھ روپیہ پیسہ بھی کماتے ہیں جو ایک اور امریکی نظریہ ہے جسے پہلی بار ہندوستان میں عمل میں لایا جا رہا ہے۔ یہاں کا امتحانی سسٹم بھی امریکہ کے نمونے پر مبنی ہے۔ طالب علم کو یونیورسٹی میں قیام کے دوران میں وقتاً فوقتاً نمبر دیئے جاتے ہیں۔ اور ڈگری کے وقت نتیجہ نمبروں میں ہر نمبر کا شمار ہوتا ہے۔ اُن کے مختلف قسم کے امتحان لئے جاتے ہیں جن میں مختصر مہلت کے امتحانات اور مقالے وغیرہ بھی ہوتے ہیں اور وہ جتنے گھنٹے لیکچروں میں شامل ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک گھنٹے کے لیکچر کی تیاری کے لئے دو گھنٹے دیئے جاتے ہیں۔ حتمی امتحان سے صرف چند روز پہلے راتوں کو جاگنے سے کام نہیں چلتا۔ اسی یونیورسٹی میں "رٹہ لگانے والوں" کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ یونیورسٹی کا جو منصوبہ بنایا گیا ہے اس میں زراعت اور حیوانوں کے علاج معالجے سے متعلق کالجوں نے کام شروع کر دیا ہے۔ جب یونیورسٹی میں اس کی پوری طاقت کے مطابق کام ہوگا تو اس میں تقریباً ۲۵۰۰ طلباء ہوں گے۔ تیسرے پانسالہ منصوبے کی ضروریات سے پتہ چلتا ہے کہ نہ صرف زراعت اور مویشیوں کی دیکھ بھال کے مخصوص شعبوں میں بلکہ تعاون، پنچایت راج اور گھریلو صنعتوں کے مختلف متعلقہ شعبوں میں بھی زراعتی گریجویٹوں کی مانگ بڑھے گی۔ یو پی کی زراعتی یونیورسٹی سے طلباء جو تعلیم و تربیت پائیں گے اس سے وہ ان کاموں کے لئے نہایت موزوں ثابت ہوں گے۔ یونیورسٹی اپنے گریجویٹوں کو ملازمتیں دلانے کے لئے ایک شعبہ قائم کر رہی ہے۔ اس طرح دیہی یونیورسٹی نے ہندوستان کی علمی ضروریات کو نئے سرے سے سمجھنے، نوعمر مردوں اور عورتوں کی نئی پود کے لئے ایک مکمل اور خوشحال زندگی کے متعلق صلاحیتیں پیدا کرنے اور قدرت کے عطیوں کے دانشورانہ استعمال اور زندگی کی نعمتوں کے حصول میں ان کی امداد کرنے کے لئے ہندوستانی منظر پر ایک نئی مہم کا آغاز کیا ہے۔

قطعہ

بہر ما صد شکر یوم شوم نیست ‖ خوردنِ بادہ گہے مذموم نیست
ہر کتابے را بدان عثمان کہ آن ‖ مثنوی مولوی روم نیست

(آمدہ از نذری باغ)

برطانیہ کی خبریں

نئی وائرس دافع دوا کی آزمائش

حکومت برطانیہ کے تحقیقاتی مرکز واقع ولٹ شائر میں ایک نئی دوا کی جانچ ہو رہی ہے۔ جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ انفلوئنزا، پولیو، کھسرا اور چیچک کی روک تھام میں معاون ثابت ہوگی۔ نئی دوا کا نام انٹرفیرون (Interferon) ہے۔ یہ وائرس یا زہریلے مادہ کو بڑھنے نہیں دیتی۔ برٹش میڈیکل ریسرچ کونسل کے ڈائرکٹر اس کے کامیاب تجربے کر چکے ہیں۔ اگر موجودہ تجربے بھی کامیاب رہے تو امید ہے کہ مذکورہ تحقیقاتی مرکز اسے تجارتی پیمانہ پر تیار کرے گا۔

کامن ویلتھ سے متعلق ایک نئی باتصویر کتاب

برطانوی ناول نویس اور حالات حاضرہ کے تبصرہ نگار مسٹر ڈڈلے بارکر نے "کامن ویلتھ جس میں ہم رہتے ہیں" کے نام سے ایک نئی کتاب لکھی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اس برادری کی قومیں کس طرح ایک دوسرے سے تعاون کرتی ہیں اور کس طرح یہ برادری اپنی ارتقائی منزلیں طے کر رہی ہے۔ مصنف نے بتایا ہے کہ کامن ویلتھ ملکوں کی صرف دو مشترک باتیں ہیں۔ اول یہ کہ ان ملکوں میں برطانوی باشندے رہتے ہیں یا ان کا نظم و نسق برطانیہ کے ہاتھ میں رہا ہے۔ دوئم یہ کہ وہ سب ملکہ معظمہ کو اپنے باہمی تعلق کی نشانی اور کامن ویلتھ برادری کی سربراہ مانتے ہیں۔ کتاب میں اس برادری کے مستقبل کا سوال بھی اٹھایا گیا ہے۔ یہ کتاب جس کی قیمت ۲ روپے ہے۔ برٹش انفارمیشن سروسز ریڈنگ روم اندرا پیلس۔ کناٹ سرکس سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

نوجوانوں کی عالمی تنظیم کا جلسہ یہاں ہوگا

ایک اطلاع مظہر ہے کہ ۹ تا ۲۵ اگست ورلڈ اسمبلی آف یوتھ کی کونسل کا جلسہ اکرا (گھانا کی راجدھانی) میں ہوگا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ اس ادارہ کی میٹنگ افریقہ میں ہو رہی ہے۔ کونسل ورلڈ اسمبلی آف یوتھ کی انتظامیہ کمیٹی ہے اور اس کی میٹنگ ہر دو سال کے بعد منعقد کی جاتی ہے۔ پچھلی میٹنگ ۱۹۵۸ء میں نئی دلی میں منعقد کی گئی تھی۔ کونسل کا چیرمن ورلڈ اسمبلی کا صدر ہوتا ہے۔ اکرا کی میٹنگ کا موضوع "جمہوری اقوام کی تعمیر میں نوجوانوں کا رول" ہے۔ اس میٹنگ میں تنظیم کے نئے عہدہ داروں کا انتخاب بھی عمل میں لایا جائے گا۔ ورلڈ اسمبلی کے موجودہ صدر مسٹر راوندر ورما (ہندوستان) ہیں۔

برطانوی پارلیمنٹ کے افتتاح کی رنگین فلم

حکومت برطانیہ کے فیصلہ کے مطابق برطانوی پارلیمنٹ کے نئے اجلاس کے افتتاح کی رنگین فلم تیار کی جائے گی۔ یہ اجلاس یکم نومبر سے شروع ہو رہا ہے۔ ملکہ معظمہ نے یہ فیصلہ منظور کر لیا ہے۔ ایوان کے لیڈر مسٹر آر۔ اے بٹلر نے اپنے ایک بیان میں امید ظاہر کی ہے کہ فلم برطانیہ اور کامن ویلتھ ملکوں میں بہت پسند کی جائیگی۔ انہوں نے بتایا ہے کہ ایک فلم برطانیہ کا سنٹرل آفس آف انفارمیشن اور دوسری ایک نیوز ریل کمپنی تیار کریگی

قطعہ

چمن میں مرغ کا اک وقت آشیانہ تھا | ہمارے عشق کا دیکھو عجب فسانہ تھا
بہارِ گل میں یہ کہتے ہیں رند زاہد سے | برائے خوردنِ مے بھی تو اک بہانہ تھا

(آمدہ از نذری باغ)

صدارتی انتخاب کا ری پبلکن امیدوار ــ رچرڈ نکسن

مسٹر رچرڈ نکسن کو جو ۱۹۵۲ء سے مسلسل امریکہ کے نائب صدر چلے آرہے ہیں، ری پبلکن پارٹی نے آیندہ نومبر میں ہونے والے صدارتی انتخاب کے لئے اپنا امیدوار نامزد کیا ہے (مسٹر نکسن اب تک دو بار نائب صدر منتخب ہو چکے ہیں) مسٹر نکسن کو جن کی عمر ۴۷ برس ہے، ایوان نمائندگان اور سینیٹ کے ممبر کی حیثیت سے تیز بین الاقوامی دوروں کی بدولت امریکہ کی خارجہ اور داخلہ پالیسیوں سے کافی واقفیت حاصل ہے۔ آپ کے عہدہ کے دوران میں نائب صدر کے عہدے کو کافی اہمیت حاصل ہوئی اور یہ گورنمنٹ میں ایک مصروف ترین اور انتہائی بااثر عہدہ ہو گیا ہے۔ نکسن جنوری ۱۹۱۳ء کو یوربا لنڈا (کیلی فورنیا) میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ اپنے والدین ــ فرینک نکسن اور ہناہ ــ کے پانچ لڑکوں میں دوسرے لڑکے ہیں۔ جانفشانی اور مذہب میں زبردست اعتقاد آپ کو اپنے والدین سے ورثہ میں ملا ہے۔ زندگی شروع ہوتے ہی نکسن کو افسوسناک حالات سے دوچار ہونا پڑا جب آپ کا ایک چھوٹا بھائی سات سال کی عمر میں گردن توڑ بخار کا شکار ہوا اور بڑا بھائی ۲۴ سال کی عمر میں تپ دق سے مر گیا۔ آپ نے وائیٹر میں اپنی ابتدائی اور ثانوی تعلیم مکمل کر لی۔ ۱۹۳۴ء میں وائیٹر کالج سے ثانوی تعلیم ختم کرنے کے بعد آپ کو شمالی کیرولینا کے ڈیوک یونیورسٹی لاء سکول میں داخلہ کے لئے وظیفہ ملا۔ ۱۹۳۷ء میں آپ نے اعزاز کے ساتھ قانون کی ڈگری حاصل کی۔ کیلی فورنیا میں وکالت کا پیشہ اختیار کرنے کے بعد آپ وائیٹر کی ایک فرم میں ملازم ہو گئے جو قانونی مشیروں کی فرم تھی۔ اور ایک سال کے اندر اندر آپ اس فرم کے حصہ دار بن گئے۔ اسی سال یعنی ۲۱ر جون ۱۹۴۰ء کو آپ نے پیٹریشیا ریان سے شادی کی جو وائیٹر میں اسکول ٹیچر تھیں۔ آپ کی دو لڑکیاں ہیں۔ پیٹریشیا اور جولی۔ مسٹر نکسن نے پانچ سال تک وائیٹر میں وکالت کی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ڈپٹی سٹی اٹارنی کے طور پر بھی کام کرتے رہے۔ بعد میں آپ واشنگٹن میں پرائس ایڈمنسٹریشن کے قانونی محکمہ میں شامل ہوئے۔ یہاں پانچ ماہ تک کام کرنے کے بعد آپ بطور لیفٹیننٹ (جونیئر گریڈ) امریکہ کی بحری فوج میں داخل ہوئے۔ اور اگست ۱۹۴۲ء تک فوجی ملازمت میں رہے۔ آپ جنوبی بحرالکاہل میں ۱۳ ماہ تک رہے جہاں آپ نے دو فوجی ستارے اور دو سپاسنامے حاصل کئے۔ جنوری ۱۹۴۶ء میں جب آپ لیفٹیننٹ کمانڈر تھے آپ کو بحری فوج سے سبکدوش کیا گیا۔ بحری فوج سے سبکدوش ہونے سے کچھ پہلے ایک ری پبلکن سٹیزن کمیٹی نے آپ سے جیری وُوریز کے مقابلہ میں کانگریس کے انتخاب کے لئے کھڑا ہونے کی تجویز کی۔ چنانچہ آپ نے انتخاب میں ڈیموکریٹک پارٹی کے اس سرکردہ لیڈر کو شکست دی جو مسلسل پانچ بار کانگریس کا ممبر منتخب ہوا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں ایوان نمائندگان کی خارجہ امداد سے متعلق سلیکٹ کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے رچرڈ نکسن براعظم یورپ کے اقتصادی حالات کا جائزہ لینے کی غرض سے یورپ گئے۔ اس کمیٹی نے یورپ کی اقتصادی بحالی کے لئے مارشل پلان کو عمل میں لانے کے سلسلے میں سفارشات مرتب کیں۔ آپ نے ٹافٹ ہارٹلے لیبر ریلیشنز ایکٹ مرتب کرنے میں بھی حصہ لیا۔ ۱۹۴۷ء تک وہ

قطعہ

بلبل بھی نظر آتی ہے گھبرائی ہوئی سی	ہے نرگس شہلا بھی تو شرمائی ہوئی سی
کہتی ہے یہی شب کہ شگوفہ ماجرا دل کا	مژدہ بھی سحر کا تو ہے وہ لائی ہوئی سی

(آمدہ از نذری باغی)

اس قدر مقبول ہو چکے تھے اور انہوں نے اس قدر محنت سے کام کیا تھا کہ انہیں ایک اور بار دونوں پارٹیوں کی نامزدگی حاصل ہو گئی۔ مسٹر نکسن نے امریکن دشمن سرگرمیوں سے متعلق ایوان نمائندگان کی تحقیقاتی کمیٹی خصوصاً ایلگر ہس کیس میں جو کام کیا اُس سے انہیں ملک بھر میں شہرت حاصل ہو گئی۔ انہوں نے انفرادی حقوق کا خاکہ تیار کرنے کے لئے کانگریس کی کمیٹی کے ضابطوں میں اصلاحات بھی رائج کیں۔ اس وقت انہوں نے کہا تھا۔ "اس شعبے میں نہایت احتیاط سے کام کرنے کی ضرورت ہے جہاں کمیونسٹ لگاؤ کے الزامات لگا کر کسی آدمی کی شہرت پر محض اس لئے ضرب کاری لگائی جاسکتی ہے کہ وہ کمیونسٹ سرگرمیوں میں رضاکارانہ طور پر شرکت کرنے والے کسی شخص کا کسی ایسے شخص سے امتیاز نہیں کرسکتا۔ جس نے معصومیت سے غیر دانستہ طور پر اُن میں حصہ لیا ہو۔" سنہ ۱۹۵۰ء میں مسٹر نکسن کانگریس کے لئے ڈیموکریٹک پارٹی کی اُمیدوار خاتون ہیلن گیہگن ڈگلس کو ووٹوں کی بھاری اکثریت سے شکست دے کر کامیاب ہوئے تھے۔ سنہ ۱۹۵۲ء اور سنہ ۱۹۵۶ء میں مسٹر نکسن امریکہ کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ مسٹر آئزن ہوور نے اس عہدے کے لئے انہیں اپنا ساتھی منتخب کیا تھا۔ حال ہی میں مسٹر نکسن نے نائب صدر کے طور پر امریکہ کے فولاد سازی کے کارخانوں کی طویل ہڑتال میں منتظمین اور مزدوروں میں تصفیہ کرانے کے لئے کلیدی رول ادا کیا تھا۔



قطعہ

بارِ اُلفت کو اُٹھا سکتا ہوں میں ‖ عشق کا قصہ سُنا سکتا ہوں میں
زاہدِ ناداں کو کہتا ہے قلم ‖ درسِ اُلفت کو سکھا سکتا ہوں میں

(آمدہ از نذری باغ)

امریکہ کا صدارتی انتخاب اور رائے عامہ

جمہوریت میں رائے عامہ کا آخری اندازہ انتخاب کے دن ہی ہو سکتا ہے جب ووٹر اپنے اپنے ووٹ دے چکتے ہیں۔ لیکن عوام کی رائے کا قبل از وقت اندازہ لگانا مدتِ مدید سے امریکی سیاسیات کا ایک جزو بن گیا ہے۔ اعداد و شمار کی بناء پر رائے عامہ جاننے کا موجودہ طریقہ ۱۹۳۶ء کے بعد ہی عام ہوا۔ اس سے پہلے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ رائے عامہ جاننے کے لئے عوام کی بڑی بھاری تعداد سے استفسارات کئے جاتے تھے۔ اور پھر کہیں جاکر کچھ اندازہ ہوتا تھا کہ عوام کا رُخ کس طرف ہے لیکن یہ بھی کوئی کارگر اور درست طریق کار ثابت نہ ہوا۔ اس سلسلے میں لٹریری ڈائجسٹ کا طریق کار سب سے مشہور رہا ہے۔ ۱۹۱۶ء کے بعد سے صدارتی انتخاب میں اس کی قیاس آرائی صحیح ثابت ہوتی رہی۔ لیکن ۱۹۳۶ء میں اس نے پیشگوئی کی کہ الفریڈ ایم لینڈن کامیاب ہوں گے۔ لیکن ہوا یہ کہ فرینکلن ڈی روزویلٹ بھاری اکثریت سے صدر منتخب ہوئے ڈائجسٹ سے یہ غلطی ہوئی تھی کہ اس نے اپنے گاہکوں، ٹیلیفون، ڈائرکٹری میں درج پتوں اور موٹریں رکھنے والے لوگوں ہی سے استفسارات کئے تھے۔ اور کم آمدنی والے طبقوں کو نظر انداز کر دیا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی قیاس آرائی غلط ثابت ہوئی۔ اسی سال نئے سائنٹفک طریقوں سے رائے عامہ جاننے کی کوشش کی گئی جو اچھی خاصی کامیاب رہی۔ ان میں ڈاکٹر جارج گیلپ کی پیشین گوئی زیادہ اہم اور نمایاں رہی۔ ان دنوں وہ ایک ایڈورٹائزنگ کمپنی کے جوان سال سربراہ تھے اور اب امریکن انسٹی ٹیوٹ آف پبلک اوپینین کے بانی اور ڈائرکٹر ہیں اور رائے عامہ دریافت کرنے والوں کے ڈین ہیں۔ ۱۹۳۶ء سے رائے عامہ جاننے میں لوگوں کی توجہ گیلپ، ایلمو روپر، آرچیبالڈ کراسلے اور یونیورسٹی مرکزوں اور چھوٹے لیکن نہایت ماہرانہ اداروں کی طرف مبذول رہی ہے۔ ان لوگوں کی طرف سے "کوٹا سیمپلنگ" کا طریقہ برتا گیا۔ اس میں لوگوں کی بڑی تھوڑی سی تعداد سے اور بعض اوقات صرف ہزار دو ہزار اشخاص سے استفسارات کئے جاتے تھے لیکن یہ سب مختلف طبقوں، حلقوں، عمروں، پیشوں اور مذہبوں سے تعلق رکھتے تھے اور اس "نمونے" کے مطابق انتخابات کے رجحان کا پتہ لگایا جاتا تھا۔ یہ طریقہ بھی صرف ۱۹۴۸ء تک ٹھیک طرح کام کرتا رہا۔ جب یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ تھامس ای ڈیوی، ہیری ایس ٹرومین کو شکست دیں گے۔ لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکلا اور ٹرومین اکثریت سے جیت گئے۔ اسلئے اس طریق کار کو بھی بیکار قرار دیا گیا۔ لیکن اب رائے عامہ جاننے والوں نے اپنے طریقوں میں اور بھی اصلاح کی ہے اور اب "اکل پکو" اور "اتفاقیہ" حلقوں سے استفسارات کا طریقہ اپنایا جا رہا ہے۔ اس میں اول تو تمام شہروں، قصبوں اور دیہات کی فہرست بنالی جاتی ہے۔ آبادی کے تازہ ترین اعداد و شمار جمع کئے جاتے ہیں۔ پھر ان فہرستوں کو تین حصوں میں بانٹا جاتا ہے شہروں۔ چھوٹے قصبوں اور دیہی آبادی کے حلقوں پر مشتمل تین حصے بنائے جاتے ہیں۔ "اکل پکو" طور پر کوئی تعداد لی جاتی ہے۔ مثلاً ۵۴۳۔ پھر ان تینوں حلقوں میں سے ۵۴۳ ویں مقامی شے کو فہرستوں میں دیکھا جاتا ہے۔ یہ عمل ہر مقامی علاقے کی فہرستوں میں دہرایا جاتا ہے۔ اس مرحلے پر نقشے ہوائی فوٹو مردم

قطعہ

وُرودِ ماہ محرّم ہے یہ فُرات نہیں
یہ یوم آہ و بُکا ہے یہ شب برات نہیں
پلٹتی جاتی ہے وہ گردشِ فلک کی طرح
یہی سبب ہے کہ دُنیا کو بھی ثبات نہیں

(آمدہ از نذری باغ)

شماری کے شعبے کی فہرستیں سب کا جائزہ لیا جاتا ہے اور شہری، قصباتی اور دیہی علاقوں کی گنتی کی جاتی ہے گیلپ پول سے مسٹر پیری کا بیان ہے کہ ہم ہر ایک نمائندے کو نقشے کے مطابق ان گھروں کا صحیح پتہ دیتے ہیں۔ جہاں جاکر وہ اُن سے استفسارات کرتا ہے۔ انتخابی پیشگوئی کے لئے گیلپ سب سے چھوٹے ووٹر ضلع کو آخری ملاقات اور سوالوں کے لئے چنتا ہے۔ نمائندے کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ مقررہ وقت پر مقررہ گھر میں یا شاید ہر دسویں گھر میں جاکر سوال پوچھے۔ اور اس طرح ووٹروں کے آخری رجحان کا پتہ چلتا ہے۔ اکتوبر کے آخری دنوں میں قیاس آرائی کی جاتی ہے۔ اور یہ اس لئے کہ ۱۹۴۸ء میں پیش گوئی میں جو غلطی سرزد ہوئی وہ دوبارہ نہ ہونے پائے۔ ۵۶-۱۹۵۲ء میں صدر آئزن ہاور کے انتخاب کے بارے میں پیش گوئیاں درست ثابت ہوئیں۔ اس طرح رائے عامہ جاننے اور پیش گوئیوں سے ووٹروں کی رائے پر بھی اثر پڑتا ہے بہت سے امکانی امیدوار رائے عامہ جاننے کے لئے ایسے ہی ماہرین کی خدمات حاصل کرتے ہیں۔ اور اس طرح اپنی کامیابی کا اندازہ لگاتے ہیں۔ اسی طرح کئی اہم پبلک معاملوں اور مسائل کے متعلق بھی رائے عامہ جاننے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان باتوں کو مدنظر رکھ کر رائے عامہ جاننے کا یہ طریقہ جمہوری نظام کو عام طور پر تقویت دیتا ہے۔

قطعہ

چمن میں آئی ہے فصلِ خزاں گلاب نہیں
مَہِ صیام میں ساغر نہیں شراب نہیں

خبر نہیں ہے کہ کس بے خِرد نے لکھا تھا
حُروف لغو ہیں کچھ معنیٔ کتاب نہیں

(ماخوذ از زندگی ناظم)

آزادی کے افق پر ایک نئی قوم کا طلوع

از قلم:۔ اسٹینلے مینر۔!

سائپرس۔ ۱۶ راگسٹ کو آزادی حاصل کر رہا ہے دوسرے ملکوں بطور خاص برطانیہ، یونان اور ترکی کی نیک خواہشات اس کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے اس بات کا حلف اٹھایا ہوا ہے کہ وہ اس کی سالمیت کو برقرار رکھیں گے۔ ان ملکوں نے یہ وعدہ بھی کیا ہے کہ وہ سائپرس کی تعمیر و ترقی کے لئے امداد دیں گے۔ چار سال تک برطانیہ، یونان۔ اور ترکی اس جزیرہ کے مستقبل کے بارے میں آپس میں کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکے تھے۔ ایک ایسا وقت بھی آیا جب سائپرس کے یونانی اور ترکی باشندوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہونے والی تھی۔ اس تلخ تنازعے کا ختم ہو جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ متعلقہ تین حکومتوں نے دانشمندی سے کام لیا ہے۔ علاوہ ازیں سائپرس کے لیڈروں نے جس مدبرانہ اسپرٹ کا مظاہرہ کیا ہے اس کے لئے وہ تعریف کے مستحق ہیں۔ سائپرس کے مسئلہ کا سب سے مشکل پہلو یہ تھا کہ شروع میں نہ تو اس جزیرہ کے یونانی باشندے اور نہ ترک باشندے آزادی کے خواہاں تھے۔ اور یہ بات بھی مشکوک ہے کہ یونان کے ساتھ الحاق کا مطالبہ یا اس جزیرہ کی تقسیم کا مطالبہ ان دونوں فرقوں کی اکثریت کی حقیقی خواہشات کے مطابق تھا۔ ایک لحاظ سے آزادی اُن پر ٹھونسی گئی ہے کیونکہ مسئلہ کا واحد حل یہی نظر آتا تھا۔ اب اگر سائپرس کو ترقی کرنا ہے تو یہاں کے باشندوں کو ماضی کے بیشتر واقعات فراموش کر دینا ہوں گے۔

عظیم تبدیلیاں

آج سے تقریباً ۸۲ سال قبل یعنی ۱۸۷۸ء میں برطانیہ نے اس جزیرہ پر اپنا نظم و نسق قائم کیا تھا۔ اس وقت سائپرس میں صرف ایک ہی جس پر گاڑیاں وغیرہ چل سکتی تھیں۔ اور یہ سڑک بھی پکی نہیں تھی۔ آج جزیرہ بھر میں نہایت عمدہ سڑکوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ جگہ جگہ ہسپتال اور اسکول موجود ہیں۔ دیہات میں بھی لوگوں کو نل میسر ہے۔ کسانوں کو آبپاشی کی اعلیٰ سہولتیں حاصل ہیں۔ ان کو مہاجنوں اور سود خوروں کے چنگل سے نجات دلائی گئی ہے۔ اسوقت جزیرہ میں امداد باہمی کی سات سو سے زائد انجمنیں کام کر رہی ہیں۔ ملیریا کا جو صدیوں تک یہاں کے باشندوں کی جان کا دشمن بنا ہوا تھا، قلع قمع کر دیا گیا ہے۔ بچوں کی شرح اموات غیر معمولی طور سے گر چکی ہے۔ سائپرس اس وقت دنیا کے سب سے زیادہ صحت مند ملکوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کا معیار زیست مشرقی بحرۂ روم میں غالباً سب سے بلند ہے بیشتر ترقی دوسری جنگ عظیم کے بعد ہوئی ہے۔ ۱۹۴۶ء اور ۱۹۵۵ء (جب ہنگامی صورت حال پیدا ہوئی) کے درمیان سائپرس کی حکومت نے تعمیر و ترقی پر ۶۰ لاکھ پونڈ سے زائد رقم صرف کی۔ اس میں سے تقریباً ۲۰ لاکھ پونڈ رقم برطانیہ یا یوں کہہ لیجئے۔ برطانوی ٹیکس دہندوں نے دی تھی۔ ہنگامی صورت حال نے اس سے بھی بڑے ترقیاتی پروگرام کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔ دہشت پسندوں کی کارروائیوں سے ٹورِزم اور

قطعہ

عجیب پھول جھڑے خامۂ نگار سے آج
عجیب شکل ہوئی دیکھ لے سنگار سے آج

یہ پوچھوں کس سے کہ میدانِ کارزار میں بھی
عدو یہ کتنے ہوئے قتل ذوالفقار سے آج

(آمدہ از نذری باغ)

تجارت کو بہت نقصان پہنچا تھا۔

برطانیہ کی طرف سے مالی امداد

اب طے ہوا ہے کہ آزادی کے پہلے پانچ برسوں میں حکومت برطانیہ سائپرس کو ۱۲،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ مالی امداد دے گی۔ اس نے اس عرصہ کے بعد بھی امداد دینے کا اصول منظور کر لیا ہے۔ یہ امداد ۲،۵۰۰،۰۰۰ پونڈ سے الگ ہے جو برطانوی اڈہ سے متعلق مخصوص مقاصد کے لئے دیئے جائیں گے۔ اور یہ اڈہ خود بھی ہر سال سائپرس کی آمدنی میں تقریباً ۱۵،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ کا اضافہ کرے گا۔ اگر یہاں سیاسی استحکام اور اعتماد برقرار رہا تو تجارت اور ٹورزم کو پھر سے فروغ حاصل ہو جائے گا۔ سائپرس نے اسٹرلنگ علاقہ میں رہنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس فیصلہ کی وجوہ بالکل واضح ہیں۔ اگر اس نے کامن ویلتھ کے ساتھ اپنا تعلق برقرار رکھا تو وہ مزید فوائد حاصل کر سکے گا۔ لیکن اس چیز کا فیصلہ تو بعد میں ہوگا۔ ۱۶ راگست کے بعد برطانوی قانون کے تحت سائپرس کو ایک آزاد کامن ویلتھ ملک تصور کیا جائے گا۔ اور یہ پوزیشن اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک باشندگان سائپرس اپنے ایوان نمائندگان کے ذریعہ یہ فیصلہ نہیں کرتے کہ آیا وہ کامن ویلتھ برادری کا رکن بننا چاہتے ہیں یا نہیں — اگر انہوں نے کامن ویلتھ کی ممبری کے لئے درخواست دی تو اس پر کامن ویلتھ کے تمام ممبران غور کریں گے۔ سائپرس کو اب یہ دکھانا ہے کہ وہ ایک آزاد قوم کے طور پر عقلمند زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اس کو یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ حکومت خود اختیاری کے اہل ہے۔

ہندوستانی دیہات کا اقتصادی و سماجی سروے

برطانوی یونیورسٹی ٹیم کریگی

معلوم ہوا ہے کہ برسٹل یونیورسٹی کے سات گریجویٹوں کی ایک ٹیم اکتوبر تا دسمبر ستارہ ضلع کے دو اوسط درجہ کے دیہات کا اقتصادی اور سماجی سروے کرے گی۔ اس سلسلہ میں یہ طلباء گوکھلے انسٹی ٹیوٹ آف پالیٹکس اینڈ اکنامکس پونا کے ڈائرکٹر ڈاکٹر۔ ڈی۔ آر۔ گیڈ گل سے کئی ماہ تک خط و کتابت کرتے رہے ہیں۔ اور انہوں نے اُن کو ہندوستان کے دیہی علاقوں سے متعلق کافی معلومات فراہم کی ہیں۔ دراصل ان گریجویٹوں نے عالمی دورہ کا ایک پروگرام بنایا ہوا ہے جس کے دوران میں وہ ۱۸ ماہ میں ۴۰،۰۰۰ میل مسافت طے کریں گے۔ وہ ۳۱ راگست کو ڈودور سے دو آسٹن گاڑیوں میں روانہ ہوں گے۔ فرانس، جرمنی، یوگوسلاویہ، یونان، ترکی، ایران، افغانستان اور پاکستان سے ہوتے ہوئے وہ ہندوستان پہنچیں گے۔ ان کے مطالعہ کا دوسرا علاقہ بولیویا (جنوبی امریکہ) ہے برسٹل یونیورسٹی اس مہم پر ۱۰،۰۰۰ پونڈ خرچ کر رہی ہے۔

قطعہ

آج خُم میں بادۂ تازہ بنا ‖ کاغذِ بے رنگ بھی سادہ بنا
تاکہ یہ آسان ہو چلنے میں آج ‖ واسطے منزل کے بھی جادہ بنا
(راستہ)
(آمدہ از نذری باغ)

ہماری زندگی

از جناب تمکین کاظمی صاحب

شروع ہی سے دکن کے ہندو مسلمان، دولت مند اور مرفہ الحال تھے اسلئے اُن میں امارت اور رئیسانہ ٹھاٹھ موجود تھا۔ جاگیردار، منصبدار، سیٹھ، ساہوکار سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے، البتہ عوام سیدھی سادھی زندگی بسر کر رہے تھے، نہ صرف دکن بلکہ پورے ہندوستان کا یہی حال تھا، عہد اکبر سے عہد ظفر تک یہ حال رہا مگر غدر کے بعد انگریزی عملداری شروع ہوئی تو ہندو، مسلمان دونوں کی شیخی کرکری ہوگئی اور دونوں طبقوں کے دماغ سے امارت و ریاست کا غرور نکل گیا مگر دیسی ریاستیں سی حال میں رہیں جیسے پہلے تھیں جن میں حیدرآباد بھی تھا۔

سر سالار جنگ کے تدبر نے غدر میں حیدرآباد کو محفوظ رکھا اسلئے یہاں کے لوگوں پر اسکا کوئی اثر ہی نہیں ہوا، طبقہ واری تقسیم یہاں بھی تھی، طبقۂ اعلٰی میں امراء اور جاگیردار تھے طبقۂ متوسط میں منصبدار، شرفاء اور اہل علم، طبقۂ ادنٰی میں اہل سیف، اہل حرفہ اور غربا۔

طبقۂ اعلٰی میں وہ ساری خوبیاں، عادتیں اور رسم و رواج تھے جو دنیا جہاں کے امیروں میں ہوتے ہیں، اسیطرح متوسط طبقہ میں وہ پوری سنجیدگی اور توازن تھا جو صاحب علم اور اہل فکر لوگوں میں ہونا چاہیئے، تیسرے طبقہ کی حالت البتہ غلامی گری ہوئی تھی اور وہ کسمپرسی میں مبتلا تھا

یہ طبقہ واری تقسیم آج سے (۴۰) سال پہلے تک قائم تھی، اُمراء اپنے حال میں مست تھے اور متوسط طبقے کے لوگ اپنے حال میں مگن، اور ادنٰی طبقہ بھی اپنی حالت پر قانع اور شاکر تھا، انگریزوں نے ہندوستان پر اقتدار حاصل کرنے کے بعد جہاں اور تعمیری غلطیاں کیں وہاں یہ غلطی بھی کی کہ تعلیم عام کر دی اور دفتری ضروریات کی تکمیل کے لئے ایک طبقہ پیدا کیا، یہ بڑا ہی خطرناک نکلا، جسنے تحریک آزادی و مساوات شروع کی یہ وبا کلکتہ سے نکلی اور سارے ہندوستان میں عام ہوگئی، چنانچہ دکن بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا اور یہاں کا متوسط طبقہ اور ادنٰی طبقہ اس سے متاثر ہوگیا

اعلٰی اور متوسط طبقہ میں ہر جگہ چولی دامن کا ساتھ رہا ہے جہاں کوئی اعلٰے طبقہ کا شخص بگڑتا یا اس کی امارت ختم ہوجاتی وہ متوسط طبقہ میں آجاتا اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ متوسط طبقہ کا کوئی فرد ترقی کرکے اعلٰی طبقہ میں پہونچ جاتا، اسطرح دونوں طبقوں کے افراد و خاندان مشترک ہوجاتے اور وہ ان سے مراسم رکھنے پر مجبور ہوتا تھا، اسی قسم کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ کسی دوسرے خاندان کا ذکر کروں تو لوگوں کو ناگوار گذرے گا اس لئے مثال کے طور پر اپنے ہی خاندان کو پیش کرتا ہوں۔ میرے اجداد حضرت آصفجاہ کے اجداد کے ہموطن تھے، آصفجاہ نے دکن پر تسلط کے بعد اہل وطن کو بلوایا تو میرے جد اعلٰی بھی آگئے اسلئے میرے خاندان میں



بھی امارت آگئی، جوں جوں خاندان پھیلتا گیا دولت تقسیم ہوتی گئی اور میرے جد کا ہزاروں کا منصب والد مرحوم تک (۵۶) روپے پر پہنچا، مگر والد مرحوم باوجود (۵۶) روپے کے منصبدار ہونے کے سید یار جنگ کے پوتے اور نواب بلند جنگ کے نواسے تھے، مولوی سید عبدالرحیم اوّل تعلقدار کی بیٹی اور مولوی سید محمد یوسف الدین کی بھانجی ان سے بیاہی گئی تھیں۔ خاندان میں بہت سے خطاب یافتہ تھے جن سے برابری سے ملتے تھے ظاہر ہے کہ (۵۶) روپیوں میں امیروں کی برابری کیا کر سکتے؟ مجبوراً ملازمت کرنی پڑی، پرانی وضع کے آدمی تھے، خاندانی وجاہت کا خیال، ذاتی رکھ رکھاؤ اور وضعداری طبیعت میں تھی اس لئے ترقی کی صلاحیتیں پیدا نہ ہو سکیں یعنی خوشامد، چاپلوسی، سعی سفارش، اپنی کارگزاریوں کا پروپگنڈا نہ آتا تھا، اسلئے باوجود موجود الملازمت تحصیلدار ہونے کے مرنے تک مستقل تحصیلدار نہ ہو سکے اور صدر خزانہ داری ضلع سے آگے نہ بڑھنے پائے تنخواہ اور منصب ملا کر ڈھائی سو ماہوار کی آمدنی تھی۔ اس قلیل معاش میں کیا امیرانہ ٹھاٹھ ہو سکتے تھے اسلئے امیر بن سکے نہ متوسط سے بلکہ درمیان ہی میں جھولتے رہ گئے، ان دنوں یہ آمدنی ایک متوسط گھرانے کی خوش گذرانی کے لئے کافی تھی مگر امارت کا سودا جو سر میں تھا، جو بھی امیر عزیز گلبرگہ سے گذرتا اُسے مہمان رکھتے، صوبہ داروں، تعلقداروں کی دعوتیں ہوتیں، اسطرح اپنی خواہش امارت کے جذبے کی تسکین تو کر لیتے مگر جیب خالی ہو جاتی، اس جھولی سی شیخی اور متوسط طبقہ میں رہ کر امیرانہ خواب دیکھنے کا نتیجہ قرضے تھے جن کی وجہ سے موروثی اثاثہ ہاتھ سے نکل گیا اور اولاد گھاٹے میں رہی۔

نوے فیصد کئی گھرانوں کا یہی حال ہے بعض خاندان تو ایسے ہیں کہ متوسط طبقہ کو بھی چھوڑنا اور ادنےٰ طبقہ میں جانا پڑا اسطرح بگڑے ہوئے امیر خاندان کے افراد جو اعلیٰ طبقہ سے قرابتیں اور مراسم رکھتے تھے مجبور و معذور تھے، مگر زمانہ کی روش نے ہر متوسط درجے کے نوجوان کو اسی ڈگر پر لا کھڑا کر دیا تھا اور وہ اعلےٰ طبقہ کی ریس کرنے لگا تھا، دوسری عالمگیر جنگ کے شروع میں حیدرآباد کے ایسے افراد جن کی آمدنی ڈیڑھ سو روپے تھی موٹر نشین تھے، معتمدین اور نظماء کے گھروں پر دو دو موٹریں تھیں تو مددگاروں کے گھر پر ایک ایک موٹر تھی اور منتظمین اور درجہ دوم کے اہلکاروں کے گھروں پر ایک چھوٹی آسٹن ضرور تھی، چنانچہ مجھ غریب کے پاس بھی ایک ٹو سیٹر کار (Two seater Car) پرانی دھرانی ہی سہی مگر تھی ضرور جو بڑو لی برداشت ہونے کے بعد مجبوراً نکال دینی پڑی تھی، یہ المیہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ لباس، رہن سہن میں بھی امیرانہ ٹھاٹھ تھے

حیدرآباد میں بعض افراد نے اپنی ذاتی قابلیت یا صلاحیت سے ترقی کی تھی جو ادنےٰ خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان لوگوں کو قسمت نے خطابات اور عہدوں تک پہنچا دیا تھا، ایسے لوگ عام طور پر اپنی لڑکیاں حیدرآباد کے قدیم اور اعلےٰ گھرانوں میں بیاہنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ یہ طبقہ انکی امارت سے مرعوب تھا اسلئے انکی یہ کوشش رہتی تھی کہ کسی ادنےٰ یا متوسط طبقے کے ہونہار لوگوں کا نچلا کر داماد بنا لے تاکہ یہ غریب بیوی کے قدموں میں پڑا رہے، چنانچہ اسطرح اکثروں نے اپنی صاحبزادیاں یا بلند اقبال کو درجہ ادنیٰ کے صاحبزادگان فرخندہ فال کے گلے باندھ دیا تھا یہ نوجوان لکھے پڑھے ڈگری یافتہ تو تھے ہی، قسمت و انتظام



کی سعی، سفارش اورتگ و دو سے اچھی خدمات پر فائز ہو گئے۔ ان سسرالی اثرات ترقی کرنے والوں کا حال جب انکے خاندان والوں نے دیکھا تو انہیں بھی شوق چرایا کہ کیوں نہ ہم بھی کسی ایسے ہی گھرانے میں شادی کریں اور اچھی خدمت پائیں؟ چنانچہ اسی میگھ میں انہوں نے اپنی طرز زندگی ہی بدل ڈالی، عمر بھر چکے پہنتے سے مگر اب لونیڈ، بلک اور یس۔ او پہننے لگے اور ساری بھی جراد کی جگہ ہیلن کے شوز پاؤں میں آ گئے، ہر معاملہ میں وہی روش اختیار کی، جو ان نودولتے عزیزوں کی تھی۔

ادھر تعلیم کے عام ہوتے ہی درجہ ادنے نے یکلخت اپنے پیشے اور کسب و ہنر کو ترک کرکے تعلیم حاصل کرنا شروع کی جن کا منطمح نظر صرف ملازمت تھا، بڑھائی، سنار، لوہار، جلاہے، خدمتگار، حجام، چوبدار، فراشن کی اولاد تعلیم پانے لگی حکومت نے وظائف مقرر کر دیئے، فیس معاف کر دی اور زیادہ سے زیادہ سہولتیں دیں۔ ملک میں ایک ادارہ ایجوکیشنل کانفرنس کے نام سے قائم ہوا جس نے اس قسم کے نادار طلباء کو بڑی فراخدلی سے وظیفے دیئے، اسطرح ادنے طبقہ بہت جلد اعلیٰ تعلیم سے بہرہ ور ہو گیا، یہاں تک تو اچھی بات تھی، مگر پڑھ لکھ کر اپنے پیشے کو فروغ دینے یا عملی سے کام کرنے کی بجائے ان لوگوں نے اپنے موروثی پیشوں کو نہ صرف بیزاری کیساتھ چھوڑا بلکہ نہایت شدومد سے ان کی مخالفت بھی کرنے لگے

اسمیں شک نہیں کہ اس طبقہ میں خاصے قابل لوگ پیدا ہوئے اور انہوں نے بڑی ترقی کی مگر اسطرح ان کے ذاتی پیشے فنا ہو گئے جس سے ملک کی صنعت و حرفت کو بہت نقصان پہنچا اور ان لوگوں نے بھی سوا دو ایک آدمیوں کے ملک کی کوئی خدمت نہیں کی کیونکہ فقیری کی تو چار پشت تک نہیں جاسکتی اپنا پہلی ہی جھول میں یہ لوگ کیا کارآمد ہو سکتے تھے ان سے نہ تو اپنی اصلاح ہو سکی نہ ہی اپنے ملک کی، البتہ رعونت، اکڑفوں، شان و شوکت اور حکومت کے زعم میں ان لوگوں نے شرفاء کو نقصان بہت پہنچایا۔

حیدرآباد میں قدیم شرفاء سوا منصب جاگیر یا اعلیٰ عہدوں کے اور کوئی خدمت قبول ہی نہ کرتے تھے، ہر جاگیردار اور منصبدار ملازم سرکار ہوتا تھا یشنا گول، مولویوں، پنڈتوں اور پروہتوں کو انعام، یومیئے وغیرہ مقرر تھے، دفتری اصطلاح میں اعلیٰ درجہ کے لوگ "البشر" متوسط درجے کے "اسم" اور ادنے درجہ کے "نفر" کہلاتے تھے اسی سے دکنیوں کی بورژوا ذہنیت کا پتہ چلتا ہے، قدیم دکنی شرفاء دوسری ملازمتیں کرنا معیوب سمجھتے تھے، چنانچہ سرسالارجنگ نے تنظیم کی اور نئے نئے دفاتر اور محکمے قائم کیے تو شرفاء نے ان میں ملازمت نہیں کی اسلئے انہیں مجبوراً باہر سے لوگوں کو لینا پڑا، چنانچہ عمادالملک، محسن الملک، اعظم یار جنگ، ڈاکٹر سید علی بلگرامی، فتح نواز جنگ اسی طرح حیدرآباد آئے اسکے بعد تو ہر سال مدرستہ العلوم علیگڈھ نے اپنے گریجویٹس حیدرآباد بھیجنے شروع کر دیئے چنانچہ عزیز مرزا، مسعود علی، قطب یار جنگ، معشوق یار جنگ، ظفر علی خاں، عبدالحق وغیرہ اسی سلسلہ میں حیدرآباد آئے، فوج اور پولیس کی ملازمت، وکالت بھی دکنی شرفاء معیوب خیال کرتے تھے



آبکاری کی ملازمت تو بے انتہا ذلیل خیال کیجاتی تھی اسی وضعداری اور احساس برتری نے برباد کیا سہ

یارانِ تیزگام نے منزل کو جالیا ۔ ہم محو نالۂ جرسِ کارواں رہے

دولت تقسیم ہوتی گئی ۔ جاگیر ٹکڑے ٹکڑے ہوئی، مناصب تقسیم ہوتے ہوتے ختم ہونے لگے ۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ ملک چوتھی پشت میں مفلس ہوجاتا ہے اسکی توجیہ یہ کی ہے کہ م ۴۰، ل ۳۰، ک ۲۰، ی ۱۰، بحساب جمل ہوتے ہیں ۔ ہر پشت میں دس دس کم ہوتے ہوتے پشت میں دس ہی رہ جاتے ہیں ۔ اسطرح "بشر" ہونے کے دعویدار "بشر" ہوگئے ؂

اسی کو اہلِ جہاں انقلاب کہتے ہیں

جوں جوں یورپ کی ایجادات و اختراعات ہندوستان پہنچتی گئیں، حیدرآباد آتی گئیں، اور حیدرآبادی ان کے عادی ہوتے گئے ۔ انگرکھے، چوغے، کرتے، ٹوپی کے چڑھاوے، اور آپا شاہی جوتے رخصت ہوئے، سوٹ، بوٹ، ٹوپی، قمیص، ٹائی، کالر، پاتالے، دستی گھڑی، عینک، فونٹن پن ضروریاتِ زندگی میں داخل ہوگئے ۔ انکے ساتھ ہی ساتھ چائے، کافی، آئسکریم لیمن، وسوڈا، ٹافی اور چاکلیٹ کی عادت ہوتی گئی ۔ سینما اور ریڈیو کا شوق طبیعت ثانیہ بن گیا

حیدرآباد کے نوے فیصدی نوجوان، جوان اور بیشتر بوڑھے سینما کے اس بری طرح عادی ہوگئے کہ کوئی رات خالی نہیں جاتی جو پکچر نہ دیکھتے ہوں، بیشتر نوجوان ایک ایک فلم کو متعدد بار دیکھتے ہیں، پھر بھی سیر نہیں ہوتے ۔ اس سینما نے انہیں کسی اچھے راستہ پر نہیں ڈالا ہے، ہر فلم میں کسی نہ کسی ادا کارہ کا شیدائی بن گیا ہے جسے وہ اپنے خوابوں کی ملکہ بنا کر راتیں بسر کرتا ہے ۔ آپ جس ہوٹل و رسٹورنٹ، دفتر یا مدرسہ کالج میں کان لگا کر سنیں، وہاں بس فلم ہی کی باتیں سنائی دیں گی، ہر نوجوان اپنی اپنی چہیتی ادا کارہ کے گن گاتا ہوا نظر آئیگا، یہ شوق جنون کی حد تک پہنچ گیا ہے، ادا کاروں کی تصاویر نوجوانوں کے گھروں، دیوان خانوں، میزوں، کتابوں اور جیبوں کی زینت ہی نہیں بلکہ ٹانگوں کے ٹاپ، رکشاؤں کے پردوں کے اندر باہر تک لگی ہوئی نظر آئینگی ۔ اس شوق میں ایک گرا ایجوکیٹ اور ایک رکشا ران دونوں برابر برابر نظر آئیں گے

جدا ہوں کے کشمیری بورڈ، سڑکوں کے دستی بورڈ، بسوں کے اوپر، روزناموں اور ماہوار رسالوں کے صفحوں پر آپکو سینما ہی کے اشتہارات نظر آئیں گے، ہوٹلوں میں فلمی گانوں کے ریکارڈ بجتے سنائی دیں گے، ریڈیو سنیں گے تو صرف ریکارڈنگ کیخاطر، خبریں اور تقاریر وغیرہ سے کوئی سروکار نہ ہوگا اسطرح شہر شہری اور شہریت فنا فی الفلم نظر آئینگے ۔

ہمارا نوجوان طبقہ فلمی گانوں اور مکالموں کا حافظ ہوتا ہے، جب موقع ملیگا فلمی چیز گنگنائیگا اور جب بات کریگا، فلمی مکالمے ادا کریگا، جب چلے گا اداکارانہ انداز سے چلے گا اور لباس بھی اداکاروں کا پہنے گا، انتہا یہ کہ بال تک اداکاروں کی طرح بنائے گا، چونکہ نوجوان مردوں کے دوش بدوش نوجوان عورتیں بھی سینما دیکھ رہی ہیں اور ان کے شوق کا بھی وہی عالم ہے جو مردوں کے شوق کا ۔ اس لئے یہ طبقہ بھی بری طرح متاثر ہے ۔ نوجوان اور جوان عورتیں اپنے اخلاق اس فلم بینی کے شوق میں برباد کرچکی ہیں، کھڑی ہونگی تو اداکارانہ ڈھنگ سے، چلینگی تو اداکارانہ ڈھنگ سے،

ہے بات کریں گی تو ادا کارات لہجہ میں اور منھ سے جو الفاظ نکلیں گے وہ زیادہ تر فلمی مکالمے ہی ہونگے اور پھر گنگنائیں گی بھی تو وہی آبرو باختہ فلمی گانے، ظاہر ہے کہ جس طبقہ کے نوجوان مرد اور عورتیں فلموں سے اتنا متاثر ہوں انکے اخلاق اور کردار کا کیا حال ہوگا؟

ہماری سفینہ انسداد زناکاری کا قانون بناتی ہے مگر قانون طبیعتوں اور عادتوں کو تھوڑا ہی بدل سکتا ہے کسی زمانہ میں زنا بُرا سمجھا جاتا تھا مگر اب ہمارے نوجوان طبقے میں زنا اور سگریٹ نوشی دونوں برابر برابر ہی ہیں، جسطرح ایک نوجوان اپنے کسی معمر بزرگ یا عزیز کو دیکھ کر جلتا ہوا سگریٹ چھپا لیتا ہے بالکل اسی طرح اس واردات میں بھی رکنے کا پردہ حاصل ہو جاتا ہے

اس سینما بینی نے ہماری زندگی برباد کر دی ہے اور ہمارے اخلاق، عادات، رفتار، گفتار، کردار، سینما کی نذر ہو چکے ہیں، ہر نوجوان مرد فلمی اداکار بننے کی دُھن میں ہے تو ہر نوجوان لڑکی فلمی اداکارہ بننے کی تگ و دو میں لگی ہوئی ہے اور اپنے آپکو اس فن جمیل کے لئے دونوں بالکل تیار کر چکے ہیں

گزشتہ سال کسی فلم کمپنی کے نمائندے فلمی چہروں کے انتخاب کے سلسلہ میں حیدرآباد آئے تھے مجھے یہ معلوم کر کے بے انتہا حیرت ہوئی کہ وہ خاندان جنھیں اپنی منصبداری پر ناز تھا اور جو اپنی شرافت اور فضیلت کے گن گایا کرتے تھے اپنی لڑکیوں کو پیش کرنے لگے، انتخاب کنندوں نے مختلف طریقوں سے دیکھ پرکھ کر قیمت بھی لگا دی مگر سنا ہے کہ چند ہزار کی تکرار میں معاہدہ نہ ہو سکا۔

ان عبرتناک واقعات کی تفصیل فضول ہے، بہرحال وہ اخلاق و عادات جو حیدرآبادیوں کے لئے باعث فخر و مباہات تھے سب جا چکے، اب حیدرآباد ایک ایسی موڑ پر پہنچ چکا ہے جسکے آگے کوئی اور موڑ نہیں، صرف ایک تنگ و تاریک قعر مذلت ہے اور بس! نہ جانے وہاں تک پہنچنے میں اور کتنے دن باقی ہیں!؟　　(باقی آئندہ)

کہ

سلطان بازار میں ایک عورت نے کسی کا جیب کاٹ لیا:

اگر آج غالب زندہ ہوتے تو کہتے ؎
عورتیں بن رہی ہیں پاکٹ مار
وقنا ربنا عذاب النار

کہ

بلجیم میں مردانہ لباس کی ایک نمائش ہو رہی ہے جس میں (۱۴) ممالک کے لباس پیش کئے جائینگے

ہمارے دیس سے کسی نو کھدّر پوش کو روانہ کیا جانا مناسب ہوگا تاکہ ہمارے یہاں کے لباس کی بھی نمائش ہو سکے

کہ

حیدرآباد میں ایک ایسی ٹولی کا پتہ چلا ہے جو لوگوں کو ڈرا دھمکا کر پاکستانی بتا کر روپیہ بٹورتی ہے

سچ کہا ہے اکبر الہ آبادی نے ؎
کما کھانے کے لاکھوں ڈھنگ ہیں یار

کہ

محکمۂ مال محبوب نگر میں بعض شکایتوں کی تحقیقات کے لئے چھ ملازمین کو معطل کیا گیا

اتنے وسیع سررشتہ میں صرف چھ ملازمین ۔ !

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ پہلا بیاچ ہے ۔ دوسرے بیاچ میں اور ملازمین کو شریک کیا جائے گا ۔ ۔

کہ

مرکزی وزارت تعلیمات نے ریاستی حکومت آندھرا پردیش کو ہدایت دی ہے کہ درسی کتب میں ہر سال تبدیلی نہ کرے ۔

حالانکہ ہمارا محکمۂ تعلیم یہ سمجھا ہوا ہے کہ تقویم پارینہ کی طرح ہر سال درسی کتب بدلنا ضروری ہے

کہ

دفتر تحتی آبکاری ضلع کھمم کے ملازمین کو بر وقت تنخواہ نہیں مل رہی ہے

عام طور پر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ملازمین آبکاری کو بروقت تنخواہ نہ بھی ملے تو وہ بہرحال دوسرے طریقے سے Adjustment کر لیتے ہیں ۔

کہ

چین میں ایک مقبرہ کی کھدائی کے دوران میں ایک ٹوتھ برش برآمد ہوا ہے جسکی بناء پر یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ چین میں ایک ہزار سال قبل بھی دانتوں کا برش ایجاد ہو گیا تھا اور لوگ عام طور پر برش استعمال کرتے تھے

ہم سمجھتے ہیں کہ آیندہ کسی اور مقبرہ کی کھدائی کے دوران میں وہاں سے "منجن فاروقی" کی شیشی نکلے گی اور چین والے دعویٰ کریں گے کہ سب سے پہلے منجن فاروقی چین میں بنایا گیا تھا ! حالانکہ یہ منجن جسکے استعمال کے بعد دانت اکھڑوانے کی حاجت نہیں رہتی ۔ پہلے پہل صرف حیدرآباد میں ایجاد ہوا ہے

کہ

دواخانہ معذورین کی نئی عمارت اب نجارہ طلبہ کی بجائے بیگم پیٹ میں تعمیر ہوگی ؎
آسماں سے گرا کھجور میں اٹکا

کہ

سوشلسٹ پارٹی کیجانب سے اب "انگریزی ہٹاؤ" کی مہم کی بجائے بڑھتا قیمتوں کے خلاف مہم چلائی جائے گی ۔

لیکن ابھی حیدرآباد میں لاکھوں ہی انگریزی سائن بورڈ ہنوز آویزاں ہو رہے ہیں، جو ہٹائے نہیں جا سکے

کہ

محصول فروخت کی آمدنی میں اس سال محکمۂ فینانس کی مساعی کی وجہ سے اضافہ ہوا ہے

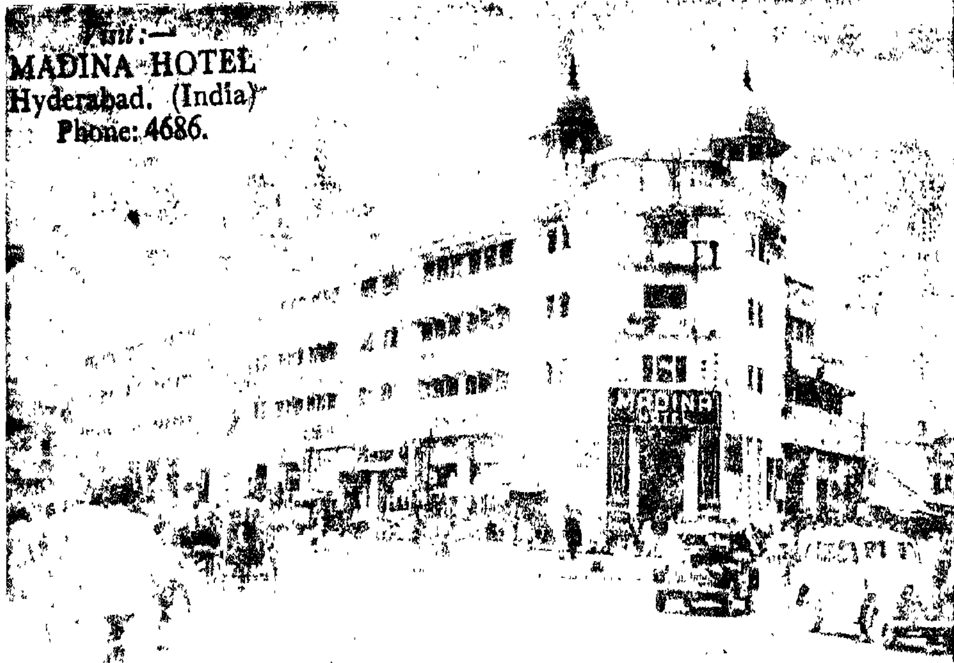
افسوس ہے کہ اس سلسلہ میں سیلس ٹیکس کے ان عہدہ داروں کے خدمات کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا جنھوں نے حال ہی میں شاہ علی بنڈہ کی ایک ہوٹل سے "پیا ہوٹ ٹیکس" وصول کیا تھا ؎
سچ تو یہ ہے بارڈرد کا لے، نام ہو تلوار کا

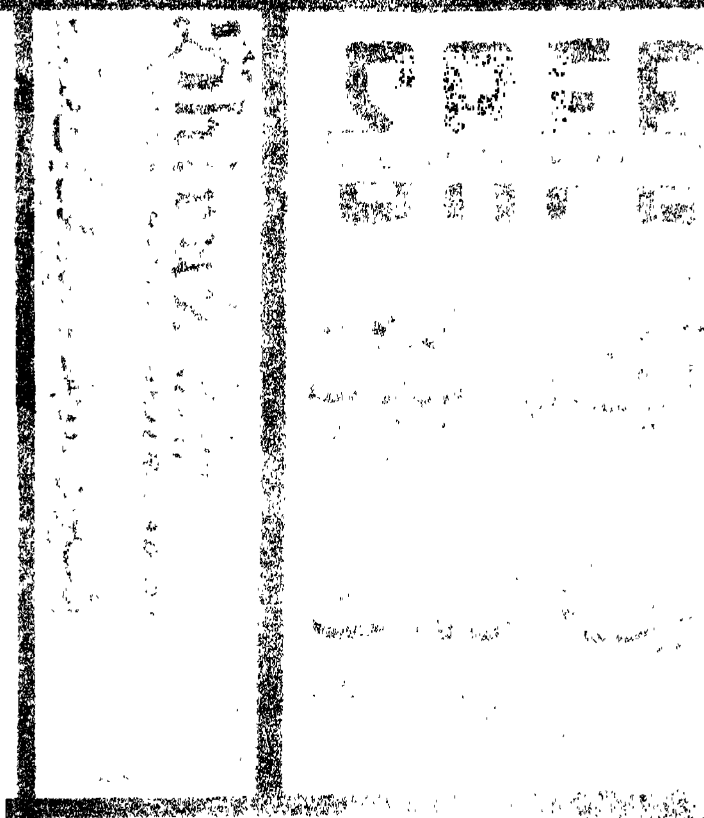
کہ

تخفیف اسلحہ کے مسئلہ پر اب دوبارہ گفت و شنید ہوگی ؎
نخو، تھلا، تی، ڈھائیں !

شیراز آپ کا اور صرف آپ کا اخبار ہے

Shiraz







Assam Tea Depot

تازہ خوش ذائقہ اعلیٰ درجہ کی چائے





آسام ٹی ڈپو



علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا — وفورِ عشق کی دار تک سمجھا تو میں سمجھا



ملا کر آپ کو غمّاں یہی کہتا ہے ہر اک سے — کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

ایڈیٹر:۔ سید صمصام شیرازی پرنٹر اینڈ پبلشر — مقام اشاعت:۔ چادر گھاٹ گیٹ حیدر آباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴ — روز جمعہ — ۲ ستمبر سنہ ۱۹۶۰ء — م ۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۸۰ھ — شمارہ (۴۳)

نقل سلام مطبوعہ در اخبار پیام مورخہ ۵ ربیع المنور ۱۳۵۰ھ مطابق یکم تیر ۱۳۴۷ف یوم جمعہ

سلام بہ پیشگاہ فلک اشتباہ علیہ السلام

(مطلع)

ضربِ دف پر بادۂ گلفام چل سکتا نہیں — دور میں بھی دیکھ لو تم جام چل سکتا نہیں

ختم کردی فتنہ سازی بشاشت کے مگر — نرغۂ اعدا سے بھی تو دام چل سکتا نہیں

سکہ ہر کھوٹا کھرا کسطرح نکلے ضرب سے — مرکزِ ٹکسال سے بھی خام چل سکتا نہیں

کہتی ہے بانگِ درا رو رو کے اپنے حال پر — قافلہ بھی آج سوئے شام چل سکتا نہیں

آفتابِ منزلت کو کس طرح روکے کوئی — وہ کسی حالت میں زیرِ بام چل سکتا نہیں

ہے ضرورت اسکو بھی اک ہادیٔ برحق ملے — بے سہارے عمر کے بل اسلام چل سکتا نہیں

(مقطع)

جوہرِ اعمالِ صالح ذات میں جبتک نہ ہو
دیکھ لے غمّاںؔ نمود و نام چل سکتا نہیں

مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۶۰ء

(آمدہ از زندری باغ)

درخواست یونس دکان دار برائے قرضہ جسکی دکان عابد شاپ کے روبرو ہے۔

فرمایا اس میں لکھا تھا کہ اس سے کاروبار نہیں چل رہے ہیں۔ لہٰذا (۳۰۰۰۰ روپے) کا قرض حسنہ اسکو دیا جائے۔ سبحان اللہ کیا معقول دلیل ہے وہ بھی لاکھ ڈیڑھ لاکھ کا سامان دکان میں رکھکر اور کاروبار چلتے رہنے کی صورت میں ایسی درخواست کی جارہی ہے۔ جو سراسر نامعقول ہے۔ چنانچہ جواب دیدیا گیا کہ صرف خاص سود بٹہ کی دکان نہیں ہے۔ مثل موتی لال یا بھگوان داس۔ یا بینت رام وغیرہ کہ اس قسم کا لین دین کرے۔ لہٰذا اگر درخواست گزار کو ایسے ہی روپیہ کی ضرورت ہے تو اپنی دکان کا اثاثہ رہن رکھکر بنک سے یا مذکورہ جوہریوں سے یا مارواڑیوں سے جن کا ایسا سود لینے کا پیشہ ہے قرض لے۔ کیونکہ حالات دنیا بدل جانے سے صرف خاص کا خزانہ خالی ہے۔ اور بغیر ۳ ماہی قسط سول لسٹ صرف خاص کے معاملات چلنا دشوار ہے۔ اس کے علاوہ بنک کا بہت قرض بھی ہے۔ ان حالات میں مناسب سمجھا کہ چند سطور لکھکر اس مسئلہ پر روشنی ڈالوں تاکہ دوسرے اس قسم کی درخواستیں نذری باغ میں نہ پیش کرسکیں۔ اور نہ آیندہ سے ایسی درخواستیں قبول کی جاسکتی ہیں جو سراسر بے منشا یا مہمل ہوں۔ بلکہ ایسا کام کرنا نذری باغ اپنے پوزیشن کے منافی سمجھتا ہے کہ اپنی مسند شان چھوڑکر زمرہ ساہوکاروں یا گروی گھانٹہ کرنے والوں میں شامل ہو جائے۔ (Status) خدانہ کرے کہ ایسا موقع کبھی درپیش ہو۔ کیونکہ فراز میں رہنے والا کبھی نشیب میں نہیں آسکتا جو منشاء قدرت کے خلاف ہے۔

مورخہ ۳۰ر اگست ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

جامۂ نو کو سلایا کس نے || آنکھ کو گل سے ملایا کس نے
سکۂ قلب کو خالق کے بجز (؟) || آج میزان میں تلایا کس نے
(آمدہ از نذری باغ)

صحت عمر نصر اللہ خاں المخاطب نصیر یار جنگ مرحوم

پسر مہاراجہ پیشکار آنجہانی بطنی غوثیہ بیگم مرحومہ منکوحہ

(مضمون بر صفحہ ۳ در شیراز مورخہ ۲۲ر اگست ۱۹۶۰ء)

فرمایا ایک جگہ بڑے بھائی کی عمر کا تناسب چھوٹے بھائی اقبال جنگ مرحوم سے کیا گیا ہے تو بجائے اسکی عمر ۴ یا ۵ سال زائد لکھنے کے سہو کتابت سے کم لکھدیا گیا۔ اسکی صحت کر لیجائے۔

دوم۔ اس سے چھوٹے بھائی کی زوجہ دوم (پروردہ لڑکی سلطان النساء بیگم ہمشیرہ مرحوم) جس کی عمر ۲۶ یا ۲۷ سال کی ہے چونکہ لاولد ہے اور جس نے اس کی پرورش کی تھی اسکو آگاہ کیا ہے کہ اگر ممکن ہو تو (کیونکہ اسکی عمر ایسی بیٹھنے کی نہیں ہے) کسی کے ساتھ خانگی میں اس کا عقد دوم بعدم وبیش چھ ماہ (یعنے بعد ختم عدت) پڑھا دیا جائے تاکہ اس کا ٹھکانہ ہو جائے اُس صورت میں اسکے اذوقہ کے لئے نذری باغ سے انتظام ہو جائے گا۔

دوسرے طرف یہ اب خود شادی خانہ نہرا میں نہیں رہ سکتی کہ ما لیہ سانحہ کے بعد وہاں کے حالات سابقہ باقی نہیں رہے ہیں بلکہ بدلے ہوئے ہیں۔ لہذا میری تجویز کے مطابق اگر عمل ہوا تو ہر ایک کے حق میں یقیناً مفید ہوگا اور یہ کار ثواب بھی۔

مورخہ ۳۰ر اگست ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

جواب تحریر سعادت جاہ پیش شدہ در نذری باغ

بہ سلسلۂ مضمون نسبت صاحبزادیاں جونیر پرنس

(بطن رفیعہ بیگم سابق زوجہ مطلقہ)

فرمایا میں نے تحریر بھجوانے والے کے ہاں کہلا بھجوا دیا کہ یہ شکریہ کا معروضہ جو بزرگ خاندان کے ہاں پیش ہوا ہے یہہ قبل از وقت تھا۔ مگر ساتھ ہی اسکی توقع رکھی جائے کہ جونیر پرنس جوکہ برادر بزرگ ہیں (بعد سینیر پرنس) یہہ ضرور میری تجویز پر غور کرکے ایک دن فل پیرا ہونگے اور دو برادر خورد علاتی جس میں سے ایک اسوقت اس دنیا میں نہیں ہے یعنے کاظم جاہ مرحوم از ہر دو کو سرفراز کریں گے تاکہ سلوک بزرگی کا مظاہرہ ہو۔ اور ساتھ ہی انکی نیک نامی کا باعث بھی کہ چھوٹے ہمیشہ بڑوں کے عنایت و کرم کے مستحق ہوتے ہیں و بس۔

مورخہ ۳۰ راگست ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

کیسا ہے مبارک باد کا — قد بھی کیسا آج ہے شمشاد کا
مرتبہ خاکہ کشی میں رنگ سے — مانی کہتا ہے سنو بہزاد کا

(آمدہ از نذری باغ)

۷۸۶

معروضۂ ادب

بعد از آستانہ بوسی مودبانہ عرض ہے کہ سرکار نے بمراحم خسروانہ و خصوصی شفقت و عنایات جدّی و پدری دو فرامین مبارک سابقہ و حالیہ متعلق تجویز نسبت دو فدوی زادے بسیادت علیخاں و صیانت علیخاں اپنی بےمثال سرپرستی و منصب اختیاراتِ بزرگانہ کے تحت اخبار نظام گزٹ و مشیر آزمیں صادر فرمائے ہیں وہ ہر دو فدوی زادگان مذکور کے حق میں فالِ نیک اور ان کے درخشاں مستقبل کی ضمانت ہیں جن سے وہ معزز و سرفراز ہوئے۔ آخر میں دونوں فدوی زادے مذکور فدوی اور کنیز نور النساء بیگم (مادر) سراپا سپاس اور بکمال ادب آداب و قدمبوسی عرض کرنے کی عزت و سعادت حاصل کرتے ہیں اور بارگاہِ ربّ العزت میں دست بدعا ہیں کہ وہ اپنے افضال و برکات سے سرکار کا سایہ ہمارے سروں پر دیر گاہ سلامت باکرامت رکھے۔ آمین بجاہِ ختم المرسلین و آلہ الطاہرین۔ ۱۲

زیادہ حد ادب

مرقوم ۲۷ر اگسٹ ۱۹۶۰ء | فدوی سعادت جاہ | از مکان گاف

نقل | مورخہ ۳۰ر اگسٹ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

وجوہِ نظم نیرنگ اردو برموقع عید نہم

فرمایا میرا خیال ہے کہ ایک اچھا خاصہ عرصہ ہوا ہے جبکہ میں نے اسکو لکھا تھا وہ بھی آجکل غنڈوں یا اشرار کے کیا حرکات ناشائستہ ہوتے ہیں اس میں اسکی تفصیل درج ہے۔ مگر سا تو ہی اسکے یہ گو مزاحیہ ہے (جو کہ نظم کی روح رواں ہے) تاہم مہذب پیرایہ میں ہے جسکو امید ہے کہ ثقہ طبقہ پڑھکر خوب ہنسکر اسکی داد دیگا۔ خلاصہ یہ کہ یہ نظم چند پانے پیشے کے کا غنڈوں کے بستہ میں تھی جو آج ان کاغذات کی چھان بین میں نکلی ہے۔ (Bundle) جسکو اوستاد جلیل صاحب مرحوم کے فرزند اکبر صدیق احمد صاحب نے صلاح دی ہے۔) لہذا شائقین کے سامنے عید نہم کے موقع پر یعنے ۹ر ربیع الاول پہ آرہی ہے۔

بہرحال میری تمام عمر میں یہ پہلی دفعہ ہے کہ مجھے اس نوعیت کی نظم لکھنے کا موقع ملا تھا وہ بھی ایک خاص برہمی مزاج یا طیش کی حالت میں جبکہ لکھنے پر میں مجبور رہا۔

زیادہ۔ عید نہم مبارک بہ گروہ حق گویاں و صداقت شعاران

مورخہ ۳۰ر اگست سنہ ۱۹۶۰ء — آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

پھیلا ہے کیف آج یہ جامِ شراب سے — صحن چمن بھی بھر گیا رنگِ گلاب سے
فرقاں یہ کہتا جاتا ہے دینِ مبیں سے آج — معنے بھی فل ہوئے ہیں عجب بو تراب سے -

(آمدہ از نذری باغ)

نظم نیرنگ برموقع عید نہم

(مطلع) شور برپا ہے آج غنڈوں (بدمعاش یا اشرار) سے
ناک میں دم ہے اِن لفنگوں (بازاری) سے

اپنے اعمالِ بد سے دُنیا میں
پھوڑتے سر ہیں آج بٹّوں (پتھر) سے

ڈور ما نجھا بھی کرتے ہیں فریاد (رشتہ)
لڑتے پھرتے ہیں یہ پتنگوں (اڑانے والے) سے

دال اور خشک روٹی یہ کھاکر
کیسے فربہ (موٹے) ہیں آج مُشٹنڈوں سے

رہے ناکام اپنے مقصد میں
جو نظر آرہے ہیں سنڈوں (فربہ) سے

کوڑی کوڑی کو جمع کرتے ہیں
تھیلی بھرتے ہیں آج گنڈوں (پیسے) سے

ہر گلی میں یہ ہاتھ میں لیکر
خاک اُڑاتے ہیں آج جھنڈوں (نشان لیکر) سے

قیمتوں سے یہ لکھتے ہیں تعویذ
بن گیا کام خوب گنڈوں (پیسے کا) سے

تاک کر کس نے یہ چلایا ہے
تیر آکر ملا خدنگوں (نشانہ) سے

باز آتے نہیں شرارت سے
سر بھی زخمی ہوئے ہیں گیڈوں سے

جن کو غیرت کبھی نہیں آئی
کون منہ کو لگے گا ننگوں سے

کیسا ناقص اناج ہے افسوس
نکلا جاتا ہے آج کنکوں (گیہوں) سے

کیسے احمق ہیں اور ہیں بے شرم
لڑتے پھرتے ہیں آج ڈنڈوں (موٹی لکڑی) سے

رات دن سنکے یہ کہانی بھی
دل لرزتا ہے آج جنگوں (لڑائی) سے

بے وقوفی کی یہ دلیل ہے سب
پھوڑتے سر کو ہیں یہ سنگوں (پتھر) سے

مثل بچوں کے آج یہ اشرار
کھیلتے رہتے ہیں یہ انڈوں (بیضہ) سے

(مقطع) جام کا دَور کہتا ہے عثماںؔ
عید آئی ہے آج چنگوں (دوبارہ) سے

مورخہ ۳۰ راگست ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)



تحریری معذرت نامہ سعید علیخاں داماد نظام

(پیش شدہ در نذری باغ)

فرمایا حال میں جو واقعہ ناہنجار اسکے طرف سے وقوع میں آیا تھا موٹر کے سلسلہ میں اس میں اپنے بچاؤ کے لئے دروغ گوئی سے کام لیا تھا۔ اور اصل واقعات کو رنگ دیگر دوسری شکل میں پیش کیا تھا اور دوسرے طرف ایس۔ این۔ ریڈی کی رپورٹ جو بعد کامل دریافت و تحقیقات پیش ہوئی تھی اسکی تکذیب کرتی تھی اور جو ہر طرح سے صحیح تھی وہ بھی دلائل و شواہد کے ساتھ جس سے انکار ناممکن تھا کس لئے کہ معاملہ مذکور بند کوٹھری میں نہیں ہوا تھا۔ بلکہ علی رؤس الاشہاد تھا۔ اور یہہ اس وقت پیشی متعلقہ پر دفتر پیشی میں موجود ہے۔ جو انشاء اللہ آئندہ بر وقت جبکہ اسکی ضرورت محسوس ہو شیراز میں درج کردی جائیگی جو مبنی بر حقایق ہے اور معاملہ مذکورہ پر کافی روشنی ڈالتی ہے۔ بہرحال سردست اسقدر کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ دیر آید درست آید

مرقوم ۳۰ راگست ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

حرکت نازیبا سعید علی خاں داماد نظام جو بوجہ اپنے کردار مذموم کے یہ عزت پانیکا مستحق نہیں تھا

(مقیم نذری باغ)

فرمایا اس لڑکے کی حرکت جو وقوع میں آئی ہے اس سے اسکو متنبہ کر دیا ہے کہ اگر آئندہ پھر یہی سلسلہ جاری رہیگا تو مجھے سخت تدارک کرنا ہوگا جو اس کے حق میں ہرگز مفید نہ ہوگا اور نہ وہ نذری باغ میں رہنے کے قابل ہوگا۔ لہذا اسکو چاہیے کہ دیکھ سمجھکر آئندہ کام کرے ورنہ اوس کا قیام نذری باغ میں ناممکن ہو جائے گا۔

دیگر۔ اسکی درخواست پر حال میں صرف خاص میں کام سیکھنے کا اس کو موقع دیا گیا تھا لہذا بادائی اس انتظام کو مسدود کر دیا گیا ہے۔ البتہ آئندہ اگر اس کے رویہ میں اصلاح ہوگی تو اوس وقت غور ممکن ہوگا۔ کیونکہ یہ نذری باغ ہے گلی کوچہ کے مکانات نہیں ہیں وہ بھی کہنہ و بوسیدہ جس میں کوئے گمنامی کے اشخاص رہتے ہیں جن کا زمانہ میں نہ گنتی نہ شمار۔

بہرحال دوسرے لڑکوں کے ساتھ اس کا جو انتخاب دامادی کے لئے ہوا تھا یہ دراصل اپنے آئین مذموم کے مدنظر اس کا مستحق نہیں تھا۔ خیر آئندہ اگر پھر ایسا موقع ہمدرست ہوگا تو اس مسئلہ پر روشنی ڈالوں گا۔ لہذا سردست اسقدر کافی ہے خلاصہ یہ کہ اگر شرافت کا ان کو دعوےٰ ہے تو اپنے اعمال و افعال سے اس کا ثبوت دے۔ ورنہ وہ مثل صادق آئیگی کہ

"برعکس نہند نام زنگی کافور"

زیادہ اس مقولہ پر نظر رہے کہ

"کردنی خویش آمدنی پیش۔"

مرقومہ ۲۹ راگست ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

نظام کے دامادوں کا مساوی پوزیشن آپس میں نہیں ہے

(بلکہ یہ فرق مراتب ہے)

فرمایا حالات حاضرہ کے مدنظر اس چیز کی ضرورت محسوس کیا کہ اسکی بھی تشریح کردوں۔ وہ یہ ہے کہ بعض ان میں کے خصوصیات کیوجہ سے سینیر ہیں بالمقابل دوسروں کے جو کہ جونیر ہیں۔ مثلاً

(۱) علی پاشاہ (پسر ساجد یار جنگ مرحوم) بہ این وجہ کہ اس بچہ کا تعلق خاندان سالار جنگ اول سے ہے

(۲) مجیب یار جنگ بوجہ میرا بھانجہ ہونے کے (دلبلی صاحبزادی داؤدالنساء بیگم معظم بیگم بیٹھ) (جسکو میں چھوٹا پکارتا ہوں)

(۳) رشید جنگ (پسر ولی الدولہ مرحوم)

(۴) ظہور نواز جنگ بوجہ ہونے پسر سالہ نظام (یعنے قدرت نواز جنگ) جو دولہن پاشاہ مرحومہ کے گھر میں پرورش پایا تھا زمانہ گذشتہ میں اور جسکو میں جموّ پکارتا ہوں۔

(۵) محمود جنگ (پسر خیر نواز جنگ مرحوم) یہ بچہ میری پھوپی چنو پاشاہ مرحومہ کی صاحبزادی لیاقت النساء بیگم مرحومہ کا نواسہ ہے

الحاصل ان (۵) کو چھوڑ کر دوسرے مابقی داماد جو ہیں ان کا نمبر دوسرا ہے آرڈر آف پریسیڈنس میں (order of precedence)۔ لھذا مجھے امید ہے کہ اس تشریح کے بعد آیندہ کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہیں رہیگی کہ ہر چیز کو واضح کردیا گیا ہے زیادہ۔ العاقل تکفیہ الاشارہ

مرقوم ۳۰ راگست ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

خدا محفوظ رکھے چشم بد سے
خصومت اور یہ بغض و حسد سے

طمع ہر قسم کی کہتی ہے دنیا
بڑھی ہے دیکھ لے تو اپنی حد سے

(آمدہ از ندنکا باغ)

خریدی موٹر کار برائے استعمال متاہل صاحبزادیاں نذری باغ

(اُن کے ذاتی پیسہ سے مندرج ٹرسٹ)

فرمایا اس مسئلہ کو بھی صاف کرنے کی مجھے ضرورت محسوس ہوئی۔ تاکہ صاحبزادیوں کے شوہروں کو اسکا علم ہوکہ یہ ان کے ذاتی پیسہ کی خریدی سے نہیں ہے۔ کیونکہ الونس داما دی میں اسکی گنجائش نہیں ہے بوجہ مقدار قلیل ہوتے گے۔

دُوئم ان موٹر کاروں کو جو کہ خرید کردہ ٹرسٹ ہیں۔ ان پر صدر موٹر خانہ نذری باغ کی نگرانی رہے گی (تحت دفتر ٹرسٹ) کیونکہ موٹر کار کے شوفروں۔ کلینروں۔ پٹرول اور درستگی کا خرچ صاحبزادیوں کے علیحدہ علیحدہ ٹرسٹ سے ادا ہوتا ہے (مجتمعہ رقم سے) جس میں انکے شوہران دست اندازی نہیں کرسکتے کہ یہ اُمور اُن سے متعلق نہیں ہیں۔ ورنہ نتیجہ معلوم ؟۔

سُوئم داما دوں کو موٹر خانہ نذری باغ میں آنے کی اجازت نہیں ہے اور نہ صاحبزادیوں کی موٹروں کو اپنے گھر پر روک رکھنے کی۔ کیونکہ یہ وقت پر استعمال کیلئے دی جائیں گی۔ بعدہٗ موٹر خانہ میں ان کا آنا ضروری ہے۔ خلاصہ یہ کہ سب اُمور پر نگرانی رکھنے کیلئے ایس۔ این۔ ریڈی سے کہہ دیا ہے کہ غیر معمولی واقعات کی اطلاع مجھے فوراً دیجائے۔

مرقوم ۳۱؍ اگست ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

چمن شاداب ہے یہ رنگِ گُل سے | ادھر مستی سی پھیلی جامِ مُل سے
مسرت چار سُو دیکھو عیاں ہے | عجب عیدِ نہم کے شور و غُل سے

(آمدہ از نذری باغ)

بچپن کا جوڑا زوجین کا

یعنے صاحبزادی مشہدی بیگم اور محمود پاشاہ کا

بطنی لیلےٰ بیگم اور بطنی سعادالنساء بیگم

فرمایا اول الذکر بچی جب تولد ہوکر کم وبیش ایک سال کی تھی۔ اوسوقت موخر الذکر بچہ تین سال کا تھا اور اسیوقت نسبت ہوکر اور بچہ کو محمود پاشاہ کا خطاب دیکر جریدہ غیر معمولی شائع ہوا تھا۔ مگر اب شکر ہے کہ ہر دو صاحب اولاد ہیں یعنے میرا نواسہ ممتاز نجلی میاں کم وبیش دس ماہ کا ہے (مقیم عدن باغ) جسکو نانی و دادی دیکھکر شاداں ہیں کہ خدا نے انکو یہ دن دکھایا۔ اسلئے بدرگاہ خالقِ ہر دو جہاں سجدہ ریز ہیں۔ زیادہ معصوم کو عمر طویل و توفیق جزیل نصیب ہو بہ تصدق نفوس قدسیہ۔

مرقوم یکم ستمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

The Nizam Sugar Factory Hyd. A. P.



مشرق کا اعلیٰ ترین کارخانہ شکر سازی

بلور کی طرح سفید شکر اور نیفا برانڈ کنفکشنری

خالص اور لذیذ سوئٹس اور ٹافیز

جدید ترین اور آٹوٹیک پلانٹ پر صحت بخش طریقہ پر بنائے جاتے ہیں

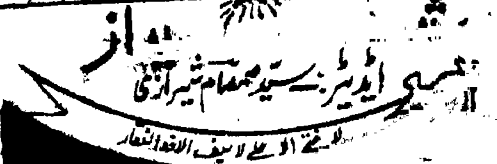
ایکبار کی آزمائش ہمیشہ کی پسند

صدر دفتر
فتح میدان روڈ
پوسٹ بکس (۱۱۷)
حیدرآباد دکن

فیکٹری
شکر نگر (سنٹرل ریلوے)
کنفکشنری
اعظم آباد۔ حیدرآباد

کیبلس اور ٹیلیگرامس
"شوگر"
فون نمبرات ۳۴۰۵۹، ۳۱۷۷
۳۴۴۵۰، ۳۱۸۵، ۳۱۸۶

باسمہ سبحانہ تعالیٰ
ترجمان اہل حق سے قوم کی آواز ہے — نعرہ شاہ حق آگاہ بھی شیراز ہے



خطیب منبر سلونی کا ارشاد مبارک ہے کہ جس کو حق کھا گیا وہ جنت میں ہوگا اور جس کو باطل چاٹ گیا وہ جہنم میں ہوگا۔

پیٹنٹ ادویات

ہمارے ملک میں شاید ہی کوئی مہینہ ایسا گزرتا ہے جس میں ایک نہ ایک پیٹنٹ دوا (جو ہر مرض کا آخری، مجرب اور آزمودہ علاج ہوا کرتی ہے) ایجاد نہ ہوتی ہو۔ اور پھر چند مہینے عوام کی صحت سے کھیل کر اس دوا کے ایجاد کرنے والے مع اپنی مجرب دوا کے غائب نہ ہو جاتے ہوں۔

دیگر ترقی یافتہ ممالک میں پہلے تو کسی غیر سند یافتہ شخص کو یا کسی غیر معروف خانگی ادارے کو ادویات بنانے اور انہیں عام طور پر فروخت کرنے کی اجازت ہی نہیں دی جاتی اور جو ادارے پہلے ہی سے ادویہ سازی کے لئے حکومت کی جانب سے اجازت یافتہ ہیں انکی نئی ایجادات کو پیٹنٹ کرنے، ادویہ سازی کے قانون کے تحت رجسٹر کروانے اور عام طور پر فروخت کرنے کی اجازت صرف اسی وقت دی جاتی ہے جبکہ حکومت کے تجربہ خانے میں اس دوا کا کیمیائی تجزیہ کر لیا جاتا ہے اور یہ تحقیق کی جاتی ہے کہ اسکے اجزا کن بیماریوں کے ازالہ کے لئے مفید ہو سکتے ہیں اور انسانی صحت پر اس دوا کا مضر اثر کیا پڑ سکتا ہے؟ جس بیماری کے لئے یہ دوا ایجاد کی گئی ہے آیا اس خاص بیماری کے لئے مفید ہے یا نہیں؟ اس تجربے کے بعد ایک ٹیکنیکل بورڈ کی رائے سے اسکی مقدار خوراک عمروں کے تفاوت کے لحاظ سے متعین کی جاتی ہیں پھر یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ یہ مرکب دوا کیمیائی ترکیب کے بعد کتنی مدت تک اپنے اثرات برقرار رکھ سکتی ہے۔ ان تمام مرحلوں کے بعد تب کہیں جا کر دوا کو پیٹنٹ کرنے اور عام طور پر فروخت کرنیکی اجازت دی جاتی ہے اسطرح اجازت حاصل کرنے کے بعد ادویہ ساز ادارے، پیٹنٹ دوا کی تیاری کے بعد دوا کے ڈبوں پر دوا کی تیاری کی تاریخ اور سنہ درج کرتے ہیں تاکہ دوا خریدنے والے ڈبوں پر مندرجہ تاریخ دیکھ کر دوا خریدیں اور ایسی پیٹنٹ دوا جسکی مدت استعمال گزر چکی ہو، جو مرور مدت کے بعد ناکارہ ہو چکی ہو، نہ خریدیں۔

لیکن ہمارے ملک کا باوا آدم ہی نرالا ہے یہاں ہر اس اناڑی اور عطائی کو دوا بنانے اور عام طور پر فروخت کرنے کی اجازت ہے جو نہ تو مفردات سے واقف ہوتا ہے نہ مرکبات سے، نہ کیمیائی تعامل و تاثر سے نہ تحلیل و تجزیہ سے اسکو نہ تو علاج کے طریقے معلوم ہوتے ہیں نہ ہی امراض کے نام ہر اناڑی و عطائی جو اپنے آپ کو جالینوس وقت اور شیخ الرئیس زمانہ سمجھتا ہے، اپنی ایجاد کردہ دوا کی تعریف میں وہ وہ پل باندھتا ہے، زمین و آسمان کے وہ قلابے ملاتا ہے کہ توبہ ہی بھلی۔ ہر نئی دوا کا موجد اپنی دوا کے بارے میں یہ بتاتا ہے کہ یہ فلاں مرض کی یا فلاں فلاں امراض کی واحد، آزمودہ، مجرب اور آخری دوا ہے۔ بعض تو یہ بتاتے ہیں کہ انکی ایجاد کردہ دوا جملہ امراض کی واحد دوا ہے اور اس دوا کا نسخہ کسی سادھو نے یا فقیر نے بتایا تھا جو نسخہ بتانے کے بعد ہمالیہ پہاڑ پر غائب ہو گئے۔ دواؤں کی یہ جھوٹی تعریفیں پڑھکر ہمارے بھولے بھالے عوام دوائیں خرید لیتے ہیں اور ان دواؤں کے استعمال کے بعد انکے اصل مرض میں افاقہ ہونے کی بجائے دوسرے نئے اور پیچیدہ امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ ہماری ان پیٹنٹ ادویات کے طفیل میں نہ جانے ہر سال کتنی اموات واقع ہوتے ہیں۔ ان اشتہاری پیٹنٹ ادویہ کی تیاری کے علاوہ دوسری چیز جو ہماری قومی زندگی پر ایک بدنما داغ اور صحت عامہ کو تباہ کرنے کا باعث ہے وہ ان دواؤں کے اشتہارات ہیں جو "دوا کے پڑھنے سے بہتوں کا بھلا ہوگا" "مراد آبادی میں مُردہ زندہ ہو گیا" اور "آپ کو خدا کی قسم ضرور پڑھیئے" کے عنوانات سے شروع ہوتے ہیں اور پھر ان عنوانات کے متن میں جنسی امراض کی تفصیل، علامتیں، آثار، اور پھر انکے ازالہ کے لئے پیٹنٹ دوا استعمال کرنیکی سفارش ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ یہ اشتہارات تہذیب سے گرے ہوئے اور عریاں ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ ان اشتہارات کو پڑھنے کے بعد ہمارے نوجوان طلباء اشتہار میں درج شدہ علامتوں کو اپنے آپ پر منطبق کر کے، اپنے آپ کو خواہ مخواہ بیمار

تصور کرنے لگتے ہیں اور اسی تصور میں نفسیاتی طور پر وہ بیمار ہو جاتے ہیں۔ ان حقائق پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے اشتہاری حکماء، وید اور ڈاکٹر اور عطائی ادویہ ساز برسوں سے قوم کے نوجوانوں کو تباہی صحت کے راستہ پر لیجا رہے ہیں کیا ان حالات میں حکومت کا فرض نہیں کہ وہ غلط ادویات کی ایجاد و فروخت اور اشتہار بازی پر قانوناً امتناع عائد کردے اور صرف ان ہی دواؤں کو پیٹنٹ کرنے اور فروخت کرنے کی اجازت دے جن کے بارے میں میڈیکل بورڈ اور تجربہ خانہ سے مفید ہونے کے بارے میں تصدیق کیجائے۔ اسکے ساتھ ہی پیٹنٹ ادویہ سازوں کو پابند کرایا جائے کہ وہ ادویہ کے ڈبوں اور بوتلوں پر دوا کی تاریخ تیاری لازمی طور پر درج کریں تاکہ خریدنے والے پرانا اور ناکارہ اسٹاک خریدنے نہ پائیں اس سلسلہ میں دیکھا یہ جارہا کہ ایلوپیتھک پیٹنٹ ادویات پر تاریخ تیاری اور مدت استعمال تو درج رہتی ہے لیکن یونانی پیٹنٹ ادویات پر تاریخ درج نہیں رہتی۔ لہذا یونانی مرکبات فروخت کرنیوالوں کو قانوناً پابند کیا جانا ضروری ہے کہ وہ لازمی طور پر تاریخ تیاری اور مدت استعمال درج کیا کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمارا محکمۂ صحت اس بارے میں جلد کوئی موثر قدم اٹھائے گا

همایون عید زهرا باد

تعالی الله روز جشن مرگ بدشعاران است — متاع میکده امروز دست حق پرستان است

بده ساقی مئے صافی که عید پارسایان است — که در این عید زهرا باده نوشی نص قرآن است

جزاک الله ای مختار در خلد برین امروز — دل بنت محمد مصطفیٰ مسرور و شادان است

حدیث لفضة رضی دلالت میکند بر این — که حب فاطمہ بنت محمد عین ایمان است

خداوندا شه ما را همایون عید زهرا باد — که ذاتش مایهٔ ناز جمیع دوستداران است

بآواز دهل گوییم که این سرکار حق آگاه — غلام شاه مردان افتخار شهریاران است

برای یک ادای او بکردم وقف جان خویش

که ای صمصام شیرازی شهم از حق‌شناسان است

عید زهرا بجمیع خوانندگان گرامی مسعود و مبارک باد

(سید صمصام شیرازی)

(بسلسلۂ گذشتہ)

علامہ رشید ترابی کی ایک اور مجلس

خدا کی حمد و ثنا اور محمد و آل محمد پر درود و سلام کے بعد

اب تک کسی نے مزدوری نہیں مانگی، کلمۂ اعلائے حق کو بلند کرنے کے لیئے ابراہیمؑ نے زحمتیں اٹھائی تھیں۔ نوحؑ نے تکالیف برداشت کی تھیں، موسیٰؑ نے ترک وطن کیا اور مصیبتیں اٹھائیں، عیسیٰؑ دار پر لٹکائے گئے، لیکن کسی نبی نے مزدوری اپنی امت سے نہیں مانگی یہی کہتے رہے کہ ان اجری الا علی اللہ ..... الخ ہمارا اجر خدا پر، ہمارا صلہ خدا دے گا۔ رسول اللہؐ نے اجر کیوں مانگا؟ اسلئے کہ سابقہ شریعت بدلنے والی تھی، مکمل نہ تھی، ہر زمانہ اور ہر ملک کے لئے نہ تھی۔ اگر مزدوری کو واجب کر دیا جاتا تو آنے والی آخری شریعت کے قائم ہونے کا کوئی امکان نہ ہوتا ابراہیمؑ اجر مانگ لیتے، موسیٰؑ اجر مانگ لیتے، عیسیٰؑ اجر مانگ لیتے امت سے تو انکی شریعت کو منسوخ کرنا عدل الٰہی کے خلاف ہوتا، انکے ہی دین کو آخری اور قطعی شکل دے دی جاتی۔ مگر انکی شریعتیں تو منسوخ ہونے والی تھیں اور شریعت محمدیہ پر خاتمیت کی مہر ثبت کرنا اللہ کی مشیت میں تھا، اس اعلان کے ساتھ کہ حلال محمد حلال الی یوم القیامۃ، حرام محمد حرام الی یوم القیامۃ۔ ایسے ہی باطل کی آوازیں بلند ہوئیں تا کہ سلسلۂ حق رک جائے، ختم ہو جائے، قدرت نے چاہا کہ باطل کی آواز کو بند کر دے، حکم ہوا، اے حبیب! اجر رسالت مانگو اور کہو کہ تمہارا حکم ہے۔ قل ما اسئلکم من اجر ..... الخ کہدو اے رسول، میں کوئی اجر کسی سے نہیں مانگتا، مگر جو رب کیطرف جانا چاہے مزدوری دے۔ یہ کوئی گھبرا اٹھنے کی بات نہ تھی، رسول نے دولت اولاد، دولت مال اور دولت زندگی نہیں مانگی۔ مزدوری میں صرف قربٰی کی محبت، قربٰی کی مودت طلب کی سلسلۂ حق کی دعوت، حق کے پیغام کو قبول کرنے کی آرزو ظاہر کی، تا کہ باطل کی آواز رک جائے، مزدوری دینے والے حق سے قریب ہو جائیں۔ کسی اور کے قربٰی کی محبت کو واجب نہیں کیا، اسکے قربٰی کی محبت کا حکم دیا جو رحمۃ للعالمین ہے، خاتم النبیین ہے۔ اس منزل پر آواز آئی۔ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربٰی۔ کہدو اے رسول! میں سوال کرتا ہوں میں تم سے اجر (رسالت کی مزدوری) کا مگر مودت (محبت دائمی) میرے قربٰی کی۔ عجیب منزل فکر ہے۔ دعوت حق کا پیغام ہے۔ دور تشریع گذرا، دور تدوین۔ وہ زمانہ جسمیں حفاظت شریعت لازم، اور جسکے لئے عصمت لازم۔ معصوم کا ہونا ضروری، اسلئے محبت ضروری۔ دور تدوین گذرا، دور اجتہاد آیا۔ کار رسالت اگر باقی ہے تو اسکی مزدوری کا ادا کرنا بھی لازم ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اجر رسالت کیسے ادا ہو؟ کون موجود ہے؟ کوئی موجود ہے کہ نہیں؟ موجود ہے۔ وہ باقی ہے کہ نہیں؟ ساری گفتگو کا خلاصہ یہ کہ حقیقت محمدیہ باقی ہے کہ نہیں؟ اگر باقی نہیں ہے تو نہ رسالت موجود، نہ قرآن، نہ معجزہ، نہ پیغمبر اسلام کی تبلیغ باقی، اور اگر حقیقت محمدیہ

کا وجود ہے تو معجزہ کے ساتھ معجزنما کا ہونا ضروری ہے ہمارے قرآن سے ثابت ہے کہ حقیقت محمدیہ باقی، عصمت فاطمہ کیساتھ، دولت حیدریہ کے ساتھ، حلم حسنیؑ کے ساتھ، شجاعت حسینیہ کے ساتھ، عبادت سجادیہؑ کے ساتھ، مآثر باقریہ کے ساتھ، آثار جعفریہ کے ساتھ، علوم کاظمیہؑ کے ساتھ، زہد رضویہ کے ساتھ، جود تقویہ کے ساتھ، تفاوت نقویہ کے ساتھ، جلالت عسکریہؑ کے ساتھ، اور غیبت الطیبہ کے ساتھ، یہ سب محمدؐ کے قریب ہیں، محمدؐ سے نزدیک ہیں، مقصد خلقت، ارتقائے انسانیت سیر کمال اس مدیر جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ ہم سب کو ترقی میں خدا بننا نہیں، انسان بننا ہے، انسان کا وجود لازم، تو پھر سیر ترقی سیر کمال انسان لازم۔ جو سلسلہ انبیاء کا آدمؑ سے خاتمؐ تک رہا اسمیں وحدت فکر ملتی ہے۔ وحدت فکر کا وہ ایک ایسا سلسلہ ہے جو ٹوٹنے نہیں پاتا، اس سلسلہ پر یہ اعتراض کہ وہ معصوم نہیں، عجیب بات ہے۔ اسے اگر مان لیا جائے تو پھر خدا کی عدالت معرض بحث میں آجاتی ہے۔ خدا قادر ہے۔ ہاں ہے، جسکو چاہے بنا دے جسکو چاہے قتل کر ڈالے مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ قدرت کا استعمال کس طرح کرتا ہے، عقل سلیم تو یہ چاہتی ہے کہ راہ عدل، میزان عدل اسکے ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

عزیزان گرامی! غور سے سنیئے، بڑا اہم مقام ہے۔ دعوت فکر بہت بلند ہے۔ ذات باری کا تذکرہ ہے، اسکی ذات واحد، یگانہ ہے۔ وہ صمد ہے۔ خیال و گمان و وہم اس تک نہیں پہونچ سکتے۔ جہاں صفات عین ذات، اسکی ذات عین عدل، توحید، عدل کے ساتھ، خدا کا علم مسلم اور پھر سمجھنے میں دشواری نہیں ہوتی، عقل انسانی ناقص، اسلئے ضرورت تھی کہ عالم کو بھیجا، علم و حکمت دے کر بھیجا، اپنے صفات کا مظہر بنا کر بھیجا تاکہ وہ ہر بات کو سمجھ سکے، ہر چیز پر روشنی ڈال سکے۔ کوئی غلطی اس سے نہ ہو تاکہ ہمارے لئے کھڑی نہ جائے۔ غور سے کام لیجئے اگر ہم حق سے قریب تر آجائیں عقل تو یہ کہتی ہے، ایسے بھیجے جانے والے کو خطاکار نہ ہونا چاہیئے، اگر وہ ایسا نہ ہوا تو اسکا اعتبار کون کرے، اسکی بات میں وزن کہاں سے آئے؟ خدا کی عدالت کا تقاضہ یہ کہ اسکے پیغام کا قائل سچا ہو، خطاکار نہ ہو، اسکا ثبوت یہ کہ آدمؑ سے خاتمؐ تک دیکھ ڈالیئے، وحدت فکر کا ایک سلسلہ آپکو ملے گا۔ محمدؐ ابن عبداللہ پر نبوت ختم شریعت ختم، مگر سلسلہ کو باقی رہنا ہے۔ دعوت حق جاری ہے رک نہیں سکتی، ایسے ہی نبوت جب عروج میں جائے گی تو ولایت بن کر جائے گی، نبوت حجاب ہے، ولایت حجاب کو الٹ دیتی ہے۔ ولی کا بھی معصوم ہونا ضروری، ورنہ سلسلۂ فکر میں وحدت باقی نہیں رہے گی نہ ہی پیغام حق مسلسل رہ سکے گا۔

آقا سید علی شوستری کا نام آپ نے سنا ہوگا۔ یہیں حیدرآباد میں دفن ہیں۔ بڑے پایہ کے بزرگ تھے، ان کا ایک شعر ہدیۂ پیش ہے۔ فرماتے ہیں:-

احمد و ما عرفت علی گفت لو کشف ۔ ز ختم شد بمحمد و ختم گشت علیؑ

نبوت، دعوت علم و صبر و سکون، ولایت، کشف حجاب، ولایت دعوت جلال، جہاں تلوار چمکے اور حق و باطل کے فرق کو ظاہر کردے

نبوت تنزیل، ولایت تاویل، نبوت، شہادت کا وہ پُرسکون منزل جہاں خبر پہونچانا ہے۔ ولایت وہ جہاں خبر پہونچانے والے کے بعد امتحان لیا جائے۔ نبوت، خلق مجسم۔ ولایت، قربانی، جلال کی منزل، محمدؐ کیوں آئے؟ اسلئے کہ جمال مقصود۔ علیؑ جلال کی منزل پر کیوں؟ اسلئے کہ نبوت پیش نظر۔ عرض میں جائے تو ولایت۔ طولی ترقی ختم نبوت۔ عرض میں جب ولایت جاتی ہے تو اسی سطح پر جاتی ہے، جو سطح ختم نبوت کی ہے۔

فریضۂ رحمت وابستہ ہو، رحمت تپ رہی ہو، بلال کا منبر ہو، ختم نبوت کا ہاتھ ہو۔ کسی کو بلند کیا جائے اور آواز دی جائے کہ اگر میں اولیٰ بالتصرف ہوں تو یہ بھی اولیٰ بالتصرف۔ ولایت کو اختیار مل گیا، اذن دینے والے نے اذن دیدیا۔ اب اسکی منزل کو دنیا متزلزل نہیں کرسکتی۔

عزیزانِ گرامی! غور سے سنئے! اسکے وقار سے بڑھکر آج کسی کا وقار نہیں۔ انقلابات حکومت، اقتدار، دولت، تخت و تاج، بڑے بڑے جاہ وحشم والے سب ختم ہوگئے لیکن ولایت کا چراغ باقی رہ گیا۔ کس کسطرح قوت لگائی گئی؟ پانی کیطرح روپیہ بہایا گیا، حکومتوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ ولایت کی منزلت گرادیں۔ حدیثیں وضع کی گئیں، روایات کو رسولؐ تک پہونچایا گیا، اشرفیوں سے حدیث بنانے والوں کے دامن بھر دیئے گئے، عوام کے ضمیروں کو خریدا گیا، کہاں تک عرض کرتا جاؤں؟ دو سو برس تک یہ حکم عام تھا کہ منبر رسولؐ پر جا کر علیؑ کو گالیاں دی جائیں۔ سب ختم کیا جائے، تاریخ اسلام گواہ ہے کہ چودہ سو برس تک کوئی ماں اپنے بچے کا نام علیؑ، حسنؑ یا حسینؑ نہ رکھ سکی۔ یہ سب کچھ ہوا، مگر حق کی آواز نہ مٹ سکی۔ حق کا بول بالا ہوکر رہا۔ مشیت ایزدی کو کبھی شکست ہوئی ہے؟ دنیا دیکھ رہی ہے کہ جبر و استبداد سے کام لینے والے نہیں ہیں۔ ظلم فنا ہو کر رہ گیا، لیکن آج تک علیؑ کا نام باقی ہے، حسنؑ کا نام باقی ہے، حسینؑ کا نام باقی ہے۔ دنیا چاہتی تھی کہ ان کا تذکرہ نہ رہے۔ مگر مشیت ایزدی سلسلۂ دعوت حق کو باقی رکھنا چاہتی تھی۔ مدحیانِ علم کی فضیلت کو دنیا نے مفقود کرنا چاہا وہ اتنا ہی ابھرتی رہی۔ بنی امیہ، بنی عباس، آلِ عثمان، آل سامان، آل سلجوق نے کیا کیا؟ سب پر واضح ہے۔ لیکن اسکے باوجود، یا علیؑ! آپ کا تذکرہ رہ گیا۔ اسے میں اعجاز رسالت کہوں، رسالت کا معجزہ کہوں تو بے جا نہیں۔ رسالت چاہتی تھی کہ دعوت حق باقی رہے۔ خدا کی مرضی تھی کہ یہ سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔ اس سلسلہ میں یہ عرض کرتا ہوا چلوں۔ سافر کی ایک بات کو ہمیشہ یاد رکھئے، دنیا کی ہر قوت سے ٹکرانے کی کوشش کرنا، لیکن یاد رکھو حسینؑ سے کبھی نہ ٹکرانا۔ یہ وہ منزل ہے جہاں بڑی بڑی طاقتوں کے قدم اکھڑ گئے، بڑی بڑی سلطنتیں مٹ کر رہ گئیں۔ وہ دولتیں نہ رہیں، حکومتیں نہ رہیں، اقتدار نہ رہا جنھوں نے حسینؑ سے ٹکرانے کی کوشش کی۔ وجہ یہ ہے کہ حسینؑ سلسلہ دعوت حق ہیں۔ جب تک سلسلہ باقی رہیگا، تذکرہ باقی رہے گا۔ جس نے حق کو مٹانے کی کوشش کی، ناکام رہا۔ حسینؑ کامیاب رہے اور رہیں گے۔ خدا کو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ مظلوم بندے پر زمانہ اور ظلم کرے۔ حسینؑ بڑے مظلوم ہیں۔ اس لئے مظلوم ہیں کہ حسینؑ نے اپنے لئے کچھ نہ چاہا، اسلئے مظلوم ہیں کہ حفاظت شریعت میں جان دیدی۔ اللہ اور لطف الٰہی چاہتا ہے کہ حسینؑ کا تذکرہ باقی رہے۔ قابل مبارکباد ہیں وہ ہستیاں جو ذکر حسینؑ

اور تذکرہ حسینؑ کو جاری رکھنے کی کوشش کرتی ہیں یقیناً حسینؑ ان کی تمناؤں کو پورا کریں گے۔ حسینؑ کا تذکرہ، دنیا چاہے یا نہ چاہے، ہوتا رہے گا اس حقیقت کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں

اچھا تو سنیئے! مقام فکر ہے۔ ارشاد باری ہوتا ہے انّی رسول اللّٰہ علیکم۔ رسول فرماتے ہیں، اللہ کا رسول ہو کر تمھاری طرف آیا ہوں۔ دنیا نے مکہ کی نبی پر ہنستی تھی اور کہتی تھی دیوانے ہے، مجنوں ہے، سودائی ہے، کہہ لینے دو، دیکھیں گے آگے کیا ہوتا ہے۔ لیکن ایک مرتبہ دنیا نے دیکھا کہ عبد اللہ کا بیٹا ان کے خداؤں کو برا کہہ رہا ہے۔ بس کیا تھا آوازیں بلند ہوئیں، ہم اسکی جان لے لیں گے۔ مار ڈالیں گے۔ کفر کی طاقتیں ابوطالب کے پاس آئیں۔ ابوطالب سے کہا، تمھارا بھتیجا ہمارے خداؤں کو برا کہہ رہا ہے، اسے روکو، منع کرو، ورنہ برا ہوگا ہم تمھارے خیال سے اب تک خاموش ہیں۔ تم سردار مکہ ہو۔ ہم تم سے جنگ نہیں چاہتے۔ ابوطالب نے جواب دیا کہ کسی کی مجال جو محمدؐ کو آنکھ اٹھا کر دیکھے، میری زندگی میں اگر محمدؐ پر کوئی آنچ آگئی تو تلواریں نکل پڑیں گی، مکہ کی گلیوں میں خون بہنے لگے گا، کفار قریش نے پھر کہا تم راستہ سے ہٹ جاؤ، بھتیجے کو حوالہ کردو، تم تو بھتیجے کے پیغام سے متفق نہیں۔ پھر کیوں حوالہ نہیں کرتے؟ ابوطالب نے کہا، اپنے جگر کے ٹکڑے کو تمھارے حوالہ کر دوں اور تمھارے لڑکے کی پرورش میں کروں؟ یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا، کوئی میرے بھتیجے کو بری نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔ ایسے میں اعلان دعوت حق دعوت ذو العشیرہ ہوئی۔ گیارہ برس کے ایک بچے نے آگے بڑھ کر مدد کی اجازت چاہی۔ پہلا محافظ ابوطالب، پہلا مددگار ابوطالب کا بیٹا،

کفار قریش سوچ میں پڑ گئے کہ معاملہ بڑھتا ہی جا رہا ہے! انکی نظروں کے سامنے نقشہ کھنچ گیا۔ وہ سوچنے لگے، رسوم بدل جائینگے، رواج بدل جائیں گے، آرزوؤں پر پانی پھر جائے گا، تمنائیں ختم ہو جائینگی، سقایت الحاج کی خدمت بھی ہم سے چھین لی جائیگی۔ کفار جانتے تھے کہ جس دن ابوطالب کی تلوار کھنچ گئی، اس دن مکہ کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہنے لگیں گی۔ ابوطالب کی زندگی تک کسی کو ہمت نہ ہوئی، جرأت نہ ہوئی، لوگ کہتے لگے کہ ابوطالب کی زندگی تک چپ رہو اللہ کے فرمان سے مکہ سے حبش پہنچنے تک ابوطالب زندہ رہے، رسول اللہؐ کا پیغام میرا رسول، خلق مجسم، کوئی مٹی سر پر ڈال دیں تو خاموش ہو جائیں۔ انتہا یہ کہ اونٹ کی غلاظت سر مبارک پر ڈالدی گئی اور مذاق اڑایا گیا، لیکن رسولؐ خاموش، یہ سب ابوطالب کی وجہ سے تھا کہ بھتیجے کا پیغام آگے بڑھتا رہا۔ بڑی حفاظت کی ابوطالب نے کلمۂ طیبہ کی، اسلام کی، محمدؐ ابن عبد اللہ کی، یہاں تک کہ ابوطالب کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ ایک سال تک کسی نے رسولؐ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ غور سے سنئے! ابوطالب کے بعد باطل نے پھر آستین الٹی۔ گھر کو گھیر لیا۔ آگے آگے ابولہب اور ابوجہل ہیں۔ آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ کون ہے محمدؐ کو بچانے والا؟ قتل کردو محمدؐ کو، ہمارا دین، ہمارے خدا محفوظ ہو جائیں گے باطل اپنی پوری توانائی کے ساتھ آگے بڑھنے لگا، ابوطالب کے بیٹے نے چادر رسولؐ اوڑھ لی۔ رسول مکہ سے مدینہ چلے گئے، دنیا نے کہا، پھر ابوطالب کے بیٹے نے بچا لیا، تھوڑے ہی دن بعد کفار قریش نے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کر لیا۔ یہ ارادہ جنگ بدر کی صورت میں ظاہر ہوا۔ (باقی دارد)

(بسلسلۂ گذشتہ)

حیاتِ جنابِ ہاشم علیہ السلام

از جناب سید العلماء مولوی سید اسد علی صاحب

واردانِ حرم پر ہاشم کا کرم

ہاشم کے جد قصیٰ کے دور میں حاجیوں کی اعلیٰ پیمانہ پر خدمت کیجاتی تھی۔ انہوں نے قریش پر انکی ضیافت لازم کر دی تھی۔ انکے حکم سے قریش نے یہ دستور بنا لیا تھا کہ اپنے سال کی آمدنی سے ایک رقم اس کام کے لئے علحدہ کر دیتے تھے گویا یہ سال کے اخراجات کا جز و لازم تھا۔ اس رقم کو قصیٰ کے پاس جمع کیا جاتا تھا، ایام حج میں جب تک حاجیوں کا قیام مکہ و منیٰ میں رہتا تھا اسی رقم سے انکی تواضع ہوتی تھی۔ قصیٰ نے بڑے بڑے حوض بنوائے تھے اور ان سے حاجیوں کو سیراب کیا جاتا تھا یہ طریقہ عبد مناف کے دور میں جاری رہا اور پھر جناب ہاشم کے دور میں اور زیادہ وسعت اختیار کر گیا

ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں:-

ہاشم بن عبد مناف کو سقایت کی خدمت ملی اور واردانِ حرم کی ضیافت انکے سپرد ہوئی۔ یہ تمام قبیلۂ قریش میں ایک مرفہ الحال بزرگ تھے۔ جب یہ عہدے انکے سپرد ہوئے اور موسم حج قریب آیا تو ہاشم نے تمام قریش کو جمع کرکے مخاطب فرمایا "اے جماعت قریش! تم خدا کی جماعت ہو، اور اسکے حرم کے رہنے والے، اس زمانہ میں مراسم تعظیم بجالانے کی غرض سے زائروں کا جماؤ ہوتا ہے، دیکھو! یہ سب خدا کے مہمان ہیں اور خدا کے مہمان سے بڑھ کر کون لائق عزت ہوگا؟ خدا کا احسان ہے کہ اس نے یہ موقع صرف تم کو دیا ہے، کسی اور قوم کو یہ موقع دیکر مکرم نہیں بنایا۔ لھذا اپنے مہمانوں، زائروں کا اکرام کرو۔ ذرا خیال تو کرو کسقدر لاغر ہو جانے کے بعد انکے اونٹ تم تک پہونچتے ہیں۔ دور دراز کی مسافت طے کرتے کرتے کسقدر غبار میں وہ اَٹ جاتے ہیں، انکے جسم و لباس خرابی و خستگی کا مجموعہ بن جاتے ہیں، لھذا تم کو نہایت سیر چشمی کیساتھ انکی ضیافت کے فرائض انجام دینا چاہیئے"۔

اس تبلیغ کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش نے رفادہ کا سامان شروع کیا اور ہر امیر و غریب نے اپنی استطاعت کے لحاظ سے بھیجا۔ خود ہاشم بھی اپنے سرمایہ سے اس مصرف کے لئے مالِ کثیر نذر کیا کرتے تھے، قریش کے ارباب ثروت کھانا کھلاتے تھے اور ان میں کا ہر شخص سو مثقال ہرقلیہ کے لئے نذر نکالا کرتا تھا۔ ہاشم نے حجاج کے پانی پلانے کے لئے چمڑے کے بڑے بڑے حوض بنوائے تھے، جو زمزم کے پاس رکھ دیئے جاتے تھے اور مکہ کے کنوؤں سے لبریز کر دیئے جاتے تھے (چاہ زمزم تو مدت سے پٹا ہوا بے نام و نشان پڑا تھا) اور حاجیوں، زائروں کو سیراب کیا جاتا تھا حجاج کو روز ترویہ کے ایک دن قبل سے کھانا کھلایا جاتا تھا اور یہ سلسلہ "منیٰ" عرفات تک جاری رہتا تھا۔ ان تمام دنوں میں ان کے لئے گوشت روٹی، روغن، ستو، خرمے کا نہایت فیاضی کے ساتھ انتظام کیا جاتا تھا مقام "منیٰ" میں بھی انکے لئے پانی کے حوض کا اہتمام کیا جاتا تھا جس سے وہ خاطر خواہ سیراب ہوں۔ یہ ضیافت

کا آخری نزول ہوتی تھی جسکے بعد یہ جمعیت منتشر ہونے لگتی تھی

ہاشمی فیاضیوں کے یہی غیر فانی نقوش تھے جو صرف قریش ہی نہیں بلکہ عالم کے گوشہ گوشہ پر ثبت ہو چکے تھے۔ عرب کے باہر بھی اقوام و قبائل انکی ذاتی عظمت و وجاہت سے اثر پذیر تھے۔ پورے سال بھر ساری دنیا میں جہاں جہاں سے بھی لوگ زمین حرم پر آتے تھے ان وسیع دسترخوانوں، کشادہ دیگچوں، خشک و تر میزبانوں کا چرچا ہوا کرتا تھا اور شہرہ ہاشمی آفاق عالم کو محیط کیا کرتا تھا۔ شکر کے جذبات دل کی گہرائیوں سے ابل کر فصیح نظموں اور بلند بانگ نغموں کی صورت میں حاجیوں کی فضاؤں کو بھر دیا کرتے تھے

مکہ میں قحط سالی اور ہاشم کی فیاضی

اتفاق یہ ہے کہ مکہ میں ایک سال قحط پڑا، اس مصیبت میں گھروں کی ساری پونجی اٹھ گئی۔ اہل مکہ جاں بلب ہوگئے لیکن قوم و ملک کی عظیم ترین پونجی وہ ہاشم موجود تھے۔ انہوں نے مصیبت کے پیش نظر شام کا سفر کیا اور وہاں جا کر غلہ فراہم کیا روٹیاں پکوائیں اور بڑی بڑی کڑھائیوں میں بھر کر اونٹوں پر سامان زندگی بار کیا۔ مکہ کی اس مخلوق کو جو اللہ کے گھر میں سے نکل کر ہونے کو موت کا ہاتھ بھلا سکتی تھی۔ ان اونٹوں کو چھوڑ دیا شوربہ میں ڈالکر روٹی ثرید بنایا [illegible] پھر ان اونٹوں کو ذبح کیا اور ان پر زندگی کی [illegible] بڑے بڑے پیالوں میں [illegible] اہل مکہ کو جان میں جان آئی [illegible] ہاشم نے قریش کو بچا لیا۔ اس ایثار نے عمرو کو ہاشم بنا دیا "ہشم" کے معنے روٹی چور کرکے شوربہ

میں بھگونا جیسا کہ عبداللہ ابن الزبعریٰ نے اپنے شعر میں کہا ہے کہ "عمرو" وہ ہیں جنہوں نے اہل مکہ کو اسوقت شوربے میں روٹی بھگوکر کھلائی جبکہ وہ قحط سالی کا شکار تھے اس شعر میں "ہشم" کا لفظ استعمال ہوا ہے

عبداللہ ابن الزبعریٰ کے علاوہ وہب بن عبد قصی کے اشعار بھی ہیں جن میں پورا واقعہ درج ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ قوم کی ساری مصیبت کا بار ہاشم نے اپنے قوی شانوں پر لے لیا سرزمین شام سے غلہ والوں کے لئے اذوقہ بھر لائے اور تمام باشندگان مکہ کو از سر نو عروس حیات سے ہمکنار کیا۔ ساری قوم تکالیف کے بعد انکے سحاب کرم کے نیچے آگئی۔

ہاشم کے مقابل امیہ کی ناروا کاوش

ایثار کے ان بے نظیر کارناموں نے ہاشم کی مقبولیت کو غیر فانی بنا دیا تھا اور انکی وجاہت، عظمت اور امارت نے پہلے تمام اقوام و قبائل کے تصورات پر چھا دیئے تھے، کسی کی حیثیت نہ تھی کہ انکے سامنے سر اٹھا سکے مگر خدا بھلا کرے حسد کا، یہ تو پہلے اسی زمین کو فنا کرتا ہے جو اسکی پرورش کرتی ہے۔ معقول آدمی اسکی رہنمائی میں اچھا خاصا ابلیس ہو جاتا ہے۔ حسد، نقص ذاتی کے تکمہ سے پیدا ہوتا ہے کمل افراد حسد نہیں کرتے بلکہ ان سے حسد کیا جاتا ہے، یہاں بھی جب ہاشم کی امارت ہمہ گیر ہوئی تو امیہ کو جو ہاشم کا بھتیجا تھا حسد ہوا۔ ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ یہ حسد امیہ و ہاشم کے درمیان دشمنی کا آغاز تھا۔ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ امیہ بن عبد شمس صاحب مال تھا مال کے بل بوتے پر اس نے ہاشم کا مقابلہ

کرنا چاہا اور ان ہی امور کے بجالانے کی کوشش کی جو ہاشم کرتے تھے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ وہ بات پیدا نہ ہو سکی۔ کرنے کو تو دعوت اوس نے بھی کی اور کافی اہتمام کیا مگر جو ہاشم سے بن آئی اس سے نہ بنی۔

طبری ناقل ہے کہ قریش کے خوش مذاق لوگوں نے اسکا مضحکہ اڑایا، اس پر وہ سخت ناراض ہوا اور ہاشم کی شان میں گستاخی کی پھر یہ مطالبہ کیا کہ اسکے متعلق پنچایت سے فیصلہ لیا جائے۔ ہاشم نے خودداری کے ماتحت اسکو مناسب نہ سمجھا مگر قریش نے اصرار کیا اور جوش دلاکر آمادہ کر دیا۔ ہاشم نے فرمایا میں اس شرط پر اس معاملہ کو پنچایت کے سپرد کرتا ہوں کہ ناکامیاب ہونے والوں کو سیاہ آنکھوں والے پچاس ناقے نحر کرنا ہوں گے اور دس سال کے لئے مکہ سے ترک سکونت کرنا پڑےگی۔ امیہ نے شرط مان لی، دونوں نے کاہن الخزاعی کو پنچ بنایا اس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ دیدیا۔ اب محمد کے موافق ہاشم نے ویسے ناقے لیکر مکہ میں ذبح کر کے اہل مکہ کی ضیافت کی اور امیہ شجر حسد لے کر شام چلا گیا۔ اور دس سال وہاں رہا۔ شام اور امیہ کے ارتباط کی یہ پہلی کڑی ہے۔

طبری نے لکھا ہے کہ جناب عبدالمطلب نے حرب بن امیہ سے اصلاح تعلقات کے لئے شاہ حبشہ نجاشی سے کہا تھا مگر اس نے دخل دینے سے انکار کر دیا تو ان دونوں نے نفیل بن عبدالعزی کو پنچ بنایا۔ اس نے حرب سے کہا، اے ابو عمرو! تم اس شخص سے نزاع کرتے ہو جو تم سے قد میں بڑا ہے، اسکا سر تم سے بڑا ہے، تم سے زیادہ وجیہ ہے، تم سے کم برا ہے، جسکی اولاد تم سے زیادہ ہے، جو تم سے زیادہ سخی ہے، تم سے زیادہ طاقتور ہے۔ اس تمہید کے بعد اس نے عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ حرب یہ منظر دیکھ کر کہنے لگا۔ "ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم نے تم کو پنچ بنایا"۔

اسکے بعد اسی قسم کی [illegible] و [illegible] کی حد تک خاندان بنی امیہ، بنی ہاشم کا مقابلہ کرتا رہا۔ مگر روحانی علامات کے واپس لینے میں کبھی کامیاب نہ ہو [illegible] دنیا کی دولت و ثروت کی دسترس سے روحانی امانت [illegible] بلند تھی۔ یہ منصب ناقابل سلب و غصب تھا۔ جیسا کہ امام رضا علیہ السلام نے مامون کے اصرار پر اسی نکتہ کو ارشاد فرمایا ہے کہ اگر یہ منصب خدا کی طرف سے تمہارا ہے تو تم بلا [illegible] دوسرے کو کیسے منتقل کر سکتے ہو اور اگر تمہارا نہیں تو پھر [illegible]؟

نسل ہاشم کی کرامت

[illegible] عرض کرنا ہے کہ یہ وہ بلند ہستی تھی جسکی نسل کو قدرت نے غیر معمولی بلندی عطا کی، چنانچہ بخاری، مسلم، ترمذی میں عالتہ زوجہ نبی کے ذریعہ سے یہ ارشاد رسول مذکور ہے کہ خدا نے کنانہ سے قریش کا انتخاب کیا اور قریش میں بنی ہاشم اسکو پسند آئے دوسرے حدیث میں جسکو ترمذی عیاض نے روشفا میں لکھا ہے یہ ہے کہ خدا نے اولاد ابراہیم میں اسمعیل کو، اسمعیل میں قریش کو، اور قریش میں بنی ہاشم کو پسند کیا۔ اسکے بعد حضور نے فرمایا کہ بنی ہاشم میں مجھ کو منتخب قرار دیا۔

تاریخ الوالفدا میں ہے کہ عائشہ نے کہا کہ حضور اکرم نے فرمایا کہ مجھ سے امین وحی نے بیان کیا کہ عالم چھان ڈالا مگر کسی کو خدا کے حبیب سے افضل و بہتر نہ پایا اور زمین کا چپہ چپہ دیکھ ڈالا لیکن کسی باپ کی اولاد بنی ہاشم جیسی نہ پائی۔

یہی بنی امیہ کی ہستی تو جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں اس آیت کے ذیل میں الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفراً۔ انہیں جانتے ہو جنہوں نے نعمت کا شکر کفر سے کیا۔ فرماتے ہیں کہ ان سے مراد طاغین یجرہ ملعونہ بنی امیہ ہیں اور ان کے ہم جنس بنی مغیرہ۔

بنی ہاشم کے سامنے بنی امیہ کی یہ حقیقت ہے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ ہاشمؑ نے اپنا وصی اپنے برادر مطلب کو بنایا تو بنی ہاشمؑ اور بنی مطلب ایک ہیں اور دوسرے دو بھائی۔ نوفل و عبد شمس کی اولاد اور نسل ایک ہے۔

نور و ظلمت کے ان دو راہوں کے بارے میں امیر المومنین کا قول فیصل ارشاد فرمایا ہے کہ معاویہ نے وصی رسولؐ کو ایک لکھا تھا جس میں مطالبہ تھا کہ تمام اسکے پاس رہنے دیں، عرب رحم کریں کہ ان کو خیک کی گئی۔ اور لڑنے والی جماعت دونوں کے پاس برابر ہے اور ہم آپ دونوں عبد مناف کی نسل ہیں لہذا برابر ہیں۔

امامؑ جواب دیتے ہیں کہ جو میں نے کل تجھ کو نہیں دیا آج نہیں دیں گا۔ رہا یہ کہ جنگ عرب کو کھا گئی تو یاد رکھو کہ جسکو حق کیا وہ جنت میں پہنچا اور جسکو باطل چاٹ گیا وہ جہنم پہنچا۔ اور عدم

کی برابری تو سمجھ لو کہ تم راہ شک پر اتنے تیز رو نہیں جتنا میں جادۂ یقین پر، اور شاہی دنیا کے اتنے حریص نہیں جتنے عراقی آخرت کے۔ رہی نسلی برابری تو یاد رکھو کہ امیہ اور ہاشمؑ میں بڑا فرق ہے۔ حرب و عبدالمطلبؑ میں مماثلت نہیں، ابوسفیان، ابوطالبؑ کا ہمسر نہیں، مہاجر، اسیر آزاد کردہ کے برابر کیسے؟ صحیح النسل میں اور لگ لپٹ کے ناتے جوڑنے میں بڑا فرق ہے، حق پرست اور باطل نواز میں کہاں کی ہمسری؟ ایماندار اور مفسد میں کیا برابری؟

جناب ہاشمؑ کی وفات

اسکے متعلق بھی در حیات عبدالمطلبؑ " میں گذر چکا

سنہ ۵۱۰ء میں شام کے شہر " غزہ " میں انتقال ہوا اور یہی جناب عبدالمطلبؑ کا سال ولادت ہے۔ انکی وفات پر کافی مرثیے لکھے گئے جن میں آپکے بلند کردار کا تذکرہ ہے (ختم شد)

"نادِ علیؑ"

از جناب ساجد رضوی صاحب

لہرائی فضا میں جو صدا نادِ علیؑ کی
آسان ہوئی منزلِ دشوار نبیؐ کی
کیا شان ہے شمشیر زنی صف شکنی کی
زینبؑ کے دلاروں میں شجاعت ہے علیؑ کی
کیا رفعت و عظمت ہے حسینؑ ابنِ علیؑ کی
محسوس نہ ہونے دی کمی جس نے نبیؐ کی

ہر قوم کی دولت ہے یہ ہر قوم کا ورثہ
تم سبطِ نبیؐ کا نہیں میراث کسی کی
مشکل میں کبھی دل سے ذرا نام تو لیجے
کام آتے ہیں شبیرؑ مصیبت میں سبھی کی

یوں آج ہے شبیرؑ کو عباسؑ کی حاجت
کل جیسے پیمبرؐ کو ضرورت تھی علیؑ کی
مَنْ کُنْتُ کی منزل میں کسے جائے سخن ہے
جو بات نبیؐ کی ہے وہی بات علیؑ کی
رکھے تھے قدم مہرِ نبوت پہ علیؑ نے
تفسیر ہے یہ ولولۂ بُت شکنی کی

پردہ سے صدا آتی ہے پہچانی ہوئی سی
معراج نبیؐ کی ہے کہ معراج علیؑ کی
جز حیدرِ کرار نہ تھا کوئی جو اسرد
تاریخ بتاتی ہے یہ خیبر شکنی کی

آئی شبِ عاشور تو ظاہر ہوا یہ راز
تقدیر درخشاں ہے بہت حُر جری کی
زینبؑ نے بھی عباسؑ علمدار کے مانند
تکمیل فرائض میں سرِ مُو نہ کمی کی
دربارِ یزیدی کی فضا زیر و زبر ہے
تقریر ہے زینبؑ کی فصاحت ہے علیؑ کی
عابدؑ کے سوا کوئی بیاں کر نہیں سکتا
کیا ہوتی ہے تکلیف غریب الوطنی کی

گہوارہ سے بے شیر بھی میدان میں آیا
قربانیاں جب ہونے لگیں آلِ نبیؐ کی
خوں اصغرؑ کا بہانے پہ ہیں تیار مسلماں
تصویر ہے جو صورت و سیرت میں نبیؐ کی
ساجد نہ اُٹھے سر کبھی شبیرؑ کے در سے
سجدہ میں دعا آج مرے دل نے یہی کی



همدردی

از سیدہ طاہرہ بیگم

بچو! ہمدردی کے معنی ہیں، دوسروں کے دکھ درد کا ایسا خیال کرنا، دوسروں کے دکھ درد کو ایسا محسوس کرنا، جیسا کہ وہ تکلیف خاص ہماری ذات کو پہنچتی تو ہم محسوس کرتے، ہمدردی کے اس مفہوم کو دنیا کے عظیم ترین شاعر حضرت سعدی شیرازیؒ نے بڑے اچھے پیرایہ میں ادا کیا ہے وہ کہتے ہیں ؎

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند
کہ در آفرینش ز یک گوہر اند
چو عضوی بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار

یعنی حیات انسانی ایک جسم ہے اور تمام انسان ایک دوسرے کے ہاتھ، پاؤں اور اعضاء کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ پیدائش کے اعتبار سے سب آدمؑ کی اولاد ہیں، سب کا جوہر حیات ایک ہی ہے جب زمانہ کسی ایک عضو کو یعنی کسی ایک انسان کو علحدہ کر دیتا ہے، سارے دنیا سے یا تکلیف پہنچاتا ہے تو دوسرے اعضاء یعنی دوسرے انسان بھی اس تکلیف سے بے چین ہو جاتے ہیں

بچو! ڈاکٹر اقبالؒ نے بھی جو اس صدی کے عظیم شاعر تھے غالباً حضرت سعدیؒ ہی کے خیال سے متاثر ہو کر اس طرح کہا ہے ؎

مبتلائے درد کوئی عضو ہو، روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

بچو! تمہارے جسم کے کسی بھی حصہ میں درد کیوں نہ ہو جائے پاؤں میں کانٹا چبھے، تمہارا ہاتھ جھلس جائے یا تمہارے گھٹنے میں چوٹ آئے، تمہاری آنکھوں سے ضرور آنسو ٹپکیں گے۔ یعنی

زرین اقوال

فراز میں رہنے والا کبھی نشیب میں نہیں آ سکتا جو منشاء قدرت کے خلاف ہے (سرکار حق آگاہ)

تمہاری آنکھوں کو تمہارے جسم کے ہر حصہ سے ہمدردی ہے، اسی طرح دنیا کے کسی بھی انسان کو کوئی تکلیف پہنچے اور ہم اس پر اپنے رنج کا اظہار کریں تو وہ انسانی ہمدردی ہے

بچو! ہمدردی کی موٹی موٹی دو قسمیں ہیں

(۱) زبانی ہمدردی (۲) عملی ہمدردی

(۱) زبانی ہمدردی یہ کہ تم اپنے ہم جماعتوں کیساتھ مدرسہ جا رہے ہو اتفاقاً تمہارا ایک ہم جماعت ٹھوکر کھا کر گر جاتا ہے، اسکے پاؤں میں چوٹ آتی ہے، خون بہنے لگتا ہے، تم زبان سے اسکو کہتے ہو۔ "اٹھو! ہمت کرو، قریب کے دواخانہ میں جا کر آیوڈین لگا لو"

تمہارا یہ کہنا زبانی ہمدردی ہے

(۲) عملی ہمدردی یہ کہ تم اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے اسکو سہارا دیکر دواخانہ لیجاتے ہو۔ اور ڈاکٹر سے ٹنکچر مرہم پٹی کا انتظام کرتے ہو، تمہارا یہ عمل "عملی ہمدردی" ہے

بچو! ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

یعنی محبت اور ہمدردی کیلئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے ورنہ صرف طاعت کے لئے فرشتوں کی کمی نہ تھی جو ابتدائے آفرینش سے خدا کی تسبیح اور عبادت میں مشغول ہیں حقیقت یہ ہے کہ صرف عبادت ہی انسان کے فرائض میں داخل نہیں ہے بلکہ محبت اور انسانی ہمدردی بھی انسان کے فرائض میں ہیں جن کو پورا کرنا اصلی انسانیت ہے بچو! دنیا کے ہر مذہب اور ہر معلم اخلاق نے ہمدردی کی تعلیم دی ہے۔ ہمدردی اپنے مدارج میں پہلے اپنے خاندان سے شروع ہوتی ہے، پھر اپنے اہل وطن، اپنی قوم اور اپنی ملت سے۔ ان مدارج کے بعد جب انسان کی نظر میں وسعت پیدا ہوتی ہے تو بلا لحاظ مذہب و ملت، بلا لحاظ قوم و وطن، دنیا کے ہر شخص سے خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، عیسائی ہو یا سکھ، ایرانی ہو یا ہندوستانی، افریقی ہو یا عرب، ہمدردی کرنے لگتا ہے، ہمدردی کا یہ درجہ اعلیٰ ترین درجہ ہے۔

بچو! دنیا میں بہت سے ایسے بادشاہ گزرے ہیں جو اپنی رعایا، اپنی قوم اور اپنے اہل ملک سے بہت ہمدردانہ برتاؤ کرتے تھے، لیکن اعلیٰحضرت حضور نظام نے بنی نوع انسان کی

ہمدردی کے جو اعلیٰ نمونے دنیا کے سامنے پیش فرمائے ہیں ان کا جواب بادشاہوں کی تاریخ میں نہیں ملتا۔ وہ تو تم نے سنا ہی ہوگا کہ دنیا کے کسی حصہ میں سیلاب آئے، زلزلہ آئے یا قحط ہو، اعلیٰحضرت حضور نظام وہاں کے مصیبت زدہ عوام کی مدد کے لئے اپنے پاس سے کثیر رقم روانہ کیا کرتے تھے۔ اعلیٰحضرت حضور نظام کا یہ عمل بنی نوع انسان کی ہمدردی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ چار پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ اعلیٰحضرت حضور نظام نے بابو راؤ نامی ایک شخص کا جو لنگڑا ہو گیا تھا، اپنے ذاتی صرف سے علاج کروایا، بمبئی سے اسکے لئے قیمتی مصنوعی پاؤں منگوایا، اسکی گذر بسر کے لئے تنخواہ مقرر کی۔ حضور نظام کی یہ ہمدردی بلالحاظ مذہب و ملت اور قوم و وطن محض انسانیت کے نام پر تھی۔

بچو! تم بھی حضور نظام کی روشن زندگی سے سبق حاصل کر کے بنی نوع انسان سے ہمدردی کرنا سیکھو۔ تمہارا یہ عمل تم کو دنیا میں اور خدا کے سامنے سر بلند کرے گا۔

جنابِ امیر علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے موقع پر

ادارۂ شیراز ایک خصوصی اشاعت

امیر نمبر

کے نام سے پیش کرنے کا تہیہ کیا ہے

اس نمبر کے سرورق پر سرکار حق آگاہ کی بالکل نئی تصویر ہوگی اور یہ نمبر سرکار حق آگاہ کے نام نامی سے معنون ہوگا اس نمبر میں سرکار حق آگاہ کا کلام بلاغت نظام ملک کے نامور ادبا اور سربرآوردہ شعرائے کے بلند پایہ مضامین نظم و نثر اور محبان آل اطہار و عاشقانِ حیدر کرار کے یادگار تھا و یزدیج رہینگے

تفصیلات کے لئے مخاطب فرمایئے

ادارۂ شیراز ہفتہ وار چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد

قطعہ

کیسا جلوہ یہ آفتاب میں تھا
اور نکتہ بھی تو کتاب میں تھا

کتنی بیش بہا کے یہ آنسو
ولولہ عشق کا شتاب میں تھا

(آرزو از نذری باغی)

امریکہ کی عورتیں اور حقِ رائے دہندگی

امریکہ کی عورتوں کو حقِ رائے دہندگی حاصل کرنے میں ایک طویل جدوجہد میں سے گزرنا پڑا تھا۔ آخر ۱۹۲۰ء میں اُن کا یہ حق تسلیم کر لیا گیا اور آج امریکہ میں مرد ووٹروں کی نسبت زنانہ ووٹروں کی تعداد زیادہ ہے۔ نومبر میں امریکہ میں جو صدارتی انتخاب ہونے والا ہے اس میں امریکی عورتیں خاص رول ادا کر رہی ہیں۔

اگست کا مہینہ امریکہ میں عورتوں کے لئے سماجی اور سیاسی اہمیت رکھتا ہے امریکی عورتیں اِسی مہینے میں حقِ رائے دہندگی یعنی ووٹ دینے کا حق حاصل کرنے کی چالیسویں سالگرہ منائیں گی۔ ۲۶ر اگست ۱۹۲۰ء میں امریکی آئین میں ایک ترمیم منظور کی گئی جس کی رُو سے امریکی عورتوں کو ووٹ دینے کا حق ملا اور اس طرح انہیں مردوں کے برابر درجہ دیا گیا۔ امریکہ میں عورتوں کے حقوق کی مہم ۱۸۴۰ء میں شروع ہوئی جب امریکہ کی دو خواتین لیو سریشیا موٹ اور ایلزبتھ کیڈی سٹینٹن لندن میں غلامی کے خلاف ایک کنونشن میں شریک ہوئیں۔ مسز موٹ اُن آٹھ امریکی ڈیلی گیٹوں میں سے تھیں جنہیں کنونشن میں نشست دینے سے انکار کیا گیا۔ مسز سٹینٹن ایک نمائندے کی بیوی تھیں۔ اس سے ان دونوں خواتین کو آپس میں معاہدہ طے کرنے کی ترغیب ملی جس کے تحت انہوں نے ملکر عورتوں کے حقوق کے لئے جدوجہد شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ۱۸۴۸ء میں امریکہ میں عورتوں کے حقوق کی پہلی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں خواتین کے مختلف گروہوں کو اس اہم مقصد کے لئے مضامین لکھنے اور تقریریں کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اور یہ مہم جوش و خروش سے شروع ہوگئی۔ اس کے تیس برس بعد امریکی عورتوں کی ایک تنظیم نے مطالبہ کیا کہ امریکی آئین میں ترمیم کی جائے جس کے تحت امریکی عورتوں کو ملکی سطح پر ووٹ دینے کا حق دیا جائے۔ اس کے بعد ہر برس ۱۹۱۹ء تک یہ مطالبہ زیادہ زور و شور اور شدت کے ساتھ دہرایا جاتا رہا۔ اسی سال امریکی کانگریس نے امریکی آئین میں ترمیم کئے جانے کی تجویز پیش کی۔ چنانچہ ۱۸ر اگست ۱۹۲۰ء کو یہ ترمیم منظور ہوئی اور صرف ۸ دن کے بعد یعنی ۲۶ر اگست کو یہ ترمیم قانونی صورت میں ملک بھر میں نافذ کر دی گئی۔ اس طرح طویل جدوجہد کے بعد عورتوں کو مطلوبہ حق حاصل ہوگیا۔

اب کیفیت یہ ہے کہ پچھلے چار دہوں میں امکانی ووٹر عورتوں کی تعداد امکانی مرد ووٹروں سے تقریباً ۳۰ لاکھ بڑھ گئی ہے۔ اس طرح امریکی عورتیں مقامی، ریاستی اور ملکی سطح پر سیاسی مہموں اور تحریکوں کا ایک لازمی اور اہم حصہ بن گئی ہیں۔ امریکی چیمبر آف کامرس کے اندازے کے مطابق آج امریکی سیاست میں حصہ لینے والے لوگوں کا نصف سے زیادہ حصہ عورتوں پر مشتمل ہے۔ امریکہ کی دونوں بڑی سیاسی تنظیموں ڈیموکریٹک پارٹی اور ری پبلکن پارٹی میں عورتوں کے الگ شعبے ہیں۔ یہ خواتین پارٹی کی پالیسیوں اور امیدواروں کے انتخاب اور متعلقہ امور کی تشکیل میں اہم رول ادا کرتی ہیں۔ ڈیموکریٹک پارٹی کے عورتوں کے ڈویژن کی ڈائریکٹر مسز کیٹی لوشیم کا بیان ہے کہ امیدواروں کے لئے سوالنامہ عورتوں نے ہی مرتب کیا ہے۔ اس سے پہلے امیدوار صرف تقریر کرتا اور منہ دکھاتا تھا۔ لیکن اب اسے خاص خاص مسئلوں کے متعلق سوالوں کے جواب دینے پڑتے ہیں۔ اسی طرح ری پبلکن پارٹی کے

قطعہ

رنگِ محفل بھی جما ساغرِ سرشار سے آج
پھول بھی تازہ ہوئے ابرِ گہربار سے آج

خون ٹپکا ہے مسلسل یہی کہتی ہے حنا
کہنا ماتم ہے سنو سینۂ افگار سے آج

(ماخوذ از نغمہ داغ)

امریکہ کی عورتیں اور حق رائے دہندگی

امریکہ کی عورتوں کو حق رائے دہندگی حاصل کرنے میں ایک طویل جد و جہد میں سے گزرنا پڑا تھا۔ آخر ۱۹۲۰ء میں اُن کا یہ حق تسلیم کر لیا گیا اور آج امریکہ میں مرد ووٹروں کی نسبت زنانہ ووٹروں کی تعداد زیادہ ہے۔ نومبر میں امریکہ میں جو صدارتی انتخاب ہونے والا ہے اس میں امریکی عورتیں خاص رول ادا کر رہی ہیں۔

اگست کا مہینہ امریکہ میں عورتوں کے لئے سماجی اور سیاسی اہمیت رکھتا ہے امریکی عورتیں اسی مہینے میں حق رائے دہندگی یعنی ووٹ دینے کا حق حاصل کرنے کی چالیسویں سالگرہ منائیں گی۔ ۲۶ر اگست ۱۹۲۰ء میں امریکی آئین میں ایک ترمیم منظور کی گئی جس کی رُو سے امریکی عورتوں کو ووٹ دینے کا حق اور اس طرح انہیں مردوں کے برابر درجہ دیا گیا۔ امریکہ میں عورتوں کے حقوق کی مہم ۱۸۴۰ء میں شروع ہوئی جب امریکہ کی دو خواتین لیوکریشیا موٹ اور ایلزبتھ کیڈی سٹینٹن لندن میں غلامی کے خلاف ایک کنونشن میں شریک ہوئیں۔ مسز ... اُن آٹھ امریکی ڈیلیگیٹوں میں سے تھیں جنہیں کنونشن میں نشست دینے سے انکار کیا گیا۔ مسز سٹینٹن ایک نمائندے کی ... تھیں۔ اس سے ان دونوں خواتین کو آپس میں معاہدہ کرنے کی ترغیب ملی جس کے تحت انہوں نے ملکر عورتوں کے حقوق کے لئے جد و جہد شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ۱۸۴۸ء میں امریکہ میں عورتوں کے حقوق کی پہلی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں خواتین کے مختلف گروہوں کو اس اہم مقصد کے لئے مضامین لکھنے اور تقریریں کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اور یہ مہم جوش و خروش سے شروع ہوگئی۔ اس کے تیس برس بعد امریکی عورتوں کی ایک تنظیم نے مطالبہ کیا کہ امریکی آئین میں ترمیم کی جائے جس کے تحت امریکی عورتوں کو ملکی سطح پر ووٹ دینے کا حق دیا جائے۔ اس کے بعد ہر برس ۱۹۱۹ء تک یہ مطالبہ زیادہ زور و شور اور شدت کے ساتھ دہرایا جاتا رہا۔ اسی سال امریکی کانگریس نے امریکی آئین میں ترمیم کئے جانے کی تجویز پیش کی۔ چنانچہ ۱۸ر اگست ۱۹۲۰ء کو یہ ترمیم منظور ہوئی اور صرف ۸ دن کے بعد یعنی ۲۶ر اگست کو یہ ترمیم قانونی صورت میں ملک بھر میں نافذ کر دی گئی۔ اس طرح طویل جد و جہد کے بعد عورتوں کو مطلوبہ حق حاصل ہوگیا۔

اب کیفیت یہ ہے کہ پچھلے چار دہوں میں امکانی ووٹر عورتوں کی تعداد امکانی مرد ووٹروں سے تقریباً ۳۰ لاکھ بڑھ گئی ہے۔ اس طرح امریکی عورتیں مقامی، ریاستی اور ملکی سطح پر سیاسی مہموں اور تحریکوں کا ایک لازمی اور اہم حصہ بن گئی ہیں۔ امریکی بیورو آف کامرس کے اندازے کے مطابق آج امریکی سیاست میں حصہ لینے والے لوگوں کا نصف سے زیادہ حصہ عورتوں پر مشتمل ہے۔ امریکہ کی دونوں بڑی سیاسی تنظیموں ڈیموکریٹک پارٹی اور ری پبلکن پارٹی میں عورتوں کے الگ شعبے ہیں۔ یہ خواتین پارٹی کی پالیسیوں اور امیدواروں کے انتخاب اور متعلقہ امور کی تشکیل میں اہم رول ادا کرتی ہیں۔ ڈیموکریٹک پارٹی کے عورتوں کے ڈویژن کی ڈائرکٹر مسز کیٹی لوشیم کا بیان ہے کہ امیدواروں کے لئے سوالنامہ عورتوں نے ہی مرتب کیا ہے۔ اس سے پہلے امیدوار صرف تقریر کرتا اور منہ دکھاتا تھا۔ لیکن اب اسے خاص خاص مسئلوں کے متعلق سوالوں کے جواب دینے پڑتے ہیں۔ اسی طرح ری پبلکن پارٹی کے

قطعہ

رنگِ محفل بھی جما ساغرِ سرشار سے آج ‖ پھول بھی تازہ ہوئے ابرِ گہربار سے آج
خون ٹپکا ہے مسلسل یہی کہتی ہے حنا ‖ کتنا ماتم ہے سنو سینۂ افگار سے آج

خواتین کے شعبے کی صدر مسز کلیرڈ ولیمز کا کہنا ہے کہ وہ عورتیں پارٹی کا ایک خاص حصہ ہیں جو عوام کو معلومات بہم کرتی ہیں۔ انہیں تربیت دی جاتی ہے اور بتایا جاتا ہے کہ امیدوار کون کون ہیں۔ اور کیا کیا مسائل پیش آسکتے ہیں۔ اور کیا کیا کام کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ سب کام بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتی ہیں۔ سیاسی پارٹیوں سے تعلق رکھنے والی عورتوں کے علاوہ غیر جانبدار عورتوں کی بڑی بڑی تنظیمیں ہیں جو بلا امتیاز ووٹروں کی خدمات بجا لاتی ہیں۔ اسی طرح کی غیر جانبدار عورتوں کی ایک عظیم تنظیم لیگ آف ویمن ووٹرز ہے جو ووٹروں کو اطلاعات بہم کرتی اور ایک اچھی حکومت کے متعلق تعلیم دیتی ہے۔ پچھلے برسوں میں یہ لیگ حقیقی اعداد و قعاتی معلومات عوام کو مہیا کرتی ہے۔ عورتوں کی دوسری تنظیمیں ہیں جو ووٹروں کو باخبر رکھنے کا کام کرتی ہیں۔ چند ایک قابل ذکر نام حسب ذیل ہیں۔

جنرل فیڈریشن آف ویمنز کلبس۔ ینگ ویمن کرسچن ایسوسی ایشن، نیشنل فیڈریشن آف بزنس اینڈ پروفیشنل ویمن۔ امریکن فیڈریشن آف ویمنز ایکیوڈیل ڈیویژن وغیرہ وغیرہ۔

امریکہ کی زنانہ ووٹروں کے متعلق مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے سیاسی خیالات بھی مردوں کی طرح مختلف ہوتے ہیں۔ امریکی عورتوں نے امیدوار کی حیثیت سے بھی انتخاب لڑے ہیں۔ امریکی کانگریس میں اس وقت ۱۷ ممبر عورتیں ہیں۔ ریاستوں کی لیجسلیٹو اسمبلیوں میں ۳۴۷ ہیں۔ اور بہت سے دوسرے ایسے عہدوں پر بھی سینکڑوں عورتیں فائز ہیں جو عام انتخاب سے پُر کئے جاتے ہیں۔ ایک حالیہ اندازے کے مطابق دس ہزار عورتیں انتخابی عہدوں پر متعین ہیں اور ان سے کہیں زیادہ تعداد دیہی سطح کے اداروں میں ہے۔

بقیہ روحانی ریڈیو سلسلہ صفحہ (۳۱)

میں نے کبھی روزہ نہیں رکھا، لیکن میں نے اپنے بھوکے پڑوسیوں کو بلا کسی ثواب کی امید کے کھانا کھلایا ہے۔ میں نے کبھی حج نہیں کیا لیکن میں نے ان لوگوں کے دل کا طواف کیا ہے۔ میں نے کبھی تلوار سے جہاد نہیں کیا ہے لیکن میں نے خواہشات نفسانی کے خلاف جہاد کیا ہے۔ میں علم و عمل کچھ نہیں جانتا سوائے اس کے ؎

سادہ ز علم و عمل مہر تو ورزیدہ ام
مستی ما پایدار بادۂ ما ناشتا

یا اللہ اس محبت کا واسطہ جو میرے دل میں ہے باران رحمت کو نزول دے ؎

اک بار زلیخا کو جو الہام دیے تو سوکھے ہوئے دریا کو روانی دیدے
میں شرم گناہ سے ہوں پانی پانی تو رکھ لاج مری شرم کی پانی دیدے

ابھی وہ دعا کر ہی رہا تھا کہ بجلی چمکی، گرج واسکی اور بادل جھوم جھوم کر برسنے لگے اور سارا مجمع بھیگنے سے بچنے کیلئے منتشر ہو گیا۔

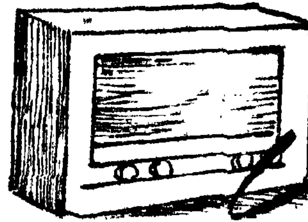
ایکزار نوری میٹر پر یہ روحانی نشرگاہ ہے ابھی آپ مریخ سے تقریر سن رہے تھے اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔ خدا حافظ۔



قطعہ

باغ میں پھولوں کی گلکاری ہوئی | چرخ کی بھی آج زنگاری ہوئی
کہتی ہے یہ گردش رنگِ طرب | مستی ہے سر میں بھی طاری ہوئی

(آمدہ از زندگی باغ)



روحانی ریڈیو

ناشر :- مجذوب حیدرآبادی

> یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے۔ انکے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہوجائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے۔ (ایڈیٹر)

ایکزار نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ شمشاد بیگم جونیر سے مرزا عابد حسین بیگم کی غزل سن رہے تھے جسکا مطلع تھا ؎

سوت بھی میری طرح بچوں کی نانی ہوجائے
اسکی جو چیز تھی ہے وہ پرائی ہوجائے

اب ہمارے معلنہ پروگرام کے بموجب مسٹر آفاق بھلانگ سرینگی اپنے "تاثرات سیاحت زمین" کا بقیہ حصہ سنائیں گے۔ چلئے! ہم آپ کو مریخ لے چلتے ہیں۔

مسٹر آفاق بھلانگ سرینگی :-

سامعین یا تمکین! آپکو یاد ہوگا کہ زمین کی ایک عدالت سے نکل کر ندی کی سیر کرتے وقت ہم پر محکمۂ ملیریا کے پرورش یافتہ مچھروں نے حملہ کر دیا تھا۔ جب ہم نے مچھروں کے اس حملہ کا ذکر زمین کے ایک شاعر مغراں (زعفرانی) سے کیا جو ایک ہوٹل میں بیٹھے لقمہ رکھر جانان میں اونگ رہے تھے تو شاعر مغراں صاحب نے مچھروں کے حملہ کا ذکر سنتے ہی فی البدیہہ یہ اشعار بھیم پلاسی کی دھن میں گاکر سنائے ؎

"مچھروں کی جو فوج آئی تھی ہو۔ کان میں گھس کے بھنبھنائی تھی
میرے لیے پر یہ جو ڈھائی تھی ہو۔ کیا وہ نمرود کی خدائی تھی!
زندگی بھی مرا بھلا نہ ہوا"

یہ اشعار سن کر اور شاعر صاحب کو ہوٹل میں بطور خراج عقیدت ایک چائے "سیلانی" اور ایک عدد "قلعہ سگریٹ" پیش کر کے جب ہم ندی کے کنارے کنارے آگے بڑھے تو ایک وسیع میدان میں ہزاروں ہی انسانوں کا مجمع نظر آیا جسمیں بچے بھی تھے اور بوڑھے بھی، جوان بھی تھے اور ادھیڑ بھی، پیرانِ نابالغ بھی تھے اور طفلانِ بالغ بھی، "چہل سالہ عمر عزیزت گذشت مزاج تو از حالِ طفلی نہ گشت" قسم کے بزرگوار بھی لیکن ہمیں یہ دیکھکر حیرت ہوئی کہ اس بڑے مجمع میں کہیں نام کو بھی کسی عورت یا لڑکی کا پتہ نہ تھا۔ جب ہم نے خواتین کی غیر موجودگی کی نسبت ایک صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ اگر اس مجمع میں کوئی قسمت کی ماری عورت یا لڑکی اتفاق سے آجائے تو

"ٹریفک ضوابط کی خلاف ورزی" اس عورت یا لڑکی کو دیکھتے ہی اپنے بیٹھے "اٹھائے "کوہ اخلاق" کو کھوکر "ہوگئے بدتہذیبی" جاری کردیتے ہیں اسلئے عورتیں یا لڑکیاں ٹریفک والوں سے بچنے کے لئے ایسے مقامات پر آنے سے کتراتی ہیں ٹریفک والوں کے بارے میں یہ قیمتی معلومات حاصل کرلینے کے بعد جب ہم نے مجمع پر طائرانہ نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ اس مجمع میں قسم قسم کے لوگ تھے اور بھانت بھانت کی بولیاں، مجمع میں بعض لوگ اپنی وضع قطع اور لباس کے لحاظ سے پندرہویں صدی عیسوی کی نمائندگی کررہے تھے، بعض سولہویں صدی کی، بعض اٹھارہویں صدی کی اور بعض بیسویں صدی کی۔ ایسا معلوم ہورہا تھا کہ مختلف تہذیبوں، مختلف قوموں اور مختلف زمانوں کے لوگ زندہ کیئے جاکر میدانِ حشر میں جمع کردیئے گئے ہیں، ایک صاحب لنگی باندھ کر سن ہیٹ اور دھوپ کا چشمہ لگائے ہوئے تھے، ایک صاحب واجد علیشاہ کے زمانے کے انگرکھے پر پرجس پہنے ہوئے تھے اور ایک صاحب دھوتی باندھ کر ڈبل بریسٹ کوٹ اور ایونگ کیاپ لگائے ہوئے تھے اور ایک صاحب شارک اسکن کا پتلون اور نیلا لنکے لنگش شرٹ پر کھدر کی گاندھی کیاپ پہنے ہوئے تھے، ایک صاحب جنکی گردن بلیم یا مور جیسی اور قد عوج بن عنق جیسا تھا گردن پر نکٹائی باندھ کر سر پر بارہ انچ دیوار کی مصری ٹوپی پہنے ہوئے تھے، ایک صاحب جنکا شکم مبارک سیٹھ تونڈل سے بڑا تھا، نیکر پہن کر "ٹی شرٹ" اور "فورج کیاپ" پہنے ہوئے تھے، ایک اور صاحب جنکا ڈیل ڈول لیڈ ہوتین سعدان جیسا، رنگ زندہ طلسمات جیسا، دانت سعن فاروقی جیسے اور ناک سری اماں ناس کی طرح ڈبی جیسی تھی۔ "فرنچ کٹ لیڈیز ٹروزرز" پر اجتماعی شملہ باندھے ہوئے تھے لباس کے علاوہ ان لوگوں کی وضع قطع بھی مختلف تھی، کسی کی زلفیں کوئن ایلزبتھ کے زمانہ کی یاد دلا رہی تھیں، کسی کی داڑھی کی تراش کوئی جاودھم کے زمانہ کو پیش کررہی تھی، کسی کی مونچھیں چنگیز خاں کے عہد کو یاد دلا رہی تھیں، کسی کی داڑھی سیّد صاحب کے لوکر کو چیلنج دے رہی تھی تو کسی کی مونچھیں ٹھمرا ابن جہاں یا آنجہانی کی روح پر خندہ زن تھیں ان بھانت بھانت کے آدمیوں کو دیکھ کر ہم نے ایک صاحب سے پوچھا "کیوں صاحب! کیا یہ مختلف زمانوں کے لوگ خدا کے حکم سے زندہ ہوکر اپنے اپنے اعمال کا حساب کتاب پیش کرنے میدانِ حشر میں جمع ہوئے ہیں؟" ہمارے اس سوال پر ان صاحب نے بتایا کہ "یہ میدانِ حشر نہیں بلکہ "دنیا کا ایک میدان" ہے اور یہ لوگ نمازِ استسقا پڑھنے (اگر مسلمان ہیں) اور میگھ دیوتا کو منانے کے لئے (اگر ہندو ہیں) جمع ہوئے ہیں کیونکہ اس سال ہمارے دیش میں پانی نہیں پڑا ہے اور کہیں قحط کے آثار (آثار) پیدا ہوگئے ہیں" یہ معلوم کرکے ہم نے فیصلہ کیا کہ چلو ہم بھی نمازِ استسقا میں شریک ہوجائیں اور بارانِ رحمت کے لئے دعا کریں۔ یہ ارادہ کرکے جب ہم آگے بڑھے تو مجمع میں کھسر پھسر ہورہی تھی، دریافت پر معلوم ہوا کہ "پیش امامی" کے معاملہ میں بحث پیدا ہوگئی ہے، سوال یہ ہے کہ نماز کون پڑھائے؟ شرط یہ تھی کہ وہی شخص نماز پڑھائے جس نے اپنی تمام عمر میں صرف ایکمرتبہ اپنے ذاتی مفاد سے ہٹ کر خلق اللہ کے مفاد کے لئے کوئی کام کیا ہو۔ یہ شرط سنتے ہی سارے مجمع پر سناٹا چھا گیا ہر شخص بغلیں جھانکنے لگا۔ جب ہزاروں کے مجمع میں سے ایک شخص

بھی آگے نہ بڑھا تو مجبوراً پہلی شرط منسوخ کرکے یہ شرط پیش کی گئی کہ وہ شخص آگے بڑھ کر نماز پڑھائے جس نے اپنی تمام عمر میں صرف ایک وقت کی نماز دوزخ کے خوف یا جنت کی لالچ کے بغیر صرف اللہ کے لئے پڑھی ہو۔ اس دوسری شرط کو بھی اس کے وہ تمام لوگ جنکی تیرلوز پیشانیوں پر نماز کے گھٹے تھے ایک دوسرے کی صورت دیکھکر خاموش ہوگئے، جب اس دوسری شرط کو بھی پورا کرنے والا کوئی شخص مجمع میں سے نہ نکلا تو مجبوراً اس دوسری شرط کو بھی منسوخ کرکے یہ شرط پیش کی گئی کہ وہ شخص آگے بڑھ کر نماز پڑھائے جسنے اپنی تمام عمر میں صرف ایک وقت کی نماز اسطرح ادا کی ہے کہ نماز پڑھتے وقت، زر، ترن اور زمین کا خیال اسکے دل میں نہ آیا ہو۔ اس تیسری شرط کو سننے کے بعد بھی کسی شخص کی یہ جراءت نہیں ہوئی کہ آگے بڑھے جب کسی شرط کی بھی تکمیل کرنے والا کوئی شخص نہ نکلا تو بالآخر یہ طے کیا گیا کہ خفیہ رائے دہی کے ذریعہ کسی ایک بزرگوار کا انتخاب کیا جائے، بہرحال ایک صاحب کو پیش امام منتخب کرلیا گیا، جب پیش امامی کا جھگڑا ختم ہوا تو ایک مسئلہ درپیش ہوا کہ نماز کی نیت کیا باندھی جائے؟ بالآخر بہت ہی بحث مباحثہ کے بعد یہ طے پایا کہ پیش امام کی جو نیت، وہی ہماری نیت۔ فرداً فرداً نیت باندھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس بحث مباحثہ میں نماز کے لئے جو دیر ہوئی تو لوگ یہ کہکر نماز پڑھے بغیر چلے گئے کہ ہم کو سکندرآباد مانسون ریس میں جانا ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ ہم کو "مغل اعظم" دیکھنا ہے "فضیلت کا وقت گذرا جارہا ہے اور دیر اگر ہو تو پہلا ریل مس ہوجائے گا، بعض لوگوں نے کہا کہ ہم کو ریڈیو سیلون سے اپنی پسند کے ریکارڈ سننا ہے۔ غرض یہ کہکر بعض لوگ چلے گئے، باقی جو لوگ رہ گئے انہوں نے نماز شروع کی۔ جب نماز ختم کرکے یہ لوگ رو رو کر دعا کرنے لگے تو آسمان پر بجلیاں ہنسنے لگیں، جب انہوں نے الحاح وزاری شروع کی تو آسمان پر رعد کا کڑکا ہونے لگا، جب انہوں نے سسکیاں بھریں تو ہوا سنکنے لگی، جب ان نمازیوں نے آنکھوں میں اشک بھر لائے تو آسمان پر بدلیاں تیلکنے لگیں، بالآخر بجلی چمک کر، بادل بھلک کر، ہوا سنک کر رہ گئی، مگر پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ برسا۔ یہ دیکھکر ایک صاحب نے جو فلمستان خود تشہیر کے شیدائی معلوم ہوتے تھے یہ کہا کہ فلم "دو نان سین" کا ریکارڈ "دو برسو رے" لگا کر آزمایا جائے، اور ایک صاحب نے جو گوہرجان کرناٹکی کے نواسے اور استاد لیم اللہ خان کے منہ بولے بیٹے معلوم ہوتے تھے یہ کہا کہ طنبورہ پر ملہار راگ چھیڑا جائے شاید میگھ راج کو رحم آجائے۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک برسانی شاعر صاحب نے لپک لپک کر نظم پڑھنی شروع کی ہرچند لوگوں نے کہا کہ یہ نظم سنانے کا کونسا موقع ہے لیکن شاعر صاحب نے کہا کہ مجھے اتنا بڑا مجمع پھر کب مل سکے گا اور بلا تہان انہوں نے نظم سنا کر ہی دم لیا۔ جب نماز استسقا ختم ہوگئی اور پانی کا ایک قطرہ بھی نہ برسا اور لوگ مایوس جانے لگے تو ایک صاحب نے آگے بڑھ کر کہا کہ اب میں دعا کرتا ہوں، شاید میری دعا سے پانی برسنے لگے، یہ کہکر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسطرح دعا شروع کی :-

"خداوندا! میں نے کبھی تیری اطاعت نہیں کی، لیکن میں نے خلق خدا کی بے لاگ خدمت کی ہے (بقیہ برصفحہ ۲۴ کالم ۱)

غزل

از قطب العارفین حضرت آقای دکتر نوربخش کرمانی (نعمت اللهی)

ساقی بریز رطل گران دم غنیمت است
در مجلس زمان و مکان دم غنیمت است

فرصت نداد گردش گردون بهیچکس
ما را ز کار و بار جهان دم غنیمت است

پر کن قدح ز باده که در کار روزگار
عمری حکیم شد نگران دم غنیمت است

حیرت فزود طفل خرد را که دم نزد
فرمود پیر عشق بیان دم غنیمت است

امروز را بعشرت و مستی بسر بریم
فردا ز ما چو نیست نشان دم غنیمت است

رندان بزم ما غم فردا نمی خورند
دانند در نهان و عیان دم غنیمت است

هر دم ترا که با می و معشوق بگذرد
بشنو ز نوربخش همان دم غنیمت است

ڈاکٹر جان پی دیڈ

نوع انسانی کی بہبودی کا ایک عظیم ادارہ

(۱)

عام طور پر کسی بھی تنظیم کی رپورٹ اتنی ہی بے کیف ہوتی ہے جتنی سوموار کی صبح۔ لیکن راک فیلر فاؤنڈیشن کی سہ ماہی رپورٹ کے مطالعہ سے میرے دل میں پریوں کی کہانیوں کی جیسی حیرت پیدا ہوئی۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میں کسی جادو کے محل میں ایک شاندار اور وسیع ہال میں داخل ہو رہا ہوں۔ ایک طرف تو مستشرقین کی منعقد ہونے والی بین الاقوامی کانفرنس میں امریکی شرکت کے لئے مالی امداد کا دلکش منصوبہ زیر کار ہے۔ دوسری طرف ایک اور کمرے میں یورپ کی بعض یونیورسٹیوں میں کیمیا دان کی امداد کی جا رہی ہے تاکہ خلیوں کی ماہیت اور جسمانی نشوونما کے راز دریافت کئے جا سکیں۔ یہ تحقیق تو ہماری زندگی اور جسمانی وجود کا مرکزی راز معلوم کئے جانے کے قریب پہنچ رہی ہے۔ اور پھر اس سے بھی آگے بڑھئے۔ یہ فاؤنڈیشن اریزونا یونیورسٹی میں امریکی انڈینوں (سرخ فام امریکیوں) کے ہم عصرانہ فنون لطیفہ کی کارگاہوں کی بھی مدد کر رہا ہے۔ ہندوستانیوں کی خصوصی دلچسپی کے لئے بھی کئی منصوبے فاؤنڈیشن کے امدادی پروگرام میں دیکھے۔ یہ امداد تو صرف سال کی پہلی سہ ماہی کی گرانٹوں تک محدود نہیں بلکہ ہندوستان میں اس کی سرگرمیاں بہت سے دوسرے شعبوں میں بھی جاری ہیں جو ہندوستانیوں کے لئے مفید ثابت ہو رہی ہیں۔ مثلاً سائنس اور صحت عامہ کے سلسلے میں آندھرا اور ویلور کے میڈیکل کالجوں اور بمبئی میں

کینسر ریسرچ سنٹر (سرطان کی بیماری کے متعلق تحقیقی مرکز) کو گرانٹ دی گئی۔ ہند کی زرعی تحقیقی کونسل کو ہندوستانی آب و ہوا کے موافق کھجور کے باغ لگانے کے لئے رقم دی گئی ہے۔ اُدھر امریکہ میں کیلی فورنیا یونیورسٹی کو مشرقی موسیقی کے مطالعہ کے لئے بھی قابل قدر گرانٹ دی ہے۔ وہاں طالب علم ایشیا کے علم موسیقی اور لوک آرٹ کا مطالعہ اور تحقیق کریں گے۔ انہیں ہندوستان، جاپان، انڈونیشیا وغیرہ کے آلات موسیقی کا بجانا سیکھنا پڑے گا۔ اس بے مثل پروگرام میں امریکی اور ایشیائی طالب علم شرکت کریں گے۔ ایک اور امریکی ادارے کو اس مقصد سے فنڈ دیئے جا رہے ہیں تاکہ وہ چیدہ چیدہ بیرونی ملکوں کی خارجہ پالیسی مرتب کرنے کے طریقہ کار کا مطالعہ اور موازنہ کرنے کا کام سرانجام دے۔ ہندوستان، کینیڈا، سویڈن وغیرہ کی خارجہ پالیسیوں کے متعلق مطالعہ پہلے ہی سے ہے۔ اور دوسرے ملکوں کے متعلق اس کا [illegible] ہونے والا ہے۔ فاؤنڈیشن نے ۲ لاکھ ڈالر کی رقم بھی گیارہ [illegible] میں مرکزوں کے لئے مخصوص کی ہے جو تبتی علما کے تعاون سے تبت کے متعلق مطالعہ اور تحقیق کریں گے۔ تبت اور مغربی ملکوں کے درمیان براہ راست بہت قلیل تبادلۂ معلومات کے باوجود کئی یورپی ملکوں اور امریکہ اور جاپان میں اس کی تہذیب و تمدن کے مطالعہ کے مرکز قائم ہوتے ہیں۔ تبت کے ہزاروں پناہ گزینوں میں کئی لاما اور تعلیم یافتہ لوگ ہیں جو اپنے غیر معمولی ملک کی ثقافت کے متعلق مغربی مفاہمت میں کئی اہم طریقوں سے اضافہ کر سکتے ہیں۔ جن مرکزوں کو فاؤنڈیشن کی گرانٹ ملی ہوئی ہے وہ ان تبتی لوگوں کو دعوت دیں گے اور ان سے تبت کے متعلق معلومات بہم کرنے کی کئی برسوں تک تعاون حاصل کریں گے۔ فاؤنڈیشن کی طرف سے انٹرنیشنل پریس انسٹی ٹیوٹ کو گرانٹ دی گئی ہے تاکہ ایشیائی ملکوں کے پریس کی سرگرمیوں کو وسعت دی جائے۔ مثلاً اس پروگرام کے تحت

قطعہ

گلوں کا رنگ بھی نکھرا سخن سے
کھلی ہے بوئے نسریں بھی چمن سے
کلام خوب کی کہتا ہے معنے
بڑھی ہے شان یہ طرز سخن سے

[illegible]

ایڈیٹروں۔ رپورٹروں۔ نامہ نگاروں کے سیمینار منعقد ہوا کرتے ہیں۔ انٹرنیشنل پریس انسٹی ٹیوٹ آج سے ۹ برس پہلے قائم کیا گیا تھا جس کا صدر دفتر سوئٹزرلینڈ میں ہے۔ اس کا مقصد صحافتی پیشے کا معیار بلند کرنا۔ خبروں کی آزادانہ بہم رسانی اور اشاعت اور ایک آزاد اور ذمہ دار پریس کو فروغ دینا ہے۔ راک فیلر فاونڈیشن کی طرف سے جن جن منصوبوں کے لئے امداد دی جارہی ہے ان میں خاص طور پر ایک اہم بات یہ ہے کہ ان سب کی نوعیت حقیقی معنوں میں عالمگیر اور بین الاقوامی ہے۔ اگرچہ یہ ایک امریکی تنظیم ہے جس کی آمدنی کے وسائل بھی امریکی ہیں تاہم اس کی سرگرمیاں تمام بنی نوع انسانی کی بہتری اور اس کی آزادانہ مادی اور روحانی ترقی کے لئے مخصوص ہیں۔

کامن ویلتھ ملکوں کے زرعی ماہرین کی لندن میں میٹنگ

۲۴ راگست سے لندن میں کامن ویلتھ ملکوں کے زرعی ماہرین کی میٹنگ شروع ہوئی ہے جس میں وہ کامن ویلتھ کی زرعی اطلاعاتی سروس کے کام کا جائزہ لے رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کے مشاہدین بھی اس میٹنگ میں حصہ لے رہے ہیں۔ کانفرنس کا افتتاح برطانوی وزارت زراعت کے جوائنٹ پارلیمنٹری سیکریٹری سر جوزف گاڈبر نے کیا تھا۔ پہلے روز کے اجلاس کے بعد ڈیلیگیٹ برطانیہ کے اطلاعاتی دفاتر متعلقہ زراعت اور زراعت کے ریسرچ اداروں کے دورہ پر روانہ ہوگئے۔ وہ سب ۹ ستمبر کو واپس لندن آئیں گے اور ۲۹ ستمبر تک اپنی کانفرنس جاری رکھیں گے۔ سر جوزف گاڈبر نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا کہ کامن ویلتھ کے بیشتر ملکوں کے لئے زراعت کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ دنیا میں ریسرچ کا کام بڑی تیز رفتاری سے ہو رہا ہے۔ اور ٹیکنیکل مواد بہت بڑے پیمانے پر شائع ہو رہا ہے۔ کامن ویلتھ کی زرعی اطلاعاتی سروس اس لحاظ سے بہت کارآمد ہے کہ اس کے ذریعہ ہم ریسرچ اور ٹیکنیکل مطبوعات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

قطعہ

مستی پھیلی ہے یہ شراب سے بھی
بوئے گل آج ہے گلاب سے بھی
کہتی جاتی ہے یہ کتاب خدا
علم ظاہر ہے بوتراب سے بھی

(آمدہ انڈریا باغ)

مچھلیوں کی ماہر سائنسدان خاتون۔ ڈاکٹر ایولین شاہ

ترقی یافتہ ملک ہر شعبے اور ہر فن میں میدان مارتے چلے جا رہے ہیں۔ امریکہ میں مچھلیوں کی عادات و خصائل اور اقسام و انواع کے متعلق بھی بڑے پیمانے پر تحقیق ہو رہی ہے جس کا کچھ اندازہ ذیل کے مضمون سے ہو سکیگا۔

برمودا کے سرخ مونگے والے سمندری کنارے پر ایک پرکشش خوبصورت نوجوان عورت اٹلانٹک سمندر کے نیلگوں پانی میں اُترنے کی تیاری کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس نے غوطہ خوروں کا چمکیلے پلاسٹک کا چست لباس پہنا ہوا ہے۔ اس کی پیٹھ پر آکسیجن کی بھری ہوئی تھیلی ہے، اور ہاتھ میں پانی کے نیچے تصویریں کھینچنے کا ایک خاص قسم کا فلمی کیمرہ ہے۔ وہ کسی تفریح یا مہم پسندی کی غرض سے سمندر میں غوطہ زنی نہیں کرتی۔ اس کا مقصد سائنسی تحقیق اور معلومات حاصل کرنا ہے۔ اس خاتون کا نام ڈاکٹر ایولین شاہ ہے یہ علم حیاتیات کی ماہر ہے اور نیویارک کے نیچرل ہسٹری کے عجائب خانے (میوزیم آف نیچرل ہسٹری) سے وابستہ ہے۔ ڈاکٹر شاہ کی تحقیق مچھلیوں کی عادات و خصائل کے مطالعہ سے تعلق رکھتی ہے اور آج کل کے سائنسدانوں کی روایت کے مطابق وہ خود بھی سمجھتی ہیں کہ اپنی لیبارٹری میں وہ جو کچھ تحقیق اور دریافت عمل میں لاتی ہیں۔ ان میں اضافے کے لئے باہر سمندر میں مچھلیوں کے قدرتی ماحول میں ان کا مطالعہ کیا جانا چاہیئے۔ ہر موسم خزاں میں یہ سائنسدان خاتون سینٹ جارج میں برمودا کے بیالوجیکل سٹیشن پر پانی میں مچھلیوں کی بعض عادات کی تصویریں لینے پانی میں اترتی ہیں اور ان عظیم تالابوں میں تجربے اور تحقیق کرتی ہیں جو سٹیشن میں پائے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر شاہ نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری ۱۹۵۰ء میں حاصل کی تھی اور رٹجرس یونیورسٹی نیویارک کالج کے بیالوجیکل شعبے میں معلمہ مقرر ہوئی تھیں۔ آپ امریکہ کے میوزیم آف نیچرل ہسٹری سے ۱۹۵۱ء سے تعلق رکھتی آ رہی ہیں۔ جب آپ ڈاکٹوریٹ کی ڈگری کے لئے اپنا تحقیقی مقالہ تیار کر رہی تھیں۔ [illegible] میں آپ ایمبریالوجی کا مطالعہ کرتی تھیں۔ آپ موجودہ ریسرچ ایسوسی ایٹ کے عہدے پر تعینات [illegible] آپ کو مچھلیوں کی ”گروہ پسندی“ کی عادات کا [illegible] کرنے سے خاص دلچسپی ہے۔ گروہ پسندی سے مراد [illegible] ایک ہی جسامت کی مچھلیوں کا اکٹھے ہو کر ایک [illegible] کو یکساں رفتار سے آنا جانا۔ اور شاید اس کا نہایت دلچسپ پہلو یہ ہے کہ ان کے جھنڈ کے جھنڈ یہاں تک کہ یہ ہزاروں کی تعداد میں ہوں تو ان میں کوئی رہنما یا [illegible] مچھلی نہیں پائی جاتی بلکہ سب ایک ساتھ ہی کسی ایک [illegible] کو روانہ ہو پڑتی ہیں اور حقیقت اس وقت اور [illegible] عجیب بن جاتی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ سارے [illegible] میں اگر ایک بھی مچھلی کوئی روش بدلے تو سب کی سب مچھلیاں بھی بڑی تیزی سے اسی طرح کا عمل اختیار کر [illegible] مچھلیوں کی اس ”جماعت پسندی“ کے مطالعہ کے [illegible] ڈاکٹر شاہ نے یہ جاننے کی ضرورت محسوس کی کہ ان [illegible] میں یہ خصلت پیدائشی طور پر پائی جاتی ہے یا [illegible] پر یہ ایک دوسرے سے یہ عادات سیکھتی ہیں [illegible] کی چھت والے باغ میں گرم خطوں کی مچھلیوں [illegible] ہوئے حوض رکھے گئے ہیں۔ ڈاکٹر شاہ کو وہاں ایک [illegible] دی گئی ہے تاکہ مچھلیوں کی ان عادات و خصائل [illegible]

قطعہ

مرض جاتا رہا شفا ہے سنو | اور صحت ہوئی دوا ہے سنو
دشمنی کر کے ۔ فائدہ کیا ہے | کام بن کر رہا صفا ہے سنو

[illegible]

تحقیق کریں۔ انہوں نے اپنی تحقیق میں پایا کہ مچھلیاں صرف چند گھنٹوں کے بعد ہی گروہ بندی سیکھ جاتی ہیں اور باقی مچھلیوں کے ساتھ ساتھ بخوبی تیرنے لگتی ہیں۔ اس تجربے سے پتہ چلا کہ مچھلیاں اس قسم کی روش اور عادات اختیار کرنے میں اچھی مناسبت اور صلاحیت رکھتی ہیں۔ لیکن اپنے اس تجربے کے سلسلے میں ڈاکٹر شاء نے ایک الگ تالاب میں رکھی ہوئی مچھلیاں دوسری مچھلیوں میں ملا دیں مگر ان مچھلیوں نے وہ جماعت بندی اور گروہ بندی نہیں کی بلکہ ہر ایک اپنی اپنی الگ راہ پر تیرتی پھرتی رہی اور کسی نے کسی کا ساتھ نہیں دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مچھلیوں کی جماعت بندی میں ماحول کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ بہت سے سائنسدانوں کا یہ نظریہ ہے کہ مچھلیوں کی جماعت بندی سے نظر بصر کا بڑا تعلق ہے۔ ڈاکٹر شاء کا بیان ہے کہ نظر بصر کا عنصر بھی صحیح ہے لیکن مچھلیوں کی گروہ بندی میں صرف یہی واحد بات نہیں پائی جاتی اور بھی وجوہ ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر شاء نے ایک چھوٹی سی لیبارٹری میں شیشے کا گول حوض تیار کیا تاکہ مچھلیوں کی گروہ بندی پر روشنی کے اثرات کی جانچ کی جائے۔ اس حوض کے اوپر ایک فلورسینٹ لیمپ رکھا۔ اور جس کمرے میں یہ حوض رکھا ہوا ہے اس کی چھت میں ۳ سو واٹ کا انکینڈیسنٹ لیمپ لگایا۔ اسے تجربے کرنے کے اوقات میں روشن رکھا جاتا ہے تاکہ کمرے میں کبھی بالکل تاریکی نہ رہے۔ تجربے سے پایا گیا کہ جب فلورسینٹ لیمپ روشن کیا جاتا تو مچھلیاں فوراً ہی گروہ بندی میں تیرنا شروع کر دیتیں اور جب یہ روشنی بجھا دی جاتی تو یہ گروہ بندی منتشر ہو جاتی حالانکہ انکینڈیسنٹ لیمپ روشن رہتا ہے اور جب تک فلورسینٹ لیمپ (رنگین روشنی) پھر روشن نہ کیا جائے مچھلیاں ایک ساتھ گروہ میں نہیں تیرتیں۔ اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ مچھلیوں کا اس قسم کا چلن ان کے اس چلن سے مشابہ ہے جو ان کے قدرتی ماحول میں پایا جاتا ہے۔ دریاؤں، سمندروں وغیرہ میں اندھیرا شروع ہونے پر مچھلیوں کی گروہ بندی ٹوٹ جاتی ہے اور دوسرے دن کی صبح تک دوبارہ گروہ بندی نہیں ہونے پاتی۔ ابر آلود دن کی نسبت کھلی دھوپ والے دن مچھلیوں میں گروہ بندی زیادہ پائی جاتی ہے۔ ان مشاہدات اور تجربوں سے ڈاکٹر شاء یہ دلیل دیتی ہیں کہ لہروں کی طوالت اور روشنی کی لہروں کی شدت کا مچھلیوں کی گروہ بندی پر بہت اثر پڑتا ہے۔ اس تحقیق کا مدعا اول تو مچھلیوں کے چلن، عادات و خصائل کے متعلق بنیادی مفاہمت پیدا کرنا ہے۔ لیکن کئی دوسرے امور کے متعلق بنیادی تحقیق کی طرح اس کی عملی اہمیت بھی ہے۔ مثلاً اگر ہماری عالمی آبادی کی تعداد بڑھتی گئی اور دنیا کی زمین اس کے لئے خوراک کا سامان پیدا کرنے میں ناکافی ثابت ہوئی تو انسان کو اپنی خوراک کی دستیابی کے لئے سمندروں کا رخ بھی کرنا پڑے گا۔ اس طرح ڈاکٹر شاء، جو تحقیق و مطالعہ کر رہی ہیں ہو سکتا ہے کہ اس مسئلے کو حل کرنے میں اس کا دوررس اثر ہو۔ ڈاکٹر ایولن شاء پوری گرہستی عورت ہیں۔ تین بچوں کی ماں ہیں جن میں دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ یہ بچے اپنی ماں کے ساتھ تحقیقی دوروں پر جاتے ہیں اور خوب لطف اٹھاتے ہیں۔ مسز شاء بہت اچھا کھانا پکاتی ہیں۔ خاص کر دوسرے ملکوں کے کھانے تیار کرنے میں بڑی مہارت رکھتی ہیں۔

قطعہ

جلوہ یہ نورؔ و نر بھی ہر سال دکھلاتا ہے
قبر پر معصوم کے وہ پھول برساتا رہے
مسجدِ جودی یہ کہتی ہے کہ پھر فاتحہ
(وجواد چاہ)
ہر کوئی پڑھتا ہوا آتا رہے جاتا رہے

(آملہ انذری پاغی)

ڈاؤننگ اسٹریٹ کی کہانی

کچھ دن ہوئے یہ اطلاع موصول ہوئی تھی کہ برطانوی وزیراعظم اپنی سرکاری رہائش گاہ نمبر ۱۰ ڈاؤننگ اسٹریٹ سے ایڈمرلٹی ہاؤس میں منتقل ہوگئے ہیں۔ جو کہ وائٹ ہال کے دوسرے سرے پر واقع ہے۔ اگلے دو سال تک ایڈمرلٹی ہاؤس اُن کی سرکاری رہائش گاہ اور دفتر کے طور پر استعمال ہوگا۔ اور اس عرصہ کے دوران میں نمبر ۱۰ ڈاؤننگ اسٹریٹ کی مرمت اور تعمیرِ نو کا کام جاری رہے گا۔

نمبر ۱۰ ڈاؤننگ اسٹریٹ ۱۷۳۵ء سے برطانوی وزیراعظم کی سرکاری رہائش گاہ کے طور پر استعمال ہو رہا ہے اس عمارت کی خبرگیری اور مرمت وغیرہ پر ہزارہا پونڈ خرچ ہو چکے ہیں۔ لیکن اس کی حالت کبھی نہیں سدھری۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شروع ہی سے یہ ایک کمزور عمارت تھی۔ اب فیصلہ ہوا ہے کہ اس کی مرمت اور تعمیرِ نو کا کام پوری طرح سے کیا جائے۔ ایک اندازہ کے مطابق اس کام پر ۵،۰۰،۰۰۰ پونڈ صرف ہوں گے۔ اس خرچے میں نمبر ۱۱ اور نمبر ۱۲ ڈاؤننگ اسٹریٹ کی مرمت اور تعمیر کے اخراجات بھی شامل ہیں۔ نمبر ۱۱ برطانیہ کے وزیرِ خزانہ کی سرکاری جائے رہائش ہے۔

ڈاؤننگ اسٹریٹ کی تاریخ بہت دلچسپ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ "اصلاحِ دین" (۱۶ ویں صدی) سے قبل اس جگہ شراب کا ایک کارخانہ تھا۔ شاہ ہنری ہشتم نے اس پر قبضہ کرکے اُسے اپنے ایک منظورِ نظر سنار کو لیز پر دیدیا۔

اس کے بعد ملکہ ایلزبتھ اول نے اس کی لیز ویسٹ منسٹر محل کے نگران سر طامس نالی ویٹ کو عطا کر دی۔ یہ ۱۵۸۱ء کی بات ہے۔

سر طامس کی موت کے بعد اس کی بیوہ وہاں رہتی رہی اور جب اس کا انتقال ہوا تو اس کی بھتیجی الزبتھ ہیمپڈن نے وہاں رہائش اختیار کرلی۔ یہ خاتون مشہور جمہوریت پسند اور پارلیمنٹ کے حقوق کے حامی جون ہیمپڈن کی ماں اور آلیور کرامویل کی چچی تھی۔ جون ہیمپڈن پارلیمنٹ کے اُن پانچ ممبران میں سے تھا جن کے بارے میں شاہ چارلس اول نے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اس کے حوالے کردئیے جائیں۔ لیکن پارلیمنٹ نے انکار کردیا تھا۔ اس واقعہ کی وجہ سے خانہ جنگی قبل از وقت ہی شروع ہوگئی تھی۔ آلیور کرامویل نے خانہ جنگی میں بادشاہ کو شکست دے کر حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔

الزبتھ ہیمپڈن اس مکان میں چالیس سال تک رہی اور اس کا نام ہیمپڈن ہاؤس پڑ گیا۔

لیکن ۱۶۵۴ء میں اس کی لیز جارج ڈاؤننگ نام کے ایک شخص نے حاصل کرلی۔ ۱۷ ویں صدی کے روزنامچہ نویس سیموئیل پیپس نے جو کسی وقت جارج ڈاؤننگ کا ملازم رہ چکا تھا، لکھا تھا کہ ڈاؤننگ "احسان فراموش بدمعاش" "نمک حرام شیطان" اور "کنجوس" ہے۔ وہ ایک بیرسٹر کا بیٹا تھا۔ نقل وطن کرکے وہ امریکہ چلا گیا تھا۔ اور ہارورڈ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتا رہا تھا۔ اس یونیورسٹی کا گریجویٹ بننے کے بعد وہ واپس اپنے وطن آگیا اور کرامویل کی خفیہ سروس کو منظم کرنے لگا۔ جو تحریک کرامویل کو بادشاہ بنانا چاہتی تھی اس کا وہ لیڈر تھا۔ بعد میں اسے برطانوی ریذیڈنٹ بنا کر ہیگ بھیجا گیا۔ اس زمانہ میں چارلس دوم جلا وطنی کی زندگی

قطعہ

آج خاتم میں نگینہ چمکا ۔ اور بلندی پہ بھی زینہ چمکا
ہمرہِ کرب و بلا ۔ بابِ نجف ۔ سارے عالم میں مدینہ چمکا

([illegible])

[illegible] گزر رہا تھا۔ ڈاؤننگ جانتا تھا کہ کرامویل زیادہ [illegible] زندہ نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اُس نے خفیہ طور پر [illegible] کے ساتھ بات چیت شروع کر دی اور [illegible] وہ اسے کرامویل کے منصوبوں کے بارے میں [illegible] پہنچاتا رہے گا۔ کرامویل کی موت کے بعد [illegible] نے اس کے خطاب سے نوازا اور [illegible] ڈنر بھی دیا۔ شاہ چارلس اول کے تین [illegible] نے گرفتار کرایا۔

اُس نے ہیمپڈن ہاؤس کے پاس کئی نئے مکانات [illegible] اور بادشاہ سے اس بات کی منظوری حاصل [illegible] علاقہ کا نام ڈاؤننگ اسٹریٹ رکھا جائے [illegible] ڈاؤننگ اسٹریٹ ہیمپڈن ہاؤس کی زمین پر تعمیر [illegible] تھا۔

"بے زبان" بچوں کیلئے اسکول

اپنی قسم کا دنیا میں پہلا ادارہ!

معذور بچوں کو امداد دینے والی برطانوی انجمن نے ایک ایسا اسکول قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس میں "بے زبان" بچوں کو بولنے کی تربیت دی جائے گی۔ ماہرین [illegible] ہے کہ بعض بچے ذہنی اعتبار سے بالکل نارمل ہوتے [illegible] وہ ہر بات سمجھ سکتے ہیں لیکن بول نہیں سکتے۔ اُن کی "بے زبانی" کی وجہ عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ وہ بے آسرا ہوتے ہیں۔ اُن سے پیار کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ [illegible] وہ دوسروں سے بات چیت کرنے سے احتراز کرنے [illegible] اور دھیرے دھیرے اُن کی یہ عادت اُن کی "بے زبانی" کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ ذہنی امراض کے ماہر ڈاکٹر پولی منسکی مجوزہ اسکول کے انچارج ہوں گے۔ وہ کئی بچوں کا کامیاب علاج کر چکے ہیں۔ ایک لڑکی نے چار سال کے علاج کے بعد بولنا شروع کیا تھا۔ اب وہ عام بچوں کے ساتھ اسکول میں پڑھتی ہے۔ برطانیہ کی وزارت تعلیم نے مجوزہ اسکول کو مالی امداد دینے کا یقین دلایا ہے شروع میں صرف بیس بچے داخل کئے جائیں گے۔

کوڑھ کے مرض کا قلع قمع کرنا ممکن ہے

برطانوی انجمن کے چیرمین کی رپورٹ

اس وقت دنیا میں ۱۵،۰۰۰،۰۰۰ لوگ کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہیں۔ برٹش لیپرسی ریلیف ایسوسی ایشن کی انتظامیہ کمیٹی کے چیرمین سرایلن برنز نے اپنی ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ اگر سرمایہ ہو اور علاج معالجہ کا کام عمدگی سے منظم کیا جا سکے تو اس بیماری کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے کوئی زیادہ عرصہ بھی درکار نہیں۔ نئی ادویات کے پیش نظر اس مرض سے اب ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ اس مرض کا نہ صرف علاج ہی ہو سکتا ہے بلکہ اعضاء کی شکل و صورت بھی بگڑنے سے بچائی جا سکتی ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ مریض وقت پر اپنا علاج کرائے۔ موصوف نے اپنی رپورٹ میں مزید یہ بتایا ہے کہ کوڑھ کے مریضوں کی بستیاں اب ایسی جگہیں نہیں جہاں مایوسی ہی مایوسی ہو۔ ان بستیوں میں مریض اپنا علاج کرانے کے ساتھ ساتھ نارمل سرگرم اور کارآمد زندگی بھی بسر کر سکتے ہیں۔

نقشہ [illegible] اس کا مطالعہ آپ کو دوسرے برانڈ سے بے نیاز کر دیگا

قطعہ

گل بھی تازہ ہیں تو بہار سے آج
مشک بھی عنبرِ تتار سے آج
بخدا کیسی مجھے نہیں معلوم
آہ بھی قلبِ بیقرار سے آج

ایڈون۔ ایچ شمشر!

ہندوستان کی صنعتی ترقی کے متعلق امریکی کارخانہ دار کے تاثرات

ایڈون شمشر امریکہ کے ایک تجربہ کار کارخانہ دار ہیں۔ آپ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں ہندوستان میں امریکی ٹیکنیکل کوآپریشن مشن کے صیغۂ صنعت میں بطور افسر اعلیٰ شامل ہوئے۔ ذیل کے مضمون میں آپ نے ہندوستان کی صنعتی ترقی کے متعلق اپنے تاثرات بیان کئے۔

پنجاب کے حالیہ دورے میں چھوٹی صنعتوں کے پھیلاؤ اور فروغ سے میں بہت ہی متاثر ہوا۔ چند گھنٹوں کے اندر اندر آدمی وہاں ان چھوٹے چھوٹے کارخانوں میں کہیں ڈیزل انجنوں کے لئے گورنر (ایک پرزہ) سیمنٹ، کیلیں سائیکلوں کے پرزے، مشینوں پر ہوزری کے سامان کی تیاری اور ایسی ہی دوسری بیسیوں سرگرمیاں دیکھ سکتا ہے۔ آج سے پانچ برس پہلے ان میں سے بہت سے کارخانے وجود میں نہیں آئے تھے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے بعض فیکٹریاں تو صرف پچھلے چند مہینوں سے ہی مال تیار کرنے لگی ہیں۔ بعض تو اپنی قسم کی اولین فیکٹریاں ہیں۔ جو مال یہ تیار کرتی ہیں وہ ماضی میں ہندوستان میں کہیں بھی نہیں بنایا جاتا تھا۔ جو لوگ ان فیکٹریوں کو چلاتے ہیں۔ ان میں بیشتر جوان سال ہیں۔ صرف قلیل سی تعداد چالیس برس سے اوپر کی ہے۔ عمر کے امتیاز سے قطع نظر وہ سب کے سب جوش و خروش سے بھرپور ہیں اور نئے ہندوستان کی ترقی کی امکانی قوت سے باخبر ہیں جو صنعتی لحاظ سے بھی بڑی تیز رفتاری سے پیش قدمی کر رہا ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے صنعتی کارخانہ داروں کی ابھرتی ہوئی پود اپنے کارخانوں کا انتظام اپنی انتظامی لائنوں پر چلانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ جن پر امریکہ میں کاروبار چلایا جاتا ہے یہ لوگ محسوس کرتے ہیں کہ ان کی انفرادی خوشحالی ملک کی خوشحالی سے وابستہ ہے۔ اور ایک کارکن یا محنت کش محض ایک ایسا شخص نہیں جو کسی قسم کا مال تیار کرتا ہے۔ بلکہ وہ سماج کا بھی ایک لازمی جزو ہے اور اس کے ساتھ ہی مارکیٹ اور مال کی کھپت کرنے والوں کی وسیع منڈی کا بھی لازمی حصہ ہے۔ ان کے کاروبار اور تجارتی مہموں کی فلاح و بہبود مال کھپانے والی منڈیوں اور صارفین کی استعداد اور قوت خرید پر منحصر ہے۔ ان کارخانہ داروں میں بہتر سے بہتر اشیاء تیار کرنے کی صلاحیت ہونی چاہئے۔ اور مال کے دام بھی ایسے واجبی ہونے چاہئیں کہ جو منڈیوں کی مانگ کے مطابق ہوں تاکہ اس طرح کام کرنے والے لوگوں کو روزگار برابر ملتا رہے اور مال کی کھپت بھی ہوتی رہے۔ صنعتی کارخانوں کے فروغ کا مطلب ہے لوگوں کو روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع حاصل ہونا۔ اچھی اجرتیں اور تنخواہیں ملنا۔ معیار زندگی کی بہتری اور زیادہ بڑی منڈیوں کا قیام۔ پچھلے دس برسوں میں ہندوستان نے صنعتی میدان میں بڑی ترقی کی ہے اور مجھے ذرا بھی شبہ نہیں کہ آئندہ دہے میں موجودہ ترقی اور پیش قدمی کا ریکارڈ بھی مات ہو جائے گا۔ امریکی ٹیکنیکل کوآپریشن مشن (ٹی۔ سی۔ ایم) کے صنعتی شعبے کے افسر اعلیٰ کی حیثیت سے مجھے پچھلے ۲۱ مہینوں میں برِاعظم صغیر کا دورہ کرنے کا موقع ملتا رہا ہے۔ ان دوروں میں مجھ پر جس بات کا غالب اثر ہوا وہ لوگوں میں تعمیری افعال کے لئے ذہنی اور طبعی تیاری اور حوصلے کی بلندی ہے۔

قطعہ

آج راحت ہے دیکھ گوشہ میں
اور انگور کی بھی خوشہ میں
کھنچ جاتی ہے منزلِ مقصود
کیا بھرا ہے یہ دیکھ توشہ میں

مدراس میں تو میں انہیں کو بجلی کے عظیم ٹاور درست حالت میں دیکھتے دیکھا۔ یہاں کی سڑکیں عمدہ ہیں۔ دیہات کو بجلی مہیا کرنے میں مدراس باقی ریاستوں سے آگے ہے۔

اب دیہاتیوں کے گھر بجلی سے روشن ہیں۔ اور وہ اس سے مفید کام لے رہے ہیں۔ بڑے پیمانے کے کارخانوں کے لئے بجلی کی دستیابی پہلی ضروری شرط ہے۔ اس لئے ہندوستان کا ملک میں بجلی پیدا کرنے کے کارخانوں کو سب سے زیادہ ترجیح دینے میں حق بجانب ہے۔ دوسرے پانچ سالہ پلان کے آخر پر ملک میں آزادی حاصل کرنے کے وقت سے چار گنا زیادہ بجلی مہیا ہو سکے گی۔ تیسرے پانچ سالہ پلان میں اور بھی دگنا اضافہ ہوگا۔ اور ۱۹۶۶ء تک ۱ کروڑ کلوواٹ بجلی مہیا ہونے کی توقع ہے۔ یعنی ۱۹۶۰ء کے مقابلے میں ۸ گنا زیادہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل صحیح نشانہ ہے اور اتنی بجلی عملی طور پر حاصل کی جا سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ بجلی کی اتنی اہمیت کے پیش نظر امریکی ٹی سی ایم کا صنعتی شعبہ بھی امداد دے رہا ہے۔ ۲½ لاکھ کلوواٹ بجلی پیدا کرنے والے چندر پور کے عظیم برقی اسٹیشن کے لئے مشینری کی تمام لاگت امریکہ ترقیاتی قرضہ فنڈ کے قرضے کی رقم میں سے ادا کر رہا ہے۔ یہ رقم ۳۴ کروڑ ۸۰ لاکھ روپیہ بنتی ہے۔ اور پی۔ ایل ۴۸۰ کے تحت اناج کی فروخت سے حاصل کی ہوئی رقم میں سے بھی امداد دی جائے گی۔ اس طرح دامودر ویلی میں جو صنعتی کارخانے قائم ہوں گے ان کو چندر پور کے بجلی گھر سے بجلی مہیا ہو سکے گی۔ شمالی ہند میں بجلی مہیا کرنے کا ایک اور ذریعہ اتر پردیش میں ریہند دریائی بند کا بجلی گھر ہے۔ ابتدا میں یہ ۲½ لاکھ کلوواٹ بجلی پیدا کرے گا۔ یہ بجلی مہیا ہونے سے دوسری صنعتی پیداوار کے علاوہ ایلومینیم بھی وسیع پیمانے پر تیار ہوگا۔ ریہند بجلی گھر سے بالآخر ۳ لاکھ کلوواٹ بجلی پیدا ہوا کرے گی۔ اس منصوبے کے لئے امریکہ تقریباً ۴۰ فیصد لاگت ادا کر رہا ہے۔ ٹی سی ایم۔ دہلی اور احمد آباد میں بھی بجلی کی توسیع کے سلسلے میں امریکی ماہرین سے ٹیکنیکل مشوروں کے علاوہ مالی امداد بھی دے رہا ہے۔ شراوتی میسور میں بجلی پیدا کرنے کے عظیم ٹربائن جنریٹر نصب کرنے اور بیرونی بہار میں بجلی گھر قائم کرنے میں بھی امریکی امداد اور مشیروں کی خدمات مہیا کی گئی ہیں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ہندوستان میں اتنی وافر بجلی پیدا ہو کہ اسے کارخانوں کے لئے کوئلے کی ضرورت ہی نہ رہے۔ ہندوستان میں پچھلے پندرہ برسوں میں صنعتی ترقی میں جو تعمیری انقلاب آیا ہے۔ اس سے بجلی کی مانگ بڑھ گئی ہے۔ اس لئے اب ایٹمی بجلی کی تیاری کی طرف زیادہ توجہ دی جانے لگی ہے۔ یہاں ایٹمی ایندھن (یورینیم وغیرہ) کے ذخیرے پائے جاتے ہیں۔ اس لئے بھی یہ یقینی امر ہے کہ ہندوستان ہی ایٹمی بجلی پیدا کرنے اور ایٹمی توانائی کو فروغ دینے میں دنیا کے اس حصے کی قیادت کرے گا۔ امریکی ٹیکنیکل کوآپریشن مشن کی طرف سے نہ صرف بجلی کی پیداوار بڑھانے میں مدد دی جا رہی ہے بلکہ اسے صارفین تک سستے داموں پر پہنچانے میں بھی ہاتھ بٹایا جا رہا ہے۔ انڈسٹریل فائینانس کارپوریشن، انڈسٹریل کریڈٹ اینڈ انویسٹمنٹ کارپوریشن آف انڈیا۔ دی ریفائینس کارپوریشن اور انڈین انویسٹمنٹ سینٹر جیسے مالی امداد دینے والے اداروں سے بھی ٹی سی ایم کا صنعتی شعبہ وابستگی رکھتا ہے۔ بہرحال ہند میں جس تیزی سے صنعتی ترقی ہو رہی ہے اس کے مشاہدے سے میں نے بہت دلچسپ تجربہ حاصل کیا ہے۔ اور مجھے ذرا بھی شبہ نہیں کہ اب اس میں زیادہ مدت نہیں لگے گی کہ دنیا کے صنعتی لحاظ سے ترقی یافتہ نصف درجن سرکردہ ملکوں کی صف میں ہندوستان بھی استادہ ہوگا۔

قطعہ

جان کر دل کو بھی کھویا کس نے — بحرِ غم میں یہ ڈبویا کس نے
کیسی بارش ہے آج خوش ہو کر — تخمِ غم کو کشت میں بویا کس نے

(آرزو انتظر کی بلخی)

مذہب

از جناب تمکین کاظمی صاحب

دنیا کے مشہور فلسفی فریڈرش نطشے نے مذہبی آدمی کی تعریف کی ہے کہ "مذہبی شخص وہ ہے جسکا دماغ عمیق ترین اور جسکی ذہنیت بالاترین ہو، مذہبی وہی شخص ہوسکتا ہے جو اشیاء کے باہمی تعلقاتِ عظیم کو پہچانے، محض وہ شخص جو سبب اور نتیجے کی لمبی زنجیروں کو دیکھ سکے کم و بیش اس قابل ہے کہ انسان کے فائدے اور نقصان کو جان سکے اور اچھے بُرے کی تمیز کر سکے کوتاہ نظر، توہم پرست اور خوش عقیدہ انسان مذہبی نہیں ہو سکتا"

یہ ہماری غلطی ہے جو ہم ہر ایک دراز ریش، لمبے کرتے اور بڑے عمامے والے کو، ہر ایک جٹا دھاری اور بھسما سور کو مذہبی آدمی سمجھ لیتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ نہ تو ہمارا ہر مُلّا اور مولوی مذہبی ہے اور نہ ہر پنڈت اور پروہت۔ بس یہ سمجھیئے کہ یہ لوگ مذہبی بننا چاہتے ہیں یا اپنے آپ کو مذہبی بنا کر پیش کرنا چاہتے ہیں، ورنہ انہیں مذہب سے کوئی واسطہ نہیں پیٹ بھرنے کے ڈھنگ ہیں ورنہ مذہبی آدمی خواہ مخواہ اپنی مذہبیت کے ڈھول پیٹتا نہیں پھرتا، چاہے وہ ہندو ہو یا مسلمان، عیسائی ہو یا یہودی، اپنے ذاتی مذہب کی پابندی کرتا ہے اور دنیا میں اسی طرح رہتا ہے جس طرح ایک شریف آدمی کو رہنا چاہیئے

کیا لوکمانیہ تلک، پنڈت مالویہ، پنڈت موتی لال نہرو، مہاتما گاندھی مذہبی آدمی نہ تھے؟ کیا حکیم اجمل خاں، مولانا محمد علی ڈاکٹر انصاری، امیر علی، عبداللہ یوسف علی، ڈاکٹر اقبال، محمد علی جناح اور آصف علی مذہبی آدمی نہ تھے؟ کیا مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر کچلو اور ڈاکٹر سید محمود مذہبی آدمی نہیں تھے؟ یہ سب بزرگ مذہبی تھے اور مذہبی ہیں، مگر ان لوگوں نے نہ تو لمبی لمبی داڑھیاں رکھیں نہ جبہ و عمامہ کی پناہ ڈھونڈی نہ ہی بڑے بڑے تسبیح کر اپنی وضع قطع بگاڑی۔ مگر مذہب کے لئے ان بزرگوں نے تن، من، دھن نثار کر دیا۔ ان میں سے بیشتر داڑھی منڈاتے تھے، من بھاتا لباس پہنتے اور ان کا رہن سہن بھی عام لوگوں کا سا تھا، مگر سچے تھے پکے مذہبی۔ بخلاف انکے وحیدالدین سلیم پانی پتی اور عبدالحق لمبی لمبی داڑھیوں کے مالک رہے، اپنی وضع قطع مولویانہ بنا رکھی اور اپنے آپ کو "مولوی" بلکہ "مولانا" کہلوایا مگر مذہب سے اتنے دور رہے کہ خدا اور رسولؐ کی توہین اور مذہب کی تذلیل ان کا محبوب مشغلہ رہا۔ البتہ عوام کو بیوقوف بنانے کے لئے صرف اتنی احتیاط کرتے رہے کہ عام تحریر و تقریر میں اپنے عقائد ملحدانہ کے اظہار سے گریز کرتے اور سادہ لوحوں کے سامنے اپنے آپکو مذہبی آدمی بنا کر پیش کرتے رہے۔ سلیم تو مر گئے اللہ انہیں بخشے مگر عبدالحق ابھی موجود ہیں اور اسی طرح گذار رہے ہیں۔

مذہب ایک واسطہ ہے خالق و مخلوق کے درمیان، ایک روحانی کیفیت ہوتی ہے جسکا تعلق فقط اپنی ذات سے ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کیطرف جا رہے تھے راستہ میں ایک گڈریا نظر آیا جو بیٹھا ہوا اپنے آپ بک رہا تھا "اللہ میاں! اگر تو میرے پاس آ جائے تو میں تجھے نہلاؤں گا، دھلاؤں گا، تیری چوٹی کروں گا اور تجھے سامنے بٹھا کر تیری پرستش کروں گا" موسیٰ یہ سن کر بھڑک گئے اور اسکے ڈانٹنے کر دیا کہ نادان! اللہ میاں کوئی انسان تھوڑا ہے جو تو اسکی کنگھی چوٹی کرنا چاہتا ہے وہ نہ شکل رکھتا ہے اور نہ صورت، نہ جسم رکھتا ہے نہ جان، نادان! یہ سمجھ لے کہ وہ اللہ ہے، اسکے متعلق ایسی باتیں نہیں کرنا چاہئیں۔ موسیٰؑ کی ڈانٹ سن کر گڈریا عجیب سوچ میں پڑ گیا، سوچنے لگا، اللہ کو جسم ہے نہ صورت شکل، پھر وہ دیکھتا کس طرح ہوگا؟ سنتا کیسے ہوگا؟ اتنی بڑی دنیا اس نے کیسے بنائی ہوگی؟ اگر اسکو آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں نہیں ہیں تو پھر وہ کس کام کا؟ ایک معذور ہوگا مجبور و معذور ہوگا بھلا وہ خالق موجودات کیسے ہو سکتا ہے؟ گڈریے کا ایمان اور ایقان موسیٰؑ نے ایک ڈانٹ جلا دیا اب وہ تشکک اور کفر کی منزل میں جھولنے لگا، موسیٰ کوہ طور پر پہنچے تو ڈانٹ پڑی کہ تو برائے وصل کردن آمدی! نے برائے فصل کردن آمدی

اب موسیٰؑ نے سراسیمہ ہو کر پھر اس گڈریے کو ہموار کرنا چاہا پھر اسے سمجھانا چاہا مگر اسکا ایمان اور ایقان موسیٰؑ کی تعلیم سے جل چکا تھا وہ خدا جو اسکے احساس ادراک اور وجدان میں نہ آ سکتا تھا اسکا خالق کسطرح بن سکتا تھا؟

بالکل یہی حال ہر مذہب کے پیرو کا ہے، ہر مذہب کا پیرو یہ سمجھتا ہے ایک شخص اپنے خالق کا اپنے دماغ میں تا قائم کر لیتا ہے اور اسی پر قائم رہتا ہے اسمیں کوئی رد و بدل منطق سے ہونے نہیں دیتا ہے۔ علم تجربہ اور واقعات اسکے مرکزی خیال کو منتقل سے بدل سکتے ہیں۔ خدا کا تخیل اور مذہب کا ہیولیٰ انسان محض اپنی روحانی تسکین کیلئے طرح قائم رکھتا ہے اور یہی خیال اسکا ایمان ہوتا ہے جو اسے روحانی مدارج پر پہنچاتا ہے۔ افلاطون نے اس حقیقت کو پا لیا تھا۔ وہ کہتا ہے

"مذہب اپنی استطاعت کے موافق خدا کیساتھ مناسبت پیدا کرنے کا نام ہے" ہربرٹ پارکر نے "اے ڈسکورس آف تھیولوجی" میں ایک اور قدم آگے بڑھایا ہے وہ کہتے ہیں

"مذہب خدا کے اُن اندرونی قوانین کی اطاعت کا نام ہے جو اس نے ہماری فطرت میں رکھے ہیں اور جو مختلف طریقوں سے عقل حیوانی، عقل انسانی، ضمیر اور مذہبی جذبے کی وساطت سے ظاہر ہوتے ہیں"

مذہب میں کسی جبر و اکراہ، قہر و غضب، ظلم و ستم کی گنجائش ہی نہیں۔ ایک دریا ہے جو ہر ایک چیز کو سمو لیتا اور فنا کر دیتا ہے۔ دو سلیم الطبع آدمی بشرطیکہ وہ واقعی سلیم الطبع ہوں ایکدوسرے کے بالکل قریب ہوتے ہیں چاہے انکا طرز معاشرت اور مذہب الگ الگ ہی کیوں نہ ہو۔ والٹر پیٹر نے اس حقیقت کو بڑی عمدگی سے ظاہر کیا ہے

دو ایک ولی اللہ اور ایک عیش پسند حکیم دو مختلف سمتوں سے روانہ ہوتے ہیں مختلف راستے اختیار کرتے ہیں۔ ایک کا رجحان مذہب کیطرف ہوتا ہے اور دوسرے کا اسکے خلاف، لیکن چونکہ دونوں کی طبیعتیں جوش اور قوت کے لحاظ سے پست فطرت

لوگوں سے ممتاز ہوتی ہیں۔ اسلئے وہ ایکدوسرے کو اتنی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جتنا معمولی انسان کو نہیں سمجھ سکتے جتنا معمولی انسان کو نہیں سمجھ سکتے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انکی ایک راہ ہو جاتی ہے۔

یہ تو تھیں عام بانی مذہب سے متعلق، اب میں اپنے مسلمان بھائیوں سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ مذہب اسلام نے جتنی گنجائش آزادی فکر و رائے کی رکھی ہے افسوس ہے کہ اس سے بہت کم فائدہ اٹھایا گیا۔ اسلام نے اپنے پیرو کو ہمیشہ دعوت فکر دی ہے اور ایک لمحہ کی فکر کا ثواب سینکڑوں سال کی عبادت کے برابر بتایا گیا ہے ذات اللہ میں فکر کی مخالفت کی گئی ہے مگر صفات اللہ میں فکر کا حکم دیا گیا ہے

دنیا کے اکثر مذہب نے ایکدوسرے کو جھٹلانے کی کوشش کی ہے مگر قرآن نے یہ بتایا ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوا کرتا تھا جو اسکی خصوصیات اور زمانہ کی ضروریات کا لحاظ رکھکر تمدن و معاشرت کے اصول قائم کرتا تھا اور لوگوں کو امن و سکون کیطرف بلاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ یہی فرمایا کہ میں تم لوگوں کے لئے کوئی نئی چیز نہیں لایا ہوں۔ آپ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آپ سے مافوق الفطرت معجزات کا ظہور ہو سکتا ہے۔ آپ نے مذہب کے باب میں کبھی جبر و تشدد کو پسند نہیں کیا، آپ نے انسان کی فطرت کی سطح پر آکر مذہب کی بنیاد ڈالی اور اپنے آپ کو انا بشر مثلکم سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔ معجزات اور خوارق عادات پیش کرنے سے انکار کیا، تمام مذاہب کی عزت کی اور اوہام پرستی اور اصلاحی طریقہ ہم جمہوریت کی مخالفت فرمائی۔

مذہب کا مفہوم صرف اخلاق اور روح کی پاکیزگی اور روحانی ترقی قرار دیا اسطرح ایک مکمل دین ہمارے سامنے پیش فرمایا۔

غیر مذاہب سے کیا نباہ ہوسکے گا، آج مسلمان ہی آپس میں خون کی ندیاں بہا رہے ہیں۔ ہمارے ملاؤں نے اسقدر تاریک درشت شکل بنا کر اسلام کو پیش کیا ہے کہ ہر مسلمان نہایت تنگدلی اور تعصب بن گیا ہے اور اسکی تنگدلی اور تعصب کیوجہ سے ہر شخص دوسروں مذہب کے معاملے میں اس سے گفتگو کرنے سے گریز کرتا ہے یہ بھی عجیب دل لگی ہے کہ ادھر ہمارے ملا مسلمانوں کو فتوے دے دے کر کافر بنا رہے ہیں اور ادھر صاحبان فکر و نظر جو مذہب سے دور اور خدا کے وجود کے تک منکر تھے اللہ کے قائل ہوتے جارہے ہیں۔ چنانچہ امپیریل کالج آف سائنس کے ایک پروفیسر ولیم، جو انسان کی قوت سماعت اور کان کی ساخت پر غور کر رہے تھے صنع الہیہ کے حیرت انگیز کمالات کا مشاہدہ کرکے اتنے متاثر اور مرعوب ہوئے کہ بے اختیار چلا اٹھے

"He who planted ears shall He not hear."

جس خدا نے کان بنائے ہیں کیا وہ خود صفت سماعت سے محروم ہے؟ سر ڈیوڈ بریوسٹر اپنی تجربہ گاہ میں قطرہ آب کا مطالعہ کر رہے تھے کہ انہیں انکشاف ہوا کہ پانی کے جوہر کی ترکیب گھڑی کے مشین سے زیادہ پیچیدہ ہے اس انکشاف نے ان پر ایک وجد سا طاری کر دیا اور وہ فرط حیرت سے چیخ اٹھے

"Oh God! How marvellous are thy works"



اے رب! تیرے کام کس قدر حیرت انگیز ہے

سچ ہے

فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور (حج ۴۶)

(در اصل) آنکھیں اندھی نہیں بلکہ ایک مردہ قوم کے دل بے حس ہوتے ہیں۔

وہ لوگ جنہیں خالق عالم کی ایجادات و اختراعات نظر نہیں آتیں جو خوارقات و کرامات میں گم ہیں جو مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں کیا اندھے نہیں ہیں؟ وہ یہاں بھی اندھے ہیں اور وہاں بھی اندھے ہی رہیں گے

ومن کان فی هذه اعمی فهو فی الآخرة اعمی (بنی اسرائیل ۷۲)

جو لوگ یہاں اندھے ہیں انہیں وہاں بھی اندھا ہی رکھا جائے گا،

ہمارے علماء پیر تو پڑھتے ہیں کہ

هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً (بقرة ۲۹)

(تمام کائنات کے خزائن ارضی تمہارے لئے پیدا کئے گئے ہیں)

مگر انکی نظر کائنات کی رعنائیوں تک نہیں جاتی بلکہ دسترخوان کی وسعت پر رہ جاتی ہے اور خزائن ارضی کو محسوس نہیں کرتے بلکہ مریدوں کے جیبوں پر نظر رکھتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ خدا نے انکے دلوں، انکی آنکھوں اور انکے کانوں پر مہر لگا دی ہو۔

پیران طریقت، مریدان سادہ لوح کو اذکار و اشغال کے چکر میں پھنسا کر نذر و نیاز بٹورنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں مرید کب تک سادہ لوح رہ سکتے ہیں اب انہیں بھی احساس ہو چلا ہے بقول اقبالؒ ؎

مریدے فاقہ مستے گفت با شیخ
کہ یزداں راز حال ما خبر نیست
بما نزدیک تر است از شہ رگ ماست
ولیکن از شکم نزدیک تر نیست

سنا آپ نے! پیر نے مرید کو اللہ کا رگ جان سے قریب ہونا باور کرا دیا اور مرید نے یقین بھی کر لیا مگر اسکا یقین سے پیٹ کی آگ نہ بجھی تو اس نے پیر سے پوچھا کہ حضور! اللہ میاں میری شہ رگ سے زیادہ مجھ سے قریب ہیں مگر میرے پیٹ سے دور ہیں! اس کی کیا وجہ ہے!؟ (ختم شد)

اطلاع برائے زائرین عراق و ایران

حضرات زائرین عراق و ایران کی معلومات کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ موجودہ کرایہ جہاز بمبئی تا بصرہ آمد و رفت بغیر خوراک تھرڈ کلاس مبلغ (۳۷۲) روپے اور آمد و رفت مع خوراک تھرڈ کلاس (۴۵۴) روپے ہے

بمبئی سے بصرہ کے لئے ہر پندرہ دن جہاز روانہ ہوتا ہے

عراق کی تمام زیارتوں کے اخراجات کا تخمینہ از بمبئی تا واپسی بمبئی فی کس تقریباً آٹھ سو روپے ہے

جس جہاز سے تشریف لیجانا ہو اسکی روانگی سے پانچ یوم قبل بمبئی پہونچ جائیں۔ تشریف آوری کی اطلاع بذریعہ خط یا ٹیلیگرام کریں تاکہ کوئی زحمت نہ ہو

دیگر معلومات کے لئے پتہ ذیل پر خط و کتابت فرمائیں

شیخ محمد رضا

رہبر حجاج زائرین ۲۰/۲۲۔ ڈیموا اسٹریٹ بمبئی ۳
تار کا پتہ [illegible] بمبئی

یہ سائنس کی دُنیا

سخت سے سخت دھاتوں کو دھالنے کا نیا طریقہ

جٹ ہوائی جہازوں، راکٹ انجنوں اور ایٹمی مشینوں کے لئے سخت اور حرارت سے نہ پگھلنے والی دہاتوں کو مطلوبہ شکل دینے کے لئے موڑنے اور لچکیلی بنانے میں جو مشکل پیش آتی تھی اب امریکہ میں زیر آب دھماکوں کے لئے نئے طریق کار کی بدولت اس پر قابو پالیا گیا ہے۔ اس نئے طریق کار کا یہ فائدہ ہے کہ اس سے ساخت میں آسانی، لاگت میں کمی، بہتر چیز کی تیاری اور وقت کی بچت ہوتی ہے۔ یہ تجربے سخت قسم کی ۳۵ مختلف دھاتوں پر کئے گئے ہیں جن میں ایلومینیم، بے زنگ فولاد، ٹیٹانیم، زرکونیم۔ انکونیل رینے ایم۔ ہسٹلا سے بھی شامل ہیں۔ نیا طریقہ دریافت کرنے والی کمپنی ریان ایرو ناٹیکل کمپنی نے سان ڈیگو کیلی فورنیا میں پورے پیمانے کا زیر آب دھماکہ سٹیشن قائم کر رکھا ہے۔ یہ اسٹیشن ۸ فٹ گہرے پانی کے حوض اور چیزوں کو اندر ڈالنے اور نکالنے کے لئے ایک کرین اور دھماکوں کی تیاری اور کنٹرول کے لئے مکانوں پر مشتمل ہے۔ جس دھات کو کسی خاص شکل میں ڈھالنا ہو اسے ایک سانچے میں رکھکر پانی کے حوض میں ڈالا جاتا ہے۔ پھر اس دھات کے مرکز میں ایک ہلکا سا دھماکہ پیدا کیا جاتا ہے جس کے باعث یہ دھات سانچے میں ڈھل جاتی ہے اور جس قسم کا پرزہ بنانا مقصود ہو تیار ہو جاتا ہے۔ دھماکوں کے لئے ٹی۔ این ٹی، نائٹرو گلیسرین۔ ایمونیا گال یا سائیکلو نائٹ وغیرہ استعمال کئے جاتے ہیں۔

ہیلی کوپٹر میں اڑان کا نیا ریکارڈ

نورث ورتھ ٹیکساس (امریکہ) کے قریب ایک امریکی فوجی ہیلی کاپٹر نے سات عالمی ریکارڈ توڑ دیئے جن میں سے تین عالمی ریکارڈ، روس نے بھی قائم کئے تھے۔ امریکی فوج کے تین ہوا باز ایچ یو ۱ ایرو کوئز ہیلی کاپٹر میں مدت تک اڑان کرتے رہے اور تیز رفتاری، اوپر چڑھنے اور مقررہ فاصلہ طے کرنے میں سات عالمی ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔

۴ ہزار پونڈ وزنی دُوربینی شیشہ

امریکہ کے شیشہ ساز کارخانے کورننگ گلاس ورکس نے دنیا کی سب سے بڑی دُوربین کے لئے ۴ ہزار پونڈ وزنی شیشے کا لینس تیار کیا ہے۔ یہ ۸۴ انچ کا زکاج نما لینس کٹ پیک نیشنل آبزرویٹری (رصدگاہ) کی دُوربین میں لگایا جائے گا۔ اور حال ہی میں ٹیوسن ایری زونا بھیجا گیا ہے۔ جہاں بخوبی اس کی مدد سے سیاروں کے متعلق تحقیق اور مطالعہ کریں گے۔

آدمی کے خلائی سفر کی تیاریاں

امریکہ کے ہوائی محکمے نے انکشاف کیا ہے کہ آدمی کو خلائی سفر کے تجربوں کے سلسلے میں ایک سربمہر خول میں ہفتہ بھر بند رکھا گیا جہاں اس کو ایک خاص کیمیاوی چیز کے ذریعہ آکسیجن (تازہ ہوا) ملتی رہی۔ یہ تجربہ کامیاب رہا۔ آکسیجن کس کیمیاوی چیز نے مہیا کیا یہ ابھی ظاہر نہیں کیا گیا ہے۔

خلاء میں ۱۵ مصنوعی امریکی سیارے

ڈسکورر ۱۳ جو حال ہی میں کامیابی سے مدار میں

قطعہ

پھیکی عشرت ہے دیکھ رتّ سے بھی
عمرِ دُو رُوزہ بے ثبات سے بھی

خندہ رُوئی یہ کہتی ہے منھ سے
کام نِکلا ہے اِلتفات سے بھی

پہنچایا گیا ہے اس کے سمیت اس وقت امریکہ کے (۱۵) مصنوعی سیارے خلاء میں گھوم رہے ہیں۔ ان کا مختصرسا ذکر ذیل میں درج ہے۔

ایکسپلورر ۱ ۳۱ جنوری ۱۹۵۸ء۔ وینگارڈ ۱ ۱۷ مارچ ۱۹۵۸ء۔ وینگارڈ ۲ ۱۷ فروری ۱۹۵۹ء۔ پائیونیر ۴ ۳ مارچ ۱۹۵۹ء ایکسپلورر ۶ ۷ اگست ۱۹۵۹ء۔ ڈسکورر ۵ ۱۳ اگست ۱۹۵۹ء۔ وینگارڈ ۳ ۱۶ ستمبر ۱۹۵۹ء۔ ایکسپلورر ۷ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۹ء۔ پائیونیر ۵ ۱۱ مارچ ۱۹۶۰ء۔ ٹائرس ۱ یکم اپریل ۱۹۶۰ء۔ ٹرانزٹ ۱ بی ۱۳ اپریل ۱۹۶۰ء میڈاس ۲ ۲۴ مئی ۱۹۶۰ء ٹرانزٹ ۲ A ۲۲ جون ۱۹۶۰ء۔ ٹرانزٹ ۲ A کے ساتھ این آر ایل مصنوعی سیارہ بھی داغا گیا تھا۔ ایک ہی راکٹ کے ذریعہ دو سیارے مدار پر پہنچائے گئے تھے۔ اور اب ڈسکورر ۱۳ ۱۰ اگست ۱۹۶۰ء کو داغا گیا ہے۔

آفتابی حرارت سے چلنے والے پیغام رسانی کے آلات

مستقبل قریب میں بہت سے امریکی مصنوعی سیارے آفتابی حرارت سے چلنے والے پیغام رسانی کے آلات سے لیس ہو سکیں گے۔ جو موجودہ ریڈیو کی جگہ لیں گے۔ چنانچہ ایسے نئے آلات کا پہلا نمونہ جیسا ڈونا کیلی فورنیا کی اینکرائو آپٹیکل سسٹم انکارپوریشن تیار کر رہی ہے۔ یہ آلات حسب ذیل طریقے سے کام کریں گے۔ مدار پر گھومنے والے مصنوعی سیارے سے باہر آئینہ اس طریقے سے رکھا جائیگا کہ اس کا رُخ ہر وقت سورج کی طرف ہو۔ اس آئینے کے ذریعے آفتابی شعاعیں اکٹھی کی جائیں گی۔ جو ایک خاص قسم کی کوڈنگ مشین میں منتقل ہوتی رہیں گی۔ تابکاری، سیارے کے ذرات سے ٹکراؤ، درجۂ حرارت وغیرہ کے متعلق مصنوعی سیارے کے آلات جو کچھ معلومات فراہم کریں گے وہ سب کوڈ مشین میں داخل ہونگی۔ جو شعاعوں کی روشنی کو مورس کوڈ یا زبانی پیغام میں منتقل کریں گی۔ ایک اور آئینہ نشریات کے لئے استعمال ہوگا۔ اس کے ذریعہ زمین پر نقطوں اور لکیروں کی شکل زبان میں نشریات بھیجے جائیں گے اور ہو سکتا ہے کہ مستقبل میں یہ اطلاعات مصنوعی سیارے میں بیٹھے ہوئے انسان کے ذریعہ نشر ہوں۔ نقطوں اور لکیروں کی صورت میں جب یہ اطلاعات زمینی اسٹیشنوں پر موصول ہونگی تو انہیں برقی علامتوں کے ذریعے اس طرح ریکارڈ کیا جائے گا کہ انہیں آسانی سے پڑھا جا سکے۔ رائٹ ایر ڈیولپمنٹ ڈویژن کے کلا نرادش نے اس سلسلے میں دعویٰ کیا ہے کہ پیغام رسانی کے اس نئے آلے "ہیلیوگراف" کا سب سے بڑا اسکانی فائدہ یہ ہوگا کہ یہ بہت سادہ اور قابل اعتبار ہوگا۔ بھاری بھرکم حرارت پیدا کرنے والی بیٹریاں اور ریڈیو کے ٹرانسمیٹر ترک کئے جائیں گے۔ اور اس طرح اس نئے آلے میں کسی پرزے کے ٹوٹنے یا بیکار رہونے کا بھی کوئی امکان نہیں ہوگا۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ اس نئے ہیلیوگراف کے استعمال سے ریڈیو وغیرہ کے مقابلے میں مصنوعی سیارے کا وزن بھی کم ہو جائے گا۔ اور لاگت بھی کم آئے گی۔ ہیلیوگراف جو اس وقت تیار ہو رہا ہے اس کا وزن ۳۰ پونڈ کے قریب ہوگا۔ اور یہ اپنی شعاعی نشریات اور پیغام ایک کروڑ میل سے بھی زیادہ فاصلے تک پہنچا سکے گا۔ ڈاکٹر ادش نے یہ بھی واضح کیا کہ جب زمینی اسٹیشن بادلوں کی وجہ سے ڈھکا ہوا ہوگا تو اس نئے طریق کار سے معلومات نہیں پہنچائی جا سکیں گی۔ لیکن جب وقت کی پابندی کی خاص ضرورت نہیں ہوگی تو ہیلیوگراف بہت ہی بیش قیمت ثابت ہوگا۔ اس میں ایک اور فائدہ یہ بھی ہوگا کہ اس کے ذریعہ آنے والی اطلاعات پراغویٹ رہیں گی۔

قطعہ

سر پہ موتی کا تاج ہے دیکھو | عیش و عشرت کا راج ہے دیکھو
(تقریب)
بہر عبد نعیم محیؔ عثمان | دھوم کیسی یہ آج ہے دیکھو

([illegible])

کیونکہ اگر کوئی ان پیغام لانے والی شعاعوں میں مداخلت کرے گا تو اسے ان کے بالکل متوازی لہروں سے کام لینا پڑے گا۔ جو چھپی نہیں رہے گی۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ انتہائی تیز رفتار لہروں کے ذریعہ بھی پیغام پرائیویٹ رہ سکتے ہیں لیکن اس میں اتنے مسائل پیدا ہوتے ہیں کہ آفتابی حرارت سے کام لینے کا نیا طریق کار ہی بہتر رہے گا۔

ناکارہ لکڑی کا استعمال

امریکہ میں ناکارہ لکڑی اور اس کی ضمنی پیداوار کو بھی کئی کاموں میں لایا جانے لگا ہے۔ مثلاً درختوں کی چھال۔ برادے۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں، گودے۔ ملوں کے فضلے۔ چھوٹی چھوٹی ٹہنیوں وغیرہ سے کئی دوائیاں اور کیمیاوی اشیا تیار ہونے لگی ہیں۔ اور اس سے امریکہ کی جنگلاتی صنعت کو ۲ کروڑ ڈالر سالانہ کی آمدنی ہو رہی ہے ایک قسم کی لکڑی ہیملاک کی چھال سے ایسا لیسدار مادہ بنایا گیا ہے جو واٹر پروف (جس پر پانی کا اثر نہ ہو) کا کام دیتا ہے۔ یہ بازار میں فروخت کے لئے رکھا گیا ہے۔ چھال اور برادے سے سیانا بنڈ کر ( ) اور کپڑوں اور سوت کو رنگنے نقشے بنانے کے کاغذوں اور چمڑے کو رنگنے کا کام لیا جاتا ہے۔ سیمنٹا دکی چھال کو کوارسیٹین ( ) نام کی ایک مختلف الاستعمال کیمیاوی چیز تیار کی گئی ہے جو مکھن کو محفوظ رکھنے کے کام آتی ہے۔ لکڑی کی بعض کیمیاوی اشیاء، رنگ روغن پلاسٹک اور مکانوں زراعتی استعمال میں آسکتی ہیں۔ اس کے چھلکے کو سڑکوں پر بھی بکھیرا جاتا ہے تاکہ گرد و غبار نہ اٹھنے پائے۔

چار برس تک خون محفوظ رکھنے کا طریقہ!

امریکی بحری محکمہ کے کچھ سائنسدانوں نے ایک ایسا طریقہ دریافت کیا ہے جس سے تقریباً چار برس تک خون محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ ان سائنسدانوں نے امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کے رسالے میں اس تجربے کا انکشاف کیا ہے۔ یہ طریق کار اختیار کرنے سے اب خون کے بینکوں میں خون کے محفوظ کرنے کے طریق کار میں انقلاب آجائے گا۔ اب تک تین یا چار ہفتے سے زیادہ بینکوں میں خون محفوظ نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ اس طریق میں خون کو انجمادی درجۂ حرارت سے ۲۰۴ ڈگری نیچے پہنچا کر محفوظ رکھا جاتا ہے۔

چاند میں خلائی جہاز اتارنے کی جگہ

چاند میں خلائی جہاز اتارنے کے لئے کوپرنیکس اور کیپلر کے دہانوں کی گہری چوڑی جگہ موزوں ہو سکتی ہے امریکی فوج کے ہیولاجیکل سروے کے انجینیروں نے چاند کی سطح کے مطالعہ اور گہری تحقیق کے بعد مندرجہ بالا نتیجہ نکالا ہے ان کا بیان ہے کہ یہی دہانے خلائی جہازوں کے اتارنے کے لئے مناسب جگہ ہوں گے۔ ہر اس انسان کو جو خلائی جہاز کے ذریعہ چاند میں پہنچے گا فوراً ہی زمین کے نیچے پناہ لینی پڑے گی ورنہ وہ گرمی کی شدت سے جھلس جائے گا۔ واضح رہے کہ وہاں دن کو درجۂ حرارت ۲۱۴° اور رات کو ۲۵۰° انجمادی ڈگری ہوتا ہے۔ ان سائنسدانوں نے چاند کے نقشے اور معلومات اور اعداد و شمار کی روشنی میں یہ رائے دی ہے۔

قطعہ

رنگ گل کو یہ باغ میں دیکھا | بادہ کو بھی ایاغ (پیالہ) میں دیکھا

بعد مدت کے کہتی ہے تفتیش | راز کو بھی سراغ (کھوج) میں دیکھا

([illegible])



کہ محلہ محبوب کی مہندی سے پیشہ ور عورتوں کیخلاف ایک جلوس نکالا گیا جسکی قیادت شری نذیرالدین احمد رکن بلدیہ نے فرمائی۔ اس سلسلہ میں موصوف نے انکشاف کیا کہ محلہ کے (۲۰) مکانات میں تقریباً ایک سَو پیشہ ور عورتیں رہتی ہیں

لوگ تو یہی سمجھ رہے تھے کہ ؎

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دوکان اپنی بڑھا گئے لیکن اب شری نذیرالدین صاحب کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ درد دل کی دوا بیچنے والے اب بھی موجود ہیں

کہ آندھرا پردیش کا چاول مدراس، میسور اور کیرالا کو کثیر مقدار میں برآمد کیا جا رہا ہے
کیونکہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے آندھرا پردیش میں چاول کافی مقدار میں پیدا ہوا ہے

کہ شری کے۔ ایم۔ منشی نے بتایا کہ کانگریسی حکومت کے دباؤ کی وجہ سے کمپنیاں کانگریس کو چندہ دینے پر مجبور ہیں

یعنے ؎

ہر کہ شمشیر زند، سکہ بنامش خوانند

کہ سانگو کے وزیر انصاف کو گرفتار کر لیا گیا
معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس مہینہ میں ساری بلائیں
وزیروں ہی پر آ رہی ہیں اگر آج انوری زندہ ہوتا تو
کہتا ؎

ہر بلائی کز آسمان پرسد
خانۂ منتری کجا، پرسد

کہ مسٹر غلام محمد خاں لودھی بھی کانگریس سے ٹوٹ کر سوتنترا پارٹی سے جا ملے ؎

منشی رفت و لودہی رفت
ایں ہم رفت و آں ہم رفت
رفتن دہ۔ رفتن دہ

کہ ٹریکو سوشیل ورکرس کی اٹھارہ جائیدادوں کیلئے جنہیں معیار قابلیت صرف میٹرک تھا چار سَو گریجویٹس کی درخواستیں وصول ہوئیں
"ویک انار و صد بیمار" شائد اسی موقع پر کہا جاتا ہے

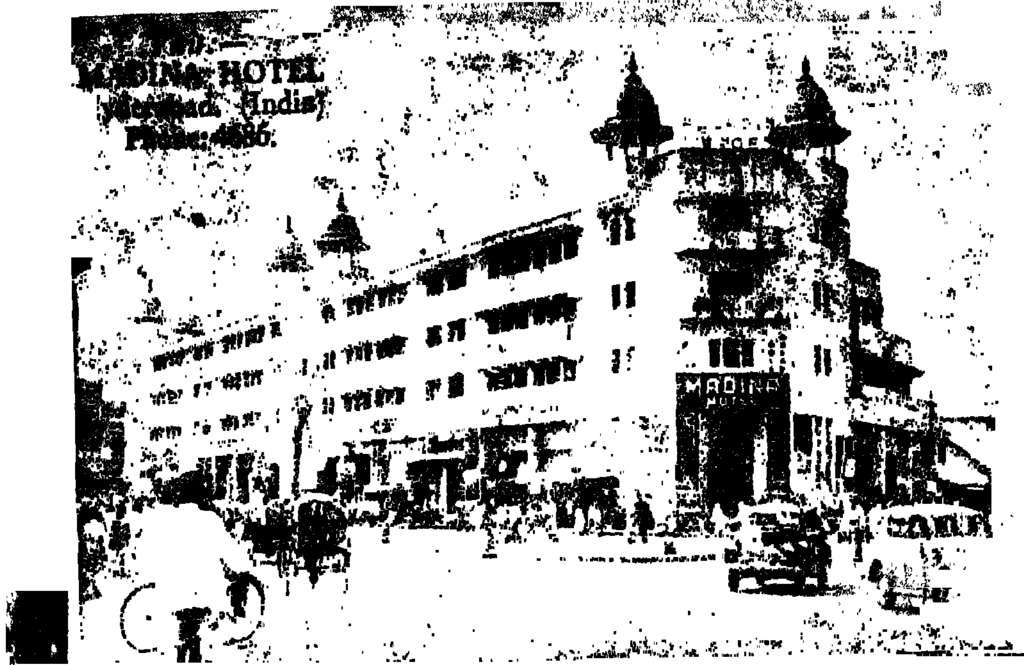
کہ ایک کانگریسی رکن پارلیمان نے لوک سبھا میں یقین دیا کہ تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں ہر شہری کے لئے روزگار فراہم ہوگا
رکن صاحب کے منہ میں گھی شکر۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ؎
گمان مبر کہ بریں وعدہ ات یقین دارم

کہ سکندرآباد کے ایک خطوط رساں اکبر خاں صاحب نے اپنی تنخواہ سے ماہانہ (۵) روپے دس سال تک پنجسالہ منصوبہ میں دینے کا اعلان کیا ہے
ہمارے لیڈر، سرمایہ دار اور وزراء کیلئے ایک لمحۂ فکر ہے!

قطعہ

کشتی پہونچی ہے لبِ ساحل تک | دَور پہونچا ہے سرِ محفل تک
کہتا ہے قیس بھی شاداں ہوکر | ناقہ پہونچا ہے ابھی منزل تک

(آمدہ از منظر باغ)



REGD H.507

Shiraz URDU WEEKLY.
CHADERGHAT GATE HYDERABAD.DN

شیراز اردو ہفتہ وار چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد



... مطبوعہ رفیق مشین پریس مچھلی کمان حیدرآباد


ALPHA HOTEL
ALPHA HOTEL
BOARDING and LODGING
PROVISION STORES

علی کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا | دلِ عثماں کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
مثال آپ کو عثماں یہی کہتا ہے ہر اک سے | ہوں اب نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

سید محمد مقام شیرازی ایڈیٹر، پرنٹر، پبلیشر | مقام اشاعت:- چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴
روز جمعہ ۹ ستمبر ۱۹۶۰ء
م ۱۶ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ
شمارہ (۴۴)

غزل

(مطلع)

رُوئے رنگینِ چمن باید دید | ہم رُخِ زرد و سمن باید دید

خوبیٔ لب کہ بگفتہ بہ رخش | رنگِ این لعلِ یمن باید دید

اَبرِ نیسان چہ ندائے کردہ | آبِ این دُرِّ عدن باید دید

محفلِ عیش و طرب این گفتہ | مستیٔ خمرِ کہن باید دید

اندرین جامۂ گل گفت صبا | عنبر و مشکِ ختن باید دید

بہرِ زاہد کہ بگفتہ افطار | خوبیٔ شہد و لبن باید دید

بر سرِ قامتِ آن سروِ سہی | جامۂ زیبی کہ بہ تن باید دید

(مقطع) دورِ ماضی کہ بگفتہ عثمان
شانِ این ملکِ دکن باید دید

رقم ۸ ستمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

رویہ بد سعید علی خاں داماد نظام

فرمایا حالیہ موٹر خانہ نذری باغ کا واقعہ جو پیش آیا تھا اس کا حال نظام گزٹ میں طبع ہوا تھا (جو کہ شیراز میں ریکارڈ ہوا ہے مورخہ ۲ر ستمبر ۱۹۶۰ء) لہذا اسکے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ مگر اسی سلسلہ میں امن نے بد تہذیبی کی جو گفتگو از خود آنکہ نذری باغ میں کیا تھا تاراپور سے (اسی موٹر کے سلسلہ میں) اور محکمہ صرف خاص میں بہ سلسلہ اس کو امتحانی خدمت دینے کے۔ وہ بھی مجھکو معتبر ذریعہ سے معلوم ہو گیا ہے جسکی تفصیل کسی وقت شیراز میں لکھونگا۔ اس کے علاوہ عارضی طور پر یہ پریڈ ویلا میں جو ٹھرایا گیا تھا (میری لڑکی کے ساتھ جبکہ اصل مکاں برائے قیام زیر تعمیر تھا در بردشے میدان کنگ کوٹھی) وہاں ایک وقت کیا ہوا تھا کہ دن کے (۴) بجے گھر جا کر شب کے (۱۲) بجے واپس ہوا تھا لہذا ان سب واقعات کا مکمل نوٹ دفتر پیشی میں ہے۔

بہرحال وہ اپنے رویہ کے مد نظر یہاں نذری باغ میں آنے کے قابل نہیں تھا۔ خیر مضے ما مضے۔ مگر آیندہ ایسے امور کی وہ اصلاح نکرے گا تو اس کا مضر نتیجہ اس کے حق میں ایک نہ ایک دن پیدا ہو گا اس کا اسکو خیال رہے۔

دیگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ تو اسکے بہنوئی گوہر علی خاں مرحوم صاحبزادہ کا (علاقہ زمرۂ صاحبزادگان صرف خاص) جبکہ زمانہ گذشتہ میں مردم نے کیا حرکات تھے۔ اور اس کی کیا نوعیت تھی جو فتنہ و شر سے پر تھے جس کا ریکارڈ صرف خاص میں موجود ہے۔

بہرحال نور علی نور کا قصہ ہے اور ساتھ ہی اپنی مذموم نوعیت کے مد نظر نا قابل بیان و ہم نفرین بھی۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح سے بزرگوں کے عادات و خصائل ہوتے ہیں اس کا اثر چھوٹوں میں آنا ضروری ہے۔ لہذا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بقول ـــ ہماں آش در کاسہ۔

مرقوم ۷ر ستمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

مرغانِ باغ فصلِ بہاراں چو دیدہ اند | با گوشِ گل کہ مژدۂ تازہ شنیدہ اند
نو روز دیدہ آمدہ در صحن بوستان | جامہ گل و سمن ہمہ لالہ دریدہ اند

(آمدہ از نذری باغ)

شرمناک قصہ فراری کا دختر سکینہ بیگم کا جس کا نام حیدری بیگم تھا

فرمایا اِس چھوکری کی ماں دُولہن بیگم مرحومہ یعنے ہمشیرۂ یاور جنگ مرحوم کی پروردہ تھی جس کو صرف یہی ایک دختر تھی۔ مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ سردار نواز جنگ سابق مہتم پٹہ کا لڑکا جس کا نام بختیار علی تھا اور جو کشمیر فرنٹ کی فوج میں ملازم تھا یہ چھٹی پر دو ماہ کی یہاں آیا ہوا تھا جو کہ اپنی بہن فاطمہ بیگم (یعنے زوجۂ اسد علیؒ و برادر حیدر علیؒ) کے مکان میں آمد و رفت رکھتا تھا اور اتفاق سے سکینہ بیگم اور اس کی بیٹی عمرہ چوبیس سالہ اس کے مکان میں کرایہ سے مقیم تھی۔ لہذا اِس دوران رخصت دو ماہ میں پوشیدہ طور پر اس کے ناجائز تعلقات اس چھوکری کے ساتھ ہو گئے تھے اور موقع دیکھ کر ۱۹ صفر ۱۳۸۰ھ شب میں یہ بدنہاد چھوکرا اس بدکردار چھوکری کو لیکر گھر سے فرار ہو گیا اور دہلی پہونچکر یہ بے حیا دختر اپنی ماں کو بتوسط تحریر اطلاع دی ہے کہ اس کی سیول میاریج دہلی میں ہو گئی ہے اور وہ اپنے اعمال کی ذمہ دار تھی کیونکہ عاقلہ بالغ تھی وغیرہ۔

ف۲ خیراب دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ مذموم طریقہ درست تھا یا نہیں۔ دُوم جو سیول میاریج ہوئی ہے تو از روے مذہب اسلام جائز ہے یا نہیں۔ گو اس کو قانون کی رُو سے درست قرار دیا گیا ہے مگر ساتھ ہی اس کے ہر فرقہ ہر گروہ ہر مذہب کے احکامات جُداگانہ ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں علماء فریقین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ان کے ہاں جب تک مقررہ شروط و قواعد نکاح کی پابندی نہ ہو وہ جائز نہیں سمجھا جا سکتا اس حد تک یہ صحیح ہے البتہ کسی کو یہ پابندی اُمور مذکورہ کی منظور نہیں ہے تو وہ اپنی ذات کی حد تک جو چاہے کرے اس سے احکامات شرعی پر اثر نہیں پڑ سکتا جو تیرہ سو سال سے قائم ہیں اور تا قیام جہاں قائم رہیں گے۔ بہر حال ذی کردار مرد ہوں یا عورتیں وہ کوئی کام کرینگے تو سوچ سمجھکر اور درست طریقہ پر تاکہ اُنکی رُسوائی یا بدنامی نہ ہو۔ اور اُن کا ہر فعل جائز سمجھا جائے۔

خلاصہ یہ کہ مجھے دوسروں کے ذاتی معاملات سے تعلق نہیں ہے۔ لہذا یہ بھی جو کچھ لکھا ہے وہ محض سکینہ بیگم کی لڑکی ہونے سے لکھا ہے جس کا تعلق زمانۂ گذشتہ میں نذری باغ سے تھا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ما را چہ ازین قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت۔ زیادہ آنکہ قرائن بتاتے ہیں کہ ایسے کام پائیدار نہیں ہوتے ہیں بلکہ کچھ روز چند دن کے بعد درہم و برہم ہو جاتے ہیں۔

مرقوم ۷ر ستمبر ۱۹۶۰ء (آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

چو خوردہ در بہاران خمر تر را | بہ مستی کردہ خم ہر رند سر را
حفاظت می کند از چشم بد ہم | چہ دارد ہم بہ کیسہ سیم و زر را

(آمدہ از نذری باغ)

بچہ کشی خانہ زادوں کی جسمیں اولاد عہدہ داران

سر دست شریک نہیں ہیں

فرمایا شاید ہی کوئی متنفس ایسا ہوگا جس کو صرف ایک دو اولاد ہو برخلاف اس کے ہر ایک کو تین سے لیکر چھ تک جنکی پرورش آئندہ زمانہ میں فی جوڑہ زن و شوہر کی محدود آمدنی میں ہونا دشوار ہے یعنے اڈوقہ میں گو فی کس دو اولاد کی پرورش کا انتظام علیحدہ طور پر ٹرسٹ میں کیا گیا ہے مگر بحث ہے تو کثرت اولاد سے ہے۔ لہذا اس امر کو مربی و سرپرست نے اچھی طرح ان کے ذہن نشین کر دیا ہے کہ آئندہ اس بارہ میں وہ مقاربت سے پرہیز کریں یا کوئی دوسری تجویز جیسا آپس کے انسداد کیلئے سوچنا ہوگا تاکہ اس کا سلسلہ مثل برق کی رفتار سے جو چل رہا ہے اسکی روک تھام ہو۔ دوسرے طرف کثرت اولاد سے ماں و باپ کی صحت متاثر نہ ہو جنکے نشو و نما کی حد ختم ہو کر اس کے آگے وہ بڑھ گئے ہیں یعنے ۲۵ سال سے ہی ضعف بعض کا [illegible] متاثر ہیں جو علامت ہے ابتدائے دور انحطاط کی بہرحال حالات زمانہ دگرگوں ہوتے ہیں ان امور پر ان کو خیال رکھنا ضروری ہے تاکہ آئندہ زمانہ میں یہ روزی کے معاملہ میں پریشان نہ ہوں یا انکی اولاد کی پرورش معرض خطر میں نہ رہے۔

دوم انسان کی زندگی کا کیا بھروسہ ہے کہ آج دنیا میں ہے کل دنیا میں نہ ہو۔ ایسی حالت میں اگر بے احتیاطی سے ماں یا باپ کی صحت خراب ہو جائے یا موت کا سامنا ہو تو پھر خدا کو علم ہے کہ ان معصوم بچوں کا کیا حشر ہوگا یعنے یتیم و بے سہارا ہو کر رہ جائیں یا یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں اسباب سے ماؤں کی جان جائے تو کثرت اولاد کی وجہ سے باپ کا [illegible] ہو سکے اور کوئی اپنی لڑکی کو دینے رضامند نہ ہو تو اوسوقت دوسری مصیبت کا سامنا ہوگا [illegible] کوئی دوسرا چارہ نہ ہوگا۔ خدا فضل کرے۔

مرقوم ۷ ستمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

در خزان [illegible] سنبل و ریحان نبود | [illegible] گلہا تو نگر نیز گلستان نبود
تا نہ [illegible] دارد بہ فصاحت تحقیق | ہر کتابے تو نگر شامل فرقان نبود

(آمدہ از نذری باغ)

باوجود اصل معاملہ کا علم رکھتے ہوئے بروقت اس سے انکار کردیا یعنے لاعلمی کا

(ہاشم علی پسر سابق بریگیڈیر سید احمد)

فرمایا حال میں اسکی زوجہ کے معاملہ سے متعلق (یعنے کمدک کی گولیوں کا ذکر نذری باغ کے مضمون میں دیکھئے) یہ چھوکرا انجان بنکر بلکہ اس مضمون سے برہم ہوکر یہاں سے چلا گیا تھا۔ برخلاف اسکے اگر وہ اپنا علم ظاہر کرنے کے عوض خاموش ہی رہتا اور اس معاملہ سے خود کو علیحدہ رکھتا تو آج اپنی زندگی اپنے ہاتھوں برباد نہ کرلیتا۔ کیونکہ اسمیں اتنی عقل یا جرأت نہیں تھی کہ یہ طریقہ مذکورہ اختیار کرکے اپنے معاملہ کو سنبھالتا۔ دوسری طرف دنیا کے حالات انقلاب کیوجہ سے ایسے ہیں کہ ہر ایک شخص نفسا نفسی پر عمل پیرا ہے اور اسکے مقابل این وآن کی اس کو مطلق پروا نہیں ہے۔ بقول کوئی سگوں کے خاطر اپنی ناک نہیں کٹاتا بلکہ حالات حاضرہ پر نظر رکھکر کام کرتا ہے تاکہ نتیجتاً وہ گھاٹے میں نہ رہے مگر دوسری طرف یہ لڑکا کمسن اور ناتجربہ کار تھا۔ اسلئے درست طریقہ پر کام کرکے اپنے معاملہ کی حفاظت نہیں کرسکا بلکہ الٹا اپنا نقصان کرلیا۔ اس کا کیا علاج؟

بہرحال چونکہ یہ آٹھ سال تک نذری باغ میں رہا ہے اسکی زندگی جو برباد ہوئی ہے اسکا نذری باغ کو افسوس رہیگا چاہے یہ لڑکا یہاں رہے یا باپ کے گھر میں۔ یا کہیں اور جگہ۔ کاش یہ اگر سمجھ سے کام کرتا تو آج کہاں سے کہاں تک پہونچتا۔ مگر یہ چیز اسکی قسمت میں نہیں تھی جسکا یہ نتیجہ نکلا۔

مرقوم ۷ ستمبر ۱۹۶۰ء　　　(آرہ از نذری باغ)

قابل غور امر

فرمایا کہ پانسو روپیہ امداد از صرف خاص سے ہاشم علی پسر سابق بریگیڈیر سید احمد کے نام یکم اگست ۱۹۶۰ء سے منظور رہے گی ماہ ستمبر ۱۹۶۰ء میں جو جاری ہوئے تھے جیسے کمیٹی انتظامیہ ایٹ اسٹیٹ سے اطلاع دی ہے کہ اس نے لینے سے انکار کیا ہے۔ حالانکہ اس کی ماں کے نام کیوں جاری ہوئے تھے اس کی وجہ تشریح آ میں بیان کر دی گئی تھی کہ اس کی اولاد یعنی یہ لڑکا نذری باغ میں رہتا مگر یہ جب یہاں سے چلا گیا تو یہی اس کے نام جاری کر دیا گیا ورنہ اس کی ضرورت نہ تھی خیر۔ مجھے افسوس ہے کہ تعلیم و تربیت اس کو نہ ہوئی ہے وجوہ کو نہیں سمجھ سکتا۔ اور یہ بھی نہیں سمجھتا کہ ماں کا لینا اور بیٹے کا لینا معنا و مطلب میں یکساں ہے کیوں کہ دونوں جدا جدا نہیں ہیں۔

بہرحال صرف خاص میں حکم جاری کیا ہے کہ کارروائی کو داخل دفتر کر دیا جائے۔

دیگر میرا خیال ہے کہ اس کے باپ کے نام (ماہ ۲۵ للعہ) امداد بعد علیحدگی از خدمت نگرانکار مکان ذین ویلا جو جاری ہوئی تھی وہ محض رحم و کرم کی بناء پر تھی نہ کہ استحقاقاً کہ صرف خاص میں ان کی خدمت سرویس ہی کیا تھی۔ "بہت قلیل نا قابل شمار"

بہرحال آثار و قرائن بتاتے ہیں کہ اس امداد کی عمر کم ہے نہ کہ دراز جو حالات زمانہ کے تابع ہے۔

مرقوم ۸ ستمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

اشک ریز گفتگو حبیب محمدؐ برادر سابق بریگیڈیر سید حبیب احمدؐ کی

(در مکان دین یار جنگ)

فرمایا گو یہ خدمت سے اپنی خواہش کے مطابق سبکدوش ہو چکے ہیں اور اس کا تصفیہ ہو کر کچھ عرصہ گزرا ہے جو کہ شیرازہ میں بیان ہوا تھا۔ مگر اسی سلسلہ میں یہ از خود صاحب موصوف کے گھر جا کر جو کچھ گفتگو کی تھی اسی مسئلہ سے متعلق یہ مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ جس کو آیندہ کسی وقت تفصیل سے شیرازہ میں بیان کروں گا تاکہ یہ ریکارڈ پر رہے کہ اس وقت اس کا موقع نہیں ہے۔ تاہم دنیا سے اس مقولہ کو دہراتا ہوں۔

"چہ کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی"

مرقوم ۹ ستمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

ہر نمازے کہ با مداد بود ‖ از پئے نکتۂ ہم مداد بود (آشیانی)
گفت کردار و نیز ہم آئین ‖ بہر ہر کار خوب داد بود (انصاف)

(آمدہ از نذری باغ)

حرکت نازیبا معین علیؑ پسر نذیر الدین عہدہ دار صرفِ خاص کی

(مقیم نذری باغ)

فرمایا کل کا واقعہ ہے کہ یہ بیہودہ چھوکرا بلا اجازت باپ کے گھر چلا گیا تھا رکشا میں۔ حالانکہ اسکی ماں اور دوسرے بڑے چھوٹے بھائیاں سب ہی زیرِ پرورش نذری باغ میں مقیم ہیں۔ اس کے علاوہ ہر جمعہ کو باپ آکر اولاد سے ملا کرتا ہے۔ اسکے باوجود اسکی ایسی حرکت اس قابل ہے کہ نذری باغ سے اسکو خارج کیا جائے کیونکہ یہ بھی محض نکما ہے۔ یعنے کسی قسم کی قابلیت نہیں رکھتا ہے۔ جس کی گواہی اس کا چہرہ دیتا ہے۔

دوم نذیر الدین برادر خورد بشیر الدین ملازم ہے صرفِ خاص میں (بعد پولیس ایکشن) مگر اس کے ماتحت صیغۂ باغات میں کئی ہزار کی غبن دریافت و تحقیقات سے ظاہر ہوئی تھی۔ لہٰذا وہاں سے اسکو علیحدہ کیا گیا کیونکہ ایسا بددیانت عہدہ دار سروس میں رہنے کے قابل نہیں تھا۔ خیر آیندہ جیسے حالات پیش آئیں گے اس کے مطابق کام کیا جائے گا جس کی سردست جلدی نہیں ہے۔

سوم معین علیؑ کے دو چھوٹے بھائی جن کا نام حیدر علیؑ اور اکبر علیؑ ہے بڑے بھائی احمق کی وجہ سے یہ بھی یہاں سے باپ کے گھر جا کر بدنام ہوئے (ان کو غالباً مجبور کر کے لے گیا تھا) جن کی نسبتیں حال میں لگایا تھا اُن لڑکیوں سے جو نذری باغ میں ہیں لہٰذا اب فوراً انکو دوسرے مکان میں منتقل کر کے علیحدہ انتظام کروں گا۔ تاکہ بڑے بھائی کی وجہ سے ان کا آیندہ نقصان نہ ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ چھوکرے بھی اس چکر میں آگئے جو صحبتِ بد کا نتیجہ تھا۔ (یہ واقعہ سنکر انکی ماں کو صدمہ ہے جو کہ بڑے بیٹے کے گھر میں ایک عرصہ سے مقیم ہے) آخر میں مجھے حیرت ہے کہ ایک فربہ جسم کا بڑا بھائی اور دو عاقل و بالغ لڑکے یہ تین اسم ایک رکشا میں کیسے بیٹھے اور بے چارہ جس نے اسکو کھینچا ہوگا وزن سے اس کی کیا حالت ہوئی ہوگی کہ بے جان بن گیا ہوگا کم و بیش ڈیڑھ پلہ کھینچے ہیں۔ اور اس کا بھی احتمال تھا کہ شہر میں زیادہ آمد و رفت سے سواریوں کی اگر یہ بھری ہوئی رکشا راستہ میں کہیں اُلٹ جاتی یعنے گر جاتی تو بیٹھنے والوں کا کیا حشر ہوتا یہی کہ ضرور اٹھا کر دواخانہ عثمانیہ میں جانا پڑتا بغرض مرہم پٹی۔ اور یہ واقعہ زبان زد خاص و عام بنکر عجیب و غریب حادثہ ایسا پیش آتا جو کہ ناقابلِ بیان اور ساتھ ہی مضحکہ خیز بھی ہوتا۔ اس وجہ کہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے نذری باغ کیلئے یادگار بنتا۔ بہرحال خدا کا شکر ہے کہ یہ بیٹھنے والے صحیح و سلامت جا کر اپنی جانوں کی خیر مناتے واپس ہوئے جبکہ نتیجہ اس کا ان کے حق میں مفید نہیں بلکہ مضر بنتے بنتے رہ گیا اور دوسروں کے لئے عبرت خیز۔

بقول اگلا گرا۔ پچھلا ہشیار۔

مرقوم یکم ستمبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

تشکیل ضابطہ برائے موٹر خانہ نذری باغ

فرمایا انتظامی کمیٹی پرائیویٹ اسٹیٹ کو حکم دیا ہے کہ آیندہ کس طریقہ سے کام چلنا چاہیئے اس کے قواعد مرتب کرکے ہفتہ عشرہ میں میرے ہاں پیش ہوں جسمیں جدید دامادوں کو روزانہ کسقدر گیالن پٹرول دیا جائیگا۔ اور یہ کہاں کہاں جاتے ہیں اس کی رپورٹ شوفران روزانہ موٹر خانہ میں افسر متعلق کو دیں اور اگر اس میں وہ قاصر رہیں تو فوراً خدمت سے برطرف کرکے دوسروں کا تقرر ہو۔ دوئم جو شوفر اپنے رویّہ میں ناقابلِ بھروسہ ثابت ہوں اُن کو خدمت سے علٰحدہ کردیا جاکر جدید شوفروں کا تقرر ہو۔ ہر موٹر پہ کتنے میل گئی ہے بتانے کا آلہ لگایا جائے۔ اس کے علاوہ دامادوں کو صاحبزادوں کی موٹر خود چلانے کی اجازت نہیں ہے۔ سوئم امین متعینہ دیوڑھی نذری باغ اس امر کی نگرانی رکھئے کہ موٹر کس وقت نذری باغ سے باہر گئی۔ اور کب واپس ہوئی۔ اس کی رپورٹ یس۔ ین۔ ریڈی کو دے۔ چہارم جتنے شوفر ہیں موٹر خانہ میں آیندہ ماہ سے ہر ایک کی ماہوار سے فی ماہ (صہ۵) وضع ہوکر بطور ضمانت موٹر خانہ میں بمد امانت جمع رکھی جائے کہ اگر کسی سے قصور سرزد ہو تو وہ ضبط کرلیکر اس کو علٰحدہ کردیا جائے۔ ورنہ ہر سال (۱۲) ماہ گزرے بعد اس کا ریکارڈ آف سروس اچھا رہا ہے تو یہ رقم اس کو واپس دیدیجائے۔

ف۲۔ آخر میں مجھے حیرت ہے کہ سعید الدین خان (۴) یوم میں (۲۰) گیالن پٹرول صرف کیا۔ معلوم نہیں کہ یہ کیوں ہوا۔ اور کس غرض سے ہُوا۔ اس کی دریافت کرکے یس۔ ین۔ ریڈی کو رپورٹ پیش کرنے کا حکم دیا ہے۔ بہرحال اس شخص کے اگر یہی اطوار آیندہ بھی رہیں گے تو مجھے سخت نوٹس لینا ہوگا جس کا نتیجہ اس کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ اور ایسا کرنا میرے لئے ضروری ہے تاکہ اس کی وجہ سے اس کا اثرِ بد دوسرے دامادوں پر نہ پڑے۔ جس کی روک تھام ضروری ہے۔

مرقوم ۳ ر ستمبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

خوش بود دَرۡدِ ہرفانی شاد و فرحان زیستن | دَر مصائب زندہ بودن ہم مسلمان زیستن
نیست نازان ہر آن بودہ نہ راحت نیز عیش | سخت مشکل بہرِ آزادے بہ زندان زیستن

(آمدہ از نذری باغ)

اظہار حقیقت حال

متعلق تقرر نسبت صاحبزادیاں (۶) برادر مقیم مکان گاف

فرمایا میں بہ حیثیت بزرگ خاندان اس معاملہ کی وضاحت کرنا ضروری خیال کرتا ہوں تاکہ غلط فہمی کسی قسم کی اس معاملہ میں باقی نہ رہے۔ وہ یہ ہے کہ نظام کی جتنی صاحبزادیاں اسوقت ہیں (مقیم مدو دنذری باغ) ان کے گذارہ و خرچ کا جو کچھ انتظام چند سال قبل کیا تھا قانونی ٹرسٹ کے ذریعہ اوسکی نصف مقدار پوتیوں کیلئے رکھا تھا۔ (یہ ہر چیز میں) کس لئے کہ میری لڑکیوں کا مماثل پوزیشن پوتیوں کو کسی حالت میں نہیں مل سکتا کہ وہ میری اولاد نہیں بلکہ مولود الذکر اولاد کی اولاد ہیں۔ یعنے ذرا سیپرہ جو نیر کا موجود ہے۔ لہذا کہیں ایسا نہ ہو کہ میری پوتیوں کی طلب گاری میں لڑکوں کے والدین غلطی کر جائیں محض اس خیال سے کہ چونکہ پوتیوں کا بھی ٹرسٹ بنگیا ہے۔ لہذا ان کا ہاتھ گرم ہوگا۔ مگر ایسا نہیں ہے کہ ٹرسٹ کے دفعات میں ہر چیز کی صراحت موجود ہے اور یہ تحت نگرانی مقررہ ٹرسٹیز ہے۔

دیگر۔ اب رہا کاظم جاہ مرحوم کی اولاد ذکور و اناث کا معاملہ یہ بالکلیہ دادا کے سپرد ہے کہ ان کا باپ دنیا سے جاتے وقت اپنی جگہ پدر کو دیدیا تھا۔ لہذا اس حد تک کوئی شخص درخواست نسبت میرے ہاں پیش نہیں کرسکتا یعنے پانچ لڑکیوں سے متعلق جن میں سے ۲ بطنی موتی بیگم منکوحہ ہیں۔ اور ۳ بطنی تتلی بیگم منکوحہ ہیں۔ کس لئے کہ ان لڑکیوں کا عقد بالکلیہ میرے صوابدید پر منحصر ہے اور ساتھ ہی میری ذمہ داری کے ساتھ ہے۔

نظر بر آں سب معاملہ کی تشریح کردی گئی ہے تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے اور جو کام ہو وہ اس روشنی میں ہو۔ آخر میں یہ کہدینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ میری پوتیوں کی نسبت کی ذمہ داری ان کے باپوں پر رہے گی نہ کہ مجھ پر۔ کیونکہ تحریک انکی طرف سے ہو رہی ہے لہذا نشیب و فراز کے وہ ذمہ دار رہیں گے جس صورت میں خدا نخواستہ کوئی بات پیدا ہو۔ لہذا ان کو چاہیئے کہ اس پر آشوب زمانہ میں دیکھ سمجھکر کام کریں نہ کہ اندھا دھند تاکہ نتیجہ بہتر نکلے۔ ورنہ معلوم نہیں کہ کیا ہو کیا نہ ہو جس کی روک تھام ضروری ہے۔

مرقوم ۴ر ستمبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

قطعہ

[illegible] || این چہ تفریق کہ در سود و زیان برخیزد
[illegible] از بادہ کشی || شعلۂ آتشے بنگر کہ عیان برخیزد

(آمدہ از نذری باغ)

ترجمان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے چرخ طوار شاد حق آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر: سید صمصام شیراز علی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

خطیبِ منبر سلونی

کا ارشاد مبارک ہے کہ اے غافلو! کس غفلت میں پڑے ہو خواب غفلت سے بیدار ہو، آخر تمہیں ایک روز مرنا ہے اور یہ تمہاری عمارتیں خراب و ویران ہو جائیں گی۔

عمارت دفاتر معتمدین

جوبلی ہلز پر دفاتر معتمدین کے لئے مجوزہ عمارت کے سلسلہ میں ہم نے "شیراز" کی ایک گزشتہ اشاعت میں یہ بتایا تھا کہ جوبلی ہلز کا مقام کسی نقطۂ نظر سے بھی دفاتر معتمدین کے لئے موزوں نہیں ہو سکتا۔ "شیراز" میں اداریہ شائع ہونے کے بعد ملک کے مختلف مکاتیب خیال نے بھی ہمارے خیالات کی تائید کی اور اس خصوص میں دیئے ہوئے بیانات میں یہ واضح کیا کہ جوبلی ہلز پر مجوزہ عمارت کی تعمیر نہ صرف ٹاؤن پلاننگ کے نقطۂ نظر سے بلکہ دیگر فنی تعاملات نظر سے بھی قطعاً موزوں نہیں ہے۔ صحافت اور اہل ملک کی ان تنقیدوں سے متاثر ہو کر بالآخر حکومت نے مجوزہ مقام جوبلی ہلز کے انتخاب کے بارے میں اپنے فیصلہ میں تبدیلی کی۔ لیکن آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا کے مصداق اس مرتبہ بھی غلط مقام کا انتخاب کیا گیا، چنانچہ ایک اخباری اطلاع سے پتہ چلتا ہے کہ حکومت نے جوبلی ہلز کی بجائے اب بیگم پیٹ کو دفاتر معتمدین کے لئے منتخب کیا ہے۔

یہاں یہ ظاہر کرنا تحصیل حاصل ہے کہ بیگم پیٹ کا مجوزہ مقام حیدرآباد اور سکندرآباد کے توأم شہروں کے لئے مرکزی مقام نہیں ہے۔ حیدرآباد میں بود و باش رکھنے والے ملازمین اور اہل معاملہ کے لئے جوبلی ہلز تک آمد و رفت میں جو دشواری پیش آسکتی تھی وہی دشواری بیگم پیٹ تک آمد و رفت میں پیش آئیگی بلکہ نسبتاً فاصلہ کچھ اور بڑھ جائیگا اور سکندرآباد کے رہنے والوں کے لئے بھی کوئی قابل لحاظ قربت نہ ہوگی۔

اس نوبت پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کیا موانعات ہیں، وہ کونسی ایسی مصلحت ہے جسکی بناء پر دفاتر معتمدین کو موجودہ مقام سے جدا کرنا ضروری سمجھا جا رہا ہے؟ اسکے برخلاف موجودہ مقام ہی کو ترجیح دیتے ہوئے دفاتر معتمدین کے عمارتوں میں توسیع و ترمیم کیجائے تو اس عمل سے ایک طرف مرکزیت قائم رہے گی اور دوسری طرف حصول اراضی اور جدید تعمیر میں جو زائد اور غیر ضروری اخراجات ہونے ہیں اسکا بار حکومت کے یا عوام کے خزانہ پر نہ پڑے گا۔ اب جبکہ مرکزی حکومت اخراجات کے مد میں کفایت شعاری کو شدت کیساتھ ملحوظ رکھ رہی ہے ایسے میں ریاستی حکومت کا یہ اسراف قومی بچت اور کفایت شعاری کے اصولوں کے منافی ہوگا۔ نہ صرف کفایت شعاری کے اعتبار سے بلکہ ٹاؤن پلاننگ اور مرکزیت کے اعتبار سے بھی دفاتر معتمدین کا موجودہ مقام ایک موزوں ترین مقام ہے۔ سر مرزا اسمٰعیل مرحوم نے جو ٹاؤن پلاننگ اور تعمیرات پر ایک وسیع نظر رکھتے تھے جنھوں نے بنگلور اور جے پور کو ہندوستان کے خوبصورت ترین شہروں میں تبدیل کر دیا، حیدرآباد کے تمام مقامات کا معائنہ کرنے کے بعد ہی دفاتر معتمدین کو موجودہ مقام ہی پر باقی رکھنے کا ماہرانہ فیصلہ کیا تھا۔

مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر حکومت کو ہمارا پُر خلوص مشورہ ہے کہ وہ بیگم پیٹ جیسے دور افتادہ مقام پر جدید عمارتیں تعمیر کر کے عوام کے روپے کے بیجا مصرف کی بجائے موجودہ مقام ہی پر دفاتر معتمدین کو برقرار رکھے، عمارتوں میں ترمیم اور وسعت کے پیش نظر اگر موجودہ احاطہ کافی نہ ہو سکتا ہو تو عقبی عمارات سے بیکری ہل فورٹ، لینسر باغ، انشورنس بلڈنگ، دفتر ابرو، حاکا منزہ، نظام کلب، ٹیلر آفس اور منٹ کے عقبی حصہ تک احاطہ کر لیا جا سکتا ہے اور اس احاطہ کے جملہ مکانات خرید کر دفاتر کے لئے کام میں لائے جا سکتے ہیں۔

ہمیں توقع ہے کہ ارباب حکومت عمارت دفاتر معتمدین کے لئے سر مرزا مرحوم کے فیصلہ کو پیش نظر رکھ کر اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کریں گے۔

مزارِ مادرِ دکن پر چادرِ گل

حیدرآباد۔ ۱۶ ربیع الاول صبح کے ۹ بجے مسجد جودی میں حضرت مادر دکن نور اللہ مرقدہا کی فاتحہ سالانہ مقرر تھی (۹) بجے ہی سے خانوادہ سرکار رفیع آگاہ کے افراد، عہدہ داران پرائیوٹ اسٹیٹ ولطام ٹرسٹس، خانہ زادان ومعززین شہر کی آمد شروع ہوئی۔ ۹ بجے سرکار رفیع آگاہ کی سواری نہضت افروز مسجد جودی ہوئی۔ پاشاہ والا ونواب کاظم نواز جنگ بہادر (علی پاشاہ) نے باب الرحمۃ پر مددومرے دامادان وبنیرگان کے ساتھ اعلیٰ کی سعادت حاصل کی۔ سرکار کی تشریف آوری کیا تھی ہی مراسم کا آغاز ہوا، مزارات پر قرآن خوانی اور مسجد میں ختم قرآن پاک ہوا۔ عاشور خانہ میں مجلس عزائے مظلوم کربلا امام حسین علیہ السلام برپا ہوئی۔ شاہی سوزخوان سید حسین صاحب نے سلام بلاغت لطام گوش گذار سامعین کرنے کی عزت حاصل کی سلام خوانی کے بعد سید الواعظین آقای سید عباس شاہ منصوری خراسانی آل یٰسین نے وبالوالدین احسانا کی تشریح اور لا تقل لہما اف کی توضیح بزبان فارسی فرماتے ہوئے بتایا کہ ہر مرحوم والدہ فردوس بریں ہے جس نے والدہ کی خدمت بجالائی اس کی عبادت، عبادت۔ اسکا روزہ، روزہ۔ اسکی زکواۃ زکواۃ۔ اسکا خمس، خمس۔ اسکا حج، حج ہے۔ تو تا بحال ہمارے سرکار نے سرکار نے والدہ کی خدمت ایسی بجالائی کہ جب کبھی سعادتمند فرزند کا ذکر آتا ہے تو مثال میں لوگ سرکار کو پیش کرتے ہیں۔ ہمارے سرکار کی والدہ "امۃ الزہرا" تھیں۔ امۃ الزہرا کے معنی فاطمہ کی کنیز۔

بڑی نیک تھیں۔ مرحومہ کے نیک ہونے کا ثبوت یہ کہ انہوں نے ایسے گوہر آبدار کو جنم دیا جو حقیقی معنوں میں علی امام مِنّت و منہم غلام علی کی جیتی جاگتی اور بولتی تصویر ہے۔ جب کسی مومن کی نظر سرکار کے چہرے پر پڑتی ہے تو بے ساختہ دل سے آواز نکلتی ہے

این پاکباز رونق محراب و جانماز ہا این سرفراز زینت اورنگ ومنداست
این والہ جمال حق وصداقت اوالاثر این عاشق محمدؐ و آل محمدؐ است

مصائب پیدا شہدا کرام پر آپ نے اپنے بیان کو ختم فرمایا۔ ختم بیان پر سینہ کوبی ہوئی۔ صالح علی، ایمان علی، اور علی حسین صاحبان نے نوحہ پڑھا اور ماتم کرایا۔ خاتمہ ماتم میر علی حسین صاحب خانہ زاد نے عراقی لہجہ میں زیارت پڑھائی۔ ایمان علی صاحب کی دعا گوئی کے بعد شاعر قوم علی افندی نے اپنے مخصوص طرز اور وقت اصل نئے انداز میں دعا کی۔ دعا کا ماحصل یہ تھا کہ خدا دنیا کو ان کی محبت کا درس دینے والے پادشاہ کو سلامت رکھ آمین کے نعرے تھا فلغلوں کی گونج میں مجلس ختم ہوئی۔ مجلس کے بعد مادر دکن کے مزار پر سرکار رفیع آگاہ نے چادر گل چڑھائی، حضار مجلس نے فاتحہ خوانی سے مادر دکن کی روح کو شاد کیا۔ واس پریزیڈنٹ مولوی نواب علیجاہ صاحب کی اسی غرض میں شریک مجلس تھے انجمن الغربا اور دار الیتامی کے یتیموں کے لئے اور ونڈ کے نام سے پیسہ خوان پیش کئے گئے۔

راقم الحروف نے اپنے مادر جان وقت مادر دکن کی روح کو فاتحہ خوانی سے شاد کیا۔ ذیل کے اشعار راقم الحروف کے تاثرات غم کا ہلکا سا پرتو ہیں

باغ ... بچھا ... رونق لگی ہے نور آج	بلبلوں کے لب پہ ہے کیا نالہ دلگیر آج
آج ہے سرکار رفیع آگاہ ... غم میں ہیں	آج سارے خانہ زادان مجلس و ماتم میں ہیں
معتقد بھی ہم ... کا غم ہے ہمارے اپنا دل	مادر ملک دکن تھیں مادر شاہ دکن!
... حق صد کو ہمو ... چار دہیں	کیکا دل انکے الم میں آج صد پارہ نہیں
... ہے ... ہیں	چادر گل لیکے مرقد پر چڑھانے آئے ہیں
علم سے آکے حوریں ... اختیار ہیں	انکی مرقد پہ ملائک فاتحہ خوانی کریں

صمصام شیرازی



انڈیو۔ اے۔ آر فرینڈشپ سوسائٹی کے صدر محترم نواب میر طاہر علی خاں نے صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد سے ملاقات کی اور سوسائٹی کے ساتھی سے صدر ہند کو واقف کرایا اور ہند و عرب مسائل پر گفتگو کی

دنیا کو ہمیشہ حسینؑ کی ضرورت رہی ہے اور رہے گی

جناب میر حبیب علی شاہ صاحب ثانی کا خطبہ استقبالیہ جو آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے دوسرے اجلاس منعقدہ ۱۳ اگست سنہ ۱۹۶۰ء میں پڑھا گیا

محترم صدر نشین جلسہ۔ حاضرین کرام

میں ممنون ہوں کہ مجلس استقبالیہ نے اس مقدس جلسہ میں مجھے شریک ہونے کی عزت بخشی اور خانوادہ نبوت کے چشم و چراغ، دوش رسالت کے سوار، اور زلف نبوت کے تھامنے والے امام عالیمقامؑ کی سیرت طیبہ پر اپنے خلوص نذر عقیدت پیش کرنے کی سعادت بھی عطاء کی

معزز حاضرین! محرم کا چاند ہر سال افق مغرب پر طلوع ہو کر اس ظلمت کدہ دہر میں رہنے والوں کو اپنے روشن کناروں سے میدان کرب و بلا کیطرف اشارہ کرکے عالم انسانیت کو یاد دلاتا ہے "اسکی زندگی راہ محبت میں فنا ہو جانے پر موقوف ہے" کربلا کے دامن نے حسین عالیمقامؑ کو چھپا نہیں لیا بلکہ ماہ منور سے زیادہ درخشاں اور روشن کر دیا ہے۔ دنیا کو ہمیشہ حسینؑ کی ضرورت رہی ہے اور رہے گی۔ یزید و شمر مٹ گئے کہ وہ باطل کے حامی تھے مگر حسینؑ کے ایثار اور فدویت کے نقوش دنیا کے گوشہ گوشہ میں منتقل راہ بنائے جاتے ہیں یہی وہ منزل ہے جہاں الٰہی انعام عطا کئے جاتے ہیں، رحمتوں کی بارش ہوتی ہے

اولٰئک الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔

حسینی پرچم کے نیچے ہمیں خاطر سے جمع ہونے والے بھائیو! ذرا اپنی آنکھوں کے سامنے اس تاریخی خطبہ کے منظر کو لا لو جو وقت امام عالیمقامؑ نے فرمایا تھا:-

"اے لوگو! رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم کرتا ہے۔ خدا کی قائم کی ہوئی حدیں توڑتا ہے، عہد الٰہی کو شکست کرتا ہے، سنت نبویؐ کی مخالفت کرتا ہے، خدا کے بندوں پر گناہ و سرکشی سے حکومت کرتا ہے اور اُسے دیکھنے پر بھی نہ تو اپنے فعل سے اسکی مخالفت کرتا ہے نہ اپنے قول سے تو خدا ایسے آدمی کو اچھا ٹھکانہ نہ دیگا دیکھو! یہ لوگ شیطان کے پیرو بن گئے، رحمٰن سے سرکش ہو گئے، فساد ظاہر ہے، حدود الٰہی معطل ہیں، مال غنیمت پر ناجائز قبضہ ہے۔ ان لوگوں کی سرکشی کو حق و عدل سے بدل دینے کا میں حقدار ہوں"۔

فداک ابی و امی یا امام۔ آپ سے بڑھکر اور کون اسکا حقدار ہو سکتا ہے؟

برادران عزیز! زندگی کی قیمت محض اضافی ہوتی ہے کبھی زندگی ایک ایسی قیمتی شئے ہوتی ہے کہ ایک ایک پل اسکی حفاظت واجب اور لازم ہو جاتی ہے اور کبھی زندگی کو آسان محبوب پر نثار کرکے بھی دل پکار اٹھتا ہے "حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا" اب آئیے! یہ دیکھیں کہ امام عالیمقامؑ کی سیرت طیبہ "زندگی" کی ان اضافی قیمتوں پر کسطرح روشنی ڈال رہی ہے۔

حضرت سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر ایکدفعہ دعوت رشد و ہدایت دیتے ہوئے دوران خطبہ میں فرمایا۔

"افسوس! دیکھتے نہیں کہ حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے باطل پر کھلم کھلا، علانیہ عمل کیا جا رہا ہے کوئی ہے جو اسکا ہاتھ پکڑ لے؟ وقت آگیا ہے کہ مومن، حق کی راہ میں لقاء کی تمنا کرے۔ لیکن میں "شہادت کی موت" چاہتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود جرم ہے۔"

حسینیؑ غلامو! ان ارشادات عالیہ کی روشنی میں اپنے جینے اور مرنے کے پروگرام مرتب کرو۔ زندہ رہنا چاہتے ہو، امتحان کے وقت قربان گاہ محبت پر اپنا آخری قطرۂ خون بہا دینا حیات ابدی ہے۔ لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاءٌ ولٰکن لا تشعرون

آنحضرتؐ نے فرمایا لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ و نفسہ۔

یعنے تم میں سے کوئی بھی مومن کامل اُسوقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسکے نزدیک اسکی اولاد سے، ماں باپ سے، اور خود اسکی جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ بھائیو! تمہارا کوئی درود اور نماز مکمل نہیں ہوتا جب تک اللھم صل علیٰ محمد کے ساتھ و آل محمد کا جوڑ نہ لگا دیا جائے ذرا سوچنے کی بات ہے

اس مدت میں کربلا کا عظیم الشان واقعہ اپنے اثرات کے لحاظ سے ابھی کل ہی کی بات معلوم ہوتا تھا۔ امام جعفر صادقؑ نے آنکھ کھولی تو اسی غم واندوہ کی فضا میں، شب و روز شہادت حسینؑ کا تذکرہ اور اس غم میں نوحہ وماتم اور گریہ وبکا کی آوازوں نے ان کے دل و دماغ پر وہ اثر قائم کیا کہ جیسے وہ خود واقعۂ کربلا میں موجود ہوتے پھر جب وہ یہ سنتے تھے کہ ان کے والد بزرگوار امام محمد باقرؑ بھی کم سنی ہی کے دور میں اسی جہاد میں شریک تھے تو انکے دل کو یہ احساس بہت صدمہ پہونچاتا ہوگا کہ خاندان عصمت کے موجودہ افراد میں ایک میں ہی ہوں جو اس قابل فخر یادگار معرکہ ابتلا میں موجود نہ تھا۔ چنانچہ اسکے بعد جیتا اور عمر بھر امام جعفر صادقؑ نے جس جس طرح اپنے جد مظلوم امام حسین علیہ السلام کی یاد کو قائم رکھنے کی کوشش کی ہے وہ اپنی آپ مثال ہے

بارہ برس کی آپکی عمر تھی جب ۹۵ھ میں امام زین العابدینؑ کا سایہ سر سے اٹھا، اسکے بعد انیس برس آپ نے اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے دامانِ تربیت میں گذارے یہ وہ وقت تھا جب سیاست بنی امیہ کی بنیادیں ہل چکی تھیں اور امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف فیوض علمی حاصل کرنے کے لیے خلائق رجوع کر رہی تھی۔ اسوقت اپنے پدر بزرگوار کی علمی درسگاہ میں حضرت جعفر صادقؑ ہی ایک وہ طالب علم تھے جو قدرت کی طرف سے علم کے سانچے میں ڈھال کر پیدا کئے گئے تھے آپ سفر اور حضر دونوں میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہتے تھے چنانچہ ہشام بن عبدالملک کی طلب پر امام محمد باقر علیہ السلام جب دمشق تشریف لے گئے ہیں تو اس سفر میں بھی امام جعفر صادق علیہ السلام ساتھ تھے اس سفر کا ذکر پانچویں امام کے حالات میں ہو چکا ہے

دورِ امامت

۱۱۴ھ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی وفات ہوئی اب امامت کی ذمہ داریاں حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی طرف عاید ہوئیں اس وقت دمشق میں ہشام بن عبدالملک کی سلطنت تھی، اسکے زمانہ سلطنت میں ملک میں سیاسی خلفشار بہت زیادہ ہو چکا تھا، مظالم بنی امیہ کے انتقام کا جذبہ تیز ہو رہا تھا اور بنی فاطمہ میں سے متعدد افراد حکومت کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے تھے ان میں نمایاں ہستی حضرت زید کی تھی۔ جو امام زین العابدین علیہ السلام کے بزرگ مرتبہ فرزند تھے انکی عبادت، زہد و تقویٰ کا بھی ملک عرب میں شہرہ تھا، مستند اور مسلم حافظ قرآن تھے، بنی امیہ کے مظالم سے تنگ آکر انہوں نے بھی میدان جہاد میں قدم رکھا

امام جعفر صادق علیہ السلام کے لئے یہ موقع نہایت نازک تھا، مظالم بنی امیہ سے نفرت میں ظاہر ہے کہ آپ حضرت زید کے ساتھ متفق تھے پھر جناب زید آپکے چچا بھی تھے جنکا احترام آپ لازم سمجھتے تھے، مگر آپکے انجام بین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ یہ اقدام کسی مفید نتیجہ تک نہیں پہونچ سکتا اسلئے عملی طور سے آپ انکا ساتھ دینا مناسب نہ سمجھتے تھے مگر یہ واقعہ ہوتے ہوئے بھی خود انکی ذات سے آپکو انتہائی ہمدردی تھی آپ نے مناسب طریقہ پر انہیں مصلحت بینی کی دعوت دی، مگر اہل عراق کی ایک بڑی جماعت کی اطاعت اور وفاداری نے جناب زید کو کامیابی کے توقعات پیدا کر دیئے اور آخر ۱۲۰ھ میں ظالم فوج شام سے تین روز تک بہادری کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد شہید ہوئے، دشمن کا جذبۂ انتقام اتنے ہی پر ختم نہیں ہوا بلکہ دفن ہو چکنے کے بعد انکی لاش کو قبر سے نکالا گیا اور

سر کو جدا کر کے ہشام کے پاس بطور تحفہ بھیجا گیا اور لاش کو دروازہ کوفہ پر سولی دی گئی اور کئی برس تک اسی طرح سے اسے آویزاں رکھا گیا۔ جناب زید کے انتقال کے بعد انکے بیٹے یحیٰ ابن زید بھی شہید ہوئے، یقیناً ان حالات کا امام جعفر صادق علیہ السلام کے دل پر گہرا اثر پڑ رہا تھا مگر اس جذبات سے بلند فرائض کی پابندی نے انکے باوجود اپنے خاموش اشغال کو جو اشاعت علوم اہلبیتؑ اور نشر شریعت کے قدرت کیجانب سے آپکے سپرد تھے، انھیں برابر جاری رکھا

انقلاب سلطنت

بنی امیہ کا آخری دور ہنگاموں اور سیاسی کشمکشوں کا مرکز بن گیا تھا

اسکا نتیجہ یہ تھا کہ بہت جلدی جلدی حکومتوں میں تبدیلیاں ہو رہی تھیں اور اسی لئے امام جعفر صادق علیہ السلام کو بہت سی دنیاوی سلطنتوں کے دور سے گذرنا پڑا، ہشام ابن عبدالملک کے بعد ولید ابن یزید عبدالملک پھر یزید ابن ولید ابن عبدالملک اسکے بعد ابراہیم ابن ولید ابن عبدالملک اور آخر میں مروان حمار جس پر بنی امیہ کی طالم حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

جب سلطنت کی داخلی کمزوریاں اور قہر و غلبہ کی جڑیں ہلا چکی ہوں تو قدرتی بات ہے کہ وہ لوگ جو اس حکومت کے مظالم کا نشانہ بنے ہوں اور جنھیں انکے حقوق سے محروم کرکے صرف تشدد کی طاقت سے رہنے کا موقع نہ دیا گیا ہو وہ قفس کی تیلیوں کو کمزور پا کر پھڑپھڑانے کی کوشش کریں گے اور حکومت کے شکنجے کو ایکدم توڑ دینا چاہیں گے، سوائے ایسے بلند افراد کے جو جذبات کی پیروی سے بلند ہوں، عام طور پر اسطرح کی اتفاقی کوششوں میں مصلحت اندیشی کا دامن بھی ہاتھ سے چھٹنے کا امکان ہے مگر وہ انسانی فطرت کا ایک کمزور پہلو ہے جس سے خاص خاص افراد ہی مستثنےٰ ہو سکتے ہیں

بنی ہاشم میں عام طور پر سلطنت بنی امیہ کے آخری دور میں اسی لئے ایک حرکت اور غیر معمولی اضطراب پایا جا رہا تھا اس اضطراب سے بنی عباس نے فائدہ اٹھایا، انہوں نے اسی آخری دور اموئیت میں پوشیدہ طریقہ سے ممالک اسلامیہ میں ایک ایسی جماعت بنائی جسنے قسم کھائی تھی کہ ہم سلطنت کو بنی امیہ سے لیکر بنی ہاشم تک پہونچائیں گے جنکا وہ واقعی حق ہے، حالانکہ حق تو ان میں سے مخصوص ہستیوں ہی میں منحصر تھا، جو خود اللہ کی طرف سے نوع انسانی کی رہبری اور سرداری کے حقدار قرار دیئے گئے تھے، مگر یہ وہی جذبات سے بلند انسان تھے جو موقع کی سیاسی رفتار سے ہنگامی فوائد حاصل کرنا اپنا نصب العین نہ رکھتے تھے۔ سلسلۂ بنی ہاشم میں سے ان حضرات کی خاموشی قائم رہنے کے ساتھ اس ہمدردی کو جو عوام میں خاندان ہاشم کے ساتھ پائی جاتی تھی بنی عباس نے اپنے لئے حصول سلطنت کا ذریعہ قرار دیا حالانکہ انہوں نے سلطنت پانے کے ساتھ بنی ہاشم کا صحیح حقدار لیا ویسا ہی یا اس سے زیادہ سخت سلوک کیا جو بنی امیہ انکے ساتھ کر چکے تھے۔ یہ واقعات متعلق اماموں کے حالات میں آپکے سامنے آئیں گے

بنی عباس میں سے سب سے پہلے محمد ابن علی ابن عبداللہ ابن عباس

لئے بنی امیہ کے خلاف تحریک شروع کی اور ایران میں مبلغین بھیجے جو مخفی طریقے پر لوگوں سے بنی ہاشم کی وفاداری کا عہد و پیمان حاصل کرتے۔ محمد ابن علی کے بعد انکے بیٹے ابراہیم قائمقام ہوئے۔ زید اور انکے صاحبزادے جناب یحییٰ کے دردناک واقعات شہادت سے بنی امیہ کے خلاف غم و غصہ میں اضافہ ہوگیا اس سے بھی بنی عباس نے فائدہ اٹھایا اور ابوسلمہ خلال کے ذریعہ سے عراق میں بھی اپنے اثرات قائم کرنے کا موقع ملا، رفتہ رفتہ اس جماعت کے حلقہ اثر میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور ابومسلم خراسانی کی مدد سے عراق عجم کا پورا علاقہ قبضہ میں آگیا اور بنی امیہ کی طرف کے حاکم کو وہاں سے فرار اختیار کرنا پڑا ۱۲۹ھ سے عراق عجم اور خراسان وغیرہ میں سلاطین بنی امیہ کے نام خطبہ سے خارج ہوکر ابراہیم ابن محمد کا نام داخل کردیا گیا

ابھی تک سلطنت بنی امیہ یہ سمجھتی تھی کہ یہ ایک مقامی تحریک حکومت سے ہے جو ایران میں محدود ہے مگر ایسے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ اسکا تعلق ابراہیم ابن محمد عباسی کیساتھ ہے جو شام میں مقیم رہتے ہیں اسکا نتیجہ یہ تھا کہ ابراہیم کو قید کردیا گیا اور قید خانہ ہی میں پھر ان کو قتل کردیا گیا انکے پسماندگان دوسرے افراد بنی عباس کے ساتھ بھاگ کر عراق میں ابوسلمہ کے پاس چلے گئے ابومسلم خراسانی کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو ایک فوج کو عراق کیطرف روانہ کیا جس نے اموی طاقت کو شکست دیکر عراق کو آزاد کرالیا

ابوسلمہ خلال جو وزیر آل محمد کے نام سے مشہور رہیں

بنی فاطمہ کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے انہوں نے چند خطوط اولاد رسول میں سے چند بزرگوں کے نام لکھے اور انکو قبول خلافت کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک خط حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے نام بھی تھا۔ سیاست کی دنیا میں ایسے مواقع اپنے اقتدار کے قائم کرنے کے لئے غنیمت سمجھے جاتے ہیں مگر وہ انسانی خودداری و استغنا کا مثالی مجسمہ تھا جس نے اپنے فرائض منصبی کے لحاظ سے اس موقع کو ٹھکرادیا اور بجائے جواب دینے کے حقارت آمیز طریقے پر اس خط کو آگ کی نذر کردیا

ادھر کوفہ میں ابومسلم خراسانی کے تابعین اور بنی عباس کے ہوا خواہوں نے عبداللہ سفاح کے ہاتھ پر ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۲ھ کو بیعت کرلی۔ اور اسکو امت اسلامیہ کا خلیفہ اور فرمانروا تسلیم کرلیا۔ عراق میں اقتدار قائم کرنے کے بعد انہوں نے دمشق پر چڑھائی کردی، مروان حمار نے بھی بڑے لشکر کے ساتھ مقابلہ کیا مگر بہت جلد اسکی فوج کو شکست ہوئی مروان نے فرار کیا اور آخر افریقہ کی سرزمین پر پہونچ کر قتل ہوا۔ اسکے بعد سفاح نے بنی امیہ کا قتل عام کرایا سلاطین بنی امیہ کی قبریں کھدوائیں اور انکی لاشوں کیساتھ عبرتناک طریقے اختیار کرلئے، اسطرح قدرت کا انتقام۔ جو ان ظالموں کیساتھ لیا جانا ضروری تھا بنی عباس کے ہاتھوں دنیا کی نگاہ کے سامنے آیا، ۱۳۶ھ میں ابوعبداللہ سفاح، بنی عباس کے پہلے خلیفہ کا انتقال ہوگیا جسکے بعد اسکا بھائی ابوجعفر منصور تخت خلافت پر بیٹھا جو منصور دوانیقی کہلاتا ہے

سادات پر مظالم

یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ بنی عباس نے ان ہمدردیوں سے جو عوام کو بنی فاطمہ

کے ساتھ تھیں ناجائز فائدہ اٹھایا تھا اور انہوں نے دنیا کو یہ دھوکہ دیا تھا کہ ہم اہلبیت رسولؐ کے حقوق کی حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے ہیں چنانچہ انہوں نے رضائے آل محمدؐ ہی کے نام پر لوگوں کو اپنی نصرت و حمایت پر آمادہ کیا تھا اور اسی کو اپنا نعرہ جنگ قرار دیا تھا اسلئے انہیں برسر اقتدار آنے کے بعد اور بنی امیہ کو تباہ کرنے کے بعد سب سے بڑا اندیشہ یہ تھا کہیں ہمارا یہ فریب دنیا پر کھل نہ جائے اور یہ تحریک نہ پیدا ہو جائے کہ خلافت بنی عباس کی بجائے بنی فاطمہ کے سپرد ہونا چاہیئے جو حقیقت میں آل رسولؐ ہیں۔ ابو سلمہ خلال بنی فاطمہ کے ہمدردوں میں سے تھا اسلئے یہ خطرہ تھا کہ وہ اس تحریک کی حمایت نہ کرے اسلئے سب سے پہلے ابو سلمہ کو راستے سے ہٹایا گیا اور وہ باوجود ان احسانات کے جو بنی عباس کیساتھ کر چکا تھا سفاح ہی کے زمانہ میں تشدد کا نشانہ بنا اور تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔ ایران میں ابو مسلم خراسانی کا اثر تھا منصور نے انتہائی مکاری اور غداری کے ساتھ اسکی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیا

اب اسے اپنی من مانی کاروائیوں میں کسی با اثر اور صاحب اقتدار شخصیت کی مزاحمت کا اندیشہ نہ تھا ... اسکے ظلم و ستم کا رخ سادات بنی فاطمہ کی طرف مڑا۔ مولانا شبلی سیرۃ النعمان میں لکھتے ہیں "صرف بدگمانی پر منصور نے سادات علویین کی بیخ کنی شروع کر دی جو لوگ ان میں ممتاز تھے ان کے ساتھ زیادہ بے رحمیاں کی گئیں۔ محمد ابن ابراہیم کہ حسن و جمال میں یگانہ روزگار تھے اور اسی وجہ سے دیباج کہلاتے تھے زندہ دیواروں میں چنوا دیئے گئے ان بے رحمیوں کی ایک داستان ہے جسکے بیان کرنے کو بڑا سخت دل چاہیئے ــــ"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دل پر ان حالات کا بہت اثر ہوتا تھا۔ چنانچہ جب سادات بنی حسن طوق و زنجیر میں قید کر کے مدینہ سے لیجائے جا رہے تھے تو حضرت ایک مکان کی آڑ میں کھڑے ہوئے انکی حالت کو دیکھ دیکھ کر رو رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ "افسوس! مکہ و مدینہ بھی دار الامن نہ رہا" پھر آپ نے اولاد انصار کیحالت پر افسوس کیا کہ انصار نے رسالتمآب کو اس عہد و پیمان پر مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی تھی کہ ہم آپکی اور آپکی اولاد کی اسیطرح حفاظت و حمایت کریں گے جس طرح اپنے اہل و عیال اور جان و مال کی کرتے ہیں۔ مگر آج انصار کی اولاد باقی ہے اور کوئی ان سادات کی مدد نہیں کرتا۔ یہ فرما کر آپ بیت الشرف کیطرف واپس ہوئے اور بیس دن تک شدت سے بیمار رہے

ان قیدیوں میں امام حسن علیہ السلام کے صاحبزادے عبداللہ محض بھی تھے جنھوں نے کبر سنی کے عالم میں عرصہ تک قید کی سختیں اٹھائیں، انکے بیٹے محمد نفس زکیہ نے حکومت کا مقابلہ کیا اور ۱۴۵ھ میں دشمن کے ہاتھ سے مدینہ منورہ کے قریب شہید ہوئے جوان بیٹے کا سر لوگ ضعیف باپ کے پاس قیدخانہ میں بھیجا گیا اور یہ صدمہ ایسا تھا کہ جس سے عبداللہ محض پھر زندہ نہ رہ سکے اور انکی روح نے جسم سے مفارقت کی۔ اسکے بعد عبداللہ کے دوسرے صاحبزادے ابراہیم بھی منصور کی فوج کے مقابلہ میں جنگ کر کے کوفہ میں شہید ہوئے۔ اسی طرح عباس ابن حسن، عمران ابن حسن مثنی، علی و عبداللہ، فرزندان نفس زکیہ، موسیٰ و یحییٰ برادران نفس زکیہ وغیرہ بھی بیدردی اور بے رحمی سے قتل کئے گئے۔ بہت سے سادات عمارتوں میں زندہ چنوا دیئے گئے

امام کے ساتھ بدسلوکیاں

ان تمام ناگوار حالات کے

بنی امیہ کے خلاف تحریک شروع کی اور ایران میں مبلغین بھیجے جو مخفی طریقے پر لوگوں سے بنی ہاشم کی وفاداری کا عہد و پیمان حاصل کریں۔ محمد ابن علی کے بعد انکے بیٹے ابراہیم قائم مقام ہوئے جناب زید اور انکے صاحبزادے جناب یحییٰ کے دردناک واقعات شہادت سے بنی امیہ کے خلاف غم و غصہ میں اضافہ ہو گیا اس سے بھی بنی عباس نے فائدہ اٹھایا اور ابوسلمہ خلال کے ذریعے سے عراق میں بھی اپنے اثرات قائم کرنے کا موقع ملا، رفتہ رفتہ اس جماعت کے حلقہ اثر میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور ابومسلم خراسانی کی مدد سے عراق عجم کا پورا علاقہ قبضہ میں آگیا اور بنی امیہ کی طرف کے حاکم کو وہاں سے فرار اختیار کرنا پڑا ۱۲۹ھ سے عراق عجم اور خراسان وغیرہ میں سلاطین بنی امیہ کے نام خطبہ سے خارج ہو کر ابراہیم ابن محمد کا نام داخل کر دیا گیا

ابھی تک سلطنت بنی امیہ یہ سمجھتی تھی کہ یہ ایک مقامی نوعیت کی تحریک ہے جو ایران میں محدود ہے مگر اب جب ہوں یہ اطلاع دی گئی کہ اسکا تعلق ابراہیم ابن محمد عباسی کیساتھ ہے جو مقام بلقاء میں رہتے ہیں اسکا نتیجہ یہ تھا کہ ابراہیم کو قید کر دیا گیا اور قید خانہ ہی میں پھر ان کو قتل کر دیا گیا انکے پسماندگان دوسرے افراد بنی عباس کے ساتھ بھاگ کر عراق میں ابوسلمہ کے پاس چلے گئے ابومسلم خراسانی کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو ایک فوج کو عراق کیطرف روانہ کیا جسنے اموی طاقت کو شکست دیکر عراق کو آزاد کرا لیا

ابوسلمہ خلال جو وزیر آل محمد کے نام سے مشہور ہیں

بنی فاطمہ کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے انہوں نے چند خطوط اولاد رسول میں سے چند بزرگوں کے نام لکھے اور انکو قبول خلافت کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک خط حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے نام بھی تھا۔ سیاست کی دنیا میں ایسے مواقع اپنے اقتدار کے قائم کرنے کے لئے غنیمت سمجھے جاتے ہیں مگر وہ انسانی خودداری و استغنا کا مجسمہ تھا جسنے اپنے فرائض منصبی کے لحاظ سے اس موقع کو ٹھکرا دیا اور بجائے جواب دینے کے حقارت آمیز طریقے پر اس خط کو آگ کی نذر کر دیا

ادھر کوفہ میں ابومسلم خراسانی کے تابعین اور بنی عباس کے ہواخواہوں نے عبداللہ سفاح کے ہاتھ پر ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۲ھ کو بیعت کر لی اور اسکو امت اسلامیہ کا خلیفہ اور فرمانروا تسلیم کر لیا۔ عراق میں اقتدار قائم کرنے کے بعد انہوں نے دمشق پر چڑھائی کر دی، مروان حمار نے بھی بڑے لشکر کے ساتھ مقابلہ کیا مگر بہت جلد اسکی فوج کو شکست ہوئی مروان نے فرار کیا اور آخر افریقہ کی سرزمین پر پہونچ کر قتل ہوا۔ اسکے بعد سفاح نے بنی امیہ کا قتل عام کرایا سلاطین بنی امیہ کی قبریں کھدوائیں اور انکی لاشوں کیساتھ عبرتناک طریقے اختیار کئے، اسطرح قدرت کا انتقام جو ان ظالموں کیساتھ لیا جانا ضروری تھا بنی عباس کے ہاتھوں دنیا کی نگاہ کے سامنے آیا، ۱۳۶ھ میں ابوعبداللہ سفاح، بنی عباس کے پہلے خلیفہ کا انتقال ہو گیا جسکے بعد اسکا بھائی ابوجعفر منصور تخت خلافت پر بیٹھا جو منصور دوانیقی کہلاتا ہے

سادات پر مظالم

یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ بنی عباس نے ان عہد و پیمانوں سے جو عوام کو بنی فاطمہ

کے ساتھ قبیح ناجائز فائدہ اٹھایا تھا اور انہوں نے دنیا کو یہ دہوکہ دیا تھا کہ ہم اہلبیت رسولؐ کے حقوق کی حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے ہیں چنانچہ انہوں نے رضائے آل محمدؐ ہی کے نام پر لوگوں کو اپنی نصرت وحمایت پر آمادہ کیا تھا اور اسی کو اپنا نعرہ جنگ قرار دیا تھا اسلئے انہیں برسر اقتدار آنے کے بعد اور بنی امیہ کو تباہ کرنے کے بعد سب سے بڑا اندیشہ یہ تھا کہ کہیں ہمارا یہ فریب دنیا پر کھل نہ جائے اور یہ تحریک نہ پیدا ہو جائے کہ خلافت بنی عباس کی بجائے بنی فاطمہ کے سپرد ہونا چاہیے جو حقیقت میں آل رسولؐ ہیں۔ ابو سلمہ خلال بنی فاطمہ کے ہمدردوں میں سے تھا اسلئے یہ خطرہ تھا کہ وہ اس تحریک کی حمایت نہ کرے اسلئے سب سے پہلے ابو سلمہ کو راستے سے ہٹایا گیا اور وہ باوجود ان احسانات کے جو بنی عباس کیساتھ کر چکا تھا سفاح ہی کے زمانہ میں تشدد کا نشانہ بنا اور تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔ ایران میں ابو مسلم خراسانی کا اثر تھا منصور نے انتہائی مکاری اور غداری کے ساتھ اسکی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیا

اب اسے اپنی من مانی کارروائیوں میں کسی با اثر اور صاحب اقتدار شخصیت کی مزاحمت کا اندیشہ نہ تھا [illegible] اسکے ظلم وستم کا رخ سادات بنی فاطمہ کی طرف مڑا۔ مولانا شبلی سیرۃ النعمان میں لکھتے ہیں "صرف بدگمانی پر منصور نے سادات علویین کی بیخ کنی شروع کر دی جو لوگ ان میں ممتاز تھے انکے ساتھ زیادہ بے رحمیاں کی گئیں۔ محمد ابن ابراہیم کہ حسن وجمال میں یگانہ روزگار تھے اور اسی وجہ سے دیباج کہلاتے تھے زندہ دیوار میں چنوا دیئے گئے ان بے رحمیوں کی ایک داستان ہے جسکے بیان کرنے کو بڑا سخت دل چاہیئے —"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دل پر ان حالات کا بہت اثر ہوتا تھا۔ چنانچہ جب سادات بنی حسن طوق وزنجیر میں قید کر کے مدینہ سے لیجائے جا رہے تھے تو حضرت ایک مکان کی آڑ میں کھڑے ہوئے انکی حالت کو دیکھ دیکھ کر روتے تھے اور فرما رہے تھے کہ "افسوس! مکہ ومدینہ بھی دارالامن نہ رہا" پھر آپ نے اولاد انصار کیجانب پر افسوس کیا کہ انصار نے پیغمبر کو اس عہد وپیمان پر مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی تھی کہ ہم آپکی اور آپکی اولاد کا اسیطرح حفاظت وحمایت کرینگے جس طرح اپنے اہل وعیال اور جان ومال کی کرتے ہیں۔ مگر آج انصار کی اولاد باقی ہے اور کوئی ان سادات کی مدد نہیں کرتا۔ یہ فرما کر آپ بیت الشرف کیطرف واپس ہوئے اور بیس دن تک شدت سے بیمار رہے

ان قیدیوں میں امام حسن علیہ السلام کے صاحبزادے عبداللہ محض بھی تھے جنہوں نے کبرسنی کے عالم میں عرصہ تک قید کی سختیں اٹھائیں، انکے بیٹے محمد نفس زکیہ نے حکومت کا مقابلہ کیا اور ۱۴۵ھ میں دشمن کے ہاتھ سے مدینہ منورہ کے قریب شہید ہوئے جوان بیٹے کا سر توڑ کے باپ کے پاس قیدخانہ میں بھیجا گیا اور یہ صدمہ ایسا تھا کہ جس سے عبداللہ محض پھر زندہ نہ رہ سکے اور انکی روح نے جسم سے مفارقت کی۔ انکے بعد عبداللہ کے دوسرے صاحبزادے ابراہیم بھی منصور کی فوج کے مقابلہ میں جنگ کر کے کوفہ میں شہید ہوئے۔ اسی طرح عباس ابن حسن، عمر ابن حسن مثنی، علی وعبداللہ، فرزندان نفس زکیہ، موسی ابن یحیی برادران نفس زکیہ وغیرہ بھی بیدردی اور بے رحمی سے قتل کئے گئے بہت سے سادات عمارتوں میں زندہ چنوا دیئے گئے

امام کے ساتھ بدسلوکیاں

ان تمام ناگوار حالات کے

کے باوجود جن کا تذکرہ انتہائی اختصار کیا تھا و پر لکھا گیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام خاموشی کے ساتھ علوم اہلبیتؑ کی اشاعت میں معروف رہے اور اسکا نتیجہ یہ تھا کہ وہ لوگ بھی جو حیثیت امامت حقہ آپکی معرفت نہ رکھتے تھے یا اُسے تسلیم کرنا نہیں چاہتے تھے وہ بھی آپکی علمی عظمت کو مانتے ہوئے آپکے حلقۂ درس میں داخل ہونے کو فخر سمجھتے تھے

منصور نے پہلے حضرت کی علمی عظمت کا اثر عوام کے دل سے کم کرنے کے لئے ایک تدبیر یہ کی کہ آپکے مقابلے میں ایسے اشخاص کو بہ حیثیت فقیہ اور عالم کے کھڑا کر دیا جو آپکے شاگردوں کے سامنے بھی زبان کھولنے کی قدرت نہ رکھتے تھے اور پھر وہ خود اسکا اقرار رکھتے تھے کہ ہمیں جو کچھ آیا وہ امام جعفر صادقؑ کی بارگاہ سے حاصل ہوا مگر اقتدار حکومت انکے فتوے کو مستند قرار دیتا تھا اور اسطرح حضرت صادق آل محمدؐ کی مرجعیت کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب اسمیں ناکامی ہوئی تو حضرت کی ایذا رسانی اور قتل یا گرفتاری کی تدبیریں کی جانے لگیں، اسکے لئے ہر ہر شہر، اور ہر ہر قصبہ میں جاسوس مقرر کئے گئے جو شیعوں کے حالات پر نظر رکھیں اور جسکے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ امامؑ کی محبت کا دم بھرتا ہے اسے گرفتار کیا جائے

چنانچہ معلّی ابن خنیس انہی سلسلوں میں سے تھے جو گرفتار کئے گئے۔ خود امام جعفر صادق علیہ السلام کو تقریباً پانچ مرتبہ مدینہ سے دربار شاہی میں طلب کیا گیا جو آپکے لئے سخت روحانی تکلیف کا باعث تھا یہ اور بات ہے کہ کسی مرتبہ آپکے خلاف کوئی بہانہ اسے ایسا نہ مل سکا کہ وہ آپکے قید یا قتل کئے جانے کا حکم دیتا، بلکہ اس سلسلہ میں عراق کے اندر ایک مدّت کے قیام سے علوم اہلبیتؑ کی اشاعت کا حلقہ وسیع ہوا اور اسکو محسوس کر کے منصور نے پھر آپ کو مدینہ بھجوا دیا۔ اسکے بعد بھی آپ ایذا رسانی سے محفوظ نہیں رہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپکے گھر میں آگ لگا دی گئی، قدرت خدا تھی کہ وہ آگ جلد فرو ہو گئی اور آپکے متعلقین اور اصحاب کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا۔

اخلاق و اوصاف

آپ اسی سلسلۂ عصمت کی ایک کڑی تھے جسے خداوند عالم نے نوع انسانی کے لئے نمونۂ کامل بنا کر پیدا ہی کیا تھا آپکے اخلاق و اوصاف زندگی کے ہر شعبہ میں معیاری حیثیت رکھتے تھے، خاص خاص اوصاف جن کے متعلق مورخین نے مخصوص طور پر واقعات نقل کئے ہیں، مہمان نوازی، خیر و خیرات، مخفی طریقے پر غرباء کی خبر گیری، عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک، عفو جرائم، صبر و تحمل وغیرہ ہیں

ایک مرتبہ ایک حاجی مدینہ میں وارد ہوا اور مسجد رسولؐ میں سو گیا، آنکھ کھلی تو اسے شبہ ہوا کہ اسکی ایکہزار کی تھیلی موجود نہیں ہے، اس نے ادھر دیکھا اُدھر دیکھا کسی کو نہ پایا، ایک گوشۂ مسجد میں امام جعفر صادق علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے وہ آپکو بالکل نہ پہچانتا تھا آپکے پاس آ کر کہنے لگا کہ میری تھیلی تم نے لی ہے " حضرت نے فرمایا "اسمیں کیا تھا؟" اس نے کہا کہ "ایکہزار دینار" حضرت نے فرمایا "میرے ساتھ میرے مکان تک آؤ"۔ وہ آپکے ساتھ ہو گیا۔ بیت الشرف پر تشریف لا کر ایکہزار دینار اسکے حوالہ کر دیئے وہ مسجد میں واپس گیا اور اپنا اسباب اٹھانے لگا تو خود اسکی دیناروں کی تھیلی اسباب میں نظر آئی، یہ دیکھ کر وہ بہت شرمندہ ہوا اور دوڑتا ہوا پھر امامؑ کی خدمت میں آیا اور عذر خواہی کرتے ہوئے وہ ہزار دینار واپس کرنا

کرنا چاہیے۔ حضرت نے فرمایا "ہم جو کچھ دے دیتے ہیں وہ پھر واپس نہیں لیتے"

موجودہ زمانے میں یہ حالات سب ہی کی آنکھوں سے دیکھے ہوئے ہیں کہ جب یہ اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ اناج مشکل سے ملے گا تو جسکو جتنا ممکن ہو، وہ اناج خرید کر رکھ لیتا ہے مگر امام جعفر صادق علیہ السلام کے کردار کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے وکیل معتب سے ارشاد فرمایا کہ غلہ روز بروز مدینہ میں گراں ہوتا جا رہا ہے ہمارے یہاں کسقدر غلہ ہوگا؟ معتب نے کہا کہ ہمیں اس گرانی اور قحط کی تکلیف کا کوئی اندیشہ نہیں ہے ہمارے پاس غلہ کا اتنا ذخیرہ ہے جو بہت عرصہ تک کافی ہوگا۔ حضرت نے فرمایا یہ تمام غلہ فروخت کر ڈالو اسکے بعد جو حال سب کا ہو وہی ہمارا ہو۔ جب غلہ فروخت کر دیا گیا تو فرمایا اب خالص گیہوں کی روٹی نہ پکا کرے، بلکہ آدھے گیہوں اور آدھے جو، جہاں تک ممکن ہو ہمیں غریبوں کا ساتھ دینا چاہیے۔

آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ مالداروں سے زیادہ غریبوں کی عزت کرتے تھے، مزدوروں کی بڑی قدر فرماتے تھے۔ خود بھی تجارت فرماتے تھے اور اپنے باغوں میں بنفس نفیس محنت بھی کرتے تھے ایک مرتبہ آپ بیلچہ ہاتھ میں لئے باغ میں کام کر رہے تھے اور پسینہ سے تمام جسم تر ہو گیا تھا۔ کسی نے کہا۔ یہ بیلچہ مجھے عنایت فرمایئے کہ میں یہ خدمت انجام دوں۔ حضرت نے فرمایا طلب معاش میں دھوپ اور گرمی کی تکلیف سہنا عیب کی بات نہیں، غلاموں اور کنیزوں پر وہی مہربانی رہتی تھی جو اس گھرانے کی امتیازی صفت تھی، اسکا ایک حیرت انگیز نمونہ یہ ہے کہ جیسے سفیان ثوری نے بیان کیا ہے کہ وہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہے، میں نے سبب دریافت کیا فرمایا "میں نے منع کیا تھا کہ کوئی مکان کے کوٹھے پر نہ چڑھے اس وقت جو گھر میں گیا تو دیکھا کہ ایک کنیز جو ایک بچہ کی پرورش پر معین تھی اسے گود میں لئے زینہ سے اوپر جا رہی ہے۔ مجھے دیکھا تو ایسا خوف طاری ہوا کہ بدحواسی میں بچہ اسکے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور اس صدمہ سے جاں بحق تسلیم ہوا مجھے بچے کے مرنے کا اتنا صدمہ نہیں ہوا جتنا اسکا رنج ہے کہ اس کنیز پر اتنا رعب و ہراس کیوں طاری ہوا؟" پھر حضرت نے اس کنیز کو پکار کر فرمایا "ڈرو نہیں! میں نے تم کو راہ خدا میں آزاد کر دیا" اسکے بعد حضرت بچے کی تجہیز و تکفین کیطرف متوجہ ہوئے

اشاعت علوم

تمام عالم اسلامی میں آپکی علمی جلالت کا شہرہ تھا دور دور سے لوگ تحصیل علم کے لئے آپکی خدمت میں حاضر ہوتے تھے یہاں تک کہ آپکے شاگردوں کی تعداد چار ہزار تک پہونچ گئی تھی، ان میں فقہ کے علماء بھی تھے، تفسیر کے بھی متکلمین تھے اور مناظرین بھی۔ آپکے دربار میں مخالفین مذہب آ آ کر سوالات پیش کرتے تھے اور آپکے اصحاب سے اور ان سے مناظرے ہوتے رہتے تھے جن پر کبھی کبھی مناظرے کے ختم ہونے پر اور فریق مخالف کے شکست کھا کر چلے جانے کے بعد آپ تنقید بھی فرماتے تھے اور اصحاب کو انکی بحث کے کمزور پہلو بتلا بھی دیتے تھے تاکہ آئندہ وہ ان باتوں کا خیال رکھیں۔ کبھی آپ خود بھی مخالفین مذہب اور بالخصوص دہریوں سے مناظرہ فرماتے تھے، علاوہ علوم فقہ و کلام وغیرہ کے علوم عربیہ جیسے ریاضی اور کیمیا وغیرہ کی بھی بعض شاگردوں کو تعلیم دیتے تھے چنانچہ آپکے اصحاب

میں سے جابر ابن حیان طرطوسی سائنس اور ریاضی کے مشہور امام فن ہیں جنہوں نے چار سو رسالے امام جعفر صادق علیہ السلام کے افادات کو حاصل کرکے تصنیف کئے۔ آپکے اصحاب میں سے بہت سے بڑے فقہاء تھے جنہوں نے کتابیں تصنیف کیں جنکی تعداد سینکڑوں تک پہونچی ہے

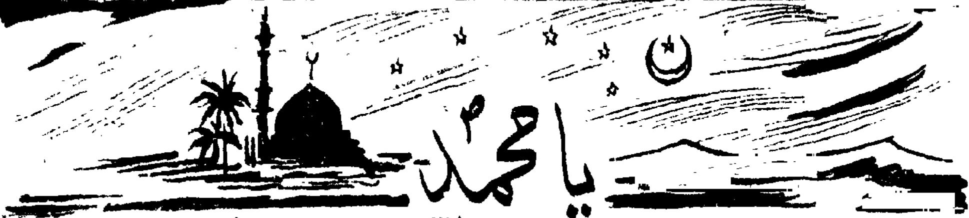
وفات

الہی [illegible] زندگی رکھنے والے انسان کو جاہ و سلطنت کے حاصل کرنے کی [illegible] سے کیا مطلب۔ [illegible] آپکی علمی مرجعیت اور کمالات کی شہرت ہی سلطنت وقت کے لیے ایک مستقل خطرہ محسوس ہوتی تھی جبکہ یہ معلوم تھا کہ اسکی سلطنت کے مقدار [illegible] جب حکومت کی تمام کوششوں کے باوجود [illegible] سے آپکے خلاف کسی قسم کے اقدام [illegible] کا [illegible] تو آخر خاموش حربہ زہر کا [illegible] انگور [illegible] کے ذریعہ سے آپکی خدمت میں پیش کئے [illegible] جسم مبارک میں [illegible] شوال [illegible] (٦٥) سال کی عمر میں وفات پائی [illegible] موسیٰ کاظم علیہ السلام [illegible] اور جنت البقیع میں [illegible] امام زین العابدین [illegible] آپ کو بھی دفن کیا گیا۔

بقیہ روحانی ریڈیو سلسلہ صفحہ (۳۱)

سرکاری تقاریر [illegible] اگر یہ سب کچھ نہیں ہوسکتا تو پھر کفایت شعاری [illegible] کفایت شعاری کی رٹ لگانا خود بھی فریب میں مبتلا ہونا اور عوام کو بھی فریب میں مبتلا کرنے کے برابر ہے [illegible] کا گر [illegible] صاحب یہاں تک تقریر کرنے پائے [illegible] جلسہ گاہ میں ایک ہنگامہ برپا ہوا جب حاضرین [illegible] میں نہایت شعاری کی بجائے اسراف کا مظاہرہ کرنے لگے [illegible] مناسب سمجھا کہ جلسہ گاہ سے نکل جائیں۔ چنانچہ میں [illegible] دو گوش واپس ہوا۔

[illegible] نوری ہیڈ پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ [illegible] آپ [illegible] سے مسٹر آفاق پھلانگ مریخی کی تقریر سن رہے تھے اب ہمارے نشریات کا وقت ختم ہوچکا ہے۔ آیندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔ جے ہند۔



از سید صمصام شیرازی

حمد و ثنائے حق کنم بہ ز تو کس ندیدہ ام
نعرہ مرحبا زنم بہ ز تو کس ندیدہ ام

رحمتِ کبریا توئی خاتمِ انبیا توئی
احمدِ مصطفےٰ توئی بہ ز تو کس ندیدہ ام

لوح توئی قلم توئی عرش توئی ارم توئی
خسروِ ذی حشم توئی بہ ز تو کس ندیدہ ام

نغمہ و سازِ حق توئی محرمِ رازِ حق توئی
باعثِ نازِ حق توئی بہ ز تو کس ندیدہ ام

خیرِ بشر پسر توئی فخرِ ابو البشر توئی
عادل و داد گر توئی بہ ز تو کس ندیدہ ام

خواجہ دو جہان توئی مالکِ سالکان توئی
خسروِ مہربان توئی بہ ز تو کس ندیدہ ام

خُلقِ عظیم شانِ تو صدقِ علیؑ زبانِ تو
عرشِ برین مکان توئی بہ ز تو کس ندیدہ ام

راحتِ جان نام تو آبِ حیات جام تو
حکمِ خدا پیام تو بہ ز تو کس ندیدہ ام

سروِ حدیقۂ قدم مالکِ روضہ ارم
صاحبِ سیف و القلم بہ ز تو کس ندیدہ ام

ماہ جمالِ حق توئی مہرِ جلالِ حق توئی
حسنِ کمالِ حق توئی بہ ز تو کس ندیدہ ام

رونقِ آسمان توئی نور دہِ زمان توئی
صاحبِ عز و شان توئی بہ ز تو کس ندیدہ ام

شاہِ فلک سریرِ من ہادیٔ بے نظیرِ من
یاور و دستگیرِ من بہ ز تو کس ندیدہ ام

مونس و غمگسارِ من ساقیٔ با وقارِ من
نازشِ کردگارِ من بہ ز تو کس ندیدہ ام

لطفِ خدائے من توئی وجہِ بقائے من توئی
قبلہ نمائے من توئی بہ ز تو کس ندیدہ ام

چاکرِ چاکرت منم بندہ بندہ ات منم
حاضرِ خدمتت منم بہ ز تو کس ندیدہ ام

سید المرسلیں توئی شافعِ مذنبیں توئی
مالکِ صاد و شین توئی بہ ز تو کس ندیدہ ام

صمصام شیرازی



ہمارے نبیؐ

از سیدہ طاہرہ بیگم

کتنا مہربان ہے وہ خدا جس نے ہم بندوں کی ہدایت اور سیدھا راستہ دکھانے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو بھیجا۔ ہمارے پیغمبرؐ کا نور اگرچہ ایک لاکھ چوبیس ہزار سال قبلِ آدمؑ خلق کیا گیا تھا لیکن آپ کو سب سے آخر میں خاتم النبیینؐ بنا کر بھیجا گیا، آپ تمام انبیاء کے سردار ہیں

آپکا نام نامی "محمدؐ" ہے۔ آپ خدا کے پیارے رسولؐ ہیں، آپکی وجہ سے پروردگارِ عالم نے دنیا و مافیہا کو خلق فرمایا آپکی کنیت "ابوالقاسم" ابوابراہیم" اور آپ کے پاک و منزہ القاب مصطفےٰ، محمود، بشیر اور نذیر ہیں، آپ حضرت عبداللہ کے اکلوتے فرزند دلبند ہیں، آپکی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب ہیں۔ آپ ۱۷ ربیع الاول روز جمعہ سنہ ایک عام الفیل کو "شعب ابیطالب" مکہ میں پیدا ہوئے۔ حیدرآباد کے ایک مشہور تاریخ گو شاعر مرحوم رعد صاحب نے کیا اچھی تاریخ ولادت کہی ہے

سال میلاد رسول افضل
ہفدہم جمعہ ربیع اوّل
سنہ ۵۷۱ء

آپکی ولادت کے وقت ایران کا شہنشاہ نوشیروان عادل تھا۔ آپکا ارشاد مبارک ہوا تھا کہ "خوش بحال میرے کہ میں عادل بادشاہ کے زمانہ میں پیدا ہوا"

آپ ابھی شکم مادر ہی میں تھے کہ آپکے والد ماجد حضرت عبداللہؑ کا انتقال ہو گیا، آپ پیدا ہوتے ہی دایا حلیمہ کو آپکے دودھ پلانے کے لئے مقرر کیا گیا جب آپ چھ سال کے ہوئے تو آپ ظلِ مادری سے بھی محروم ہو گئے آپکے دادا حضرت عبدالمطلبؑ نے آپکی پرورش فرمائی، جب آپ آٹھ سال کے ہو گئے تو آپ دادا کے سایۂ عاطفت سے بھی محروم ہو گئے، آپکے عم محترم حضرت ابیطالبؑ، مولا علیؑ کے والد ماجد اور آپکی عمہ محترمہ جناب فاطمہ بنت اسدؑ، والدہ ماجدہ مولا علیؑ نے آپکی پرورش فرمائی۔ حضرت ابیطالبؑ اور جناب فاطمہ بنت اسدؑ آپکو اپنے بچوں سے زیادہ پیار کرتے تھے

آپ نے دنیا کی فکر و عمل میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا کر دیا۔ دنیا کو اسلام کا پیام دیا۔ دنیا والوں کو امن و انصاف اور مساوات و خلق و ہمدردی کی تعلیم دی، عرب سے دختر کشی کی لعنت کو مٹایا اور دنیا کو ایک خدائے واحد کی عبادت کا درس دیا۔ خداوند تعالےٰ نے آپ کو دنیا میں پھیلی ہوئی ضلالت و گمراہی کو دور کرنے کے لئے رسولؐ بنا کر بھیجا تھا، ہمارے اعلیحضرت نے کیا خوب فرمایا ہے

مصلحت تھی یہی حضرت کے یہاں آنے میں
تیرگی تا نہ رہے، دہر کے کاشانے میں

زرین اقوال

بد دیانت عہدہ دار سر و لیس میں رہنے کے قابل ہیں
(سرکار حق آگاہ)

غزل

از سید صمصام شیرازی

تو عاشق صورت پروانہ ہستی | درین مردانگی فرزانہ ہستی
تو اے مست مئے خُم غدیری | چراغِ محفلِ مستانہ ہستی
تر ہے قسمت بہ گلزارِ مودت | بہارِ گلشنِ کیفانہ ہستی
پئے لیلائے صداقت در حقیقت | گہر ہستی دُرِ یکدانہ ہستی
تو مستغنی با فضالِ الٰہی | ز تاجِ دستِ شاہانہ ہستی
خدا اگر خواستہ باشد بودیکا | دوبارہ مالک میخانہ ہستی

تو اے صمصام شیرازی بلا شک
بعشقِ شاہ دیوانہ ہستی

تجدید اخلاق

از جناب تمکین کاظمی صاحب

پنسل وینیا کے ایک نیک دل بزرگ ڈاکٹر بکمن (Buchman Frank N.D) نے تجدید اخلاق کے (Moral Re Armament) نام سے ایک اخلاقی تحریک ۱۹۳۲ء سے کچھ پہلے شروع کی، اِدھر اُدھر گھوم کر انہوں نے آکسفورڈ کا رخ کیا اور وہاں انہیں خاطر خواہ کامیابی ہوئی اور آکسفورڈ میں ایک بڑی جماعت انکے ساتھ ہوگئی جسکا نام انہوں نے آکسفورڈ گروپ رکھا۔ اسکے بعد ڈاکٹر بکمن نے یورپ اور امریکہ میں اپنی تحریک بڑھائی اور بڑی عمدگی سے چلاتے رہے، یہ تحریک بہت پسند کی گئی اور نہایت کامیاب رہی چنانچہ یورپ اور امریکہ میں اس ادارے کی کئی ایک شاخیں قائم ہوگئی ہیں اور بڑی عمدگی سے کام ہورہا ہے

بکمن کی عمر اب بہتر سال سے زیادہ ہے اور اب بھی نہایت محنت اور تندہی سے اس تحریک کو چلا رہے ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے ہندوستان اور پاکستان کا دورہ بھی کیا ہے اور اس بڑھاپے میں بھی جوان ہمتی سے کام لئے جا رہے ہیں۔

میں نے اپنی اس کتاب کے متعلق اپنے محترم بزرگ نواب زین یار جنگ بہادر سے عرض کیا تو موصوف نے کمال عنایت و نوازش نہ صرف اس کتاب کے اکثر حصے ملاحظہ فرمائے بلکہ نہایت کارآمد مشورے بھی سرفراز فرمائے اور ڈاکٹر بکمن کی کتاب (Remaking the world) بھی مجھے عنایت فرمائی جس سے بکمن کی تحریک اور انکی جدوجہد کی تفصیلات مجھے معلوم ہوئیں جو بکمن نے انکی ہیں، اس مجموعہ میں ڈاکٹر موصوف کی (۴۳) تقریریں ہیں جو ۱۹۳۲ء سے ۱۹۴۷ء تک یورپ اور امریکہ میں کی گئیں۔ آخر میں مشاہیر کے افکار و آراء ڈاکٹر موصوف اور انکے ادارے کے متعلق ہیں

اس تحریک کی روح وہی ہے جو دیگر تحریکات، تصوف، بدھ تحریک یا موجودہ جماعت اسلامی کی ہے، اخلاق اور روحانیت دنیا کی ہر اچھی چیز یا تحریک میں موجود ہے اور شروع شروع میں ان پر عمل ہوتا رہتا ہے مگر بعد میں اصول پس پشت ڈال دیئے جاتے اور تحریک فروعات پر چلنے لگتی ہے جیسے دوسری اسی قسم کی تحریکیں اب چل رہی ہیں، چونکہ بکمن عیسائی ہیں اور ایک سچے عیسائی کیطرح ان کا ایمان ہے کہ عیسائیت یا تعلیم عیسویت ہی تجارت اور امن کی ضامن ہے اسلئے انہوں نے سراسر عیسائیت پر زور دیا ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا مگر اسکے ساتھ ہی ساتھ یہ بات ضرور ہے کہ بکمن نیک دل اور وسیع القلب ہیں انکے دل میں درد ہے، محبت ہے، خلوص ہے، ہمدردی ہے اور وہ ایک عالمگیر امن اور بنی نوع انسان کو ایک ہی رشتہ خلوص

اور موت میں منسلک دیکھنا چاہتے ہیں۔ اب چونکہ وہ عیسائی واقع ہوئے ہیں اور عیسائیت ہی کی روشنی میں انہیں نور ایمان نظر آیا ہے اسلئے ان کا عیسائیت کیطرف بلانا کوئی بددیانتی نہیں ہے اور نہ اس پر انہیں مورد الزام سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ ایمانداری اور دیانت ان کا نصب العین ہے جو بہرحال قابل احترام ہے

آکسفورڈ گروپ بنا کر کمین نے بڑی محنت سے اس تحریک کو عام کیا، درحقیقت یہ ہے کہ اسی گروپ کیوجہ سے یہ تحریک زندہ بھی ہے، کمین نہایت دیانتداری سے یہ محسوس کرتے ہیں کہ دنیا کی موجودہ برائیاں صرف معاشی برائیاں ہیں اور ان کا علاج معاشیات سے نہیں کیا جاسکتا بلکہ مذہب سے ہوسکتا ہے اور مذہب ہی سب کو امن اور اطمینان بخش سکتا ہے اسلئے ضروری ہے کہ ہم اپنی اصلاح کریں اور یہ اصلاح خارجی یا بیرونی نہیں بلکہ اندرونی چاہئیے۔ اسطرح ہم اپنی اندرونی اصلاح سے دنیا کو تباہی سے بچاسکتے ہیں، ورنہ خارجی ذرائع سے کوئی کام نہیں کرسکتے۔

خدا پر بھروسہ اور ایمان، انسان سے دنیا کے بڑے بڑے کام کرا سکتا ہے، ورنہ بغیر اسکے کوئی کام نہیں ہوسکتا، انسان کو جو کچھ کرنا ہو خدا پر بھروسہ اور دل میں خلوص رکھ کر کرنا چاہئیے تب ہی وہ کامیاب ہوسکتا ہے۔ گو کمین نے عیسائیت کی تبلیغ کی ہے مگر یہ تبلیغ راہبانہ یا پادریانہ تنگ نظری سے نہیں، بلکہ اخلاقی اور روحانی طریقے سے کی گئی ہے کیونکہ کمین کوئی پیشہ ور مبلغ یا پادری نہیں بلکہ ایک عملی تعلیم یافتہ اور دانشمند آدمی ہیں، انکی تحریک میں عیسائیت سے قطع نظر کرلی جائے تو تعلیم میں اور افادی پہلو پایا جاتا ہے اور جو چیزیں انہوں نے پیش کی ہیں وہ نہ صرف تعمیری ہیں بلکہ عمدگی سے بھی پیش کی گئی ہیں

کمین نہایت دیانتداری سے اسکے قائل ہیں کہ انسانی برائیاں اسوقت تک دور نہیں ہوسکتیں جب تک کہ خوف خدا ہم میں پیدا نہ ہو۔ ہم خدا کے تصور کو دور کرکے اپنے آپ ہی کو سب کچھ سمجھ کر چاہے کتنی ہی سیاسی معاشرتی اور اصلاحی ترقی کریں مگر کامیاب نہیں ہوسکتے، اسلئے ہم خدا سے دور ہوکر شیطان سے نزدیک ہوجاتے ہیں، اسواسطے جب تک ہر شعبۂ زندگی میں خدا کو برتر و اعلیٰ نہ سمجھا جائے اور انسانی عجز و بیچارگی کا اظہار خدا کے حضور میں نہ کیا جائے کوئی کام نہیں ہوسکتا۔

کمین نے ایک بات بڑے پتے کی کہی ہے کہ ہم متوقع رہتے ہیں کہ ہر شخص نیکدل بنجائے اور نیک اعمال کرے مگر ہماری یہ توقع پوری نہیں ہوتی کیونکہ ہم خود اسپر عمل نہیں کرتے، جب تک ہم خود نیک بن کر اپنے نیک اعمال پیش کرکے دوسروں کو نیک بننے کا موقع نہ دیں، نیکی آگے نہیں بڑھ سکتی۔ کیونکہ جب ہم دوسروں کیساتھ نیکی اور نیک سلوک کریں گے تو دوسرے بھی ہمارے ساتھ نیکی اور نیک سلوک کرنے پر مجبور ہوجائیں گے، اسطرح نیکی خود بخود پھیلتی چلی جائیگی کیونکہ خدا کے نیک بندے ہی دنیا کی اصلاح کرسکتے ہیں ماہرین معاشیات نہیں کرسکتے۔ اسطرح کی اخلاقی اصلاح سے خود بخود معاشی اصلاح ہوجاتی ہے

کمین نے آکسفورڈ گروپ یا ادارۂ تجدید اخلاق کے اساسی اصول یہ بتائے ہیں

"خلوص، پاکیزگی، دیانت اور بے غرضی" ان ہی چار اصولوں سے دنیا فتح کیجاسکتی ہے اور بلالحاظ مذہب و ملت لوگ اسکے گرویدہ ہوسکتے ہیں اور دنیا میں مکمل امن قائم ہوسکتا ہے

انسان اگر یہ رضا و رغبت خود کوشش کرے تو روشنی اندرونی طور پر پیدا کر سکتا ہے اور پھر وہ اس پر عمل کر کے نجات حاصل کر سکتا ہے (ورنہ حضرت عیسٰیؑ کی زندگی اسکی رہنمائی کے لئے کافی ہے)

"اخلاقی انقلاب لانے کے لئے ہم کو اپنے اندر انقلاب پیدا کرنا پڑے گا اور اگر ہم خدا کا خوف اپنے دل میں رکھیں گے تو خود بخود خدا بھی ہماری طرف متوجہ ہوگا اور ہماری رہبری کرے گا

دنیا میں آئے دن کے فتنہ و فساد، جنگ اور ہنگامے، جبر و استبداد، یہ سب ایسے گواہ ہیں کہ ہم میں محبت و رافت نہیں رہی۔ انسان، انسان کا دشمن ہے اور محض خودغرضی کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے اخلاقی انقلاب لانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ایک ایک آدمی کو منقلب کریں۔ جب ایک آدمی منقلب ہو جائے تو سمجھ لیجئے کہ ایک خاندان میں انقلاب آگیا، اور ایک خاندان میں انقلاب آنا، پوری قوم میں انقلاب آنا ہے اور پوری قوم منقلب ہو کر سارے جہاں کو بدل سکتی ہے، اسی طرح کل ڈنمارک، سویڈن، ناروے میں یہ تحریک چل رہی ہے

اولاً، احیاد کیفرورت ہے۔ جب انسان نے کسی خیال کا احیا کیا اور اسپر عمل شروع کر دیا تو خود بخود اسمیں انقلاب آگیا اور یہ انقلاب ہی نشاۃ ثانیہ ہے۔ اسیطرح اقوام احیا مذہب و اخلاق کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور ان میں انقلاب پیدا ہوتا ہے اور خود بخود قوم کی کایا پلٹ جاتی ہے، تحریک یہ صورتیں اسی وقت ممکن ہے جب کہ خدا کے احکام کی روشنی میں کام لیا جائے ورنہ کوئی تحریک آگے نہیں بڑھ سکتی۔ معاشی بحران کی وجہ سے جو انقلاب آتے جا رہے ہیں اور دنیا میں بے چینی بڑھتی جا رہی ہے ہر طرف جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں اسکی وجہ صرف خودغرضی ہے۔ اگر ہم سب لوگ بنی نوع انسان کو بھائی سمجھنے لگیں۔ انسان، انسان سے خلوص، ہمدردی پیدا کر لے اور سب کو ایک سمجھے اور ایک ہی خدا کی مخلوق جانے تو ایک عالمگیر اخوت قائم ہو سکتی ہے اور یہ سب جھگڑے خود بخود مٹ جاتے ہیں۔ اس لئے ہم اس روحانی اور اخلاقی تحریک سے وہ ممالک فتح کر سکتے ہیں جو تیر و تفنگ سے فتح نہیں ہو سکتے۔ اور ہم ایک نئی دنیا بنا سکتے ہیں

دنیا میں نفرت اور خوف، دو کمزوریاں ایسی ہیں، جو انسانوں اور قوموں کو ایک سے جدا اور برسر پیکار کر دیتی ہیں انکو دور کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ ہم خدا کی طرف رجوع ہوں اور سوائے خدا کے تمام دنیا کا خوف اپنے دل سے نکال دیں اور نہ بڑے سے ڈریں نہ چھوٹے کو حقیر سمجھیں، دنیا مادیت کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے، انسان نے خدا کو بھلا دیا ہے اپنے کاموں، اپنی ایجادوں اور اپنی اختراعوں پر اسے ناز ہے جسکا نتیجہ ظاہر ہے۔

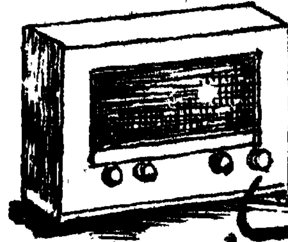
بکمن نے زیادہ تر ذہنیتوں کی تبدیلی کے متعلق زور دیا ہے اور وہی جملہ دہراتے گئے ہیں کہ افراد کی ذہنیت بدلنے سے خاندان کی ذہنیت بدلے گی اور خاندان کی ذہنیت ساری قوم کی ذہنیت بدل دیگی۔

ڈاکٹر بکمن کی یہ تحریک یورپ اور امریکہ میں مقبول ہوتی جا رہی ہے اور لوگ اسمیں شریک ہوتے اور شاخیں قائم کرتے جا رہے ہیں، چنانچہ آکسفورڈ گروپ کے علاوہ دو گروپ، ایک یورپ اور ایک امریکہ میں کام کر رہے ہیں، بکمن کو کمیونزم سے



سخت نفرت ہے، اسکی وجہ ایک تو کمیونسٹوں کا الحاد اور دہریت ہے، دوسری وجہ ٹیکس کا امریکی خون۔

دنیا کے جتنے مذاہب ہیں، سب کے بنیادی اصول اخلاقی اور روحانی ہیں اور اس قسم کی جتنی تحریکیں دنیا میں اب تک رونما ہوئیں وہ تمام روحانی اور اخلاقی اساس ہی پر شروع کی گئیں مگر آہستہ آہستہ حقیقی روح فنا ہو گئی، اصول پس پشت ڈال دیئے گئے اور فروعات باقی رہ گئے، چنانچہ صوفی ازم سامنے موجود ہے۔ اصلی روح کیچڑ کے ہوا ہو گئی صرف "وہ ہر آواز دولاب ہستی" رہ گئی ہے جبریہ تو بہت پرانی بات تھی۔ جدید ترین تحریک جماعت اسلامی بات ہے، جسکے بنیادی اصول نہایت عمدہ اور اساس بالکل روحانی ہے مگر اسکا کیا علاج کہ اس روحانی اور اخلاقی جماعت کا دامن، حالیہ لاہور کے ہنگاموں میں خون سے گلنا رہو گیا۔



روحانی ریڈیو

ناشر :— مجذوبؔ حیدرآبادی

> یہ عنوان حضرت مجذوبؔ حیدرآبادی کی ملکیت ہے ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرات نہیں کرسکتے، ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہوجائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے (ایڈیٹر)

ایکزرا نوری میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ ہمارے حقانی قوال سے غزل سن رہے تھے جسکا ایک شعر تھا ؎

جو لوگ کھاتے ہیں غم ہائے ملت بیجا
انہی کیواسطے ہوتی ہیں مرغیاں پیدا

اب ہمارے معلنہ پروگرام کے بموجب اس وقت نشرگاہ مریخ سے مشہور کائناتی سیاح مسٹر آفاق پھلانگ مریخی اپنے تاثراتِ سیاحتِ زمین نشر فرمائیں گے جسکو روحانی نشرگاہ سے ریلے کرنیکا انتظام کیا گیا ہے۔ چلئے مریخ چلیں۔ اب مسٹر آفاق پھلانگ کی تقریر شروع ہوا ہی چاہتی ہے

مسٹر آفاق پھلانگ مریخی :-

معزز سامعین! زمین پر پہنچنے کے بعد میری تمنا تھی کہ اہل زمین کے کسی ایک جلسے میں شریک ہوکر انکی تقریر سنوں اب تک تو مجھے ایسا کوئی موقع نہیں ملا تھا، لیکن ایک دن زمین کے ایک اخبار روزنامہ "دولت" مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۶۰ء میں ایک خبر میری نظر سے گذری کہ حکومت کے ایک اعلیٰ عہدہ دار ملک میں کفایت شعاری کی مہم کا آغاز کریں گے اور اسی سلسلہ میں ایک مدلل تقریر بھی فرمائیں گے۔ یہ خبر فرحت اثر سن کر ہم معینہ تاریخ پر مقررہ وقت سے پانچ منٹ پہلے جلسہ گاہ میں پہنچے، جلسہ گاہ میں پہنچنے کے بعد معلوم ہوا کہ سامعین باستثنیٰ تو جمع حاضر تھے لیکن صدر عالی قدر ہنوز واحد غائب تھے۔ جب مقررہ وقت گذرنے کے (۳۵) منٹ بعد یہ معلوم ہوا کہ صدر صاحب تشریف لارہے ہیں تو میں نے یہ خیال کیا کہ صدر صاحب نے وقت میں بھی کفایت شعاری سے کام لیا، یعنے اپنا قیمتی وقت بچا کر (۳۵) منٹ تک اپنے گھر میں آرام کرسی پر دراز ہوکر "آرام حرام ہے" کے معنے اور ہجے یاد کرتے رہے، اسطرح صدر صاحب کے (۳۵) منٹ کی تو کفایت ہوگئی لیکن انکے انتظار میں عوام کے (۳۵) منٹ کا اسراف ہوگیا

ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک بڑی موٹر دندناتی ہوئی جلسہ گاہ میں داخل ہوئی، اس موٹر میں بشمول ڈرائیور صدر صاحب کے اسٹاف کے چار افراد تشریف فرما تھے یہ لوگ بنگلے کے پڑوں کی طرح اُجلی اُجلی کھادی کا لباس

پیٹے ہوئے تھے، اس موٹر میں ابھی اور چار افراد کیلئے گنجائش موجود تھی، اس موٹر کے پیچھے ہی صدر صاحب کی چمکیلی کار بھی نئی نویلی دلہن کی طرح جلسہ گاہ میں داخل ہوئی، اس موٹر میں صدر صاحب اور ایک سرکاری عہدہ دار یعنی صرف دو افراد تشریف فرما تھے، یہ ڈھنگ دیکھ کر میں نے دل ہی دل میں کہا: یا اللہ! یہ لوگ کفایت شعاری کی مہم کا آغاز کر رہے ہیں لیکن ان کے ہر عمل سے، ہر حرکت سے "مال مفت دل بے رحم" قسم کی فضول خرچی کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ مثلاً یہی کہ اگر صدر صاحب، اسٹاف کی موٹر میں بیٹھ کر تشریف فرما ہوتے یا اسٹاف کو اپنی کار میں بٹھا لیتے تو ایک موٹر کا پٹرول بچ جاتا۔ اسطرح بلا کسی خاص کاوش اور زحمت کے کفایت شعاری ہوتی۔

صدر صاحب کے تشریف فرما ہوتے ہی جلسہ گاہ کے ہر ستون پر برقی ٹیوب روشن ہو گئے، حالانکہ کفایت شعاری کے نقطۂ نظر سے اس چھوٹے سے مقام کو روشن کرنے کے لئے دو یا تین ٹیوب بہت کافی تھے۔ صدر صاحب کے نشین پر آتے ہی ایک صاحب نے آگے بڑھ کر زرّین ہار صدر صاحب کو پہنایا اس زرّین ہار کی قیمت، جو انہوں نے پہننے کے بعد پھینک دیا تھا سے، سو روپیوں سے کم نہ ہوگی، یعنی اس ہار کی قیمت سے ایک غریب آدمی کے لئے دس مہینوں کی جواری آ سکتی تھی، میں نے دل ہی دل میں کہا کہ زرّین ہار کی بجائے "تازہ تازہ پھولوں کا ہار" جو زیادہ سے زیادہ چار یا پانچ روپیوں میں بن سکتا تھا پہنایا جاتا تو کفایت شعاری کے نقطۂ نظر سے ٹھیک تھا، ہار پہننے کے بعد صدر عالی قدر نے تقریر شروع کی، وہ ہر جملہ میں لفظ "کفایت شعاری" کو استعمال کر رہے تھے، انہوں نے اپنی مختصر تقریر میں لفظ کفایت شعاری کو اسی کثرت و تواتر کیا تھا دہرایا کہ سننے والوں نے یہ محسوس کیا کہ صدر صاحب لفظ "کفایت شعاری" کا اسراف کر رہے ہیں، لیکن جب بھی وہ لفظ کفایت شعاری کو اپنی زبان سے ادا کر رہے تھے معلوم ایسا ہو رہا تھا کہ بلا رغبت اور بہ کراہت ادا فرما رہے ہیں۔ بقول غالب "لطافتِ ذوق" کا فقدان محسوس ہو رہا تھا۔

روانِ فدائے تو نامی کی برُدہ ای ناصح
نہ ہے لطافتِ ذوقیکہ در بیانِ تو نیست

صدر صاحب کی تقریر کا ماحصل یہ تھا کہ انہوں نے یہ کفایت شعاری کرنے کا ارادہ کیا ہے اور وہ کفایت شعاری کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جب صدر صاحب اپنی تقریر ختم کر چکے تو ایک صاحب نے (جنکی قومیت کے بارے میں، میرے بازو بیٹھے ہوئے ایک صاحب نے بتایا کہ "ناراض کانگریسیوں" کی قوم سے ان کا تعلق ہے) ہستہ نشین پر جا کر، خود تقریر کرنے کے لئے، صدر صاحب سے اجازت چاہی۔ اجازت ملنے کے بعد انہوں نے اپنی زبان کی لٹھ کو اسطرح گھمایا۔

بہنو اور بھائیو! ہمارے صدر عالی قدر نے بار بار لفظ کفایت شعاری کو مزے لے لے کر دہرایا ہے، حقیقت میں یہ لفظ بڑا میٹھا ہے، مدینہ ہوٹل کی ایرانی مٹھائی سے زیادہ شیریں، لیکن جسطرح لڈو، لڈو کہنے سے منہ میٹھا نہیں ہوتا، اسیطرح کفایت شعاری، کفایت شعاری کہنے سے دیس کے غریبوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ صدر صاحب

نے اپنی تقریر میں یہ خوشخبری سنائی کہ وہ سیلون کو برخاست کردینے کا ارادہ فرما رہے ہیں، مبارک ارادہ ہے، بنت شب بخیر! لیکن محض ارادے سے اب کام نہیں چلے گا، اب ٹھوس عمل کی ضرورت ہے نہ صرف سیلون بلکہ افتتاحی قسم کے تمام دورے یک لخت ختم کردیئے جانا چاہیئے تاکہ افتتاح کے نام پر جو فضول خرچی ہوتی ہے، جو سرپرائی ہوتی ہے جو نظر انے، عجبرانے اور عشائیے ہوتے ہیں اور قوم کے غم میں جو ڈنر کھائے جاتے ہیں" اور استقبال کے لئے آرائشی کمانوں پر جو روپیہ برباد ہوتا ہے، شہر سے مقام دورہ تک پانی کی طرح جو پٹرول بہایا جاتا ہے، یہ سب ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے، دورہ کے ذکر پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۸۵۸ء اور ۱۸۵۹ء میں کسی ضلع میں ایک سیلس ٹیکس افسر صاحب تھے، جو دورہ پر جاتے وقت چپراسی کو اپنی موٹر میں لیجایا کرتے تھے لیکن سفر خرچ کی برآوردی میں یہ بتاتے تھے کہ چپراسی نے موٹر لس میں سفر کیا ہے اور میں نے ذاتی کار میں۔ اسطرح چپراسی کا لس کا کرایہ طلب کرکے خود اپنی جیب میں ڈال لیتے اور صرف بھتہ چپراسی کو دیا کرتے تھے اور چپراسی کو انہوں نے وارننگ دے رکھی تھی کہ خبردار! Same Bus کا راز اگر کسی سے بیان کیا تو برطرف کر دوں گا ـــ بیان کیا جاتا ہے کہ مذکورہ افسر کی طرح ۱۸۵۹ء میں سیلس ٹیکس کے ایک اور اسپیشل افسر تھے جن کا کام تھا، عملہ کو کام کی ٹریننگ دینا، لیکن وہ اپنی حرکات سے عملہ کو سرکاری کام کی ٹریننگ دینے کی بجائے بددیانتی اور چوری کی ٹریننگ دیا کرتے تھے، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اکثر تیرہ بیڑے پلی کے دورے پر گئے ہوئے تھے، تیرے پلی میں تخفیف شدہ جوانان کی ورکرگیری کے جوتے دگر (گلی) رکھے ہوئے تھے ان اسپیشل افسر صاحب نے ان جوتوں میں سے تین جوتے اپنے لئے لے لئے اور یہ فرمایا کہ یہ جوتے رکھے رکھے خراب ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کو میں استعمال کرونگا۔

بہنو اور بھائیو! میرے بیان کردہ دونوں واقعات سے آپکو اندازہ ہوا ہوگا کہ یہ سیلس ٹیکس افسر صاحب کفایت شعاری کے لئے چپراسی کو اپنے ساتھ اپنی موٹر میں لیجایا کرتے تھے لیکن اس کفایت شعاری سے نہ تو حکومت کو کوئی فائدہ تھا اور نہ غریب چپراسی کو، بلکہ افسر صاحب لس کا کرایہ خود کھا جایا کرتے تھے اسیطرح اسپیشل افسر صاحب نے نیا جوتا نہ خرید کر کے ورکرگیری کے جوانوں کے پرانے جوتوں سے اپنا کام چلا لیا گویا کفایت شعاری کی لیکن انہوں نے کفایت شعاری کے نیک مقصد کے لئے چوری کا ذریعہ اختیار کیا یعنی متعلقہ دفتر اور عہدہ دار مجاز کی اجازت کے بغیر کوئی قیمت داخل کئے بغیر مفت میں جوتے حاصل کر لئے۔ ان واقعات کی روشنی میں اگر ہماری مہربان حکومت واقعی کفایت شعاری سے کام لینا چاہتی ہے تو وہ ایسے تمام عہدہ داروں کے بھتے اور سفر خرچ موقوف کر دے جو سرکاری رقم کی بجائے محض سفر خرچ اور بھتہ حاصل کرنے کے لئے دورے کیا کرتے ہیں غیر ضروری دوروں کی تعداد گھٹا دی جائے اور حکومت کے ایسے تمام عہدہ دار جنکی تنخواہ پانسو سے زیادہ ہے، ہر پانسو پر ایکسو روپیے کی رضاکارانہ کمی کرکے یہ رقم عوام کی فلاح و بہبودی اور قوم کے ترقیاتی فنڈ میں دیا کریں، وزیروں کے غیر ضروری دوروں میں کمی کر دی جائے (باقی برصفحہ ۲۲ کالم ۲)

غزل

از دانشمند محترم آقای رحمت اللہ دانش

امشب از غم داستانی تازہ انشائی کنم — من یک امشب راز دل با آن مسیحائی کنم
تا بچشم میوۂ از بوستانِ عشق خود — باد و مژگان سرزمین عشق احیائی کنم
تا کہ دانستم پسند یار باشد درد و غم — درد و غم از بہر خود دایم تمنائی کنم
گرچہ چشمم کور و دستم کوتہ و پایم شل است — مقصد خود با تولای تو پیدا می کنم
زاہد امن نیز از اسلام دارم بہرہ — گاہ گاہ در بت پرستی شور و غوغا می کنم
قطرۂ ہستم جدا گشتم ز دریای وجود — گر رسم در بحر نام خویش دریائی کنم
ذاتِ پاک کردگار از ذات پاکت ناز داشت — نقل قول از حضرت باری تعالی می کنم
گردش مہر و فلک بازیچہ ابروی اوست — نور بخش کائنات است قصہ کوتاہی کنم

فیض ارشد عام دانش راز دل آغاز کرد
راز دل باللہ است با آن شاہ یکتائی کنم

پسِ منظر

امریکہ اور ڈومینی کن ری پبلک

امریکہ نے لاطینی امریکہ کی ڈومینی کن ری پبلک کے ساتھ رسمی طور پر سفارتی تعلقات توڑ لئے ہیں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ امریکہ نے زمانۂ امن کے دوران میں ایسا قدم اٹھایا ہے۔ امریکی محکمۂ خارجہ نے اس سلسلے میں بتایا ہے کہ یہ اقدام سان جوز (کاسٹاریکا) میں بین الامریکی وزراء خارجہ کی کانفرنس کے فیصلے کے ایک ہفتہ بعد کیا گیا ہے۔ بیس امریکی جمہوریتوں نے ڈومینی کن ری پبلک پر وینیز ویلا میں جارحانہ اقدامات اور مداخلت کا الزام لگایا اور اس کے خلاف سیاسی اور جزوی اقتصادی تعزیرات لگانے کا فیصلہ کیا ہے۔ امریکی جمہوریتوں کے وزراء خارجہ نے سان جوز میں ٹروجیلو حکومت پر الزام لگایا کہ ۲۴ جون کو صدر رومولیو کو ہلاک کرنے کی جو کوشش کی گئی تھی اس نے اس کی شہ دی تھی۔ وزراء خارجہ کی کانفرنس نے جمہوریہ ڈومینی کن کے ساتھ سفارتی تعلقات توڑنے اور اقتصادی تعزیرات لگانے کے متعلق قرارداد منظور کی ہے جس کی ابتداء اسلحہ اور دوسرا سامان جنگ دیئے جانے پر پابندی لگانے سے ہوگی۔ ۱۹۱۸ء کے بعد امریکہ نے لاطینی امریکہ کے کسی بھی ملک سے سیاسی تعلقات قائم کرنے سے انکار نہیں کیا ہے۔ ۱۹۱۸ء میں امریکہ نے کوسٹاریکا میں فریڈریکو ٹینکو کی انقلابی حکومت سے تعلقات رکھنے سے انکار کیا تھا۔ یہ سلسلہ ۱۹۱۹ء تک جاری رہا جب اس کی حکومت کا تختہ الٹ گیا۔ جمہوریہ ڈومینی کن کے ساتھ سفارتی تعلقات توڑ کر امریکہ نے وہاں کی دائیں بازو کی ڈکٹیٹرشپ کے خلاف ایک ہفتے کے اندر اندر دوسرا قدم اٹھایا ہے۔ اس سے پہلے ۲۳ اگسٹ کو صدر آئزن ہوور نے کانگریس سے یہ اجازت لی تھی کہ وہاں سے درآمد ہونے والے چینی کے کوٹہ میں کمی کر دی جائے امریکہ نے جس تیزی سے وزراء خارجہ کی کانفرنس کی قرارداد پر کارروائی کی ہے اس سے یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ امریکہ دوسری امریکی جمہوریتوں پر واضح کرنا چاہتا ہے کہ ڈکٹیٹرشپ خواہ بائیں بازو کی ہو یا دائیں بازو کی وہ اس کے خلاف ہے۔ ۲۰ اگسٹ کو جب سے بین الامریکی وزرائے خارجہ کی کانفرنس نے مذکورہ صدر قرارداد منظور کی ہے امریکہ پانچواں ملک ہے جس نے ڈومینی کن سے سفارتی تعلقات توڑ لئے ہیں۔ اس کرۂ ارض میں جن دوسرے ملکوں نے اس سے تعلقات توڑ لئے ہیں ان کو ملا کر یہ ۱۲واں ملک ہے۔ جمہوریۂ ڈومینی کن میں اڑھائی ہزار امریکی رہتے ہیں۔ جن میں سے بہت سے پیورٹوریکن ہیں۔ امریکی شہریوں کا وہاں ۱۶ کروڑ پچاس لاکھ ڈالر کا سرمایہ لگا ہوا ہے ان امریکی شہریوں کے مفاد کی نمائندگی ایک چھوٹا سا قونصلر دفتر اور ایک دوست ملک (غالباً برطانیہ) کرتا رہے گا۔ جنرل اسمو ٹروجیلو جنہوں نے ۱۹۳۰ء میں حکومت پر قبضہ کیا تھا۔ ۲۷ لاکھ اشخاص پر حکومت کرتے ہیں۔ اس ملک کا رقبہ ۱۸ ہزار مربع میل ہے اور یہاں کافی، چینی اور کوکو کی پیداوار بہتات سے ہوتی ہے۔ جب جمہوریہ ڈومی نکن اس کرۂ ارض کی سلامتی اور امن کے لئے خطرہ کا ذریعہ نہیں رہے گی تو اس کے ساتھ پھر تعلقات قائم کئے جائیں گے۔ لیکن یہ اقدام بین الامریکی وزراء خارجہ کی کونسل کی منظوری کے بعد ہی کیا جا سکے گا۔

قطعہ

بگفتہ آشیانِ مرغِ چمن نیست ‖ بہ دوشِ نرگسے ہم نسترن نیست
نہ تا وقتیکہ زائیدہ بہ خاکش ‖ برائے ہر کسے مُلکِ دکن نیست

(لاریب فیہ)

(آمدہ از نذری باغ)

جان کیری گن۔

پیغام رسانی مصنوعی سیاروں کے ذریعہ

پچھلے کئی دنوں سے جب شام کو آسمان صاف ہوتا ہے تو اکثر امریکی لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل کر آسمان پر نظریں جما ایک خاص مصنوعی سیارے کو گزرتے ہوئے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آسمان پر اُسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے بعض لوگوں کی گردنیں بھی اکڑ جاتی ہیں۔ تاہم اخباروں نے مختلف مقامات پر سے اس کے گذرنے کے اوقات کی تفصیل صاف صاف شائع کی ہے جس کے باعث اس کا مشاہدہ آسان ہو جاتا ہے۔ یہ مصنوعی سیارہ ایلومینیم کا ملمع چڑھا ہوا غبارہ "ایکو" ملا ہے۔ اسے یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ پیغام بھیجنے اور وصول کرنے کا تجزیہ کیا جا رہا ہے۔ سائنسدانوں نے اسے خلاء میں ایک ہزار میل کی بلندی پر پہنچایا ہوا ہے۔ اگرچہ اس کا وزن صرف ۱۵۰ پونڈ ہے تاہم اس کی اونچائی دس منزلہ عمارت کے برابر ہے۔ اس وجہ سے اسے آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے اور اس کے مشاہدین کی تعداد بھی نسبتاً زیادہ ہے۔ ان مشاہدین کے اکثر تبصرے اس کی تعریف میں ہوتے ہیں گو اس کے نظر آنے نہ آنے کے متعلق کچھ اختلاف رائے پایا جاتا ہے بعض ایسے لوگوں کو جنہوں نے مصنوعی سیارہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اس میں وہ چیز نظر نہیں آئی جس کی انہیں توقع تھی۔ اور پھر ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ انہیں خود بھی معلوم نہیں کہ انکی توقع کیا ہے۔ اکثر لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ ایک ستارے کی طرح کیوں دکھائی دیتا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو بہت دھیرے دھیرے گزر رہا ہے۔ ہم سمجھتے تھے کہ یہ ٹوٹے ہوئے ستارے کی طرح تیزی سے حرکت کرتا ہوگا۔ غیر پیشہ ور سائنسدانوں کے لئے بھی اس میں غور و فکر کا کچھ سامان پایا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ مدار پر گھومنے کے متعلق آپس میں بحث کرتے ہیں۔ غرض کہ ہم اس غبارے کو دیکھ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ انسان اپنے ماحول اور حدود سے باہر بھی کیا کچھ کھوج کر رہا ہے اور نئی نئی معلومات حاصل کرنے اور اپنے ماحول پر قابو پانے کے لئے کس طرح متواتر تحقیق میں لگا ہوا ہے۔ کسی چیز کے متعلق حیرانی ہی تو علم حاصل کرنے کا ایک مرحلہ ہے۔ خلائی دَور کے آغاز کو ابھی تین برس سے بھی کم عرصہ گزرا ہے اور اس قلیل سی مدت میں بھی انسان مختلف وسائل و ذرائع کے استعمال سے اس تحقیق اور کھوج میں کارنامے کے بعد کارنامہ سرانجام دے رہا ہے اگرچہ ابھی زمین چاند اور سورج کے اردگرد کے خلاء میں کوئی بھیڑ (مصنوعی سیاروں کی) وغیرہ نہیں پائی جاتی لیکن "ایکو" غبارے کے کئی پڑوسی بھی ہیں۔ ان میں سے بعض اگرچہ دکھائی نہیں دیتے۔ اس تازہ ترین غبارے کو ملا کر اس وقت خلا میں ۱۷ مصنوعی سیارے گھوم رہے ہیں جن میں سے صرف دو سوویٹ یونین کے اور باقی ۱۵ امریکہ کے ہیں۔ ۱۹۵۷ء کے آخر سے اس وقت تک امریکہ کے کل ۲۶ اور سوویٹ روس کے سات مصنوعی سیارے خلاء میں پہنچائے جا چکے ہیں۔ جو ۱۷ سیارے ابھی تک خلاء میں موجود ہیں ان میں سے دس تو خاموش ہو چکے ہیں اور باقی سات سیاروں سے معلومات برابر نشر ہو رہی ہیں۔ ان میں لگے ہوئے سائنسی آلات سے جو مختلف نوعیت کی معلومات حاصل ہو رہی ہیں وہ بڑی حیرت انگیز ہیں۔ اور ماہرین ان کی درجہ بندی اور تجزیہ کرنے میں مصروف ہیں۔ ان میں تابکاری اور مقناطیسی کرّوں کے متعلق معلومات سب سے زیادہ اہم ہیں۔ اب ہمیں زمین کی صحیح صحیح شکل و صورت۔ گیس کے بادلوں۔ سورج کی روشنی

قطعہ

بہ سمتِ کربلا دستِ خدا بُرد	‖	زفضلِ خامسِ آلِ عبا بُرد
بہ دوشِ بوئے گُل گفتہ بہاران	‖	مرا عثمان نگر بادِ صبا بُرد

(آمدہ از نذری باغ)

کے دباؤ وغیرہ کے متعلق زیادہ معلومات حاصل ہیں۔ ان مصنوعی سیاروں کے ذریعہ پیغام رسانی جہانداری اور فضائی پرواز کے متعلق معلومات میں بھی پیش قدمی ہو رہی ہے۔ بہر حال ہمیں آئندہ کی توقعات اور امکانی کامیابیوں کو ذہن میں رکھنا چاہیئے۔ "ایکو" غبارے کے ذریعے جب صدر آئزن ہوور کا پیغام امریکہ کے ایک ساحل سے دوسرے ساحل تک پہنچایا گیا جس کا کل دوطرفہ فاصلہ ۴۸۰۰ میل اور فضائی فاصلہ ۴۴۰۰ میل ہے۔ تو ایک عام شہری کے بیان کے مطابق یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں تھا۔ کیونکہ زمینی ٹیلیفون کے ذریعہ یہ پیغام زیادہ آسانی اور صفائی کے ساتھ پہنچایا جا سکتا تھا۔ لیکن سائنسدان اس رائے کو اہمیت نہیں دیتے وہ لوگ تو تجربوں کا ایک سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں جن سے حقیقت میں نہ صرف پیغام رسانی بلکہ دوسرے میدانوں اور شعبوں میں بھی نمایاں اور اہم پیش قدمی ممکن ہوگی اور یہ سب کچھ نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود کے لئے ہوگا" ایکو غبارے کے ذریعہ پیغام رسانی کے کامیاب تجربے سے ایک دن پہلے امریکہ میں مصنوعی سیاروں کے تجربوں کے پروگرام کے تحت ایک اور اہم کارنامہ عمل میں آیا۔ مصنوعی سیارہ ڈسکورر ۱۳ میں آلات سے لیس جو خول رکھا گیا تھا وہ مدار سے کامیابی کے ساتھ زمین پر واپس لایا گیا۔ اور بحرالکاہل سے برآمد کیا گیا یہ اپنی قسم کا اوّلین کارنامہ ہے۔

چراغ روشن مراد حاصل ۵ چراغ آلِ محمد ہمیشہ روشن باد

سالانہ مجالس و لنگر

منجانب گروہ مرثیہ خوانان

حسب جدول ذیل ہر سال کوہ پر قنادیل چڑھا کر بعد مجلس عزا اعلیحضرت بندگان عالی مدظلہم العالی اور مومنین و مومنات کے لئے دعا کی جاتی ہے۔

۲۴ ربیع الاول	ٹھیک ۵ ½ بجے شام نوبت شاہ ولایت میں مجلس ہوگی اور بعد مجلس قنادیل برآمد ہوں گے۔
۲۵ " "	۲ بجے دن قندیل الاوہ کوہ شریف سے برآمد ہوگی اور کوہ شریف پر چڑھائی جائے گی۔
۲۶ " "	۲ بجے دن قندیل الاوہ کوہ شریف سے برآمد ہوگی اور کوہ قدم رسول پر چڑھائی جائیگی
۲۷ " "	۱۲ بجے زیر کوہ امام ضامن سے قندیل برآمد ہوگی اور کوہ امام ضامن پر چڑھائی جائیگی۔

لباس عزا میں شرکت موجب سرفرازی

سید حسین نقوی ذاکر و زوار
سرگروہ گروہ مرثیہ خوانان ۔ا

قطعہ

خیالِ مذہب در قلب و جان است | بگوشِ زاہدان صوتِ اذان است
حقایق را ابا کردن بہ اغماض | نگر بے فائدہ در این و آن است

(آمدہ از نذری باغ)

امریکی بچے اور سائنسی تعلیم

امریکہ میں ایک ایسا پروگرام شروع کیا گیا ہے جس کا مقصد امریکی بچوں میں ابتدا ہی سے سائنسی تعلیم کا شوق پیدا کرنا ہے ذیل کے مضمون میں اس پروگرام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

نیویارک میں ابتدائی اسکولوں کے سائنسی نگران ہیری مل گردم کے قول کے مطابق سائنسی طریقے سے سوچنے سمجھنے کی تربیت دیئے جانے کے لئے اسکول جانے کی عمر کا کوئی بھی بچہ کم سن نہیں۔ پچھلے سات برسوں سے وہ اپنے اس نکتے کو طلبا کی کلاسوں میں عملی تجربوں سے ثابت کر رہے ہیں اور ان تجربوں سے کنڈرگارٹن جماعت کے بچے بھی سائنسی مسئلوں کے متعلق عقل و دلیل سے کام لینا سیکھ سکتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کا بچہ پیانو بجانا سیکھے تو کیا آپ اُسے پیانو بجانے کے متعلق کوئی کتاب لا کر دیتے ہیں؟ نہیں۔ بلکہ آپ اُسے براہ راست پیانو بجانا سکھاتے ہیں۔ اسی طرح سائنس بھی ایک ایسا مضمون ہے جسے خود سیکھنا پڑتا ہے۔ اگر آپ بچے کو سوچنا سمجھنا سکھانا چاہتے ہیں۔ تو آپ اُسے ذہنی اور دماغی مشق کرائیں۔ مل گردم کا طریق کار اس پروگرام کا ایک حصہ ہے جو مقامی تعلیمی بورڈ نے ۱۹۵۰ء میں سائنس کی تعلیم کو دورِ جدید کی سطح تک پہنچانے کے لئے شروع کیا تھا۔ ماہرین تعلیم نے محسوس کیا کہ بچوں کو ایک ساتھ بہت سے حقایق دیئے جانے پر ضرورت سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ لیکن ان کی صلاحیتوں کے مطابق ان حقایق کے باہمی ربط اور جوڑ کے متعلق کافی مواد بہم نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ نیویارک اور دوسرے شہروں نے بھی ایسے طریقوں کی تلاش شروع کر دی جن سے اوسط بچے کو اپنے ارد گرد کی دنیا میں دلچسپی لینے کی تحریک ہو۔ ۱۹۵۳ء میں نیویارک کے ماہرین تعلیم کی کمیٹی نے ایک نیا نصاب تیار کیا جو ابتدائی اسکولوں کی کنڈرگارٹن کی جماعتوں سے لیکر چھٹی جماعت تک کے لئے مقصود تھا۔ یہ ایک ایسا خاکہ تھا جس میں جماعتوں درجوں اور علاقوں کی بنا پر سائنسی تعلیم کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ (۳) اسکولوں میں تین برس تک آزمانے کے بعد اس نصاب کو سائنسی تعلیم کے نئے پروگرام کی بنیاد بنایا گیا۔ مسٹر مل گردم کے طریق کار اور تجربوں کو دوسرے معلم بھی سرکاری سائنسی تعلیمی پروگرام کو عملی جامہ دینے میں استعمال کر رہے ہیں۔ مل گردم اپنے عملی تجربوں کے لئے سیدھے سادے ہلکے پھلکے دستی آلات اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ وہ اپنی سفری لیبارٹری یعنی ایک سوٹ کیس میں کچھ دھاگے، پلاسٹک کے کچھ تھیلے۔ چند کاغذی ڈبے۔ ایک کھلونا ہارن اور چند سیب وغیرہ لے جاتا ہے۔ بچوں کے سامنے وہ ایک جادوگر کی طرح اپنے عملی تجربے کرتا ہے۔ جنہیں دیکھ کر بچوں میں شوق اور حیرانی پیدا ہوتی ہے۔ بچوں کو سائنسی حقایق سمجھانے میں مل گردم اکثر پلاسٹک کے دو تھیلوں (غباروں) کے ساتھ اپنا تجربہ شروع کرتا ہے ایک تھیلے میں وہ سیب بھرتا ہے۔ اور دوسرا خالی رکھتا ہے۔ پھر بچوں سے پوچھتا ہے کہ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ بچے دیکھتے اور کہتے ہیں ایک پھولا ہوا ہے دوسرا ہموار بیٹھا ہے۔ اس کے بعد وہ ایک تھیلا جزو کی طور پر پانی سے بھر دیتا ہے۔ بچے دیکھتے ہیں کہ یہ بے رنگ اور فوراً ہی اس میں تبدیلی آتی ہے اور تھیلے جیسا بن جاتا ہے

قطعہ

چہ گویم در بہارِ بوستان این رنگِ گلہا را || نمی داند کسے در زُہد و طاعت جامِ صہبا را
بجُز یوسفؑ کہ در زندان مقیّد بُود از قسمت || نمی داند کسے تعبیرِ این خوابِ زلیخا را

(آمدہ از نذری باغ)

چھوسے سے ملائم معلوم ہوتا ہے۔ اور سیبوں والے تھیلے کی طرح سخت نہیں ہوتا۔ تیسرے مرحلے پر مل گردم پلاسٹک کے اس تھیلے میں ہوا بھرتا اور جلدی سے اس کا منہ بند کر دیتا ہے۔ اب بچوں کو تھیلے میں کوئی چیز نہیں دکھائی دیتی۔ پہلے تو سیب کی رنگینی اور پھر پانی کی بے رنگی دکھائی دیتی تھی لیکن اب ہوا دار تھیلے میں کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ لیکن انہوں نے ابھی ابھی پہلے دیکھا تھا کہ تھیلا اسی وقت کھولا ہوا اور ابھرا ہوا نظر آتا ہے۔ جب اس کے اندر کوئی چیز ہو اور جب کچھ نہ ہو تو یہ ہموار ہو جاتا ہے۔ چونکہ اب یہ کھڑا ہوا ہے اس لئے اس کے اندر ضرور کوئی چیز ہے۔ اس طرح وہ سیکھتے ہیں کہ ہوا اگرچہ دکھائی نہیں دیتی لیکن اب یہ ایک مادہ ہے۔ اپنا تجربہ جاری رکھتے ہوئے مل گردم دکھاتا ہے کہ ہوا سے بھرا ہوا تھیلا ایک کتاب کا بوجھ برداشت کر سکتا ہے۔ اس طرح بچے اپنی ذاتی معلومات سے اس تجربے کی روشنی میں یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ موٹر گاڑی بھی چار ہوا بھرے غبارروں پر کھڑی رہتی اور چلتی ہے۔ جب تھیلے کا منہ کھول دیا جاتا ہے تو ہوا نکل جاتی ہے۔ اور کتاب گر پڑتی ہے۔ بچوں نے موٹروں کی ٹیوبوں کو بھی اس طرح سکڑتے دیکھا ہے جب ٹائر پھٹ جاتے ہیں۔ بچوں کو تھیلی کے منہ کے ساتھ منہ لگانے کا موقعہ دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس سے ہوا خارج ہوتی محسوس کر سکیں۔ مل گردم پھر کھلونا بارن لے کر اس کے منہ کے ساتھ ہوا سے بھرا ہوا پلاسٹک کا تھیلا کھول کر رکھ دیتا ہے۔ جب اس میں سے ہوا گزرتی ہے تو یہ چیخنے لگتا ہے اور پھر خود بخود منہ سے آہستہ بجاتا ہے۔ اس طرح وہ بچوں کو عملی طور پر سمجھاتا ہے کہ چھوٹے بچے اسی طرح ہوا بھرنے سے آواز دیتے ہیں۔ غرض کہ اسی طرح کے چھوٹے چھوٹے عملی تجربوں سے مل گردم بچوں کو ہوا، پانی۔ آواز موسم، اور دوسری چیزوں کے متعلق واقفیت بہم پہنچاتا ہے۔ لیکن اس عمل میں جو سب سے ضروری بات ہے وہ یہ ہے کہ اس طرح بچوں میں سائنس کے اصولوں کے مطابق ہر بات کو سوچنے سمجھنے کی عادت پڑنے لگتی ہے اور وہ پھر خود بخود شاہدوں۔ تجربوں اور تلاش و تحقیق سے دوسری باتیں دریافت کرنے اور ان کے بنیادی اصول ڈھونڈ نکالنے لگتے ہیں۔ اس طرح سائنس کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تعلیمی بورڈ نے ابتدائی اسکولوں کے معلموں کے لئے چھوٹی چھوٹی کتابیں شائع کی ہیں۔ مثلاً "مقناطیس اور بجلی" "خلاء میں زمین" "زندہ اشیاء" "پیغام رسانی میں آواز اور روشنی وغیرہ جیسی کتابیں اور پمفلٹ چھاپے گئے ہیں اور اب موسم۔ ٹرانسپورٹ (آمدورفت کے وسائل) زمین اور اس کے وسائل" جیسے موضوعات پر بھی پمفلٹ شائع کئے جائیں گے۔ واضح کیا گیا ہے کہ بچوں کو کنڈرگارٹن کے درجے سے ہی سائنسی کھوج کے لئے تحریک دی جا سکتی ہے۔ اور بچے ویسے بھی پیدائشی طور پر چھونے۔ چکھنے۔ سونگھنے۔ دیکھنے۔ سننے۔ اور کھوج کرنے کے مشتاق ہوتے ہیں۔ اور ان کے اس قدرتی شوق کو سائنسی تربیت اور تعلیم کے لئے اجاگر کیا جا سکتا ہے۔

قطعہ

جانِ دادنِ بہ اُمت خود شد لقائے تُست ‖ ہرکس بہ دیدہ گشت مطیع و فدائے تُست

نادم برائے تو ز ازل اُو شدہ مگر ‖ ابنِ علیؓ بہ دان تو کہ عثمان گدائے تُست

(آہ • از نذرتی باغ)

نیاسالینڈ میں تدبر کی جیت

نئے آئین پر سمجھوتہ!

از قلم:- کولین۔ لیگم!

نیاسالینڈ روڈیشیا و نیاسالینڈ فیڈریشن کا ایک یونٹ ہے۔ یہ فیڈریشن ۱۹۵۳ء میں قائم ہوئی تھی۔ اس وقت سے اب تک نیاسالینڈ کے انتہا پسند قومی لیڈروں اور حکام کے باہمی تعلقات کشیدہ رہے ہیں۔ ایک مرحلہ پر تعلقات اتنے بگڑ گئے تھے کہ ۱۹۵۹ء میں ہنگامی صورت حال کا اعلان کرنا پڑا تھا۔ متعدد افریقی لیڈروں کو گرفتار کر لیا گیا تھا جن میں ڈاکٹر ہیسٹنگز کے بانڈا بھی شامل تھے۔ لیکن سیاسی سوجھ بوجھ اور تدبر نے اس تعطل کو جس کی وجہ سے نیاسالینڈ کی آئینی ترقی رک گئی تھی۔ ختم کر دیا ہے۔ حال ہی میں لندن میں ایک سمجھوتہ ہوا ہے جس کے تحت نیاسالینڈ کو ایک نیا آئین حاصل ہو جائے گا۔ افریقہ کے ایک ایسے حصہ میں جہاں حالیہ برسوں میں نسلی تعلقات کچھ زیادہ خوشگوار نہیں تھے، اس قسم کا سمجھوتہ ایک پر امید واقعہ ہے۔

اس کامیابی کا سہرا زیادہ تر برطانیہ کے وزیر نوآبادیات مسٹر آئن میکلوڈ اور نیاسالینڈ کی ملاوی کانگریس پارٹی کے لیڈر ڈاکٹر بانڈا کے سر ہے۔ ڈاکٹر بانڈا کی رہائی کے فیصلے نے ان کا اعتماد جیت لیا تھا۔ اور اس اعتماد نے نیاسالینڈ کے نئے آئین سے متعلق نتیجہ خیز کانفرنس کی بنیاد رکھی تھی۔

کانفرنس کا آغاز تو افسردہ کن تھا اور کوئی بھی سمجھوتے کو ممکن خیال نہیں کرتا تھا۔ لیکن کانفرنس کامیاب رہی اور مسٹر میکلوڈ نے ڈاکٹر بانڈا اور دیگر وفدوں کے لیڈروں کی بے حد تعریف کی۔ ڈاکٹر بانڈا نے بھی وزیر نوآبادیات کی کوششوں کو سراہا اور کہا کہ کانفرنس کی ناکامی نظر آ رہی تھی لیکن مسٹر میکلوڈ کی بدولت ہار جیت میں بدل گئی ہے۔

ہر کسی کی پوری بات تو نہیں مانی گئی۔ لیکن اتنی ضرور مان لی گئی کہ اُن سب کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کرنا ممکن ہو گیا تھا۔ اس کا نتیجہ ایک ایسے آئین میں نکلا ہے جس کے تحت نیاسالینڈ کے ۲۵ لاکھ افریقی باشندوں کو لیجسلیٹو کونسل میں پہلی بار منتخب اکثریت حاصل ہو جائے گی۔ اور ایگزیکٹو کونسل میں بھی ان کو نمائندگی ملے گی۔ ۳۳ ممبران پر مشتمل لیجسلیٹو کونسل میں ۷ ہزار یورپین اور ۱۰ ہزار ایشیائی باشندوں کے ۸ منتخب ممبران ہونگے۔

آئین کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں نسلی بنیاد پر انتخابات کرانے کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ ووٹروں کی دو فہرستیں ہونگی۔ ایک اقلیتی فہرست ہے جس میں ہر فرقے کے ایسے لوگوں کے نام درج کئے جائیں گے جو تعلیم اور آمدنی کی شرائط کو پورا کرتے ہیں۔ دوسری فہرست یعنی اکثریتی فہرست کی شرائط مقابلتاً زیادہ آسان ہیں۔ اگرچہ عام رائے دہندگی کا اصول تسلیم نہیں کیا گیا ہے لیکن نئے آئین کے تحت ووٹروں کی تعداد خاصی بڑھ جائے گی۔

آخری اختیارات ابھی تک گورنر اور ایک ایسی ایگزیکٹو کونسل کے پاس رہیں گے جسے لیجسلیٹو کونسل کی اکثریت کی حمایت حاصل ہو گی۔

قطعہ

هر مرغ به آواز شنیدن نه شناسد ‖ هم رشتهٔ شمعے که بُریدن نه شناسد
در موسم گل گفت صبا این چه فسانه ‖ هر بلبلے دامے که پریدن نه شناسد

(آمده از ندرباغ)

نیاسالینڈ میں، تقریباً ہر کسی نے نئے آئین کا خیر مقدم کیا ہے ۔ افریقی باشندے خوش ہیں کہ لیجسلیٹو کونسل میں وہ اب اکثریت حاصل کرسکیں گے ۔

لندن کانفرنس میں اس مسئلہ پر کوئی بحث نہیں کی گئی کہ مستقبل میں نیاسالینڈ کا فیڈریشن کے ساتھ کیا تعلق ہوگا۔ اس کا فیصلہ ایک الگ کانفرنس میں کیا جائے گا جو اگلے سال کے شروع میں لندن میں بلائی جائے گی۔ ڈاکٹر بانڈا اور ان کے حامی یہ نہیں چاہتے کہ نیاسالینڈ فیڈریشن کا یونٹ بنا رہے۔ وہ ٹانگانیکا کے ساتھ اپنا تعلق جوڑنا چاہتے ہیں۔ وہاں مسٹر جولیس نیاریرے نے اپنی کثیر النسلی حکومت قائم کی ہوئی ہے۔ خوشگوار نسلی تعلقات کو فروغ دینے میں اس نے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔

مسٹر سیدین کا برطانیہ میں تعلیمی اسکیموں کا مطالعہ

ایک اطلاع میں بتایا گیا ہے کہ ہندوستانی وزارت تعلیم کے سکریٹری مسٹر کے۔ جی۔ سیدین کئی روز تک یوتھ اسکیموں (نوجوانوں کی تربیت کی اسکیمیں) کا مطالعہ کرنے کے بعد برطانیہ سے روانہ ہوگئے ہیں۔ موصوف ان دنوں مختلف ملکوں کی قومی سروس اسکیموں کا مطالعہ کرنے کا خاص فرض منصبی انجام دے رہے ہیں۔ ایک نامہ نگار سے بات چیت کرتے ہوئے مسٹر سیدین نے کہا ہے کہ میں نے برطانیہ میں بہت سی نہایت دلچسپ تنظیمیں دیکھی ہیں۔ اور متعدد حکام سے قابل قدر تبادلۂ خیالات بھی کیا ہے۔ جبری اور رضاکارانہ اسکیموں کے مختلف پہلوؤں پر بھی ہم نے سوچ بچار کیا ہے۔ میرا برطانوی دورہ واقعی بہت مفید ثابت ہوا ہے۔" مسٹر سیدین نے وزیر مملکت برائے تعلقات دولت مشترکہ مسٹر سی۔ جے۔ ایم ایلپورٹ، ڈیوک آف ایڈنبرا ایوارڈز کمیٹی، اقوام متحدہ ایسوسی ایشن کے شعبہ بین الاقوامی خدمت اور سوک ٹرسٹ کے نمائندوں کے ساتھ بات چیت کی۔ سوک ٹرسٹ تعطیلات میں طلباء کو ملازم رکھتا ہے اور وہ شہروں اور دیہی علاقہ کی خوبصورتی کو برقرار رکھنے کے لئے مختلف خدمات سرانجام دیتے ہیں۔

قطعہ

دارد بہ سر بادِ صبا بوئے چمن را ||| ہم عنبرِ اشہب تو نگر مشکِ ختن را
بود ہست وطن از پئے او نیز بزرگان ||| عثمان نہ دہد از کفِ خود ملکِ دکن را

(آمدہ از نذری باغ)

پس منظر!

ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی کی بات چیت

ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی لگائے جانے کے سلسلے میں جنیوا میں پچھلے دو برس سے امریکہ اور روس میں جو بات چیت جاری تھی اس کی مختصر کیفیت "تاریخ وار" ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

۲۲ اگست ۱۹۵۸ء صدر آئزن ہوور نے تجویز پیش کی کہ امریکہ برطانیہ اور روس ایٹمی ہتھیاروں پر بین الاقوامی کنٹرول کے تحت پابندی لگائے جانے کے سلسلے میں باہمی معاہدہ طے کریں۔ انہوں نے ساتھ ہی یہ بھی اعلان کیا کہ باہمی گفت و شنید شروع ہوتے ہی امریکہ ایٹمی ہتھیاروں کے تجربے ایک سال کے لئے ملتوی کر دیگا۔ بشرطیکہ روس بھی ایسا کرنے کا فیصلہ کرے۔ صدر آئزن ہوور کی یہ پیشکش جنیوا میں ایٹمی سائنسدانوں کی کانفرنس کی کامیابی کے ایک دن بعد کی گئی۔ سائنسدانوں نے اس بات پر اتفاق رائے ظاہر کیا تھا کہ ایٹمی ہتھیاروں کے تجربوں پر ٹیکنیکل لحاظ سے پابندی لگانا ممکن ہے۔

۳۰ اگست۔ سوویٹ روس کے وزیر اعظم خروشچیف نے صدر آئزن ہوور کی متذکرہ صدر تجویز منظور کر لی اور امریکہ اور برطانیہ دونوں کو اس سلسلے میں مراسلے بھیجے۔

۳۱ اکتوبر۔ جنیوا میں گفت و شنید شروع ہوئی جس میں مغربی اور روسی نکتہ نظر میں واضح فرق پایا گیا۔ روسی نمائندے نے "ہمیشہ کے لئے" ایٹمی ہتھیاروں کے تجربوں پر عالمگیر اور فوری پابندی لگائے جانے کی تجویز کی لیکن امریکہ نے ایٹمی ہتھیاروں کے تجربے سالانہ بنیاد پر ملتوی کرنے کی رائے دی۔

۵ نومبر سے ۱۱ نومبر تک۔ جنیوا بات چیت میں تعطل جاری رہا لیکن روسی نمائندے نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ تجربوں کے کنٹرول اور نگرانی کے طریق کار پر بات چیت کرنے کو تیار ہے بشرطیکہ مغربی طاقتیں (برطانیہ۔ امریکہ) تجربوں کی ممانعت کے متعلق روسی تجویزوں کی آزمائش کرنا تسلیم کریں۔

۱۸ نومبر۔ امریکہ اور برطانیہ نے ۱۹ مئی معاہدے کی تجویز ترک کر دی (جس میں ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی اور موثر کنٹرول سسٹم دونوں کو شامل کیا جاتا تھا) اس طرح دو قسم کے مسودوں کی بنا پر بات چیت شروع ہوئی۔ ایک روس کی طرف سے پیش کیا گیا تھا دوسرا امریکہ کی طرف سے۔

۳ جنوری ۱۹۵۹ء امریکہ کے وزیر خارجہ مسٹر ڈلیس (مرحوم) نے بتایا کہ ۱۹۵۸ء میں ماہر سائنسدانوں کی کانفرنس نے ایٹمی ہتھیاروں کے تجربوں کے جس طریق کار کی سفارش کی ہے ہو سکتا ہے کہ اس سے ایٹمی ہتھیاروں کے چھوٹے چھوٹے تجربوں کا پتہ نہ لگ سکے۔ ان کا بیان نیوادا میں ۱۹۵۸ء میں ایٹمی ہتھیاروں کے زیر زمین تجربوں کی رپورٹ پر مبنی تھا۔ یہ تجربے امریکہ کی طرف سے ایٹمی ہتھیاروں کے تجربے ملتوی کئے جانے کے اعلان سے پہلے کئے گئے تھے۔

۱۹ جنوری۔ امریکہ اور برطانیہ نے اپنی سابق مانگ ترک کرتے ہوئے روس کو رعایت دی۔

قطعہ

در بہاران تو نگر لالہ و ریحان گردد || نیز بلبل بہ گلستان کہ غزلخوان گردد
انقلاب این چہ عجب آمدہ گفتہ بہ جہان || ہر کسے بین توز آفات بہ زندان گردد

(آمدہ انندری باغ)

اس مانگ میں کہا گیا تھا کہ ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی کے متعلق جو معاہدہ ہو اس میں یہ شرط رکھی جائے کہ دوسرے ہتھیاروں کی تخفیف میں پیش قدمی کے مطابق ہی پابندی کا عرصہ معین کیا جائے۔

۲۰۔ جنوری۔ تینوں طاقتوں نے ایٹمی ہتھیاروں پر بین الاقوامی پابندی کے تفصیلی پلان اور معاہدوں کی خلاف ورزی کی صورت میں بین الاقوامی معائنے اور نگرانی کے طریق کار پر بات چیت شروع کی۔

۲۲۔ جنوری۔ امریکہ نے روس کا یہ الزام مسترد کر دیا کہ مغربی ممالک ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی کے متعلق بات چیت کو تارپیڈو کرنا چاہتے ہیں۔ اور چیلنج کیا کہ روس واضح کرے کہ کیا وہ ایسے طریق کار پر اتفاق کریگا جس کے تحت (۱) معائنے کو ویٹو نہ کیا جا سکے۔ (۲) معائنہ کرنیوالی ٹیمیں حقیقی معنوں میں بین الاقوامی ہوں۔ (۳) ان ٹیموں کو ان مقامات کا معائنہ کرنے کی مکمل آزادی ہو جہاں بھی تجربے کرنیکا شبہ پایا جائے خواہ یہ آہنی پردے کے اندر ہوں یا باہر۔

۱۳۔ اپریل۔ امریکہ نے برطانیہ کی حمایت سے یہ معاہدہ طے کرنے کی کوشش کی کہ زیریں ہوائی کرّے اور پانی کے نیچے تمام ایٹمی ہتھیاروں کے تجربوں پر پابندی لگائی جائے۔ یہ ایک ایسی پابندی تھی کہ جس سے وہ تمام ایٹمی دھماکے ممنوع ٹھہرتے جن سے ایٹمی راکھ اور گرد وغبار گرتا ہے۔ اور ایسے ہتھیاروں کے تجربے کنٹرول کی ان شرائط کے بغیر بند کئے جا سکتے تھے۔ جو روس کو منظور نہیں تھیں روسی نمائندے نے اس تجویز کی بڑی مذمت کی لیکن پھر کہا کہ وہ اس بیان کا پوری طرح مطالعہ کرے گا۔

۲۰۔ اپریل۔ وہائٹ ہاؤس نے کروشچوف کے نام صدر آئزن ہوور کی وہ اپیل شائع کی جو ۱۳ اپریل کو روسی وزیر اعظم کو بھیجی گئی تھی۔ جس میں ان سے کہا گیا تھا کہ ایک محدود معاہدہ طے کیا جائے جس کے تحت زمینی اور خلاء میں ۵۰ کلو میٹر (۳۱ میل) کی بلندی تک ایٹمی ہتھیاروں کے تجربے بند کئے جائیں۔ کروشچوف نے یہ تجویز مسترد کر دی اور اس کے بدلے یہ تجویز پیش کی کہ امریکی برطانوی اور روسی علاقوں میں ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی کے سلسلے میں معائنے کا کوٹہ مقرر کیا جائے۔

۸۔ ۹۔ مئی۔ صدر آئزن ہوور اور وزیر اعظم برطانیہ مسٹر میکملن نے کروشچیف کو ذاتی مراسلے بھیجے جن میں استدعا کی گئی کہ وہ معائنوں کے مقررہ کوٹے کے متعلق مزید معلومات مہیا کریں۔ صدر آئزن ہوور نے اس بات پر زور دیا کہ زیادہ وسیع پیمانے کا معاہدہ طے ہونے تک کرۂ ہوائی میں ایٹمی ہتھیاروں کے تجربے بند کرنے کا ضمنی معاہدہ طے کیا جائے۔

۳۰۔ جون۔ روسی نمائندہ سرائکن نے امریکی اور برطانوی نمائندوں کو اطلاع دی کہ ایٹمی ہتھیاروں کے تجربوں کا پتہ لگانے کے سلسلے میں معائنہ کرنے کے سالانہ کوٹے کے متعلق روسی تجویز پر تفصیل سے بحث نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ ایک سیاسی سوال ہے اور اس کا سائنسی معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔

۲۶۔ اگست۔ جنیوا کانفرنس کے چھ ہفتے تک ملتوی رہنے کے بعد امریکہ نے اعلان کیا کہ ۱۹۵۹ء کے باقی مہینوں میں بھی وہ ایٹمی ہتھیاروں کے تجربے ملتوی رکھیگا

۲۵۔ نومبر۔ امریکی برطانوی اور روسی ٹیکنیکل ماہرین کی کانفرنس شروع ہوئی جس میں ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی کے معاہدے کی خلاف ورزی کی صورت میں زیر زمینی خفیہ ایٹمی دھماکوں کا سراغ لگانے کے طریقے تلاش کئے جانے پر غور و خوض شروع ہوا۔

۱۸۔ دسمبر۔ زیر زمینی تجربوں کا پتہ لگانے کے طریقوں پر

قطعہ

بہر ساغر نگر شراب بود | بہر گلشن نگر گلاب بود
گفت خامہ چہ قصۂ بہ بلا | بہر ترتیب ہم کتاب بود

(آمدہ از نذری باغ)

غور کرنے والے سائنسدانوں میں اتفاق رائے نہ ہونے کے باعث کانفرنس کامیاب نہ ہو سکی کیونکہ روس نے بات چیت میں ایسا رویّہ اختیار کیا جس نے سائنسی امور کے بدلے سیاسی امور کی رنگت اختیار کی۔

۲۰۔ دسمبر۔ امریکی نمایندہ وڈزورتھ کانفرنس کی جھیشوں کے باعث امریکہ بولے اور روس پر کانفرنس کی ناکامی کا الزام لگایا۔

۲۹۔ دسمبر۔ صدر آئزن ہوور نے اعلان کیا کہ گذشتہ ۱۴ مہینوں میں ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی کے متعلق کانفرنس میں کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا اس لئے امریکہ اب ایٹمی ہتھیاروں کے تجربے ملتوی نہیں رکھے گا۔ تاہم تجربے کرنے سے پہلے عام اطلاع جاری کرے گا۔

۱۱۔ فروری ۱۹۶۰ء امریکہ نے مشرق و مغرب کے ایک ایسے معاہدے میں شمولیت کی پیش کش کی جس کے تحت تمام قابل پابندی اور قابل سراغ ایٹمی ہتھیاروں کے تجربوں پر پابندی عائد کی جائے اور جن زیر زمینی تجربوں کا اس وقت پتہ نہیں لگ سکتا ان کے متعلق تحقیقی پروگرام عمل میں لایا جائے۔ لیکن روسی نمایندے سارا پکن نے یہ تجویز مسترد کر دی اور اس کی جگہ روسی پلان پیش کیا جس میں کہا گیا تھا کہ روس کے ان مقامات کا معائنہ کیا جا سکتا ہے جن کے متعلق زلزلہ پیما آلوں سے ایٹمی تجربہ کئے جانے کا شبہ پایا جاتا ہو۔

۱۰۔ مارچ۔ سوویت روس نے صدر آئزن ہوور کا متذکرہ پلان منظور کیا لیکن شرط یہ لگائی کہ طرفین اس بات کا حلف اٹھائیں کہ وہ چار یا پانچ برس کے عرصے کے لئے ایٹمی ہتھیاروں کے تجربے بند کر دیں۔

۲۹۔ مارچ۔ صدر آئزن ہوور اور وزیر اعظم برطانیہ مسٹر میکملن نے کیمپ ڈیوڈ میں باہمی مشورے کے بعد روس کی تجویز اس شرط کے ساتھ منظور کی کہ وہ معائنہ کرنے کے اور پابندی لگانے کے متعلق معاہدہ قبول کرے اور زیر زمین تجربوں کا پتہ لگانے کے سلسلے میں تحقیقی پروگرام میں شریک ہو۔ معاہدہ ہونے پر دونوں نے رضاکارانہ طور پر ایٹمی تجربے بند رکھنے کا وعدہ کیا۔

۱۴۔ اپریل۔ روس نے یہ تجویز منظور کر لی اور اسے حوصلہ افزا قرار دیا۔

۳۔ مئی۔ روس نے زیر زمینی ایٹمی ہتھیاروں کے تجربوں کا پتہ لگانے کے تحقیقی پروگرام میں شرکت منظور کر لی۔ اس شرط کے ساتھ کہ اس تحقیق کے دوران میں دوسرے ایٹمی ہتھیاروں کے تجربوں پر پابندی لگائی جائے۔

۹۔ مئی۔ روسی نمایندوں نے امریکہ کے ویلا پروگرام کی مخالفت کی اور کہا کہ تحقیقی پروگرام کے دوران میں امریکہ کے زیر زمین تجربے نامناسب ہیں۔

۱۸۔ مئی۔ پیرس میں کانفرنس کی ناکامی کے بعد کمروشچوف نے پیرس کانفرنس میں کہا کہ تجربوں کے متعلق بات چیت جاری رہے گی لیکن اگر آئزن ہوور یہ دھمکی دیں کہ وہ ایٹمی تجربے جاری رکھیں گے تو ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔

۲۷۔ مئی۔ اتحادی سبھا کی سلامتی کونسل نے مطالبہ کیا کہ ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی کے سلسلے میں بات چیت جاری رکھی جائے۔

۲۔ جون۔ امریکہ نے یقین دلایا ہے کہ ویلا منصوبے کے تحت جو ۱۱۲ ایٹمی تجربے وہ کر رہا ہے وہ ہتھیاروں کے مقاصد کے لئے نہیں بلکہ پرامن مقاصد کے لئے ہیں۔ لیکن روس نے کہا کہ اس کے مشاہدین کو مشاہدہ کرنے کی اجازت دی جائے۔

۲۷۔ جون۔ امریکہ نے روس کو پیش کش کی کہ وہ امریکہ پرامن ایٹمی تجربوں کے مشاہدے کے لئے اپنے ماہرین بھیجے لیکن اس نے انکار کر دیا۔ کانفرنس میں

قطعہ

بہرِ گلشن کہ گلعذار بُود | بہرِ نوروز نوبہار بُود

دیدہ صحنِ چمن صبا گفتہ | مرغِ نالان کہ دل فگار بُود

(آمدہ از زندگی باغ)

گفت و شنید پھر شروع ہوئی۔ اس سے پہلے امریکہ نے تین مرحلوں میں طے کئے جانے والے معاہدے کی تجویز پیش کی

۱۲۔ جولائی ۔ امریکہ نے تجویز کی کہ زیر زمین ایٹمی تجربوں کی سراغ رسانی کے متعلق جو جو معلومات فریقین کو معلوم ہوں وہ ظاہر کی جائیں۔

۲۶۔ جولائی ۔ روس نے یہ بات تسلیم کی کہ روس میں موقعہ پر تین معائنے کئے جایا کریں بشرطیکہ روس کو برطانیہ اور امریکہ میں بھی معائنہ کرنے کی اجازت ہو مغربی ممالک نے اس تجویز کو ناممکن العمل ہونے کے باعث مسترد کر دیا۔

۲۔ اگسٹ ۔ روس نے امریکہ کا ۱۲ر جولائی کا پلان نامنظور کر دیا۔

۴۔ اگسٹ ۔ امریکہ اور روس رکنیت کی شرائط کی زبان پر متفق نہیں ہوئے۔

۹۔ اگسٹ ۔ امریکی وزیر خارجہ ہرٹر نے پریس کانفرنس میں کہا کہ روس جنیوا کانفرنس میں جو رکاوٹ ڈال رہا ہے ان کے پیش نظر ایٹمی ہتھیاروں کے تجربے کرنے میں آزاد ہے۔

۱۷۔ اگسٹ ۔ صدر آئزن ہاور نے پریس کانفرنس میں کہا کہ اگر ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی کے متعلق کوئی معاہدہ ہو جائے تو مجھے اس سے بے حد اطمینان اور مسرت ہوگی لیکن روس معائنہ کرنے اور عملہ بھرتی کرنے میں رکاوٹ پیدا کر رہا ہے۔

۲۲۔ اگسٹ ۔ کانفرنس ۲۸ر ستمبر تک ملتوی ہو گئی۔ امریکہ کا بیان ہے کہ معاہدہ طے ہونے میں روس نے کنٹرول اور معائنے کے طریق کار میں اڑچن ڈال رکھی ہے

شیرازہ اہل حق کا ترجمان اور صاحب ذوق کا اخبار ہے

برطانوی ہسپتالوں میں کینسر کا علاج

نئی ایٹمی مشین کا استعمال

برطانیہ کی وزارت صحت نے کینسر کے خلاف اپنی جدوجہد کو تیز تر کرنے کے لئے ایسوسی ایٹڈ الیکٹریکل انڈسٹریز واقع ٹریفورڈ پارک (نزد مانچسٹر) کو نئے ڈیزائن کی تین ایٹمی مشینیں سپلائی کرنے کا آرڈر دیا ہے۔ ہر مشین کی قیمت تقریباً ۰۰۰، ۵۰ پونڈ ہے ان مشینوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ ان سے نکلنے والی ایٹمی شعاعیں کینسر کے مریضوں کا جلد اور زیادہ تعداد میں علاج کر سکتی ہیں۔ حفاظت کے خیال سے ان کا ایک حصہ زمین کے اندر نصب کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی چار مشینیں پہلے ہی سے برطانیہ میں استعمال ہو رہی ہیں۔ جن مشینوں کا اب آرڈر دیا گیا ہے وہ لیڈز، کارڈف اور مانچسٹر کے ہسپتالوں میں نصب کی جائیں گی۔ بدرجہ آخر ملک کے مختلف حصوں میں ۱۴ مشینیں استعمال میں لائی جائیں گی۔

ہندوستانی بیلے کمپنی گلاسگو میں اپنے فن کا مظاہرہ کریگی

معلوم ہوا ہے کہ بمبئی کا نیشنل بیلے ٹروپ ماہ ستمبر میں گلاسگو (اسکاٹ لینڈ) میں ہندوستان کے لوک ناچ اور "پنچ تنتر" نام کا ڈرامہ رقص میں پیش کرے گی۔ ان دنوں یہ کمپنی عالمی دورہ پر ہے اور ایڈنبرا فیسٹول میں حصہ لے رہی ہے۔ برطانیہ کے مختلف حصوں میں ہر سال موسیقی اور دیگر فنون کے جو فیسٹول ہوتے ہیں انہیں ایڈنبرا فیسٹول سب سے مشہور ہے دنیا بھر کے بہترین آرٹسٹ موسیقار اور ڈرامہ کمپنیاں اس میں حصہ لیتی ہیں۔ یہ فیسٹول ۲۱ اگسٹ سے شروع ہے اور ۱۰ر ستمبر تک جاری رہیگا۔ اسکے بعد مذکورہ ہندوستانی کمپنی گلاسگو میں اپنے فن کا مظاہرہ کرے گی۔

قطعہ

کسے بہ قسمت خود در فراز باید بود | برائے شیخ کہ وقت نماز باید بود
بہ شرط آنکہ بود لائق و سزاوارے | ہمہ نفوس بہ راز و نیاز باید بود

(آمدہ از نذری باغ)

برطانیہ کی خبریں

برطانوی سرجن جس نے ڈیڑھ لاکھ لوگوں کی آنکھیں بچایا

معلوم ہوا ہے کہ آنکھوں کے ممتاز برطانوی سرجن سر ہنری کا ہالینڈ دس ہزار ڈالر کا "میگ سے سے ایوارڈ" لینے کے لئے منیلا (فلپائن کی راجدھانی) گئے ہوئے ہیں۔ یہ ایوارڈ انہیں اور اُن کے بیٹے ڈاکٹر رونالڈ ہالینڈ کو مشترکہ طور پر دیا گیا ہے۔ ۸۵ سالہ سرجن سر ہنری نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ یہ رقم کوئٹہ (پاکستان) کے اس ہسپتال کو دے دیں گے جو انہوں نے آج سے ساٹھ سال قبل قائم کیا تھا۔ "میگ سے سے ایوارڈ" فلپائن کے سابق صدر رمان میگ سے سے کے نام پر قائم کیا گیا تھا۔ اور یہ ایک ایسے شخص کو دیا جاتا ہے جس نے ایشیا میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہوں۔ اس سال اس قسم کے چار ایوارڈ دیئے جا رہے ہیں۔ سر ہنری عام طور پر "فرنٹیئر ڈاکٹر" کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے متعدد دیگر مریضوں کے علاوہ ڈیڑھ لاکھ بلوچی اور پٹھان قبائلیوں کی بینائی کو بچایا۔ اب اُن کی اپنی نظر جواب دے رہی ہے۔ اُن کا بیٹا ڈاکٹر رونالڈ ہالینڈ اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پاکستان میں طبی و انسانی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

کامن ویلتھ کا "تاریخی مشن"

پچھلے ہفتہ وزیر تعلقات دولت مشترکہ مسٹر ڈنکن سینڈس نے ایڈنبرا میں کامن ویلتھ نمائش کی رسم افتتاح ادا کرتے ہوئے کامن ویلتھ کے "تاریخی مشن" کا ذکر کیا انہوں نے کہا کہ اس وقت مختلف قسم کی بے اعتمادی کا شکار ہیں اور اس بے اعتمادی کو دور کرنے کے لئے کثیر النسلی کامن ویلتھ نہایت اہم پارٹ ادا کر سکتی ہے وہ نہ صرف ممبر ملکوں کے درمیان بلکہ ساری دنیا کے لوگوں کے درمیان باہمی احترام اور ہم آہنگی پیدا کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے وزیر موصوف نے مزید کہا کہ کامن ویلتھ ایک خاندان کی طرح ہے تمام خاندانوں میں اندرونی جھگڑوں کا پیدا ہونا ایک قدرتی بات ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک خاندان کے ممبران باہمی تبادلۂ خیالات سے اپنے جھگڑوں کو نپٹا لیتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کامن ویلتھ کے ممبران کے درمیان لگاتار تبادلۂ خیالات ہوتا رہتا ہے اور یہی اس کی طاقت کا راز ہے۔

ایڈنبرا فیسٹول میں ہندوستانی فلمیں

معلوم ہوا ہے کہ ایڈنبرا کے بین الاقوامی فلم فیسٹول میں جو فلمیں دکھائی جا رہی ہیں ان میں کامن ویلتھ ملکوں کی فلموں (بشمول ہندوستانی فلموں) کی تعداد اب کی بار بہت زیادہ ہے۔ فلموں کا انتخاب برطانیہ کے ممتاز پروڈیوسروں اور نقادوں کی ایک کمیٹی نے کیا ہے۔ انتخابی کمیٹی کے ایک ممبر نے بتایا ہے کہ اس سال کامن ویلتھ ملکوں کی ڈاکیومنٹری فلمیں نہایت اعلیٰ معیار کی ہیں۔ پچھلے ہفتہ اس میلہ میں ہندوستان، برطانیہ اور کینیڈا کی فلمیں دکھائی گئی تھیں۔ انتخابی کمیٹی نے حکومت ہند کے فلمز ڈویژن کی فلم "کتھا کلی" کی بہت تعریف کی ہے۔

اسلامیہ اخبار اصل حق کا ترجمان اور صاف ذوق کا اخبار ہے

قطعہ

به زحمت بر سر کوہے که راہے می توان جستن | سرِ سبزہ که مرغانِ چمن ہم می توان خفتن
بگفته بیعتِ پیرِ مغان بازمرہ رندان | زِ آب کوثر و زمزم که ساغر می توان شستن

(آمدہ از نذری بلغ)

نوجوانوں کی عالمی تنظیم کا صدر

راوندر ورما دوبارہ منتخب ہوگئے

ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ ہندوستان کے مسٹر راوندر ورما " ورلڈ اسمبلی آف یوتھ " کے دوبارہ صدر منتخب ہوگئے ہیں۔ یہ انتخاب اس ادارہ کی کونسل کی ۸ ویں میٹنگ میں جو حال ہی میں بمقام اکرا (گھانا) میں ہوئی تھی، عمل میں لایا گیا تھا۔ سویڈن کے مسٹر ڈیوڈ ورمارک اس تنظیم کے دوبارہ سیکریٹری جنرل منتخب ہوئے ہیں۔ ڈنمارک کے مسٹر کرسچین بام ہنیسن خزانچی چنے گئے ہیں۔ مذکورہ میٹنگ میں ایک مستقبل ذیلی کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ ہوا ہے۔ یہ کمیٹی دنیا کے ہر حصہ میں انسانی حقوق کو فروغ دینے کے فرائض انجام دے گی۔

ہانگ کانگ خوشحالی کی راہ پر

ہانگ کانگ سے متعلق سالانہ رپورٹ ابھی ابھی لندن میں شائع ہوئی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ متعدد مشکلات کے باوجود یہ نو آبادی ترقی و خوشحالی کی راہ پر گامزن ہے۔ پناہ گزینوں کی وجہ سے ہانگ کانگ کی آبادی لگاتار بڑھ رہی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ لیکن زیر نظر سال کی رپورٹ کا ایک حوصلہ افزا پہلو یہ ہے کہ نئی بستیوں کے لوگ اب پہلے سے زیادہ خوشحال نظر آتے ہیں اور وہ اب ہانگ کانگ کو اپنا مستقل وطن سمجھنے لگے ہیں۔ ہانگ کانگ یونیورسٹی اور حکومت نے تعلیم کی توسیع کا ایک سات سالہ پروگرام بنایا ہے جس کے نتیجہ کے طور پر تعلیمی اداروں میں طلبا کی تعداد دوگنا ہو جائے گی۔ آبادی کے بے تحاشا بڑھ جانے کے باوجود جنگ کے بعد ہانگ کانگ میں کوئی تشویشناک وبا نہیں پھیلی ہے۔ سال کے اختتام پر نو آبادی میں پرائیویٹ ہسپتالوں اور زچہ خانوں کے علاوہ ۲۰ سرکاری ہسپتال تھے جن میں ۲۲۱۲ بستر تھے۔ ہزارہا لوگوں کو نئے مکانات میں بسایا گیا ہے۔

ہندوستانی طلبا کیلئے وظائف

معلوم ہوا ہے کہ کامن ویلتھ ملکوں کے مزید ۱۱۰ طلبا کو جن میں ۳۶ ہندوستانی طلبا بھی شامل ہیں۔ برطانوی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے وظیفے دیئے گئے ہیں۔ اس سے پہلے ۲۵ جولائی کو کامن ویلتھ کے ۶۶ طلباء کو وظیفے عطا کیے گئے تھے۔ یہ وظائف اس اسکیم کے تحت دیئے گئے ہیں جو گزشتہ سال ماہ جولائی میں کامن ویلتھ ایجوکیشن کانفرنس منعقدہ آکسفورڈ نے مرتب کی تھی۔

امید ہے کہ برطانوی وظائف کی تعداد اس سال ۲۲۰ تک پہنچ جائے گی۔ برطانیہ میں یہ اسکیم کامن ویلتھ اسکالرشپس کمیشن چلا رہا ہے جسے اس سال پارلیمنٹ کے ایک قانون کے تحت قائم کیا گیا تھا۔ بیشتر وظائف پوسٹ گریجویٹ طلباء کو دو سال کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ ان میں آنے جانے کا کرایہ، ٹیوشن فیس اور برطانیہ میں رہنے سہنے کے اخراجات شامل ہیں۔

شیرازۂ علم و ادب اور اخبار و سیاست کا گلدستہ ہے

قطعہ

ہر داغِ معصیت تو نگر زآب شستہ ایم
ہر پایۂ مکان کہ زِ سیلاب شستہ ایم

از دستِ پاکِ ما کہ بہ داریم در جہان
ہر وہم و ہم گماں ہمہ در خواب شستہ ایم

(آمدہ از نذری باغ)



کہ مسٹر کے۔ برہما نند ریڈی وزیر فینانس آندھرا پردیش نے نمائش میدان میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ
"آندھرا پردیش میں قحط کے آثار پیدا ہوگئے ہیں۔ حالات دن بدن خراب ہوتے جا رہے ہیں ایسی صورتحال سابق میں کبھی پیش نہیں آئی تھی ۔"
یعنی جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے

کہ مرکزی حکومت نے عثمانیہ یونیورسٹی کو مرکز کے تحت لینے اور یونیورسٹی میں ذریعہ تعلیم ہندی قرار دینے کی تجویز کو واپس لے لیا ہے ؎

آنچہ دانا کند ، کند نادان
لیک بعد از خرابیٔ بسیار

کہ ایک امریکی ڈاکٹر نے مردوں کے لئے مانع تولید انجکشن ایجاد کیا ہے
بالفاظِ دیگر "مہذب قتل" کا طریقہ معلوم کیا ہے

کہ مسٹر اے۔ جی۔ حکیم خطیب مقتنہ یوپی نے کہا کہ "طلباء میں بدنظمی پیدا کرنے کی ذمہداری نظامِ تعلیم پر ہے"
عرصہ ہوا کہ اکبر الہ آبادی اسپر روشنی ڈال چکے ہیں ؎

طفل میں خو بو ہو کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو "پوڈر" کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

کہ دشنی وزیروں کو برطرف کر دیا گیا لیکن آندھرا سے اسکا کوئی تعلق نہیں، یہ خبر الفزہ ترکی کی ہے

کہ مجلس بلدیہ حیدرآباد کیجانب سے ایک ایورویدک دواخانہ قائم کیا گیا
انجمن تجہیز و تکفین اور کریا کرم کے رسومات انجام دینے والوں کے لئے خوشخبری! اب دواخانہ سے متصل قبرستان کے لئے بلدیہ ایک پلاٹ بھی خرید لے تو مناسب ہے تاکہ "اتمام کرم" ہو جائے

کہ پولیس نے سوشیل کلبوں کے نام سے جوئے کے اڈوں کو برخاست کرنے کی مہم کا آغاز کر دیا ہے
اب دیکھنا یہ ہے کہ حیدرآباد کے نام نہاد کلبوں کی باری کب آتی ہے؟

کہ پنڈت نہرو نے ایک پرانے فٹ بال کو پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) میں ہراج کیا بنگال کے ایک سیٹھ نے اس فٹبال کی آخری بولی (۲۵) ہزار لگائی۔
اب سیٹھ صاحب کو حق پیدا ہوگیا ہے کہ وہ بنگال کے تمام سرکاری ٹھیکے وغیرہ حاصل کریں

کہ دودھ کی کوآپریٹیو سوسائٹیوں نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ قرض کی نصف رقم معاف کر دی جائے،
یعنی پانی ملے ہوئے دودھ کی رقم وصول کیجائے اور خالص دودھ کی معاف ہے!

قطعہ

بہرِ شادی حاجتِ قاضی بود | از پئے دورِ جہاں ماضی بود
بر سرِ جادہ نماید منزلے | از پئے ہر رہرو ہادی بود

(آمدہ از نذی باغ)

طیبہ برقی مشین پریس میں چھپ کر دفتر شیراز اردو ہفتہ وار، چادرگھاٹ گیٹ حیدرآباد سے شائع ہوا

علیؑ کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا
سنا کر آپ کو عثماں یہی کہتا ہے ہر اک سے
ذرا نورِ عشق کی وارفتگی سمجھا تو میں سمجھا
کوئی بابِ نجف کی بندگی سمجھا تو میں سمجھا

شیراز

سید محمد قائم شیرازی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر — مقام اشاعت:۔ چادر گھاٹ گیٹ حیدرآباد (۲) انڈیا

جلد ۱۴ روز جمعہ ۳۰ ستمبر سنہ ۱۹۶۰ء م ۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۸۰ھ شمارہ (۴۷)

غزل

(مطلع) عکس صورت کا نمایاں ہے یہ تصویر سے آج — کام بھی بن کے رہا خوبیٔ تدبیر سے آج

جل کے پروانے مرے، خاک بھی برباد ہوئی — کیسی یہ چوک ہوئی ہے کفِ گلگیر سے آج

دائم سے بلبلِ ناشاد یہ کہتی ہے صبا — آخر آزاد ہوئی حلقۂ زنجیر سے آج

کہتا ہے ہو کے تصدق یہی ہر حلقہ بگوش — شانِ اسلام ہے قائم دمِ شمشیر سے آج

بعدِ مدت یہ سُو سامنے آکر آخر — کیسی تسکین ہوئی جلوہ کی تنویر سے آج

کہتا ہے دارِ عدالت کہ تدارک ہے ضرور — بن گیا دیکھ لے قانون بھی تعزیر سے آج

واسطے اُنکے جو تھے صاحبِ کردار و حشم — شان باقی ہے سنو عزت و توقیر سے آج

مرد و عورت کو ذرا دیکھ لے تو وقتِ نشاط — کیسا نقشہ ہے کھنچا رقصِ بغلگیر سے آج

(مقطع) صدقۂ آلِ عبا ہے یہ سراسر غمّاں
کیسی نعمت یہ ملا ہے مجھے تقدیر سے آج

مرقوم ۲۸ ستمبر سنہ ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

گفتگو در نذری باغ بہ خواجہ حسن نظامی صاحب مرحوم دہلوی

فرمایا یہ اکثر زمانہ گذشتہ میں اپنے مریدین سے نذور حاصل کرنے کی غرض سے یہاں آیا کرتے تھے۔ (ڈبہ گل مرید ٹیکس) تو ایک دفعہ اتفاقاً حضرت محبوب الٰہی صاحبؒ کے عرس کا ذکر آیا تھا جو ہر سال دھوم دھام سے دہلی میں ہوتا تھا جس میں یہ بڑی دلچسپی لے کر انتظام کرتے تھے۔ اور اس کا ذکر اپنے روزنامچہ منادی میں بھی کرتے تھے۔ تو خود ہی نے کہا کہ علاوہ سینکڑوں معتقدین کے (از قسم ذکور) دور دور سے طوائف بھی آتی تھیں اور غالباً درگاہ شریف میں ان کا مجرا بھی ہوتا تھا۔ جیسا کہ سُنا ہے اجمیر شریف کے عرس میں ہوا کرتا تھا۔ اسی سلسلہ میں میں نے یہ سُنکر کہا کہ کیا یہ پیشہ ورگروہ اناث آپ کا مرید تھا کہ عام قاعدہ کی رو سے پیری مریدی اُوس وقت ہوتی ہے جبکہ انسان ارتکاب منہیات سے خود کو دور رکھنے کا عہد کرتا ہے ورنہ اگر یہ بات پیدا نہیں ہے تو پھر تائب ہونا بیکار ہے جبکہ ایک طرف یہ بھی ہو رہا ہے اور دوسرے طرف مذموم پیشہ بھی جاری ہے۔ یہ سُنکر خواجہ صاحب نے کہا کہ سرکار کا ارشاد ضرور قابل غور ہے کہ جب تک کسی چیز کی یکسوئی نہ ہو ایسے نمایشی کاموں سے کام نہیں چلتا۔ اس کے بعد کہا کہ جب کہ یہ مستورات ہم کو مجبور کرتی ہیں مرید کرنے کے لئے تو ہم بھی بادل نخواستہ ہی کیوں نہ ہو اون کو خوش کرنے کی غرض سے مریدی کے سلسلہ میں ان کو شریک کر لیتے ہیں۔ دراں حالیکہ ہم کو اس سے بحث نہیں کہ مرید ہونے والی مستورات اپنے عہد کی پابند رہیں گی یا نہیں۔ جس میں ہمارا دخل نہیں کہ وہ جانے اور اون کا کام جانے۔ اسی سے ہم کو تعلق نہیں۔ یہ سُنکر میں نے کہا خواجہ صاحب کی تشریح ایک حد تک درست تھی۔ اور گفتگو ختم ہوئی۔ آخر میں فرمایا کہ خواجہ صاحب کو مجھ سے خلوص تھا اور ان کو میں ایک زمانہ دراز سے جانتا تھا جو میرے خیال میں یہ مداح اہلبیتؑ رسولؐ تھے اور دوسرے امور میں وسعت نظر رکھتے تھے۔ زیادہ۔ خدا مرحوم کو جنت نصیب کرے۔!

مرقوم ۲۸ ستمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

این موسم بہار کہ مست شراب کرد | بر روئے گل نسیم ہمہ رنگ گلاب کرد
ذاکر نگر بہ ماہِ عزا بہرِ سامعین | بر روئے مجلسے ہمہ شرح کتاب کرد

(آمدہ از نذری باغ)

خوبیٔ رشتہ داری حبیب محمدؐ بہ عمزاد برادر سابق بریگیڈیر سید حبیب احمدؒ

فرمایا یہ معاملہ وہ تھا کہ حال میں ہاشم علیؑ کے کردار نازیبا سے متعلق جو چند مضامین شیراز میں طبع ہوئے تھے تو ان کا کہنا تھا کہ یہ پہچانت کے خیال سے ہی کیوں نہ ہو اس لڑکے کے باپ کے نام کے ساتھ انکا نام کیوں شریک کیا جاتا ہے حالانکہ یہ اعتراض صحیح نہیں تھا کہ ایسا لکھنے سے میرا مقصد اس لڑکے کی تعلیم و تربیت کا ان کو ذمہ دار نہیں بنانا تھا۔ حتیٰ کہ باپ مصیبت زدہ کو بھی اس سے بری رکھا تھا کہ بعض وجوہ سے چاہے وہ درست تھے یا نہیں پولیس ایکشن کے سلسلہ میں کامل ساڑھے تین سال مصائب میں گرفتار تھے اور یہ معاملہ عالم آشکارا تھا نہ کہ راز سربستہ۔ مگر باوجود این ہمہ بھائی صاحب نہیں چاہتے تھے کہ ان کا نام بیچ میں آئے۔ چاہے کسی شکل ہی میں کیوں نہ ہو۔ دوسرے طرف میں نے معتبر ذریعہ سے سنا تھا کہ انکی زوجہ بھائی صاحب کی بہن ہے حتیٰ کہ اونہوں نے اپنے مکان کی کچھ زمین بھائی صاحب کو مکان بنانے کی غرض سے دی تھی۔ جس پر ان کا موجودہ مکان کھڑا ہے (متصل مکان حبیب محمدؐ) اور جہاں تک میرا خیال ہے ان کے تعلقات آپس کے اچھے ہیں (یعنی کشیدہ نہیں ہیں) کہ اپنی ساری جائداد کو اولاد نہ ہونے سے اپنی زوجہ کے نام اپنے عین حیات منتقل کرکے اس کی رجسٹری اونہیں کے نام کرا دی ہے۔ الحاصل یہ سب التفات یا نوازشات کی موجودگی میں بھائی صاحب کے نام کی شرکت اپنے نام کے ساتھ ان کو ناگوار خاطر تھی۔ اور یہ منطق ایسی عجیب و غریب تھی نہ دیدہ نہ شنیدہ۔

چنانچہ اسی سلسلہ میں وہ نذری باغ سے رکشا میں بیٹھکر اپنے گھر چلے گئے اور جاتے وقت اپنے مددگار لطف علیؐ سے کہہ گئے کہ وہ سرویس میں رہنا نہیں چاہتے ہیں۔ دوسرے طرف کوئی الزام ان پر رکھکر خدمت سے انکو علحدہ نہیں کیا گیا بلکہ خود ان کی خواہش کے مطابق عمل کیا گیا۔ چنانچہ یہی انکی اندھا دھند حرکت یا لغزش تھی جس کا احساس کرکے متعاقب ان کو پشیمان ہونا پڑا۔ اور اسی معاملہ میں از خود دو بار جنگ کے گھر جاکر اون کے سامنے گریہ کئے۔ جس کا حال مجھے صاحب موصوف سے معلوم ہوا۔ چنانچہ چند سطر شیراز میں مختصراً لکھا تھا کہ اس کے کیا وجوہ تھے متعاقب بیان کروں گا۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں کسی قدر تفصیل سے یہ لکھوں تاکہ معاملہ کی وضاحت ہو جانے دیجئے۔ خلاصہ یہ کہ تیر از کمان جستہ باز نمی آید اس وقت ان کے پیش نظر ہے۔

(آمدہ از نذری باغ) مرقوم ۲۸ ستمبر ۱۹۶۰ء

قطعہ

روزہ نماز بہر جیا ہے مقرر است || از بہر بادِ صبح جزا ہے مقرر است
خوش قسمتیم در دو جہان کز خدائے پاک || از بہر رہبری کہ اِما ہے مقرر است

(آمدہ از نذری باغ)

تلوّن مزاجی ہاشم علی پسر سابق بریگیڈیر سید احمد برادرزادہ حبیب محمد

فرمایا یکم اگست ۱۹۶۰ء کو اس نے جو چار سطری معروضہ اپنے قلم سے لکھکر پیش کیا تھا نذری باغ سے اپنے باپ کے گھر جانے کے سلسلہ میں جسکا ذکر طبع شدہ مضامین میں شریک ہے۔ اسی سلسلہ میں بابلیلی جوان توشک خانہ نذری باغ سے کہا تھا (جو کہ اس معاملہ میں بیچ میں کام کر رہا تھا یعنے اس کا علم اسکو اچھی طرح تھا کہ کیا گذرا تھا) کہ اس پر میرا جو لطف و کرم تھا (۸ سال تک جبکہ وہ نذری باغ میں تھا) اس کو وہ کبھی فراموش نہیں کریگا۔ اور وہ صرف اسقدر چاہتا ہے کہ ٹکنیکل کالج میں اس کو میں شریک کرادوں کیونکہ وہ یہاں بیکار رہتا ہے اور آئندہ کسی بھی لڑکی کو میں اس کے لئے تجویز کروں (بجز علاقہ میسرم) اور اسکے عقد دوم کے لئے یہ اسکو منظور رہے وغیرہ۔ مگر اسکے بعد ہی اس خیال سے فوراً پلٹ گیا اور دوسری خواہش ظاہر کیا جو مضمون ۳۔ اگست ۱۹۶۰ء میں مندرج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے قول و فعل پر بھروسہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ ایک شکل میں قائم نہیں ہے۔ نظر برآں جب تک اسکے رویہ میں خاطر خواہ اصلاح نہ ہوگی تو پھر اس کی آئندہ کی زندگی کس نوع کی ہوگی اسکا علم بجز خدا کسی دوسرے کو نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ تعلیم و تربیت کیلئے اچھا خاصہ حصہ اسکی عمر کا گذر چکا ہے اور بجز ایک حد تک انگریزی جاننے کے۔ اردو نوشت و خواند میں یہ ناقص ہے کہ چار سطر اپنے قلم سے درست انشاء املا کے ساتھ نہیں لکھ سکتا۔ اور نہ کسی معاملہ میں درست طریقہ پر گفتگو کرسکتا کہ اگر یہ ہوئی بھی تو بے ربط یا بے سلسلہ ہوگی جو علامت ہے ناقص تعلیم کی۔ الحاصل اس کے مقدر میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا چاہے اس کا نتیجہ خوش آئند ہو یا نہیں۔ اس سے یہاں بحث نہیں۔ اور ساتھ ہی جو آرام و راحت کی زندگی کا یہ نذری باغ میں عادی ہوگیا تھا اسکو چھوڑ نہیں سکتا۔ اور آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اسکی عمر کے مدنظر ۲۶ سال کی متاہل زندگی چاہے وہ کسی نوعیت کی ہو تنہائی میں گذر کرنا دشوار ہے بغیر رفیقۂ حیات کے۔ یہ ہے میرا قطعی خیال و بس۔

مرقوم ۲۸ ستمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

ہر گل نگر بہ صحن چمن در شباب بود ‖ در محفل نشاط کہ جام شراب بود

تشریح معنئ تبسم بگفت بہ خطبہ ‖ ہر نکتہ نیز رمز نگر در کتاب بود

(آمدہ از نذری باغ)

انتباہ برائے اغیار جن کو نذری باغ سے تعلق نہیں مگر ساتھ ہی اسکے خانہ زادوں سے میل ملاپ رکھتے ہیں یا بُرے کاموں کی انکو ترغیب دیتے ہیں

فرمایا معتبر ذریعہ سے مجھے خبر ملی ہے کہ بعض خانہ زادان (نہ کہ اولاد عہدہ داران جو اونچے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں) آنکھ بچا کر نذری باغ سے نکل کر اپنے جان پہچان اشخاص کے ساتھ ہوٹلوں میں چار پینے کی غرض سے جایا کرتے ہیں یا ان کے گھر پہنچکر اپنے معاملات میں مشورہ کرتے ہیں (خصوص جو ان چیز کریوں پر فریفتہ ہو کر) کہ کس طرح سے ان کو حاصل کیا جائے جس کی وجہ سے یہ خانہ زادان معائب کا شکار ہو کر اپنے مفاد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے ہیں جیسا کہ سابق خانہ زاد قادر علیؑ و مختار علیؑ کا معاملہ تھا جو کہ آشکارا ہو گیا ہے۔ نظر بر آں اگر آئندہ اس کی روک تھام نہ ہوگی اور یہی سلسلہ جاری رہے گا تو نذری باغ مجبوراً ان کو خانہ زادگی سے خارج کر دیگا تا کہ دوسروں کے لئے عبرت ہو۔

الحاصل ان مذموم امور کا سد باب ضروری ہے اور مناسب سمجھا کہ چند سطور لکھکر اس مسئلہ پر روشنی ڈالوں کہ نذری باغ کو اگر تعلق ہے تو صرف یہاں کے رہنے والوں سے ہے (یعنے خانہ زادوں سے) نہ کہ ان لوگوں سے جو کہ نذری باغ سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔ اور ان معاملات پر ایس۔ پی۔ ریڈی کو حکم دیا ہے کہ اپنے ماتحت عہدہ داروں کے توسط ان امور پر نظر رکھی جائے۔ اور غیر معمولی واقعات کی اطلاع مجھے دیتے رہیں۔ کیونکہ میری توجہ بھی اب اس مسئلہ پر زیادہ ہو گئی ہے کہ جتنے افراد اپنا رویہ اچھا نہ رکھیں وہ نذری باغ سے خارج ہونا ضروری ہے تا کہ ڈیوڑھی کی بدنامی نہ ہو۔

ف۲ میرا خیال ہے کہ موجودہ تعداد کے مدنظر اگر نصف بھی ان حرکات مذموم سے بچے رہیں تو بسا غنیمت سمجھا جائے گا۔ مگر شکر ہے کہ سب متاہل خانہ زادان ان آفات سے محفوظ ہیں رہا آئندہ انکی قسمت میں کیا لکھا ہوا ہے اسکا علم بجز خدا دوسرے کو نہیں ہو سکتا۔ وبس۔

مرقوم ۲۸ ستمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

قطعہ

نگر این دورِ صہبا صبح و شام است	نگر بادِ صبا ہم در خرام است
پئے بخشایش عصیان بہ محشر	برائے ما نگر ذاتِ امام است

(آمدہ از نذری باغ)

مخصوص حالات بوجہ بعض واقعات کے

فرمایا دو خانہ زادوں کی زوجگان (یعنے زوجہ ہاشم علیؑ پسر سابق برگیڈیر سید حبیب احمد جسکا نام اشرفی بیگم ہے اور زوجہ عارف علیؑ جس کا نام مریم بیگم ہے انکو بعض وجوہ سے طلاق ہوگیا ہے۔ اور یہ صاحب اولاد ہیں۔ مگر عقد دوم پر راضی نہیں ہیں۔ لہذا ان حالات کی وجہ سے انکے نام مقررہ اذوقہ جاری نہیں ہوا کہ یہ خود گھر نہیں چلا سکتے (بجز پاکٹ منی) اس شرط کے ساتھ کہ انکی پرورشی کی ذمہ داری مع اولاد دفتر ٹرسٹ سے متعلق ہوگی آئندہ زمانہ میں (جیسا کہ اب کام ہو رہا ہے) اور عملۂ ملازمین جو انکی خدمت میں اس وقت ہے وہ آئندہ برخاست نہ ہوگا اور خوردونوش یا علاج معالجہ کا انتظام انکے اور انکی اولاد کے مقررہ اذوقوں سے دفتر ٹرسٹ کریگا جو کہ زیر نگرانی ٹرسٹ ہے۔ اس طرح سے یہ ہر دو کو زمانہ آئندہ میں کسی قسم کی فکر یا دردسری باقی نہیں رہے گی اور جس طرح سے ان کی زندگی اب بسر ہو رہی ہے اطمینان کے ساتھ ویسی ہی آئندہ زمانہ میں قائم رہے گی کہ اس کا انتظام میں نے دفتر ٹرسٹ میں کر دیا ہے۔

ف۲۔ فرمایا اسی طرح سے صرف دو خانہ زادوں کے معاملات کا انتظام ہوا ہے کہ ان کے نام مقررہ اذوقے جاری نہیں ہوتے ہیں بجز پاکٹ منی کے یعنے عزیز علیؑ مع زوجہ سکینہ بیگم اور اسکے کم سن بچے۔ اور جہانگیر علیؑ مع زوجہ حسینی بیگم مع اسکے کم سن بچے۔ اور معاملہ اوّل الذکر و موخر الذکر میں فرق دوسری نوعیت کا ہے۔ یعنے اوّل الذکر کا معاملہ طلاق کی وجہ سے ہے۔ اور موخر الذکر کا معاملہ جو ہے وہ جو نیر پرنس کی رضاعی بہن یعنے موتی بیگم (منکوحہ کاظم جاہ مرحوم) کا بھائی جہانگیر علیؑ ہے اور زوجہ عزیز علیؑ جہانگیر علیؑ کی بہن ہے یعنے سکینہ بیگم۔ خلاصہ یہہ کہ میں نے ضرورت اس امر کی محسوس کیا کہ اس معاملہ سے متعلق چند سطور لکھکر اس کی وضاحت کر دوں جبکہ دوسرے مماثل خانہ زادوں یا اولاد عہدہ داروں کے معاملات کی نقاب کشائی کی تھی تاکہ ہر چیز کی وضاحت ہو جائے اور یہ جملہ مضامین شائع شدہ کا انگریزی میں ترجمہ ہوکر میری دستخط کے ساتھ دفتر ٹرسٹ میں رکھا دیا گیا ہے تاکہ آئندہ زمانہ میں (یعنے میرے جانشین کے زمانہ میں کام آئے۔ خلاصہ یہ کہ میرے خیال میں یہہ چند افراد خوش قسمت تھے کہ ہمہ قسم کے افکارات سے ان کو نجات ملی کہ ان کے اور ان کی اولاد کے معاملات کو میں نے دفتر ٹرسٹ کے سپرد کیا ہے۔

ف۳۔ یہہ انتظام میرے زمانہ میں ہونے سے آئندہ اس میں کم و بیشی نہیں ہوسکتی یہ قطعی ہے۔ اور ان کے سب ذاتی معاملات کی دیکھ بھال دفتر ٹرسٹ سے ہوتی رہے گی۔ اس وجہ سے یہہ افراد آئندہ کے مشکلات سے نجات پائے جو اطمینان کی زندگی بسر کریں گے۔ مبارک باشد۔

مرقوم ۲۹ ستمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از [illegible])

تقرر ندیم المحسن ایم۔اے سابق پروفیسر جاگیردار کالج

فرمایا ان کا تقرر یکم اکٹوبر ۱۹۶۰ء سے امتحاناً چند ماہ کے لئے ہیں نے میری اولاد یعنی (۴) لڑکے۔
اور دو پوتے (یعنی اولاد کاظم جاہ مرحوم) کو انگریزی اور اردو کی تعلیم دینے کے لئے مقرر کیا ہے۔
عدن باغ میں۔ سُنا ہے جو ایک قابل شخص ہیں۔ جس سے علی پاشاہ۔ محمود پاشاہ واقف ہیں۔
کس لئے کہ ابتک ایک ٹیچر لارنس (اینگلو انڈین) پڑھاتا تھا۔ جو اس کام کے لئے موزوں نہیں تھا۔
(Lawrence)
لہٰذا یہ دوسرے خانہ زادوں کو پڑھائے گا جن کو کہ اب تعلیم دے رہا ہے۔
روزآنہ وقت پڑھائی صبح (۸) بجے سے تا دس ساعت ہے (بجز جمعہ)

مرقوم ۲۹ ستمبر ۱۹۶۰ء

(آمدہ از نذری باغ)

صحت سہو کتابت ایک دو جگہ در مضمون شائع شدہ ادُوزہ

(در نظام گزٹ بہ عنوان "مخصوص حالات بوجہ بعض واقعات کے")

فرمایا میرا خیال ہے لفظ طلاق مذکر ہے نہ کہ مونث۔ لہذا طلاق ہُوا تھا درست ہے نہ کہ طلاق ہُوئی تھی۔ دُوم جہانگیر علیؓ مُتاہل خانہ زاد موتی بیگم (رضائی بہن جونیر پرنس) کا بھتیجہ ہے نہ کہ بھائی کیونکہ اس کے باپ کو گزر کر ایک طویل زمانہ گزرا ہے جس کا نام اشرف علیؓ تھا۔

دیگر۔ بیاپچ نمبر ۳ خانہ زادان مقیم نیاز خانہ کنگ کوٹھی میں ایک مُتاہل خانہ زاد ہے جس کا نام یُوسف علیؓ ہے اس کا کردار اچھا نہیں ہے کہ دو تین سال قبل ایک واقعہ میز خانہ کنگ کوٹھی کے سلسلہ میں پیش آیا تھا جبکہ اس کے اعمالِ بد کی وجہ سے اسکو سزا ملی تھی۔ مگر اب پھر وہ حرکات بد شروع کیا ہے لہذا اسکا خمیازہ اسکو بھگتنا ہوگا۔ زُود یا بدیر کہ یہ نذری باغ میں رہنے کے قابل نہیں ہے۔ لہذا قریب میں اس واقعہ پر صراحت سے روشنی ڈالونگا۔ مگر سردست اس پریس بن ریڈی کی نگرانی قائم کر دیا ہے۔ بہر حال چند ایسے بد معاش یا بد کردار خانہ زادان ہیں جو مذموم حرکات کرکے ایک طرف دیوڑھی کو بدنام کرتے ہیں تو دوسرے طرف اچھے کردار کے خانہ زادوں کے نام پر بٹہ لگاتے ہیں کس لیے کہ خرمن گندم کو مٹھی سے دیکھا جاتا ہے نہ کہ دانہ دانہ سے۔ ارباب حل ان اُمور کی اصلاح کے طرف میں متوجہ ہوں۔

نوٹ۔ ایک خانہ زاد غیر مُتاہل جسکا نام واصف علیؓ ہے جو زمرد بیگم منکوحہ کاظم جاہ مرحوم کی پھُوپی کا بیٹا ہے۔ اس نے حال میں جو حرکت بد کیا تھا شکر ہے کہ بروقت اسکی رُوک تھام ہوگئی ہے ورنہ یہ بھی زمرۂ خانہ زادان سے یادداشتاً خارج ہو کر پرٹ کے حقوق سے محروم ہو جاتا (مثل سابق خانہ زادان قادر علیؓ و مختار علیؓ) بہر حال اس قصہ کو قریب میں صراحت سے بیان کرونگا کہ وہ کیا تھا۔ مگر اسکی نوعیت وہی تھی جو زن مرید خارج شدہ خانہ زادوں کی تھی۔ مگر مجھے افسوس تو اس کا ہے کہ اس کے بڑے زمانہ گذشتہ میں اپنی کچھ نہ کچھ حیثیت رکھتے تھے جو اس لونڈے کی حرکت سے بدنام ہوئے۔ خیر بہر وقت دیکھا جائےگا جس کی سردست جلدی نہیں ہے۔

مرقوم ۳۰ ستمبر ۱۹۶۰ء (وآمدہ از نذری باغ)

معاملہ قرضہ اولادِ عہدہ داروں کا ہو یا خانہ زادوں کا

(علاقہ میسرم و گولکنڈہ مقیم نذری باغ)

فرمایا اگر یہ بلا اجازت سرکار خفیہ طور پر قرضہ کریں تو اسکی ادائی انکو اپنے ازوقوں سے خود کرنا ہوگا یہ اقساط جو کہ ہر ماہ ان کے نام دفتر ٹرسٹ سے جاری ہوئے ہیں۔ مگر دوسری طرف اگر وہ ادائی نہ کر سکیں اور قرضخواہ اس معاملہ کو سرکار کے سامنے لائیں تو قرضخواہوں سے کہا جائیگا کہ اسکی ادائی کا دفتر ٹرسٹ ذمہ دار نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنی خوشی سے یہ قرضہ دیا ہے۔ لہذا اگر چاہیں تو قرض دینے والے قرض لینے والوں کے مقابل عدالت میں رجوع ہوں تو عدالت اسکا جو کچھ تصفیہ کریگی اوس کے مطابق دفتر ٹرسٹ کام کرے گا۔

دوم اگر عدالت ادائی قرضہ سے متعلق قرض لینے والوں کو ذمہ دار قرار دے تو دفتر ٹرسٹ ان افراد کی مجتمعہ رقم سے جو کہ زیر نگرانی ٹرسٹ ہے ادا کر دیگا۔ یہ اقساط مقررہ اسکی پابجائی انکے ماہانہ ازوقوں سے کریگا (یعنی منہائی کا عمل کرے) جبکہ قسط ۲۵ ماہانہ سے کم مقرر نہ ہوگی۔ اور اگر ایسا ہو تو لا محالہ ان کے ازوقوں کی مقدار میں گھٹا آ کر انکو تکالیف برداشت کرنا ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ جب تک ان کو غربی و سرپرست مصائب میں نہ ڈالے گا یہ کبھی اپنی جگہ ہشیار ہوکر دیکھ بھکر کام کرنے کے قابل نہ بنیں گے۔ اور ایسا کرنا ضروری ہوگا کہ اب تک یہ نذری باغ میں راحت آرام کی زندگی بسر کر کے مصائب کس کو کہتے ہیں اس کا ان کو تجربہ نہیں ہوا ہے۔ لہذا اب یہ اگر ایک وقت بھی ہو جائے تو یہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر حزم و احتیاط کی زندگی بسر کرنا سیکھیں گے ورنہ نہیں۔

سوم اگر عدالت کی کارروائی اسی بارہ میں پیش ہوگی تو مصارف قرضہ گیرندہ دفتر ٹرسٹ جو کام ہوگا اس کے جو کچھ مصارف ہوں گے اس کی پابجائی انکی مجتمعہ رقم سے یکمشت ہوگی۔ اور اگر ہر وقت ایسا ہی ہوتا رہے گا تو جمع شدہ رقم صرف ہو کر یہ خدا نہ کردہ ایک دن قلاش بن جائیں گے جبکہ انکی موجودہ زندگی کی سراسر توہین ہوگی (در زندگی طمع) لہذا اس کا ان کو خیال رہے کہ سب معاملات ان کے ذاتی جو اب تک پردہ میں تھے ان کی نقاب کشائی ہو کر منظر عام پر آرہے ہیں چاہے نظام گزٹ میں ہو یا اسٹیٹسمین میں تو ایک ہی بات ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان کو ہر طرح سے خبردار کیا گیا ہے ہر معاملہ کے نشیب و فراز سے۔ لہذا اس کے بعد کبھی اگر بدقسمتی سے وہ گھاٹے میں رہیں یا انگشت نما بنیں تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ بقول "خود کردی خویش آمدی پیش"۔ زیادہ خدا ان کو نیک توفیق دے کہ اپنی زندگیوں کو سنبھالیں جو ان کے حق میں اس پر آشوب زمانہ میں ایک نعمت سے کم نہیں بلکہ انمول ہے۔ جس کی حفاظت کرنا ان کا فرض اولین ہے۔

مرقوم ۲۲ ستمبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

اسٹیج سے پردہ اُٹھ چکا

فرمایا دنیا میں ہر جگہ نیک و بد اشخاص ہوتے ہیں یا انکا کردار خوب و زشت رہتا ہے۔ لہذا اس کو پیش نظر رکھکر میں نے مناسب سمجھا کہ سب خانہ زادان ہوں یا اولاد عہدہ داران ہوں (جبکہ موخر الذکر گنتی میں چند ہیں) ان کے اذوقوں کا جو ٹرسٹ بنایا ہے اور اس میں جو دفعات (Sections) رکھے گئے ہیں اوس کا علم ہر دو فریق مذکورہ کو کرادوں۔ تاکہ غفلت میں رہ کر اپنا نقصان نہ کرلیں۔ وہ یہ ہے کہ زمانہ آئندہ میں (یعنے میرے جانشین کے زمانے میں) انکے اعمال و افعال اگر اچھے نہیں ہوں گے بلکہ مذموم تو اوس وقت ٹرسٹیز کو (بہ شمول میرا جانشین) اختیار ہوگا کہ انکی جس نوع کی زندگی ہوگی یا اعمال ناشائستہ ہوں گے تو ٹرسٹیز ان امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان پر جرمانے عاید کرینگے یا کچھ جزو اذوقہ کا یا دائماً حذف کردیا جائیگا (ایک وقت مقررہ تک تاکہ یہ اپنے اعمال کی اصلاح نہ کرلیں) یا سنگین جرم پر ان کو ٹرسٹ سے خارج کرکے ان کا اذوقہ جو کچھ ٹرسٹ میں مقرر ہے انکی اولاد صلبی پر منتقل کریں گے (کیونکہ یہ معصوم ہونے سے والدین کے افعال کی ذمہ داری ان پر عاید نہیں ہوسکتی) اور دوسری طرف اس کے پانے کے وہی مستحق ہیں وغیرہ۔ خلاصہ یہ کہ خطا یا جرم کی نوعیت جیسی ہوگی اوس کے مطابق ٹرسٹیز کام کریں گے کہ ان اختیارات کو معطی (Settlor & Doner) نے ان کو دیا ہے۔ کیونکہ دوراندیشی کو کام میں لا کر ایسا ضابطہ یا قواعد ٹرسٹ میں مقرر کرنا اوس کے لئے ضروری تھا ورنہ اگر ایسا نہ کرتا تو ٹرسٹ کا بنانا یا نہ بنانا دونوں برابر تھا کہ یہ کثیر رقم کا کورپس قائم کرکے ان کو آزاد چھوڑ دینا اوس کے لئے ناممکن تھا اور دوسری طرف ان کو بے لگام چھوڑ دینا کہ جس طرح سے چاہیں اپنی اندھا دھند زندگی بسر کریں یہ ناممکن تھا۔ بقول۔ مال مفت دل بے رحم۔ یعنے ٹرسٹ سے گویہ افراد فائدہ تو اٹھائیں مگر اپنے اعمال زبون کی اصلاح نہ کرکے خود کو انگشت نما دنیا میں بنائیں۔ بلکہ جس گھر سے (یعنے نظام کے) یہ وابستہ ہیں اوسکی توہین کریں۔ اور جس غرض سے یہ بنایا گیا تھا وہ فوت ہو جائے اس لئے یہ قیود رکھنا ضروری تھا۔ خصوص ان کی موجودہ طرز زندگی کو دیکھتے ہوئے جو قابل اطمینان نہیں تھی۔

بہرحال جو کچھ در دسری لے کر ان کے حق میں فیاضی سے کام لیا (خصوص اس پر آشوب دنیا میں) اسکی داد سب جہاں دیدہ اصحاب دے رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان پابندیوں کی سخت ضرورت ٹرسٹ میں تھی ورنہ کثیر رقم برباد جاکر یہ اوس مقولہ کا مصداق بنتی یعنے:—

"یکے نقصان مایہ دیگر شماتت ہمسایہ"

مرقوم ۲۷ ستمبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

آگاہی برائے اولاد عہدہ داران (جو گنتی میں چند ہیں) یا

(خانہ زادان علاقہ میسرم و گولکنڈہ)

فرمایا بعض قواعد جو ٹرسٹ میں ہیں انکا جاننا ان کیلئے ضروری ہے کہ حدود دیوڑھی نذری باغ میں جو مکانات ہیں جن میں یہ مقیم ہیں (بعض قلوں کے نام سے) یہ ملک پرائیویٹ اسٹیٹ نظام ہیں کہ نظام کے خانگی پیسہ سے یہ بنائے گئے ہیں۔ البتہ قیام کی اجازت انکو اس شرط سے دی گئی ہے کہ جب تک انکا کردار درست رہیگا ان مکانات سے انکو خارج نہیں کیا جائیگا کیونکہ انکی عمریں (مع آل و عیال) یہیں بسر ہوتا ہے کہ یہ میرے خاندان سے وابستہ ہوگئے ہیں مگر ساتھ ہی اسکے اس میں رہنے والے ان مکانات کو اپنی خانگی ملک سمجھکر فروخت نہیں کرسکتے اور نہ رہن کرسکتے ہیں یا نہ باہر والوں کو (یعنے اغیار کو جنکو دیوڑھی سے تعلق نہ ہو) یہاں لاکر رکھ سکتے۔ چنانچہ دو سابق کے خانہ زاد قادر علی و مختار علی کا کیا معاملہ تھا جس کی بناء پر بادشاہ ٹرسٹ سے انکو خارج کرکے زمرۂ خانہ زادوں کے حقوق سے محروم کردیا گیا۔ اور اب بیرون حدود دیوڑھی بگھی خانہ کی طرف جو مقیم ہیں (سابق بیارکس میں کم و بیشی کرکے) انکی حیثیت مثل ملازموں کے ہے اور ان کے لئے اسوقت جو کچھ کیا گیا ہے وہ محض پرورشی کے خیال سے ہے۔ مگر ہمیشہ وہ یہاں قیام نہیں کرسکتے کہ ایک دن انکو یہاں سے خارج ہونا ضروری ہوگا۔ اور جہاں چاہیں یہ جاکر قیام کرسکتے ہیں۔ البتہ پرورشی کیلئے کچھ اذوقہ منجانب پرائیویٹ اسٹیٹ نظام انکے لئے زمانہ آیندہ میں (یعنے میرے جانشین کے زمانہ میں) مقرر ہو جائے گا۔ و بس۔

ف۲ خلاصہ یہ کہ جتنے متاہل افراد ہیں ہر دو گروہ کے انکو چاہیئے کہ حالات دنیا پر نظر رکھ کر اور قواعد مقررہ کی پابندی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کریں۔ ورنہ اپنے ہاتھوں یہ نقصان اٹھائیں گے اسوقت کف افسوس ملنے سے فائدہ نہ ہوگا کہ مربی و سرپرست نے ان کو ان امور مذکورہ سے آگاہ کردیا ہے تاکہ یہ غفلت میں نہ رہیں۔ چونکہ یہ مکانات مذکورہ ملک پرائیویٹ اسٹیٹ نظام ہے۔ لہذا اسکی داغدوزی یا مرمت وغیرہ کی ذمہ داری کمیٹی انتظامی کے سپرد رہے گی۔ یعنے بہ الفاظ دیگر اس کا بار ساکنین مکانات کے ذاتی اذوقوں پر نہیں پڑے گا۔ اسی طرح سے ان کے ٹیکس کی ادائی وغیرہ کا۔ بشرطیکہ سلامت روی سے یہ رہیں ورنہ دو خسارہ میں رہیں گے۔

لوٹ۔ البتہ زمانہ آیندہ میں ان کو پانی اور بجلی کا خرچہ اپنی ذاتی اذوقوں سے ادا کرنا ہوگا۔ اور اسوقت سرکاری ملازم جو اس وقت ان کی خدمت کرتے ہیں وہ برخاست ہو جائیں گے اور ان کو بطور خود اس کا انتظام کرنا ہوگا۔ خانگی ملازم رکھکر اور اپنی زندگی آپ سنبھالنا ہوگا اور اپنے اعمال کے ذمہ دار رہنا ہوگا۔ ورنہ مصائب کا سامنا کرنا ہوگا۔ زیادہ خدا فضل کرے۔

مرقومہ ۲۸ ستمبر ۱۹۶۰ء

(منقول از نظام گزٹ)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

ترجمان اہل حق ہے قوم کی آواز ہے ☆ شیر جو اہ شاہ حق آگاہ یہ شیراز ہے

شیراز

ایڈیٹر:- سید صمصام شیرازی

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

وزیر آبکاری توجہ فرمائیں

سابق میں حیدر آباد کے قریب قریب ہر محلہ میں سیندھی فروشی کی بیٹھک اور کمپونڈ ہوا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے شہر کی بد نمائی کے علاوہ آئے دن ہر محلہ میں رات گئے تک وہ چیخ پکار رہتی اور وہ جھگڑے ہوا کرتے کہ محلہ والوں کی نیند حرام ہو جایا کرتی تھی۔ نیز ہر محلہ میں برسر عام سیندھی کی دوکانیں قائم رہنے کی وجہ سے نئی نسل کو پینے کی ترغیب ہوا کرتی تھی۔ اس بد نمائی کو دُور کرنے اور نئی نسل کو مسکرات سے بچانے کے لئے اعلیٰحضرت حضور نظام کے مبارک دور میں یہ حکم دیا گیا کہ سیندھی کی تمام دوکانیں محلوں سے برخاست کی جاکر آبادی سے باہر قائم کی جائیں۔ اس انتظام کے علاوہ نئی نسل کو اور جاہل عوام کو منشیات کی بُری لت سے بچانے کے لئے سرکاری امداد سے ایک انجمن ترک مسکرات شہر میں قائم کی گئی اس انجمن کے پہلے صدر نواب مرزا یار جنگ تھے۔ اس انجمن کی جانب سے جلسے منعقد ہوا کرتے تھے اور ایک رسالہ ترک مسکرات بھی شائع ہوا کرتا تھا۔ جس کے ذریعہ عوام کو ترک مسکرات کی طرف مائل کیا جاتا تھا۔ اس انجمن کی جانب سے سستے کرایہ کے مکانات تعمیر کئے جاکر سیندھی شراب سے پرہیز کرنے والوں کی ایک نوآبادی بھی قائم کی گئی تھی۔ اس نوآبادی میں صرف وہی شخص رہ سکتا تھا جو اس سے پرہیز کرتا ہو۔ اس زمانہ میں سیندھی اور تاڑی کے علاوہ نہ تو کوئی شخص گڑمبے کا نام جانتا تھا اور نہ گڑمبہ سازی کے پوشیدہ کاروبار انجام دیئے جاتے تھے اور سیندھی تاڑی اور دیگر منشیات کا داخلہ حضور نظام کے ایک فرمان کے بموجب حدود شہر میں ممنوع تھا۔ لیکن جب شہر کے دروازوں اور فصیلوں کو منہدم کر دیا گیا تو اندرون و بیرون شہر کا

خطیب منبر سلونی
کا ارشاد مبارک ہے کہ خدا ہر مصیبت اور سختی کا دُور کرنے والا ہے۔

کوئی امتیاز باقی نہ رہا اس کے باوجود اُس زمانہ میں اندرون شہر سیندھی شراب نہیں لانے جاتے تھے۔ لیکن اس زمانہ میں جس کو آزادی اور جمہوریت کا روشن دور اور ترک مسکرات کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ شہر کے اندرونی حصوں سے سیندھی کی درمان گزرا کرتی ہیں۔ نیز یہ دیکھ کر ہمیں سخت حیرت ہوئی کہ حمایت ساگر کے تفریحی پارک کے قریب محکمہ آبکاری کی جانب سے سیندھی فروشی کی بیٹھک کی اجازت دی گئی ہے اور حمایت ساگر جیسے مقام پر سیندھی فروخت ہو رہی ہے کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ حمایت ساگر پر لوگ تفریح کرنے اور پکنک منانے کے لئے نہ آتے ہوں۔ تعطیلات کے زمانہ میں یہاں تعلیمی تفریح کے لئے طلباء کا جمگھٹا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ بیرون ملک کے سیاح بھی عموماً حضور نظام کے عہد میں بنائے ہوئے تالاب دیکھنے کے لئے آیا کرتے ہیں ایک ایسے مقام پر سیندھی فروشی کی بیٹھک نہ صرف بد نمائی بلکہ ہمارے شہر کے دامن تہذیب پر ایک بدنما داغ ہے۔ اس سے قطع نظر ایک ایسے مقام پر جہاں نوجوان طلباء کی آمد و رفت رہتی ہے۔ سیندھی فروخت کرنا۔ نوجوان طلباء کو منشیات کی طرف مائل کرنے کے مترادف ہے۔

سیندھی کے اڈے کے علاوہ دوسری بدنما چیز گڑمبے کے کاروبار ہیں جو شہر کے اکثر محلوں میں جاری ہیں گڑمبہ کے تعلق سے عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ یہ کاروبار خود آبکاری کے عہدہ داروں کی سرپرستی یا چشم پوشی کے سہارے چلائے جا رہے ہیں۔ جب تک آبکاری کے راشی عہدہ داروں کو معمول ملتا رہتا ہے وہ گڑمبہ سازی کے کسی مرکز پر چھاپہ نہیں مارتے۔ جب معمول بند ہو جاتا ہے یا بروقت نہیں ملتا تو چھاپہ مارا جاتا ہے۔ ہم اس تعلق سے قطعیت کے ساتھ تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ عوام کا خیال صحیح ہے لیکن "زبان خلق کو نقارہ خدا" کہنا بھی غلط نہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں ہم وزیر آبکاری کی توجہ اس جانب مبذول کراتے ہیں کہ وہ نہ صرف حمایت ساگر سے بلکہ شہر کے دوسرے محلوں شلاً ملک پیٹ اور عنبرپیٹ روڈ وغیرہ سے فوراً سیندھی کے کمپونڈ برخاست کرنے اور آبادی سے دُور

قائم کرنے کے احکام دیں۔ حدود شہر میں سیندھی کا داخلہ حسب سابق ممنوع قرار دیں اور پھر ایسے انسپکٹر آبکاری کو جس کی شہرت عامہ ٹھیک نہیں آبکاری کے فلائنگ اسکواڈ سے ہٹاکر ان کی جگہ دیانت دار اور فرض شناس عہدہ داروں کو مامور کریں تاکہ حیدرآباد گڑامبہ سازی کی لعنت سے پاک ہو سکے۔

سنٹرل ریکارڈ آفس!

سنٹرل ریکارڈ آفس۔ یہ "دفتر دیوانی و ملکی و مال" کا بدلا ہوا نام ہے۔ یا بالفاظ دیگر دفتر دیوانی و ملکی و مالی کی شدھی کی جاکر اس کا شدھ نام سنٹرل ریکارڈ آفس رکھا گیا ہے۔ یہ دفتر مولوی خورشید علی صاحب کے دور نظامت میں نظم و نسق، خوش سلیقگی کارکردگی، ترتیب و تنظیم کے اعتبار سے حیدرآباد کا ایک مثالی دفتر کہلاتا تھا۔ لوگ جب ایک معیاری دفتر کی مثال دینا چاہتے تو "دفتر دیوانی و ملکی - مال" کا نام لیا کرتے تھے۔ اس دفتر کو ایک مثالی اور معیاری دفتر بنانے میں چونکہ مولوی خورشید علی صاحب کے مساعیٔ جمیلہ کا بڑا حصہ تھا اس لئے عام طور پر لوگ اس دفتر کو مولوی خورشید علی کا دفتر کہا کرتے تھے۔

لیکن آج اس دفتر کو قریب سے دیکھنے کے بعد ایک فن پسند ناظر یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ خوش سلیقگی، تنظیم و ترتیب اور اعلیٰ نظم و نسق جس کو کہتے ہیں وہ یہاں سے "وظیفۂ معذوری" پر علحدہ ہو چکے یا اہل دفتر کی اصطلاح میں خوش سلیقگی اور تنظیم و ترتیب کا "اتلاف" ہو چکا۔ یہ دفتر ایک اہم ترین دفتر ہے جس کی ضرورت و افادیت آزادی کے بعد اور بڑھ گئی ہے۔ یہ دفتر گویا ہے قوم کے ہر شعبۂ زندگی کی تاریخ ہے۔ معاشی، معاشرتی، تہذیبی، ثقافتی، ملکی، مالی اسنادات کا شیرازہ ہے اب اس دفتر میں نکاح کے سیاہہ نامجات بھی محفوظ کئے جا رہے ہیں۔ جو اسلامی قانون وراثت اور تصفیہ حقوق کے لحاظ سے اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ایسے اہم دفتر کی حالت اگر ردی فروشں کی دوکان کی طرح ہو جائے تو یہ ایک قومی حزینہ سے کم نہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ اس دفتر کے اعلیٰ عہدہ دار موجودہ بدسلیقگی اور بدنظمی کو دور کرکے اس دفتر کو سابق کی طرح ایک مثالی دفتر بنا دیں گے۔

سنٹرل ریکارڈ آفس کا موجودہ محل وقوع "ارم منزل" بھی نظر ثانی کا محتاج ہے۔ ارم منزل سرکاری گسٹ ہاؤس کے لئے ایک موزوں عمارت ہے۔ اس لئے گسٹ ہاؤس کو یہاں منتقل کرکے بلاوسٹہ کی عمارت میں سنٹرل ریکارڈ آفس کو رکھا جانا مناسب ہے۔



قطعہ

پیشِ محفل جلوۂ شمعِ شبستانی کند || ناز بر تعمیرِ قصرے دستِ این بانی کند
گفت معنےٰ ہم مطالب چہرۂ رنگِ بداد || زینا کتابت بر ورقِ کلکِ دبستانی کند

(آمدہ از نذری باغ)

شخصیات

(ادارہ شیراز نے شخصیات کے عنوان سے ملک کے ایسے ممتاز افراد (جنکے خدمات اور قابلیت و وفاداری ذات سرکار حق آگاہ سے مسلمہ رہی ہے) کا تعارف کرانے کا فیصلہ کیا ہے اس سلسلہ کا پہلا مضمون دیانت کا دوسرا نام تراب علی صاحب کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ زیر نظر مضمون اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے (ادارہ)

خان بہادر سی۔ بی۔ تاراپوروالا

جن افراد کی اعلیٰ صلاحیت انتظامی لیاقت بے لاگ کارکردگی معاملہ فہمی، عالی شعور اور دیانت پر حیدرآباد کی سرزمین فخر کر سکتی ہے ان میں ہمارے خان بہادر سی۔ بی۔ تاراپوروالا کا بھی شمار ہے۔

لوگ تعلیم سے زیادہ عملی تجربہ کو ترجیح دیتے ہیں تاراپوروالا کے تعلق سے یہ امر سونے پر سہاگہ ہے کہ آپ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ سابق میں معتمدی فینانس جیسی جلیل القدر خدمت پر فائز رہ چکے ہیں اس اعتبار سے آپ کو مالی امور کا وسیع تجربہ ہے۔ آپکے کارہائے نمایاں پر نظر کرتے ہوئے جو آپ نے اب تک حکومت سرکار عالی میں اور ہمارے سرکار حق آگاہ کے قائم کردہ ٹرسٹ میں انجام دیتے ہیں یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ آپ ایک خاص معاشی و مالی دماغ لیکر اس دنیا میں پیدا ہوئے ہیں۔ خصوصاً مالی امور میں آج ہندوستان اور پاکستان میں آپ کا جواب نہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہمارے سرکار حق آگاہ نے آپ کو معتمدی ٹرسٹ جیسی اہم خدمت پر مامور فرما کر آپکی حقیقی قدر افزائی فرمائی ہے کسی دانشمند نے سچ کہا ہے۔

"قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری"

آپ کا پورا نام کیتو رجی بھیم جی تاراپوروالا ہے۔ آپ تاراپور کے مشہور و معروف خاندان دیکاجی بھرجی سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے ۱۹۱۸ء میں سینٹ زیویر کالج بمبئی سے بی۔ اے کا امتحان اعزاز سے کامیاب کیا اور بمبئی یونیورسٹی کے فیلو مقرر ہوئے ۱۹۱۹ء میں بی۔ ایس سی۔ کا امتحان آپنے بدرجہ اعلیٰ کامیاب کیا ۲۰-۱۹۱۹ء میں بمبئی میں سائنس کے لکچرار رہے۔ ۱۹۲۱ء میں امپیریل بنک آف انڈیا میں بحیثیت اسسٹنٹ ملازم ہوئے ۱۹۲۶ء میں انسٹی ٹیوٹ آف بنکرس لندن سے سی۔ اے۔ آئی۔ بی۔ کی ڈگری حاصل کی ۱۹۲۵ء میں امپیریل بنک آف انڈیا کے ایجنٹ مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۹ء میں آپکو بنک کے اسٹاف آفیسرس کے گریڈ میں ترقی ملی لیکن ۱۹۳۰ء میں استعفا دیکر حکومت سرکار عالی میں بحیثیت مددگار معتمد فینانس مامور ہوئے ۱۹۳۲ء میں جب حکومت سرکار عالی کے قرضہ کی اسکیم جاری ہوئی تو بیشگاہ حضور پرنور سے آپ کے شائستہ خدمات کے اعتراف میں فرمان مبارک شرف صدور لایا تھا اور دو گریڈ اضافہ دیئے گئے تھے۔ آج سے ۲۲ سال پہلے ہم نے آپ کے حالات ہماری مشہور تاریخی کتاب "کون کیا ہیں" میں درج کئے تھے جس میں ہم نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ خان بہادر تاراپوروالا ایک نہ ایک دن بڑی خدمت پر فائز ہو کر اپنے ملک و مالک کے اعلیٰ ترین خدمات انجام دیں گے۔ چنانچہ ہماری پیشین گوئی حرف بحرف سچی ثابت ہوئی اور خان بہادر کے خدمات آج بھی اسطرح مستحسن نظروں سے دیکھے جا رہے ہیں۔ جس طرح آج سے بیس یا تیس سال قبل دیکھے جاتے تھے۔

(سید صمصام شیرازی)

قطعہ

مژدۂ نیرنگ بہ گوشم رسید | بار خم مئے کہ بہ دوشم رسید
بہر حفاظت زہمہ ظلم و جور | آگہی بنگر تو بہ ہوشم رسید

(آمدہ از نذری باغ)

دیواروں کو خراب کرنے کی ممانعت

خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی

عوام سے تعاون کی اپیل

کیونکہ بلدیہ کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ دیواروں کو بدنما کرنے کے خلاف کئی دفعہ انتباہ دینے اور ایسے افعال کے مرتکب ہونے والے کسی افراد کے مقابلے میں کارروائی عمل میں لانے کے باوجود اب بھی کئی سرکاری عمارتوں اور رہائشی مکانوں کی دیواریں تحریروں یا سینما کے پوسٹروں سے خراب کی جا رہی ہیں۔ اس قسم کے مکروہ اعمال کا سد باب اس وقت تک ممکن نہ ہو سکے گا جب تک کہ عوام بھی پولیس کے ساتھ تعاون نہ کریں۔ قانون کو والی بلدیہ کی دفعہ (۶۶) کی رو سے پولیس ایسے افراد کے خلاف جو ایسے اعمال کے مرتکب ہوں، از خود [illegible] کارروائی کر سکتی ہے جب کہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ عمل مالک یا قابض کی رضامندی کے بغیر کیا گیا ہے۔ ایسے تمام افراد دفعہ ۶۶ (۱) کے تحت ہر ایسے جرم پر (۵۰) روپیہ تک کی سزا کے مستوجب ہوں گے جو کسی [illegible] عام مقام پر یا کسی عمارت یا یادگار یا مجسمے یا پتلے یا کھمبے یا دیوار یا جنگلے یا درخت یا ایسے مقامات کے اندر کسی دوسری تنصیبات پر مالک یا قابض کی رضامندی کے بغیر کسی طریقے سے کوئی درقیہ اعلان یا اشتہار یا کاغذ یا کوئی اور چیز چسپاں کریں یا کرائیں یا اسی گلی یا عام مقام یا عام اجتماع کے مقام یا عمارت یا یادگار یا مجسمے یا پتلے یا کھمبے یا دیوار یا جنگلے یا درخت یا ایسے مقامات کے اندر کسی دوسری تنصیبات کو خراب یا بدنما کر دیں یا کرا دیں یا ان پر کچھ لکھیں یا لکھائیں یا کسی دوسرے طریقے سے ان پر نشانات لگائیں یا لگوائیں۔ پوسٹروں کے چسپاں کرنے یا دیواروں کو خراب کرنے کے متعلق نارضامندی کا اظہار اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ متعلقہ مالک یا قابض اپنی دیواروں پر اس طرح کے اعلانات لگا دیں کہ ”درقیہ لگانا یا لکھنا منع ہے“ یا ”اشتہار لگانے والوں کا چالان کرایا جائے گا“۔ مالکوں یا قابضین کی جانب سے ایسے ممانعتی اعلانات لگائے جانے کے باوجود جہاں کہیں پوسٹر لگائے جائیں یا دیواریں خراب کی جائیں وہاں کمیٹی بلدیہ از خود کارروائی کرے گی۔ اگر مالکوں یا قابضوں کی جانب سے ایسے اعلانات نہ لگائے گئے ہوں تو ناراض فریق کو متعلقہ پولیس اسٹیشن پر ضابطے کے تحت شکایت پیش کرنی چاہیئے۔ رات میں گشت کرنے والے ہیڈ کانسٹیبلوں، کانسٹیبلوں اور پولیس کے دوسرے عہدہ داروں کو یہ احکام ہیں کہ وہ ایسے جرائم اور مجرمین کے کھوج میں رہیں اور پچھلے دو مہینوں کے دوران میں مذکورہ دفعہ کے تحت کافی تعداد میں ایسے اشخاص کے خلاف مقدمے پیش کئے گئے ہیں۔ تجویز ہے کہ آئندہ ایسے افراد کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ اس لئے عوام سے خواہش کی جاتی ہے کہ وہ اوپر بتائے ہوئے طریقے پر کارروائی کریں اور اس معاملے میں پولیس کے ساتھ تعاون کریں۔ (اطلاعات)

قندھار (اردو) کا مطالعہ آپ کو دوسرے اخبار کے مطالعے سے بے نیاز کر دے گا

قطعہ

بہر سر و چشم بنگر تو بصارت این چنین | بہر قلب ہم جگر بنگر عداوت این چنین
دور شد از عقل ما معنی و دیگر مقصدش | ما نمی دانیم بنگر تو خلافت این چنین

(آمدہ از نذری یاغی)

سمندروں کے نیچے کی دنیا

انسان ایک طرف خلائی کھوج اور چاند ستاروں کی دنیا سے واقف ہونے کی کوشش میں ہے اور دوسری طرف سمندروں کے نیچے کی دنیا کے راز معلوم کرنے میں مصروف۔ سمندروں کے نیچے کی دنیا کے متعلق یہ تو پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ اس میں ایورسٹ ایسے اونچے پہاڑ بھی ہیں۔ یہ سمندر زمین کی ۷۰ فیصد سے زیادہ سطح پر پھیلے ہوئے ہیں اس مضمون میں اس عجیب و غریب دنیا اور اس کی سائنسی کھوج پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

دنیا کے سمندروں کے متعلق نئی نئی معلومات حاصل کرنے میں عالمی سائنسدانوں کی بڑھتی ہوئی دلچسپی سے امریکہ کے سمندری تحقیقی شعبے "امریکی کوسٹ اینڈ جیوڈیٹک سروے" اور تحقیقی مقاصد کے لئے خاص طور پر بنائے گئے سمندری جہازوں کی سرگرمیاں بہت وسیع ہو گئی ہیں۔ سروے جو امریکہ کا ایک پرانا سرکاری تحقیقی شعبہ ہے صدر تھامس جیفرسن نے ۱۸۰۷ء میں قائم کیا تھا۔ تاکہ امریکہ کے ساحلی علاقوں اور ساحلوں سے دور کے ایسے زمینی کناروں وغیرہ کی تحقیق اور پیمائش مکمل کی جائے جو جہازوں کے لئے خطرے کا باعث ہوں۔ اس وقت سے ایک ساحلوں کے نقشے بنانا جوار بھاٹوں کی پیمائش اور ان کے متعلق پیش گوئی کرنا جہازرانوں کے لئے تفصیلی سرکاری نقشے بنانا۔ زلزلوں کے متعلق اعداد و شمار ریکارڈ کرنا اور ان کا تجزیہ کرنا اس شعبے کے روایاتی فرائض میں شامل ہے۔ ان فرائض نے اس سروے کو پوری طرح مصروف رکھا ہوا ہے لیکن اس کے عام دستوری کام کے علاوہ اب سمندری علم کے میدان میں نئی نئی اور ضروری معلومات حاصل کرنا بھی اس کے ذمے ہے۔ اپنے باقاعدہ فرائض سرانجام دینے کے لئے اس شعبے کے پاس خاص قسم کے پندرہ سروے جہازوں کا بیڑا ہے۔ امریکی ساحلوں کے متعلق اپنے باقاعدہ کام کے دوران میں یہ جہاز بھاری بیش قیمت معلومات حاصل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ سروے شعبہ طویل سمندری مہموں پر بھی اپنے جہاز بھیجتا ہے تاکہ بہت سے ملکوں کے سائنسدانوں کو جن سمندری معلومات کی ضرورت ہے ان کے حاصل کرنے میں ان کی مدد کی جائے۔ ایک ایسا ہی سمندری سفر اس شعبے کے تحقیقی جہاز ایکسپلورر نے کیا۔ جس میں سائنسدانوں نے سمندری نباتاتی پیداوار پانی اور سمندری تہہ کے بیسیوں نمونے جمع کئے اور مقناطیسی اور سمندری لہروں، جوار بھاٹوں اور موسم کے متعلق مشاہدات کے سینکڑوں ریکارڈ جمع کئے۔ اعداد و شمار اور معلومات کے اس عظیم ذخیرے کا تجزیہ کرنے میں کئی مہینے درکار ہوں گے۔ چنانچہ اس سلسلے میں سروے شعبے کے ڈائریکٹر ریئر ایڈمرل ایچ آرنلڈ کیرو نے ایکسپلورر کے تحقیقی کام کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس سفر میں جو بھاری اور بیش قیمت سائنسی معلومات اور اعداد و شمار جمع کئے گئے ہیں ان سے سمندری، آبی اور موسمیاتی علوم اور سائنسی مطالعہ میں بے انتہا مدد ملے گی۔ سمندروں کے متعلق اس قسم کے مطالعہ اور کھوج کی ضرورت کو اس صورت زیادہ اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے جب یہ احساس ہو کہ زمین کا ۷۰ فیصد حصہ سمندروں پر مشتمل ہے اور جیسا کہ بہت سے

قطعہ

نکتۂ مردِ خردمند چسان این فہمید || در صدف ہم دُرِ شہوار چسان این گنجید
سکۂ قلبِ دگر خالصے گفتہ کہ بیا || ما نہ دانیم کہ میزان چسان این سنجید

(قیمتؔ)
(آمدہ از ندوی باغ)

سائنسدانوں نے واضح کیا ہے چاند کی سطح کے متعلق ہمیں جتنا علم ہے اس سے کم کہیں تفصیل ہمیں سمندروں کے متعلق معلوم ہے۔ سمندری علم عموماً پانچ موضوعات کے مطالعہ پر مشتمل سمجھا جاتا ہے۔

(۱) طبیعیاتی علم۔ مثلاً لہروں۔ درجۂ حرارت گہرائی وغیرہ کا مطالعہ کرنا۔

(۲) سمندری حیاتیات۔ سمندری جانوروں حیوانوں اور نباتات وغیرہ کا علم۔

(۳) سمندری کیمیادی اشیاء۔ یعنی سمندر میں کیمیادی مادّوں اور اجزاء وغیرہ کی جانچ کرنا۔

(۴) سمندری تہہ کا جائزہ لینا۔

(۵) سمندری موسمیات۔ یعنی سمندر اور کرۂ ہوائی میں جو آپس کا عمل ہوتا ہے اس علم حاصل کرنا۔

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ سمندری لہروں کے متعلق خاص کر زیادہ معلومات کی ضرورت ہے اور امریکی سمندری سروے کا شعبہ یہ معلومات حاصل کرنے میں ہاتھ بٹا رہا ہے یہ بات علم میں آئی ہے کہ بعض سمندری لہریں جب قطب شمالی اور قطب جنوبی کے علاقوں میں داخل ہوتی ہیں۔ تو وہ سرد ہو جاتی اور بیٹھنے لگتی ہیں۔ اس طرح جو لہریں بیٹھ جاتی ہیں وہ تہوں کی صورت میں قطبی علاقوں سے خط استوا کی طرف بہتی اور پھر واپس جاتی ہیں۔ بعض سائنسدانوں کا یقین ہے کہ لہروں کے اس عمل میں ایک سو برس اور بعض سائنسدانوں کے بیان کے مطابق دس ہزار برس کا عرصہ لگتا ہے۔ اصلیت کسی کو بھی معلوم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سائنسدان سمندری لہروں کے متعلق فوراً مزید معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ سکرپس انسٹی ٹیوٹ آف اوشنوگرافی کے ڈائریکٹر ڈاکٹر راجر آر ریویلے کے بیان کے مطابق اوّل تو یہ سمندری لہریں لمبے عرصے کی موسمی پیش گوئی کے لئے اہم ہو سکتی ہیں۔ دوئم یہ سمندر ہمارے لئے خوراک کی سامان مہیا کرنے کا بھی ایک بڑا وسیلہ ہے اس لئے ان کے پانی کے اوپر تلے ہونے (لہریں بننے) کے عمل سے جو زرخیزی اور پیداواری قوت ان میں پائی جاتی ہے اس کا جاننا بھی ضروری ہے۔ اس طرح ہمیں سمندروں میں خوراک کی سامان پیدا کرنے کی امکانی قوت کا پتہ چلے گا۔ سمندروں میں لاکھوں طرح کی جو نباتات اور حیوانات اور جاندار پائے جاتے ہیں۔ ابھی تک ان کا پوری طرح سے علم نہیں ہو سکا۔ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ سمندروں کو مچھلیوں کے علاوہ کسی اور خوراکی سامان کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں تاکہ دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی کی خوراکی ضروریات پوری کی جا سکیں۔ جہاں تک سمندری تہہ کے متعلق کھوج کا تعلق ہے۔ ہمیں سمندر میں واقع پہاڑوں فشرز میں اور چٹانوں کی ساخت وغیرہ کا علم بھی حاصل کرنا ہے۔ سمندروں کے تاریک پانی کی سطح کے نیچے ہماری اس دنیا سے بھی زیادہ عجیب وغریب دنیا پائی جاتی ہے۔ اس میں بڑے بڑے پہاڑ ہیں۔ ایک تو ہمالیہ سے بھی زیادہ اونچا ہے۔ اس میں اتنے بڑے بڑے وسیع کھنیاں (دو پہاڑوں کے درمیان کٹے ہوئے وسیع خلا) پائے جاتے ہیں۔ جن میں امریکہ کے گرینڈ کھنیاں جیسے سات سات کھنیاں چھپائے جا سکتے ہیں۔ وسیع میدان، ہموار سطح مرتفع اور ٹیلے، انتہائی تیز دھار والی سیدھی پہاڑیاں اور خوفناک چٹانی ڈھلوانیں پائی جاتی ہیں۔ کہیں کہیں تو سمندر سات سے آٹھ میل تک گہرا ہے سمندری تہہ کے متعلق اسلئے بھی معلومات حاصل کرنا ضروری ہے کہ انھیں بڑی بڑی بیش قیمت معدنیات مثلاً مینگنیز، لوہا، کوبالٹ، تانبا وغیرہ وغیرہ پائی جاتی ہیں۔ (اب پٹرول، کوئلے اور سونے چاندی کی کانوں کا بھی سراغ لگا ہے) یہ ایسی دھاتیں ہیں کہ اگر انہیں سمندر سے نکالا جا سکا تو انکی بڑی تجارت ہو سکے گی۔

قطعہ

از پئے بوعلی سینا کہ حذاقت باشد
از پئے جامی و رومی کہ کتابت باشد

گفت این امر صداقت کہ نخستین عثمان
از پئے ذاتِ علی حق خلافت باشد

(آمدہ از نذری باغ)

پس منظر

کمیونسٹ چین اور اتحادی سبھا کی رکنیت کا مسئلہ

اب کے اتحادی سبھا کی جنرل اسمبلی کا جو پندرہواں سالانہ اجلاس شروع ہو رہا ہے اس میں جو بڑے بڑے مسائل پیش ہوں گے ان میں کمیونسٹ چین کو اس عالمی تنظیم کا ممبر بنانے کا مسئلہ بھی غالباً یقینی طور پر پیش ہوگا۔ یہ ایک پرانا مسئلہ ہے جسے پچھلے کئی برسوں سے اتحادی سبھا کی جنرل اسمبلی عموماً بھاری کثرت رائے سے ایجنڈا میں شامل کرنے سے انکار کرتی آئی ہے۔ مثلاً ۱۹۵۹ء میں جنرل اسمبلی کے ۱۴ ویں اجلاس میں کمیونسٹ چین کو اتحادی سبھا کا رکن بنانے کے سوال کو ایجنڈا میں شامل کرنے کی ۴۴ ملکوں نے مخالفت کی تھی، ۹ نے رائے دینے سے احتراز کیا اور ۲۹ ملکوں نے اس کے حق میں رائے دی تھی۔ ان باتوں کو دہرانا اس لئے لازمی ہے کہ امسال بھی کمیونسٹ چین کے رویہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور اتحادی سبھا کے منشور کے تحت بین الاقوامی چلن کا جو معیار قائم کیا گیا ہے یہ اس کے مطابق عمل کرنے میں ناکام رہا ہے بلکہ اس معاملے میں ماضی کی نسبت اس نے اب کے ان اصولوں کی زیادہ تحقیر کی ہے۔ کمیونسٹ چین نے تبت میں جو کارروائی کی ہے وہ حکومت کے ریکارڈ کی جدید ترین شہادت ہے۔ جیورسٹوں کی بین الاقوامی کمیٹی نے تبت میں چینی اقدامات سے متعلق ۳۴۵ صفحوں پر مشتمل رپورٹ پیش کی ہے۔ جو دستاویزی ثبوتوں اور شہادتوں سے بھری ہوئی ہے۔ یہ رپورٹ کمیٹی کے ۹ جیورسٹوں نے تیار کی ہے جن میں ایک کے سوا باقی سب ایشیائی باشندے تھے کمیٹی اس نتیجے پر پہنچی کہ تبت میں سرخ چین کی پالیسی کا مقصد وہاں کی دینی ملکی خصوصیات اور زندگی کو نہایت بے رحمانہ اور بیدردانہ طریقے سے تہس نہس اور برباد کرنا ہے۔ رپورٹ میں دستاویزوں اور شہادتوں کی بناء پر کمیونسٹ چین کے فوجیوں کے ہاتھوں خود مختار تبتیوں کی عصمت دری، اذیت رسانی، پھانسی، زندہ دفن کرنا، زبردستی اولاد پیدا کرنے کے ناقابل بنانا۔ بچوں اور تبتی مذہبی رہنماؤں کو اغوا کرنا جیسے سینکڑوں لرزہ خیز واقعات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

پچھلے برس اتحادی سبھا کی جنرل اسمبلی کے ۱۴ ویں اجلاس میں تبت کے لوگوں پر کمیونسٹ چین کے مظالم اور انسانی زندگی اور آزادی کی مطلق پروانہ کرنے اور غفلت برتنے کے متعلق گہری تشویش کا اظہار کیا گیا تھا۔ اسی طرح تائیوان آبنائے میں گولہ باری اور کوریا کو آزاد انتخابات کے ذریعہ متحد کرنے میں متواتر مخالفت بھی اس کے ریکارڈ میں شامل ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ ان تمام باتوں کا پچھلے برس کی طرح اب کے بھی اتحادی سبھا پر اثر پڑے گا بلکہ اب کے خاص طور پر شدید اثر پڑے گا۔ کیونکہ ایک اور صورت حال یہ پیدا ہو گئی ہے کہ ناسک (روس) خود کمیونسٹ چین کو اتحادی سبھا میں شامل کرنے کی تجویز پیش کر رہا ہے ۱۹۵۶ء سے ہندوستان اسے رکن بنائے جانے کی متواتر تجویز پیش کرتا آیا تھا۔ لیکن اس دفعہ ہندوستان یا کسی اور غیر جانبدار ملک نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ کمیونسٹ چین کی رکنیت کے متعلق سنہ ۱۹۶۱ء کے ایجنڈا میں شامل کرنے کی تجویز پیش کرے۔ بے شک تبت میں کمیونسٹ چین کی کارروائی اور کمیونسٹ چین کی حکومت

قطعہ

من نمی دانم بگو تو بیقراری این چہ ہست | در ہمہ شب تا سحر اختر شماری این چہ ہست
پرسم از کرب و بلا گاہے خبر دادی مرا | جز غم بہر کہ ہم تو گواری این چہ ہست

(آمدہ از نذری باغ)

سے متعلق ایشیائی افریقی ردِ عمل کے باعث کھروشچوف کی یہ تجویز قبول کئے جانے کا کوئی امکان نہیں۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ امریکہ ہمیشہ ان ملکوں میں سے رہا ہے جو اتحادی سبھا میں کمیونسٹ چین کی شمولیت کے خلاف ہیں۔ اس سلسلے میں امریکی پالیسی ذیل کے نکات پر مبنی ہے۔

(۱) پی پنگ (کمیونسٹ چین کی حکومت) کی طرف سے عمدہ اور پاکیزہ برتاؤ بین الاقوامی قواعد و ضوابط اور اصولوں کے مطابق عمل کرنے سے انکار۔

(۲) اتحادی سبھا کے منشور کے مقررہ کئے ہوئے معیاروں پر امریکہ کی سختی سے پابندی۔

(۳) آزاد دنیا اور ملکی سلامتی کا لحاظ رکھنا۔

مذکورالذکر امور کے متعلق امریکہ کا خیال اور پختہ ہو گیا ہے کیونکہ سال رواں میں روس کے بدوش بدوش کیوبا اور لاطینی امریکہ میں چین بھی فسادات اور گڑبڑ پیدا کرنے میں پیش پیش رہا ہے۔ ان اصولوں کی امریکہ کی دونوں سیاسی پارٹیاں حامی ہیں۔ اور دونوں ہی کمیونسٹ چین کو اتحادی سبھا میں شامل کرنے کی مخالف ہیں۔ چنانچہ اب کے صدارتی انتخابات کے سلسلے میں دونوں پارٹیوں کے نامزد صدروں نے اپنے پلیٹ فارم خطبوں میں کمیونسٹ چین کی شمولیت کی مخالفت جاری رکھنے کا اعلان کیا ہے۔ اصولوں کی ایسی پابندی کے باوجود سفارتی سطح پر امریکہ کمیونسٹ چین کے ساتھ یورپ میں پچھلے پانچ برسوں سے گفت و شنید کرتا آیا ہے۔ لیکن یہ سب بے سود اور مایوس کن ثابت ہوئی ہے۔ چنانچہ ...واں اجلاس ناکام رہا۔ بات چیت ٹوٹ گئی اور امریکی قیدیوں کی رہائی کا سوال بدستور کھٹائی میں پڑ گیا۔ کمیونسٹ چین کو اتحادی سبھا کا ممبر بنانے میں اتحادی سبھا کے چارٹر کی دفعہ ۴ بھی ایک رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اس ملک کو اس کا رکن بنایا جائے گا جو پرامن ہو اور اس کے اصولوں پر کاربند رہنے پر پوری طرح رضامند ہو۔ کمیونسٹ چین نے اپنے رویہ اور چین سے جبر و طاقت کا استعمال ترک کرنے اور اتحادی سبھا کے اصولوں کی پابندی اختیار کرنے کا کوئی ثبوت نہیں دیا بلکہ اس کے برعکس ہی عمل کرتا آ رہا ہے۔ اس صورت میں بھی اسے رکن نہیں بنایا جا سکے گا۔ کمیونسٹ چین کے ریکارڈ میں دوسرے ملکوں کی سرحدوں پر یورش اور شورش برپا کرنا، جارحانہ اقدامات، مثلاً فوجی، اقتصادی، سیاسی، اور نفسیاتی دباؤ سے کام لینا اس کا خاصہ ہے۔ جنوب مشرقی ایشیا کی تمام حکومتوں کا تختہ الٹنے، کوریا پر حملہ، تبت پر مظالم، تائیوان کی آبنائے میں جزیروں پر ہر دوسرے دن کی بمباری، لاؤس میں کمیونسٹ حملوں کی حمایت۔ جاپان کے خلاف سیاسی اور اقتصادی دباؤ۔ ہندکی سرحدوں میں مداخلت ایسی ہی دوسری کارروائیاں اسے اتحادی سبھا کی ممبری کا اہل نہیں رہنے دیتیں۔ کمیونسٹ چین سارے ایشیا پر چھانے کے ارادے رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ امریکہ نے ایشیائی ملکوں کو بچانے کے لئے دفاعی معاہدے طے کئے۔ کمیونسٹ چین کے جارحانہ اقدامات کے بعد ہی یہ معاہدے عمل میں آئے۔ مثلاً کوریا پر حملے کے بعد اجتماعی سلامتی معاہدہ۔ فارموسا کے جزیرہ کیموئے وغیرہ پر بمباری کے بعد اس کے ساتھ دفاعی معاہدہ ۱۹۵۴ء میں طے ہوا۔ سیٹو کا قیام بھی اس وقت عمل میں آیا جب کمیونسٹ فوجوں نے ڈین بین پھو پر قبضہ کیا اور سارے جنوبی ایشیا کی آزادی خطرے میں پڑ گئی۔ کمیونسٹ چین نے ایشیا سے باہر لاطینی امریکہ میں بھی اپنا جال پھیلانا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ اس نے لاطینی امریکہ میں جارگنا اس سے زیادہ وفد ان ملکوں میں بھیجے ہیں جو اس نے پہلے کے برسوں میں بھیجے تھے۔ ہسپانوی

قطعہ

مژدۂ صبحے بگوشم یاد می آید مرا	بے خیالی ہم بہ گوشم یاد می آید مرا
من چسان این را فراموشم کنم ممکن است	بار احسان ہم بہ دوشم یاد می آید مرا

(ماخوذ از نذری ایاغ)

اور پرتگیزی زبانوں میں سارے لاطینی امریکہ میں پراپیگنڈا اور نشریات جاری کر رکھے ہیں۔ اس نے ہوانا میں ایک چینی اخبار بھی جاری کر رکھا ہے اور کیوبا کے کیسٹرو کی مطلق العنان حکومت کے بھی ہاتھ مضبوط کئے ہیں۔ جہاں تک چین کو سفارتی سطح پر تسلیم کرنے اور سفارتی تعلقات قائم کرنے کا تعلق ہے اس میں امریکہ جیفرسن کے دو مشہور اصولوں پر کاربند ہے۔ اوّل یہ کہ جس ملک کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کئے جائیں اس میں یہ صلاحیت اور رضامندی پائی جاتی ہے کہ وہ بین الاقوامی ذمہ داریوں کو نبھا سکے گا۔ دوئم۔ امریکہ کی اپنی سلامتی کو کسی طرح کا خطرہ لاحق نہیں ہونا چاہیے۔

انجمن مالکان ہوٹل و شیرینی فروشان حیدرآباد

کیجانب سے کمشنر صاحب میونسپل کارپوریشن حیدرآباد کی خدمت میں یادداشت

مولوی سید محمد حامد صاحب زیدی جنرل سکریٹری انجمن مالکان ہوٹل و شیرینی فروشان اطلاع دیتے ہیں کہ انجمن کی موثر نمائندگی پر یہ تیقن دیا گیا کہ اگر کسی مالک ہوٹل و شیرینی فروش سے ایک سے زائد دوکان پر پیشہ ورانہ ٹیکس دوہرا عاید کیا گیا ہے تو اس کے تعلق سے درخواست پیش ہونے پر حسب ضابطہ سال آئندہ کے ٹیکس میں اسکو محسوب کر لیا جائے گا۔ موصوف نے تجارتی مقامات پر نگرانی سیکل کے سلسلہ میں تو اعد شرائط کی پابندی کی ہدایت کرتے ہوئے بلدیہ کے منظورہ اسٹانڈرڈ والوں کو چالان عدالت نہ کرنے کا بھی یقین دلایا۔ انجمن کے کسی ممبر کو مذکورہ بالا امور سے متعلق کوئی شکایت پیدا ہو جائے تو وہ انجمن سے رجوع ہو۔ انجمن نے پیروی کا معقول انتظام کیا ہے۔ انجمن کی جانب سے دیگر امور کی نسبت یعنی اضافہ فیس لائسنس یا متعدد لائسنس فیس کے سلسلہ میں کارروائی کی جا رہی ہے بصورت عدم داد رسی انجمن عدالتی کارروائی کرے گی۔

مستقبل میں بجلی کی کھپت!

ــــ م ر ب

امریکہ کے ایڈیسن الیکٹرک انسٹی ٹیوٹ کے صدر ایلن ایس کنگ کے بیان کے مطابق امریکہ میں بجلی پیدا کرنے کی پرائیویٹ کمپنیاں ابھی سے ۱۹۷۵ء اور ۱۹۸۰ء میں بجلی کی بڑھتی ہوئی مانگ پوری کرنے کے منصوبوں پر غور کر رہی ہیں۔ تمام علامتوں سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ بجلی کا استعمال مستقبل میں بھی بڑھتا جائے گا۔

اندازہ ہے کہ ۱۹۷۰ء تک یہ کمپنیاں ۲۶ کروڑ ۳۰ لاکھ کلو واٹ بجلی پیدا کر سکیں گی جو ۱۹۶۰ء کے آغاز میں ۱۲ کروڑ ۷۰ لاکھ کلو واٹ کی نسبت دگنی ہوگی۔ ۱۹۸۰ء تک ۴۹ کروڑ ۲۰ لاکھ کلو واٹ یعنی ۱۹۷۰ء کی پیداوار سے دگنی اور ۱۹۶۰ء کے مقابلے میں چوگنی بجلی پیدا ہو سکے گی۔

امریکہ میں بجلی پیدا کرنے کے بجلی خانوں میں سے ۷۶ فیصد پرائیویٹ کمپنیوں کی ملکیت ہیں۔ اور وہ ملکی آبادی کے ۷۷ فیصد حصے کو بجلی مہیا کرتی ہیں۔ باقی ۲۴ فیصد بجلی مرکزی حکومت اور میونسپل اداروں کی طرف سے تیار کی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ بہت سے صنعتی کارخانے اور زمینی ٹرانسپورٹ سسٹم (بجلی سے چلنے والی ریلیں وغیرہ) بھی اپنی ضروریات کے لئے خود بجلی پیدا کرتے ہیں۔ امریکہ میں ۱۹۶۵ء کے آخر میں بجلی کی کل پیداوار ۱۷ کروڑ ۴۱ لاکھ ۳۶ ہزار کلو واٹ تھی۔

قطعہ

برائے خاتمے چوں پنج نگین است | پئے بطنِ صدف دُرِّ ثمین است

بہ دورِ سے پئے رندان و ہم شیخ | بہاران گفت جام انگبین است

(آمدہ از نذری باغ)



زرین اقوال

جب تک کسی چیز کی یکسوئی نہ ہو ایسے نمایشی کاموں سے کام نہیں چلتا۔ (سرکار حق آگاہ)

بھوت

از:- مومن حیدرآبادی

دو سوداگر ایک جنگل میں سے جا رہے تھے۔ بیچارے چلتے چلتے بہت تھک گئے۔ آہستہ آہستہ اندھیرا ہو رہا تھا۔ اسلئے وہ پاس کے کسی گاؤں میں داخل ہوئے اور رات گزارنے کیلئے ایک سنسان کھنڈر جیسی عمارت میں سوگئے آدھی رات گذر جانے کے بعد ایک سوداگر کی آنکھ کھلی۔ کیا دیکھتا ہے کہ چاند ماموں سر پر مسکرا رہے ہیں اور ہوا کی ہیبناک آواز سے لانبے لانبے درختوں کے سایوں کو آگے پیچھے ہلا رہی ہیں۔ اچانک اسکی نظر ایک بھوت پر پڑی جو ڈراؤنی شکل کے ساتھ لانبے لانبے کالے کالے بال جسم پر اوڑھا رکھ جیسا چلتا ہوا آہستہ آہستہ آ رہا ہے۔ سوداگر ڈرتا ڈرتا اپنے ساتھی کو جگا یا۔ دوسرا سوداگر بھی کانپنے لگا۔ بھوت انکے قریب آنے لگا۔ سوداگر پیچھے ہٹتے ہوئے کہنے لگے" ارے کون ہے۔ دھت۔ کون۔ ارے دھت۔ ہشت ہشت دھت ہشت۔ یا اللہ" سوداگر عمارت کے اوپر پہنچ گئے۔ بھوت قریب پہنچ گیا۔ آخرکار بھوت نے ایک سوداگر کو پکڑ لیا اور گلا دبانے لگا۔ دوسرا سوداگر ہمت کرکے بھوت سے لپٹ گیا۔ دھکم دھکی چلنے لگی۔ کبھی بھوت گرتا تو کبھی سوداگر۔ تھوڑی کشمکش کے بعد ایک سوداگر نے بھوت کو ایک زوردار گھونسہ دے مارا۔ بھوت نے بھی اسکا جواب دیا۔ سوداگر گر پڑا۔ دوسرا سوداگر بھوت کو ایک گھونسہ دے مارا۔ بھوت گر پڑا بھوت غصے سے ہانپتا ہوا اٹھا اور سوداگر کی طرف بڑھا۔ خونریز لڑائی ہونے لگی۔ سوداگر بھوت کو باکسنگ سے آپس میں پار ہیٹنگ کرنے لگے۔ بھوت نڈھال ہوگیا۔ سوداگر بھی زخمی ہونے آخرکار ایک سوداگر نے علی کا نام لیکر پوری قوت سے ایک زوردار گھونسہ دے مارا۔ بھوت عمارت کے اوپر سے زمین پر گر پڑا اور تڑپتا ہوا دم توڑ دیا۔ سوداگر خدا کا شکر ادا کئے۔ سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی گاؤں میں دھوم مچ گئی۔ سارا گاؤں بھوت۔ بھوت کہہ رہا تھا۔ بھوت کے اطراف سارے گاؤں والے حیرانی و پریشانی سے کھڑے تھے کئی آدمی تو دیکھتے ہی ڈر گئے۔ گاؤں کا چودھری ہمت کرکے آگے بڑھا اور بھوت کو الٹ پلٹ کرنے لگا۔ بھوت کا ڈراؤنا نقاب ذرا سرک گیا تھا۔ یہ دیکھتے ہی چودھری اچنبے میں مبتلا ہوگیا اور نقاب کو ہٹا دیا۔ سب حیران و پریشان ہوگئے کیونکہ وہ بھوت بھوت نہیں تھا بلکہ اسی گاؤں کا ڈاکو تھا۔ چودھری خوشی کے آنسو بہاتا ہوا کہنے لگا۔ گاؤں والو خوشیاں مناؤ۔ یہ بھوت جس کی وجہ سے چوریاں۔ ڈاکے اور قتل ہوا کرتے تھے اور جس سے گاؤں والے ڈرا کرتے تھے مر چکا ہے۔ یہ بھوت' بھوت نہیں بلکہ اپنے گاؤں کا ڈاکو ہے۔ چلو اچھا ہی ہوا اسکو ایسی ہی سزا ملنی چاہئے تھی۔ اب ہم بے خوف سے آزادی سے خوشی خوشی زندگی بسر کر سکیں گے۔ مگر تعجب کی بات تو یہ ہے کہ یہ مرا کیسے؟

کیونکہ سوداگر پہلے ہی اپنے سفر پر جا چکے تھے۔

غزل

از:- سید صمصام شیرازی

خوشا ماشہریار ما تو هستی — شہ بی مثل و بی ہمتا تو هستی
محب صادق مولا تو هستی — جمال امتہ الزهرا تو هستی
بدریائے ولا اے شاہ والا — تعالی اللہ دُر یکتا تو هستی
بگلزار جہان بوتراب رندان — گل گلشن، گل مینا تو هستی
بلطف شاہ مردان شیر یزدان — امیر کشور دلہا تو هستی
برائے یک جہان واللہ باللہ — ہر نوع نعمت عظمیٰ تو هستی

جزاک اللہ اے صمصام شیراز
ثنا خوان حضور ما تو هستی

امریکہ کا صدارتی چناؤ اور کسان!

امریکی کسان اپنے ووٹ کے ذریعہ امن عالم اور دوسرے ملکوں کے عوام کے حالات زندگی بہتر بنانے کے لئے امریکی اثر و رسوخ کو تقویت دینے کی کوشش کرے گا۔ ملک کے کسانوں کے انداز فکر میں اس رجحان نے اس قدر زور پکڑ لیا ہے کہ بڑی بڑی زراعتی تنظیموں کے لیڈروں اور کانگریس اور انتظامیہ شعبے میں زراعتی رہنماؤں نے امریکی کسانوں اور ۱۹۶۰ء کے صدارتی انتخاب سے متعلقہ اپنے حالیہ بیانات میں اس کی طرف توجہ دی ہے۔ ملکی مسئلوں سے۔ جن کا تعلق محض زراعت سے نہیں ہے۔ اس امر کا تعین ہوگا کہ ایک عام امریکی کسان امریکہ کے آئندہ صدارتی چناؤ میں کیونکر ووٹ دے گا۔

بہت سے امریکی کسان اپنے فارموں کے مالک ہیں۔ لہذا ان میں ملکیت اور اس ذمہ داری کے متعلق جبلی ذہانت بھی پائی جاتی ہے جو وہ ملک اور باقی دنیا کے بیشتر حصے کو خوراک اور کپڑا مہیا کرنے کے سلسلے میں محسوس کرتے ہیں۔ امریکہ میں کسانوں کی تعداد کم ہو رہی ہے لیکن اس خوراک اور کپڑے کی مقدار میں متواتر اضافہ ہو رہا ہے جو وہ اپنے ساتھی امریکنوں اور دنیا کے دوسرے ملکوں کے لئے پیدا کرتے ہیں۔ اور یہ اضافہ زراعتی سائنس کے اصولوں کے اطلاق اور حسن انتظام کا نتیجہ ہے۔

آج ملک کی آبادی کا صرف ۱۲ فیصد حصہ زراعت پر بسر اوقات کرتا ہے تاہم یہ مقابلتہً چھوٹا گروپ یعنی ہر آٹھ میں سے ایک شخص اپنے اور ۲۳ دوسرے اشخاص کے لئے کافی اناج پیدا کرتا ہے۔ بلاشبہ کسان اپنی مشینری کپڑے اور سامان کے لئے شہری باشندے پر انحصار رکھتا ہے جس سے اس کی زندگی آسان تر بنتی ہے۔ کسان اور شہری باشندے کے باہمی انحصار اور ایک دوسرے کے متعلق معلومات رکھنے کے نتیجہ سے سیاسی نظریوں میں ان کے مابین فاصلہ بہت حد تک کم ہو گیا ہے۔

ملک کے مختلف حصوں میں صنعت کے مقابلے میں زراعت کی اہمیت مختلف ہے۔ شمالی اور وسطی ریاستوں میں جو زراعتی لحاظ سے مالا مال ہیں۔ جنوبی مشرقی ریاستوں کی نسبت کسانوں کی ضرورتوں اور امنگوں کو کسی قدر زیادہ آشکارا کر سکتا ہے۔ جہاں صنعتوں کا جال بچھا ہوا ہے لیکن خود زراعتی علاقوں میں بھی یہ اختلافات رونما ہیں۔ کیونکہ راکی ماؤنٹین علاقے کی مویشی پالنے والی ریاستوں، روئی پیدا کرنے والی جنوبی اور جنوب مغربی ریاستوں اور وسطی مغرب والی ریاستوں کی ضرورتیں اور امنگیں قطعاً جداگانہ ہیں۔ جو سوروں کی پرورش اور مکئی کی پیداوار کی بہتات کے لئے مشہور ہیں۔ ان عظیم تر علاقوں میں بھی پیداوار میں اختلاف پایا جاتا ہے جس کے باعث زراعت کی بہبودی کے متعلق مختلف سیاسی اندازوں سے سوچا جاتا ہے۔ جب ایک ووٹر اپنا ووٹ ڈالنے کے لئے پولنگ اسٹیشن پر پہنچتا ہے تو اسے جن معاملوں میں دلچسپی ہوتی ہے ان میں زراعتی امور بھی شامل ہوتے ہیں۔

مشینی کاشت اور امریکی کاشتکاری میں سائنس کے بڑھتے ہوئے استعمال اور بہتر انتظام کی بدولت پیداوار میں جو اضافہ ہوا ہے اس سے متعدد فوائد کے ساتھ ساتھ کئی مسئلے بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ حکومت کے لئے اس عرصے کے دوران میں کنٹرول تجویز کرنا ضروری ہو گیا ہے جب قوانین اور قواعد میں رد و بدل کیا جاتا ہے۔ ان کنٹرولوں پر

قطعہ

ہزار سنبل و گلہا کہ در چمن باقیست	ضیا ہنوز کہ در شمع انجمن باقیست
بگفت لیل و نہارے کہ گرچہ بود ہمہ	نگر تو شانہ و شمع راکہ در دکن باقیست

(آمد از نذری باغ)

عموماً کسان خود ہی ووٹ دیتے ہیں۔ اور ان کنٹرولوں کی وسعت بیلٹ بکس کے فیصلے پر شدت سے اثر انداز ہوسکتی ہے۔ کسانوں کی اپنی تنظیموں میں بھی پالیسی کے بارے میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ یہ اختلافات ان تین بڑی تنظیموں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ امریکن فارم بیورو فیڈریشن، نیشنل گرینج اور فارمرس یونین۔ فارم بیورو امریکہ کی تمام کسان تنظیموں سے بڑی ہے۔ اور روایتی آزادانہ کاروبار اور سرکاری کنٹرولوں کی تنسیخ کی زبردست حامی ہے۔ فارمرس یونین کسان اور فارم کے متعلق سرکاری کارروائیوں کی زبردست حمایت کرتی ہے لیکن نیشنل گرینج کا یقین ہے کہ کسان کو اپنی تنظیم کے ذریعے حکومت خود اختیاری کی ذمہ داری اٹھانی چاہیئے۔ اس تنظیم کے لیڈر ہرسفل ڈی نیوسم نے آئندہ انتخاب میں اپنی تنظیم کی ذمہ داری کے بارے میں کہا۔ حکومت خود اختیاری کا فن نیشنل گرینج کے لئے ہماری دلچسپی کا موجب ہے اوّل ہماری جمہوریہ کا تحفظ بھاری اہمیت رکھتا ہے۔ اور دوئم، امریکی کسانوں کو خود اپنے مفاد میں حکومت خود اختیاری کے فن کو کمال درجہ تک فروغ دینا چاہیئے کانگریس کے دور نماؤں کے بیانوں کے مطابق کسانوں کی آبادی میں کمی کے باوجود کسان اور اس کی قانون سازی کے متعلق ضروریات کانگریس کی نگاہ میں ابھی تک بھاری اہمیت رکھتی ہے۔ لوئی سی آنا کے ڈیموکریٹ سینیٹر ایلن جے ایلنڈر نے جو زراعت و جنگلات کے متعلق امریکی سینیٹ کمیٹی کے صدر بھی ہیں کہا ہے۔" یقیناً آئندہ صدارتی انتخاب میں زراعت اور زراعتی مسئلے کلیدی معاملوں میں سے ہوں گے اور بلاشبہ ہر امیدوار ان پر دگرا صول کی حمایت کرے گا۔ جن سے اس کے خیال میں امریکی کسان کو فائدہ پہنچے گا۔ میرا اندازہ ہے کہ کسان شدید سیاسی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ دیں گے اور اس امیدوار کی حمایت کریں گے جو ان کے خیال میں امریکی زراعت کی زیادہ تر ضرورتوں کو پورا کرے گا۔ یعنی دنیا کی منڈیوں میں زرعی اجناس پیدا کرنے والے غیر ملکی کسانوں کے ساتھ آزادانہ مقابلے کے مواقع میں اضافہ کرنا۔ زراعت کے متعلق ایوان نمائندگان کی کمیٹی کے سرکردہ ری پبلکن ممبر چارلس بی ہووِن (آئیوا) کا بھی خیال ہے کہ کسان آئندہ چناؤ میں پارٹی سیاسیات کی بجائے اچھی حکومت کی طرف زیادہ توجہ دیں گے۔ امریکی وزیر زراعت ایزرا ٹافٹ بنسن نے بھی جو اپنے کام کی بدولت دوسرے کسی بھی شخص کی نسبت کسانوں کے زیادہ قریب رہتے ہیں۔ چناؤ کے متعلق اپنا فیصلہ کرنے میں کسانوں کی آزادی پر زور دیا ہے۔ ان کا بیان ہے" امریکہ کے کسان جو اپنی آزادی کے لئے مشہور ہیں سنہ ۱۹۶۰ء کے صدارتی چناؤ کی طرف آنکھ لگائے ہوئے ہیں۔ جب وہ اپنے ووٹ دینے کے حق کا استعمال کریں گے۔ جوں جوں چناؤ نزدیک آئیگا وہ امیدواروں اور ان معاملوں کے متعلق حقایق پہ غور کریں گے۔ جو انہیں ایک آزاد ملک میں متعدد معلوماتی ذرائع سے دستیاب ہوں گے۔ ان کے خصوصی مسائل ان کے شعور پر پردہ پوشی نہیں کر سکیں گے۔ اور وہ ایسے مرد اور عورتوں کو منتخب کرنے میں مدد دیں گے۔ جو ان کے اعتماد کے قابل ہوں گے۔ اور ملک کے بہترین مفاد میں کام کرنے کی قابلیت رکھیں گے۔ اور دنیا میں امن و سلامتی کو یقینی بنانے میں مدد دیں گے۔

[illegible] اہل حق کا ترجمان اور صاحبان ذوق کا اخبار ہے

قطعہ

خوردن بادہ بہ دورِ گل نگر معیوب نیست | عیش و عشرت در محرم گفت مذہب خوب نیست
سخت مشکل این نماید عشقِ لیلےٰ گفت قیس | چون برائے صبر قلب مادل ایوب نیست

(آمدہ از نذری باغ)

ڈاکٹر جان ٹی ریڈ!

مشہور امریکی ناول نویس اور ہندوستان

امریکہ کے ایک مشہور ترین اور محبوب ترین مصنف مارک ٹوین نے جس کا اصلی نام سیموئل ایل کلیمنس تھا ۱۸۹۵ء میں ہندوستان کا دورہ کیا تھا۔ اس نے اپنے بمبئی، شمالی ہندوستان، دارجلنگ اور کلکتہ کے دورے کے تاثرات ایک سفرنامہ میں بیان کئے ہیں جس کا عنوان ہے

یہ کتاب اسکی مشہور کتابوں میں سے نہیں ہے کیونکہ اس میں اصل موضوع سے انحراف کی کمزوری پائی جاتی ہے اور اکثر معمولی باتوں کو بھی مزاح کی چاشنی دینے کی کوشش کی گئی ہے ہندوستان کے متعلق اس کے بعض تاثرات کافی حد تک زدنی اور بے لطف ہیں۔ تاہم ہندو رسم و رواج اور روایات نے مارک ٹوین کا دل موہ لیا۔ خصوصاً جب وہ بنارس پہنچا اس نے اعتراف کیا ہے کہ ہندو دھرم اتنا پیچیدہ ہے کہ وہ اسے سمجھ نہ سکا۔ لیکن اس نے اپنی گرمجوشانہ انسانی مفاہمت سے ہندو دھرم میں کسی ایسی شئے کا اثر تو دیکھا جسے وہ فطری طور پر حقیقی اور قابل تعریف تسلیم کرتا ہے۔

الہ آباد میں ایک دھارمک میلہ میں جانے والے یاتریوں کا ذکر کرتے ہوئے مارک ٹوین نے لکھا ہے۔ "ایک ایسے دھرم کی طاقت قابل تعریف ہے جو بوڑھوں اور کمزوروں، نوجوانوں اور ناتوانوں کو بھاری تعداد میں ایسے ناقابل یقین کٹھن سفر پر کسی ہچکچاہٹ یا شکایت کے بغیر لے جا سکتی ہے۔ اس کی پشت پر خواہ کوئی بھی کرشمہ ہو، اس عمل کا جو نتیجہ نکلتا ہے وہ ہمارے جیسے لوگوں کی سمجھ سے بعید اور حیران کن ہے۔ مارک ٹوین نے بنارس میں ایک مہاتما سے ملاقات کے متعلق جو روئیداد بیان کی ہے اس سے ہندو دھرم میں اس کی دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ مہاتما "پہنچے ہوئے" تھے جنہیں دنیا کی باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ یہ ملاقات نازک، عجیب و غریب اور یادگاری تھی۔ ٹوین موٹا تازہ، زندہ دل اور سفید فام امریکن تھا جو ساٹھ برس سے اوپر تھا۔ مگر ہندوستانی مہاتما دراز قد، پتلے اور نازک تھے جن کا سر مونڈھا ہوا تھا۔ اور جن کے چہرے سے ذہانت ٹپکتی تھی۔ انہوں نے صرف ایک لنگوٹی پہن رکھی تھی۔ یہ ملاقات بہت مختصر تھی اور اس کے دوران میں انہوں نے اپنی دستخط شدہ کتابوں کا تبادلہ کیا۔ ہندو مہاتما نے ٹوین کو ہندوستان کی مقدس کتابوں کے متعلق اپنی تفسیر دی اور ٹوین نے اس کے بدلے میں انہیں "ہکل بیری فن" کی ایک جلد دی۔ ٹوین نے لکھا ہے "مجھے معلوم ہے کہ اگرچہ کتاب مہاتما کے لئے مفید نہیں تو کم از کم نقصان دہ بھی نہیں"۔ امریکی مصنف کے بارے میں اس مہاتما کے تاثرات کیا تھے، میرے پاس اس کے متعلق کوئی ریکارڈ نہیں ہے لیکن جہاں تک امریکی ناول نگار کا تعلق ہے وہ مہاتما سے سچ مچ متاثر ہوا تھا۔

اس نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو جنگلوں میں جاکر جھونپڑیوں میں رہتے ہیں اور مقدس کتابوں کا مطالعہ اور تپسیا وغیرہ کرتے ہیں"۔ مارک ٹوین نے ان لفظوں میں اس ملاقات کا مختصر طور پر ذکر کیا ہے "میں اس مہاتما کی عزت کرتا ہوں۔ وہ لکھتا ہے کہ کسی بھی شخص کے لئے اپنی مقدس چیزوں کا احترام قدرتی ہے اور اس پر کوئی لاگت ہی نہیں آتی لیکن "وہ احترام جو مشکل اور

قطعہ

رخ سوئے خانۂ دیگر کہ فرازے نہ کنم | بہر امداد من این دست درازے نہ کنم
گرچہ در دامنِ خود بیں تو کہ عصیاں دارم | جز سوئے کعبۂ مقصود نمازے نہ کنم

(آمدہ از تذری باغ)

ذاتی قابلیت پر مبنی ہوتا ہے اصل میں ویسا ہی احترام ہے جس کا اظہار آپ کسی جبر کے بغیر کسی ایسے شخص کے سیاسی یا مذہبی عمل سے تیئں کرتے ہیں جس کے عقائد آپ کے عقائد سے مختلف ہوتے تھے۔" اس قسم کی سنجیدہ بات چیت ان لوگوں کے لئے باعث تعجب ہو سکتی ہے جو مارک ٹوئن کے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صرف ایک خردماغ امریکی مزاح نگار تھا۔ لیکن ایسی بات نہیں کہ اس نے صرف مزاحیہ کتابیں ہی لکھی ہیں۔ اگر آپ اس کی

اور

جیسی کتابوں یا خصوصاً اس کی شاہکار کہانی" وہ شخص جس نے ہیڈلی برگ کو بدا طوار بنا دیا"

کا مطالعہ

کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ ایک ایسا صاحب فکر تھا جو ایک سماج سدھار کا ذہن رکھتا تھا۔ اور ایک ایسا مصنف تھا جس کے نزدیک اخلاقی اور جمالی قدریں بھاری اہمیت رکھتی تھیں۔ بعد کے نقادوں نے اس کی تحریروں میں قنوطیت کی شکایت کی ہے۔ بلاشبہ اس کی تحریروں میں پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ بہت سے سدھارکوں کے ساتھ ہوا ہے ٹوئن کو بھی اپنے نظریوں اور اپنے عہد کی سماجی حقیقتوں کے درمیان وسیع خلیج کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ حتیٰ کہ "ہکل بیری فن" جیسے مزاحیہ اور سادہ ناول میں بھی نیگرو لوگوں کی غلامی کے مسئلے کے متعلق سخت تشویش کا اظہار کیا گیا ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے کہ سیموئل ایل کلیمنس نے ہندوستان میں تپتے ہوئے میدانوں سے ہو کر الہ آباد جانے والے شردھالو یاتریوں یا اس مہاتما کے تئیں جس سے اس نے بنارس میں ملاقات کی زبردست دلی کشش محسوس کی۔

ہندوستانی ٹینس کھلاڑیوں نے برطانیہ میں اپنی تربیت مکمل کرلی!

ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ ہندوستان کے چار جونیر ٹینس کھلاڑیوں۔ پریم دیو دفون، اجیت کمار، گوپال بنرجی اور ایس۔ پی۔ مسرا۔ نے برطانیہ میں اپنی تربیت مکمل کرلی ہے۔ اور وہ یوگوسلاویہ کے راستے ہندوستان کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ یوگوسلاویہ میں وہ ایک ٹورنامنٹ میں حصہ لیں گے۔ برطانیہ میں ان کھلاڑیوں کی دیکھ بھال کے فرائض آل انڈیا لان ٹینس ایسوسی ایشن کے آنریری سیکریٹری مسٹر شمشیر سنگھ ادا کرتے رہے تھے۔ برطانیہ سے روانگی سے قبل موصوف نے بتایا کہ ہمارا برطانوی دورہ نہایت پر لطف اور مفید ثابت ہوا ہے۔ برطانوی ٹورنامنٹوں میں ہندوستانی کھلاڑیوں کو حصہ لینے کا جو موقع ملا ہے اس سے ان کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ مسٹر شمشیر سنگھ نے اپنی اس امید کا اظہار کیا کہ ہندوستان کے ٹینس ٹورنامنٹوں میں برطانیہ کے کئی ممتاز کھلاڑی شرکت کریں گے اور کہ اس سلسلہ میں انتظامات مکمل کئے جا رہے ہیں۔

للسان اہل حق کا ترجمان اور صاحبانِ ذوق کا اخبار

قطعہ

بالمقابل سبزۂ خفتہ گلِ احمر کجا | بالمقابل مشکِ کہنہ عنبرِ اذفر کجا
این تفاوت بین این ہردو بگفتہ قصہ | بالمقابل جائے کمتر مسندِ برتر کجا

(آمدہ از نذری باغ)

روحانی ریڈیو



ناشر:۔ مجذوب حیدرآبادی

> یہ عنوان حضرت مجذوب حیدرآبادی کی ملکیت ہے۔ ان کے روحانی مکاشفات کے متعلق ہم کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے ناظرین جانیں یا وہ خود۔ روحانی نشریات میں نام مقامات اور واقعات فرضی ہوا کرتے ہیں اگر اتفاقاً مطابقت ہو جائے تو کسی اسم خاص کا قیاس نہ فرمایا جائے۔ (ایڈیٹر)

آیکلمہ ررنور ی میٹر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں ابھی آپ ڈھیڑے پر لوک گیت سُن رہے تھے۔ جس کے بول تھے ـــــ

تاگو تاگو آنا دے او جلبی مینا
تاگتا کلم پوتا دے او جلبی مینا

اب جنگم ملیا گارو، یعنی لچھمیا گارو کی کہانی سنائیں گے۔

جنگم ملیا گارو یہ کہتے ہیں کہ آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے ایک حجام رہتا تھا جو فوجیوں کی حجامت بنانے کے لئے فوج میں ملازم تھا۔ اس حجام کا ایک بیٹا تھا۔ یعنی لچھمیا یعنے نائی لچھمیا ـ نائی لچھمیا۔ بچپن ہی سے دُون کی لینے، شیخی بگھارنے، اپنی ذہنیت کو وزارت کا قلمدان بتانے، بال کی کھال بنانے، اور بال کی کھال نکالنے میں اپنے باپ سے چار جوتے آگے تھا۔ یہاں تک کہ اُلٹے اُسترے سے اپنے باپ کی بھی حجامت بنانے میں نہ چوکتا تھا۔

لچھمیا کا باپ ایک وزیر نایک پرشاد کی حجامت بنایا کرتا تھا۔ اسی سلسلہ میں لچھمیا کی آمد و رفت بھی وزیر صاحب کے گھر میں تھی ایک دن وزیر صاحب نے لچھمیا کے باپ سے کہا کہ لچھمیا کو اپنا آبائی پیشہ اصلاح سازی سکھانے کی بجائے اسکو مدرسہ میں شریک کرایا جائے۔ میں اس کے لئے تعلیمی وظیفہ منظور کرا دوں گا۔

چنانچہ نائی لچھمیا کو یعنی لچھمی نارائن کے نام سے مدرسہ میں شریک کرایا گیا۔ مدرسہ میں شرکت کے وقت لچھمیا کی عمر (۱۴) سال تھی لیکن ڈنڈی مار کر عمر (۷) سال لکھائی گئی۔ وزیر صاحب کی سفارش سے تعلیمی وظیفہ منظور ہوگیا۔ اور لچھمیا امتحانات میں کاپی کرکے اور شیڈول کاسٹ ہونے کی بناء پر رعایتی نمبرات حاصل کرکے کامیاب ہونے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے میٹرک کا امتحان کامیاب کرلیا۔ میٹرک کامیاب کرنے کے بعد اس کے موروثی رجحان کے بموجب موتراشی کا پیشہ سیکھنے کا خیال لچھمیا کے باپ نے ظاہر کیا۔ لیکن بحث و تمحیص کے بعد یہ طے پایا کہ انسان کی حجامت بنانے میں نہ تو کوئی خاص فائدہ ہے اور نہ سوسائٹی میں حجام کی کوئی عزت ہے۔ اس کے قطع نظر سیفٹی ریزر کی ایجاد نے تو بالکل حجاموں کا دیوالیہ نکال دیا ہے۔ لوگ اب حجام سے داڑھی بنوانے کی بجائے خود بنا لیا کرتے ہیں۔ اسلئے لچھمیا کو انسان کی حجامت بنانے کی تعلیم دینے کی بجائے بھیڑ کی حجامت بنانے کی تعلیم لینے اون سازی کا فن سکھایا جانا مناسب ہے۔ غرض کہ لچھمیا کو اُون سازی کے ایک

ٹریننگ سنٹر میں شریک کروا دیا گیا۔ ٹریننگ میں شرکت کے وقت لچھمیا کی عمر (۲۸) سال کی تھی۔ لیکن جب بھی کوئی اس سے عمر پوچھتا تو یہ (۲۴) سال بتایا کرتا۔ چہرے پر داڑھی مونچھ بھی نمایاں نہیں تھے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ لچھمیا کے باپ نے لچھمیا کو یہ علم سینہ بسینہ سکھایا تھا کہ بیٹا مونچھ اور داڑھی پر قینچی یا استرہ چلانے کی بجائے ہمیشہ بال اکھاڑ دیا کرنا۔ اس عمل سے چہرہ پر سخت بال پیدا نہ ہوں گے اور یہ ہمیشہ اصل عمر سے کم معلوم ہو گا۔ چنانچہ باپ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے لچھمیا ہمیشہ اپنے چہرہ کے بال کھینچ کر نکال دیا کرتا تھا دو سالہ ٹریننگ ختم کرنے کے بعد وزیر نائک پرشاد کی سفارش پر لچھمیا کو آڈلن کو اپریٹو سوسائٹی پداپلی میں بہ حیثیت انسپکٹر ملازمت مل گئی۔ ملازمت ملنے کے بعد لچھمیا کی شیخی بگھارنے اور دون کی لینے کی عادت میں اور اضافہ ہو گیا۔ پداپلی میں ایک قدیم وضع کے برہمن تحصیلدار تھے جو ذات پات سے سختی سے پابند تھے۔ لچھمیا نے تحصیلدار صاحب پر یہ ظاہر کر رکھا تھا کہ وہ بھی اعلیٰ ذات کا برہمن ہے۔ اس لحاظ سے تحصیلدار صاحب کے گھر اس کا آنا جانا تھا۔ تحصیلدار صاحب کی ایک غیر شادی شدہ لڑکی تھی کملا جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ہی شوخ اور شریر تھی۔ ایک دن کملا نے لچھمیا سے پوچھا۔ آپ کے پتا جی کیا کرتے ہیں؟ اس پر لچھمیا نے اپنی شیخی بگھارنے کی قدیم فطرت کو بروئے کار لاتے ہوئے کہا کہ میرے پتا جی بہت بڑے آدمی ہیں۔ ان کے آگے فوجی عہدہ داروں کے سر جھکتے ہیں۔

اس جواب پر کملا نے یہ سمجھ کر مزید کچھ پوچھنے سے گریز کیا کہ شاید ان کے والد کوئی بڑے فوجی افسر ہیں۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ لیکن لچھمیا نے کملا کے اس استفسار کو کچھ اور ہی معنی پہنائے۔ اور ایک دن کملا کے نام ایک خط لکھ دیا جس میں اظہار محبت کے علاوہ اس سے بیاہ کرنے کی تمنا بھی ظاہر کی۔ یہ خط جب کملا کو ملا تو اس کو بھی شرارت کی سوجھی۔ خط کا جواب خط۔ اس نے لچھمیا کی ماں کی جانب سے لچھمیا کو ایک خط لکھا کہ طاعون سے تمہارے والد کا اچانک انتقال ہو گیا۔ بلدیہ کے کارکنوں نے فوراً لاش کو جلا دینے کے لئے پابند کیا تھا۔ اس لئے تمہارے انتظار کے بغیر کریا کرم کر دیا گیا۔ تم خط دیکھتے ہی فوراً آؤ۔ یہ خط لکھنے کے بعد حیدرآباد سے جا کر پوسٹ کیا اور ایک دوسرا خط پداپلی سے لچھمیا کے دفتر کی جانب سے لچھمیا کے باپ کو لکھا گیا کہ تمہارے بیٹے کا اچانک پلیگ سے انتقال ہو گیا۔ مرض کو پھیلنے سے بچانے کے لئے فوری لاش جلا دی گئی۔ تمہارے بیٹے کا سامان وغیرہ دفتر کے ایک چپراسی کے ذریعہ روانہ کیا جا رہا ہے"۔

یہ دونوں خط ایک ہی تاریخ شام کے ٹپہ میں حیدرآباد اور پداپلی میں لچھمیا کے باپ اور لچھمیا کو ملے۔ اُدھر حیدرآباد میں لچھمیا کے غم میں آہ و زاری شروع ہو گئی۔ ادھر سدی پیٹ میں خط ملتے ہی۔ لچھمیا پہلی بس سے حیدرآباد کے لئے روانہ ہوا۔ رات کے کوئی گیارہ بجے موٹر بس حیدرآباد پہنچا۔ بس سے اترتے ہی

لچھمیا گھر کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ ہی میں ایک مرگھٹ تھا۔ جس میں کسی کی چتا کو جلانے کے بعد لوگ واپس ہو چکے تھے۔ چتا کی کچھ بجا ہوئی چنگاریاں لاش جلنے کا پتہ دے رہی تھیں۔ چتا پر نظر پڑتے ہی لچھمیا کے دل میں یہ خیال گزرا کہ شاید یہی اُس کے باپ کی چتا ہے۔ یہ خیال آتے ہی روتے ہوئے مرگھٹ میں داخل ہوا۔ کچھ دیر اپنے باپ کی راکھ پر آنسو بہائے جب دل کچھ ہلکا ہوا تو گھر کی طرف روانہ ہوا۔ — رات زیادہ جا چکی تھی۔ کافی اندھیرا تھا۔ جب یہ گھر کے دروازہ پر پہنچا تو مکان کے اندرونی حصّہ سے ماں کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ مکان کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ — ماں کے رونے کی آواز سُنکر یہ خود بھی روتا ہوا مکان میں داخل ہوا — لچھمیا کی ماں مکان کے ایک کمرہ میں بیٹھی رو رہی تھی۔ اور باپ چارپائی پر آنکھیں بند کئے لیٹا ہوا تھا۔ جوں ہی لچھمیا کی ماں کی نظر لچھمیا پر پڑی، معناً اُسے خیال گزرا کہ لچھمیا کی رُوح آئی ہے —— چیخ مار کر بے ہوش ہو گئی۔ اور جیسے ہی لچھمیا کی نظر اپنے باپ پر پڑی وہ بھی ایک چیخ مار کر گر پڑا — اس چیخ پکار سے بوڑھے حجام نے آنکھیں کھولدیں اور پڑوسی بھی جمع ہو گئے — آنکھیں کھولتے ہی بوڑھے حجام نے لچھمیا کو فرش پر پڑا ہوا دیکھکر مارے خوف سے پھر آنکھیں بند کر لیں اور آنکھیں بند کئے بھوت کو بھگانے کے منتر پڑھنے لگا۔ منتر پڑھ کر جب اس نے پھر آنکھیں کھولیں تو بھوت غائب ہونے کی بجائے فرش سے اُٹھ کر اس کی طرف بڑھنے لگا — پھر دفعتاً دونوں باپ بیٹے ایک ساتھ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔

جب پڑوسیوں نے یہ حال دیکھا تو بوڑھے حجام، اوس کی بیوی، اور بیٹے کو ہوش میں لانے کی تدبیر کی — تھوڑی دیر میں ان تینوں کو ہوش آیا۔ لچھمیا کے باپ نے اپنے پاس وصول شدہ خط لچھمیا کو دکھایا۔ لچھمیا نے اپنا موسومہ خط جیب سے نکالتے ہوئے جب مطابقت کی تو دونوں کی طرز تحریر ملتی جلتی تھی۔ تھوڑی دیر دماغ پر زور ڈالنے کے بعد لچھمیا بڑبڑانے لگا۔ "یہ میرے اس پریم پتر کا جواب ہے جو میں نے کملا کو لکھا تھا"

اپکنز ار نوری بستر پر ہم روحانی نشرگاہ سے بول رہے ہیں۔ ابھی آپ جنگم ملیا گارو سے یہ۔ لچھمیا گارو کا قصہ سُن رہے تھے۔ ہمارے نشریات کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اب ہمیں آئندہ ہفتہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔ ہفتہ بخیر۔

